نشاط جان
تحریر : جے نکہت

وہ عمر بھر کی پرستش بھی رائیگاں ہی گئی
کے وہ جو بت تھے میرے عشق کے خدا ہی نہ تھے
انھیں سنائی نہ دیتی تھی دھڑکنوں کی تڑپ
وہ دل کدے میں تھے، دل آشنا ہی نہ تھے

گاڑی کو معمولی سا جھٹکا لگا تھا جس پر پراگندہ سوچوں کی الجھتی ڈوریوں سے نبرد آزما 'اس' کی دھڑکنیں کسی خوش گماں احساس کے زیر اثر بے طرح منتشر ہو کر یکجا ہوئی تھی۔ غیر ہموار سانسوں کے ہمراہ لبوں پر زبان پھیرتے اس نے خوابدیدہ آنکھوں کو واں کیا۔

'ملک مینشن'

اور دوسرے ہی پل خواب سراب اور تلخ حقیقت کا ارض و سماں سا فرق واضح کرتا آئینہ اس کا منہ چڑھا تھا۔

وہ ملک مینشن کے قوی ہیکل گیٹ کے مقابل تھی جہاں باوردی گارڈ اس کی جیپ پہچان کر برق روی سے گیٹ کھولنے دوڑے تھے۔

ایک تلخ سی مسکراہٹ نے نہایت مضحکہ خیزی سے اس کے بھینچے یاقوتی لبوں کا احاطہ کیا تھا۔

"اسٹاپ دیر!"

وہ جھٹکے سے گاڑی سے نکلتی ہاتھ اٹھا کر حکمیہ لہجے میں کچھ ایسی سختی لی ئے غرائی کے جہاں کے گارڈ وہیں تھم گئے۔

ساتھ پشت سیٹ کے بیک سے ٹکا کر تیز تیز سانس لیتے ہوئے اسٹیر نگ پر اضطرابی انداز میں گرفت سخت و کمزور کر رہا' وہ' بھی الرٹ ہوا جب وہ ضبطِ کمل سے انگارے کی مانند دہکتے نقوش لئے اس کی طرف مڑی

" تھنکس فار دی لیفٹ مسٹر یونی فارم! ایزای نو آپ ایک بزی پرنس ہیں سو میں ڈفینیٹلی مزید آپ کو پریشان نہیں کروں گی سویو مے گو ناؤ!"

سختی سے دونوں مٹھیاں بھینچ کر وہ کس دقت سے مسکرائی تھی اس کی کنپٹی کی اُبھرتی ہری ہری رنگیں آنکھوں میں تیزی سے اُترتے سرخ ڈوروں سے اندازلگایا جا سکتا تھا۔

مقابل اس کی ہمت کی تاب نہ لاتا زاویہ نظر بدل گیا

نتیجتاً اُس کے رگ وپے میں شرارے بھر گئے۔

"جائیں! آپ نے 'پارسل' صحیح سلامت ڈیلیور کر دیا ہے لک ایٹ می ایم کمپلیٹلی فائن! کہیں کوئی توڑ پھوڑ۔۔۔

"پلیز!!"

اس کے خود کو پارسل کہ کر اپنا تمسخر اڑانے پر مقابل نے اذیت سے مٹھیاں بھینچتے درشتگی سے ٹوکا

"کیا ہوا؟ غلط کہ دیا میں نے؟" استہزائیہ ہنستے اپنی سرخ آنکھیں اس کی گلال آنکھوں میں گاڑھی

"پارسل ہی تھی ناں میں تمہارے لیئے؟ تمہارے ملک صاحب کی 'امانت' جسے تم نے سیفلی انھیں واپس ڈلیور کر دیا ہے، کہیں کوئی ڈیمیج نہیں کوئی کھروچ نہیں، وِچ مینز تم واقعی 'سپر کوپ' ہو!

مطلب ملک صاحب نے بالکل رائٹ پرسن کو اپائنٹ کیا تھا تم نے اپنی ڈیوٹی پوری ہونیسٹی اینڈ رسپونسبلٹی کے ساتھ نبھائی ہے، بٹ اب تم فری ہو تمہیں اب انھیں رپورٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔۔ سو جسٹ گو اینڈ فائنلی انجوئے یور فریڈم وِتھ آوٹ اینی ڈسٹر بینس سچ ایز 'آبرو وقاص ملک' ہیو فن اینڈ گُڈ بائے!"

ضبط کی طنابیں ٹوٹنے سے پہلے وہ کرب سے جملہ مکمل کر آنکھوں میں تیزی سے اتری نمی کو چھپانے کیلئے رخ موڑ گئی تھی

جبکہ وہ سختی سے جبڑے بھینچے ضبط کی انتہا پر تھا لب کئی بار واں ہوئے پر متزلزل ذہن میں برپا طوفان اعصاب کو بے طرح چٹخا رہا تھا۔

"مم۔۔ میں آپ کا سامان بھجوا دوں گا!"

بڑی دقت سے اس کے عنابی لبوں نے حرکت کی بھی تو نمک پاشی کیلئے مقابل کی رگ وپے میں گویا زہرِ حلاحل پھیل گیا تاہم وہ اپنا ضبط آزمانا نہ بھولی

"میری لائف میں ان وانٹڈ چیزوں کیلئے جسٹ 'ڈیلیٹ' کا آپشن ہے 'ری سٹور' کا نہیں سو انسان ہو یا چیز جو چھوٹ جائے میں چھوڑ دیتی ہوں، سو ایک لاسٹ فیور کرنا اور ان چیزوں کو جلا دینا، تاکہ پوری طرح مجھ سے جان چھوٹ جائے!"

پشت موڑے وہ زہر خند لہجے میں گہری معنٰی خیزی لیئے بولی جس میں نمی نمایاں تھی

جواباً نچلا لب سختی سے دانتوں تلے دباتے اس نے اس کی پشت کو کرب و حسرت سے دیکھا

اپنی پشت پر گرم نگاہوں کی تپش محسوس کر بمشکل سسکیاں دبا رہی اس کے گرد واپس خوش گمانیاں گھیرا تنگ کرنے لگی تھی۔۔پر

توقف سے جیپ سٹارٹ ہوتے ہی امید کا پھڑ پھڑاتا دیا بھی آندھیوں کے زد میں چند سسکتے لمحوں کا محتاج ہو گیا

"آپ۔۔آپ۔۔اپنا خیال۔۔۔"

"دیٹس نن آف یور بزنس! جسٹ گو ڈیم ایٹ!!"

اس کے بھاری بے ربط جملے کے مکمل ہونے سے قبل ہی وہ پوری قوت سے چیخی تھی۔

جواباً وہ آندھی طوفان بنا گاڑی اڑا لے گیا تھا

اور پیچھے وہ ضدی، ہٹ دھرم، تند خود، سرکش لڑکی جو اپنے مقابل کسی کی ایک چلنے نہیں دیتی تھی، جس نے ہزاروں دلوں کو جوتی کو نوک پر اپنی جنبش

کا محتاج رکھا تھا آج اس شخص کے آخری یک طرفہ فیصلہ کی تاب نہ لاتی ٹوٹے شہتیر کی طرح گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی۔۔

جیپ لمحہ بہ لمحہ اس کی دھندلی بہتی آنکھوں سے دور جا رہی تھا احتجاجاً اس کی دھڑکنوں کا پرسوز ساز بھی بتدریج تھمتا جا رہا تھا

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس 'سونے کی گڑیا' کا ہم مزاج 'ماٹی کا گڈا' جو دنیا کی شور میں اس سے ایسے ہی سرے راہ ٹکرا گیا تھا ویسے ہی سرے راہ اسے 'تنہا' چھوڑ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا

لیکن اس سونے کی گڑیا کی اندر اب کچھ بھی ویسا نہ رہا تھا۔

اب یہ دو یکسر مختلف دنیا سے تعلق رکھنے والے اس 'سونے کی گڑیا' اور 'ماٹی کے گڈے کی بے جوڑ کہانی کا ایک موڑ تھا یا اختتام اس سے وہ دونوں ہی نابلد تھے

اور دور کہیں خاموش تماشائی بنا تقدیر ہمیشہ کی طرح ملن وجدائی کے دل سوز سنگم پر بے حسی سے مسکراتا محظوظ ہو رہا تھا

دل یہ کہتا ہے ضبط لازم ہے

ہجر کے دن کی دھوپ ڈھلن تک

اعترافِ شکست کیا کرنا

فیصلے کی گھڑی بدلنے تک۔

کہانی کو نیا موڑ لینا ہو یا سب کچھ وہیں ویسے ہی اسی راہ پر ادھورا نا تمام چھوڑ دینا ہو وہ پلٹ کر ایک بار پیچھے ضرور دیکھتی ہے۔

قسمت کی بچھائی بساط کو،

کڑی سے کڑی جوڑنے والے حادثات کو،

دلوں کو قریب لانے والے حسین اتفاقات کو،

اس بیچ نا التفاتی کو نگاہِ التفات میں بدلنے والے ان چھوئے جذبات کو،

پھر دوریوں کی وجہ بننے والے وجوہات کو،

غرض ہر اچھا یا برا تجربہ، ہر تلخ یا خوش کن لمحہ، ہر ملول یا مسحور احساس، ہر ہم آہنگ یا متضاد جذبات، پھر پلٹ کر ذہن ایک مرتبہ از سر نو ضرور دہراتا ہے اور پھر بے بسی سے سب تقدیر پر چھوڑ دیتا چاہے تو نیا حسین موڑ دے یا سب یہیں ادھورا نا آسودہ چھوڑ دے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"منشی جی! بس اب آپ مزید کوئی ضد نہیں کریں گے، آپ کی فضول کی ضد آپ کی صحت کو بری طرح متاثر کر رہی ہے، گھر رہیں مکمل آرام کریں اور اپنے دونوں شیطان کے شاگرد شہزادے اور پیاری سی کتابی کیڑا شہزادی کا

خیال رکھیں باقی میں سب سنبھال لو نگا۔۔"ابرار حمید کا ڈرپ لگا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام کر حتمنی انداز میں بولا۔۔

پاس ہی لکڑی کی کرسی پر بیٹھے امروز کے جان پر سوار ہوا (کرسی کے ڈنڈے پر چڑھ کر بیٹھا) شہروز نے برا منہ بنا کے بڑے بھائی کو گھورا۔امروز نے بھی منہ کے زاویہ بگاڑے۔بقول ان دونوں یاجوج ماجوج کی جوڑی کے آج تک کی تاریخ میں شائد ہی ان جیسا معصوم صفت مخلوق نے روئے زمین پر قدم رکھا ہو گا۔ لیکن تھانیدار۔

جانے دیں قصہ ہائے پرو میکس بے عزتی کا۔۔۔۔

"نہ کرو یار۔۔"ابرار حمید نے دونوں کی مسمسی شکل دیکھ طلحہ کو ٹوکا۔

جس پر منہ بسور رہے دونوں شیطان کے چیلوں کے تاثرات سیکنڈ سے پہلے تبدیل ہوئے تھے،اب معصومیت کے اگلے پچھلے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے

مسکین شکل بنائے آنکھیں پٹپٹا کر انھیں دیکھتے معصوم سے زیادہ جوکر لگ رہے تھے۔

"میں بالکل فرسٹ کلاس ہوں، بس معمولی سا مزاج گڑبڑایا ہے۔۔" وہ سستائے چہرے کے ساتھ حتٰی الامکان بشاش نظر آنے کی سعی کرتے ہوئے بولے۔

چوڑے شانوں اور چٹانوں سے مضبوط ارادوں والا گھبرو جوان بیٹا ان کا فخر تھا، جوان کی خراب طبعیت کا سن کر ڈیوٹی سے افراتفری میں گھر آیا تھا، اور تب سے ان کے سرہانے سے ہلا تک نہیں تھا، یہاں تک کے چینج کرنے یا فریش ہونے تک کا وقت خود کو نہیں دیا بس فراخ پیشانی پر فکر مندی کے بل نمودار کئے انھیں گھورے جا رہا تھا۔ جس پر اس حال میں بھی ابرار حمید کو ہنسی آ رہی تھی۔۔

"ایسے مسکرائیں نہیں میں سنجیدہ ہوں۔۔" ان کے نقاہٹ زدہ چہرے پر محظوظ کن مسکراہٹ رقصاں دیکھ وہ چڑا۔

"جانتا ہوں تھانیدار جی آپ سنجیدہ ہیں، بھئی تھانیدار جی سنجیدہ نہیں ہونگے تو اور کون ہوگا، پوری قوم تو انھیں کی دم سے راہے راست پر آسکتی ہے۔۔" انھوں نے ہلکے پھلکے انداز میں ہمیشہ کی طرح روئے سخن موڑنا چاہا، جو کم از کم آج ٹلنے والا نہیں تھا۔

"پوری قوم راہے راست پر آ ہی جائے گی شروعات آپ سے کرتے ہیں، منشی جی۔۔" تھانیدار صاحب بھی انھیں کے فرزند نامدار تھے۔ گھوم کر بریک وہیں پر لگایا۔

"کیا یار؟ پیچھے ہی پر جاتے ہو بات کی۔۔" تھوڑا سا کہنیوں پر زور ڈال کر پلنگ کے بیک سے سر ٹکاتے ہوئے انھوں مصنوعی خفگی سے گھورا۔

"تو آپ بات ہی ختم کر دیں ناں آسان حل۔۔اب تین سال مسلسل سی ایس ایس امتحان لکھ کر یہ عہدہ میں نے آپ کو منشی گیری کروانے کیلئے تھوڑی نہ حاصل کیا ہے۔" وہ خفا ہوا۔

"بھئی! بڑے میں تو کھسکنے لگا ہوں، کمرہ عدالت سج چکا ہے، اس سے پہلے کی جرح، ثبوت، دلائل، قائل و مقول کا طوفان ہمارے حس سماعت پر ستم ڈھائے میرا خیال ہے ہمیں کھسکنا چاہئے۔" شہروز امروز کے کان میں پھسپھسا کر ڈنڈا چھوڑ کھڑا ہوا۔۔

"میرا بھی یہی خیال ہے چھوٹے۔۔" وہ بھی متفق ہوتا کرسی چھوڑتا آہستگی سے کھڑا ہوا۔۔

پھر ایک متفکر نظر تھانیدار صاحب اور منشی جی کے چہرے پر ڈال کر دونوں دبے قدموں دروازے تک پہنچے ہی تھے کی عقب سے تھانیدار کی پاٹ دار آواز ابھری۔۔

"انسانوں کی طرح دونوں مجھے کچن میں ہاتھ پیر چلاتے نظر آؤ! خبر دار جو مینا کو اپنے ساتھ گھسیٹا تو۔۔" ظالمانہ فرمان پر دونوں تڑپ کر ایڑیوں کے بل گھومے تھے۔

"ابا! اس بات پر تو آپ تھانیدار صاحب کی بات مان ہی لیں یار، جب بھی موصوف تشریف لاتے ہیں ہماری جان دست جلاد پھڑ پھڑانے لگتی ہے۔۔" تھانیدار کے تیوروں کے پیش نظر امروز لجاجت سے بولا۔

جواباً ابرار حمید نے مسکراہٹ چھپائی۔

جبکہ طلحہ کی تیوری چڑھ گئی تھی۔البتہ امروز کی زبان قینچی کومات دے رہی تھی۔۔

"قسم ادھر محترم محلے میں قدم رکھتے ہیں ادھر پورے محلے کی جوان نسل کی جان حلق میں اٹک جاتی ہے،اور ہم مظلوم عوام کی قسمت پر تو کیا ہی ماتم کرنا۔۔بس آپ ٹھکانہ پکڑ لیں تو ہم غریبوں کی اب کی بانسبت شائد تب ذرا کم کم ٹھکائی ہو،ورنہ ان کی موجودگی میں تو کوئی نہ کوئی بشر مجبور آپ کے جلاد شہزادے کے عتاب کا نشانہ بنا رہتا،ہائے!!رے نصیباں۔۔"۔تڑکتے بھڑکتے انداز میں ٹھیک ٹھاک دکھڑے آخر میں خالص زنانہ انداز میں اس نے ہاتھ پیشانی پر مارا تھا۔

ماتھے پر سلوٹوں کا جال بچھائے ابھی اسے داد ملنے ہی والی تھی کے امروز صاحب سے محض دو منٹ کی تاخیر سے دنیا میں تشریف لائے شہروز صاحب

حسب عادت حسب معمول اور حسب سابق دو سیکنڈ کے وقفہ سے شروع ہوئے۔

"بالکل! ابا اور ستم کا تو یہ عالم ہے کی اس محلے کے والدین تک شقی القلبی کا منہ بولتا ثبوت دیتے ہوئے بنفس نفیس آکر تھانیدار جی کی خود ساختہ تھانے میں اپنے منڈوں کی شرارتوں اور بے راہ روی کے مقدمے درج کرا جاتے ہیں، اور پھر تھانیدار جی کا جلال اور ملزم بے حال والا منظر قابل نظارہ ہوتا ہے۔۔" شہروز کی بنا فل اسٹاپ کی تقریر اللہ اللہ کر کے اختتام پزیر ہوئی تو امروز نے تائیدی انداز میں زور زور سے ڈھائی کیلو کے سر کو ہلایا۔

لیکن جوش سے ہوش میں آتے ہی تھانیدار کے جارحانہ تیور دیکھ دونوں کی ہوائیاں اڑی تھی۔

اب حسب سابق خطرناک صورت حال سے رہائی کیلئے دونوں گرگٹ کی تیزی سے رنگ بدل کر فریبی معصومیت سے آنکھوں ہی آنکھوں ابرار حمید کی منتیں کر رہے تھے۔

"ہو گئی تم دونوں کی تقریر اب سر کے بل جاؤ اور اسی بات پر کسی نئی ڈش پر اپنے ہاتھ صاف کرو یوں بھی میں کل سٹے کرنے والا ہوں تو مجھے یقین ہے تم لوگ اپنا زیادہ وقت کچن میں ہی صرف کرنا پسند کرو گے۔۔" انگوٹھے کی مدد سے پیشانی سہلاتے تنبیہی نگاہیں دونوں کی سمت اٹھی۔

اور دو منٹ زبان کو من مانی کرنے دینے کی اتنی بڑی سزا سن کر دونوں سراپا احتجاج ہوئے۔۔

"ابا! کر دیں یاران کی شادی، بیوی آئے گی تو کچن میں سڑے گی۔۔" امروز جذبات میں پھر سے غلط بول بیٹھا۔ طلحہ کے بگڑے تیور دیکھ شہروز گھگھیایا۔

"بب۔۔ بھئی جنرل بات کر رہا تھے یار یوں بھی آپ کی پھاپھا کٹنی۔۔

"اااا۔۔اس کے کہنے کا مطلب رقیہ دادی۔۔ "شہروز کی پھسلی زبان کو بازو کھینچ کر امروز نے فوراً راہ پر لایا۔

"اس سے پہلے کی میں اپنے ہاتھوں کی کھجلی دور کروں جو تم دونوں کی نالائقی دیکھ گزشتہ دو ہفتے سے مسلسل ہو رہی ہے۔۔ "ریسٹ واچ سے سجی مضبوط کلائی گھماتے ہوئے وہ کچھ اس طرح بولا تھا کے۔۔

نتیجتاً دونوں گدھے کے سر سے سنگ کی طرح وہاں سے غائب ہوئے تھے۔

"دیکھ لیں منشی جی! غلطی سے کچھ سال پہلے کیا دنیا میں آ گئے ہم معصوموں پر رعب ہی جھاڑتے رہتے ہیں، اس پر ستم آپ نے محترم کو تھانیدار بنا دیا۔" وہ ابھی واپس سے ابرار حمید کی طرف متوجہ ہونے ہی لگا تھا جب دونوں نے دروازے سے منہ نکال کر مشترکہ آواز میں دہائی دی۔

"رک جاؤ تم دونوں ابھی بتاتا ہوں میں۔" وہ بگڑ کر آستین چڑھاتا اپنی جگہ سے اٹھنے ہی لگا تھا کی دونوں چھپاک سے کچھوے کی طرح منہ کھینچ گئے۔

"ان دونوں کا اس بار صحیح علاج کر کے جاؤنگا میں۔۔" راہداری میں ایک نظر ڈال کر دروازہ مقفل کر کے واپس ابرار حمید کے پاس آتے بڑبڑایا۔۔

"بچے ہیں برخوردار! انھیں کے دم سے تو گھر میں رونق ہے، ورنہ تمہاری پڑھاکو چڑیا تو کتابوں میں منہ دئے رہتی ہے۔۔" وہ مبہم مسکراہٹ کے ساتھ حمایتی بنے۔

جو اسے ایک آنکھ نہیں بھائی تھی تبھی شاکی ہوا۔

"جی منشی جی! سب علم ہے مجھ ناچیز کو، یوں بھی ان کے شغل واشغال کے چرچے تو پورے محلے میں مشہور ہیں، ماشاءاللہ سے گلی میں انھیں کے دم سے تو رونق لگی رہتی ہے، چھتوں پر پتنگ بازی کے نام پر اودھم مچانا، گلی میں گلی

ڈنڈااور کرکٹ کے نام لوگوں کی آنکھ ناک پھوڑنا، ٹیپواور گلی کے دوسرے لڑکوں کے سنگ شادیوں میں فضول قسم کے بھنگرے ڈالنا،ان تمام ضروری مصروفیات سے وقت نکال کر نجمہ، نغمہ، زینیااور اسکی سہیلیوں کے ناک میں دم کرنا،اور روشنی ڈالوں ان یاجوج ماجوج کی جوڑی کے افعال پر؟۔" پانی کا گلاس لبوں کے پاس لے جاتے ہوئے باپ کو جتاتی نظروں سے دیکھا جیسے کہ رہاہو میں بیس کلو میٹر دور رہتاہوں سات سمندر پار نہیں۔۔

"پکے تھانیدار ہو یار۔۔" وہ اس کی معلومات پر کھسیا کر ہنس پڑے۔۔

"جی! الحمد للہ سے۔" گلاس ٹیبل پر رکھ کر مکمل ان کی طرف متوجہ ہوا۔۔

"اور ابھی اس تھانیدار کے پاس آپ کی کیس فائل کھلی ہے۔۔" وہ واپس اصل موضوع کی طرف مبزول ہوا تھا۔ جس پر ابرار حمید نے متاسف نظروں سے بیٹے کو دیکھا۔ پھر رسان سے گویا ہوئے۔۔

"تم اپنی جگہ درست ہو یار! میرا بیٹا بڑا ہو گیا ہے اب وہ اپنے ساتھ ساتھ ہم سب کی ذمہ داری اٹھا سکتا ہے، بلکہ ہمیشہ سے اٹھاتا آیا ہے اور یہ بات ہمیشہ سے میرے لیئے باعث فخر رہی ہے، لیکن بیٹا فرض ایک قرض ہے، جسے انسان کو اپنی آخری سانس تک اُتارنا ہوتا ہے، تاکے وہ ضمیر کی عدالت میں سرخرو ہو سکے۔۔" انھوں نے اپنے خوبرو بیٹے کی مضبوط ہتھیلی پر تھپکی دیتے ہوئے رسانیت سے مخصوص نرم لب و لہجے میں وہی الفاظ دہرائے۔

"ابا! جب سے ہوش سنبھالا ہے آپ کو اس فرض کے قرض کو رات دن ایک کر کے اُتارتے ہی دیکھا ہے، لیکن اب نہیں، اب آپ کی صحت ایسی نہیں کی آپ خود کو خوار کریں۔۔" وہ بضد تھا۔

"یار! منشن میں کوئی بھاری بھر کم اینٹ پتھر اٹھانے جیسا کام نہیں کرتا ہوں میں، آسان سا کام ہے ملازموں کی نگرانی کرنا، اور ملک صاحب کے ساتھ رہنا ان کے چھوٹے موٹے معاملات دیکھنا، فیکٹری تو میرا شاز و نادر ہی جانا

ہوتا ہے وہ بھی تب جب ملک صاحب شہر سے باہر ہوتے ہیں، ورنہ میرا کام منشن کے چھوٹے موٹے کام دیکھانا اور آرام کرنا ہے بس۔۔۔" وہ اس کی فکر سمجھتے تھے تبھی مسکرا کر بولے۔

بات صد فیصد بھی درست تھی 'ملک منشن' میں منشی ابرار ایک فرد جیسی حثیت رکھتے تھے، جس کی کئی ٹھوس وجوہات تھے۔

اول تو وہ دیرینہ وفادار تھے ملک خاندان کے دوسرا وقاص ملک اور ان کا بچپن اکٹھے گزرا تھا۔

وقاص ملک نے کبھی منشی ابرار کو اپنا ملازم نہیں سمجھا تھا۔ انھوں نے ہمیشہ انھیں ایک بہترین دوست اور صلاح کار کا درجہ دیا تھا۔ جس سے سب ہی واقف تھے، طلحہ بھی جانتا تھا، لیکن ابرار حمید کی گرتی صحت کو لیکر وہ از حد پریشان تھا۔ اور ابرار حمید جانتے تھے وقاص ملک کسی قیمت پر انھیں نوکری

چھوڑنے کی اجازت نہیں دیں گے، بچپن کی نشانیوں میں اپنوں کے نام پر ایک ابرار حمید ہی تو تھے وقاص ملک کے پاس۔۔

"ابا! میں نے کب کہا کی وہ لوگ آپ سے جسمانی مشقت والا کام لیتے ہیں، لیکن آپ اپنی صحت کو بھی تو دیکھیں یار۔۔" وہ قدرے نرم پڑا۔ لیکن مرغی کی وہی ٹانگ ابرار حمید سر ہلا گئے۔۔

"جانتے ہو تم میں بڑے ملک صاحب کو بہت مانتا ہوں، وعدہ دیا تھا میں نے انھیں۔۔ ہر مشکل گھڑی میں آخری سانس تک ملک صاحب کے شانہ بشانہ کھڑے رہنے کا، اب اپنی دی ہوئی زبان سے مکر تو نہیں سکتا ناں۔۔" وہ لحظہ بھر کو سانس لینے رکے۔۔

"جب میں کچھ نہیں تھا تب بڑے ملک صاحب نے یتیم پندرہ سالہ ابرار حمید کے سر پر ہاتھ رکھا تھا، میں جو کچھ بھی ہوں، تم لوگ آج جس مقام پر ہو

انھیں کی مہربانیوں کی بدولت ہو، انھوں نے نہ صرف مجھے پڑھا لکھا کر اس قابل بنایا بلکہ ہمیشہ ایک بیٹے کی طرف چاہا، اپنے محسن کو دیا قول میں کسی حال نہیں بھول سکتا، جب تک سانس ہے میں ملک صاحب کے ہمراہ رہوں گا۔۔"ان کے دوٹوک انداز پر طلحہ نے شاکی نگاہوں سے انھیں دیکھا۔

وہ اپنے والد کا بڑے ملک صاحب سے اس جانثار عقیدت سے سخت قسم کا اکتایا ہوا تھا۔

ہاں! ٹھیک ہے بڑے ملک صاحب نے ان کیلئے بہت کچھ کیا، لیکن بدلے میں ابرار حمید نے بھی تو ساری زندگی 'ملک منشن' کے مکینوں کے نام لکھ دی، لیکن یہ بات ابرار حمید کو کون سمجھائے۔ تنفر سے سر جھٹک گیا۔۔

"مطلب آپ نہیں مانیں گے؟" کچھ توقف کے بعد خفا خفا سا سوال ہوا۔

"تھانیدار صاحب! جب تک تندرستی ہے حرکت کرتے رہنا چاہئے کیونکہ حرکت زندگی ہے اور جمود موت۔۔" بیٹے کا خفا خفا چہرہ دیکھ چار حرفی لفظ "نہیں" کے بجائے مکمل جملے کا سہارا لیا۔ جس پر حسب توقع طلحہ چڑ گیا۔

"صاف لفظوں میں کہیں آپ وہ نوکری اس لئے نہیں چھوڑنا چاہتے کیونکہ آپ کے بڑے ملک صاحب آپ کو وقاص ملک کا ڈھال بنا کر گئے ہیں۔۔" طلحہ تلخ ہوا۔

ساتھ فی الفور ابرار حمید کے بدلے تاثرات دیکھ شرمندہ بھی۔

"سوری۔۔" دوسرے ہی پل معذرت خواں انداز میں ان کا ہاتھ تھام گیا۔۔

"کوئی نہیں تھانیدار۔۔" انھیں اپنے گھبرو جوان کا شرمندہ ہونا اچھا نہیں لگا۔ تبھی ہلکے سے اس کا مضبوط مردانہ ہاتھ دبا کر رسان سے گویا ہوئے۔۔

"تم سہی ہو! موقع کی مناسبت سے ملک صاحب کی زندگی میں میں بہت سے کردار ادا کرتا ہوں، گاؤں میں جب زمین جائیداد کا معاملہ دیکھنا ہوتا ہے تو میں منشی کا کردار نبھاتا ہوں، جب وہ پریشان ہوتے ہیں اور ایک مخلص دوست غم گسار کی ضرورت ہوتی ہے تو میں ان کے بچپن کے یار کا کردار ادا کرتا ہوں، جب ماضی کی بھڑکتی آگ انھیں اور ان کے افراد خاندان کو لپیٹ میں لینے لگتی ہے تو میں ماضی اور حال کے بیچ ایک ڈھال کا کردار ادا کرتا ہوں، اسی طرح کے اور بہت سے کردار ہے جو میں وقتاً فوقتاً ادا کرتا ہوں۔۔" ایک طویل سانس خارج کرنے کے بہانہ توقف آیا۔

"لیکن! وہ بھی تو مجھے معاوضہ سے زیادہ عزت و مان دیتے ہیں، اور بڑے بزرگ کہتے ہیں جہاں عزت ملے وہاں سے منہ نہیں موڑنا چاہئے، پھر صحت کا کیا ہے اس عمر میں اونچ نیچ تو عام سی بات ہے، لوگوں کو تیمارداری کا موقع ملتا ہے، اور جن کا بیٹا تھا نیدار طلحہ ابرار حمید جیسا اپنے کام کو لیکر جنونی ہو اس

بندے کو تو ہر ہفتے بیمار پڑنا چاہیئے۔۔" آخر ابرار حمید کے میٹھے سے طنز پر طلحہ نے شکوہ کناں نظروں سے انھیں گھورا تھا۔۔

"اچھا تھانیدار! اب آپ جا کر تازہ دم ہو جائیں، میں مریض بھی آرام شارام کر لوں، آپ تو غضب کے تیماردار ہیں، بیمار کی مزاج پرسی بھی تفتیشی تھانیدار کی طرح کرتے ہیں۔۔" واپس اپنی جگہ دراز ہوتے ہوئے متبسم لہجے میں بولے۔

جس پر وہ انھیں گھورتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

تھک تو خیر وہ بھی بہت گیا تھا، کل رات پیٹرولنگ پر تھا، پھر بنا نیند کی ہلکی سی جھپکی لیئے صبح ٹول ناکے کا دورہ کرنے نکل پڑا اور وہاں سے ابرار حمید کی خراب طبعیت کا سن کر بھاگم بھاگ کر کے گھر چلا آیا، تھکن سے برا حال ہو رہا تھا ابرار حمید کے اپر چادر درست کرتا وہاں سے نکل گیا۔

روم میں آکر فریش ہونے کے بعد بال رگڑتے اس کے بھاری قدم اپنی پڑھاکو مینا کے کمرے کی طرف اٹھ رہے تھے۔ جاذب نقوش کا ازلی کرختگی کی بجائے ملائمت نے احاطہ کیا ہوا تھا۔

حسب توقع وہ اطراف کتابوں کا امبار لگائے ارد گرد سے بے خبر انہماک سے کسی کتاب میں غرق تھی یوں ہی تو اسے 'کتابی کیڑا" پڑھاکو مینا' کا لقب نہیں ملا تھا۔۔ نفی میں سر کو جنبش دے کر گلا کھنکارتا اس کے قریب آیا۔

"میری پڑھاکو مینا کیا پڑھ رہی ہے؟" قریب سے اُبھری بھاری آواز پر کیمسٹری کی فنر کس سمجھنے میں ہلکان زونی بے طرح اچھلی تھی۔۔

"ڈرادیا بھائی جان۔۔" حسب عادت ناک پر چشمہ درست کرتی درہم برہم تنفس کے سنگ ناک سکوڑتی سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔

تولیہ گلے سے نکال کر سائیڈ پر رکھتا اس کے پاس نیچے کارپیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔۔

"ڈی ایس پی طلحہ ابرار حمید کی پڑھاکو مینا کو ڈر لگتا ہے۔ باعث حیرت اور قابل تشویش بات ہے ویسے۔۔" اس کا چشمہ اتار کر فریم سے میں سے جھانکتے ہوئے وہ بناوٹی سنجیدگی سے بولا تو جواباً وہ کھلکھلاتی اس کے بازو سے چمٹی۔۔

"ہاں! بھئی تھانیدار جی کی سگی بہن کو ڈرنے یا خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے، وہ تو اکلوتی اور لاڈلی ہے، اپنی ساری تھانیداری تو وہ ہم سوتیلے بھائیوں پر جھاڑتے ہیں۔۔" تین کپ چائے اور ایک مگ دودھ کے ساتھ داخل ہوا امروز اس منظر پر ناک بھویں چڑھا کر خفا خفا سا بولا۔۔

"اگر آپ چاہتے ہیں کی مزید یہ تھانیداری نہ جھاڑیں تو اپنی گز بھر زبان کو آرام دیں بڑے بھائی صاحب! اس جڑواں جوائنٹ کنکشن کا ایک عتاب ابھی بھگت کر آرہا ہوں مزید حوصلہ نہیں ہے مجھ میں۔۔۔" عین پشت سے نمودار ہوا شہروز جل کر بدقت ٹوکتا آکر طلحہ سے ذرا فاصلے پر ٹک گیا۔

"تو کس باباجی نے آپ کو تعویز کے ساتھ مشورہ دیا تھا میرے ساتھ دنیا میں آنے کا، فضول میں میری امپورٹینس گھٹادی۔۔" امروز پٹخنے کے انداز میں درمیان میں ٹرے رکھ کر لڑاکا عورتوں کی طرح کمر پر ہاتھ جما کر بولا۔

مطلب کونسا اس نے اکیلے نے عتاب جھیلا تھا وہ بھی تو ہم نوالا و ہم پیالہ تھا ہمیشہ کی طرح۔۔

"بس! یہی تو قسمت نے مجھے دغا دے دی ہے، جس کا خمیازہ میں مانجھن بن بن کر ادا کر رہا ہوں۔۔" اپنی ہتھیلی ناک کے قریب لیجا کر وِم بار کی خوشبو سونگھتا منہ کے زاویے بگاڑتا وہ قسمت کی ستم ظریفی پر نالاں تھا۔

دوسری طرف طلحہ مٹھی پر ٹھوڑی ٹکائے سنجیدہ نظروں سے اس یاجوج ماجوج کی جوڑی کا جرح کم جھگڑا ملاحظہ کر رہا تھا، بس دونوں کے بال طلحہ کی کرم نوازی سے مٹھی میں آنے لائق نہیں تھے، ورنہ ان جڑواں نمبرون نے لازمی بال پکڑ کے روایتی عورتوں والی لڑائی کرنی تھی۔

زینیا کا چہرہ الگ ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں سرخ ہو رہا تھا۔

"بیٹا جی! آپ جو یوں بارود کے گولے بنے مجھ پر پھٹے جا رہے ہیں۔ یہ کیوں بھول رہے ہیں، میں بھی کوئی 'اے سی' کی عیاشی مار کر نہیں آ رہا ہوں، جس رسوئی (کچن) میں آپ مانجھن بنے ہوئے تھے، وہاں بارو چن کا کردار میں ادا

کر رہا تھا، ابھی جو انگلیاں چاٹ چاٹ کر آپ نے ٹھونسا ہے نہ وہ سب اسی خانساماں کا کمال تھا۔۔" امروز نے بھی کھل کر جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

اور ہمیشہ کی طرح تیسری عالمی جنگ کے دوران دونوں حاضرین محفل کو فراموش کر بیٹھے تھے۔

یوں تو دونوں کی بہت گاڑھی چھنتی تھی لیکن ٹھن جاتی تو مزہ ہی آجاتا تھا۔

"میں کیسے بھول سکتا ہوں، آخر سنک سے برتنوں کا پہاڑ صاف کر کے آرہا ہوں ابھی، جو آپ کی مہربانیوں کی بدولت تھی۔۔" شہروز نے بھی چمک کر جوابی کارروائی کی۔۔

"ہاں! تو کیا سارے برتنوں میں میں نے کھایا تھا، تم سب کیلئے پکا پکا کر میں گورا چٹا سے سانولا ہو گیا ہوں، اللہّ جانے اب کوئی مجھے لڑکی دیگا بھی کے

نہیں،اور تو ہے کی مجھے برتن کا طعنہ دے رہا ہے، شرم نہیں آتی دو منٹ بڑا ہوں تجھ سے میں۔"

آخر کار 'دو منٹ' والا پتہ پھیکا گیا جس کا مطلب 'سیز فائر' تھا۔ کیونکہ یہاں معصوم شہروز کے الفاظ ختم ہو جاتے تھے۔۔

"ہو گئی تم دونوں کی روایتی کھسی پٹی تو تو میں میں ختم؟ تو اپنا اپنا کپ اٹھاؤ اگر خاموش بیٹھ سکتے ہو تو دبک کے بیٹھو ورنہ دروازہ کھلا ہے۔۔" زینیا کو دودھ کا مگ تھماتے ہوئے دونوں کو گھورتے باہر کا راستہ دکھایا۔

جس پر دونوں کھسیا کر کپ اٹھا گئے تھے۔۔

ان لوگوں کی عادت تھی ڈنر کے بعد ساتھ چائے پینے کی، آج ابرار حمید کی طبعیت خراب تھی اس لیئے طلحہ نے انھیں میڈیسن دے کر سلا دیا تھا، اور

خود زینیا کے پاس چلا آیا تھا جو آج کل اپنے انٹر سیکنڈ ایئر کے فائنل امتحانات کی تیاریوں میں بری طرح مصروف تھی۔

"ہو گئی تیاری مکمل۔۔؟"

"ہاں! بھائی جان تقریباً سارے ہی سبجیکٹ رویژن کر چکی ہوں، بس کیمسٹری میں آرگینک پارٹ میں اٹک گئی ہوں۔۔" وہ کیمسٹری بک کے اوراق پلٹتے ہوئے منہ بسور کر بولی۔

تین دن سے سر کھپا رہی تھی وہ اس سبجیکٹ پر لیکن اول روز کی طرح آرگینک پارٹ اس کے سر کے اپر سے گزر گیا تھا۔۔

"بڑے! اسی کی وجہ سے تمہارا پیپر اٹکا تھا ناں؟" شہروز نے ہنستے ہوئے امروز کے زخم تازہ کئے جو پہلے سے ہی کیمسٹری کی بک کو کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا۔

"ہاں! زونی یار یہ آرگینک ہمارے باڈی کے کسی آرگن میں فٹ نہیں ہوتا، تم چل کرو، کچڑا اٹکا تو سیلی زندہ باد۔۔" لاپرواہی سے کندھے اچکاتے اپنی طرف سے اس نے بہترین ہل بتایا جو وہ خود آزما چکا تھا۔۔

"بھائی جان۔۔" زینا نے روہانسی نظروں سے طلحہ کو دیکھا جو پہلے سے ہی دونوں شیطان کے شاگردوں کا گلا دبانے کی تیاری کر رہا تھا۔ جو بے شرمی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی لائق بہن کو سیلی لکھنے کے نادر مشورے سے نواز رہے تھے۔

یہ بھی ایک خدا کی شان تھی طلحہ اور زینیا جتنے لائق تھے، امروز شہروز اتنے ہی آعلیٰ درجے کے نالائق تھے۔

"ممم۔ میں مذاق کر رہا تھا یار! آپ لوگ تو سیریس ہو گئے، چل چھوٹے ہم بھی کورس کی کتاب کے ساتھ مغزماری کرتے ہیں، کک۔۔ کہنے کا مطلب

محنت کرتے ہیں۔۔"طلحہ کے تیور دیکھ دونوں نے وہاں سے کھسکنے میں ہی عافیت جانی تھی۔۔

"بھائی جان آپ کل رہیں گے ناں؟"

"ہاں! بھئی ارادہ تو ہے، باقی کل کی کل دیکھی جائے گی، تم لاؤ اس آرگینک کو اس کے سارے آرگن میں فٹ کرتا ہوں۔۔"زینیا کے ناک پر چشمہ چڑھانے کے بعد خود بک اٹھا کر سمجھانے لگا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

شکوہ نہیں کسی سے کسی سے گلا نہیں

نصیب میں 'یہی' تھا تو مجھ کو ملا 'یہی'

ٹپ ٹپ گر رہے آنسوں کو کندھے سے صاف کرتے پیاز کی طرف اشارہ کرتے وہ بے حد درد بھرے انداز میں باآواز بلند دوہائیاں دے رہا تھا۔ جس پر ہانڈیا بھون رہے امروز نے ڈوئی چھوڑ کر اسے قریب دسویں مرتبہ زچ نظروں سے گھورا تھا۔

"یہ تیری نصیب کی مینا تو آئے دن چھم چھم برستی رہتی ہے چھوٹے! ابھی ذرا جلدی ہاتھ چلا ورنہ میری سانولی رنگت 'کوئلے' کو مات دینے لگے گی۔۔"تو لیہ اٹھا کر پیشانی صاف کرتے وہ کلس کر بولا۔۔

"اس نوراں شکوراں کو میں اب کی باری چھوڑونگا نہیں۔۔"شہروز کو اپنی اور خود سے دو منٹ بڑے بھائی کی بری حالت دیکھ نوراں (ماسی) پر تپ چڑھی۔۔

"لاحول ولا قوۃ! اللہ نہ کرے۔۔"ڈرامائی انداز میں ڈوئی چھوٹی۔

"چھوٹے! میری جان۔۔۔ کیا تیرے لی ئے اب پھاپھا کٹنی رقیہ دادی سے بمشکل چوبیس سال چھوٹی نوراں ہی رہ گئی ہے۔۔؟" واپس ڈوئی ہانڈیا میں گھماتا خالص زنانہ انداز میں الٹا ہاتھ پیشانی پر مار کر وہ روہانسا ہوا۔ جس پر شہروز کا پیاز کی مہربانی سے گر رہے شبنم کو صاف کرتا ہاتھ ٹھٹھکا۔۔

"استغفراللہ۔۔" بات سمجھ آتے ہی جھڑ جھڑی لیا۔

"یار! میں یہ کہ رہا تھا کی ہر چوتھے دن اس نوراں کے درجن بھر بچوں کو کھانسی، زکام، نزلا، پیٹ درد، کان درد، سر درد، اور نجانے کتنے اقسام کے درد ہوتے رہتے ہیں اور سارے امراض کا بل ہم مظلوموں پر پھٹتا ہے، قسم سے کل سے برتن دھو دھو کر برتن کے ساتھ ہاتھ مانجھ لی ئے ہیں میں نے، اس پر رب دی میر تھانیدار جی پدھار لی ئے وہ نہ تشریف لاتے تو ابھی نجمہ ماسی بنی ہوتی۔۔" کٹے پیاز کا کٹورا سلیب پر پٹخ کر وہ نوراں کی بہانوں کی فہرست پر تپا تھا۔

"کیا کریں یار نصیب اپنا اپنا۔"

معاً نام لیا شیطان حاضر کے مصداق سماعت سے ٹکرائی کوئل سی میٹھی مدھر رگ وپے میں شعلے بھڑکاتی آواز دونوں بھائیوں کے تن بدن میں آگ لگا گئی تھی۔۔

"اجی! ہم نے کہا صبح بخیر 'اماں جی' اور 'ماسی جی' کیسے مزاج شریف ہیں پھر؟ حال چال بے حال، یا وبال ملال اور جان کا جوال۔۔" حسب عادت پُر لطف انداز میں دونوں کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتے ہی وہ آفت کی پرکالا منظر عام پر آئی تھی۔۔

جس پر حسب توقع دونوں پھڑ پھڑا اٹھے۔ لفظ 'اماں اور 'ماسی' تو سیدھے سر پر لگ کر تلوں پر بجھی تھی۔۔

"ایسے تو نہیں دیکھیں نیک خاتوں خانہ! کہنے سے مرادیوں تھانا چیز کا خانسا ماں سے لفظ 'اماں' دریافت ہوا اور مانجھن ماسی سے 'ماسی' منتخب ہوا۔۔ "خون جلادینے والی کمینی مسکراہٹ لبوں پر سجائے وہ قریب چلی آئی تھی۔

یہ وہی الفاظ تھے جو دونوں بھائی اکثر و پیشتر نوراں کی چھٹی کرنے پر اس کی اماں کے پاس دس اقسام کے دکھڑے رو کر اسے چٹیا کے بل پکڑ کے لانے کے بعد مزید دل جلاتے تھے۔

قدرت کا انصاف اور دونوں محلے کے مشہور شرارتی جڑواں نمبرون کی شومئی قسمت کی اب کی بار نوراں نے چھٹّی ماری بھی تو تب جب تھانیدار صاحب نے قدم رنجہ فرمائے۔۔ شائد مکافات عمل اسی کو کہتے ہیں۔

"بیٹا جی 'چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے' محاورہ تو سنا ہی ہو گا آپ نے؟" آنچ دھیمی کرتے امروز نے سلگتی نگاہوں سے اسے گھورا۔

"ہاں! کافی پرانا گھسا پٹا ہے۔" اس نے لاپرواہی سے آنکھیں گھمائی۔۔

"لیکن تمہیں کیوں یاد آرہا ہے؟" اچانک مصنوعی اچمنبھے سے سوال ہوا پھر ازخود کسی نتیجہ پر پہنچ کر کھلکھلا اٹھی۔۔

"اچھا! اچھا! کچن میں خالص زنانہ افعال انجام دے رہے ہو نہ شائد یہ اسی کا اثر ہے، سائیڈ افیکٹ یونو ویسے ابھی بہت سے سائیڈ افیکٹ منظر پر آئیں گے۔۔" قیاس کے سے اس نے پیشن گوئی بھی کی۔

جواباً دونوں بھائی تو جیسے جلتے توے پر جا بیٹھے تھے۔ چھٹاک بھر کی چڑیا' نجمہ آفاق' آج تاک تاک کر نشانہ لے رہی تھی۔۔

"ویسے آپ لوگوں کو کام کرتے ہوئے صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیئے، رسوئی کی حالت قابل رحم بنادی ہے۔" اب کے ناک سکوڑ کر اعتراض ہوا تھا۔۔

"تو آپ قابل فخر بنادیں، آپ کے ہاتھ کس جلاد نے باندھ رکھے ہیں؟" تپاتپا نذرانہ شہروز کی طرف سے تھا۔

"یا پھر کسی نے بطور خاص نجمہ آفاق کو مہندی لگائی ہے آکر؟" امروز نے بھی حصہ لازم ملزم سمجھ کر ڈالا۔

جس پر نجمہ ایسے فراخ دلی سے کھلکھلائی گویا ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو، اور دونوں بھائیوں نے ایسے ضبط کیا کی کنپٹی کی ہری ہری رگیں ابھر آئی۔۔

"اجی! ہم کیوں زحمت اٹھائیں؟ جب یہاں دو دو تندرست و توانا گھبرو جوان اپنا ہنر آزمارہے ہیں، بقول آپ دو محترم حضرات کے میں تو ایک چھپکلی ہوں، وہ بھی خاصی معمولی سی، کہاں میری مجال جو جرمِ مداخلت کروں۔۔" ڈرنے کی ناکام ایکٹنگ کرتی چھپکلی دونوں بھائیوں کو اس وقت

زہر سے بھی کچھ زیادہ بری لگی تھی۔جو دیکھ دیکھ کر زخم پر نمک پاشی کر رہی تھی۔۔

"بیٹا! خدمت کا موقع تو جلد یا بدیر تمہیں مل ہی جائے گا، تھانیدار جی کا کیا بھروسہ پردیسی بندہ ہے کب بریابستر باندھ لے معلوم نہیں ہوتا، دیکھتے ہیں میمنے کی ماں کب تک خیر مناتی ہے۔۔" چڑانے والی مسکراہٹ کے ساتھ امروز نے اپنی طرف سے حساب بے باق کیا تھا۔اور پھر دونوں بھائی خباثت سے مسکرا کر نجمہ کا سکون غارت کر گئے تھے۔۔

"توبہ! تم دونوں اب تک کچن میں ہو۔۔" نغمہ حبس زدہ کچن میں تینوں کو محو بحث دیکھ پریشان سی اندر آئی۔۔

"افف نجمہ! پھر سے تم یہاں آکر منہ ماری میں لگ گئی؟ اماں نے کیا کرنے کیلئے بھیجا تھا۔۔؟" ساتھ اپنی جگ سے نرالی لڑاکا طیارہ بہن کو گھوری ڈالی جو

بڑی بڑی غزالی آنکھوں سے بیک وقت دونوں کو سالم نگلنے کے درپے تھی۔۔

"ہٹو تم دونوں! شرم آنی چاہیئے نجمہ تمہیں تمہارے سامنے دو لڑکے زنانہ کام کر رہے ہیں اور تم باتیں بگھاڑ رہی ہو، تم ہٹو سائیڈ پر۔۔" بہن کو لتاڑتی ہوئی وہ دونوں کو بازو سے پکڑ کے سائیڈ پر ہٹاتی خود چولہے کے پاس آئی۔۔

اب وہ پیشماں سی ایک ایک برتن سے ڈھکن ہٹا کر ان دونوں کی کارستانی کا جائزہ لے رہی تھی۔

ازلی نرم دل نغمہ کے نرم و متفکر تضاد شرمندہ تاثرات دیکھ دونوں بھائی کا شیطانی دماغ فوراً حرکت میں آیا اداکاری تو یوں بھی دونوں پر ختم تھی۔

"اب رہنے بھی دیں نغمہ آپی! اب ہماری اماں ہے نہیں بہن چھوٹی ہے، اُپر سے اس کے امتحانات سر پر ہیں، ورنہ وہ ہی کچھ جلا بھنا کھلا دیتی، اور شومئ

قسمت کی اکلوتی ملازمہ بھی چھٹّی پر ہو تو یہ سب تو کرنا ہی ہو گا ناں۔۔"امروز خود پر جنتی مسکینی طاری کر سکتا تھا اس وقت کر چکا تھا۔اور اس کی دہائی پر سدا کی رحم دل نغمہ پگھل کر موم ہوئی تھی۔

"ٹھیک کہتا ہے بڑے !اب پاپی پیٹ کیلئے تو انسان زہر کا گھونٹ تک آب حیات سمجھ کر بھرنے کو تیار ہو جاتا ہے یہ تو پھر۔۔"شہروز نے خاصے مغموم انداز میں دانستہ جملا ادھورا چھوڑا نغمہ تو جیسے کٹ کے رہ گئی تھی۔ان کی مظلومیت کی داستان پر۔۔

کیونکہ جب بھی نوراں غائب ہوتی تھی،روٹی تندور سے اور سالن ندرت خالہ (نجمہ نغمہ کی والدہ) کے گھر سے وقت سے پہلے پہنچ جاتا تھا۔اس تاکید کے ساتھ کی لڑکے کچن میں قدم نہ رکھے جو چاہئے ٹیپو سے بھجوا دیا جائے گا،اور جھاڑو برتن نجمہ آکر کر دے گی زونی کے ساتھ۔

جس پر اکثر طلحہ انھیں ٹوک دیتا تھا کہ خالہ لڑکے ہیں تو کیا ہوا سنت نبوی ہے اپنا کام خود کرنا، خود طلحہ ماں کے انتقال کے بعد چھوٹی سی عمر سے یہ سب کرتا آرہا تھا۔ لیکن گزشتہ ڈیڑھ دو مہینے سے کسی کیس میں وہ ایسا الجھا تھا کی اب گھر ہفتے میں بمشکل چکر لگاتا تھا۔۔

"ایسے تو نہیں کہو امروز!" وہ تڑپ کر ٹوک گئی۔

جبکہ نجمہ دونوں کی مکاری پر پہلو بدل کر رہ گئی تھی۔ ادھر بھولی نغمہ بی بی کی معذرت خواں تقریر جاری و ساری تھی۔۔۔

"قسم اٹھوالو مجھ سے جو مجھے معلوم ہو کی نوراں نہیں آئی ہے، وہ تو صبح ٹیپو نے گلی کے نکڑ پر طلحہ بھائی کی گاڑی دیکھی تب معلوم ہوا کی بھائی آئے ہیں، اور جب اماں نے کھیر لیکر ٹیپو کو بھیجا تب معلوم ہوا ہمیں ماموں کی ناساز طبیعت اور

نوراں کی غیر حاضری کا، اسی لئے اماں نے فوراً سے پیشتر اسے بھیجا لیکن یہ بی بی یہاں آکر باتیں بگھاڑنے بیٹھ گئی۔۔"آخر میں واپس نجمہ کی شامت آئی۔

"میں نے کیا کیا ہے؟"سارا ملبہ خود پر گرنے پر آن وہ تنک اٹھی۔۔

"بی بی! اماں نے کہا تھا فوراً سے جا کر دونوں لڑکوں کو کچن سے نکالو تم نے کیا کیا۔۔؟"نرم خو نغمہ کا بڑی بہن والا رعب عود آیا۔ نجمہ کلس کر رہ گئی۔

"بہر کیف سنک میں برتن پڑے ہیں جلدی سے صاف کرو پھر میز چن دینا۔۔"گھرکنے کے ساتھ حکم جاری کرتی وہ ہانڈیا کی طرف متوجہ ہوئی، دونوں بھائیوں نے جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ نجمہ کے لال بھبھو کا چہرے کو دیکھا۔۔

"کلیجے کو تو ٹھنڈ پڑ گئی چھوٹے۔۔"امروز نجمہ کے بالکل پاس سے گزرتا کندھا مار کر سرشار سا سرگوشی میں گنگنایا۔۔

اچھا تو ہم چلتے ہیں،

آپ برتن دھوئیں،

رگڑ رگڑ کر دھوئیں،

دِم بار تیرا یار میرا یار!

شہروز نے رہی سہی کسر پوری کرنا اپنا فرض سمجھا۔ جب فریج کا جائزہ لے رہی نغمہ کا دکھ ایک بار پھر عود آیا تھا۔۔

"اتنا غیر سمجھ لیا ہے تم لوگوں نے ہمیں، ٹیپو تو ادھر ہی گلی میں پڑا رہتا ہے اطلاع نہیں کر سکتے تھے، کیسا جلا بھنا کھایا ہے، اماں کو معلوم ہوا تو ٹھیک ٹھاک ناراض ہونگی وہ۔۔" نغمہ فریج میں اپنی ناقدری پر رو رہے آلو گوشت جیسی کسی چیز کو دیکھ روہانسی ہوئی۔۔

"پیاری کزن! اب اتنا بھی برا نہیں بنا، دراصل رات تھانیدار جی بہت تھکے ہوئے تھے اس لیئے ہم نے ہنر آزمایا ورنہ تھانیدار جی کے ہاتھوں کا لذیز ڈش لازمی نصیب ہوتا۔" امروز نے اپنی آلو گوشت کی عزت بچانے کے ساتھ اپنی بھی عزت کی پردہ پوشی کی۔

اب یہ تھوڑی نہ کہ سکتا تھا زبان درازی کی پاداش میں تھانیدار صاحب نے کچن میں مقفل کیا اور کوکنگ کی بامشقت سزا منتخب ہوئی۔

"اب دفع بھی ہو جاؤ دونوں یہاں سے۔۔۔ جب تک تم دونوں یہاں رہو گے ان کے اندر مدر ٹریسا انگڑائی لیتی رہے گی۔۔" نغمہ کو پڑتا دکھ دورا نجمہ کو بے طرح کھولا رہا تھا۔۔

"اور تمہارے اندر کی ڈاکو حسینہ۔۔" امروز نے ٹکڑا لگایا۔

"ایک قتل تو کر ہی دیتی ہوں۔۔" وہ بلا توقف دانت کچکچا باضابطہ چاقو اٹھا کر ان کی طرح بڑھی، جس پر دونوں ہاتھ کھڑے کرتے ایک دل جلاتی مسکراہٹ اس کی طرف اچھال کر چھپاک سے غائب ہوئے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"ماموآپ یہ یخنی لیں۔۔" وہ یخنی ابرار حمید کے سامنے رکھ کر ان کے پاس ہی خالی کرسی پر ٹک گئی تھی۔۔

"نجمہ! یہاں کہاں بیٹھ رہی ہو، آؤ پہلے کچن سے سب لے تو آؤ۔۔" نغمہ نے بہن کو آنکھیں دکھائی۔ جس کا حسب عادت نجمہ نے بالکل اثر نہیں لیا تھا۔

طوعاً و کرہاً برتن جھاڑ وزینیا کے ساتھ کر چکی تھی، زبردستی نغمہ کی موجودگی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے امروز شہروز نے اپنے کاٹھ کباڑ کا انبار الماری تک صاف کروائی۔ اب مزید اس میں سکت نہیں تھی، جو اپنا ضبط آزماتی۔۔

"نغمہ! تم بھی بیٹھ جاؤ امروز شہروز تم دونوں جا کر لے آؤ۔۔" طلحہ کے حکم پر دونوں نے مدد طلب نظروں سے نغمہ کو دیکھا۔۔

"نہیں! بھائی جان ہمارے ہوتے ہوئے یہ کیوں۔۔" نغمہ گھگھیائی۔

وہ ہمیشہ سے طلحہ کی رعب سے خائف رہتی تھی، جبکہ اس سے تین سال چھوٹی نجمہ دھرلے سے امروز شہروز کی شکایتوں کا پٹارہ طلحہ کے پاس کھول بیٹھتی تھی۔۔

"تب سے تم دونوں ہی کر رہی ہو ہاتھ نہیں گھس جائیں گے ان لوگوں کے۔۔" طلحہ نے دونوں پر گھوری ڈالی دونوں دل مسوس کر کچن کی طرف چل دئے۔

ملال یہ نہیں تھا کی کچن سے سامان اٹھا کر لانا پر رہا ہے دکھ تو اس بات کا تھا کی دشمن کے سامنے عزت دو کوڑی کی ہوئی۔۔

"بھائی جان؟اماں نے خاص آپ کیلئے یہ حلوہ بھیجا ہے،وہ خود آرہی تھیں لیکن رقیہ دادی انھیں کسی فوتگی میں لیکر چلی گئیں۔۔"ٹیپو ٹفن باکس ٹیبل پر رکھ کر حسب عادت دانت دکھاتا خود بھی نشت سنبھال چکا تھا۔۔

"ہائے حلوہ جیو میرے شیر!!"امروز ٹفن اٹھانے ہی لگا تھا جب ٹیپو نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

جواباً امروز نے ایک ای برو اٹھا کے اشارتاً پوچھا'کیا'۔

"اماں نے یہ بھائی جان کو ساتھ لیجانے کیلئے دیا ہے۔۔"ٹیپو دانت نکوس کر بولا۔جس پر امروز نے دانت کچکچائے۔۔

"بھوکا ندیدا کہیں کا۔"

امروز کی بسورتی شکل دیکھ جیسے نجمہ کے کلیجے میں یکایک ہمالیہ کی ساری برف جمع ہوئی تھی۔

ڈیڑھ گھنٹے سے جو دونوں یاجوج ماجوج کے کباڑ خانے پر مشقت کی تھی، ساری محنت مشقت کا ثمر اس لمحے امروز حمید کی للچاتی نظروں سے سود سمیت وصول ہو گئی تھی۔

اور پھر مزہ تب دوبالا ہو گیا جب اماں کے ساتھ فوتگی سے رقیہ دادی ادھر ہی نکل آئی اور دم بھرنے کی مہلت لیئے بغیر حسب معمول حسب سابق اور حسب عادت اپنے لاڈلے طلحہ کے آگے پورے محلے کے جوان نسلوں کی ہفتے بھر کی کارستانی رٹو طوطے کی طرح رٹنے لگیں۔۔

"ماننا پڑے گا یار اس عمر میں بھی ان کا حافظہ کمال ہے ہم صبح کا کھایا دوپہر بھول جاتے ہیں، انھیں دو ہفتے پہلے مظفر کی ساتھ گلی کے لڑکے سے ہوئی جھڑپ من و عن یاد ہے بمعہ مکالمہ۔" رقیہ دادی کی ای کیو لیول پر ہمیشہ کی طرح امروز، شہروز، نجمہ، ٹیپو سب حیران تھے۔۔

"میاں! میں نے بھی کوئی ادھار نہیں رکھا سارے حساب کھڑے کھڑے بے باق کر دئے اور منہ پر کہہ دیا میرے بچے جتنے چاہے شریر شرارتی ہوں بد تمیز قطعی نہیں ہیں۔۔" وہ ہاتھ جھاڑ کر مخصوص دھونس بھرے انداز میں بولیں۔

جس پر ندرت بیگم ابرار حمید اور نغمہ کے لبوں کو نرم مسکراہٹ نے چھوا تھا، طلحہ بھی ان کی محبت پر مسکرا دیا تھا۔۔

رقیہ دادی ان کے پورے محلے کی دادی تھیں۔ شوہر محکمہ ریلوے میں ملازم تھے جن کا ریٹائرمنٹ کے بعد ہی انتقال ہو گیا تھا۔ اللہ نے انھیں اولاد جیسی نعمت سے محروم رکھا تھا۔

جس پر انھوں نے رب سے شکوے شکایت کر کے کڑھنے کے بجائے پوری گلی کے بچوں کو اپنی اولاد مان لیا تھا۔ ان کی یہی محبت وجہ تھی جو شوہر کے

انتقال کے بعد رشتے داروں کے لاکھ اصرار پر بھی وہ سبھاؤ سے انکار کر گئیں تھی۔۔

وہاں موجود ہر مکان کے مکیں کی دل میں رقیہ دادی کیلئے محبت واحترام کی چھوٹی سی مثل یوں تھی کے آج بھی اور آج تک ان کے
ڈانٹ، پھٹکار، دھتکار پر کسی بچے یا والدین نے پلٹ کر ان سے جواب طلبی کرنا تو در کنار ہلکا اعتراض تک نہ کیا تھا۔

کیونکہ سب ہی جانتے تھے وہ مزاج کی تھوڑی تیز ہیں، لیکن طنطنہ مزاج میں محبت کے اظہار کا انداز بھی نرالا ہے ان کا۔ یوں تو محبت سب بچوں سے یکساں ہی تھی ان کی لیکن طلحہ میں نجانے کونسے سرخاب کے پر نظر آتے تھے انھیں جو ہمہ وقت اس کے صدقے واری جاتی تھی۔۔ اور ان کی یہی طوطا چشمی بچوں کو کافی بھاری پڑتی آئی تھی ہمیشہ سے۔

روشنی ان کے انداز محبت پر ڈالی جائے تو درست مثال کچھ یوں تھی کے کوئی بھی باہر والا ان کے کسی بھی راج دلارے آنکھوں کے تارے کی شکایت لیکر حاضر ہو جائے تو پھر بیچارہ کانوں کو ہاتھ لگاتا دوبارہ ساری عمر کسی کی شکایت کرنے سے پہلے ہزار بار نظر ثانی کرتا، البتہ وہ بذات خود اپنے لاڈلے کے روبرو اسم گرامی کے ساتھ مفصل و تفصیلاً ایک ایک کی پول کھول کر شامت بلوانا اپنا بنیادی حق سمجھتی تھیں۔

امروز شہروز کی زبان میں باقاعدہ رقیہ دادی کے پاس ایک الگ ہی لیول کا شکایتوں کا پٹارہ ہے جو صرف طلحہ مطلب تھا نیدار جی کی مدمقابل ہی کھلتا ہے۔

"لیکن دادی آپ نے تو اس طرح اپنے شریر بچوں کو شہ دے دی ناں۔۔؟" طلحہ نے انہیں احساس دلانا چاہا۔۔

"کیسی شہ میاں؟ کان پکڑ کے ٹھیک کر دونگی میں۔۔" دادی تنک کر بولیں۔ جس پر ٹیپو کا بے ساختہ ہاتھ کان پر گیا تھا۔

کیونکہ دو دن پہلے یہ ستم اس پر ٹوٹا تھا جب وہ کلام پاک پڑھانے آئے مفتی صاحب کے پاس جانے کے بجائے مزے سے چھت پر ٹنکی کے پیچھے فون کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ اور جیمز باؤنڈ کی استاد دادی کو نجانے کس موکل نے خبر کر دی تھی، جو وہ جھٹ بوسونگھتے ہوئے وہاں آفات ناگہانی کی طرح نازل ہو گئیں، اور پھر جو بھری محفل میں ٹیپو کی عزت ہوئی واللہ۔۔۔

"پھر میاں وہ ہوتے کون ہیں میرے بچوں کی شکایت مجھی سے لگانے والے، ارے! بچے ہیں پتنگ لوٹ رہے تھے ایک دوسرے سے بازی لیجانے میں اگر چھت پر کود پڑے تو کونسا آسمان ٹوٹ پڑا تھا یا چھت ٹوٹ پھوٹ گئی تھی جو وہ شکایت کا شوشہ لیکر حاضر ہو گئے۔۔" رقیہ دادی تو اپنی

نرالی محبت میں بول گئیں، لیکن پول کے دھرلے سے کھلنے پر امروز شہروز اور ٹیپو تینوں بے طرح بوکھلا کر کھڑے ہوئے۔

"یار! یہ دادی کا دل دہلا دینے والا محبت کا انداز تھا نیدار کے ہاتھوں ہماری دھلائی کروائے بغیر نہیں مانے گی۔۔" امروز روہانسا ہوا۔

کیونکہ طلحہ کے نرم تاثرات پل میں سرد ٹھار ہو کر مرکز نظر دادی کے بجائے ان تینوں شریف بچوں پر ٹھہری تھی۔

"شائد میں نے تم لوگوں کو طریقے سے سمجھانے کے ساتھ سلیقے سے وارن بھی کیا تھا۔۔؟" پھر شامت بلاتا لہجہ اُبھرا۔۔

جواباً متوقع درگت کا نظارہ واضح تینوں کے آنکھوں کے آگے گھومنے لگا تھا۔ امروز نے روہانسی نظروں سے شہروز کو پھر ٹیپو کو دیکھا ان دونوں کی حالت بھی کچھ اس سے مختلف نہ تھی۔ تھوک نگلتے ہوئے جب نظر سامنے

پر شوق نظروں سے متوقع عزت افزائی سین کیلئے منتظر نجمہ پر پڑی تو بس دل کیا پھوٹ پھوٹ کر رو دے، وہ ایسا کر بھی گزرتا لیکن اچانک دماغ میں ایک خیال کوندا۔

"دد۔۔د۔دادی آپ نے دیکھا آج پھر نوراں غائب ہے، کل رات سے سارے زنانہ کام ہم دو مرد کر رہے ہیں، دیکھیں میرا تو ہاتھ بھی جل گیا ہانڈا یا بھونتے ہوئے اور برتن مانجھنے میں چھوٹے کا ہاتھ چھل گیا یہ دیکھیں۔۔"

کمال تیزی سے دماغ چلاتے امروز نے جلدی سے اپنا اور شہروز کا ہاتھ پکڑ کے رقیہ دادی کے سامنے کیا مبادا موقع نہ نکل جائے۔۔

اچانک روئے سخن کے بدلنے کے پیچھے کا اصل مقصد طلحہ کو جیسے ہی سمجھ آیا، اس نے دانت پیس کر لب کشائی کیلئے لب وا کئے، لیکن شہروز نے بال فوراً اپنی گرفت میں لیا تھا، اور سلسلہ کلام کو سمٹنے سے پہلے طول دیتے ہوئے گویا ہوا۔

"دادی وہ گزشتہ ہفتے آپ بتا رہیں تھی ناں کوئی مستقل حل نکالیں گی اس مسئلہ کا، اور یہ بھی کہا تھا کی اب کی باری بھائی گھر آئے تو اس مسئلہ پر کھل کر بات کریں گی، پھر دیر کس بات کی اکزکیوٹ کریں اپنا پرمینٹ سولیوزشن فورمولا۔۔" طلحہ سے نظر بچا کر اس نے ابرار حمید کو دیکھ آنکھ کا کونہ دبایا۔

"ہاں! دادی جلدی پلیز! تھانیداریوں بھی پردیسی ہیں ابھی فون آیا ابھی نکل گئے۔۔" ٹیپو بھی پرجوش ہوا، کیونکہ وہ ٹیم ورک میں پختہ یقین رکھنے والا بندہ تھا۔۔۔

ابرار حمید اور ندرت بیگم دونوں بلکہ تینوں کی چالاکی پر نفی میں سر ہلا کر رہ گئے، البتہ نجمہ ان دونوں کی حاضر دماغی اور بچت ہو جانے پر تلملا کے رہ گئی تھی۔ اچھا خاصہ بدونوں کی کھچائی کا ماحول بنا تھا، لیکن شومئی قسمت آخر وقت میں پوری بساط ہی پلٹ گئی۔

"تم دونوں۔۔"

" صحیح یاد کروایا ہے بچے نے، میں بھی کب سے سوچ رہی تھی کے مجھے تم سے کچھ بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

طلحہ دونوں کا گلا دبانے اٹھنے لگا تھا کی رقیہ دادی نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

"میاں! دیکھو ماشاءاللہ سے تم کیا کہتے ہیں انگریزی میں؟" دادی نے ذہن میں زور ڈالا۔۔

"سٹیل دادی۔۔" ٹیپو نے فوراً حصہ ڈالا، طلحہ جبڑے بھینچ گیا۔۔

"ہاں! وہی تم اب سٹیل ہو گئے ہو، صاحب استطاعت ہو، اور پھر مذہب سے تین کاموں میں جلدی کا حکم ہے، جن میں سے ایک بچوں کے بالغ ہوتے ہی نکاح کر دینا ہے۔" رقیہ دادی نے آغاز ہی انجام سے لیا تھا۔

"میرا بس نہیں چل رہا ورنہ میں دادی کے چرن چھو لیتا۔۔" امروز بھائی کو تذبذب دیکھ جی اٹھا تھا۔ جبکہ دادی کی خالص بزرگانہ تقریر جاری تھی۔

"لیکن تمہیں تھانیدار بننا تھا چلو کوئی نہیں، لیکن اب بلا جواز تاخیر اچھی بات نہیں، پھر تمہارے گھر کو بھی ایک عورت کے وجود کی سخت ضرورت ہے، یوں تو ہم سب ہیں یہاں، لیکن پھر بھی، اصل پریشانی مجھے ابرار کی ہے، بچے کی طبعیت آئے دن خراب رہتی ہے، اس نوراں کو ہر دوسرے دن چھٹی کرنی ہوتی ہے، اچھا تھوڑی لگتا ہے لڑکوں کا گھر کے کام کاج کرنا، اور زونی بھی تو بڑی ہو رہی ہے، تم سب ادھر ادھر ہو جاتے ہو میری بچی اکیلے گھر میں بولائی بولائی گھومتی ہے، ان دو لوٹھوں سے تو خیر کی امید رکھنا ہی گناہ ہے۔۔" دادی نے دوران تقریر پر شوق مسکراہٹ کے ساتھ تقریر سے لطف اندوز ہو رہے چنگو منگو کو گھسیٹ کر ان کا مزہ کرکرا کرنا ضروری سمجھا تھا۔۔

ساتھ نجمہ کی کھی کھی نے حلق میں نیم کا ذائقہ اتار اوہ کڑوا گھونٹ بھر گئے۔۔

"اس لیئے اب تم اپنا گھر بسانے کی سوچو۔۔" دادی دوٹوک ہوئی۔

"لیکن دادی ابھی مجھے نوکری پر لگے ایک سال بھی نہیں ہوا ہے،۔۔" پریشان طلحہ نے لنگڑا لولہا عذر تراشا۔

"میاں! یہ خوب کہی تم نے جس کے جیب میں دو کوڑی نہیں ہے، زمانے بھر کے نکمے نٹھلّے دو بچوں کے باپ بنے گھوم رہے ہیں، تمہیں نوکری کی سالگرہ کی فکر ہے۔۔" دادی نے گھرکتے ہوئے اپنے لاڈلے کا ذرا لحاظ نہیں کیا تھا۔ جس پر تینوں شیطان کے شاگرد نے کھی کھی کرتے ہوئے چہرہ جھکایا۔۔

"دفع ہو جاؤ تینوں ناہنجار۔۔" بے موقع کھی کھی پر دادی نے فوراً ان کی مرمت کی۔

اور وہ اندھا کیا چاہئے دو آنکھ کے مصداق آزادی کا پروانہ ملتے ہی سر پر پیر رکھ کر وہاں سے غائب ہوئے تھے۔

"ستائیس اٹھائیس کے تو ہو گئے ہو اب شادی کا من بنالو جتنی جلدی ہو سکے۔۔" دادی نے بات ختم کر کے ہاتھ جھاڑے۔۔

"کیوں میاں ابرار تمہارا کیا خیال ہے، کوئی ذہن میں ہے یا نئے سرے سے مہم چلانی پڑے گی؟"

"میرے ذہن میں تو کوئی نہیں آپ کے یا تھانیدار کے ہے تو پوچھ لیں اس سے۔۔" ابرار حمید مبہم سا مسکرائے۔۔

"کیوں میاں تمہاری نظر میں کوئی ہے؟" انھیں فوراً ہی سوال کیا۔

وہ جو اندر ہی اندر اپنے دونوں شیطان بھائیوں کی اس حرکت پر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ تبھی دادی کے مخاطب کرنے پر بری طرح چونکا تھا۔

"نن۔۔ نہیں دادی۔ میں ایک کال کر کے آتا ہوں۔۔"اس لمحے منظر سے ہٹ جانا نجات کا واحد راستہ نظر آیا تھا۔ تبھی فون کان سے لگاتا یہ جا وہ جا ہوا۔۔

پیچھے دادی زور و شور سے اپنے سورسیز کا استعمال کرنے لگیں۔ درمیان میں ابرار حمید اور ندرت بیگم کی رائے بھی جان لیتیں، لیکن بول وہی رہی تھی۔ن

ندرت بیگم کے لبوں پر ایک نام تو آیا تھا پھر جھجھک کر لبوں پر ہی دم توڑ گیا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

We've been on for a minute

No more feeling alone

I've been gone for a minute

I've been out on the road

And the night got me thinking

Thinking about lying bed

In the dark in the warm,

I want you for so long

Tell is it so wrong

Even if we fall in love

Fall in love

Idont't wanna hold you down, dear

Trying to make it so clear

Hopint that we fall in love

Fall in love

Don't give up on me,baby

When istumble along.....

اس نے پینٹ ہاؤس قدم رکھا تو جیسے تیز میوزک نے دماغ کے سارے چول ہلادئے تھے۔

کی اچھی خاص ساحر آواز اس وقت اعصاب پر (Barcelona برسلینو ہتھوڑے کی طرف برس رہی تھی، پہلے ہی کلب سے تیز میوزک اور شراب شاباب کو چھوڑ سر سے اٹھتے ٹیسوں کی وجہ سے جان چھڑا آیا تھا۔

رابن کے اتنے زور دینے کے باوجود اس نے ڈرنک نہیں کی تھی۔اور گھر میں آتے ہی تیز میوزک کی کان کے پردے پھاڑتی آواز نے جیسے حس سماعت کی شامت لے آئی تھی، شومئ قسمت وہ در و دیوار میں ارتعاش کا باعث بنی آواز کو بند کرنا تو درکنار کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

لاکھوں کا چیک پھاڑنے والی پر بھلا کون اعتراض یا احتجاج بلند کر سکتا تھا۔وہ کنپٹی مسلتا وہیں صوفے پر ڈھے گیا تھا۔

معاً دونوں کانوں میں باہر تک روئی ٹھونسے کان کے نازک پردوں کو محفوظ کرنے کی ناکام کوشش میں ہلکان نگین بیگم اس کی ماں ہاتھ میں پورا کاٹن باکس لیئے وہاں نمودار ہوئی تھیں۔تنے نقوش، ماتھے کے بل، ناگواریت سے سرخ چہرہ، بس لب بامہر تھے آخری دولت نام کس چڑیا کی ہے۔۔

"اسجد! میری برداشت جواب دے چکی ہے، فار گاڈ سیک جاؤ۔۔" نگین بیگم نے باضابطہ ہاتھ جوڑے تھے۔ جس پر اسجد نے شاکی نظروں سے ماں کو دیکھا جو ہمیشہ ایسے موقعوں پر اسے نوالہ بننے کیلئے شیرنی کے کچھاڑ میں 'آ بیل مجھے مار' ضرب المثل پر کھڑا اترنے کیلئے دھکا دے دیتی تھی۔۔

"جاؤ گاڑی کی چابی وہ اپنے ساتھ لیکر بند ہوئی ہے، ورنہ میں کبھی اس پینٹ ہاؤس کم ساؤنڈ کارڈ میں نہ رہتی۔" اسے ہنوز صوفے پر نیم دراز دیکھ وہ چیخی۔

"آج کیا ہوا ہے؟" وہ کسمسلندی سے اٹھ بیٹھا تھا، درد سے پھٹتا سر اس پر تیز میوزک کا شور رہی سہی کسر اس کی ماں پوری کر رہی تھی۔۔

"کانو کیشن فنکشن تھا آج کوئین وکٹوریہ کا اور کیا۔؟" وہ منہ کے زاویہ بگاڑ کر طنزیہ بولیں۔ جس پر اسجد نے سرد سانس خارج کیا تھا۔

وجہ کو مد نظر رکھا جائے تو میوزک کا وولیوم بہت کم تھا، ہونا تو یوں تھا کی پورا امریکہ آج بہرا ہو جاتا۔ ایسا ہو بھی جاتا اگر جو پینٹ ہاؤس کی دیوار ساؤنڈ پروف نہ ہوتی۔۔

---

"بات اگر ان آسائشات اور بے جا عیاشیوں کی نہیں ہوتی تو۔۔" دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ کر بیٹے کو اشارہ کیا۔ جس پر اسجد نفی میں سر کو جنبش دیتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"مام اپنی جگہ وہ بھی سہی ہے، تیرہ سال بہت ہوتے ہیں۔۔" وہ اپنی خود غرض ماں کی نخوت زدہ چہرے پر ایک متاسف نظر ڈال کر ان کے ہاتھ سے روئی لیکر دونوں کانوں میں ٹھونستا تباہی کا تفصیلی جائزہ لینے سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔

سابقہ روایت قائم رکھتے اپنے اندر کی بھڑاس گھر میں قدم رکھتے ہی نکالی گئی تھی تبھی توڑ پھوڑ کے نشانات ہر طرف بکھرے تھے، ہلکی پھلکی جھلکیوں کے بعد پہلی سیڑھی پر ملاقات آبرو میڈم کی دو دن پہلے بڑے چاؤ سے خرید کر لائی گئی قیمتی کرسٹل شوپیس سے ہوئی تھی، جو کل تک زینت بننے پر نازاں تھا آج بیچارہ زحمت بن جانے پر ارزاں اپنی اس قدر ناقدری پر قدموں میں پڑا رو رہا تھا۔ لاکھوں کے شوپیس کو تاسف سے جوتے کی نوک سے ٹھوکر مار کر اسجد نے بالکل ہی بے مول کر دیا تھا۔

دوسری سیڑھی پر سامنہ بیش قیمتی گلدان سے ہوا تھا، جو شائد طیش کے عالم میں بھاری ضرب لگنے کی وجہ سے ایک جانب لڑھکا ہوا تھا۔ وہ اس سے بھی اظہار ہمدردی کی زحمت اٹھائے بغیر بے حس بنا اسے عبور کر آگے بڑھ گیا۔ اب جب بڑی محبت و چاؤ سے خرید کر لانے والی ہستی نے ہی درگت بناتے ہوئے خیال نہیں کیا تھا تو وہ کیوں دل جوئی کرتا۔

پھر حسب توقع ہر زینے پر کوئی نہ کوئی آرائش وزیبائش کا بیش قیمتی سامان سلامت یا پھر ٹوٹی پھوٹی حالت میں بکھرا کچھ دیر پہلے آئی تباہی سے آگاہ کرتا رہا تھا۔ وہ بڑے بے پرواہ انداز میں دیدہ زیب سجاوٹ کے قیمتی اشیاؤں کو نظر انداز کرتا زینے طے کرتا رہا، جیسے یہ معمول کی باتیں ہو۔

سچ بھی تھا یہ معمول کی بات ہی تھی آبرو کا جنونی غصہ اور توڑ پھوڑ تو وہ بچپن سے دیکھتا آرہا تھا۔ وجہ سے بھی بخوبی واقف تھا تبھی وہ اپنی ماں کی طرح آبرو کی فرسٹیشن نکالنے پر بیزار یا متنفر نہیں ہوتا تھا بلکہ اس سونے کی گڑیا سے ہمدردی محسوس کرتا تھا۔

جو ناکردہ گناہ کی پاداش میں یہاں قید تھی۔

سیڑھیوں کے اختتام پر چھوٹی سی لابی کی حالت واقعی قابل رحم تھی، اصل افسوس اسجد کو 'وہ' پینٹنگ دیکھ کر ہوا تھا، جسے آبرو نے ایگزیبیشن سے ضد میں دگنی قیمت ادا کر کے اپنی ملکیت میں لی تھی۔

گو کے یہ پینٹنگ اسے کچھ خاص پسند نہیں تھی لیکن اس کی حریف 'جینی' کو پسند آگئی تھی، جینی کو نیچا دکھانے کیلئے خود بخود آبرو کی نظروں میں چیزیں اہمیت پا جاتی تھی۔ وہ متاسف نظر لابی میں گھما کر سر جھٹکتا ڈور کے پاس آرکا تھا۔

ایک سرد سانس فضا کے سپرد کرنے کے بعد اس نے دروازے پر نگاہ ڈالی۔ 'آل تو جلال تو' کا ورد جاری تھا، نیم وا دروازے کو پیر کی مدد سے کھولتے ہوئے حس سماعت پر ستم ڈھا رہے میوزک کے بے ہنگم شور سے بچاؤ کیلئے دونوں کانوں پر زور سے مضبوط ہتھیلی جمع کر بڑی ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے کمرے میں قدم رکھا تھا۔

کمرے میں قدم رکھتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے کسی ڈی جے کے آگے بے حس و حرکت بیٹھ کر پردے پھٹنے کا منتظر ہو۔ کیونکہ اب کمرے میں برسلینو کی دل کو نرمی سے چھو لینے والی آواز نہیں بلکہ کوئی بہت ہی واہیات قسم کا انگلش سونگ فضا کو جھنجھنا رہا تھا۔

میوزک سے دھیان ہٹا کر کمرے پر نظر دوڑائی حسب توقع کمرہ تباہ کن طوفان کے بعد والا تہس نہس منظر پیش کر رہا تھا۔ پہلی نظر قد آور آئینہ کے خالی فریم پر ٹھہری، شیشے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے آس پاس بکھرے ہوئے تھے، پاس لڑھکا گلدان خود کو آئینہ کی اس حالت کا ذمہ دار تسلیم کر رہا تھا، باقی بیڈ شیٹ، کشن، پرفیوم، کاسمٹیکس، کتابیں، کپڑے، جوتے، جیولری غرض کمرے کی مالکن کے زیر استعمال ہر ایک چیز حسب سابق عتاب کا نشانہ بنی تھی۔

بیڈ پر بلیک کیپ، میڈل کے ساتھ سرخ فیتے سے بندھا رول کیا کاغذ جسے کاغذ کہنا ہی درست تھا پھیکنے کے انداز میں پڑا تھا۔اور تخریب کار صاحبہ ساری تخریب کاری کے بعد سکون سے کان لپیٹے قالین پر محو استراحت تھی، تھوڑا سا سر بیڈ کے پشت پر ٹکا تھا، گود میں پسندیدہ گٹار پڑا تھا۔ جس پر تسلسل سے مومی انگلیاں حرکت کر رہی تھی۔

دھن کونسا جھڑا ہوا تھا، جاننا خاصہ مشکل تھا کیونکہ بے ہنگم میوزک نے اژدھے کی طرح ہر آواز کو نگل لیا تھا۔اسجد فرش پر گھات لگائے بچھے مہلک اشیاؤں سے بچتا بچاتا اس صور اسرافیل کی طرف بڑھا، ساؤنڈ سسٹم بند کرتے ہی جیسے اچانک اودھم مچاتی فضا پر سکوت چھا گیا تھا، لیکن نہیں گٹار کی مدھر دھن مسحور کن لیڈیز پرفیوم کی خوشبو سے معطر فضا میں مسلسل ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ وہ محتاط قدم اٹھاتا آکر اس کے مقابل گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا۔

دونوں کا بچپن ساتھ گزرا تھا۔اسے اس طرح درد، اذیت سے دوچار دیکھ اسجد کا دل دکھتا تھا۔البتہ نگین بیگم کو بس اس کے زریعہ ملنے والی بھاری رقم سے مطلب تھا۔اب بھی اسے حزن و ملال کی مورت بنا دیکھ اسجد کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

دو زانوں بیٹھے اب وہ حیرانگی سے اس کا جائزہ لے رہا تھا، یہ پہلا موقع تھا بلکہ معجزہ تھا جب اسجد نے میوزک سسٹم آف کیا اور آبرو میڈم نے ہاتھ آئی چیز اٹھا کر اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے اپنا غصہ نہیں نکالی، چیخ چلا کر اسجد کے کان کے پردے نہیں پھاڑے تھے۔۔

وہ حیران تھا تبھی متعجب نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ مغروریت کی الوہی چمک سے مقابل کو دو کوڑی کا کر دینے والی قاتل آنکھوں پر گھنی پلکیں اب بھی اسی طرح سایہ فگن تھی، تیکھے نقوش تنے ہوئے تھے، گلابی رنگت میں سرخی گھل رہی تھی، چہرہ اندرونی اشتعال سے تمتما رہا تھا، بے داغ روشن

پیشانی پر ان گنت بل سجے تھے، گلابی پنکھڑی جیسے نازک لب سختی سے آپس میں پیوست اندرونی جھگڑ پکڑ کا مجاز تھے، بس مومی انگلیاں حالتِ حرکت میں تھیں، ورنہ بلیک ٹائٹس اینڈ وائٹ شرٹ میں ملبوس دلکش دھان پان سا سراپا مومی مجسمہ بنا ہوا تھا، پونی سے نکل کر مہتاب سے مکھرے کے گرد ناگن کی طرح بل کھاتی سیاہ لٹیں، بے پرواہی سے سرخ سیبی گالوں کو چوم رہے تھے، جس کی اسے پرواہ ہی کوئی نہیں تھی۔

پانچ سات منٹ پر محیط تفصیلی جائزہ مکمل ہو چکا تھا، اس کی پوزیشن میں اب بھی ذرا تبدیلی نہیں آئی تھی، جس پر اسجد جتنا حیران ہوتا کم تھا۔ آج پہلی بار وہ آبرو کے غصہ کا گراف اس کے چہرے یا حرکات سے جاننے میں بری طرح ناکام ٹھہرا تھا، شائد غصہ کا گراف جانچنے کے بعد شیرنی کی شان میں گستاخی کرنا چاہتا تھا۔۔

لیکن بے سود آج وہ ناکام رہا تھا، کیونکہ عموماً میوزک بند ہوتے ہی اسجد کی شامت آجاتی تھی، آج اب تک طوفان سے پہلے کی خاموشی برقرار تھی۔۔

"تم جا سکتے ہو آج میں تم پر اپنی فرسٹیشن نہیں نکالونگی۔۔" گلابی لبوں میں حرکت ہوئی تھی۔

میوز تھم گیا اور کمرے کی فضا میں کانچ سی صاف کھنکدار مگر سپاٹ آواز گونجی۔

"کیوں؟" نظر خفیف جنبش کر رہی مڑی ہوئی پلکوں پر

مرکوز کئے سوال ہوا۔

"میں نے کہا گیٹ آوٹ۔۔" اب کے اس کا لہجہ ازلی بدلحاظ اکھر تھا مگر بلند نہیں۔

لیکن اسجد پر معنوں کوئی اثر ہی نہیں ہوا تھا۔اس کی نظریں ہنوز گھنی پلکوں کی حرکت پر ٹھہری تھی۔

"ایک بار کی بات تمہارے سمجھ نہیں آتی کیا ڈیم اٹ ؟" جھٹکے سے اپنی جگہ سیدھی ہوتی وہ غرائی تھی۔

مغروریت کی آماجگاہ سرخ ڈوروں سے مزین آنکھیں کھلی تو انگارے برسانے لگی تھی۔ہمیشہ کی طرح نتیجہ کی پرواہ کئے بغیر گلے کا گٹار بھی نکال کر پوری قوت سے مقابل پر اچھالا گیا تھا۔جسے بروقت اسجد نے کیچ کر کے اپنا بچاؤ کیا تھا۔۔

"آتی ہوتی تو تیرہ سال سے تمہارے ساتھ سر نہ پھوڑ رہا ہوتا۔۔"اس نے اطمینان سے گٹار سائیڈ پر رکھا۔

"تیرہ سال سے میرے ساتھ کس لیئے سر پھوڑ رہے ہو میں بہتر جانتی ہوں۔۔"پھنکار میں جتاتے لفظ طنزیہ نظر دونوں ہی اسجد پر بے اثر تھے۔۔

"بہتر ہے میرا موڈ پہلے ہی خراب ہے، مزید منہ مت کھلواؤ۔۔"وہ ہمیشہ کی طرح مروت کو کسی خاطر میں نہیں لا رہی تھی۔اور نہ اسجد اس کے لفظوں یا لہجے کو کسی کھاتے میں لا رہا تھا۔۔

"خود کو بہت جھانسی کی رانی سمجھتی ہو تو فائٹ کرو ناں سچویشن سے یہ کیا بزدلوں کی طرح بے جان چیزوں پر۔۔"اسجد اسے اکسانے ہی لگا تھا کی وہ بھپر پڑی۔۔

"ہاؤ ڈیر یو؟"چنگھاڑتی ہوئی جھپٹ کر سیکنڈ کے ہزارویں ساعت میں اسجد کا گریبان اس کی گرفت

تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے بزدل کہنے کی؟" اس کھولتے ذہن میں اسجد کے لفظوں سے شعلے لپک اٹھے تھے۔ بس نہیں چل رہا تھا کیا کر دے۔۔

"بولتے کیوں نہیں یو باسٹرڈ ہمت کیسے ہوئی؟" وہ حلق کے بل چلاتی بدتمیزی سے اس کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑ رہی تھی۔

اسجد اب بھی حالت سکون میں تھا، بس اس کی شرربار آنکھوں سے جھلک رہی، ضد، جنون، خودسر و سرکش جیسے تباہ کن جذباتوں کے طوفان کو امڈتا دیکھ رہا تھا۔۔

"غلط کہہ رہا ہوں کیا؟" اس کا انداز چیلنجنگ تھا۔

"جیڈی۔۔" بلند جارحانہ انداز میں صاف وارننگ تھی۔

"کیا کرتی ہو ہر بار کال کرتی ہو وہ اگلے سال، دو مہینے بعد، نیکسٹ منتھ، انٹرمیڈیٹ کے بعد فلاں ٹیسٹ کے بعد، فلاں کورس کے بعد، فلاں

سیزن میں، فلاں فلان فلاں۔ کے بہانے لگا کر تمہیں بہلاتے ہیں، اور تم بہل جاتی ہو۔" اسجد اسکی جنونی ٹپکاتی آنکھوں میں دیکھتا تمسخر سے بولا۔

ساتھ نظر اسکی دودھیا ہاتھوں کی اُبھرتی نیلی رگوں پر ٹھہری جو ضبط کی علامت تھا۔

"یا پھر یہ۔" اس نے لحظے بھر کو رک کر کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

"غصہ آتا ہے مشتعل ہو کر ان بے جان چیزوں پر اپنا فرسٹیشن نکالتی ہو اور نارمل ہو جاتی ہو، توڑ پھوڑ، اٹھا پٹخ، تیز میوزک، فاسٹ ڈرائیونگ، اس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تم، تو تمہیں بزدل کہنا غلط تو نہیں۔۔۔۔" استہزائیہ انداز میں سچ کا آئینہ عین مقابل رکھ دیا تھا۔

نتیجہ کے طور پر تلملا کر کھڑی ہوتی چیخ پکار کے ساتھ ایک ایک چیز کو ٹھوکر مار کر سچ کی نفی کرتی وہ کوئی نفسیاتی مریضہ لگ رہی تھی۔

اسے از سر نو تباہی مچاتا دیکھ وہ سکون سے کالر جھاڑ کر کھڑا ہوا تھا۔اور اب سینے پر بازو باندھے توڑ پھوڑ کے بعد اسے اپنے سلکی بالوں کو دونوں ہاتھوں سے نوچتا دیکھ رہا تھا۔۔

"سنا تم نے میں بزدل نہیں ہوں۔۔" وہ اچانک ہی اسجد پر حملہ آور ہوئی۔اسجد کا سکون اب بھی قابل ستائش تھا۔اسے جنونی بنا دیکھ بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوا تھا۔۔

"پروف کرو۔۔" اس نے اطمینان سے چیلنج کیا تھا۔آبرو چند ساعت کیلئے ساکت ہوئی، پھر آگ سے بھڑکتے لہجے میں پھنکاری۔۔

"پندرہ۔۔ صرف پندرہ دن کے اندر میں تمہیں پروف کر دونگی کے میں بزدل نہیں۔۔" وہ اس کا گریبان چھوڑ ہزیانی انداز میں چلائی۔

اسجد سر ہلاتا وہاں سے نکل گیا تھا۔اس کا کام ہو گیا تھا اب کمرے کی صفائی کیلئے کسی کو بھیجنا تھا اور خود درد سے پھٹتے سر کا کوئی علاج کرنا تھا۔۔

"پندرہ دن۔۔" سلکی بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ بار بار خود کلامی کر رہی تھی۔

پھولتی سانسوں اور سرخ چہرے کے ساتھ قاتل آنکھوں میں چمک سی ابھری تھی۔اب وہ کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھی۔۔

ضد، ہٹ دھرمی، خودسری تو اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، لیکن پھر نجانے کیوں وہ اپنی اس ضد کے آگے دوسروں کو گھٹنے ٹکوانے کے بجائے خود سر جھکاتے آئی تھی۔ لیکن اس مرتبہ ایسا نہیں ہونے والا تھا، یہ آبرو ملک

کی گھور سیاہ آنکھوں میں رقصاں جنون بتا رہا تھا۔۔اب جانے وہ پندرہ دن میں کیا کر کے اس ضد اور چیلنج کو تسخیر کرنے والی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

شہر کے حدود میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنی گاڑی کا رخ اپنے جگری یار جرنلسٹ فارس محمود کی آفس کی طرف موڑ دیا تھا۔

اب وہ اس کے مقابل براجمان اس سے تین دن پہلے ملے لاوارث لاش کے متعلق معلومات لے رہا تھا۔

"اس لاش کی میری سورسیز سے شناخت ہو گئی ہے، مزدور طبقے سے تعلق تھا شہر 'حمال' کا کام کرنے آیا تھا، ایک بہن ہے شادی شدہ ہے، بہن کی شادی کا قرضہ اتارنے ہی شہر کا رخ کیا تھا۔۔" فارس نے تفصیل بتاتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا، جو ماتھے پر تفکر کی لکیریں نمودار کئے گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔۔

"پوسٹ مارٹم رپورٹ۔۔" کچھ دیر جانچتی نظروں سے دیکھتے رہنے کے بعد اس نے ایک خاکی لفافہ طلحہ کی طرف گھسکایا تھا۔۔

"کیا ہے رپورٹ؟" تجاہل عارفانہ سوال تھا، الجھی نظریں ٹیبل کی سطح پر رکھے لفافے پر جمی ہوئی تھی۔

"وہی 'خالی پیٹ لاش، پیٹ میں کھانا نہیں لیکن خون میں ڈرگز۔" متاسفانہ انداز میں کندھے اچکاتے ہوئے تصدیق کی مہر ثبت کی۔۔

"ہنہ!!۔" وہ ہنکار بھرتا سر جھٹکنے کے ساتھ سیدھا ہو کر بیٹھا۔ البتہ ماتھے پر ہنوز سلوٹیں، ذہین آنکھوں میں الجھن کشیدہ تھی۔۔

"ایسی تیسری لاش ہمیں ملی ہے رائٹ؟"

"ہمممم!"

"تینوں میں مماثل اور کیا کیا ہے؟"

"زیادہ یکسانیت والے پہلو پر غور تو نہیں کیا، لیکن ٹھٹھکا دینے والی بات یہ ہے کی تینوں کا تعلق محنت کش طبقہ سے ہے، دو وقت کی روٹی مشکل سے مشقت کے بعد میسر ہوتی ہے اور لاکھوں کے ڈر گزخون میں موجود ہے۔۔" پیپر ویٹ گھماتا وہ تشویش سے بتا رہا تھا۔

"مطلب غریبی اور افلاس سے جوجھ رہے لوگ ہی جینے کے حق سے محروم ہو رہے ہیں؟" طلحہ کسی نتیجہ پر پہنچا۔۔

"کہ سکتے ہو!" فارس ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوا۔۔

"یہ بھی کہ سکتے ہو کی جن کے آگے پیچھے آٹھ آٹھ آنسوں بہانے والے کی قطار نہ ہو۔۔" ایک اور غور طلب ٹکرا لگا۔

"مطلب؟" وہ ٹھٹھکا۔۔

"مطلب میں نے تینوں کا بیک گراؤنڈ دیکھا ہے، دانے دانے کو ترسے ہوئے تو ہیں ہی ساتھ آگے پیچھے رونے والا بھی کوئی نہیں ہے، پہلی عورت کا شوہر حادثہ کا شکار ہوا تھا تبھی معاش کی تلاش میں گاؤں سے شہر آئی تھی، دوسرے بندے کا قصہ بھی کچھ یوں ہی تھا تیسرے کا بھی یہی ہے، مطلب فیملی کے نام پر بمشکل ایک دو لوگ وہ بھی ایسے کی آواز اٹھانا تو درکنار لب واں کرنے کی ان میں ہمت نہیں ہے۔۔" الجھے کیس کو ایک نئے نظریہ سے دکھانے پر طلحہ کافی دیر تک اس نقطہ پر سوچتا رہا تھا۔

"تو نے اس نیوز کا استعمال کر لیا؟" طویل خاموشی کا وقفہ سر کنے کے بعد برائے راست آنکھوں میں دیکھ کر استفسار کم دھمکایا زیادہ تھا۔

"آدھا ہاں! آدھا ناں۔۔"

"لالچی انسان کیا موت پر رہی تھی اتنی جلدی چھاپنے کی۔۔" ٹیبل پر ہاتھ مارتے اس نے ملامتی نظروں سے اسے گھورا۔

"یہ سہی ہے تھانیدار صاحب! روزی روٹی ہے میری کیسے نہیں چھاپتا۔۔" اس کے تیکھے تیور دیکھ وہ شاکی ہوا۔

"نوازش!"

"اپنے کام سے طوطا چشمی کر کے آدھا ہی چھاپہ ہے، لیکن تیرے تیور دیکھ اب پورا چھاپو نگا۔۔" فارس کچھ زیادہ ہی برا مان گیا تھا۔

"واہ! بھئی یہ سہی ہے تین دن سے بھوکا پیاسہ ان صاحب بہادر کیلئے خوار ہوتا پھر رہا ہوں، اور موصوف کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔۔" اس کے بھویں سکیڑنے پر ٹھیک ٹھاک تپ چکا تھا۔ جس سے کم از کم طلحہ کو فرق نہیں پرنا تھا۔۔

"اوور ایکٹنگ کی چلتی پھرتی دکان، ارد گرد نظر دوڑا کوئی کیمرا مین نہیں ہے۔۔" بھرپور طنز پر فارس بلبلاتے ہوئے گھوم کر اس بے نیاز کے پاس آیا۔

"دیکھ تھانیدار!" انگلی اٹھا کر کچھ کہنے سے پہلے ہی طلحہ نے بات اچک لی تھی۔

"میں یہاں نہیں دیکھتا، حوالات میں تفصیلی جائزہ لیتا ہوں، کیا خیال ہے مہمان بنو گے؟" تپا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ وہ فارس کو سر تا پا سلگا گیا تھا۔۔

"تم پولیس والوں کا نہ حقیقتاً کوئی دھرم ایمان نہیں ہوتا، اول درجے کے بے مروت، احسان فراموش، اور اور احسان فراموش ہوتے ہو۔۔" جلبلا کر جو منہ میں آیا کہہ گیا۔

"اور آپ جرنلسٹ کے بارے میں کیا اقوال زریں ہیں آپ کے؟" اس نے قطعی برا نہیں منایا تھا۔۔

"بھئی! ہم تو مشہور زمانہ بے ایمان ہیں، آپ جرنلسٹ بھی تو کوئی ایماندار کا علم نہیں بلند کیے پھرتے ہیں، رائی ملتی نہیں پہاڑ بنا دیتے ہیں۔۔" گھنی مونچھوں تلے عنابی لبوں پر کھیل رہی محظوظ کن مسکراہٹ دبا کر وہ اپنے جگری یار کو صحیح سلگا رہا تھا۔۔

"اور ایمان تو درکنار تم تو میزبان بھی ڈھنگ کے نہیں ہو۔۔"

"اس بکواس سے مراد؟" بھویں خطرناک انداز میں شوٹ ہوئی۔

"مراد کیا بھئی آدابِ میزبانی جیسی بھی کوئی چیز ہوتی ہے، مجھے آئے بیس منٹ سے اپر ہو گیا ہے لیکن چائے، پانی پوچھنے کی کرٹسی تجھ بخیل نے بالکل نہیں نبھائی، اور میرے پاس آتے ہی محترم کو سیدھا بریانی کی بھوک لگ جاتی

ہے، وہ بھی فائیو اسٹار ہوٹل کی۔۔ "تپ کر اپنے بے مروت دوست کو شرمندہ کرنا چاہا۔۔

"خود کو دیکھ ذرا تجھ میں آداب مہمانی ہے؟" فارس کا اشارہ اس کے بیٹھنے کے طرف تھا۔ جو سکون سے دونوں پیر سائیڈ کرسی پر پھیلا کر بیٹھا گلی کا غنڈہ لگ رہا تھا۔ اس کے طنز کو طلحہ نے چنداں اہمیت نہیں دی تھی۔

"اینڈ فار کائینڈ یور انفارمیشن تھانیدار صاحب! آپ یہاں اپنی غرض سے آئے ہیں، دوست کیلئے نہیں، لیکن جب میں آپ کے پاس آتا ہوں تو خالص آپ سے شرف ملاقات حاصل کرنے آتا ہوں۔۔" وہ کرسی کھینچ کے اس کے مقابل بیٹھ گیا تھا۔ جو مسلسل زچ کر دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ فارس کا بلڈ پریشر بڑھا رہا تھا۔۔

"غرض سے آؤں یا مرض سے میری آؤ بھگت کرنا تمہارا

"فرض" ہے۔۔"کندھے اچکا کر بے نیازی سے اپنے موقف پر ڈٹا تھا۔۔

"تجھ سے نہ بحث فضول ہے۔۔"فارس ہار مانتے ہوئے فون نکال کر آڈر کرنے کے بعد لفافے کو شیشہ کی ٹیبل کی سطح پر سوینگ کر رہے طلحہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"اب کیا سوچ رہا ہے؟"

"وہی جو تو نہیں سوچ سکتا۔۔اس کے برجستہ آنکھ دبا کر چوٹ کرنے پر فارس جل کر راکھ ہوا تھا۔اور اسکی غیظ سے سرخ شکل دیکھ نا چاہتے ہوئے بھی طلحہ کا قہقہ ابل گیا تھا۔۔

"بہت خراب ہے تو۔۔"

"تجھ سے کم ہوں۔۔"

"کیا ہوتا جو تو ابھی اس نیوز کو لیک نہیں کرتا، جانتا ہے ایک مہینے میں ایک جیسی تین لاشیں ملی ہے، جس کا مطلب ہے کے یہ جو کوئی بھی ہے ابھی بہت زیادہ متحرک ہے، اس نیوز کے وائرل ہوتے ہی وہ محتاط ہو جائے گا، ایسے حالات میں جب ہمارے ہاتھ کوئی سراغ نہیں لگ رہا ان کا محتاط ہونا ہم سوچ بھی نہیں سکتے کس قدر خطرناک صورت حال مستقبل میں رونما ہو سکتے ہیں۔۔" شرارتی مسکراہٹ سے دمکتے وجیہہ چہرے پر چٹانوں سی سختی اور شوخ لہجے میں فکر اور سنجیدگی نمایاں دیکھ فارس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"اب تیرا یار اتنا بھی بیوقوف نہیں ہے جو اتنی بڑی غلطی کر دے، نیوز میں صرف لاش اور لوکیشن ہی لیک ہوئی ہے، باقی انفارمیشن ہم دونوں کے درمیان ہے۔۔" فارس کی بات پر طلحہ کے تنے نقوش یکدم سے ڈھیلے پڑے تھے۔

"پندرہ دن کے اندر اگر میں 'ملک مینشن' میں نہیں رہی تو آپ مجھ سے کچھ بھی ایکسپیکٹ کر سکتے ہیں، اس بار اسے خالی خولی دھمکی سمجھنے کی غلطی مت کیجئے گا ڈیڈ! آبرو وقاص ملک کے رگوں میں آپ ہی کا خون دوڑتا ہے، ضد میں حد سے گزر جانا آپ کے خون کیلئے مشکل نہیں یہ آپ سے بہتر کون جان سکتا ہے آئم ویٹنگ، یور ٹائم سٹارٹس ناؤ۔۔" وقاص ملک نے پھولتی تنفس کے درمیان دوپہر سے اب تک کوئی پچاسویں مرتبہ اس پیغام کم دھمکی زیادہ کو پڑھا تھا، اور ہر بار نئے سرے پریشان میں اضافہ ہوا تھا۔

اور ایک بار پھر 'جانو بیٹا' نام سے سیو نمبر ڈائل کیا، اور نتیجہ وہی آیا تھا۔

نمبر سوئچ آف تھا نہ صرف آبرو کا بلکہ باقی دونوں کا بھی اور وہ جانتے تھے یہ ان کی ضدی بیٹی کا ہی حکم ہو گا۔ اس بار ان کی جان سے عزیز بیٹی نے اپنی 'ضد' کے آگے وقاص ملک کے سارے فرار کی رہیں مسدود کر دئے

تھے۔ مصلحت و مفاہمت کے تمام تر دروازے بند کر کے وہ اپنا مشکل ترین فیصلہ ان پر تھوپ چکی تھی۔۔

بے بسی کی انتہا کو چھوتے ہوئے ان کا مضمحل و ملول ہونا جائز تھا۔ یہ تو طے تھا کی اس بار آبرو کی ضد کے آگے انھیں گھٹنے ٹیکنا ہی ہو گا۔

اس کی ضد کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا مطلب تھا مستقبل کے بھیانک نتائج کیلئے خود کو تیار کرنا، جان کر اندھے کنویں میں چھلانگ لگانا، اور ایسا سوچ کر ہی وقاص ملک کا لرز تا دل سکڑ کر پھیلنا بھول جاتا تھا۔

جب سے پیغام موصول ہوا تھا، ان کی کیفیت لمحہ بہ لمحہ مضطرب بن آب ماہی جیسے ہوتی جا رہی تھی۔

جہاں تمام زی روح اپنے اپنے مسکن میں سکون کی نیند سو رہے تھے، وقاص ملک کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ وہ آنے والے وقت کی اسرار کو لیکر ہلکان تھے۔۔

پریشانی اضطراب حد سے سوا تھی لاچار باپ رنجیدہ وقاص ملک تھک کر جھکے کندھوں اور بوجھل دل وقدم کے ساتھ سست روی سے چلتے ہوئے تاریکی میں ڈوبے وسیع وعریض لان میں نکل آے تھے۔

لان میں ہر سوں سیاہ خاموشی کی چادر تنی ہوئی تھی۔ چاند کی آخری تاریخ چل رہی تھی، تبھی اداس ومغموم آسمان کا سینا تقریباً خالی تھا بس اکا دکا تارے ٹمٹمارہے تھے، اور یہی روح میں سرائیت کرتی اداسی وروشنی کے تمام راستے مسدود کرتا گھور اندھیرا وقاص ملک اپنے اندر محسوس کر رہے تھے۔

دماغ سن ہو رہا تھا سمجھ نہیں آ رہا تھا کی کیسے اپنی ضدی لختِ جگر کو حالات کی نزاکت سے باخبر کرے، اپنی اتنے سال کی مجبوری کی روداد سنائے، کیسے اپنی بے بسی کی داستان بیاں کرے کی وہ اس لاچار باپ کی مجبوری کو سمجھ جائے۔ لیکن وہ تو اپنا اٹل فیصلہ بمہ روح فرسا بے لچک دھمکی انھیں سنا چکی تھی گویا تیر اسال کی ریاضت رائیگاں گئی تھی۔

وہ اسے بتانا چاہتے تھے، صرف وہ ہی اپنوں کیلئے نہیں تڑپ رہی ہے، سات سمندر پار بیٹھے اس کے اپنے بھی اس کیلئے اتنے ہی بے کل وہ بے تاب ہیں۔ لیکن وہ مجبور ہیں ایسا کرنے پر۔

جبر کر رہے ہیں خود پر تو اس کی جان کی سلامتی کیلئے۔ کیونکہ یہاں برسوں سے بدلے کی ان دیکھی آگ میں جھلس رہے دشمن گھات لگائے اس کے منتظر ہیں۔ لیکن وہ یہ سب اس کے علم میں کیسے لاتے اول تو اس نے رابطے

کے تمام ذرائع ہی بند کر دئے ہیں، دوم وہ صاف لفظوں کا استعمال خود نہیں کر سکتے تھے۔۔

"آپ یہاں ہیں اور میں آپ کو پورا گھر ڈھونڈھ آئی حد کرتے ہیں وقاص آپ بھی۔۔" جبین بیگم ان کے قریب پہنچتے ہی ناراضگی سے بولیں۔

"کیوں ڈھونڈھ رہی تھیں آپ مجھے؟" ان کے لہجے میں صدیوں کی تھکن محسوس کر وہ بے طرح چونکی تھی۔۔

"وقاص!" انھوں نے بے حد پریشانی سے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ان کا رخ اپنی طرف کیا تھا۔ان کا مغموم وملول تھکن سے سستایا ہوا پریشان چہرہ دیکھ ان کا بے ساختہ ہاتھ دل پر پڑا تھا۔۔

"وقاص! سب ٹھیک تو ہے ناں؟ مم۔۔ گیلانیوں نے کوئی بکھیرا تو کھڑا نہیں کیا ہے ناں؟" جبین بیگم کے دل میں پہلا خیال ہی یہی آیا تھا۔ ان کے پیشانی سے پھوٹتی پسینہ کی بوندوں کو وہ نیم تاریکی میں بھی دیکھ سکتے تھے۔

"کچھ نہیں ہوا بیگم۔۔" انھوں نرمی سے انھیں اپنے حصار میں لیکر گویا تحفظ فراہم کیا تھا۔۔

"پھر آپ اتنے مضطرب کیوں ہیں؟"

"یہ دیکھ لیں۔۔" انھوں نے خاموشی سے فون ان کی طرف بڑھایا تھا۔

اپنی شریک حیات سے کبھی انھوں نے کچھ بھی راز نہیں رکھا تھا۔ ہر دکھ سکھ اچھی بری بات ان کے ساتھ شیئر کر کے وہ اپنا دل ہلکا کرتے تھے۔ پھر ان کی زندگی میں سوائے منشی ابرار حمید اور جبین بیگم کے مخلص وجود تھا ہی کون، چھوٹا بھائی تو برسوں پہلے کھو کر مہلک دشمن خرید چکے تھے۔۔

"و۔۔وو۔۔و قاص یہ یہ۔۔" انھوں نے نمناک خوف سے لرزتی آواز میں فون کی طرف اشارہ کیا۔ جس پر و قاص ملک شکست خوردہ سے مسکرائے۔۔

"کب تک اسے سونے کے پنجرے میں ہیرے موتی کھلا کر قید رکھیں گے جبین بیگم ! کبھی تو وہ اپنے پنکھ پھیلا کر اڑان بھرنا چاہے گی ہی، پھر پنجرا کتنا ہی بیش قیمتی کیوں نہ ہو پنجرہ پنجرہ ہی ہوتا ہے۔۔" وہ سیاہ آسمان کی وسعتوں پر نظر جمائے پھیکا سا

مسکرائے۔۔

"میں ہمیشہ سے بے حد بزدل اور کم ہمت رہا ہوں جبین ! اسی لیۓ والد صاحب نے ہمیشہ میرے ساتھ منشی ابرار کو تعینات رکھا، میں جہاں جہاں پڑھائی کے سلسلے میں گیا منشی ہر جگہ سایہ کی طرح میرے ساتھ رہا، وہاج میرے برعکس تھا، والد صاحب کہتے تھے منفی مثبت مل کر مضبوط بنتا ہے اسی

طرح میں وقاص ملک اور وہاج ہونگے، مضبوط بامثال! لیکن وہ طاقت کیا ہی بنتا وہ تو میری ساری ہمت نچوڑ کر لے گیا اسکی ایک جلد بازی میں لیا گیا فیصلہ اور غلط قدم نے مجھ بزدل انسان پر زمانے بھر کا بوجھ ڈال دیا۔

اور آج صورت حال یہ ہے کے میں اپنی اولاد کی حفاظت کرنے سے قاصر ہوں، اپنی اکلوتی جان سے عزیز بیٹی کو میں تحفظ دینے کا تک اہل نہیں۔۔۔

مجھ سے برا اور بد قسمت باپ اس دنیا میں شائد ہی کوئی ہو گا۔ارے باپ تو بیٹی کا محافظ اس کا سُپر ہیرو ہوتا ہے، میں تو شائد باپ کہلا۔۔" وہ دکھ سے نڈھال ملول انداز میں اپنا احتساب کر رہے تھے جب انھیں کسی غلط لفظ کے استعمال سے باز رکھنے کیلئے جبین بیگم نے ان کے کندھے پر دباؤ ڈالا۔۔

"آپ اس دنیا کے بہترین انسان، بامثال وفرمابردار بیٹا، آئیڈیل باپ اور شوہر ہیں، پریشان نہیں ہوں، کل ابرار بھائی سے اس مسئلہ پر مشورہ کرتے

ہیں، ابھی چل کر آرام کریں رات بہت ہو گئی ہے، آپ نے تو شائد میڈیسن بھی نہیں لی۔" وہ نرم لہجے میں ان کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔

وقاص ملک نے مشکور نظروں سے اپنی شریک حیات کو دیکھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"الٰہی خیر!۔"

ابھی اس نے 'حمید منزل' کا پھاٹک وا کر کے بسم اللہ کے ساتھ قدم اندر رکھا ہی تھا کی کوئی اڑتی ہوئی چیز میزائل کی تیزی سے بلا تاخیر سلامی پیش کرنے پہنچی۔ نتیجتاً اس کے ہاتھوں سے پلیٹ چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

نرگسی کوفتوں کی پلیٹ کو سنبھالتے ہوئے اس نے سنبھل کر اس چیز کی تلاش میں نظر دوڑائی جس کیلئے اسے زیادہ تگ و پے کرنے کی قطعی ضرورت نہیں پڑی تھی، وہ سلامی میزائل وہیں اس کی قدموں میں اپنی ناکامی پر نادم پڑا تھا۔

گلابی رنگ کی باریک سٹیپ والی فلیٹ سینڈل نما چپل دیکھ اس کے ماتھے پر تاسف کے بل خود بخود نمودار ہوئے تھے۔ میزائل کی شناخت ہوتے ہی اس کا من کیا مالکِ میزائل کی طبیعت صاف کر دے۔

معاً تیز نوکیلی آواز سماعت سے ٹکرائی اس نے تیوریاں چڑھا کر آواز کی سمت کا تعین کرتے ہوئے ناک کے سیدھے میں نظر اٹھائی۔

پھاٹک سے صدر دروازے تک جاتی روش کے بیچ کھڑی نارنجی رنگ کے سوٹ میں ملبوس اس کی تیز طرار کسی قدر جھگڑاؤ طبیعت کی حامل بہن عادتاً وہی شغل فرما رہی تھی۔

لڑاکا عورتوں کو کہیں دور پیچھے چھوڑتے ہوئے وہ اس وقت مکمل فارم میں بحث کم لڑنے مرنے پر زیادہ اتری ہوئی تھی۔ اللہ جانے جرح کا مدعا کیا تھا۔

لیکن جس طرح نجمہ ایک ہاتھ کمر پر جما کر دوسرا ہوا میں نچانے کے ساتھ زبان کے نشتر برساتے ہوئے پر سکون صحن کی فضا میں خلل پیدا کر رہی تھی۔ لگ رہا تھا زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔

نجمہ کی اس خداداد صلاحیت سے ماشاءاللہ سے پوری گلی کے لوگ اچھی طرح واقف تھے۔ محترمہ ہمہ وقت خود کو حالت جنگ میں رکھنا بے حد پسند کرتی تھی۔

اور یہ بھی باکمال خوبی تھی ان موصوفہ میں کی جب میدان میں قدم رکھتی تو بیک وقت کئی لوگوں کو نہ صرف لپیٹ لیتی تھی بلکہ برے آرام سے سب کو ہینڈل بھی کر لیتی تھی۔ ابھی بھی وہ ٹیپو شہروز، امروز غرض تین تین لڑکوں پر بھاری پڑ رہی تھی۔

شائد نہیں یقیناً لڑنے بھرنے میں نجمہ بی بی نے پی ایچ ڈی کر رکھی تھی۔ مجال ہے جو وہ گھر سے باہر قدم رکھے اور بناز بان چلائے یا اپنے سے چھوٹے کو دو لگائے گھر میں قدم رکھ دے۔

"دیکھو! زونی میں پہلے ہی وارن کر رہی ہوں امپائر ہوا نصاف کی بات کرو یہ سیاسی جواب مجھے نہیں چاہیئے شائد وائیڈ چپ چاپ سے ناٹ آوٹ تھا یہ۔۔"اس نے گھوم کر دبک کر روہانسی کھڑی زونی کو انگشت شہادت اٹھا کر گھورا

"لیکن نجمہ اپیا میں نے کہاناں میں نوٹس کی طرف متوجہ تھی۔۔"تینوں کو نہ میں سر ہلاتا دیکھ زونی گھگھیائی۔

بیچاری معصوم بچی بری پھسی تھی ایک طرف چیڑ بھائی تھے دوسری طرف لڑاکا طیارہ دوست ،اور بیچ میں وہ سینڈوچ بن رہی تھی۔ کوئی اور دن ہوتا تو وہ

آوٹ دے بھی دیتی لیکن عنقریب اس کے امتحانات ہونے والے تھے اور امتحانات میں اسے یاجوج ماجوج کی جوڑی کی ضرورت کچھ زیادہ ہی پڑتی تھی سوان سے بیر پالنا ابھی ٹھیک نہیں تھا۔

"تم کتابی کیڑا تم سے تو بات کرنا فضول ہے جاؤ جا کے مرو اپنی کتابوں میں۔۔" نجمہ تپ گئی۔۔

"تم ٹیپو تم تو وکٹ (بڑا گملا) کے پاس کھڑے تھے نہ تم نے تو دیکھا ہو گا۔۔" نجمہ کی توپوں کا رخ اب ٹیپو کی طرف ہوا۔ ٹیپو بری طرح ہڑ بڑایا۔

"مم۔۔ میں۔۔" مارے گھبراہٹ کے بیچارہ کے ہاتھ سے بیٹ چھوٹ کے گرا تھا۔ کیونکہ اپنی بہن سے وہ کچھ بھی امید کر سکتا تھا۔

"مم۔۔ میں نے کچھ سہی سے نہیں دیکھا وہ امروز بھائی نے بال اتنی زور کی کرائی تھی کے میں نے پہلے ہی آنکھیں میچ لی تھی، کہیں آنکھوں کا نقصان نہ

ہو جائے۔۔" تھوک نگلتے ہوئے اس نے بے ڈھنگا ہی صحیح عذر تراش ہی لیا تھا۔

شہروز امروز سے نہ وہ غداری افورڈ کر سکتا تھا نہ کرنے کا ارادہ تھا۔ بھلے اس اثنا میں اپنی سگی بہن کے ساتھ ناانصافی ہو جائے۔

"لعنت ہے تم پر بھائی تمہارے جیسے ہوتے ہیں۔۔" لعنت ملامت کرتے ہوئے چنگیزی گھوری سے نواز کر شہروز کی طرف دیکھا پھر نخوت سے سر جھٹک گئی۔۔

"تم یاجوج ماجوج کی جوڑی سے کیا ہی بازپرس کرنا تم دونوں تو دنیا میں تشریف بھی چیٹنگ کر کے لائے ہو ایک ٹکٹ میں دونوں نبٹ گئے۔۔" وہ دونوں کے چہرے پر کمینی مسکراہٹ رقصاں دیکھ پیچ وتاب کھا کر رہ گئی۔ اصل تاؤ امروز پر تھا۔

"سارے کے سارے گھنے مسینے بے ایمان ہو، شانوں پر بیٹھے فرشتوں کو کبھی فارغ نہ رہنے دینا۔" روز قیامت ڈروا دیا گیا لیکن دوسری طرف اثر ہی کوئی نہیں ہوا تھا۔

"بال وکٹ (گلمے) کو ہٹ تو بہت دور سائیڈ سے چھو کر بھی نہیں گزرا تھا۔۔" اب وہ کوسنے دینے پر اتر آئی تھی۔۔

"تم بھی کم بے ایمان نہیں ہو بے فکر رہو تمہارا اعمال نامہ بالکل کوڑا نہیں ہو گا چلتے پھرتے تم یوں ہی دائیں بیٹھے فرشتوں کو مصروف رکھتی ہو۔۔" امروز نے جلتی پر تیل کر چھڑکاؤ ضروری سمجھا۔۔

"بس کر جاؤ نجمہ اماں تمہیں وہاں گھر ڈھونڈ رہی ہیں اور تم یہاں کرکٹ کھیل رہی ہو۔۔" نغمہ نے بلا توقف جھاڑ پلائی۔

اچانک نغمہ کی آواز پر سب کرنٹ کھا کر بیک وقت اس کی طرح متوجہ ہوئے۔ نغمہ کے ہاتھ میں اصل توجہ طلب کا حامل ڈھونگا دیکھ چٹورا امروز ایک جست میں جا لیا تھا۔

"یہ کھیل نہیں حسب عادت لڑ رہی تھی۔ ہائے کوفتے۔۔" ایک کوفتہ منہ میں ڈالتے ہوئے امروز تبصرہ کرنے کے انداز میں بولا۔

"چھی!! بھیو آپ نے بنا ہاتھ دھوئے کھا لیا۔۔" سدا کی نفاست پسند زونی نے برا منہ بنایا۔

"ایسے ہی ہیں تمہارے گندے، غلیظ، چھی، تھو بھیو تمیز تہذیب اخلاق مروت سے عاری۔۔" نجمہ کو کہیں تو اپنی بھڑاس نکالنی تھی لگی۔

"ہاں! جب بات ایک سگھڑ ہاتھوں سے بنے لذیز ڈیش کی ہو تو ہم گندے غلیظ اخلاق سے عاری ہی سہی۔" شہروز نے گویا ناک سے مکھی اڑائی۔ اور خود بھی امروز کا ساتھ دینے لگا۔۔

"پوائنٹ ٹو بی نوٹیڈ نجمہ اپیا بات سگھڑ کی ہو رہی ہے۔" ٹیپو نے دانت نکوستے ہوئے نجمہ کا خون جلایا۔

رد عمل کے طور پر فوراً نجمہ نے بھاری دھموکے سے تواضع کر دی تھی اپنے سدا کے غدار بھائی کی۔

"مرچیں کیوں لگ رہی ہے تشدد پر کیوں اتر رہی ہو۔" امروز کو فتے بھرے منہ کے ساتھ بمشکل بولا۔ پھر جلدی جلدی چبانے لگا۔

ان سب کے بیچ نغمہ بیچاری تو سر پکڑ کے رہ گئی تھی۔ جبکہ وہ لوگ ایک دوسرے کو ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے صدر دروازہ عبور کر ہال میں داخل ہو گئے تھے۔

"ویسے بااخلاق، باتہذیب، تمیز بی بی جب سگھڑ پھوہڑ کا مدعا چھڑ ہی گیا ہے تو آپ اپنے ہنر کے جوہر دکھا دیں کچھ مطلب چائے شائے ہو جائے۔۔" شہروز نے فوراً پینترا بدلہ تھا۔۔

"نہیں! میں پھوہڑ ہی ٹھیک ہوں۔۔" وہ اتنی منہ ماری کے بعد ان کی فرمائش کی جرات پر چیخ پڑی۔

"نجمہ بنا دو۔۔ اماں تمہیں یہاں بد تمیزیاں کرنے نہیں بھیجتی۔۔" نغمہ نے حسب عادت بڑی بہن والا رعب جھاڑا۔

جس کا تاریخ گواہ تھا کبھی نجمہ پر اثر نہیں ہوا تھا۔

"اماں مجھے یہاں زونی کو کمپنی دینے بھیجتی ہیں، کیونکہ ان غیر ذمہ دار نکموں سے کسی کو کوئی اچھی امید نہیں ہے۔اور میں اپنی ذمہ داری پوری ایمان داری سے نبھا رہی ہوں۔۔" وہ ناک سکوڑ کر بولی۔ پھر کچھ یاد آنے پر ہال کا پھیلاوا سمیٹ رہی نغمہ کی طرف گھومی۔۔

"لیکن تم یہاں کیسی آئی؟"

"انھیں پتھروں پر چل کر آئی ہیں کیونکہ ہمارے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے۔۔" فشار خون دگنا کرتا جواب یاجوج ماجوج کی جوڑی نے یک زبان ہو کر دیا تھا۔ نغمہ نفی میں سر ہلاتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔

اس نے انھیں یہ بتانا بالکل ضروری نہیں سمجھا تھا کے رقیہ دادی کی ملاقات نوراں سے ہوئی تھی۔اور رقیہ دادی کے زریعہ ہی اماں کو معلوم ہوا کی نوراں

نے آج پھر چھٹّی ماری ہے۔ تبھی وہ فریج میں سٹور کئے کوفتے لیکر یہاں حاضر ہوئی ہے، کیونکہ نجمہ سے اچھے کی توقع رکھنا سراسر حماقت تھی۔۔

"بالکل! بھئی اب جن کی زبان کانٹے بھری ہو ان کے گھر کا راستہ میں پھول تو بچھنے سے رہے۔۔" زونی کے کمرے کی طرف بڑھ رہی نجمہ نے تاک کا نشانہ لیا تھا۔

"دیکھو لڑکی! اب تم حد سے بڑھ رہی ہو۔" نجانے کیسے امروز صاحب کی سوئی غیرت بھرپور انگڑائی لیکر بیدار ہوئی تھی۔ شائد وجہ خالی منہ چراتا کوفتے سے مبرا برتن تھا۔۔

"کھلے عام آٹھ آٹھ ٹچ بٹن جیسے آنکھوں کی موجودگی میں تم بے ایمانی، رشوت ستانی کرو میں حد بھی پار نہیں کروں بھئی کیا کہنے ہیں آپ کے" فضا میں ہاتھ لہرا کر اس نے اپنے تعیں امروز کو تپایا تھا۔۔

"زبان دراز لڑکی زبان کو لگام دو الزام پر الزام لگائے جا رہی ہو۔۔" امروز ایک ہاتھ کمر پر ٹکا کر دوسرا فضا میں بلند کرتا اکبر اعظم کے سٹائل میں بولا۔

بس تلخیہ اور انار کلی کو دیوار میں چنوا دیا جائے والا حکم جاری کرنے کی کمی تھی باقی مکمل تھا۔۔

"اور اتفاق سے سارے الزام درست ہے۔۔" شہروز منہ ہی منہ بڑبڑایا۔

"اوے! چلغوزے کی شکل والے محترم یا جوج آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے رعب میں میں اپنے باپ کے بھی نہیں آتی، اس لیئے اپنی اس ادھار کے رعب کو فریج میں سٹور کر کے رکھو، اور کوئی غلط الزام نہیں، میرے لالچی طوطا چشم بھائی کو ضرور تم نے کوئی لالچ دیا ہو گا تبھی وہ تمہارا بڑا حمایتی بن رہا تھا، یہ تمہارا ماجوج تو ہے ہی تمہارا ڈونگا، چمچہ، کفگیر باقی بیچاری زونی تو حد

معصوم ہے۔۔" نجمہ نے ایک ہی بار میں ہاتھ جھاڑ کر اگلے پیچھلے حساب بے باق کئے تھے۔

"نجمہ ! بس کرو منہ ماری ماموآنے والے ہونگے آکر میرا ہاتھ بٹاؤ۔۔" نغمہ زچ ہو کر کچن کے دروازے سے نمودار ہوئی۔ جو کچن سمیٹتے ہوئے بہن کے گوہر افشانی سے بھرپور فیض یاب ہو رہی تھی۔۔

"ان فارغ لوگوں کو کام پر لگاؤ مجھے زونی کی مدد کروانی ہے کیمسٹری میں۔۔" وہ تینوں کی طرف اشارہ کرتی تیکھے پن سے بولی۔۔

"آئی بڑی ماسٹرنی !" عقب سے آواز ابھری تو وہ جاتے جاتے پل کو ٹھہری۔۔

"جس کی کیمسٹری میں سپلی آئی ہو یہ بات کم از کم اسے سوٹ نہیں کرتی۔۔" ادھار رکھنا تو نجمہ صاحبہ نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

لیکن اس ڈائریکٹ اٹیک سے امروز ٹھیک ٹھاک سلگ گیا تھا۔ رہی سہی کسر شہروز اور ٹیپو کی کھی کھی نے پوری کر دی۔۔

"ایک سپلی کیا آگئی تھی میری سب نے ٹارچر کر کے رکھ دیا ہے۔۔" امروز بڑبڑاتا کچن کی طرف بڑھا۔ تاکہ نغمہ کی مدد کروا سکے۔ کیونکہ پکوان میں کافی مہارت حاصل تھی محترم کو جو خالص تھانیدار صاحب کی مرہون منت تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"ملک صاحب! پریشانی آنے کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کی انسان بالکل ہی امید چھوڑ کر اسے حواسوں پر سوار کر کے بستر سے ہی لگ جائے۔۔ حالت دیکھیں آپ اپنی ایک رات میں صدیوں کے بیمار لگ رہے ہیں، کل جب فیکٹری سے روانہ ہوئے تھے بالکل ہشاش بشاش تھے۔۔" ابرار صاحب ان کی حالت دیکھ تشویش زدہ سے بولے۔ جس پر وقاص ملک پھیکا سا مسکرائے۔

"کیا کروں یار! اب کوئی راہے فرار ہی نہیں بچی ہے، اس کی ضد سے ہم سب واقف ہیں ایک بار جو ٹھان لے تو پھر ایک انچ اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹتی اور تم بھی دیکھ چکے ہو کی گیلانیوں کا معاملہ اتنے سال بعد بھی سرد نہیں پڑا ہے، اس دن ہوٹل میں زیاد گیلانی کو تو دیکھا ہی تھا تم نے۔۔" وقاص ملک نقاہت زدہ آواز میں ڈر، خوف، اندیشے، بے چارگی کیا نہ سمٹی تھی۔

وقاص ملک کی بات پر ابرار حمید اپنی جگہ بالکل خاموش ہو گئے تھے۔ وقاص ملک کے خدشات درست اور واجب تھے۔

آج برسوں بعد بھی گیلانیوں کے خطرناک عزائم میں ذرا برابر کمی نہیں آئی تھی، بلکہ گزرتے سالوں میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔ وقاص ملک اور ابرار حمید کا مشترکہ خیال تھا کی ان گزرے سالوں میں بدلے کی آگ ٹھنڈی ہو گئی ہو گی، زیادہ نہ سہی حالات کچھ تو بہتری کی طرف گامزن ہوئے ہونگے، لیکن اس وقت ان کے سارے اندیشے دھرے کے دھرے رہ گئے

جب چند ماہ پہلے ان کی ملاقت مظفر گیلانی اور ان کے فرزند زیاد گیلانی سے اتفاقیہ طور پر ہوٹل میں ہوئی تھی۔

جہاں انھوں نے صاف لفظوں میں وقاص ملک کو خبر دار کرتے ہوئے کہا تھا

"گیلانیز! کسی کا ادھار نہیں رکھتے جلد یا بدیر سود سمیت لوٹا دیتے ہیں ہاں! انتظار کرنے یا کروانے کا پھل بے تحاشہ میٹھا یا برداشت سے باہر کڑوا ہو سکتا ہے، لیکن مقابل یہ جان لے کی آنکھ کے بدلے آنکھ، ہاتھ کے بدلے ہاتھ اور عزت کے بدلے عزت کیسے وصولا جاتا ہے یہ گیلانی خوب جانتے ہیں۔"

مظفر گیلانی نے کھلے لفظوں میں اپنے عزائم سے آگاہ کرتے ہوئے حقیقت میں وقاص ملک کے رونگٹے کھڑے کر دئے تھے۔ یہ دن دیکھنے کیلئے تو انھوں نے اپنی جان عزیز بیٹی کو خود سے دور نہیں کیا تھا۔ اب آبرو کی واپسی کی ضد

نے رہی سہی کسر پوری کر دی تھی۔اب جو وقاص ملک اندر ہی اندر گھل رہے تھے ایک بار پھر بستر سے جا لگے تھے۔ابرار حمید کو اس بے بس باپ سے بے تحاشہ ہمدردی محسوس ہوئی تھی۔۔

"آپ پریشان نہیں ہوں ملک صاحب، میں خود اس موضوع پر آپ سے بات کرنے کیلئے موقعہ کی تلاش میں تھا، آپ خود سوچیں آخر کب تم ہم آبرو بیٹی کو یوں روپوش رکھ سکتے ہیں کبھی نہ کبھی تو انھیں منظر پر لانا ہو گا، اور ان حالات کا سامنہ کرنا ہو گا، بہتر ہے کی وہ ابھی آجائیں، اور ہم اس مسئلہ کا کوئی مستقل حل سوچ لیں، کیونکہ یہ روپوشی تو مجھے اب کسی مسئلہ کا حل نہیں لگ رہی ہے، جب آبرو بیٹی کی تعلیم مکمل ہو گئی ہے تو وہاں ان کے رکنے کا یوں بھی کوئی جواز نہیں بنتا، ہم انھیں حوالہ دیں بھی تو کس چیز کا۔" ابرار حمید نے حتٰی الامکان کوشش کی کے لفظ اور لہجہ ہلکا پھلکا ہو جس سے وقاص ملک مزید ذہنی اذیت کا شکار نہ ہوں۔۔

"ہمم! تم ٹھیک کہتے ہو ابرار!" خاموشی کا وقفہ درمیان سے گزرا تو وقاص ملک کی کمزور آواز ابھری۔۔

"لیکن تم جانتے ہو میں کوئی رسک افورڈ کرنے کی پوزیشن میں بالکل نہیں ہوں، پھر تم سے ڈھکا چھپا تو نہیں گیلانیوں کی پشت پناہی کس قسم کے لوگ کرتے ہیں، بھلے ہی میرے پاس دولت کی ریل پیل ہے لیکن مضبوط سپورٹ پھر بھی نہیں ہے، میں اپنی اکلوتی بیٹی پر کھروچ۔۔" ٹرے تھامے دروازے میں ایستاد ڈبڈباتی نظروں سے خود کو دیکھ رہی جبین بیگم کو دیکھ وقاص ملک لب بھینچ گئے۔

"آپ فکر ہی کوئی نہیں کریں ملک صاحب! اس کا بھی میں نے ایک حل سوچ رکھا ہے اگر آپ کو مناسب لگے تو۔۔" برار حمید نے دانستہ جملا ادھورا چھوڑا۔ جس پر وقاص ملک نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے سر کو خفیف سی جنبش دیا۔

"آپ کے ماما زاد عمران ملک کے فرزند ایک سال پیشتر بیرون ملک سے ڈگری لیکر آئیں ہیں، اگر وہ آبرو بیٹی کو اپنی بیٹی بنالیں تو سارے مسئلہ آپ ہی آپ ختم ہو جائیں۔۔" ابرار حمید نے کچھ جھجھکتے ہوئے تجویز بتایا۔ جس پر وقاص ملک گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے۔۔

البتہ جبین بیگم پر جوش ہو گئی تھیں۔

"ابرار بھائی بالکل درست کہ رہے ہیں، میں نے بھی عمران بھائی کے بیٹے کو دیکھا ہے ماشاءاللہ دیکھنے میں بھی خوبرو با اخلاق تمیز دار بچہ ہے، پھر اپنے ہی تو اپنوں کے کام آتے ہیں، یوں بھی ہماری آبرو میں کمی کیا ہے جو وہ کوئی اعتراض کریں گے آپ بس فوراً سے عمران بھائی کی حویلی پہنچ کر بات ان کے کان میں بات ڈالیں۔۔" جبین بیگم تو معنوں ہتھیلی پر سر سو جمانے بیٹھ گئی تھی۔۔

"صبر بیگم !" وقاص ملک اتنی لمبی چوڑی پلانگ پر بے ساختہ ٹوک گئے تھے۔البتہ برار حمید مبہم سا مسکرادئے۔۔

"اب اور صبر نہیں ہوتا وقاص ! ترس گئی ہے میری ممتا۔۔ بات اس کی جان کی نہیں ہوتی تو کبھی میں آپ کو اجازت نہیں دیتی میری مامتا پر ظلم کرنے کی، کتنا جبر کیا میں نے خود پر آپ نہیں جانتے لیکن اب مزید صبر سوہان روح ہے، آپ ابرار بھائی کے مشورے پر عمل کریں بس ! !" جبین بیگم کی آواز آپ ہی آپ بھیگ گیا تھا۔۔

"جبر تو ہم نے بھی کیا ہے، آنکھوں کا تارا ہے وہ ہماری جسے دیکھنے کیلئے ہم پل پل ترسے ہیں، میں عمران بھائی سے بات کرتا ہوں، ابرار تم ٹکٹز کا انتظام کردو۔۔" ابرار حمید کا مشورہ بے شک کارآمد تھا تبھی وقاص ملک خود کو ہلکا پھلکا محسوس کررہے تھے۔

"جی ملک صاحب میں ابھی کرتا ہوں۔۔" ابرار حمید مؤدب سے بولے۔ان کے عاجزانہ انداز پر حسب سابق وقاص ملک برامان گئے تھے۔

"یار! برسوں سے دہراتا آرہا ہوں تم میرے دوست ہو بھائی ہو، یہ آپ جناب کا تکلف نہیں کرو، لیکن تم پر تو کوئی اثر ہی نہیں، میری تو سمجھ نہیں آتا ہر بات پر لبیک کہنے والا ابرار حمید یہاں دھرلے سے حکم کی سرکوبی کیسے کر جاتا ہے۔۔؟" وقاص ملک مصنوعی ناراضگی سے بولے۔ذہن کا بوجھ اترا تو انداز میں خود بخود بشاشیت لوٹ آئی تھی۔

"عادت ہو گئی ہے اب تو۔۔" وہ باہر نکل گئے۔

جبین بیگم نے مشکور نظروں سے اس مہربان وفادر کو دیکھا تھا جو ہمیشہ ہر مشکل گھڑی میں ان کے خاندان کے آگے کسی آہنی دیوار کی طرح ڈٹ کے

کھڑا رہتا تھا۔ کٹھن سے کٹھن حالات میں اپنے مخلصانہ مشورے سے ان کی رہنمائی کرتا تھا۔

وہ ہمیشہ اعتراف کرتی تھیں اگر ابرار حمید نہ ہوتے تو حالات کے پے در پے وار سے اب تک وقاص ملک ہمت ہار چکے ہوتے۔ کیونکہ ہر مشکل گھڑی میں وقاص ملک کی ڈھارس بندھانے والی ہستی کا نام 'ابرار حمید' تھا جو دوستی، خلوص، وفادر، مسیحائی، میں اپنی مثال آپ تھے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ حسب عادت اپنے چاروں جانب کوک کین، چپز، فرنچ فرائز کی پلیٹ، برگر، کیک اور اسی طرح کے بہت سے جنک فورڈ کا مختصر سا دکان کھولے درمیان میں لاپرواہ دکان دار کی طرح الٹا لیٹے دونوں پاؤں ہوا میں بلند کئے محو استراحت تھی۔

اس کی ہمیشہ سے عادت تھی جب اپنی ضد پوری کرنے کیلئے آخری پتہ پھینک دیتی تو اسی طرح مطمئن ہو کر ہوش و خرد سے بیگانہ خود پر لاپرواہی اور بے نیازی کا خول چڑھا لیتی۔

سارے لوازمات سے برابر انصاف کرتے ہوئے وہ کوئی نیو ریلیز ہائی ووڈ شاہکار موووی سے لطف اٹھا رہی تھی۔ جب طنطناتی ہوئی نوکیلی ہل سے ٹخ ٹخ کی آواز پیدا کرتی نگین بیگم دروازے میں نمودار ہوئی۔ انداز عجلت بھرا تھا لیکن لہجہ ناگواری لئے تھے۔۔

"یہ میں کیا سن رہی ہوں؟" ان کی تیز آواز کا اس پر خاک اثر نہیں ہوا تھا۔

"میں تم سے بات کر رہی ہوں، آبرو۔۔؟" اس کی پوزیشن میں کوئی فرق نہ آتا دیکھ وہ جلبلائی۔۔

"آواز نیچے مس نگین۔۔" اس نے ناگواری سے ٹوکا تھا۔ البتہ پوزیشن میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

وہ ہنوز لیپ ٹاپ سکرین کی طرف متوجہ تھی۔ صاف ظاہر تھا کی نگین بیگم کی وہاں موجودگی اس کیلئے چنداں اہمیت نہیں رکھتی ہے۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے۔۔" وہ ضبط کے کڑے مراحل طے کرتی حتٰی الامکان کوشش کر رہی تھی کہ لہجے میں غصہ کا عنصر نمایاں نہ ہو جو اس ہتک آمیز رویہ پر اکثر ہوتا تھا اور پھر بلا رعایت اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی تھی۔۔

"لاسٹ سین چل رہا ہے، ہو جائے پھر۔۔" انداز خاصہ مصروف تھا۔ نگین بیگم پیچ و تاب کھاتی انتظار کرنے لگی۔

تقریباً سات سے آٹھ منٹ کے صبر آزما انتظار کے بعد لیپ ٹاپ بند ہوا تھا۔اور رخ روشن دروازے میں ایستادہ نگین کی طرف ہوا۔ لیکن ماتھے کے بل گھور سیاہ آنکھوں کی بے زاری نگین بیگم کا سیروں خون جلا گیا تھا۔

"کیئر ٹیکر بھی غالباً ملازم میں ہی شمار ہوتا ہے،اور ایک ملازم کو اپنے مالک سے کس طرح عاجزی وانکساری کے ساتھ مخاطب ہونا چاہیئے یقیناً مجھے سکھانے کی ضرورت نہیں۔۔"اس کا بیزار انداز تحقیر آمیز تھا۔

جس پر سبکی کے احساس سے وہ تلملا کر رہ گئی۔جب تک وہ بچی تھی تب تک نگین بیگم کی عیش تھی، شعور کی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اس نے اپنے ہٹ دھرم انداز سے وقتاً فوقتاً انھیں ان کی اوقات یاد دلانا شروع کر دیا تھا۔اب تو کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا۔۔

"لاسٹ بٹ ناٹ لیسٹ آپ میری ماتحت ہیں میں آپ کی نہیں۔ پارٹی، شاپنگ، آوٹینگ دیگر مصروفیت کے دوران بھی اس ناقابل تبدیل حقیقت کو یاد رکھیں۔" شرٹ کا کالر درست کر کے چوکڑی مار کر بیٹھتی کہیں جانے کیلئے ٹپ ٹاپ تیار نگین بیگم کا تنقیدی جائزہ لیتی باور کراتی بولی۔

"اور آپ کیا سن رہی ہیں، کیا سننا چاہتی ہیں یہ میرا یعنی آپ کی مالکن کا درد سر نہیں، البتہ میں کیا چاہتی ہوں یہ آپ کا ہیڈک ہے، لاسٹ وارننگ ہے آیندہ میرے مقابل زبان، لہجہ، لفظ، تلفظ اینڈ موسٹ امپورٹنٹ ایکسپریشن کو کنٹرول میں رکھئے گا۔" آبرو کا انداز ازلی اکھر دوٹوک ہونے کے ساتھ تضحیک آمیز تھا۔

جس آسائشات کی ماری مادہ پرست نگین بیگم مرعوب ہوئی۔

"اب بتائیں کیا مسئلہ ہے؟" انداز سے بیزاری ہی بیزاری جھلک رہی تھی۔

"تم اپنے ساتھ جیڈی (اسجد) کو لیکر جا رہی ہو؟" دبے لہجے میں انھوں نے اپنا مدعا بیان کیا۔

"کوئی اعتراض؟" شاہانہ مغرور انداز میں نظر برائے راست میک سے دمک رہے ان کے چہرے پر ٹھہری۔

"نن۔۔ نہیں میرا مطلب؟" اس کی نظریں خود پر جمی دیکھ وہ بری طرح گڑبڑائی تھی۔۔

"منڈے مارننگ ہماری فلائٹ ہے ایوننگ آپ کی جرمنی کیلئے بکینگ کی ہے، مرضی ہے آپ جتنے دن چاہیں گھومیں شاپنگ کریں آئی ڈونٹ کیئر۔" کندھے اچکا کر کوفت سے بولی۔

سیکنڈ ہزارویں ساعت میں ان کا چہرہ جگمگایا جرمنی شاپنگ کے نام پر۔۔

"تم میں۔۔"

"جاتے ہوئے دروازہ بند کر جائیں، اور اپنے بیٹے کے ساتھ جانے پر کوئی اعتراض ہے تو شوق سے اسے لیکر یہاں فلیٹ میں سڑیں۔۔" اس کا انداز صاف احسان کرنے والا تھا۔

نرمی اور انکساری سے بات کرنا تو آبرو ملک کی سرشت میں ہی شامل نہیں تھا۔ لیکن نگین بیگم کو کہاں پہلے بیٹے کی فکر تھی جواب ہوتی۔ وہ تو جرمنی کا نام سن کر پھولے نہیں سما رہی تھی۔

"مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے" سیکنڈ میں وہاں سے غائب ہوئی تھی۔۔

"گولڈ ڈگر!"

نخوت سے سر جھٹکتی لیپ ٹاپ بیگ کے فرنٹ زپ سے ٹکٹکز نکال کافاتحانہ نظروں سے دیکھنے لگی۔۔

"آبرو ملک اپنی منوانا خوب جانتی ہے۔۔" جاندار مسکراہٹ کے ساتھ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑائی۔

اس کے پندرہ دن کا چیلنج چھ دن میں مکمل ہوا تھا پھر خوش وہ نہیں ہوتی تو اور کون ہوتا۔

قبل از وقت جیت کی جشن کے طور پر وہ زبردست قسم کی سرپرائز پارٹی تھرو کرنے والی تھی۔ پیسوں کی اسے کبھی کوئی کمی نہیں رہی تھی جس چیز کی کمی نے اس کے اندر خلا پیدا کیا تھا۔

نادانستہ طور پر اسے ہی حاصل کرنے کیلئے وہ امریکہ جیسے آزاد ملک کی آزاد و بے باک فضا چھوڑ کر اپنے لڑکپن کی سوہنی مٹی کی خوشبو سے معطر سرزمین میں لوٹنا چاہتی تھی۔ لیکن اپنی 'ضد وانا' کو عزیز رکھنے کیلئے وہ خود سے بھی اس 'کشش' کو قبول کرنے سے گریز پا تھی۔ بار بار حقیقت کا معترف ہو رہے دل

کوڈپٹ کر خاموشی کراتی کے یہ محض چیلنج ہے اس کیلئے اور کچھ نہیں۔اور چیلنج کی شوقین آبرو ملک چیلنج پورا کرنے کیلئے حد سرحد کو چنداں اہمیت نہیں دیتی ہے۔

کبھی آنکھوں میں آکر یاد کا درپن لپٹتا ہے۔

کبھی دامن سے آکر میرا بچپن لپٹتا ہے۔

دعا کے پھول سے مہکا ہوا گھر کا گھر سارا

تقدس کی ردا اوڑھے ہوئے بام ودر سارا

خلوص و مہر سے مہکا ہوا آنگن کا آنگن سارا

محبت کی عبارت ایک ایک چہرے سے روشن ہے!

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"حلیم الطبع تھانیدار صاحب! آج آپ کی آداب میزبانی اخلاق سلیمانی کونسی نیند کی گولی کھا کر سو رہی ہیں؟" بھرپور طنز پر بس ایک پل کیلئے کھلے فائل کی سطروں پر تیزی سے متحرک نظر ٹھہری تھی۔ پھر واپس اپنی سابقہ رفتار سے چلنے لگی۔۔

"ہم آپ سے ہم کلام ہونے کی گستاخی کر رہے ہیں عالی جاہ!" بے طرح اگنور ہونے پر فارس جل کے رہ گیا۔۔

"ایک آن ڈیوٹی آفیسر کے آفس میں بغیر اجازت گھس آنے اور ان کی مصروفیت میں ناک گھسانے کا جرم آپ جانتے ہیں مسٹر جرنلسٹ؟" تھانیدار صاحب کی بھاری آواز میں طنز اور دھمکی دونوں کی برابر مقدار شامل تھی۔

"ہم یہاں آپ سے قانونی کتاب پر درس لینے نہیں آئیں ہیں تھانیدار صاحب!" گھور کر برہم انداز میں جتاتے ہوئے بولا۔ منٹوں میں کسی کا سیروں خون جلانا کوئی طلحہ ابرار حمید سے سیکھتا۔۔

"تو لازمی اپنی انشورینس کروا کر آئے ہونگے، کیونکہ۔۔"

"میں نے تیرا خون پی جانا شیرے جو تو نے مزید بکواس کی تو۔۔" فارس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ جس کا اندازہ 'شیرے' لفظ سے لگایا جا سکتا تھا۔۔

---

"کام کی بات بتا رہا ہوں الجھ کیوں رہے ہو ظاہر ہے تھانے میں خدمت خلق میں حوالات کے اندر ہی کرتا ہوں، لائف انشورنس ضروری ہوتا ہے۔۔" وہ بالکل بھی غیر سنجیدہ نہیں لگ رہا تھا۔

"میں ہی پاگل ہوں جو ہر بار منہ اٹھا کر چلا آتا ہوں مر تو تیرے تھانے میں چور، مجرم، ڈاکوں کے ہمراہ۔۔ تو اس قابل ہی نہیں کی بندہ تیری مدد کرنے کا

سوچے۔۔"فارس ٹھیک ٹھاک تپ چکا تھا۔ تبھی کچھ باآواز بلند کچھ زیر لب صلواتیں سناتا بیگ لیکر اٹھا۔۔

"مرضی ہے تیری بھئی میں زور زبردستی کا تو یوں بھی قائل نہیں!"اس پر ذرا جو جذباتی تقریر کا اثر ہوا ہو۔

وہ ہنوز فائل کی گردان کرتا مصروف سے انداز میں لاپرواہی سے بولا۔ جس پر اپنی ناراضگی کی ایکٹنگ میں حقیقت کا رنگ بھرنے کیلئے دروازے کی طرف بڑھ رہے فارس کے قدم صدمہ سے تھمے تھے۔

"ہاں! بیٹا حوالات میں گھس کر لوگوں کی ٹھکائی تو تو جیسے ان کی من منشا سے کرتا ہے ناں تو"بنا مڑے طنز کا تیر آیا تھا۔

"بالکل! میں شرافت سے بازپرس کرتا ہوں، وہ خود سامنے سے ڈنڈا، لات، گھونسے کی ڈیمانڈ کرتے ہیں تو میری کیا خطاء۔۔"اس سے جیتنا بھلا آسان تھا۔

"تجھ سے بات کرنے کا مطلب اپنے اعصاب کو کڑی تھکا دینے والی آزمائش میں ڈالنا ہے۔اور میرا بھوکا پیٹ ابھی یہ ظلم برداشت نہیں کر سکتا۔۔"اس نے خود ہتھیار ڈالے۔

کیونکہ طلحہ ابرار حمید سے سبقت لیجانا کم از کم اس کیلئے ناممکنات میں شمار ہوتا تھا۔

دونوں تعلیمی دور سے جگری یار تھے۔اور بچپن سے طلحہ مستقل مزاجی سے اپنے جگری یار کا اسی طرح خون جلاتا آرہا تھا۔ کبھی اتفاق سے ہی ایسا حادثہ ہوتا کی طلحہ ٹو دی پوائنٹ بات کر لیتا۔ورنہ عادت کے مطابق جب تک فارس کو

ناک تک زچ نہ کر دیتا اسے سکون کی سانس لینے نہیں دیتا تھا۔ نجانے فارس کو زچ کر کے کونسی خوشی حاصل ہوتی تھی تھانیدار صاحب کو۔۔

"اچھا! اب بہت ہو گیا زیادہ اوور ایکٹنگ نہیں کر، یہاں پاس ہی نیا ریسٹورنٹ کھلا ہے، چل تجھے لنچ کرواتا ہوں کیا یاد کرے گا کس سخی کو دوست بنایا ہے۔۔" فائل سمیٹتا وہ احسان کرنے کے انداز میں کھڑا ہوا۔

"ہیں! سچی؟" کھانے کا نام سنتے ہی فارس کی آنکھیں چمک اٹھی تھی۔

وہ یوں بھی کھانے کا بے انتہا شوقین تھا۔ یہ اور بات تھی کے کنجوس بھی انتہا کا تھا اکثر ہوٹلینگ کرتا لیکن طلحہ کے والیٹ کے سہارے۔

"اب دیدے چھوٹے کر لے آدھی دنیا جانتی ہیں اس دنیا کا کوئی آخری ندیدہ انسان ہونے کے ساتھ کنجوس بھی ہے۔۔" فائل رکھ کر لاک کرتے ہوئے طلحہ نے سہی ستھری کی تھی۔ لیکن فارس نے برا ماننا اہم نہیں جانا تھا۔

"ہاں! تو اپنے دوست کی کمائی کھاتا ہوں، اور اسے کنجوسی قطعی نہیں کہتے، یوں بھی میرا یار رقیق القلب بندہ ہے۔۔" فارس اس کا چوڑا شانہ تھپتھپاتا ڈھٹائی سے بولا۔

باہر ماتحت کو کچھ اہم ہدایات دینے کے بعد وہ لوگ ریسٹورنٹ کیلئے روانہ ہوئے تھے جو طلحہ کے کہے کے مطابق قریب ہی دس منٹ کی ڈرائیو پر تھا۔

ٹیبل پہلے سے ریزرو تھا۔ ٹیبل پر پہنچنے ہی کی دیر تھی کے فارس پوری طرح فارم میں آگیا۔ مینیو کارڈ سنبھالتے ہی فر فر آرڈر پلیس کرتا فارس ایک پل کیلئے بیچارے ویٹر کو بھی گڑبڑا گیا تھا۔

لیکن خیر آرڈر پلیس ہوئے اور چند منٹ کی صبر آزما انتظار کے بعد اس کے چنندہ انواع واقسام کے ڈیشیز ٹیبل پر موجود تھے جس کی خالص وجہ نیو ریسٹورنٹ کا نمبر بڑھاتا کوئیک سروس تھا۔

"اتنا ٹھونس چکا ہے اب پھوٹے گا کچھ مزید کوئی انفارمیشن، ہنٹ، کلو، کوئی سراغ، سرا کچھ بھی؟" ندیدوں کی طرح بیک وقت بریانی، سالیٹ اور کوک کے ساتھ انصاف کرنے میں بری طرح مصروف فارس کو دیکھ کب سے منتظر طلحہ جھنجھلا اٹھا تھا۔

"ام! ام!۔۔" بھرے ہوئے منہ کے ساتھ فارس نے صبر کرنے کا اشارہ کیا۔ جس پر طلحہ نے کوفت سے اس کے غبارے کی طرح پھولے منہ کو دیکھا۔

نجانے اس کے دوست کو کھانے کا اتنا جنون کیوں تھا۔ اگر یہ کہا جائے کی فارس کی پہلی محبت بلکہ عشق کھانا ہے تو بالکل زیادتی نہیں ہو گی۔

جرنلسٹ فارس صاحب کو کھانے سے اس قدر عشق تھا کی ان کے کندھے پر ہمہ وقت لٹک رہے بڑے سے ہینڈ بیگ میں کیمرہ اور دیگر ضروری چیزوں

سے زیادہ کھانے کی طرح طرح کی چیزیں پائی جاتی تھی۔اور جہاں کہیں موقع میسر ہوتا موصوف کسی شرم و جھجھک کو چنداں اہمیت دئے بغیر کھانے کا شغل فرمانے بیٹھ جاتے تھے۔۔

"ایسے گھور گھور کر نظر مت لگا پہلے ہی نجانے ایک ہفتے سے کیا ہو گیا مجھے کچھ کھانے کو ہی من نہیں کر رہا برائے نام چند نوالے کھاتا ہوں، وہ بھی صرف طاقت توانائی کی ڈیمانڈ پوری کرنے۔" وہ مسمسی شکل بنا کر تسلسل سے ہر چیز اٹھا رہا تھا۔

اس سفید جھوٹ پر طلحہ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو لازمی غش کھا کے گرتا یہ تو جرنلسٹ فارس کے جگری یار کا جگرا تھا جو برداشت کر گیا تھا وہ بھی اس لئے کی محترم موصوف کی رمز رمز سے خوب واقف تھے۔

لیکن ہاں طلحہ نے بھی متاسف نظر خالی کولڈ رنگ کی بوتل اور ٹیبل پر پڑے تقریباً خالی ڈیش پر ضرور دوڑائی تھی۔

"اچھا! میں تجھے یہ بتا رہا تھا کی یہ کیس خاصہ کامپلیکیٹڈ ہے۔۔"گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے فارس نے اپنے تعیں بہت بڑی انفارمیشن فراہم کی تھی۔۔

"فارس کیا تو چاہتا ہے میں تیرا کیس کامپلیکیٹ کر کے ای سی یو تک پہونچادوں؟"

"پوری بات سن بے صبرے انسان۔"بھڑک اٹھنے پر وہ خفا ہوا۔

"میں یہ کہ رہا ہوں کی یہ کیس پیچیدہ ہے بالکل صفدر حلوائی کی جلیبی اور میر پور والے ڈھابے کی لچھے دار پراٹھے کی طرح الجھا ہوا آڑا ٹیڑھا ناہموار۔۔"

کوئی اخیر فضول مثال پر طلحہ حقیقتاً عش عش کر اٹھا تھا۔اس قدر سنجیدہ اور سنگین موضوع پر ایسی بیہودہ قسم کی فوڈی مثال اس کا جگری یار ہی دے سکتا

تھا۔ طلحہ کا من کیا لحاظ کئے بغیر بھرے ریسٹورنٹ میں جوتے سے اسے داد دے۔

"ایسے گھور مت میری بات پر دھیان دے۔۔" اب کے وہ سنجیدہ ہوا۔

"دیکھ! میرے کہنے کا مقصد ہے تیرے تھانے کے گردزدہ فائلوں میں سیکڑوں کی تعداد میں ڈرگ ڈیلرز جمع مرڈرز کے کیسیز درج ہونگے۔ جن میں سے شرطیہ تسع و تسعین باہر کھلے سانڈ کی طرح گھوم رہے ہونگے۔ ایسے میں تو نیا بمشکل ایک سال پرانا آفیسر کس کس کے گریبان پر ہاتھ صاف کرے گا ان تین لاوارث لاشوں کی پوسٹ مارٹم رپورٹ لیکر؟" لحظے بھر کو ٹھہر کر طلحہ کے تنے نقوش دیکھ طنزیہ مسکراتے فارس نے سلسلہ کلام وہیں سے جوڑا۔

"وہ بھی اس صورت جب لاش کے پاس ہمیں ثبوت کے نام پر سوئی تک ملی نہیں۔اور نہ ہی اس لاش کی گمشدگی کی کہیں کوئی ایف آئی آر کٹوائی گئی ہے۔

محکمہ خود تحقیقات کرنے میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔اور میں شرط لگا سکتا ہوں تیرے رشوت خور سینئرز اس کیس پر ہاتھ ڈال کر اپنے جہنم کو بھرنے کا راستہ قطعی بند کرنا چاہیں گے۔

ہاں تیرا منہ بند کرنے کیلئے تجھے اپنے قطار میں کھڑا ہونے کا آزمودہ مشورہ ضرور نوازیں گے۔۔۔ تلخ لیکن یہی حقیقت ہے اس سسٹم کی۔"فارس کے الفاظ بے شک تلخ تھے جو طلحہ کو برا بھی لگا تھا۔لیکن انکاری نہیں ہو سکتا تھا۔

"غالب کی دیوان میں مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے تو مرکزی خیال پر روشنی ڈال کر مجھے ٹرخا۔۔"اس کا انداز بیزار کن تھا۔۔

"مرکزی خیال یہ ہے لالے بھول جاسب کچھ۔۔ کیونکہ کچھ حاصل نہیں ہونے والا۔ اتنا سراغ لگانے کی کوشش کی میں نے۔۔۔ کوئی سرا ہاتھ نہیں آیا۔ فضول میں ہم دونوں اپنا قیمتی وقت کیوں ضائع کریں۔۔!" فارس کا انداز بے پرواہی لیئے تھا۔ طلحہ نے ملامتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"شرم کر کچھ کیا ہمارا سوکالڈ قیمتی وقت کسی کی زندگی سے زیادہ اہم ہے؟" اس کے کٹیلے انداز پر فارس نے نیپکین سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"قطعی نہیں!! لیکن تو یہ بھی تو دیکھ اس کیس کا کوئی سر پیر نہیں ہے، ہم آگے بڑھیں تو کیا لیکر؟ خیر میری تو چھوڑ میرا کام ہی کھوج لگانا ہے، لیکن تو اپنی سوچ کیا جواب دے گا اپنے سے اپر بیٹھے لوگوں کو؟ بھائی روزانہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے کیسیز آتے ہیں جس کا کفن دفن کرنا تک لوگ ضروری نہیں سمجھتے، تو ابھی تیری فیلڈ میں نیا ہے، اس لیئے جذباتی ہو رہا

ہے۔۔"فارس تحمل سے سمجھانے کے انداز میں بولا۔ لیکن طلحہ ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔

"لعنت ہے تجھ پر۔۔"فارس کی بے حسی پر وہ سخت حیران و مشتعل ہوا۔

"اب تو جذباتی ہو رہا ہے لالے!"

"دیکھ لالے اس طرح کے معاملوں کی دو قسم کے لوگ پشت پناہی کرتے ہیں،اول وہ جو کھلے عام غنڈہ موالی بھائی مشہور ہوتے ہیں جن سیکڑوں کی تعداد میں کیس چل رہے ہوتے ہیں، لیکن تمہارا ڈیپارٹمنٹ ان کا کچھ نہیں بگاڑ پاتا۔۔"فارس کے کھلے ڈھلے انداز پر طلحہ کی مٹھیاں اور جبڑے دونوں بھنچ گئے۔

"دوم گھناؤنے جرائم سے لتھرے بھیانک چہرے پر اچھائی کا نقاب چڑھا کر گھومنے والے لوگ!!

جو اکثر پبلک فگر ہوتے ہیں۔ دنیا کے سامنے نیک، شریف، ایماندار، آئیڈیل لوگوں کا رول ماڈل مطلب ایک پرفیکٹ ہیرو!

در حقیقت 'یول' ایسے اچھائی کے ماسک میں برائی کی پشت پناہی کرنے والے لوگ غنڈے بدماش سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں، جن تک پہنچنا ناممکن ہوتا ہے، اور مجھے یقین ہے کی اس کیس میں بھی کوئی ایسا ہی سوکالڈ رول ماڈل کا ہاتھ ہے، جو اندر ہی اندر نا صرف ہماری جڑیں کمزور کر رہا ہے بلکہ معصوم و ضرورت مند لوگوں کی ضرورت کو ہتھیار بنا کر ان کی زندگی سے بھی کھیل رہا ہے۔" وہ سپاٹ سے انداز میں بولا۔۔

"تمہارے کہنے کا مطلب ہے کی کوئی ان لوگوں کو اپنی مقصد کیلئے جز وقتی طور پر استعمال کر رہا ہے اور ضرورت ختم ہوتے ہی انھیں بھی ختم کر دیتا ہے" طلحہ نے پر سوچ انداز میں خلاصہ کرتے ہوئے تصدیق چاہی۔

"یس باس! اندھا کیا چاہتا ہے دو آنکھ اسی طرح بھوکا کیا چاہتا ہے دو وقت کی روٹی اور یہی دو وقت کی روٹی کیلئے کوئی ان کی زندگی چھین رہا ہے۔۔" فارس نے افسوس سے تصدیق کی مہر لگائی۔۔

"ہونہ!۔۔" ہنکار بھرتا فون کھول کر فارس کے بھیجے گئے معلومات پر نظر ثانی کرنے لگا۔

اسے اس فیلڈ میں آئے مشکل سے سال ہوا تھا یا اس سے بھی کم۔ لیکن بہت سی چیزیں اپنی غیر معمولی ذہانت کی وجہ سے ابتدائی دنوں میں ہی وہ خوب سمجھ گیا تھا۔ ابھی بھی اس الجھی گتھی پر تیزی سے اس کا دماغ کام کر رہا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"بیگم! یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟" وقاص ملک نے حیرانی سے جبین بیگم کی غیر معمولی مصروفیت دیکھ استفسار کیا۔

"آپ دیکھ سکتے ہیں ملک صاحب!" وہ خاصے مصروف انداز میں بولیں۔

جس پر وقاص ملک نے تحیر سے دیدے حجم سے زیادہ پھیلا کر ایک بار پھر ان کی مشغولیت کا جائزہ لیا تو ایک پل کیلئے انھیں اپنی قوت بینائی پر شک گزرا تھا۔

کیونکہ ان کی نفاست پسند نازک اندام بیگم جو میلے کپڑوں کو تک خود ہاتھ لگانا پسند نہیں کرتی تھیں۔ وہ مسز وقاص ملک آج کمر پر کس کے دوپٹہ باندھے ملک ہاؤس کے عقبی کھلے حصے میں بنی کیاریوں کی نہ صرف مٹی کھود وار ہی تھی بلکہ خود مٹی کھود رہی تھیں۔

پاس ہی چار پانچ خوبصورت پھولدار پودوں سے آراستہ بے حد خوبصورت مٹی کے گملے رکھے ہوئے تھے۔ قریب ہی کم و بیش انھیں کی حالت میں مستعدی سے جبین بیگم کی ہدایت پر عمل کر رہی ان کی دو خاص ملازمہ حکم

کیلئے چاک و چوبند تھی۔ مسئلہ یہ تھا کی آج یہ سورج طلوع کس سمت سے ہوا تھا اور غروب کس سمت ہونا تھا۔

کیونکہ لاکھ ذہن پر زور ڈالنے کے باوجود بھی وقاص ملک کو یاد نہیں پڑتا تھا کی کبھی بادل ناخواستہ انھوں نے اپنی پچیس سالہ ازدواجی زندگی میں جبین بیگم کو باغبانی میں دلچسپی لیتے دیکھا تھا کجا کی خود یہ سب کرنا۔

"آپ جا کر فریش ہو جائیں ملک صاحب! بس تھوڑا سا کام رہتا ہے، یہ ہو جائے تو میں اندر ہی آ رہی ہوں۔۔" انھیں ہنوز کھڑا دیکھ وہ تیز تیز ہاتھ چلانے لگی تھیں۔

"وہ سب ہوتا رہے گا، آپ پہلے مجھے اس ساری ناپسندیدہ مشقت کی وجہ بتانا پسند کریں گی۔۔؟" ان کے الجھے انداز میں بازپرس پر جبین بیگم مبہم سا مسکرائی۔

"نگین بتا رہی تھی کے ہماری آبرو کو پیر پودے سرسبز و شاداب قدرتی ماحول بہت اپیل کرتا ہے، اس نے وہاں بہت سے پودے لگا رکھے ہیں، ابھی اس کے آنے میں ایک ہفتہ رہتا ہے تو میں نے سوچا کیوں نہ اس کے روم کی صدر کھڑکی کے نیچے اس کا من پسند منظر بنا دوں، یوں بھی گارڈن کا یہ حصہ ہرا بھرا ہی رہتا ہے مالی بابا اچھی دیکھ بھال کرتے ہیں لان اور اس عقبی حصے کی۔۔" وہ مامتا کی مورت بے تحاشہ مسرت آمیز لہجے میں کہتی کھڑپی اٹھا کر اب ہلکے ہاتھ سے کیاری کی مٹی کھود رہی تھی۔ اور وقاص ملک ایک ٹک ان کی ممتا سے روشن چہرے کو تکے جا رہے تھے۔

"یوں تو یہ کام مالی بابا بخوبی کر سکتے تھے، لیکن میرا دل کیا اپنی بیٹی کا من پسند منظر میں اپنے ہاتھوں سے سجاؤں۔۔۔" وہ اب کھرپی سائیڈ پر رکھ کر ہاتھ سے کھدائی کر رہی تھی۔ اور وقاص ملک عجیب کیفیت کا شکار تھے۔

"اس لیئے میں خود نرسری جا کر کچھ نئے پھولوں کے پودے لائی ہوں، یہ اس کی بالکنی میں رکھونگی، اور بھی بہت سی آرائش وزیبائش کی چیزیں لیکر آئی ہوں مزید ایک چکر لگانے کا ارادہ ہے ایسا کرتے ہیں اب کے آپ بھی ساتھ چلیئے گا، نگین بتا رہی تھی کے ہماری آبرو کو شوپیس پینٹنگ وغیرہ کا بہت شوق ہے اس لیئے سوچ رہی تھی اس کا کمرہ بالکل اس کے ذوق وشوق کو مدِ نظر رکھ کر تیار کروں۔۔" بے پایاں خوشی سے تمتماتے چہرے کے ساتھ اب انھیں پودوں میں سجے خوبصورت پھولوں کی خوبی نام وغیرہ کی تفصیلات سے آگاہ کر رہی تھیں۔

اور وقاص ملک خاموش نظروں سے برسوں بعد اپنی بیگم کے چہرے پھوٹتی خوشی حسرت سے دیکھ رہے تھے۔۔

"کتنا خوش ہو گی ناں وہ ملک صاحب؟" انھوں نے مسکراتی نظر وقاص ملک کی طرف اٹھائی۔

لہجے میں حسرت ہی حسرت سمٹا ہوا تھا۔ وقاص ملک شرمندہ سے زاویہ نظر بدل گئے کہیں نہ کہیں ان کی کم ہمتی ہی ذمہ دار تھی موجودہ صورت حال کی۔۔

گزرشتہ تین چار دنوں سے جب سے آبرو کی سیٹ کنفرم ہونے کی خبر انھوں نے اپنی بیگم کو سنائی تھی۔ جبین بیگم اسی طرح فرط جذبات میں چہکتی پھر رہی تھی۔

جیسے برسوں بعد چمن میں بہار کی آمد کی نوید سن کر چڑیا چہچہاتی ہے خوشیاں مناتی ہے جھومتی ہے گاتی ہے۔ بہار کی استقبال کیلئے چیزیں سنجوتی ہے، اسی طرح جبین بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا کی وہ بیٹی کی استقبال کیلئے زمین آسمان ایک کردے۔ ان کے پیر زمین پر نہیں ٹک رہے تھے، سوتے سوتے بھی ان کے لبوں پر آبرو اور اسکی پسند نہ پسند ہی رہتی تھی۔

ان کی بے تاب مامتا کی حسرتیں محسوس کر وہ کبھی افسردگی سے مسکرا دیتے تو کبھی رنجیدہ بھاری دل کے ساتھ پیشماں ہو کر نظر چرا جاتے۔ان کا خیال تھا کی وہ اپنی شریک حیات کی مامتا کی تڑپ کو سمجھتے ہیں۔

لیکن ان دنوں جبین بیگم کے چہرے سے پھوٹ رہی مامتا کی روشنی دیکھ ان کی سوچ کی تردید آپ ہی آپ ہو گئی تھی۔انھیں تو اندازہ ہی نہیں تھا اس عظیم عورت کی قربانی کا،اس کی مامتا کی تڑپ کا پہلی اولاد جو ماں سے محض آٹھ سال کی عمر میں الگ کر دی گئی ہو۔

مر جائے تو صبر آجاتا ہے لیکن مصلحتاً قصداً جدا کیا جائے تو ایک پل قرار کا میسر نہیں ہوتا اس بات کی صداقت کا اندازہ جبین بیگم کی بے قراری تڑپ و بے تابی دیکھ کر اب انھیں ہو رہا تھا۔۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں ملک صاحب؟" وہ ملازماؤں کو ہدایت دے کر ملک صاحب کی طرف مڑیں۔۔

"آئم سوری جبین!" وہ کافی رنجیدگی سے معذرت چاہ رہے تھے۔ جبین بیگم ان کی سنجیدگی دیکھ بری طرح ٹھٹھکی پھر پس منظر سمجھ کر ہولے سے مسکائی۔۔

"مجھے کبھی آپ سے شکایت نہیں رہی تو معذرت کس بات کی؟" وہ مبہم سا مسکرا کر کچھ حد تک ان کے دل کا بوجھ ہلکا کر گئی تھی۔

"شکریہ!" وہ مشکور ہوئے۔

بے شک خوب سیرت شریک حیات بھی خدا کی ایک نعمت ہے۔۔

"اچھا آپ نے عمران بھائی سے کچھ بات کی۔۔؟" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے ٹھٹھکے۔ پھر سرعت سے نفی میں سر ہلا گئے۔

"وہ کچھ مصروف۔۔"

"کیوں؟ ملک صاحب آپ کو پہلے یہی کام کرنا چاہئے تھا، دو دن فیکٹری کا کام آپ نہیں دیکھیں گے تو فاقہ نہیں پر جائے گا گھر میں لیکن۔۔" وہ پریشانی سے کہتی دانستہ بات ادھوری چھوڑ شاکی ہوئی۔۔

کھلا چہرہ پل میں مرجھایا ساری شادابی اداسی و پریشانی میں بدلی۔۔

"بیگم! پوری بات سن لیں! مصروف میں نہیں عمران بھائی ہیں ان دنوں، کسی ضروری کام سے بیرون ملک گئے ہوئے ہیں، رابطہ کیا تھا ان کے آفس تو اطلاع ملی، جب وہ ہے ہی نہیں تو کیا بات کرتا۔؟" وہ دانستہ ہلکے پھلکے انداز میں بولے۔۔

"کانٹیکٹ نمبر وغیرہ وہاں کا۔۔"

"ہاں! نمبر تو دیا تھا منیجر نے لیکن میں نے ابھی رابطہ کرنا ٹھیک نہیں سمجھا، مناسب تھوڑی لگتا ایک بیرون ملک ضروری کام سے گئے بندے کو فون کر کے میں لڑکی کا باپ ہو کر اتاولا پن دکھاؤ۔۔" وقاص ملک رسان سے بولے۔ جس پر جبین بیگم نے ٹھنڈی آہ خارج کی۔۔

"ہم خوشی سے نہیں مجبوری سے ایسا کر رہے ہیں وقاص آپ بھول کیوں جاتے ہیں۔۔" جبین بیگم کے لہجے میں خوف و بے بسی کا عنصر بے حد نمایاں تھا۔

"جو بھی ہو بیگم! یہ نامناسب لگا مجھے، یوں بھی جو بات روبرو مفصل انداز میں ہو سکتی ہے، اسے چند منٹ کی گفتگو میں افراتفری میں کرنا قطعاً غیر مناسب ہے۔۔۔" ان کے ٹھہرے متانت بھرے انداز پر جبین بیگم اٹھ کر چلی گئیں تھے۔ اور وہ وہیں بیٹھے رہ گئے اپنی پراگندہ سوچوں کی بھنور سے نبرد آزما۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"واہ! خدا تیری خدائی موسم بھی کیا چن چن کر بنائی، مطلب ٹھٹھرتی برف جماتی سردی کے بعد، چلچلاتی آگ برساتی گرمی، پھر بہاتی برداشت آزماتی بن بلائے کبھی بھی کہیں بھی واردات کی طرح رونما ہوتی یہ موسلا دھار بارش۔۔" چھم چھم برس رہی مینا سے سخت نالاں نجمہ کا موڈ دل جلے شاعر سا ہو رہا تھا۔۔

"اب میں گھر کیسے جاؤں گی یار تم لوگ اس طرح وقت بے وقت کیوں چلے آتے ہو؟" اب کے وہ بگڑے تیور لیے بادلوں سے مخاطب تھی۔

گھر سے نکلتے وقت اماں نے اچھا خاصہ چھتری لینے کی ہدایت کی تھی، لیکن نجمہ بی بی کی تو اپنی دور اندیشی تھی جیسے ان کا تعلق محکمہ موسمیات سے ہو، کتنے زعم میں بول کر آئی تھی۔ 'اماں آج تو کسی صورت بارش نہیں ہو گی'

یونی پہنچ کر پہلی کلاس ختم ہونے سے پہلے ہی افق کے راجہ آفتاب سرمئی بدلیوں کے ٹکڑیوں کے اوٹ میں انگھنے لگے تھے۔

کلاس ختم ہونے تک اس چھپن چھپائی کے کھیل سے اوب کر وہ ڈوب چکے تھے۔ نیلگوں آسمان سرمئی بدلیوں سے گھر چکا تھا۔اور دوسری کلاس کے ساتھ ہی چھم چھم بارش بھی شروع ہو گئی۔

جواب تک اسی رفتار سے جاری وساری تھی۔ نجانے اس مینا نے کب تک اسے بلاک کر کے رکھنا تھا۔ایک تو یوں بھی اسے بارش کا موسم سخت ناپسند تھا اس پر اس طرح کے ناخوشگوار واقعات وقوع پذیر ہو کر اسکی چڑ اور جھنجھلاہٹ میں اضافہ کر جاتے تھے۔

"دیکھو! میں ان احمق لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جسے یہ بارش رومانٹک اور کیچڑ پانی ڈرامٹک لگتی ہے، مجھے یہ رطوبت بھرا موسم سخت زہر لگتا

ہے، مطلب بندے کا گھر کے فرش پر تک قدم رکھنا عذاب ہو جاتا ہے۔اس میں بندے کو رومانس کیسے سوجھ سکتا ہے عقل سے پیدل لوگ!" برے برے منہ بناتی آسمان کی سطح پر تیر رہے بدلیوں کو اس نے باضابطہ سر اٹھا کر سنجیدگی سے ڈپٹ تھا۔

آخر تھی تو وہ گلی ماسٹرنی کسی کی بھی کلاس لے سکتی تھی۔

"لیکن غلطی میری ہے، جب میں جانتی ہوں موسم گرگٹ کی تیزی سے اپنے تیور بدلتا ہے تو میں گھر سے ہی کیوں نکلی؟ایک دن کلاس نہیں لیتی تو کونسا قیامت آجاتی۔۔اب کوئی ایسی ان چلغوزوں کی طرح نکمی تو ہوں نہیں میں۔۔۔"اب وہ اپنا محاسبہ کرتی خود جھاڑ پلر ہی تھی۔

"تم یہاں کیوں کھڑی ہو؟" وہ اپنے آپ میں الجھی خود کو کوس رہی تھی جب قریب سے آواز ابھری۔

آواز بھی ایسی جسے وہ لاکھوں میں پہچان سکتی تھی، آخر کار پیدائشی رقیب کی آواز تھی۔

"چلغوزے بیچ رہی ہوں، مسلسل اس منحوس برسات کی وجہ سے خنکی بڑھ گئی ہے ناں۔۔ سوچا بزنس ہی کر لوں کیونکہ عوام تو اس بن بلائی بارش کی وجہ سے بنا تہوار ہی فارغ ہو گئی ہے۔۔" مقابل امروز کو دیکھ جہاں دل کو ایک گونا قرار آیا تھا وہیں اس کے الٹے سوال پر میٹر گھوما تھا۔۔

ظاہر سی بات تھی اگر وہ پوائنٹ پر کھڑی خود کو بارش سے بچانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی تو وہ بس کا انتظار ہی کر رہی ہو گی۔ پھر اس احمقانہ سوال کا مقصد۔۔

"ہمہ وقت مرچیں چباناناں ذرا کم کردو، رنگ تو یوں بھی گندمی ہے کہیں۔۔ خیر آو بیٹھو خالہ عوام الناس کیلئے پریشان ہو رہی ہیں،۔۔"ارد گرد لوگوں کو دیکھ وہ بات بدل گیا۔

"کیا مطلب ہے؟" وہ امروز کی آخری بڑبڑاہٹ تیز سماعت کے باعث سن چکی تھی۔

"یہی کی جب تک تم باہر رہتی ہو کسی نہ کسی کی شامت آئی ہوئی رہتی ہے، سو ظاہر سی بات ہے بندہ عوام الناس کیلئے ہی پریشان ہو گا، اب آنا ہے تو فوراً گاڑی میں تشریف لاؤ ورنہ میں چلا کوئی شوفر نہیں ہوں۔۔"امروز اسے کچھ بولنے کا موقع دے بغیر سائیڈ ڈور کھول کر رخ موڑ گیا۔ کوئی بعید نہیں تھا لڑاکا طیارہ یہیں شروع ہو جاتی۔

نجمہ بھی مصلحتاً بہت کچھ سنانے کی حسرت لیے پیچ وتاب کھاتی نشست سنبھال گئی۔

"میرے صدقے طفیل تمہیں اس کھٹاری کی جگہ کار کی نرم گرم سیٹ نصیب ہوئی چلو اسی بات پر آئس کریم کھلاؤ۔۔"

من ہی من امروز کو حسین القابات سے نوازنے کے بعد محترمہ کا شائستہ ڈیمانڈ آیا تھا جیسے ان کے درمیاں تعلقات کتنے اچھے ہوں۔یوں بھی موصوفہ پل میں تولہ پل میں ماشہ ہوتی تھی۔

اس شاہانہ انداز پر امروز نے باضابطہ چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔شائد ملکہ عالیہ کی خوش فہمی کا گراف دیکھنا چاہ رہا تھا۔پھر بڑے اطمینان سے گویا ہوا۔

"اول تو تم اپنی خوش فہمی سے نکل آؤ۔۔

دوم میری بائیک کھٹاری نہیں، دھوم بائیک کو دھول چٹا دینے والی سُپر فاسٹ بائیک ہے۔

سوم یہ کار جیسی مہان سواری کو میں خود استعمال نہیں کرتا، باقی کوئی پابندی شابندی نہیں ہے مجھ پر جو کسی کے صدقے طفیل نصیب جاگے۔۔"احتیاط سے مور کاٹتے ہوئے پہلو نشین محترمہ کی غلط فہمی کا گنبد مسمار کیا۔ جس پر نجمہ نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تھا۔۔

"جاپانی سائز کی آنکھوں پر زیادہ ظلم نہیں کرو، بیچارے چاہ کر بھی حجم سے زیادہ نہیں نکل سکتے۔۔"اس کی بڑی بڑی غلافی آنکھوں پر چوٹ کر گیا تھا۔۔

"تم کمینے انسان۔۔"اپنی آنکھوں پر طنز پر تلملا کر نجمہ نے اس کے بازو پر زور کا مکا جڑا تھا۔اور گاڑی کا توازن بگڑا۔

جسے بروقت امروز نے مستعدی سے سنبھالا تھا۔ایک تو روڈ جگہ جگہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی دوسرا پھسلن امروز کو گاڑی سنبھالنے میں خاصی دشواری پیش آئی تھی۔ تبھی اس برسا۔

"جاہل عورت! مرنے کا شوق ہے تو اکیلے چھلانگ لگاؤ چائلڈ لاک بھی نہیں گاڑی میں، میری جان خطرے میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔۔؟" گاڑی سنبھلتے ہی وہ حواس باختہ سی نجمہ پر دھاڑا۔

"یہ عورت تم نے کسے کہا؟" چند سیکنڈ پہلے پانچوں کلمہ دہرا رہی نجمہ کو 'عورت' لفظ پر پتنگے لگ گئے تھے۔۔

"ظاہر سی بات ہے، گاڑی میں دو نفوس ہیں، میں نہیں تو بچا کون؟" کندھے اچکا کر کمینگی سے اشارہ کرنے پر نجمہ کا شدت سے من کیا اسے گاڑی سے باہر پھینک دے۔۔

"اگر مجھے ڈرائیونگ آتی ناں بائی گاڈ تم سڑک پر دہائیاں دے رہے ہوتے۔۔" نجمہ ضبط سے دانت پیس کر بولی۔۔

"اسی لیئے تو اللہ نے اپنے بندوں کو مکمل بنانے کے بجائے خامی خوبی کا مکسچر بنایا ایک دوسرے کا محتاج بنایا ہے۔۔ ورنہ 'مطلبی' انسانوں نے ایک دوسرے کو ہی نوچ کھانا تھا۔۔" مہذبی اسکالر کے انداز میں کہتے آخر میں اس نے ہاتھ سے نوچ کھانے کا اشارہ کیا تھا۔

جس پر نجمہ کا دل کیا دھکا دے ہی دے اسے مصروف سڑک پر۔ کیا بارش کم تھی اس کا برداشت آزمانے کیلیئے جو یہ آتش فشاں کو ہوا دیتا فتنہ بندہ بھی نازل ہو گیا۔۔

"خالہ! لو آ گئی آپ کی ڈریکولا۔۔ ذرا اسے پانی کی ٹنگی میں گن کر دس ڈبکی لگوائیں بارش کے خوشگوار موسم میں میٹر گرم ہو گیا ہے، جب سے آگ اگل

رہی ہے۔۔"پھاٹک کے قریب نجمہ کے اترتے ہی امروز نے آواز لگائی۔اور اس سے پہلے کی نجمہ کا ہاتھ جوتی تک جاتا زن سے گاڑی اڑا لے گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

پارٹی پورے عروج پر تھی۔باپ کی کمائی کا بے دریغ استعمال کیسے کیا جاتا ہے کوئی آبرو و قاص ملک سے سیکھتا۔پانی کی طرح پیسہ بہانہ،پیسے کو ہاتھ کے میل سے زیادہ اہمیت ناں دینا آبرو ملک کی خصوصیت تھی یا خامی یہ جاننے میں وہاں کسی کو کوئی دلچسپی نہیں تھی۔کیونکہ مفت کی گرینڈ پارٹی اور عیش کا سامان،شراب شاباب کی بے تحاشہ دستیابی کسے غرض فالتو کے باتوں میں وقت کا زیاں کرنے کی۔۔

"سو فائنلی تم نے اپنا مقصد پالیا۔۔"

ملی ہاتھ میں گلاس اٹھائے مشکل سے قدم جماتی اس کے قریب آئی۔۔

جو ماتھے پر آنکھیں سجائے، گردن میں سریا ڈالے اپنے فتح کی محفلِ جشن کو کامیابی کی منازل کو چھوتا بڑے فخر و تکبر سے دیکھ رہی تھی۔۔

"آف کورس! ایز آلویز!"

بڑے مغرورانہ انداز میں غلافی آنکھوں کو گھماتے ہوئے تعریف کو حق سمجھ کر قبول کیا۔

"تم بہت مغرور ہو۔۔" نشہ میں دھت ملی کاؤنٹر پر ہاتھ جماتی منہ کے زاویہ بگاڑ کر بولی۔

یہ نشہ کا کمال تھا جو محترمہ ملی کے منہ سے سچ لڑکھڑاتی زبان سے ہی سہی بے دھڑک نکل گیا تھا، ورنہ ہوش میں تو اس کا بس نہیں چلتا آبرو کے قدموں میں بچھ بچھ جائے۔۔

"ہاں! ہوں اس میں بتانے جیسا کیا ہے۔۔" تمسخرانہ ہنسی ہنستی فاتحانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر اعتراف کرنے پر ملی بے ڈھنگا قہقہہ لگا کر آدھا گلاس ایک ہی بار میں غٹ گئی۔

"سٹوپڈ!!" اس کی حرکت پر وہ نخوت سے زاویہ نظر بدل گئی۔

وہ خود تو ہمیشہ نشہ آور چیزوں سے دس قدم دور رہتی تھی۔ لیکن جب بھی پارٹی تھرو کرتی ام الخبائث کے شیدائیوں کا بھرپور انتظام کر کے خوب نامہ اعمال سیاہ کرتی۔ ابھی بھی اس محفل میں صرف وہ ایک تھی جو پورے ہوش وحواس میں تھی باقی سب نشہ میں دھت اس کے ارد گرد لڑکھڑاتے قدموں اور بے ڈھنگے قہقہوں سے شیطان کی شیطانیت کو بھی مات دے رہے تھے۔

"یو۔۔یو۔۔یور سو۔۔ سو بیوٹ۔۔بیوٹیفل۔۔۔"اس کے سراپے پر مخمور ہوس زدہ نظر گاڑھے میک لڑکھڑاتا قریب آیا۔ جس پر سب نے قہقہ لگا کر تائید کی تھی۔ لیکن آبرو بھپر گئی تھی۔

"بہیو یور سیلف!!"

اس کے مشتعل انداز پر سب پل میں خاموش ہوئے وہ ایسی ہی تھی بیہودہ محفل میں آکر بیہودگی کو برداشت نہ کرنے والی۔

اسجد نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے سادہ نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔

تراشیدہ سراپہ پر کسی بھی عابد وزاہد کا ایمان ڈان وڈول کرتا بلیک میکسی۔ بمشکل شانوں کو چھوتی فریش شیپ دی گئی ریشمی زلفیں، مخروطی انگلیوں میں نگاہوں کو خیراں کرتی قیمتی یاقوت جڑی انگوٹھیاں، کانوں میں جھلملا کر شفاف گردن کو بے باکانہ انداز چوم رہے آوازے، تباہ کن غصہ کا

مستقل ٹھکانہ مغرور کھڑی ناک، بڑی بڑی غلافی گھور سیاہ آنکھوں میں غرور و تکبر کی چمک کو ماند کرتا عجیب سا سرد و سپاٹ تاثر جو اس کی شخصت کو مزید پر کشش بناتا تھا، اس پر ستم ماہرانہ ہاتھوں کا کمال نفاست سے کیا گیا میک اپ جس نے تیکھے نقوش کو مزید دو آتشہ بنا دیا تھا۔

آبرو ملک کی ہر ادا سے عجب ہی انفرادیت جھلکتا تھا جو مقابل کو نا چاہتے بھی اپنی طرف متوجہ کرتا۔

یہ ناقابل تسخیر دل کی مالک، ضدی، نک چڑی، خود سر و خود پسند حسینہ وہاں موجود ہر ایک کا خواب تھی، لیکن تکبر کے تابوت میں قید رہنے والی اس ماہ جبیں نے سوائے اسجد کے کبھی کسی کو اپنے دس فٹ کے دائرے میں قدم رکھنے تک کی اجازت نہیں دی تھی بات بھی ایسے احسان کرنے کے انداز میں کرتی کی مقابل یا تو اس ادا پر لٹ جاتا یا جل کر خاکستر ہو جاتا۔

اسجد بھی دوست کی فہرست میں واقعی تھا یا نہیں یہ بات آج کی تاریخ تک ایک معمہ ہی تھا۔ کیونکہ جس انداز میں وہ اسجد کو خلوت و محفل میں بے عزت کرتی تھی، یہ اسجد کا حوصلہ تھا یا مجبوری لیکن قوت برداشت قابل ستائش تھی۔۔

ابھی بھی وہ بڑے مغرورانہ انداز میں کاؤنٹر سے ٹیک لگائے فاتح عالم بنی کھڑی تھی۔

جب کچھ دوستوں کے ہمراہ اسجد بھی وہیں چلا آیا تھا۔ سب اس گرینڈ پارٹی کی ارینجمنٹس کو لیکر اس کی تعریف میں رطب السان تھے۔

لیکن اس کے چہرے کے تاثرات میں ذرا عاجزی انکساری یا مروت در نہیں آئی تھی۔ ایسا ظاہر کر رہی تھی جیسے احسان عظیم کر رہی ہوں انہیں سن کر۔۔

"کم آن گائز اسٹاپ دیس ناؤ!!" اس نے کوفت سے ہاتھ اٹھا کر ٹوکا۔

"آئی سیڈ اسٹاپ ایٹ!!" ان کے خاموش نہ ہونے پر اس نے زور سے کانٹر پر ہاتھ مار کر گلاسز گرائے تھے۔۔

اچانک افتاد پر سب خوف زدہ سے چیخ مار کر ادھر ادھر ہوئے، جبکہ وہ ہنوز جنونی انداز میں چلاتی اٹھا پٹخ کر رہی تھی۔۔

"آبرو کام ڈاؤن۔۔" اسجد گلاس کاؤنٹر پر رکھ کر کانچ سے بچتا اس کے پاس پہنچ کر قابو کرنا چاہا، لیکن وہ جنونی انداز میں مچلنے لگی تھی۔ مجبوراً اسے پارٹی چھوڑ کر آبرو کو لیکر باہر نکلنا پڑا تھا۔۔

"آبرو! کام ڈاؤن تم جیت گئی ہو تمہاری ضد کو اؤلیت دی جا رہی ہے، تین دن بعد ہماری فلائٹ ہے۔۔" مچلتی آبرو کو جھٹکا دے کر گاڑی سے لگاتا مضبوط مگر اؤنچی آواز میں چیخا۔۔

نتیجہ توقع کے عین مطابق تھا۔انسانی کنڑول روم دماغ نے جیسے ہی اسجد کے لفظوں کو مونیٹائز کیا دوسرے ہی پل وہ مزاحمت ترک کرتی تھم سی گئی، سب تہس نہس کر دینے کا جنون چٹکیوں میں کافور ہوا۔

"اہ!گاڈ!!!!"

نشانہ سہی وقت پر سہی جگہ لگنے پر اسجد نے سکون کا سانس خارج کیا۔ورنہ دھان پان سی لڑکی نے اسے ناکو چنے چبوادئے تھے۔دوسری طرف آبرو بھی لمبے لمبے سانس کھینچ رہی تھی۔چند منٹ تک اپنی تنفس کو اعتدال پر لانے کے بعد وہ کسمسائی۔۔

"اب کہاں جارہی ہو یار؟"اسے ہاتھ جھٹک کر واپس اندر کی طرف بڑھتا دیکھ اسجد حرکت میں آیا۔

"پارٹی چل رہی ہے اندر اور تمہاری اطلاع کیلئے عرض ہے میں ہوسٹ ہوں پارٹی کی۔۔" وہ اپنی طرف انگلی دکھاتی جتا کر بولی۔ لہجہ وہی ازلی روکھا خود سر تھا۔

"آئی نو تم ہوسٹ ہو اندر بھی سب جانتے ہیں تم ہوسٹ ہو، اور میں نے ہوسٹ کی ذمہ داری مارک کو سونپ دی ہے وہ ہینڈل کر لے گا تم گھر چلو تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔" اسجد ہمیشہ کی طرح متحمل انداز میں بولا۔ جس پر حسب سابق وہ بدک گئی تھی۔۔

"وہاٹ! ڈو یو مین کی میری طبیعت خراب ہے؟" وہ واپس اسجد پر چھپٹی۔ تم مجھے اپنی ماں کی طرح سائیکو کہہ رہے ہو جیڈی آئی وِل کل یو۔۔" وہ واپس مرنے مارنے پر اتر آئی تھی اسجد نے بڑی مشکل سے اسے قابو کیا۔

"اگر میں ایسا کچھ کہنے کی کوشش کرتا یا ایسا کچھ سوچتا تو آج یہاں تمہارے ساتھ ناں کھڑا ہوتا۔۔" وہ جھٹکے سے اپنا کالر چھڑا کے پیچھے ہوا۔

"ہاں! جیسے میں جانتی نہیں تم ماں بیٹے کیوں ساتھ ہو میرے۔۔" وہ تنفر سے گہرا طنز کر گئی تھی۔اسجد نے لب بھینچے انسان تھا لاکھ برداشت سہی نوکیلے لفظ چبھتے ضرور تھے۔۔

"اب کوئین الزبت گاڑی میں بیٹھنا پسند کریں گی، یا واپس پارٹی کو رونق بخشنے کا ارادہ ہے؟" کچھ توقف کے بعد وہ مؤدبانہ انداز میں اجازت چاہ رہا تھا۔

نجانے کس مٹی کا بنا تھا آبرو اس کی اتنی بے عزتی کرتی پھر بھی وہ ماتھے پر شکن لائے بغیر اس کی پرواہ کرتا سائے کی طرح اس کے سنگ سنگ رہتا۔

"مرضی ہے مادام! آپ کی ہم تو ادنیٰ غلام ہیں آپ کے حکم کی سرتابی تھوڑی کر سکتے ہیں، میں چلتا ہوں مجھے اجازت دیں۔۔" وہ نہایت انکساری سے کہتا ہاتھ کنپٹی تک لیجا کر بے ڈھنگا سلیوٹ مارتا پلٹ گیا۔

"چلو اب میرا بھی موڈ بدل گیا ہے۔۔" وہ پیر پٹختی آکر فرنٹ سیٹ پر براجمان ہو گئی تھی۔ اسجد زیر لب مسکراتا ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا۔

دنیاں میں سب سے بڑا اور گہرا اور خالص بے غرض و بے لوث رشتہ ہوتا ہے دوستی کا جسے اسجد بچپن سے نک چڑی آبرو وقاص ملک سے نبھاتا آرہا تھا۔

"ویسے جانتے ہو انسان کی لائف گیو اینڈ ٹیک اینڈ لوز دین گین پر ٹکی ہوئی۔۔" توقف سے اس کے دماغ میں کیا سمائی کی وہ ڈرو ائیونگ کر رہے اسجد کی طرح دیکھ کر بولی۔۔

"اچھا! اور وہ کس طرح؟" اسجد ہمہ تن گوش ہوا۔

"زندگی انھیں دو اصولوں پر چلتی ہے، کچھ حاصل کرنا ہے تو کچھ قربان کرنا تو پڑے گا، جب تک 'لوز' نہیں کروگے تو 'گین' کا آپشن کبھی تمہارے لیئے نہیں کھلے گا، ان سب میں ایک امپورٹنٹ چیز ہوتی ہے 'نیڈ' یعنی ضرورت۔۔" وہ سیٹ سے پشت ٹکائے اپنے عام نخوت زدہ لہجے کے بجائے ٹھہر کر کھوئے انداز میں اپنا نقطہ نظر بیاں کرتی لحظے بھر کو رکی۔

خوبصورت چہرے پر عجیب سے نافہم تاثرات سائے کی طرح لہرا کر پل میں معدوم ہوئے۔۔

"جانتے ہو سارے فساد کی جڑ ہی یہ 'ضرورت' ہے، انسان کو بلند مسند پر بھی یہی ضرورت بیٹھاتی ہے، اور وہاں سے منہ کے بل گرا کر بے وقعت بھی یہ ضرورت ہی کرتی ہے، اگر ضرورت نہیں تو اربوں کی چیز بھی بے مول بے کار ہے، اور اگر ضرورت ہے تو چند ٹکے کی شئے بھی انمول نادر و نایاب ہے، سارا مسئلہ ہی اس 'ضرورت' کا ہے، دانشمند کہتے ہیں پیسہ دولت فساد

پھیلاتا ہے، غلط بالکل غلط، پیسہ دولت تو بدنام ہے فساد کی جڑ تو اصل یہ 'ضرورت' جس کا احساس انسان کو ہو جائے تو پھر وہ ہر احساس سے عاری اسی کے پیچھے دوڑتا ہے۔" بولتے بولتے یاسیت سے اس کی مدھم پڑ گئی تھی اسجد نے بغور اس کے ملائم نقوش میں گھلی افسردگی دیکھا سب کہتے تھے وہ بدتمیز بددماغ اکھڑ مغرور ہے۔

ایک وہ ہی تھا جو اس کا شکستہ نڈھال تشنہ روپ دیکھ افسوس کرتا تھا۔

"کسی کو میری ضرورت کیوں نہیں ہے۔۔؟" جلتی آنکھیں موندتے وہ زیر لب بڑبڑائی جو اسجد کی سماعت سے محفوظ نہ رہ سکتی۔

وہ سرد آہ بھر کر لب دبا گیا۔

برسوں سے سونے کے پنجرے میں گھٹ گھٹ کر سانس لیتی یہ چڑیا آزادی کے دن قریب آنے پر مزید ملوم ہو رہی تھی۔۔

"ملک صاحب! خفا ہو گی وہ اتنے سالوں بعد لوٹ رہی ہے اور ہم اسے ایئر پورٹ تک رسیو کرنے نہیں جا رہے، پہلے ہی بہت بد گمان ہے اب مزید متنفر ہو سکتی ہے، پلیز۔۔" غم و خوشی کے بھنور میں پھسی جبین بیگم ان کا ہاتھ تھام کر ملتجی ہوئی تھی۔

"بیگم! غلط فہمیاں، بد گمانیاں دور کی جا سکتی ہے، لیکن ذرا سے کوتاہی ہمیں عمر بھر کے خسارے سے دوچار کر سکتی ہے سمجھنے کی کوشش کریں، پورا گیلانی خاندان کتے کی طرح ہماری لخت جگر کی بو سونگھتا گھوم رہا ہے، انھیں ذرا بھنک لگ گئی تو سب تباہ ہو جائے گا ہماری برسوں کی صبر و محنت رائیگاں چلی جائے گا سمجھنے کی کوشش کریں، ضبط لازم ہے۔۔" وقاص ملک کی آواز ہمیشہ کی طرح شکستہ تھی۔

جبین بیگم سر جھکا گئی۔ البتہ کئی خاموش آنسوں کی لڑیاں رخساروں سے ہو کر دوپٹہ میں بڑی خاموشی سے جزب ہوتی ممتا کی محبت کو بے مول ہونے سے بچا لیا تھا۔

کبھی کبھی بلکہ ہمیشہ اؤنچا شملہ بیش بہا دولت کی ریل پیل انسان کے گلے کا طوق بن جاتا ہے۔ ابرار حمید نے تاسف سے سامنے بیٹھے بے بس والدین کو دیکھا۔ جن کے پاس دولت اتنی تھی کے ساتھ نسلیں بیٹھ کر کھاتی اور بے بسی ایسی تھی کے سالوں سے اپنی ہی اولاد کی شکل دیکھنے کو ترس رہے تھے۔۔

"بیگم! بس کر جائیں۔ مجبور ہیں ہم! جب انسان کے پاس ٹکرانے کی طاقت نہ ہو تو احتیاط کر لینی چاہیئے، میں تو اسے منگوانا ہی نہیں چاہتا تھا لیکن اس کی دھمکی نے بے دم کر دیا۔۔" ان کی آواز ہی نہیں کندھے بھی شکست کی بوجھ تلے جھک گئے تھے۔۔

"عمران بھائی نے کیا کہا؟" جبین بیگم کے پر امید سوال پر وقاص ملک نے مدد طلب نظروں سے ابرار حمید کو دیکھا۔

"فکر کی بات نہیں بیگم صاحبہ! چیدہ چیدہ ملک صاحب نے حالات سے انھیں آگاہ کر دیا ہے، باقی اصل کہانی سے تو وہ بھی واقف ہیں تو انھوں نے کہا کی ملک واپسی کرتے ہی وہ پہلی فرصت میں اس مسئلہ پر غور کریں گے۔" ابرار حمید کا جواب حوصلہ افزا تھا۔

جبین بیگم نے جیسے کھل کر سانس لیا، وقاص ملک نے تشکر آمیز نظروں سے اس محسن کو دیکھا جو ہمیشہ انھیں گرنے سے پہلے سنبھال لیتا تھا۔

"لیکن بھائی صاحب آبرو تو کل آ رہی ہے اور بھائی صاحب۔۔" جبین ملک کو فوراً نئی فکر لاحق ہوئی۔

"وہ اگلے ہفتہ واپسی کر رہے ہیں اس لیے۔۔" ابرار حمید دانستہ بات ادھوری چھوڑ گئے۔۔

"اس لیئے؟" جبین بیگم مچل گئی۔

"اس لیئے تب تک آبرو بیٹی ہمارے فارم ہاؤس پر رہیں گی، ان کی حفاظت کیلئے ضروری ہے۔۔" جبین بیگم کی متغیر ہوتی رنگت کو دیکھ فوراً بات سنبھالی۔۔

"دراصل عمران صاحب کا تعلق سیاست سے ہے بڑے بڑے لوگوں میں ان کا اٹھنا بیٹھنا ہے اس برسوں سے چلی آرہی مسئلہ کو وہ سبھاؤ سے سلجھا سکتے ہیں طاقت استعمال کرنے ضرورت پڑی تو وہ بھی کر لیں گے وہ۔۔ تب تک آبرو بیٹی فارم ہاؤس پر رہیں گی ایک بار سب ٹھیک ہو جائے پھر ملک منشن تو

آنا ہی ہے۔۔" ابرار حمید نے حتی الامکان لہجہ تناؤ سے مبرا ہلکا پھلکا رکھنا چاہا۔۔

"اور رشتہ۔۔"

"اس کی ابھی بات کرنا ہمیں مناسب نہیں لگا رو برو بات کرنے کی بات اور ہے، فون پر یہ سب مناسب نہیں لگتا، اب آپ جائیں مجھے ابرار سے فارم ہاؤس کے انتظامات سے متعلق تفصیلات جاننی ہے۔۔" انھوں نے قصداً بات سمیٹتے انھیں منظر سے ہٹانا چاہا۔

"لیکن ملک صاحب ہم اس سے ملیں گے کیسے؟" جبین بیگم کی پیاسی ممتا تڑپ اٹھی تھی۔

"اس کی آپ فکر نہیں کریں آپ ابھی سب ٹھیک ہو گا۔۔" وقاص ملک کے اشارے پر وہ خون کے گھونٹ بھرتی اندرونی حصے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ پیچھے وقاص ملک نڈھال سے صوفے کی پشت سے سر ٹکا گئے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"ایئرپورٹ بائی روڈ وہ بھی پورے پانچ گھنٹے کا راستہ آپ بیٹھ کر گاڑی میں جائیں گے یقیناً آپ کوئی مذاق کر رہے ہیں رائٹ؟" وہ ان کی بات سن کر ہتھے سے ہی اکھر گیا تھا۔

"اب ایئرپورٹ میں ہوائی جہاز لیکر تو جا نہیں سکتا ظاہر سی بات ہے کار سے ہی جانا ہو گا۔۔" ابرار حمید نے بات کو مزح کا رنگ دینا چاہا۔ لیکن مقابل تپ گیا۔

"جی! بہت شکریہ منشی جی اتنی بڑی معلومات میرے علم میں لانے کیلئے، لیکن میں ناچیز یہ کہ رہا ہوں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے، جن کی بیٹی آرہی ہے وہ استقبالیہ پر دیدِ دل فرش راہ کرنے جائیں آپ کیوں اپنے گھٹنے کا درد بڑھانے پر بضد ہیں۔۔" طلحہ اپنی بات مذاق میں اڑائے جانے پر سیخ پا ہوا۔

"بیٹا ملک صاحب جانا چاہتے ہیں لیکن ان کی اپنی مجبوری ہے۔۔" ابرار حمید کڑیل جوان بیٹے کی فکر و ناراضگی پر نرم پڑے۔

اب اندرونی مسائل جو ملک صاحب نے ہمراز گردان کر ان سے بانٹا تھا وہ ساری حقیقت وہ اپنے ہونہار مگر ضدی صاحب زادے کے گوش گزار نے سے تو رہے۔

یوں بھی وہ جہاں کی بات وہیں تک محدود رکھنے والوں میں سے تھے۔بے وجہ کی تشہیر پس پردہ چغلی کھانا ان کی سرشت میں نہیں تھا۔

"آپ رہنے ہی دیں یہ بڑے لوگوں کے لنگڑے لولے بہانے، نجانے انھیں پیسہ چھاپنے کی اتنی دھن کیوں سوار ہوتی ہے کی رشتے ناطے سب پیچھے ہی کہیں چھوٹ جاتے ہیں۔۔"قدرے بیزاریت سے نتھنے پھلا کر نالاں ہوا تھا۔۔

وہ ہمیشہ سے امیروں سے خاص کر ملک خاندان سے حد درجہ متنفر تھا۔جس کی اس کے پاس کئی ٹھوس وجوہات تھیں۔اور یہی تلخ اسباب ابرار حمید کو اس کے مقابل ملک خاندان کی وکالت کرنے سے حتٰی الامکان باز رکھتے تھے۔

"میں کہ رہا ہوں آپ نہیں جائیں گے آپ گھر رہ کر آرام کریں بس۔یوں بھی اس مہینہ آپ کی شوگر بی پی دونوں رپورٹ توقع سے زیادہ خراب آئی

ہے۔۔"کچھ توقف کے بعد وہ بگڑے تیور لیئے واپس اپنے موقف کی طرف آیا۔ابرار حمید بس اسے دیکھ کر رہ گئے۔

"ایسے نہیں دیکھیں میں پگھلنے والا نہیں ہوں، پچھلے مہینے محض ڈیڑھ گھنٹہ مسلسل سفر کرتے رہنے کی وجہ سے آپ کا پیر کتنا سوج گیا تھا کیا آپ کو یاد نہیں۔۔؟ سو کوئی سیر سپاٹے نہیں ہو رہے۔۔ جن کی لخت جگر آ رہی ہے وہ خود خوار ہوئیں یا پھر باڈی گارڈز اور نوکروں کی لمبی چوڑی فوج زندہ باد۔۔" طلحہ کا انداز حتمنی تھا۔ابرار حمید نے بے بسی سے اسے دیکھا۔۔

اس کی بات بھی اپنی جگہ بالکل درست تھی طویل سفر ان کیلئے بہت مسائل کھڑا کر دیتی تھی۔ لیکن یہاں مجبوری تھی ملک وقاص ابرار حمید کو اپنا متبادل گردانتے تھے ان کے علاوہ انھیں کسی پر اعتماد نہیں تھا۔ایسے میں ابرار حمید اپنی صحت کو آگے رکھ کر اپنے فرض وعہد سے قدم پیچھے نہیں لے سکتے تھے۔

آبرو کی آمد ان لوگوں کے بیچ راز تھی۔

"تھانیدار! ضد نہیں کرو جانا ضروری ہے۔۔ ویسے بھی تمہاری ریاستِ خلافت میں تو بندہ کچھ کر ہی نہیں سکتا کم از کم اسی بہانے میں بھی لانگ ڈرائیور کا مزہ لے لونگا، ورنہ تم اور تمہارے انسٹرکشنس افف! پوری تھانیداری تم ہمیں پر نکالتے ہو۔۔" ابرار حمید نے حتٰی المکان لہجہ پر شوق ہلکا پھلکا رکھنا چاہا لیکن طلحہ کی گھوری سے کھسیا گئے۔ ان کی صحت کو لیکر حد درجہ حساس جو تھا وہ۔

"جائیں! جو مرضی کرنا ہے کریں یوں بھی آپ کو ملکوں کے علاوہ نظر ہی کیا آتا ہے۔۔" ان کے اٹل انداز پر خفا سا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی کے قریب چلا آیا تھا۔

ابرار حمید کی ملکوں سے وفاداری کی بہت بھاری قیمت چکائی تھی انھوں نے لیکن ابرار حمید پر اس کا ذرا اثر نہیں تھا۔

"یوں ہی تو میں ملک خاندان سے خار نہیں کھاتا، ان لوگوں نے تو جیسے ابرار حمید کو بے دام غلام یا انڈور ائیڈر و بورٹ سمجھ لیا ہے، ہر کام کیلئے ابرار حمید زندہ باد! ابرار حمید کو بوتل کا جن سمجھتے ہوئے شائد ہی کبھی انھوں نے یہ سوچنے کی تکلف کی ہو گی کی ابرار حمید بھلے ان کا دیرینہ وفادر ہے لیکن وہ بھی انسان ہے اس کی بھی عمر ہو گئی ہے، اسے بھی آرام چین سکون کی ضرورت ہے، لیکن نام نہاد خاندانی امیر کبیر لوگ تو اپنے سے نیچے والوں کی پریشانیوں تکلیفوں پر کان دھرنا سراسر اپنے اؤنچے شملے کی توہین سمجھتے ہیں۔۔" وہ حد درجہ متنفر کھڑکی میں کھڑا نارنجی آسمان کی حدود ناپتا مسلسل بڑبڑا رہا تھا۔

"یار! مناؤنہ اپنے بھائی کو عجیب ہے جس بات پر اڑ جاتا ہے پھر ایک انچ اپنے موقف سے ڈگمگانا گناہ سمجھتا ہے۔ بتاؤ ذرا یہ کوئی خفا ہونے والی بات ہے جو

تھانیدار جی نے غبارے کی طرح منہ سُجالیا ہے۔۔"ابرار حمید اس کی چوڑی پشت پر نظر ٹکائے خلاف معمول خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے یا جوج ماجوج کی طرف جھکے۔

"ہم کیا منائیں والد محترم آپ نے تو بھروں کے چھتے میں پتھر مار کر ہم معصوموں کے قتل کا پروگرام بھی کنفرم کر دیا ہے۔"ان دو مسکینوں کا تو اپنا ہی الگ دکھ تھا۔

ابرار حمید نے استفامیہ نگاہوں سے دونوں کی مسمسی شکل دیکھی۔

"اور نہیں تو کیا بلکہ آپ ایسا کریں صلاح صفائی کر کے معاملہ رفع دفع کریں،اور کوئی اچھا سا موقع نکال کر ہماری جان کی خلاصہ کا بھی سامان تیار کر دیں کیونکہ جلد ہمارا رزلٹ آوٹ ہونے والا ہے۔"امروز نے مفید مشورے کے ساتھ لگے ہاتھوں اپنا سفارشی پرچہ بھی تھمایا تھا۔

"میاں آسان اردو میں سمجھاؤ میرے خاک پلے نہیں پڑا۔۔" پہلے ہی پریشان وہ ان کی پہلیوں سے کوفت زدہ ہوا۔۔

"وہ دراصل بات یہ ہے ابا کی ہمارا رزلٹ آنے والا ہے۔۔۔" امروز ماتھے پر بکھرے بال سنوارتا نظر چرا کر بولا۔

"اہ! اور ہمیشہ کی طرح میرے ہونہار سپتوں نے بورڈ پھاڑنا ہے۔۔" ابرار حمید نے دونوں کو طنزیہ نظروں سے دیکھا۔

"اب اس درجے کے ہونہار بھی نہیں آپ کے بچے ابا۔۔" شہروز برجستہ بولا۔

"کہنے سے مراد کی پرچہ ماشاءاللہ اچھا گیا ہے، ہم نے نیند چین قربان کر کے خوب محنت کی تھی۔ اب اگر پروفیسر نے کریکشن کرتے ہوئے کوئی بھولی

بسری دشمنی نکالی تو ہم معصوم سراسر بے گناہوں و مظلوموں میں شمار ہونگے، بشرطیہ کہ تھانیدار جی اس پر ایمان لائیں۔۔"

شہروز نے بڑے سبھاؤ سے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے ملبہ کسی اور پر ڈالا تھا۔ ابرار حمید دونوں مطلب پرستوں کو متاسف نظروں سے صرف گھور سکے تھے۔ کیونکہ ابھی بڑے شہزادے کے مزاج شریف ملاحظہ کرنا از حد ضروری تھا۔

ان کا تو طلحہ کو ایئرپورٹ جانے والی بات بتانے کا کوئی ارادہ ہی نہیں تھا۔ کیونکہ دادا ابا نے قطعاً اجازت نہیں دینی تھی۔ لیکن شومئ قسمت کی آج طلحہ بنا اطلاع گھر نازل ہو گیا اور سارا معاملہ بگڑ گیا اور حسب سابق موصوف ناراضگی کا بھرپور اظہار کرتے ہوئے گریزاں کونے میں کھڑے تھے۔ اور پھر اسی ناراض شکل کے ساتھ کمرے سے روانہ ہو گئے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

یہ ناراض مہم دوسرے دن ناشتہ کی ٹیبل تک جاری وساری تھا۔امروز شہروز تھانیدار کے خطرناک تیور

سے خائف ہلاگلا کرنے کے بجائے سرگوشی پر اکتفا کررہے تھے کیونکہ لفظ 'خاموشی' ان کے لغت میں نہیں تھا۔

البتہ ابرار حمید کی نگاہ گاہے بگاہے فل یونی فارم میں چوڑے شانوں اور چھاجانے والی شخصیت کے ساتھ ماحول پر چھارہے ناراض تھانیدار پر اٹھ رہی تھی۔ جس نے رات سے ان کا بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔

بس ایک زونی تھی جو اس سارے معاملات سے دور اپنی ہی کتابوں کی دنیا میں گھن چکر بنی ہوئی تھی۔ وقت پر کھانا اور پھر کتابوں کے ساتھ سر کھپانا امتحانات سے پہلے اس پڑھاکو بچی کا معمول یہی ہوتا تھا۔

"زونی ایکزام کی تیاری کیسی چل رہی ہے؟" طلحہ نے اچانک ہی زونی کو مخاطب کیا۔

"اے ون بھائی جان!" زونی حسب عادت چشمہ ٹھیک کرتی مسکائی۔

"بڑے! وہ دن کب آئے گا جب ہم بھی سینا ٹھوک کر کہیں گے اے ون تھانیدار۔۔؟" شہروز حسرت سے بولا۔

"کم از کم اس جنم میں نہیں آئے گا۔۔" امروز صاف گوئی سے بولا۔

"اور پھر کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو نجمہ آپی ہیلپ کرا دیتی ہیں۔۔"

"ہاں! نجمہ تو گلی کی ماسٹرنی لگی ہوئی ہے۔۔" امروز نے دانت کچکچائے۔۔

"گلی کے ماسٹر والے خدمات آپ جیسے مہان لوگ انجام دیتے ہیں نجمہ جیسے قابل بچے آعلیٰ عہدوں کو ترجیح دینا پسند کرتے ہیں اپنی صلاحیتوں کو منوا کر۔۔" طلحہ نے برجستہ کلاس لگائی۔

"غالباً عنقریب رزلٹ آوٹ ہونے والے ہیں کیا بھلی سی تاریخ ہے وہ؟" روز حساب کل آنے کا آج ہی آگیا تھا۔ دونوں نے ابرار حمید کی جانب مدد طلب نظر اٹھائی جو خود موقع کی تلاش میں تھے۔

"ارے! تھانیدار ابا کو آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے آپ ان کی سن لیں نہ یہ غیر اہم باتیں ہوتی رہے گی۔ (اب آگے کا ہولڈ سنبھال)۔" لجاجت سے کہتے ہوئے امروز نے شہروز کو ٹھوادیا۔۔

"جی جی کیا بھلے سے شاعر نے کہا ہے۔۔

جیسے شمع کو ضرورت ہے پروانے کی

ویسے ابا کو ضرورت ہے ایئرپورٹ جانے کی۔

شہروز نے باضابطہ شعر کا پوسٹ مارٹم کر ڈالا تھا۔

"اور تم دونوں کو ضرورت ہے کٹ کھانے کی۔۔دیکھ رہا ہوں آج کل بہت زیادہ ایکٹو ہو گئے ہو فضول اکٹوٹیز میں۔۔"غضبناک انداز میں دونوں کو گھر کا جو موضوع گفتگو بدلنے میں کمال مہارت رکھتے تھے۔

"ہم پر کیوں بھڑک رہے ہیں تھانیدار شاعر کی کارستانی ہے۔۔"شہروز ڈھٹائی سے بولا۔

"اچھا۔۔"چمچہ واپس پلیٹ میں رکھ کر سنجیدہ تاثرات لیئے مکمل شہروز کی طرف متوجہ ہوا۔

"اب ذرا اس بھلے سے شاعر کا بُرا سا نام بتائیں مجھے تاکہ میں بنفس نفیس انھیں خراج تحسین پیش کروں؟ کہیں کی بھراس کہیں نکل رہی تھی۔

"مم۔۔میں کیا جانوں تھانیدار! ابا آپ اپنی بات کریں نہ یار مجھے نغمہ نے ایک دوست کے گھر ڈراپ کرنے کا کہا تھا میں چلتا ہوں۔۔"شہروز فوراً سے پیشتر کرسی کھسکا کر کھڑا ہوا تھا۔

اور اس سے پہلے کوئی کچھ کہتا فریج کے اپر سے اپنی کھٹاری کی چابی اٹھا کر یہ جا وہ جا ہو گیا۔

"اب غصہ تھوک دو میں حامی بھر چکا ہوں ملک صاحب کو، مجھے اندازہ نہیں تھا تم اتنا شدید خفا ہو جاؤ گے ورنہ میں کبھی حامی نہیں بھرتا۔۔"کچھ توقف کے بعد ابرار حمید منانے کے انداز میں گویا ہوئے۔

"میں خفا نہیں ہوں مجھے بس آپ کا اپنے صحت کو اگنور کرنا ناگوار گزرتا ہے۔۔"وہ سنجیدگی سے ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ ہی کہتے ہیں ناں کی صحت سب سے زیادہ ضروری ہے، جان ہے تو جہان ہے، پھر کیوں آپ ہر بار ملکوں کے حکم نامہ کے آگے اپنی صحت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، ابا آپ ہم چاروں کا کل اثاثہ ہیں، ہمارا سائباں ہیں، نہیں کریں ایسا۔۔" اس کے متانت بھرے لہجے میں عاجزی اور سب کچھ کھونے کا ڈر نمایاں تھا جو صرف ابرار حمید نے محسوس کیا تھا۔

اور اپنی کوتاہی پر پیشماں بھی ہوئے تھے۔

"آیندہ نہیں کروں گا اب کی بار مان جاؤ۔۔" انھوں نے آگے ہو کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھا۔

"ہمم!!۔" وہ سر ہلاتا پھٹی پھٹی آنکھوں سے باپ بیٹے کی گفت و شنید ملاحظہ کر رہے امروز کی طرف متوجہ ہوا۔

"ابا! گھر نہیں ہے، میں بھی اب نکلنے لگا ہوں، کوشش کرنا کی تم دونوں نہ نکلو زونی کو اکیلا چھوڑ کر خالہ نجمہ کو بھیجیں گی اسے بھی تنگ کرنے سے گریز کرنا ورنہ جلد ہی میں دو دن کی چھٹی پر گھر آنے کا ارادہ رکھتا ہوں سارے حساب کتاب تفصیل میں بے باق کروں گا۔" ھدایت کم دھمکی پر امروز فرمابرداری سے سر ہلا گیا۔

اور وہ گنگنا رہے فون کو لیکر سائیڈ پر ہوا۔

"ابا! یہ آپ کے بیٹے ہمارے بڑے بھائی ہیں یا آپ کے ابا ہمارے دادا ابا ہیں؟" امروز نے بڑے اشتیاق سے پوچھا تھا۔ ابرار حمید نفی میں سر ہلاتے وہاں سے نکل گئے۔

"اس کا کیا مطلب ہوا مینا؟" وہ چشمہ ٹھیک کرتی زیر لب مسکرا رہی زونی کی طرف گھوما۔

جو چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے زور و شور سے فزکس نوٹس میں دیکھ کر ہیٹ ایجن ڈیا گرام کا رٹا لگا رہی تھی۔

"بس کر بہن مان لیا تم تھانیدار کی پڑھاکو جمع رٹو طوطا بہن ہو۔ توبہ ہے ایک سوال کا جواب بھی نہیں مل سکتا انسان کو یہاں۔۔۔۔" وہ بلند آواز میں بڑبڑاتا وہاں نکل گیا تھا۔

پیچھے زونی صاحبہ اسی رفتار سے ایک ہاتھ چائے جبکہ دوسرے ہاتھ سے کچا خاکہ ڈالنے میں مصروف تھی۔

---

کوئی خواہش نہیں تجھ سے

اے میری عمر رواں

میرا بچپن، میرے جگنو،

میری گڑیا لادے۔

پلین انٹر نیشنل ایئرپورٹ پر لینڈ ہو چکی تھی۔اس نے اپنی ازلی مغرور و بے نیاز انداز میں اسجد کے ہمراہ پلین کے حدود سے باہر قدم رکھا۔ لیکن زیادہ دیر تک وہ تکبر کے تابوت میں قید نہ رہ سکی تھی۔

ہر پردیسی کو نہایت اپنائیت سے اپنے حصار میں مقید کر محبت کا بوسہ دیکر خوش آمدید کہتی اپنے وطن کی مدمست ہواؤں نے اپنا جادو دکھانا شروع کر دیا تھا۔

پھر اس سنگ و سفاک دل مغرور حسینہ کے برف سے منجمد احساسات ان فضاؤں میں تحلیل اس سرزمین کی جادوئی مٹی کی مسحور کن خوشبو کی پتھر کو موم کر دینے والی تاثیر سے کیسے گریزاں رہ سکتی تھی۔

ہاں! آبرو ملک جیسی شاذ و نادر ہی مسکرانے والی خود پسند لڑکی کے پنکھڑی سے نازک لبوں کو ایئرپورٹ سے باہر قدم رکھتے ہی ایک بے ساختہ، بے معنی، بے وجہ، بے سبب، ہر قسم کی ریاکاری سے پاک صاف اجلی مسکراہٹ نے نہایت نرمی سے چھو لیا تھا۔

اس نے محسوس کیا حیرت انگیز طور پر بالکل مختلف دھن پر دھڑک رہے دل کی دھڑکنوں نے چپکے سے ان آوارہ بنجارہ ہواؤں کا شکریہ ادا کیا تھا اس خوبصورت استقبال ور۔

وہ مشکور تھی ان مدمست ہواؤں کی پیش قدمی پر جو باہیں کھولے اسے خوش آمدید کہ رہی تھی۔۔ برسوں بعد اس کی واپسی پر خوشی سے جھوم رہی تھی، رقص کر رہی تھی، جشن منا رہی تھی۔

اس کے بوند بوند محبت کو ترسی بنجر زمین سی وجود کو اپنی مہربان محبت و اپنائیت سے سینچے گئے باہوں میں بھر کر سیراب کر رہی تھی۔

بے تحاشہ نرمی سے اس کے کومل وجود پر چڑھا ضد، خودسری و خود پسندی کا خول چٹخاتے ہوئے اصل آبرو و قاص ملک سے دنیا کو متعارف کرا رہی ہے۔

خلاف طبیعت بجائے نخوت کے بے تحاشہ اشتیاق سے خوش گوار انداز میں وہ ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہی تھی۔

ایئرپورٹ کی ایک ایک چیز میں تبدیلی نوٹ کر اسے بالکل بھی تعجب نہیں ہوا تھا۔ سب تو متوقع تھا۔ وہ روتی بسورتی آبرو ملک جب گزرے سالوں میں سر تا پا بادل گئی تھی تو یہ پھر انٹرنیشنل ایئرپورٹ تھا جو پورے ملک کو ری پریزنٹ کرتا تھا۔ یوں بھی تیرہ سال کوئی کم عرصہ تو نہیں ہے۔

وہ دھیمی مسکراہٹ کے ہمراہ سر جھٹک کر آگے بڑھی ہی تھی کی ارد گرد کا سرسری سا جائزہ لے رہی نظر ایک جگہ بے ساختہ ٹھہر گئی۔ کھلا روشن چہرہ پل میں متغیر ہوا۔ خوبصورت دمکتے نقوش میں یکا یک اداسی کے رنگ گھلے۔ مسکراتی آنکھوں کی خوشی ماند پڑی ساتھ نم آنکھوں میں چند سال پہلے کا وہ جذباتی منظر اسی آب وتاب سے لہرایا۔

ہاں! یہی تو وہ جگہ تھی جہاں وہ ننھی آبرو ملک روتی فریادی کرتی اپنے سنگ دل ماں باپ کے روبری سسکتے بلکے ہوئے گڑگڑا رہی تھی۔ محبت کے ننھے واسطے دیتے ہوئے اس کی ہچکیاں بندھ گی تھی۔ لیکن اس کی فریادوں کا اس کے سنگ دل والدین پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

اس کے آنسوں اس کی آہ وبکا سب رائیگاں گئی تھی ان کے سفاک فیصلے کے مقابل!

نجانے کیسے ماں باپ تھے اس کے بڑی سفاکی سے انھوں نے دامن چھڑا کر اسے اپنے جیتے جی یتیم ولاوارث زندگی جینے کیلئے بالکل انجان ملک، انجان جگہ، انجان لوگوں کے ہمراہ ناآشنا آب وہوا میں سانس لینے کیلئے بھیج دیا تھا۔

وہ اس جگہ پر نظر گاڑے کس کرب سے گزر رہی تھی۔اس کا اندازہ اس کی برداشت کی شدت سے سرخ پڑتی آنکھوں، بھینچی مٹھیوں کی ابھرتی ہری ہری نسوں، سلگتی کنپٹی کی ابھری رگوں اور مشق ستم بنے نازک لبوں سے جھلکتے خون سے بخوبی لگایا جاسکتا تھا۔

معاًشناسہ آواز سماعت سے ٹکرا کر ماضی اور حال کے درمیان کی دوری بانٹ گئی تھی۔وہ فوراًادھر سے نظر ہٹا کر آواز کی سمت متوجہ ہوئی۔۔

"السلام علیکم آبرو بیٹا سوری ہم تھوڑا لیٹ ہو گئے، شریف الدین بھئی سامان ڈالو گاڑی میں۔۔"

مدمقابل شفیق سامانوس چہرہ تھا۔ لیکن بچپن کی یہ تصویر دھندھلی تھی ذرا۔ جس وجہ سے اسے شناخت کرنے میں دشواری پیش آرہی تھی یوں بھی یادوں کے ریلے نے ذہن کو مفلوج کیا ہوا تھا اس وقت۔

"بیٹا میں ابرار حمید منشی چچا شائد آپ نے پہچانا نہیں؟" ابرار حمید نے اسے کنفیوز دیکھ خود تعارف دیا۔

"ججج۔۔جی منشی چچا۔۔"

وہ ماتھا بجا کر جیسے ہوش میں آئی۔

"جی منشی چچا۔۔بیٹا یہ انھیں دے دیں۔۔"

وہ اس کے پہچان لینے پر نرمی سے مسکائے ساتھ ٹرالی تھامے کھڑے خوش شکل لڑکے کی طرف متوجہ ہوئے۔

"السلام علیکم انکل میں اسجد۔۔"

اسجد نے خود بڑھ کر تعارف دیا تھا۔ جس پر ابرار حمید نے اس کے سر پر دست شفقت رکھا۔

البتہ آبرو کی متلاشی پریشان نظریں تیزی سے کچھ بہت قیمتی تلاش کر رہی تھی اس بھیڑ میں جو اتنے غیر شناسہ چہروں میں کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ اسی کشمکش وہ لوگ ابرار حمید کی تقلید میں گاڑی تک پہنچ گئے تھے۔

آبرو کا خیال تھا کی شائد اس کی تلاش گاڑی تک پہنچ کر ختم ہو جائے گی، دل تو اھیں انٹر رنس پر منتظر نہ پا کر ہی بجھ گیا تھا۔ لیکن ایک امید کا پھڑ پھڑاتا دیا بد گمانیوں کی آندھیوں سے مقابلہ کرتا روشن تھا کے وہ لوگ لازمی گاڑی میں اس کے منتظر ہوں گے۔

لیکن گاڑی کی اگلی پچھلی ساری سیٹس خالی دیکھ آخری امید اپنی موت آپ ہی مر گئی تھی۔

پگھل رہے احساسات واپس سخت برف بننے لگے تھے۔آنکھوں میں جلی جوت سرد مہری کی پرت تلے مدھم ہو کر معدوم ہو گئی۔شنگرفی لبوں کی مسکراہٹ پھیکی ہو کر لب واپس سختی سے بھینچ گئے۔چیخ رہا خول واپس اسی مضبوطی سے چڑھ گیا۔وہ واپس وہی بن گئی جو بن کر آئی تھی یا ان گزرے سالوں نے اسے بنایا تھا۔

"بیٹا! بیٹھیں ناں آپ۔۔"

ابرار حمید اس کے سائیڈ کا ڈور کھولتے قصداً مسکرائے ورنہ اس موم کی گڑیا کے پتھریلے تاثرات آنکھوں کی اداسی دیکھ ان کا دل پسیج گیا تھا۔

"جی۔۔"وہ برف سے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں ایک لفظ ادا کر کے ٹھا کی آواز کے ساتھ دروازہ بند کرتی فرنٹ سیٹ کی طرف بڑھی تھی۔

"بیٹا! میں جانتا ہوں کی آپ کو اپنی ڈرائیو پر سفر کرنے کی عادت ہو گی۔ اور لازمی آپ کو ملک منشن کا روٹ یاد ہو گا، لیکن بات دراصل یہ ہے کی ابھی ہم ملک منشن نہیں فارم ہاؤس جا رہے ہیں اور۔۔۔" ابھی وہ لجاجت سے مزید کچھ کہتے کی وہ بے انتہا تعجب کے ساتھ مڑی تھی۔۔

"کک۔۔ کیا۔۔ کیا کہا آپ نے۔۔؟"

اس کا لہجہ نہ چاہتے ہوئے بھی لڑکھڑا گیا تھا۔ اسجد نے افسوس سے ابرار حمید کو دیکھا جو اس کے رد عمل پر گڑبڑا گئے تھے۔

"بب۔۔ بچے وہ ہم ابھی فارم ہاؤس جا رہے ہیں۔ پھر چند دنوں میں ملک صاحب آپ کو خود ملک منشن لیکر جائیں گے دراصل ملک صاحب خود آنے والے تھے لل۔۔"

"لیکن آئے نہیں۔۔۔" وہ درشتگی سے قطع کلام کر گئی۔ پھر استہزائیہ مسکراہٹ کے ہمراہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

"کیونکہ اس ایئرپورٹ پر لینڈ کرنے والی ان کی نام نہاد بیٹی کی اتنی اوقات نہیں تھی کی مسٹر اینڈ مسیز وقاص ملک اپنا قیمتی وقت اس پر ضائع کرتے۔ اسے پرسنلی رسیو کرنے ایئرپورٹ آتے یا اسے اپنے بڑے سے عالی شان منشن میں چند دن قیام کرنے کی اجازت دیتے، واو۔۔" وہ ہاتھ اٹھا کر تمسخر سے کہتی بیک ڈور تک آئی۔

"آپ نے بھی کیوں زحمت کی منشی چچا میں ٹیکسی لیکر آجاتی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔۔" وہ ششدر کھڑے ابرار حمید سے مخاطب ضرور تھی۔

لیکن ضبط سے سرخ پڑتا چہرہ مخالف سمت میں تھا۔ شائد نہیں یقیناً خود کو بڑی توپ چیز سمجھنے والی آبرو وقاص ملک اپنے اندر کی توڑ پھوڑ چھپا رہی تھی۔ اسجد لب بھینچ گیا۔

"بٹ تھینکس فار دس آنر!!" وہ سرخ چہرہ لیئے جبراً مسکراتی ہوئی مڑی۔ لہجے میں لفظ کم کانچ سی چبھن زیادہ تھی۔

دوسری طرف اس کے اس قدر شدید رد عمل پر ابرار حمید کے پاس صفائی کیلیئے مجتمع الفاظ کا زخیرہ اس چھوٹی سی لڑکی کے رد عمل سے جھلک رہی بد گمانی کے ملبے تلے دب کر آن ہی آن میں دم توڑ گئے تھے۔

وہ بحر حیرت میں غوطہ زن اس موم کی گڑیا کو دیکھ رہے تھے جو بلیک جینز پر اؤنچی شرٹ کندھے پر جیکٹ، بکھری سیاہ گھٹاؤں کے حالے میں سرخ پڑتا

مہتاب سا مکھڑا اور جھیل سی گہری غزالی آنکھوں میں خود اذیتی و بد گمانی کے طوفان لیے ضبط کی انتہاء پر بے بس کھڑی تھی۔

یہ وہ بچپن کی منشی چچا کی گردان کرنے والی گڑیا تو نہیں تھی۔ یہ تو اپنے والدین سے سخت متنفر لڑکی تھی۔ جو بنا ساری حقیقت جانے بد گمانی کے منازل طے کئے جا رہی تھی۔ ابرار حمید کو جتنا ترس اس موم کی گڑیا پر آیا تھا اس سے کئی زیادہ اس کیلئے پل پل تڑپ رہے اس کے والدین پر آیا تھا۔

"آبرو! کام ڈاؤں پلیز۔۔"

اسجد ابرار حمید کو ششدر دیکھ آبرو کے قریب جھکا۔

"بائی داوے آپ اپنے ملک صاحب کو فارم ہاؤس کیلئے شکریہ کہئے گا ان کی مہربانی سے ہمیں رہائش کیلئے جگہ مل گئی، ورنہ کہاں آشنا مگر پھر بھی انجان شہر

میں ہوٹلز کیلئے مارے مارے پھرتے۔۔" وہ بیک ڈور کھول کر بیگ اندر پھینکتی دھرام کی آواز کے ساتھ ڈور بند کر گئی تھی۔

"انکل آپ بھی بیٹھیں شام ہو رہی ہے۔۔" اسجد ابرار حمید کے پاس آیا جو اب بھی بے یقین کھڑے تھے۔

"جج۔۔جی آپ بیٹھیں میں بھی آرہا ہوں۔۔"

وہ اسجد کے شانوں پر ہاتھ رکھتے دقت سے مسکرائے۔۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے گاڑی ایئرپورٹ کے حدود سے نکل گئی تھی۔ آبرو غم و غصے کی ملی جھلی کیفیت میں ونڈ سکرین کے باہر دوڑتے بھاگتے مناظر میں اپنے بن موسم برسات کی طرح چھم چھم مینا برسانے کو بے تاب نین کٹوروں کو بار بار رگڑ رہی تھی۔ لیکن سینے میں اٹھتا درد اس کی کوشش کی مسلسل ناکام کر رہا تھا۔

"آبرو آریو اوکے؟"

اسجد سے اس کی حالت دیکھی نہیں گئی تبھی اندازہ ہوتے ہوئے بھی شانوں پر دستِ مہرباں ثبت کرتے ہمدردی سے پوچھا۔

میری درد کی کہانی،

میرے آنسوں سے پوچھو

میری مجسلی تبسم،

میری ترجمہ نہیں ہے۔

"نو! اٹس ہرٹنگ!!" دور شفق پر سرخ نظر گاڑھے اس خودسر لڑکی کے گھمنڈی دل کی درد بھری صدا اسی کی سخت دیواروں سے ٹکرا کر دم توڑ گئی تھی۔

"ڈونٹ وری ابا ؤٹ می!!" جب بولی تو بھرایا لہجہ کاٹ دار تھا۔

اسجد کا ہاتھ بے دردی سے جھٹک کر ہمیشہ کی طرح اپنے درد کو خود تک محدود رکھنے کے خود سے کئے وعدے پر وہ آج بھی قائم ودائم تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

معمول کے مطابق ان کے چھوٹے موٹے کام ختم کرنے کے بعد وہ بیڈ پر اپنے سائیڈ آکر دونوں ہاتھ کو آپس میں مسلتی سر جھکا کر بیٹھ گئی تھی۔

فائل کھولے غیر توجہی سے فیکٹری کا نفع نقصان دیکھ رہے وقاص ملک فائل بند کر کے اپنی شریک حیات کی طرف متوجہ ہوئے جو جسمانی طور پر تو ان کے پہلو میں موجود تھی لیکن ذہنی طور پر مکمل غیر حاضر تھی جس کا اندازہ ان کے الجھے بکھرے حُلیہ سے لگایا جا سکتا تھا۔

ہمیشہ نک سک سے تیار رہنے والی جبین ملک دو دن سے وہی شکن آلود کپڑے زیب تن کئے ہوئے تھی، بالوں کو بھی شائد دو دن سے برش کی شکل

نہیں دکھائی تھی اور یقیناً ان دو دنوں میں انھوں نے غذا اور میڈیسن کو بھی مکمل نظر انداز کیا تھا۔

سوجی متورم آنکھیں جو وقفہ وقفہ سے رونے کی چغلی کھا رہی تھی۔ ان کے پہلے سے بھاری دل پر مزید ڈھیروں بوجھ آن گرا تھا۔ وہ بے بسی سے فائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر ان کے قریب ہوئے۔

"آپ کی یہ گریہ وزاری آپ کی خود اذیتی آپ کی صحت کو بری طرح متاثر کر رہی ہے جبین بیگم! آپ سمجھ کیوں نہیں رہی ہیں کیوں مجھے ندامت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا رہی ہیں، ہے مجھے اپنی بزدلی کا اندازہ خدارا مزید مجھے اپنی نظروں سے نہ گرائیں، نہیں بن پایا میں آپ لوگوں کا مضبوط سائباں لیکن کیا کروں میں اب۔" وہ شکستہ خوردہ سے شکوہ کر رہے تھے یا اپنی بے بسی و کم ہمتی کا تمسخر اڑا رہے تھے یہ وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھے۔

"ایسے نہیں کہیں آپ!" ان کے شکوے پر جبین ملک نے تڑپ کر سرخ چہرہ اٹھایا۔

"میں جان کر کچھ نہیں کر رہی ملک صاحب! یقین کریں، میں خود اپنی مامتا کے آگے بے بس ہوں حالات کی نزاکت سمجھتی ہوں لیکن دل نہیں ٹھہر رہا۔۔" وہ مارے بے بسی کے ان کے ہاتھوں میں چہرہ ٹکاتی رو دی تھی۔

"وہ ہم سے بہت بد ظن ہے، لیکن آج اس کی بد گمانی کی کوئی انتہاء نہیں ہو گی، اور بد گمانی جائز بھی تو ہے کون سنگ دل والدین ہونگے جو برسوں بعد واپس آ رہی اپنی متاع جاں کو خوش آمدید کہنے نہیں گئے ہوں، لیکن ہم ۔۔" آگے لفظوں نے ساتھ نہ دیا تھا وہ بس شدت سے روتی دل کا غبار نکالنے لگی۔۔

وجود زن اس معاملے میں کتنی خوش نصیب ہوتی ہے ناں جب درد حد سے سوا ہو جائے دل کا بوجھ سنبھالے نہ سنبھلے تو آنکھوں سے پانی کی صورت بہاد کر غم دور ہو نہ ہو درد میں راحت آئے ناں آئے غم کا زور ضرور ٹوٹ جاتا ہے، اہ! یہ مرد باغی آنسوں کو بھی تیزاب کی صورت جلتے دل کی زمین میں جذب کر کے اذیت دگنا کر لیتے ہیں۔۔

وقاص ملک بلک بلک کر رو رہی جبین بیگم کو حسرت بھری نظروں سے بس دیکھ کر رہ گئے البتہ ضبط سے آنکھیں خون جھلکانے لگی تھی۔۔

"آپ نادم نہ ہوں ملک صاحب! میں جانتی ہوں آپ بھی تکلیف میں ہیں لیکن معذرت میں بجائے آپ کی طاقت بننے کے آپ کو اور کمزور کر رہی ہوں۔۔" وہ ندامت سے سر اٹھاتی اپنے آپ سے لڑ رہے شوہر سے مخاطب تھی۔

"طاقت توانسان کے اندر ہونا چاہئے بیگم ! اور میں ہمیشہ سے بزدل رہا ہوں، کوکھ اجڑنے کے ڈر سے میں نے آپ کی کوکھ ہی سونی کر دی، ہونا تو یہ چاہئے تھا کی آپ کی گود آباد رکھنے کیلئے میں پوری دنیا سے لڑ جاتا، لیکن میں تو خود سے لڑنے سے قاصر ہوں دنیا کی کیا بات کروں۔۔" وقاص ملک پھیکا سا مسکرائے۔۔

"ایسا نہیں کہیں ملک صاحب پلیز۔" ان کے استہزائیہ الفاظ سے انھیں تکلیف پہنچی تھی۔

"لیکن آپ فکر نہیں کریں ایک بار وہ فارم ہاؤس پر سیٹ ہو جائے پھر ہم چاروں جائیں گے اس سے ملنے۔۔" وہ سرعت سے روئے سخن بدل گئے تھے۔

"عمیر عامر کو لانے کب جا رہے ہیں کل بات ہوئی تھی دونوں آبرو کا سن کر بہت اکسائیٹیڈ ہو رہے تھے۔۔"

جبین بیگم نے گیارہ سالہ عمیر اور نو سالہ عامر کا پوچھا جو بورڈنگ میں تھے۔۔

"کوئی منتھلی ٹیسٹ ہو رہے ہیں ان کے ہو جائیں تو پرنسپل انفارم کر دیں گے پھر بھیج دینگے ڈرائیور۔۔"

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"یہاں کون مداری بندر تماشہ دکھا رہا ہے؟" وہ آخری کلاس کے بعد گراونڈ میں نکلی ہی تھی کے ایک جگہ سٹوڈنٹز کا ہجوم دیکھ بیزاریت سے بڑبڑائی۔

"اس قوم کا کچھ نہیں ہو سکتا، چیز انوکھی ہو ناں ہو لیکن ان کا بھیڑ انوکھا ضرور ہوتا ہے۔۔" تجسس کے ہاتھوں مجبور وہ کوفت سے خود کلامی کرتی اس طرف بڑھی۔

"بیڑا تر جائے تیرا۔۔"

بھیڑ چیر کر اندر گھسنے کے بعد کھودا پہاڑ نکلا چوہا کے مصداق امروز حمید کو گیٹ ار کے ساتھ نبرد آزما دیکھ نجمہ کا حلق تک کڑوا ہوا تھا۔

گودھن بہت مدھر چھیڑا تھا کم بخت نے صاحبِ سماعت پہلی بار میں کھو جائے لیکن دشمنی کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں اگر یہاں نجمہ بی بی متاثر ہو جاتی تو ان کی لمبی ناک نہ چھوٹی ہو جاتی۔۔

"کیا ہوا میرے بھائی کے ٹیلنٹ سے جل گئی؟"

نجانے کہاں سے بوتل کی جن کی طرح شہروز چہکتا ہوا نمودار ہوا تھا۔

"یہ منہ اور مسور کی دال۔۔"

نجمہ نے کوفت سے آنکھیں گھماتے ہوئے جیسے ناک سے مکھی اڑائی۔

"بھلے زبان سے اعتراف نہ کرو لیکن چہرہ تو چیخ چیخ کر اندرونی کیفیت بیاں کر رہا ہے۔" وہ اس کے چہرے کے آگے انگلی سے دائرہ بناتا استہزائیہ بولا۔

"نیلگوں وسیع آسمان، سبز قالین سی نرم گھاس پر کھڑے ہو جس پر یونیورسٹی والوں نے خاصہ خرچہ کیا ہے، اور جو ہر ایرے غیرے کو دستیاب نہیں ویسے منہ تو تم دونوں لنگور کا بھی نہیں ہے لیکن۔۔۔۔۔

"بس بریک پر پیر رکھیں ماسٹر نی جی! اور خلاصہ بتائیں کیونکہ جلنے کی بو تو خیر پورے یونی میں پھیل چکی ہے۔۔" بیچ میں اسے ٹوکتا جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ نجمہ کو پیر کے ناخون سے سر کے بال تک سلگا گیا تھا۔

"تم کدال جیسے دانتوں والے اگر اپنی بتیسی کی نمائش کرنے کو اتاؤلے نہ ہوتے تو میں بات مکمل کر چکی ہوتی۔" وہ پھاڑ کھانے کو دوڑی۔

"مطلب یہ کی خدا کی اتنی عظیم نعمت ارد گرد موجود ہے تمہارے کم از کم اسی کا لحاظ کر کے کچھ خدا کا خوف کر لو تم دونوں عجوبے شکل دیکھی ہے اپنی آئینہ میں گدھا بھی جیلس نہ ہو تم دونوں نمونوں سے نجمہ تو خیر نہ ممکن ہی ہے۔۔"نخوت سے ناک چڑھاتی وہ اچھی خاصی عزت کر گئی تھی۔

"ہائے! صدقے جاؤں میں شکل پھاپھا کٹنیوں والی اور ادائیں کٹرینا کیف والی واہ نجمہ بی بی آپ کے انداز۔۔"شہروز نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ تالی بجائی۔

"دیکھو ماجوج تم۔۔"

نجمہ انگلی اٹھا کر کوئی بھاری بھر کم دھمکی چپکانے کو تھی کی نجانے کہاں سے بڑا شیطان نازل ہوا اس کی انگلی مٹھی میں جکڑ کر نیچے کرتا جلتی پر تیل کے مترادف شروع ہوا۔۔

"دیکھئے آپ مس جل ککڑی! ہم دونوں بھائی پاس ہو چکے ہیں اسی خوشی میں رنگ موسیقی کی محفل سجی تھی ہماری کامیابی آپ کا سیروں خون جلادے گی اس کا بخوبی اندازہ تھا لیکن ہماری سلیبریشن 'بھی'۔۔"

بھی پر خصوصی دباؤ معنیٰ خیز پڑا تھا نجمہ کلس کر رہ گئی۔۔

"خیر آپ کی قیاس آرائی کی تو بج گئی بینڈ! اب آپ کی باری ہے سو گیٹ ریڈی کیونکہ مکرنے تو ہم اپنے باپ کو بھی نہیں دیتے اپنی زبان سے، کیوں چھوٹے؟" وہ استہزائیہ ابرو چڑھاتا شہروز کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولا۔ نجمہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

"ویسے چھوٹے بات واقعی ناقابل یقین ہے یار ہم تو ایک بھی پیپر میں نہیں لڑھکے یار اللہ کا معجزہ ہے یہ بھی ایک۔" وہ مصنوعی تعجب سے بولا۔

پھر ذرا جھک کر نجمہ کے برابر ہوتا نہایت سنجیدگی سے جلتے توے پر بیٹھی لڑاکا طیارہ کو تیلی لگائی۔

"لیکن ماسٹرنی صاحبہ کی پیشن گوئی کے مطابق تو ہمارا ایک بھی پرچہ کلئیر نہیں ہونا تھا کیوں ماسٹرنی جی؟"

وہ شرارت سے بھری آنکھیں پٹپٹاتا اس وقت نجمہ کو زہر سے بھی کچھ زیادہ ہی برا لگا تھا۔ لیکن مصلحت کے تحت بجائے ان کمینے یاجوج ماجوج کی طبیعت صاف کرنے کے وہ مٹھیاں بھینچ کر ضبط لازم پر قائم رہی۔

کیونکہ اپنے پیر پر کلہاڑی مارتے ہوئے یہ بونگی محترمہ نے بس دو دن پہلے ماری تھی اور ساتھ اچھا خاصہ انعام بھی رکھا تھا۔

"دیکھو بڑے بے بی کو غصہ آرہا ہے۔۔"

شہروز کو مزہ آیا نجمہ کی حالت دیکھ۔

وہ تو محترمہ اپنے دام میں آپ صیاد پھسی تھی تبھی ضبط کر رہی تھی ورنہ اب تک دونوں بھائیوں کا حلیہ وہ بگاڑ چکی ہوتی جیسی چیل چڑیل فطرت تھی اس کی۔۔

"ہمم! بڑے مطلب سمجھتے ہو اس بات کا؟"

بظاہر اس نے امروز کو مخاطب کیا تھا۔

لیکن دونوں کی شریر نگاہوں کی مرکز وہ جل بھن رہی اوور سمارٹ لڑکی تھی جس نے خود اکھلی میں سر ڈالا تھا۔

"نجمہ جی! آپ کو تو اپنی شرط یاد ہی ہو گی؟۔"

"بالکل یاد ہے۔ ہو گی کیا ہوتا ہے چھوٹے یہ ٹھہری ذہین جمع فطین دوشیزہ ان کا اگلا مشن تو مریخ ہے۔۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ بل کھا کر رہ گئی۔

"ویسے محترمہ مہربانی ہو گی اگر جو آپ مشن مارس پر نکلنے سے پہلے شرط کے مطابق ہر سنڈے ہمارے خلوت خانہ آپ کی زبان میں کباڑ خانہ کو اپنے درشن دے جائیں، وہ کیا ہے ناں صفائی آدھا ایمان ہے۔" شہروز نے تپا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ دائیں آنکھ کا کونہ دبایا۔

نجمہ کا من کیا کھولے جوتی اور کر دے دونوں کا دماغ درست لیکن غلطی اس کی تھی اس نے خود آ بیل مجھے مار کے مصداق ان شیطان کے استادوں کو دعوتِ شامت دی تھی۔

دو دن پہلے ہی کی تو بات تھی جب نجمہ صحن میں زونی کو کوئی ٹاپک سمجھا رہی تھی جب یاجوج ماجوج کی جوڑی ادھر آ دھمکی۔ اس کے بعد تو دونوں کا منہ نہیں ٹوٹ رہا تھا اسے 'گلی ماسٹرنی: کہ کر چڑاتے ہوئے اور مد مقابل نجمہ تھی جو صاف سیدھی بات پر پھاڑ کھانے کو دوڑتی تھی اس بات پر تو سیخ پا ہو گئی۔

اور طیش کے عالم میں دماغ کو فارغ کرتے ہوئے چیلنج کر دیا۔

"" گر تم دونوں نمونوں کا ایک پرچہ بھی نکل گیا تو میں ہر اتوار تمہارے کباڑ خانے کی حالت درست کرنے اپنے پیروں پر چل کر آؤنگی۔ "

اسی ایک لمحہ کے جوش نے بیڑا غرق کر دیا تھا۔

جوش تو آکر کب کا ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ لیکن اس طیش کی پاداش میں اب وہ اچھے اچھوں کا دماغ درست کر دینے والی نجمہ دونوں منحوس برادرز کی بکواس بڑے صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کر رہی تھی۔

اس لیۓ شائد کہتے ہیں جوش میں ہوش کبھی نہیں کھونا چاہیۓ جوش تو ابال کی طرح آکر چلا جاتا ہے بعد میں ہوش آنے پر ہوش کھونے کا بھگتان بھاری پڑتا ہے۔

"مراقبہ بعد میں کر لینا بی بی! ابھی تمہاری وین آگئی ہے جاؤ ہم بھی چلتے ہیں آج تو پارٹی ہو گی ہم پاس ہو گئے سارے پرچوں میں یاہو!!!۔۔"

دونوں بھائی یاہو کا نعرہ بلند کرتے اچھلتے کودتے یہ جا وہ جا ہو گئے تھے۔

نجمہ اب بھی صدمہ زدہ سی کھڑی تھی۔اپنی دی زبان سے مکرنا تو خیر سے شان کے خلاف تھا لیکن اس سے زیادہ کٹھن ان دو گند پسند برادران کی جی حضوری کرنا تھا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا جب چڑیا چگ گئی کھیت۔

"عجیب مصیبت ہے۔۔" جھنجھلا گئی۔۔

"کیا ہوتا اللہ انٹر میڈیٹ کی طرح اس بار بھی ان دونوں کا ایک دو پرچہ اٹک جاتا اور میں لڑ جھگڑ کر اپنا خلاصہ کر لیتی لیکن نہیں آپ نے ان عجوبوں کو سارے پرچوں میں باعزت بری کرنا تھا۔۔" وہ جلی بھنی با آواز بلند شکوہ کرتی گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

"کس کس کو اپنی زندگی سے ککڈ آوٹ کرو گی آبرو و قاص ملک۔۔۔؟انسان ہو تھک کر نڈھال ہو جاؤ گی، ٹوٹ کر بکھر جاؤ گی، زرہ زرہ ہو کر اپنا وجود کھو دو گی اس خود ساختہ جنگ سے، عقل مند ہو تو دانشمندی کا ثبوت بھی دو اور لڑو ان سے جنہوں نے تمہیں محروم رکھا۔۔"

اسجد نے گاڑی مین روڈ پر چڑھتے ہی اسے اپنی غلطی کا احساس دلانا چاہا۔۔

"مجھے ڈکٹیٹ مت کرو مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا میں بخوبی جانتی ہوں۔۔پہلے بھی خبردار کیا ہے پھر کر رہی ہوں اپنے مفید مشورے اپنے تک محدود رکھو اسی میں تمہاری بھلائی ہے ورنہ تم جانتے ہو میں خود کا لحاظ بھی نہیں کرتی۔۔" وہ بنا نظروں کا مرکز تبدیل کئے ٹھنڈے ٹھاڑ لہجے میں اسجد کو اس اوقات باور کرا گئی تھی۔

"میں تمہیں نہ ڈکٹیٹ کر رہا ہوں نہ ڈی گریٹ میں صرف اتنا کہہ رہا ہوں کی سکہ کا ایک رخ دیکھ کر خود دوسرا رخ مت اخذ کر لو کیا خبر سکہ کا دوسرا رخ تمہاری سوچ کے بالکل برعکس ہو۔۔" اسجد اپنی تضحیک نظر انداز کرتا رسان سے بولا۔

آبرو نے ذرا سا گردن موڑ کر سادہ نظروں سے اسے دیکھا۔ یہ ڈھیٹ بھی نجانے کس مٹی کا بنا تھا باز ہی نہیں آتا تھا اتنی تضحیک آمیز رویہ کے بعد بھی۔ شائد وفادار دوست اسی کو کہتے ہیں۔

"اسجد! کیا تمہاری کوئی سیلف ریسپیکٹ نہیں ہے؟"

اس کا لہجہ استہزائیہ نہیں استفامیہ تھا۔ اسجد ہولے سے مسکرایا۔

"بے شک ہے ہر کسی میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ایک بے حد سنسٹو آرگن بھی ہوتا ہے ہیومن باڈی میں جسے ہم ہارٹ یعنی 'دل' کہتے ہیں۔ جس

کا حال آنکھوں سے عیاں ہوتا ہے۔ جس طرح تمہاری آنکھوں سے ہو رہا ہے۔ آبرو خود کو مزید اذیت مت دو یار۔۔"

اسجد نے رسانیت سے ایک اور ناکام سے کوشش کی اسے معلوم تھا اس کے لفظوں نے اس بے پرواہی کے خول میں مقید لڑکی کے دل پر اثر کیا ہے لیکن افسوس یہ تھا کی یہ دل کی نہیں ضد کی غلام تھی۔

یہ ناکام کوشش وہ گزشتہ پندرہ سولہ دن سے کرتا آرہا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کی آبرو ملک اس بلا کا نام ہے جو اپنی کھال تو بدل سکتی ہے لیکن خیال نہیں۔ اگر اس نے مفروضہ گڑھ لیا ہے کی اس کے والدین نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے بچپن سے اسے اپنے لمس اپنی محبت و شفقت سے محروم رکھ کر تو بس یہی اس کیلئے اس دنیا کا آخری سچ ہے اس کے آگے اس نے کسی کی نہ سننی ہے نہ خود سمجھنا ہے۔

لیکن اسجد بھی اپنی نرم طبیعت کے ہاتھوں مجبور تھا اس سے اس ماں کی گریہ و زاری باپ کی مشتاق و ملتجی نظریں دونوں معصوم بھائیوں کی اپنی بڑی بہن کیلیئے تڑپ دیکھی نہیں جا رہی تھی اور نہ ہی اس بد تمیز لڑکی کا خود کو اذیت دینا وہ برداشت کر پا رہا تھا عجیب دوراہے پر خود کو کھڑا محسوس کر رہا تھا۔

وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا اگر آبرو کو اپنے ماں باپ کو اپنی شکل دیکھنے کیلیئے ترسانا ہی تھا تو وہ امریکہ سے آئی ہی کیوں تھی؟ اور اگر آ ہی گئی تھی تو سامنہ کرنے سے کیوں گریزاں تھی؟ اتنے ڈھیر سارے سوالوں کا جواب ندارد تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"قسم خدا کی زونی! تمہارے دونوں بھائی اس دنیا کے کوئی اخیر بے ترتیب مخلوق ہیں۔۔ توبہ توبہ کوئی انسان اپنے ذاتی بیڈ روم کو بھی ایسا بنا کر رکھ سکتا ہے تمہارے عجوبے بھائیوں کی خلوت گاہ کے درشن سے پہلے میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی ایسا کچھ۔۔۔

دیکھو ذرا کوئی ایک بھی چیز ڈھنگ سے جگہ پر موجود ہے۔۔۔؟ ہر چیز کو اس بے پرواہی و قدری سے پھیکا گیا ہے جیسے کاٹھ کباڑ کو کباڑ خانے کے نذر کیا گیا ہو، بلکہ کباڑ خانہ بھینسوں کا باڑا بھی ان یاجوج ماجوج کے بیڈ روم سے لاکھ گنا بہتر ہو گا۔۔" وہ آج اتوار والے دن شرط کے مطابق طوعاً و کرہاً ہی سہی لیکن امروز شہروز کا کمرہ درست کرنے آئی تھی۔ اور حد سے زیادہ بکھرے کمرے کو دیکھ اس کی زبان کو ذرا سکون نہیں تھا۔

قریب ہی ساگوان کی لکڑی سے بنی مضبوط قد آور الماری میں ٹھونسنے کے انداز میں رکھے گئے کپڑوں کو باہر نکال کر سلیقے سے ترتیب دے رہی زونی محض ہوں ہاں پر اکتفا کر رہی تھی۔ کیونکہ اس کا آدھا دھیان نوٹز پر اور آدھا کپڑوں پر تھا۔

"میں بتا رہی ہوں زونی! تمہارے سارے ارمان دھرے کے دھرے رہ جانے ہیں اپنے ان اخیر نکمّے نٹھلّے کاہل و آلسی بھائیوں کی دلہن دیکھنے

کے۔۔کسی کنگلے فقیر انسان نے مفت میں بھی اپنی لنگڑی کانی کوجی بیٹی ان دونوں کے سر نہیں منڈنا ہے لکھوالو تم یہ بات۔توبہ !اپنی اپنی بیوی کی توان دونوں نے اپنا گند صاف کرواکرواکر ہی جان لے لینا ہے۔" تکیہ کا غلاف تبدیل کرنے کے ساتھ تیزی سے بیڈ شیٹ بدلتے ہوئے نجمہ بی بی کی زبان بھی فل سپیڈ میں گوہر افشانی کر رہی تھی۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے نجمہ اپیا! آپ بھی تو جانتی ہیں جب تک بھائی جان مستقل گھر رہا کرتے تھے دونوں پابندی سے نہ صرف اپنے کمرے کی بلکہ پورے گھر کی صفائی کیا کرتے تھے۔۔اور نوراں بھی تب پابندی سے حاضری لگاتی تھی یہ تو جب سے بھائی جان نے شہر قیام کرنا شروع کیا ہے تب سے گھر میں بے ترتیبی بڑھ گئی ہے۔

اب ایسے میں اِمو اور شیر و بھیو بھی کیا کر سکتے ہیں پورا گھر وہی دونوں تو سنبھال رہے ہیں۔نوراں آتی بھی ہے تو محض برتن دھو کر حال کمرہ جھاڑنے

تک اس کے بچوں کی رونے کی غائبانہ آواز اسے سنائی دینا شروع ہو جاتی ہے۔۔ "زونی نے تہ کئے ہوئے کپڑوں کو اٹھا کر الماری میں سلیقے سے رکھتے ہوئے بڑی معصومیت سے اپنے دونوں بھائی کی وکالت کی۔

"تم کہتی ہو تو مان لیتی ہوں ورنہ۔۔" وہ بادل ناخواستہ ناک چڑھا کر بولی۔

"ورنہ کیا؟"

معاًامروز نے عقب سے بات اچک کر چیلنجگ انداز میں ای بر واٹھایا۔

"کوئی جنگل میں منگل والی باباجی ہو تم جو چلتے پھرتے بھوِشیہ وانی کرتی رہتی ہو؟"

"یا پھر آستانے والی نیک بی بی جسے خود کے حال کی خبر نہیں ہوتی اور محترمہ لگی ہوتی ہیں لوگوں کے مستقبل کھنگالنے میں؟" شہروز نے بھی ٹکڑا لگایا۔

"ویسے آپی تم بیٹھ جاؤ آستانے پر۔۔ قسم بڑا چلے گا تمہارا بزنس۔ بس تم نے ساس کی چغلی بہو کے پاس اور بھابی کی نند کے پاس کھانی ہو گی۔ اس میں تو تمہیں ماشاءاللہ سے ویسے ہی خوب مہارت حاصل ہے۔۔" ٹیپو نے دونوں کے پیچھے سے منہ نکال کر بڑی معصومیت سے مشورہ کم بہن کا دل زیادہ جلایا شریکوں کے سامنے۔

رہی کسر سہی دونوں خبیثوں کے بروقت قہقہ نے پوری کر دی۔

"اس نادر و نایاب مشورے کا شکریہ! ویسے میں سوچ رہی ہوں میرا آستانہ میں تین لنگوڑوں کی زندہ قبر پر بناؤں کیا خیال ہے؟" وہ نتھنے پھلا کر ہاتھ میں پکڑا تکیہ زمین پر پٹختی شعلہ جوالا بنی کچّا چبانے کو لپکی۔۔

"اور تم۔۔ اس کا رخ ٹیپو کی طرف تھا۔ تم تو اپنے ان ابلیس استادوں کے درس گاہ سے باہر ملو بیٹا۔۔"

اس نے انگلی اٹھا کر دھمکایا۔

بس نہیں چل رہا تھا کی تیز دانتوں تلے تینوں کو پیس ڈالے اصل تاؤ ہی اسے اپنے ماں جائے پر آیا تھا کس طرح منہ پر اپنی بہن کو چغل خوری کے مایا ناز خطاب سے نواز کر شریکوں کا کلیجہ ٹھنڈہ کر رہا تھا۔

"یہ لنگور کسے کہا؟" امروز نے خطرناک انداز میں ای برو چڑھایا۔

"آپ کو بمع آپ کے غریب ٹولے کے کوئی تکلیف؟ غریب صورت نہ ہو تو۔۔" وہ بھلا ڈرتی تھی کسی چیز سے۔

"دیکھو لڑکی!"

"معذرت! غریب شکل دیکھ کر مجھے اپنی قوتِ بینائی کی ناقدری نہیں کرنی۔" وہ ناگن سی بل کھاتی موٹی چٹیا پشت پر اچھالتی تینوں کو آگ لگا گئی۔۔

"خیر حقیقت تو لگتی ہے ٹھاکے ساتھ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔۔" وہ نخوت سے ناک چڑھا کر تکیہ کو بیڈ پر پٹختی حساب بے باق کرتی پوچھا دینے کع تیار مستقل ان کے گند پسندی پر رطب اللسان تھی۔۔

جس پر دونوں پر خاصا گراں گزر رہا تھا۔

"نہیں! محترمہ کی خوش فہمیاں تو چیک کرو۔ خدانا خواستہ آپ جنابہ نجمہ بی بی محکمہ بلدیہ کی چیف تو نہیں لگی جن سے ہم ادنٰی شہری کو کالونی صاف رکھنے کیلئے عزازی سند درکار ہے۔۔" شہروز نے استہزائیہ حصہ ڈالا۔

نجمہ نے دانت پیسے یوں ہی تو وہ انھیں یاجوج ماجوج کی جوڑی نہیں کہتی تھی دونوں ایک ہی خمیر سے اٹھے تھے زچ کرتے ہوئے۔

"خیر محترمہ ایک چیز واضح کر دیں ہم یہاں۔۔ آپ عالی جاہ شرط ہاری ہیں وہ بھی بری طرح تبھی یہ سب کر رہی ہیں کوئی احسان عظیم نہیں کر رہی اس

لی ئے ہماری معصوم بہن کو ہمارے خلاف ور غلانے کی یا خود کو مدر ٹریسا ثابت کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے بڑبولے کا یہی انجام ہوتا ہے۔۔"امروز نے اس کی لمبی چٹیا کھینچ کر سرزنش کیا۔

"مروبد تمیز انسان!"جواباً اس نے اٹھا کے وائپر اس کی کمر پر رکھا تھا۔

"ظالم عورت۔۔"مروز بلبلا اٹھا اس بے درد ضرب پر۔

"خبردار ن جو مجھے عورت کہا تو عورت ہو گی تمہاری بیوی جاہل منحوس کمینہ فضول انسان۔۔"لفظ عورت تو نجمہ کے تلووں پر لگ کر سر بجھی تھی۔

"زبان سنبھال کر لڑکی تمیز سے رہو۔۔"کمر سہلاتا وہ بگڑا

"تمیز کا چورن تم مجھے نہیں بیچو اور پہلے خود جا کر اخلاقی مدرسے میں داخلہ لو آیا بڑا تمیز خان کا پوتا تمیز سے بات کرو ہونہ!جوتی بھی نہ بات کرے میری

تمیز سے تم جیسے نمونوں سے۔۔" وہ ناک منہ چڑھاتی وائپر اٹھا کر کمرے سے نکل گئی تھی۔

"دو گز کی تو اس کی زبان ہے اللہ جانے کس کے نصیب پھوٹیں گے۔۔" امروز کو اس نامعلوم شخص سے دلی ہمدردی محسوس ہوئی۔

"ہائے آنکھیں چندھیا گئی آج برسوں بعد کمرے کو کمرے کی شکل میں دیکھ کر ورنہ تو یہ مجھے بھی کباڑ خانہ ہی لگتا تھا ایمان سے۔۔" صاف ستھرہ سلیقہ سے سیٹ کمرہ دیکھ آنکھوں کو جیسے راحت ملی تھی۔

"نجمہ اپیا! کی پورے تین گھنٹے کی انتھک محنت کا نتیجہ ہے۔ اور آپ دونوں نے بجائے ان کا شکریہ ادا کرنے کے انھیں مزید ناراض کر دیا۔" زونی نے کمرے کو گھوم گھوم کر اشتیاق سے دیکھ رہے بھائیوں کو احساس دلایا۔

"کوئی احسان تھوڑی کیا ہے اس کی جگہ شرط ہم ہارتے یا ہماری ایک بھی سپلی آتی تو دیکھنا تھا تم اپنی نجمہ اپیا کی کمینگی یہ تو اللہ مہربان ہو گیا ہم پر۔۔"امروز نجمہ کا احسان ماننے کو ذرا تیار نہیں تھا۔

"بری بات بھیو!"سدا کی انصاف پسند نرم دل زونی ٹوک گئی۔

"آج اتوار ہے چوک پر فوڈ سٹالز لگیں گے۔ عصر کے ٹائم جا کر نجمہ اپیا کے فیوریٹ سٹال سے ان کیلئے سموسہ اور کچوری لے آیئے گا اور پلیز شکریہ بھی کہ دیجئے گا انھوں نے سچ بہت محنت کی ہے۔۔"چشمہ ٹھیک کرتی وہ حکمیہ انداز میں بولی۔

"جوتی بھی نہ کرے ہماری شکریہ اس لڑاکو بندریا کا۔"

"ہاں بھئی کس خوشی میں؟"دونوں بدک کر سیدھا ہوئے۔

"بھیو!!"زونی کے لہجے میں واضح تنبیہ تھا۔امروز منہ بسور کر رہ گیا۔

ان کی جھوٹی بہن ان تینوں بھائیوں کی جان تھی۔ بھلے اس پڑھا کو مینا کو تھانیدار جی کی موجودگی میں وہ دونوں پریشان کرتے تھے۔ لیکن سچ یہ بھی تھا کے وہ اس کی کوئی فرمائش رد نہیں کر سکتے تھے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"لالے! مجھ سے سرکاری ڈیزل ہضم نہیں ہوتا پیٹ میں مروڑ اٹھنے لگتا ہے میری گاڑی سے چل۔" فارس نے طلحہ کے ہمراہ پولیس سٹیشن سے باہر قدم رکھتے ہی سڑک کی دوسری سائیڈ کھڑی اپنی گاڑی کی چابی اس کی طرف اچھالی۔

"افف!!! جب سے میں نے شہر قیام کیا ہے ان دونوں کے بہت پر پرزے نکل آئے ہیں، تفصیلی علاج کی ضرورت ہے۔۔" وہ دونوں ابھی دو قدم بھی نہیں چلے تھے کی ہاتھ میں موجود فون پر جیسے لرزا طاری ہوا۔ اور اس بے وقت زلزلے کی وجہ طلحہ خوب سمجھتا تھا تبھی تیوری چڑھی۔

"کیوں پھر سے میری ناہونے والی تھانیدارنیوں کی تصویریں بمع بائیوڈیٹا آئی ہے کیا؟" فارس نے چٹخارے لیکر پوچھا۔

"اس بار گھر جانا ہوا تو پہلی فرصت میں ان دونوں استادِ ابلیس کو مزہ چکھاؤنگا جان عذاب میں ڈال دیا ہے۔" وہ واٹس ایپ نوٹیفیکیشن میں فوٹوز کے انبار دیکھ دونوں فساد کی جڑوں پر ٹھیک ٹھاک تپ رہا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔دکھا تو ذرا میں بھی تو دیکھوں آج کی اپڈیٹ۔۔" زندگی سے بھرپور قہقہ لگاتا طلحہ کو چھیڑنے کے غرض سے اس کی طرف جھکا۔

"زیادہ شوخانہ ہو۔۔" اس نے فوراً فون پیچھے کرتے ہوئے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔

"لوگ کہتے ہیں ہمارے ملک میں جرائم بڑھتا جارہا ہے، اور ذمہ داران خاموش ہیں۔ بھئی! آپ جب خود مجرم کو اتنے آسان ذرائعہ مہیا کریں گے تو

جرم بڑھے گا نہیں تو اور کیا ہو گا۔اب بتاؤ جسے شادی کرنا ہے ایک بار دیکھ کر بھی کر سکتا ہے ناں؟

لیکن نہیں لوگوں نے فیشن بنالیا ہے لڑکی کی تصویر بمع فیملی ڈیٹیل ہر ایرے غیرے کی موبائل پر سینڈ کرنا۔ پھر کچھ اونچ نیچ ہو جاتی ہے تو سسٹم اینڈ سوسائٹی کی ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ڈسگسٹنگ۔۔"کاپی آل کر کے تمام فوٹوز کو بنا دیکھے ڈیلیٹ کرتا فون واپس جیب میں رکھتا وہ تاسف سے بولا تھا۔

"کیا کریں یار ہماری مشرقی عوام کا المیہ ہی یہی ہے ایک طرف خود جرم کو آسان بناتے ہیں، دوسری طرف جرم ہو رہا ہے کا رونا روتے ہیں۔ تم ہی بتاؤ کتنے بلیک میلنگ کیسیز سائبر کرائم برانچ والوں کو نہیں ملتے اب کیا سب احمق لڑکیاں خود اپنی تصویریں بھیجنے کی حماقت کرتی ہیں ہر گز نہیں ایسے ہی بہت سے مواقع خود ہماری سوسائٹی ان گھٹیاں لوگوں کو فراہم کرتی ہے جس کا انہیں احساس ہی نہیں۔۔"فارس نے بھی تائید کی۔

"خیر یہ سب جھوڑ یہ بتا چھوہاڑے کھلا کب رہا ہے؟" مین روڈ کی طرف بڑھتے ہوئے شرارت سے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔

"سامنے دیکھ اور بکواس نہ کر"

"نہیں میں سیریس ہوں یار تیرے گھر کو خاص کر زونی کو ایک عورت کی وجود کی سخت ضرورت ہے۔۔"

"وہ برسوں سے ہے۔۔ آج کوئی نئی ضرورت برآمد نہیں ہوئی ہے۔ اور بچپن سے زونی کی زندگی کی یہ کمی میں پوری کرتا آرہا ہوں۔ باقی رہی بات شادی کی تو میرا ابھی ایسا کوئی ارادہ نہیں۔۔"

"بس تیرا ہی ایک ارادہ نہیں باقی سب تو کمربستہ لگ رہے ہیں۔۔"

فارس کا اشارہ گزشتہ ایک ہفتے سے رقیہ دادی کی زیر قیادت طوفانی رفتار سے شروع ہوا مہم 'مشن تھانیدار کی شادی' کی طرف تھا۔

روزانہ امروز شہروز نجمہ اور ابرار حمید کے نمبر سے طلحہ کو کم از کم دو تین تو لازمی فوٹو بمع بائیو ڈیٹا واٹس ایپ پر موصول ہوتی تھی۔ جنھیں وہ بنا دیکھے ڈیلیٹ کر دیتا لیکن فارس فرض سمجھ کر اس کی کلاس لگاتا تھا۔

اور طلحہ کا بس نہیں چل رہا تھا کی اس سلسلہ کو بسم اللہ کرنے والے اپنے دونوں فسادی بھائیوں کی گردن مروڑ دے۔اس چل پڑے سلسلے سے وہ ناک تک عاجز تھا۔ لیکن مشکل یہ تھی کی وہ ڈائریکٹ رقیہ دادی کو منع نہیں کر سکتا تھا ورنہ لمبی چوڑی تقریر سننی پڑتی۔

"اس کا انتظام جلد کرنے کا ارادہ ہے فکر نہیں کر تو۔"

وہ چبا کر بولا۔

"ناشکرا ہی رہنا تو ہمیشہ۔۔۔اتنے پیارے اور خیال کرنے والے بھائی ملے ہیں نصیب سے لیکن تو ہے ہی ناقدرا انسان۔۔" قصداً مصنوعی آہ بھرتا وہ کمینگی سے مسکرایا طلحہ کے دانت پیسے پر ادھر حظ اٹھاتی تقریر جاری تھی۔۔

"بتاؤ بھلا اس نفسا نفسی کے دور میں کون کس کا سوچتا ہے اور تیرے بھائی ہیں کی پوری ذمہ داری سے روزانہ درجنوں کی حساب سے فوٹوز سینڈ کر رہے ہیں وہ بھی پوری چوکسی سے بائیو ڈیٹا کے ہمراہ۔۔"

"اپنی بکواس بند کر ورنہ پبلک پلیس کا میں بالکل خیال نہیں کروں گا۔" چابی لیکر کر گاڑی کی طرف بڑھتے وہ دھمکانا ہر گز نہیں بھولا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"دھرام!!"

"طلحہ!"

ابھی وہ گاڑی سے چند قدم دور ہی تھا کی دھرام کے ساتھ ایک دوسری گاڑی پیچھے سے گاڑی سے ٹکڑائی اور بھاری تصادم کی دل دہلا دینے والی آواز کے ساتھ فضا میں فارس کی چیخ بلند ہوئی۔

"لل۔۔لالے۔۔لالے تو ٹھیک ہے؟" فارس دوڑ کر حواس باختہ سا اس کے قریب پہنچا تھا۔

"میں تو ٹھیک ہوں لیکن ان کی گارنٹی کوئی نہیں لے سکتا۔۔" دانت پیستا اس گاڑی کی طرف بڑھا۔

گرد و پیش سے گزر رہے راہ گیر بھی اس پر سکون سڑک پر اچانک رونما ہوئی افتاد پر تیزی سے متوجہ ہوئے تھے۔

"لالے لیکن بات تو۔۔"

"پہلے ان سماجی حیوان کو سڑک پر چلنے کی تمیز سکھاڈان پھر بات ہوتی ہے۔" اس کا میٹر گھوم چکا تھا۔

سروس جوائن کرنے کے بعد سے آئے دن وہ ایسے کیسز دیکھتا رہتا تھا۔ جس میں امیروں کی بگڑی اولادیں اپنی عیاشی میں عام لوگوں کو حقیر کیڑے مکوڑوں کی طرح کچل کر نکل جاتی تھی۔

پھر ادھر معاملہ تھانے میں آتا نہیں تھا کی ادھر ایف آئی آر درج ہونے سے پہلے ہی یا تو ضمانت کا وکیل نازل ہو جاتا تھا یا پھر کیس واپس لینے کا جبری عندیہ چلا آتا تھا اور یہی محکمے کی جانب داری اور امیروں کی اجارہ داری طلحہ کا خون کھولا دیتی تھی۔

"ان جیسے امیروں کا وطیرہ ہے پہلے دولت کے نشہ میں دھت۔۔ عام لوگوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح کچل کر نکل جانا پھر ان کی حیات سے لیکر وفات

تک کی منہ مانگی قیمت لگانا۔۔"کڑے تیور لیۓ لمبے لمبے ڈگ اٹھاتا گاڑی کی جانب بڑھ رہے طلحہ کا بس نہیں چل رہا تھا کی اٹھا کر یہیں سے حوالات میں پھینکے۔

اس چمچماتی مہنگی گاڑی کو دیکھ کر ہی اندازہ ہو رہا تھا کی بمشکل شوروم سے نکال کر سڑک پر اتاری گئی ہے۔

دوسرا ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان حواس باختہ سی حواس بحال کرنے کی کوشش میں ہلکان ماڈرن سی محترمہ کو دیکھ کر کیس بالکل ہی واضح ہو گیا تھا۔

مطلب آج پھر کوئی پاپا کی پری اڑان بھرنے نکلی تھی۔ لیکن بد قسمتی سے وہ طلحہ حمید کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ تھانیدار صاحب نے تو جھاڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔

"محترمہ اپنے تشریف کا ٹوکرا ذرا باہر لائیں اور اپنی کارستانی ملاحظہ فرمائیں۔۔"نہایت بے دردی سے شیشہ پیٹتے ذرا لچک برتنے کا قائل نہیں تھا۔

"آئیں جنابہ ! آپ ملکہ برطانیہ کیلئے یہاں کوئی ریڈ کارپٹ کا انتظام نہیں ہونے والا ایسے ہی قدم رنجہ فرمادیں۔۔"ہنوز ڈور بند دیکھ اب کے دونوں ہاتھوں سے ایسے شیشہ پیٹا گیا کے بس ٹوٹنے کی کسر رہ گئی

"واٹ دا ہیل !۔"

معاً مستعدی سے پسینجر سیٹ کا ڈور کھلا۔اور اس سے پہلے کی کوئی ادھر سے برآمد ہوتا 'ٹھا' کی آواز کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ کا ڈور کھلا۔اور چنگاڑتی تمیز سے مبرا آواز نے طلحہ کے غصہ کو سوا نیزے تک پہنچادیا۔

"اپنا نقصان بتاؤ اور خاموشی سے دگنی قیمت لے جاؤ جنگلیوں کی طرح گلا پھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ایل مینرڈ پیپل۔۔"گاڑی سے برآمد ہوئی محترمہ کی رخ روشن سے پہلے تمیز واخلاق سے روبرو ہو کر طلحہ کا غیظ عود کر آیا تھا۔ مطلب ایک تو چوری اس پر سینہ زوری۔

"نقصان جاننے اور ہرجانہ ادا کرنے کیلئے آپ 'ملکہ الزبت' کو سڑک کے اس پار تھانے تک چلنے کے زحمت اٹھانی ہو گی۔ مس ویل مینرڈ۔۔"بنا اس بدتمیز بلا پر نظر غلط ڈالے اپنی گاڑی کی طرف اشارہ کرتا چبا کر بولا۔

"یو!!!!۔۔"آبرو کو تو جیسے پتنگے لگ گئے تھے مدمقابل کی برجستہ دھمکی میں پوشیدہ بدتمیزی پر۔

"وی آر سوری سی۔پلیز!!آن ہربی ہاف ایم رئیلی سوری۔۔

دوسری جانب سے دور کر آیا خوش شکل نوجوان بھپری ہوئی اس بد تمیز لڑکی کے سامنے ڈھال بن کر کھڑا ہوا تھا۔

"غلطی جس کی ہے اس کے چہرے پر تو ندامت کا شائبہ تک نہیں آپ کیوں وکیل دفاع بن رہے ہیں؟"

"اسجد سائیڈ ہٹو سمجھتا کیا ہے یہ دو کوڑی کا وردی والا۔۔" آبرو اس دراز قامت وردی میں ملبوس بچ رہے بد تمیز بندے پر اپر سے نیچے تک ایک حقارت بھری نظر دوڑاتی آوٹ آف کنڑول ہوئی۔

"اس کی۔۔"

"حوصلہ کر لالے لوگ دیکھ رہے ہیں تو وردی میں ہے۔۔"

فارس نے نیچی آواز میں اس بپھرے شیر کو شانت کرنے کی سعی کی۔

ورنہ جس ہتک آمیز لہجے میں اس بدمزاج لڑکی نے 'دو کوڑی کا وردی والا' ادا کیا تھا طلحہ تو طلحہ فارس کے رگوں میں بھی شرارے ابل پڑے۔

"آبرو! پلیز یار مجھے دیکھنے دو تم آرام سے گاڑی میں بیٹھو۔۔" شرربار نگاہوں سے آبرو کو سالم نگلنے کے درپر کھڑے اس فل یونیفارم میں ملبوس دراز قدو جاذب نظر کڑیل جوان کو دیکھ اسجد نے آبر کو قابو کرنا چاہا۔

"تم سائیڈ ہٹو جیڈی میں ڈیل کرتی ہوں اسے۔۔اس جیسے لوگوں کی فطرت سے میں خوب واقف ہوں۔۔"

وہ اسجد کو پیچھے کر کے سامنے آنے کی کوشش کرتی ہوئی تحقیر سے پھنکاری۔

یوں بھی اسے اپنے اندر کی کھولن نکالنے کا موقع چاہیئے تھا اب جب موقع مل رہا تھا تو وہ اپنے اندر کی سب فرسٹیشن نکال دینا چاہتی تھی۔

"اور آپ جیسے وراثت میں ملے نام اور دولت پر اِترانے والوں کی فطرت سے ہم بھی خوب واقف ہیں۔۔"

اس کی بدتمیزیوں پر مقابل بھی غصے سے پاگل ہوا تھا۔

"حد میں رہو۔۔"

"میں رہتا نہیں حد میں رکھتا ہوں مائنڈ ایٹ۔۔"

وہ انگلی اٹھا کر بولا۔

"یو!!!"

وہ بالکل ہی غصہ سے پاگل ہونے لگی تھی۔

ارد گرد بھی اچھا خاصہ لوگوں کا بھیرا اکٹھا ہو گیا تھا چونکہ طلحہ وردی میں تھا تبھی عوام الناس نے دخل اندازی کا عظیم فریضہ سرانجام دینے سے خود کو باز ہی رکھا تھا۔

"آبرو! پلیز یار لیٹ می ہینڈل دس ای انسسٹ!!"

اسجد معاملہ بگڑتا دیکھ منتوں پر اترا آیا تھا۔

پہلے سے بھری بیٹھی وہ تو کسی طور قابو نہیں ہو رہی تھی۔ اگر وہ اسے تھام نہ رکھتا تو اب تک اس پولیس والے کا حشر بگاڑ کر نیا بکھیرا کھڑا کر چکی ہوتی۔۔

"سر! ایم ایکسٹریملی سوری! پلیز آپ ہمیں نقصان بتا دیں ہم کمپنسیشن دینے کیلئے تیار ہیں۔" وہ لجاجت سے بپھرے طلحہ کے روبرو آیا جو آبرو کو کچا چبا جانا چاہتا تھا۔

"نقصان تو خیر بہت ہو چکا ہے وہ بھی ناقابل تلافی۔ لیکن ہمارا نہیں ان محترمہ کے والدین کا وقت پر ان کی سہی پرورش پر دھیان نہ دینے اور بے جا لاڈ پیار نچھاور کر کے انہیں 'تمیز' تہذیب' طریقہ' سلیقہ' جیسے زندگی کے بنیادی اصولوں سے نابلد رکھ کر۔"

سیاہ جینز پر اؤنچی شرٹ بنا کسی اسٹالر مفلر کے جنگلی بلی کی طرح غرا رہی لڑکی پر ناپسندیدہ نظر ڈال کر وہ استہزائیہ بولا۔

"ہاو ڈیر یو!! جیڈی جسٹ لیوای ول کل ہم۔۔" یہ زخموں پر گہرا وار جیسے اسے سلگتی آگ کی بھٹی میں پھینک گیا تھا تبھی چیخ کر خود چھڑانے کیلئے مچلنے لگی۔

"طلحہ! چل یار زیادہ نقصان نہیں ہوا میں دیکھ لونگا فضول کا تماشہ لگ رہا ہے۔۔" فارس اس کا بازو کھینچتا زبردستی گاڑی کی طرف بڑھا۔

"نقصان نہیں ہوا ہے تو اس کا مطلب ہے کی وہ بدتمیزی کرے گی؟" وہ مستقل ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتا مشتعل ہو رہا تھا۔

"اگنور کرنا یار بیٹھ گاڑی میں جلدی پہنچنا ہے۔۔"

فارس نے زبردستی اسے ڈرائیونگ سیٹ پر دھکا دیا اور خود گھوم کر پیسنجر سیٹ پر بیٹھا۔

"ویسے تھی محترمہ بڑی شعلہ جوالا!"

گاڑی مین روڈ پر ڈالتے ہوئے فارس نے مڑ کر اس گاڑی کو دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"بے جالار ڈ پیار سے پروان چڑھی امیروں کی بگڑی اولادیں ایسی ہی ہوتی ہے تہذیب واخلاقیات سے عاری بد تمیزی کی چلتی پھرتی برانڈ امبیسیڈر۔"

تنفر سے تجزیہ کرتے ہوئے وہ سائیڈ مرر سے گاڑی میں بیٹھ رہی اس بگڑی رئیس زادی پر ایک تیز نظر ڈالنا نہیں بھولا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"تم یہاں مرے ہوئے ہو ٹیپو کے بچے اور میں تمہیں پورے محلّے میں تلاش کرتی گھوم رہی ہوں ذرا شرم حیا احساس ذمہ داری نام کی کوئی چیز تم میں ہے کی نہیں؟"

وہ سب صحن میں گھاس پر بیٹھے دعوت اڑا رہے تھے جب ٹھاکی آواز کے ساتھ پھاٹک بس توڑنے کی کسر چھوڑ کر کھلا اور حسب عادت شعلہ جوالا بنی نجمہ بی بی نے ڈرائیگن کی طرح آگ اگلتے ہوئے انٹری ماری۔

"یہاں کی ایک ایک چیز ہمارے ابا حضور کی خالص حق حلال کی کمائی سے خریدی گئی ہے کسی بینک میں ڈاکا ڈال کر نہیں کھڑا کیا ہے اس گھر کو۔۔تو مہربانی ہو گی تخریب کار بی بی اگر جو آپ یہاں ہاتھ ہولا رکھیں گی۔۔"امروز نے کوفت سے سموسہ واپس پلیٹ میں رکھ کر پھاٹک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جتایا جواب تک ایک دوسرے میں سر پیٹ رہے تھے۔

جبکہ محترمہ تخریب کار صاحبہ کی خونخوار نظریں شہروز کے پیچھے روپوش ہونے کی ناکام کوشش کر رہے ٹیپو کو سالم نگلنے کے درپے تھی۔

"تم اپنا منہ ذرا بند ہی رکھو ہڈ حرام خود تو گھوڑے کے گھوڑے ہو کر ماموں کی کمائی اڑا رہے ہو اور گیان مجھے بانٹ رہے ہو۔۔" نجمہ کی زبان کے آگے تو یوں بھی خندق تھا امروز نے جھرجھری لی۔

"اور تم بے غیرتاں!! جانتے ہو نہ اتوار والے دن عصر کے وقت تمہیں چوک سے میرے لیئے سموسہ کچوری لانا ہوتا ہے جس کیلیئے پورا ہفتہ تم وقتاً فوقتاً مجھ سے رشوت لیتے رہتے ہو لیکن۔۔۔"

ٹیپو کو جھاڑ پلاتے ہوئے سلگتی نظر ٹرے پر ٹھہری جس میں رکھے اس کے من پسند سموسے اور کچوری کی اشتہار انگیز خوشبو پورے صحن کی فضا کو معطر کر رہی تھی۔

مشکل سے منہ میں آیا پانی چھپاتی نظروں کا زاویہ بدل گئی ورنہ بعید نہیں تھا وہ جھپٹ کر ٹرے منہ میں انڈل لیتی لیکن 'انا' درمیاں میں آہنی دیوار کی طرح حائل تھی۔

"ارے نجمہ اپیا آئیں نہ یہ سب میں نے بھیو سے آپ ہی کیلئے منگوایا تھا۔۔" زونی تیزی سے بولی۔۔

" بالکل بھی نہیں! میں یہ صرف اور صرف تمہارے لیئے لیکر آیا ہوں کسی کو خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔۔" امروز ٹرے اپنی طرف کھسکاتا دوٹوک انداز میں بولا۔

"ڈالو اپنے جہنم میں کوئی مر نہیں رہا تمہارے سستے سموسوں کیلئے ندیدے انسان میں خود منگوا رہی ہوں بلکہ دو تمہارے منہ پر بھی مارونگی۔۔" وہ تند ہی سے کہتی ٹیپو کی طرف بڑھی۔

"فوراً سے جاؤ آج ذرا پانچ سات زیادہ لانا اس ندیدے غریب کو بھی جتانا ہے سخاوت کہتے کسے ہیں۔۔"

وہ امروز پر کٹیلی نظر ڈال کر ٹیپو کی طرف مٹھی کرتی بولی۔

"نہیں آپی۔۔" ٹیپو نفی میں گردن ہلاتا منمنایا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب آپ تو جانتی ہے رشید بھائی کے سموسوں کی کتنی ڈیمانڈ ہے۔اب تک تو سب ختم ہو چکا ہو گا پھر میں کیوں ٹانگ میں درد کراؤں؟" ٹیپو نیچی آواز میں دہائی دیتا ہوا بولا۔اپنی لیڈی چنگیز بہن سے وہ ہمیشہ سے خائف رہتا تھا۔

"جلدی منگوائیں سخاوت کی مورت ہم غریب ندیدے نرے کنجوس منتظر ہیں۔۔"شہروز باقاعدہ سموسے کو ساس کی کٹوری سے نزاکت سے لگا کر عنابی لبوں تک لیجاتا جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"بھیو! میں نے آپ لوگوں کو بتایا تھا یہ اپیا کیلئے ہی منگوایا ہے۔آپ لوگ کیوں پریشان کر رہے ہیں انھیں۔انھوں نے اتنی محنت و وقت صرف کر کے آپ لوگوں کا کمرہ صاف کیا ایٹ لیسٹ آج تو جنگ نہیں کریں۔۔"زونی نجمہ کو جلانے کیلئے نزاکت سے ہاتھ نچانچا کر کچوری سے لطف اندوز ہو رہے امروز کے کان میں منمنائی۔

اسے نجمہ پر حقیقتاً ترس آرہا تھا۔سب یہاں تک امروز شہروز بھی خوب واقف تھے کی ان سموسے کچوریوں میں نجمہ کی جان بستی ہے۔دونوں داخل ہوتے ہی اس سے منہ ماری نہ کرتے تو اب تک وہ چھیں چھپٹ کر کھا چکی ہوتی۔

"احسان تھوڑی کیا ہے جو ہم جنابہ کو جھک جھک کر شکریہ کریں چائنس اسٹائل میں ان کا من پسند ناشتہ پیش کریں۔۔" نجمہ کے لال بھبھو کا چہرے کو اگنور کرتا امروز مزے سے بولا۔

اور بس ضبط لازم کی حدیں یہاں ختم ہوئی تھی۔

"اب تو دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے اس ٹرے کو نہیں چھوڑوں گی ویسے بھی میرے ماموں کی کمائی کے ہیں تم نکموں کا کیا ہے اس میں۔" نجمہ کو بھی جیسے ضد چڑھ گئی تھی۔یوں بھی موصوفہ کو جوش میں آتے وقت ہی کتنا لگتا تھا۔

"ایسے کیسے کھاؤ گی۔۔" امروز نے فی الفور ٹرے اپنے قبضے میں لی۔

"تم سیدھے طریقہ سے دو گے یا میں تمہیں گنجا کروں؟"

وہ اس کا ارادہ بھانپ کر اس کی طرف جھپٹی لیکن امروز پہلے سے چوکنا تھا۔فوراً پیچھے ہو کر اپنا بچاؤ کرتا ایک جانب ڈور پڑا۔

"تم۔۔۔" نجمہ نے اس کی پھرتی پر دانت کچکچائے۔

"اتنا آسان بھی نہیں ہے لڑاکا طیارہ۔۔" وہ گملے کی عار میں ہو کر اکسا رہا تھا۔

"اتنا مشکل بھی نہیں چھوہارے کی شکل والے۔۔"

وہ کمر پر دوپٹہ کستی میدان میں آئی۔

اور پھر کیا تھا حسب سابق اب صحن کی کچھ دیر پہلے والی پر سکون فضا میں امروز کا قہقہ اور نجمہ کی چیخ پکار گونج رہی تھی۔

نظارہ امروز کی قلابازیاں اور نجمہ کی جدوجہد سے بھرپور اکدم ون آن ون جنگ کا میدان تھا۔ شہروز ٹیپو تو اس مفت ایہہ ٹینمنٹ سے خوب لطف اندوز ہو رہے تھے۔ بس حساس زونی روہانسی نظروں سے کبھی امروز کو اس گملے کی پیچھے تو کبھی نجمہ کو اس گملے کے آگے ہوتا دیکھ رہی تھی۔

"ریلیکس پڑھاکو مینا کچھ نہیں ہو گا۔۔" شہروز کو بہن کی حالت پر ترس آیا۔

"بھیو! لیکن ہم نے منگوایا تو اپیا کیلئے ہی تھا نہ پھر انھیں تنگ کیوں کیا جا رہا ہے؟"

"کیونکہ آپا کو حالتِ جنگ میں رہنے کا بڑا شوق ہے اس لئے۔۔" ٹیپو بناٹام اینڈ جیری فائٹ سے نظر ہٹائے مزے سے بولا۔

"بری بات ٹیپو آپا ہے وہ تمہاری۔۔"

"لیکن لگتی خرانٹ ابا جی ہے۔۔"

"شٹ!! گیم اپ۔۔"

نجمہ کے میدان فتح کر لینے پر دونوں نے بے حد افسوس سے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

"ابھی تو مزہ آنا شروع ہوا تھا اور بھائی نے گیب اپ کر دیا۔۔" ٹیپو کو ملال ہوا۔

"میرا معصوم بیچارہ بھائی بھی آخر کہاں تک اس جنگلی بلی سے محفوظ رہ سکتا تھا۔۔" شہروز نے حمایت کی۔

امروز نے پلان کے مطابق جنگلی بلی کو دل بھر کر پریشان کرنے کے بعد خوراک دے دیا تھا۔ یہ ان کا پلان ہی تو تھا پہلے ٹیپو کو اپنے پاس بیٹھا کر اسے بلوانا اور پھر اکسا کر امانت دے دینا۔

---

"ملک صاحب! میرا دل بیٹھا جا رہا ہے آپ پلیز اسجد کو کال کریں اور معلوم کریں کہاں ہیں وہ لوگ، ابھی تک پہنچے کیوں نہیں۔۔" جبین بیگم متفکر سی حال کمرے میں چکر کاٹتی عمی تھیں۔

"بیگم! کوشش تو کر رہا ہوں دونوں کا نمبر آف جا رہا ہے۔ آپ فکر نہیں کریں یہیں کہیں آس پاس گئے ہوں گے۔ دور دراز کے راستوں کا ابھی

انھیں علم ہی کہاں ہے۔۔" وقاص ملک خود اندر سے بہت پریشان تھے۔ لیکن اپنی فکر ظاہر کر کے وہ ان کی پریشانی نہیں بڑھانا چاہتے تھے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ کیسے فکر نہیں کروں؟ چار گھنٹے ہونے کو آئیں ہیں۔ دونوں کی کوئی خبر ہے ناں ہی فون لگ رہا ہے۔ چلو آبرو نے ہماری آمد کا سن کر فون آف کر لیا مگر اسجد۔۔۔"

وہ واہموں میں گھری متحوش سی نگاہیں دہلیز پر ٹکائے چلتی ہوئی ایک بار پھر وقاص ملک کے قریب آئی۔۔

اسجد! وہ بچہ تو ایسا نہیں کر سکتا وہ ہر وقت اپنا فون آن رکھتا ہے۔ اور مجھے باقاعدگی سے آبرو کی پل پل کی خبر دیتا ہے۔ لیکن ابھی وہ بھی!! وقاص کچھ کریں واقعی مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ میں نے کہا ہی تھا آپ سے اسے

ملک منشن ہی میں رکھتے ہیں یہاں اکیلے چھوڑ دیا کوئی نگران نہیں زمہ داران نہیں۔۔"

"شششش!!!!۔کچھ نہیں ہو گا اسے۔"

وہ وہم وسوسوں کی ویران گلیوں میں بھٹکتی مامتا کی ماری خوف وہراس سے مغلوب عورت نجانے کیا کیا بولے جا رہی تھیں جب وقاص ملک نے انھیں نرمی سے ساتھ لگایا۔

"لیکن ملک صاحب۔۔"

"کہاناں بیگم !پریشان نہیں ہوں آجائیں گے۔پھر میں معلوم تو کر رہا ہوں گارڈز کو بھی بھیج دیا ہے اور کیا چاہئے آپ کو؟"اب کے وہ جھنجھلا کر ذرا تیز لہجہ اپنا گئے تھے۔

ذہن میں زہریلے اژدھوں کی طرح خدشات سر بلند کر دل پسیج رہے تھے۔اپنی مہربان سائے سے دور آبرو پر کہیں ان درندہ صفت دشمنوں کی پرچھائی نہ پر جائے یہ سوچ ہی کلیجہ چاک کرنے کیلئے کافی تھی۔۔

"ملک صاحب! آپ دونوں فکر نہیں کریں میں نے طلحہ سے بات کی ہے۔وہ یہیں کہیں آس پاس کسی کیس کے سلسلے میں آیا ہوا ہے۔گاڑی نمبر اور دونوں کا سیل نمبر بھی نوٹ کروادیا ہے کچھ دیر میں معلوم ہو جائے گا۔۔"

ابرار حمید نے اندر داخل ہوتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں دونوں کی ڈھارس بندھائی۔

"بہت شکریہ یار!"انھوں نے بے ساختہ ممنونیت سے مغلوب ہو کر انھیں گلے لگایا۔

"ایسا کرو طلحہ سے کہو کی اگر اس کے پاس واپسی پر وقت ہو تو کچھ دیر کیلئے ادھر ہی آجائے میں کچھ ضروری معاملات ڈسکس کرنا چاہتا ہوں۔۔"

انھیں لیکر سائیڈ پر ہوتے ہوئے وہ ذرا محتاط انداز میں بولے۔۔

"خیریت ملک صاحب؟"

"ہمم!!۔دراصل مجھے شک ہے جیسے گیلانیوں کو آبرو کی یہاں موجودگی کی بھنک لگ گئی ہے۔اس سے پہلے کی وہ سطح انسانیت سے نیچے کی حرکت کریں میں حفاظتی دیوار بلند و مضبوط کر دینا چاہتا ہوں۔۔"

وہ پر سوچ انداز میں خوف و فکر سموئے اپنا خدشہ ظاہر کر رہے تھے۔۔

"آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"انھوں نے شکوہ کیا۔

"اتنی ذمہ داریاں تو ڈال رکھی ہے تمہارے اُپر اور کتنا ڈالوں۔۔"وہ پھیکا سا مسکرائے۔

"خیر !ان کی کسی بھی حرکت سے پہلے میں طلحہ سے ڈسکس کر کے سیکورٹی کا بندوبست کرنا چاہتا ہوں۔ پھر موقع دیکھ کر آبرو سے بھی بات کر لوں گا۔ابھی تو وہ ناراض ہے۔ لیکن حالات کچھ بہتر ہوتے ہی میں اسے ساری حقیقت سے آگاہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ عمران بھائی سے تو خیر بات ہو ہی چکی ہے۔۔"

"جی ان شاءاللہ اللہ سب بہتر رکھیں !"

معاً صدر دروازہ کھلا اور بلیک جینز پر ریڈ لائنگز والی شرٹ پر بلیک لیدر جیکٹ چڑھائے اپنی ازلی نخوت زدہ خود سے بھی خفا چہرے کے ساتھ اسجد کے ہمراہ آبرو وقاص ملک نے قدم رنجہ فرمائے۔اور ماں باپ کو دیکھ اس کی آنکھوں میں اترے بدگمانی کے بادل پیشانی پر پڑے ناگواری کے بل واضح تھے۔

"آب۔۔آبرو!" برسوں بعد یوں بیٹی کو روبرو دیکھ جبین بیگم کی پھسی پھسی آواز برآمد ہوئی۔

خود وقاص ملک کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔

ان کی آٹھ سالہ جھوٹی سی معصوم گلابی گڑیا آج ایک حسین دوشیزہ کا روپ دھارے چہرے پر دنیا جہان کی بیزاریت لیئے آنکھوں میں ڈھیروں شکایات و بدگمانی سموئے ان کے مقابل تھی۔ پھر اس ماں کے جذبات کی ترجمانی کس کے بس کا مرض تھا۔۔

"میں طلحہ سے بات کر لیتا ہوں۔ اسجد بیٹا ذرا میرے ساتھ آیئے گا۔۔"

جذباتی منظر کی آبدیدہ فضا میں محسوس کی جانے والی گمبھیر تناؤ کو جڑ پکڑتا دیکھ ابرار حمید نے وہاں سے ہٹ جانا ہی مناسب سمجھا۔ جس میں آبرو کے برابر کھڑے اسجد نے بھرپور تعاؤن کیا تھا۔

"آبرو!"

"آبرو! میری بچی۔۔ میری جان۔۔"

جبین بیگم اس کی موجودگی کا یقین کرتی لرزتے ٹانگوں اور بہتی آنکھوں کے ہمراہ بے تابانہ اس کی طرف لپکی۔

"پلیز اسٹاپ دِس ڈرامہ۔۔ اِیٹ لیسٹ آئم ناٹ انٹرسٹڈ!۔"

وہ فی الفور چار سے پانچ قدم پیچھے لیتی قطعیت سے ہاتھ اٹھا کر انھیں ہی نہیں ان کی ماما کو بھی دھتکار گئی۔

اپنے دانست میں ٹھیک اسی طرح جس طرح کبھی انھوں نے اسے دھتکارا تھا۔ اس کی آہ و بکا کی پرواہ کئے بغیر اسے اپنے مہربان آنچل سے نکال کر تپتی صحرا میں پھینک دیا تھا۔۔

"آبرو!" تڑپ ہی تو گئی تھی وہ ماں اپنی ممتا کی اس قدر تذلیل پر۔

"آبرو بیہیو یور سیلف!!!۔" وقاص ملک کے لہجے میں واضح تنبیہ تھا۔

"یس! ڈٹس مائے پوائنٹ!۔۔یہی میں آپ لوگوں سے کہہ رہی ہوں بیہیو یور سیلفز!" بدتمیزی سے دوبدو جواب دیتی ہوئی وہ ذہن کے سلیٹ سے یہ بات بالکل مٹا چکی تھی کے وہ برسوں بعد اپنے ماں باپ کے روبرو ہے۔

اس کے کاٹ دار لب و لہجے پر وقاص ملک نے کسی سخت لفظ کی ادائیگی سے گریز کیلئے سختی سے لب آپس میں پیوست کئے۔

جبکہ جبین بیگم باضابطہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔اس قدر سنگ دلی کے مظاہرے پر ان کی ممتا تڑپ رہی تھی، بلک رہی تھی، اسے باہوں میں بھرنے، اسے چومنے، اسے محسوس کرنے، برسوں کی پیاسی مامتا کی بنجر زمین کو سیراب کرنے۔

وہ کٹھور بنی سینے پر بازو باندھے کھڑی تمسخر سے ان کی تڑپ کا تماشہ نہ صرف دیکھ رہی تھی بلکہ گھٹیاں ڈرامہ کا نام دیکر اس کی توہین بھی کر چکی تھی۔

"آپ دونوں بھی جانتے ہیں حقیقت کیا ہے۔ میں بھی واقف ہوں اصلیت کس چڑیا کا نام ہے۔

پھر یہ دکھاوا کس لیئے؟

میلو ڈرامہ کا کیا مقصد؟

اور اکسپیکٹڈ ری ایکشن پر اتنا اوور ری ایکٹ کیوں؟"

ٹھنڈا ٹھار جذبات کی حدت سے عاری لب و لہجے میں لاپرواہی سے کندھے اچکاتی وہ بظاہر سفاکیت کی عملی تفسیر بنی ہوئی تھی۔

لیکن لہو رنگ آنکھیں ضبط کی انتہاء پر آنسوں کے متبادل خون جھلکانے کیلئے بے تاب تھی۔ ان دو ہستیوں کو نگاہوں کے سامنے دیکھ کر کس مشکل سے

اس نے جذبات کے طوفان کے مقابل ضبط لازم کے بندھ باندھے تھے یہ وہی جانتی تھی۔

ان گزرے سالوں میں ہزاروں نہیں لاکھوں مرتبہ دور کر وہ ان دو ہستیوں کے خیالی مجسموں کے وسیع سینے میں چھپی تھی۔ وہم اور حقیقت کی تفریق ہونے تک لپٹی شکوے گلے کرتی رہی تھی۔ لیکن آج جب وہ مجسم روبرو تھے تو وہ کٹھور بنی خود پر ہی ظلم کر رہی تھی۔

"آبرو! پلیز بیٹا ہم بیٹھ کر آرام سے اس پر بات کرتے ہیں۔"

وقاص ملک جبین بیگم کے نڈھال وجود کو سہارا دیتے ہوئے ملتجی انداز میں بولے۔ جو اس کی سفاکیت کی تاب نہ لا کر بوسیدہ عمارت کی طرح ڈھے جانے کو تھی۔

"بات کرنے جیسا کچھ ہے ہی نہیں تو آپ لوگ بات کیا کریں گے۔ مہربانی کریں اور وہ دروازہ کھلا ہے آپ لوگ تشریف لے جایئے۔ کیونکہ مجھے آپ لوگوں کے اس اموشنل ڈرامہ میں ذرا انٹرسٹ نہیں ہے۔۔۔" لب بھینچ کر بیزاریت سے صدر دروازے کی طرف اشارہ کرتی وہ اپنے ماں باپ کے دلوں کے ساتھ اپنے دل پر بھی زہریلا تیر پیوست کر گئی تھی۔

'ضد' اور 'انا' نے اس قدر اندھا کر دیا تھا کی اسے نہ اپنے اندر کی بلکتی آبرو ملک کی 'فریادیں' سنائی دے رہی تھی۔ نہ ہی ماں باپ کی 'التجاء' کرتی نظریں دکھائی دے رہی تھی۔ کچھ یاد تھا تو بس اپنے ساتھ ہوئے مظالم۔۔۔

"میں یہاں اپنی مرضی سے آئی ہوں اپنی مرضی سے جب تک دل چاہے گا رہوں گی اور جب دل کرے گا اپنی مرضی سے فلائی کر جاؤں گی، آپ لوگوں کو مجھ سے یا میرے معاملات سے کوئی کنسرن نہیں ہونا چاہئے۔ جس

دولت نے میری پرورش کی ہے اب وہی دولت میرا سب کچھ ہے۔۔۔" وہ خود اذیتی کی انتہاء پر ان دونوں کی جانب سے پشت موڑ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

ساتھ نامحسوس انداز میں عارضوں پر نکلے باغی قطروں کا صفایا بھی کیا تھا۔

"آبرو! بچے ایسا نہیں کہو۔۔ وقاص سمجھائیں نہ اسے کلیجہ پھٹ رہا ہے میرا وقاص سن رہے ہیں آپ؟"

جبین بیگم اس کی سفاکیوں کی تاب نہ لاتی چیخ پڑی۔ لیکن اس پر ذرا اثر نہیں ہوا تھا۔

"پلیز مسز وقاص! خود کو مت تھکائیں میں ایمپریس نہیں ہونے والی ہوں۔۔" اپنے اندر کی روتی فریادیں کرتی ماں کی پر حدت آغوش باپ کے مشفق لمس کو ترسی آبرو کی گریہ وزاری سے کان لپیٹے وہ ہنوز اکتاہٹ سے ٹوک گئی۔

"آبرو! تمیز سے بات کرو پیرینٹس ہیں ہم تمہارے۔۔"

اب کے وقاص ملک نے اپنا لہجہ نرم رکھنے کی قطعی کوشش نہیں کی تھی۔ان کی نرمی کا وہ کچھ زیادہ ہی ناجائز فائدہ اٹھا رہی تھی لیکن سختی کا بھی تو اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"آئی نو آپ دونوں میرے پیرنٹس ہیں۔ لیکن یہ 'بِرتھ سرٹیفکیٹ' میں تسلیم کر چکی ہوں آپ دونوں کو نہ کبھی میری 'ضرورت' رہی نہ مجھ سے 'محبت'۔بس پیدا کرنے کا فرض ادا کیا ہے لاکھوں کی مالیت میری ذات پر لٹا کر۔"

وہ تلخ ہوئی۔

کیونکہ جن دو وجود کی آپ کو ضرورت تھی اور جن سے آپ کو محبت ہے وہ آپ کے دونوں بیٹے ہیں جو آپ کے پاس ہیں، آپ کے قریب ہیں، انھیں

ماں کی گود بھی میسر ہے پاپا کا کندھا بھی۔۔۔۔"اس نے سختی سے اپنے دونوں گال رگڑے۔

"جن سے ملے بغیر آپ لوگ ایک ہفتہ نہیں رہ سکتے۔میں تو تھی ہی ہمیشہ سے 'ان وانٹیڈ' پہلے اپنی ماں کے گود میں پھیک دیا پھر امریکہ اپنی کزن کی رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔آپ دونوں کی لائف میں تو شائد کہیں میرا وجود ایگزسٹ ہی نہیں کرتا۔کرے بھی کیسے آخر ہیں تو آپ بھی سوکالڈ 'فیوڈل لارڈ' جنھیں صرف 'وارث' چاہیئے۔"زہر خندہ انداز میں وہ نگینہ بیگم کا اپنے اندر بھرا زہر اگل رہی تھی۔۔۔

"آبرو!"اس کی بدگمانیوں کی بلند عمارت تلے دھنس رہے وقاص ملک کی شدتِ رنج و ملال سے آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا۔

اتنا دکھ تو اپنے جگر کے گوشہ کو خود سے دور کرتے وقت نہیں ہوا تھا جتنا اس کی بدگمانیوں کی بلند و بالا منزل دیکھ کر دل درد سے پھٹ رہا تھا۔

"میں نے حقیقت قبول کر لی ہے۔اس لیئے اب میری لائف میں بھی آپ لوگوں کی گنجائش نہیں۔ سو اٹس ریکویسٹ پلیز لیو می الون اینڈ ڈونٹ انٹر فیئر ان مائی لائف۔۔" وہ اپنے اندر برسوں سے پک رہے زہر کو ان دونوں پر انڈلتی ہاتھ جوڑ گئی۔

ناؤ! پلیز لیو۔۔" باغی آنسوں کی لڑیوں کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے اس کا گلا رندھ گیا تھا۔

دل کر رہا تھا دور کر ان کی باہوں میں سما جائے۔ لیکن ضد کہ رہی تھی جب آٹھ سالہ آبرو کو یہ گود یہ کندھا یہ فکر یہ رشتہ میسر نہیں تھا۔ تو تمہیں کیوں چاہیئے؟

جب ان کے ہوتے یتیمی کی تلخ زندگی گزار آئی ہو تو اب ان کا کیا کرو گی؟

"آبرو! کچھ نہیں جانتی تم میری جان خدارا ایسے نہیں کہو۔۔"

جبین بیگم وقاص ملک کا حصار توڑتی اس کے دونوں ہاتھ تھام کر گڑگڑاتی ہوئی اس کے سینے سے لگ کر زار و قطار رونے لگی تھی۔۔

دوسری طرف ماں کی لمس پر آبرو جیسے پتھر ہو گئی تھی۔ جبڑے بھینچے لاکھ کوشش کے باوجود بھی وہ اپنے وجود کو حرکت دینے سے قاصر تھی۔ سرخ آنکھیں نے اس لمس پر آپ ہی آپ عارضوں پر اذیت کی بارش کر دی تھی۔ وہ اپنی بے بسی پر سختی سے آنکھیں میچ گئی۔

"ہم ہمیشہ سے مج۔۔ مجبور رہے ہیں میرا خدا گواہ ہے اس دنیا میں مجھے تم سے زیادہ کسی سے محبت نہیں کسی سے نہیں سنا تم نے؟"

جبین ملک بے تابانہ اس کا نقش نقش چومتی اپنی مامتا کی پیاس کے ساتھ اپنی محبت کا یقین بھی دلا رہی تھی اور بت بنی ساکت و صامت ان کے لمس کی تڑپ سے روح پر پڑے آبلوں کی جلن میں راحت محسوس کر رہی تھی۔

"ہ۔۔ہاں۔۔ہاں۔۔"

یکایک وہ جیسے خواب سے جاگی۔اور تڑپ کر پیچھے ہوتی تیز تیز سانس بھرنے لگی تھی۔

"پلیز۔چ۔۔چ۔۔چلے۔۔ چلیں جائیں آپ لوگ یہاں سے۔"وہ لرزتے ٹانگوں کے ساتھ شکست کے احساس سے چیخی۔

پھر بنا دوسری نظر اپنے ماں باپ پر ڈالے آنکھوں سے اس سفاکیت پر نکل آئے احتجاجی آنسوں کو بے دردی سے گلابی رخساروں سے رگڑتی لڑکھڑاتے قدموں گرتی پڑتی اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔۔

اور جبین بیگم وہیں کارپیٹ پر ڈھے گئی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"میرا چھوٹا بھائی وہاج ملک گیلانی خاندان کی برسوں سے چلی آرہی فرسودہ مگر قابلِ احترام روایت کو توڑنے کا مرتکب ہوا تھا۔ان کی عزت کو اپنی عزت بنانے کی پاداش میں۔ گو وہ ارادتاً ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن گیلانیوں کی روایت پرستی نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ چونکہ وہ دونوں کسی صورت اپنی محبت سے دستبردار نہیں ہونا چاہتے تھے تو بحالت مجبوری ان دونوں نے اپنی مرضی سے کورٹ میرج لیا تھا۔ بنا ہمیں اطلاع کئے۔

وہ دونوں اچھے سے سمجھ چکے تھے یہ خاندانی روایت کے پجاری لوگ کسی صورت انھیں ایک نہیں ہونے دیں گے۔'وجہ' گیلانی خاندان کی خاندانی روایتوں کے مطابق خاندان سے باہر رشتہ کرنا گناہِ کبیرا تھا۔اور میرا جھوٹا بھائی اپنے قول سے مکرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ایسا نہیں تھا کی ہم نے

سبھاؤ سے معاملہ سلجھانے کی کوشش نہیں کی۔ ہم بارہا کئی بار سوالی بن کر ان کے در پر گئے۔ لیکن سب بے سود مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ بلکہ انھوں نے ہمیں بری طرح ذلیل کر کے نکال دیا۔ آخر میں ان دونوں کو جو بہتر لگا انھوں نے کیا۔ کورٹ میرتیج کے بعد ان دونوں کی جان کو خطرہ تھا۔ تبھی میں نے ابرار سے مشورہ کر کے انھیں احتیاطاً دبئی بھیج دیا۔۔"

وہ لحظے بھر کو رکے۔

"پیچھے جب گیلانیوں کو حقیقت کا علم ہوا تو حسب توقع انھوں نے ملک منشن میں آکر خوب ہنگامہ آرائی کی۔ دونوں کو زندہ زمین میں گاڑ دینے جیسی جاہلانہ دھمکیاں بھی ملی۔ اور جب ملک منشن سے اپنا مقصد حاصل نہیں ہوا تو حسب روایت پنچائیت سے رجوع ہوئے۔ اور پنچائیت میں مجھے طلب کیا گیا اور۔"

انہوں نے حلق تر کیا اور سرخ آنکھوں کو پل بھر کو میچا جیسے اس اذیت ناک منظر کو ذہن کے پردے سے محو کرنا چاہ رہے ہوں۔

"اور وہاں پنچ نے بنا انجام کا سوچے اپنی نام نہاد انصاف کا علم بلند کرتے ہوئے بے رحمانہ فیصلہ میری چار سالہ پھول سی بچی کے خلاف دے دیا۔ ہاں! ساتھ اتنی مہربانی کی ان لوگوں نے کی بچی کے بالغ ہونے تک کی مہلت دلوادی۔ اور وہیں سے میں اپنے بچی کو ان ظالموں اور ان کے بے رحمانہ انتقام سے چھپاتا آرہا ہوں۔ لیکن گزشتہ تین سالوں سے گیلانیوں کی طرف سے آبرو کا مطالبہ زور پکڑ گیا ہے۔ اب تو انھوں نے کھلے عام دھمکی دی ہے مجھے اگر میں نے آبرو کو جہاں چھپا کے رکھا ہے وہاں سے نکال کر ان کے حوالہ نہیں کیا تو نتیجہ کا ذمہ دار میں خود ہوں گا۔۔۔"

وہ آزردگی سے کہتے سر جھکا گئے۔ طلحہ نے جبڑے بھینچتے ہوئے رخ موڑ کر دوسرے صوفے پر براجمان اپنے باپ کو دیکھا۔ جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو اس دور میں بھی؟ ابرار حمید نے نظریں چرائی۔

وہ لوگ اس وقت ملک وقاص کے فارم ہاؤس کے ڈرائینگ روم میں موجود تھے۔ ملک وقاص نے خصوصی طور پر طلحہ کو مدعو کیا تھا اس مسئلہ کو ڈسکس کرنے کیلئے۔

اسی سلسلہ میں انھوں نے اسے چیدہ چیدہ اس ساری فساد کی جڑ اصل کہانی سے بھی آگاہ کر دیا تھا۔

"مسئلہ صرف آبرو کو کسی مضبوط ہاتھوں کے سپرد کرنے تک کا ہی ہے۔ ایک بار ہم آبرو کا نکاح کر دیں اس کے بعد میں گیلانیوں کو خود ڈیل کر لونگا۔ آبرو کے رشتے کی بات بھی میرے ماما زاد کے بیٹے سے ہو گئی ہے بس آبرو کو یہاں

کے ماحول میں سیٹ ہونے کا انتظار ہے۔ایک بار وہ یہاں سیٹ ہو جائے اور میں اسے اس ساری حقیقت سے آگاہ کر کے راضی کر لوں تو پھر سب خود ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن تب تک مجھے آبرو کی سیفٹی چاہئے جو امید ہے محکمہ پولیس مجھے فراہم کرے گی۔۔"انھوں نے پرامید نگاہیں اٹھا کر اس خوبرو نوجوان کو دیکھا۔

کاش! میرا بھی کوئی ایسا کڑیل جوان چٹان سا مضبوط پختہ ارادوں کا مالک بیٹا ہوتا۔وقاص ملک کے اندر ایک ہوک سی اٹھی۔

"آپ فکر ہی نہیں کریں ملک صاحب ہر شہری کو تحفظ فراہم کرنا ہمارا فرض ہے۔۔"اس کے لہجہ میں بلا کا ٹھہراؤ تھا۔ابرار حمید نے فخر سے گردن اٹھا کر اپنے کڑیل جوان بیٹے کو دیکھا۔

"مجھے اندازہ تھا آپ تعاون کریں گے تبھی میں نے ابرار سے کہ کر آپ کو یہاں بلوایا ہے اور امید کرتا ہوں کی آپ نے مائنڈ نہیں کیا ہو گا اس طرح ایک ذمہ دار پولیس آفیسر کو کال پر اپنے غرض سے گھر بلانا۔۔" وہ بڑی اپنائیت سے پوچھ رہے تھے۔ طلحہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"جی بالکل نہیں یہ تو ہماری ڈیوٹی کا حصہ ہے۔ شہر میں امن برقرار رہے عوام خوش باش رہے ہمیں اور کیا چاہیئے۔۔" وہ متانت سے بولا۔

"ویسے ملک صاحب اگر آپ مائنڈ نہ کرے تو میں کہنا چاہوں گا آپ جیسے پڑھے لکھے انسان کا پنچائیت کے فیصلوں پر سر تسلیم خم کرنا بلکہ پنچائیت میں بلا جواز معاملہ لیکر جانا خاصی حیران کن بات ہے۔۔"

وہ ابرار حمید کی سرزنش کو فراموش کئے اعتراض اٹھائے بغیر نہ رہ سکا۔ ابرار حمید نے اسے گھوری ڈالی مجال ہے جوان کا یہ ہونہار سپوت حق بات کہنے سے کبھی چوک جائے۔

"پانی میں رہ کر مگر مچھ سے بیر نہیں پالا جاتا برخوردار!" وہ سرد آہ خارج کرتے آزردگی سے مسکرائے۔

"ہم جدی پشتی زمیندار لوگ ہیں جوان! ایسے بہت سے ہمارے معاملے ہیں جو صرف اور صرف پنچائیت ہی ہل کر سکتی ہے۔ عدالتوں کے سہارے رہیں گے تو نسل در نسل بس قتل و غارت ہی ہوتا رہے گا۔ لیکن سنوائی نہیں ہو گی۔ جبکہ ان معاملوں کو پنچائیت چند گھنٹوں میں کنارے لگا دیتی ہے۔ لب لباب یہ کی ہم اپنی غرض سے پنچائیت کی تعاؤن حاصل کرتے ہیں اور ان کی جائز ناجائز فیصلے پر سر تسلیم خم بھی۔۔۔" وقاص ملک نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ بات مکمل کر ٹیبل سے چائے کی پیالی اٹھائی۔

"تعجب ہے۔"

طلحہ نے بھویں سکیڑ کر بڑی عجیب نظروں سے اس شخص کو دیکھا۔

جس کی بے قصور بیٹی بغیر کسی گناہ کی مرتکب ہوئے قربانی کے جانور کی طرح دشمن کو پیش کر دی گئی، اس گھناؤنے انتقام کے کھیل کی مہرہ بن گئی، اور وہ اب بھی پنچائیت اور اس کے پاورز کی گن گا رہا تھا۔

"ملک صاحب! اگر آپ غور کریں تو جو معاملہ بلکہ مسئلہ یہاں زیر بحث ہے وہ زمین جائیداد کا نہیں بلکہ ایک جیتی جاگتی وجود کا ہے۔ وہاج ملک اور گیلانیوں کی بیٹی دونوں بالغ تھے اور قانون انھیں اپنی مرضی سے شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن معذرت کے ساتھ آپ کا پنچائیت کوئی نہیں ہوتا ایک چار سالہ بچی کی زندگی کا فیصلہ لینے والا۔۔" سپاٹ چہرے کے ساتھ دوٹوک انداز میں تصحیح کرتے ہوئے اس نے اپنے لہجے کی ناگواری کو

واضح ہونے سے بالکل نہیں روکا تھا۔ بات حق ہو تو ڈنکے کی چوٹ پر کہو کے مصداق۔

طلحہ کا حقیقتاً دماغ گھوم گیا تھا اس جاہلانہ پنچائیت کا عامیانہ فیصلہ جان کر۔ کیا یہ جہالت کی حد نہیں تھی کی دو بالغ افراد کی مرضی کی شادی پر اول تو فضول کا ہنگامہ کھڑا کرنا پھر عزت کا متبادل عزت کے نام پر ایک معصوم بچی جس کا اس سارے معاملے سے کوئی لینا دینا ہی نہیں اسے اس سے چار گنی عمر کے شخص کے ساتھ منسوب کر دینا۔ اس پر کمال ڈھٹائی بار بار اس کا مطالبہ بھی کرنا مطلب کی غیرت کی نام پر بے غیرتی کی کوئی حد ہی نہیں۔۔

"خیر میری پوری کوشش ہو گی آپ کو یا آپ کی فمیلی کے کسی بھی ممبر کو کسی قسم کی ٹریجڈی سے نہ گزرنا پڑے۔ آپ کو بھی کسی پر شک وشبہ ہو تو آپ مجھ سے رابطہ کیجئے گا۔۔" وہ بھی جس کی چکی اس کی دال کے مصداق کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالتا اٹھ کھڑا ہوا۔

کیونکہ اول تو ابرار حمید نے اسے سمجھا کر بلکہ خبر دار کر کے لایا تھا۔ دوم وہ خود بھی ان امیر جاگیداروں کے خاندانی چونچلوں سے واقف تھا۔ اس لیئے کیس بنائے، گرفتاری کا وارنٹ نکالیں، حوالات کی ہوا کھلائیں جیسے مزاحیہ جملوں سے گریزاں ہی رہا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

زبانیں جن کی ستم پر خاموش رہتی ہے۔

دلوں میں ان کے خلاف احتجاج ہوتا ہے۔

برا نہ مان کے بولے ہیں تلخ لہجوں میں۔

ہم جیسے لوگ ذرا بد مزاج ہوتے ہیں۔

اس کی اتنی بد تمیزیوں اور تلخ کلامیوں کے بعد بھی وہ دونوں فارم ہاؤس میں موجود تھے۔ یہی چیز کا اس کا دماغ گھما رہی تھی۔ اور ہمیشہ کی طرح شدید غصہ اور خود سے ناراضگی کا خمیازہ بیچارہ پیٹ بھگت رہا تھا۔

صبح سے تقریباً دسوں مرتبہ ملازمہ اور گھٹنوں کے درد کے باوجود جبین بیگم اس کے کمرے تک کھانا لا کر واپس لیجا چکی تھیں۔ لیکن مجال ہے جو اس کے کان پر جوں تک رینگا ہو وہ ہنوز کان لپیٹے پڑی رہی۔

اور اب شام ڈھلے پیٹ کی دہائیوں کو اگنور کرتی نہایت خراب موڈ کے ساتھ (جو کہ کبھی شاذ و نادر ہی اچھا رہتا تھا)۔ وہ بڑی خاموش سے اسی ملگجے حلیہ سمیت گارڈن میں نکل آئی تھی۔

ٹراؤزر کے جیبوں میں ہاتھ پھسائے بجری کی روش پر خراماں خراماں چلتی ہوئی گارڈن تک آئی اور جیسے ہی گلابی پیروں کو سلیپر سے آزاد کر کے قدم

نرم و ملائم ٹھنڈے گھاس پر رکھا۔ جھلستی روح کو جیسے راحت بخش احساس نے شدت سے چھو لیا۔ لبوں سے بے ساختہ 'واو' پھسلا۔ ٹھنڈے گھاس کی ملائمت سے رگ و پے میں فرحت بخش احساس تیزی سے سرائیت کر گیا تھا۔

ہر سو پھیلی ہریالی، شہر کی گہما گہمی کے برعکس پر سکون فضا۔ قدرتی ماحول تو یوں بھی اس کی کمزوری تھی۔ وہ پل میں گرد و پیش سے بالکل بیگانہ ہو کر اپنے من پسند قدرتی ماحول میں کھو گئی۔ اور ہولے ہولے قدم اٹھاتی آگے بڑھنے لگی تھی۔

ڈھیلی سیاہ رنگ کی سلوٹ زدہ شرٹ جو اس کے چاندی سی اجلی رنگت پر دمک رہی تھی۔ دونوں بازو سینے سے لپیٹ کر آنکھیں موندے فضا میں رچی بسی تازہ گلاب کی خوشبو کو گہری گہری سانسوں کے زریعہ اندر کھینچتے وہ تنے اعصاب کو بالکل ڈھیلا چھوڑ چکی تھی۔

"آبرو! تم یہاں ہو یار! اور میں تمہیں تالاب میں گم ہوئی 'سوئی' کی طرح پورا فارم ہاؤس تلاش کر کے آرہا ہوں۔۔"

دفعتاً اسجد کی آمد نے اس جسم و دل پر خوشگوار اثر چھوڑ رہے احساس سے جھنجھوڑ کر نکالا تھا۔ تبھی وہ پھاڑ کھانے کو دوری۔۔

"کیوں؟ میری تلاش میں کیوں تم زمین آسمان کھنگالتے گھوم رہے ہو کونسے خزانہ کا نقشہ میرے جیب میں پڑا ہے؟" وہ تو یوں بھی آرام سے بات کرنے کی قائل نہیں تھی لیکن اس وقت کچھ زیادہ ہی جلالی انداز میں اسجد کی طبیعت صاف ہوئی تھی۔

"میں تمہیں ایک بہت امپورٹنٹ بات بتانے آیا ہوں۔ دو منٹ اگر تم اپنے ناک پر بیٹھے غصے کو سائیڈ پر رکھو تو میں کچھ عرض کروں؟" وہ بڑے ادب سے مگر نروٹھے پن سے بولا

"زحمت نہیں کرو!! میں بہت پہلے سے جانتی ہوں وہ دونوں یہیں ہیں اور رات بھی یہیں قیام کریں گے۔ بلکہ جب تک میں یہاں سے دفع نہیں ہو جاؤں گی ان لوگوں نے یہاں سے قدم باہر نہیں نکالنا۔" بھلا آبرو کی بدگمانی کی بھی کوئی حد تھی۔ اسجد تاسف سے سر جھٹک گیا۔

"وہ تمہارا پرسنل میٹر ہے جس میں تم نے میری مداخلت کو سختی سے ممنوع قرار دیا ہے۔ اس لیئے میں کچھ اور کہنے آیا ہوں تحمل سے سنو اور پلیز اوور ری ایکٹ مت کرنا ہے۔۔۔" اسجد نے تمہید باندھی۔

"اب بات بھی کرو گے یا بس پہیلیاں ہی ڈالنی ہے؟"

وہ اس فضول کی کسوٹی سے سخت بدمزہ ہوئی۔

"وہ۔۔وہ۔۔دراصل میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا کی۔۔کی تمہیں یاد ہے ایک ڈیڑھ ہفتہ پہلے جب ہماری گاڑی سے ہائی وے پر ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور تم نے اس گاڑی کے اؤنر۔۔"

"نام مت لو اس دو کوڑی کے وردی والے کا۔۔"

اسجد کی تمہید مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کی وہ غضب ناک انداز میں قطع کلام کر گئی۔

"ایک بار سامنے آجائے منہ توڑ دینا ہے میں نے اس تھرڈ کلاس سیلف اؤبسیسٹ ایڈٹ کا۔خود کو بہت بڑی کوئی چیز سمجھتا ہے۔اس دن تم نے مجھے روک لیا ورنہ میں اس کا وہ حشر کرتی کی دوبارہ دوسروں کو تو کیا خود کو بھی 'جج' کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتا۔نان سینس !۔۔"وہ غیظ و غضب سے سرخ

ہوتی یوں مٹھیاں بھینچ کر دانت چبا رہی تھی گویا اگر واقعی وہ وردی والا آبرو کے روبرو آیا تو وہ اسے کچا چبائے جائے گی۔

اور قدرت کے کرشموں کا بھی کیا ہی کہنا سامنے ہی صدر دروازے سے وقاص ملک ابرار حمید کے ہمراہ کسی ایکشن فلم کے ہیرو کی طرح بلیک جینز پر وائٹ کلر شرٹ کی آستین کہنیوں تک فولڈ کئے، مضبوط کلائی میں قیمتی گھڑی اور قوی لامبی انگلیوں میں سن گلاسیز اور موبائل دبوچے، سلیقے سے سیٹ بالوں کی وجہ سے کشادہ پیشانی پر واضح ہو رہی تین بلوں کے ساتھ وہ بلا کا وجیہیہ و پرکشش شخص خوبرو چہرے پر ڈھیروں سنجیدگی لئے شاہانہ چال چلتا اسی جانب آ رہا تھا۔

"سچ آ مسمرائزنگ پرسنالٹی۔۔" ستائشی نظروں سے جائزہ مکمل کر اسجد کی زبان سے بے ساختہ پھسلا۔

اس وجاہت کا عمدہ شاہکار شخص کو دیکھ حسن پرست لڑکیوں کا تو خدا ہی جانے کیا حشر ہوتا ہو گا۔ جب ہم جنس ہو کر خود اسجد ایک پل کیلئے مسمرائز ہو گیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کی اس نے وجیہیہ مرد نہیں دیکھا تھا وہ خود بھی کافی متاثر کن پرسنالٹی کا مالک تھا۔ لیکن اس بندے میں جو خاص کشش تھی وہ تھی اس کی آنکھوں کی فاتح عالم والی چمک فراخ پیشانی پر تفاخر سے درج تحریر 'میں میں ہوں' والا مخصوص اعتماد جو بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔۔

"کیا ہوا اب کھڑے کھڑے سو گئے ہو کیا؟"

آبرو اس کی خاموش پر جھنجھلائی۔

پھر اس کی ساکت نظروں کی تعاقب میں بیزار نظر اٹھائی تو اول تو آنکھوں میں شدید بے یقینی و حیرانگی نے ہی جگہ بنائی۔ لیکن جلد حیرت کی جگہ شدید طیش نے لے لی تھی۔

"یہ۔۔یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟"

اس بد تمیز شخص کو اپنے گھر سے اس شان سے نکلتا دیکھ اس کی رگوں میں جیسے شرارے بھر گئے تھے۔ طیش کے عالم میں مٹھیاں بھینچتی اسجد کو پیچھے دھکا دیکر اس طرف لپکی۔۔

"یو۔۔کک۔۔کیا کیا سمجھتے ہو تم خود کو اور تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر میں قدم رکھنے کی؟"

وہ چند منٹ کا فاصلہ چند سیکنڈ میں بانٹ کر گاڑی کی طرف بڑھ رہے طلحہ کے سر پر پہنچ کر گستاخانہ انداز میں چیخی۔

"وہاٹ!!۔"

بے تحاشہ تعجب سے مڑ کر اس نے اچانک آفت ناگہانی کی طرح واردات ہوئی جھانسی کی رانی کو دیکھا۔

لیکن مقابل کو غیر مناسب حلیہ میں دیکھ کر نظروں کا زاویہ فوراً سے پیشتر بدل گیا۔ جبکہ ابرار حمید حق دق صورت حال سمجھنے کی سعی کر رہے تھے۔ البتہ وقاص ملک آگے بڑھے۔

"آبرو بیہیو یور سیلف۔"

یوں بیٹی کا غیر مناسب حلیہ میں دندناتے ہوئے آکر پھر ناطلحہ کو اس حقارت سے مخاطب کرنے پر سبکی محسوس ہوئی تھی۔ تبھی دبی آواز میں سرزنش کیا۔

لیکن وہ انکی طرف متوجہ ہی کب تھی اس کی شرربار نگاہوں کا مرکز تو وہ تھا۔ جو آنکھوں میں شناسائی سے زیادہ ناگواری لیئے اس پر ایک نظر ڈال کر ہٹاتا اس سارے بکھیرے سے لاتعلقی کا اظہار کر رہا تھا۔

"ہے یو! یہ انجان بن کر کیا شو کرنا چاہ رہے ہو کی تم نے نہیں پہچانا مجھے؟" یوں صاف نظر انداز ہونے پر آبرو کا اشتعال سوا نیزے پر پہنچا۔

"میں روزانہ ہزاروں لوگوں سے ملتا ہوں محترمہ جن میں کثیر تعداد 'مجرموں' کی ہوتی ہے۔ سب کو حافظہ میں محفوظ رکھنا۔ اس پر عام عوام اور مجرموں کے درمیاں تفریق تھوڑا کٹھن ہے۔" وہ بنا رخ موڑے بھی مجرموں 'پر دباؤ ڈالتا آبرو کو جلتے توے پر بیٹھا گیا تھا۔

"یو! تم میرے گھر کھڑے ہو کر مجھ ہی سے!"

آبرو کے اندر باہر مانوں جیسے شعلے دہکنے لگے تھے۔ اس دو کوڑی کے وردی والے کی اٹیٹیوڈ پر جو اسی کے گھر میں کھڑا اسی کا ضبط آزما رہا تھا۔ اس دن اپنے تضحیک آمیز لفظوں سے کیا کم اس نے اس کی انسلٹ کی تھی۔ جو آج رہی سہی کسر نکال رہا تھا۔

"آپ جیسی بد تمیز لڑکی کے گھر میں تو شیطان بھی قدم رکھنے سے پہلے سو بار سوچے لیکن خوش قسمتی سے ابھی آپ کا کوئی گھر نہیں۔۔" طلحہ بھی اب کے اپنے یا اس بدمزاج لڑکی کے باپ کا لحاظ کئے بغیر تنفر سے بولا۔

"آئی وِل کل یو!!۔" وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح جھپٹی۔

صبح سے وہ پہلے ہی کافی تپی تپی گھوم رہی تھی اس پر طلحہ کا ٹھنڈا کاٹ دار لب و لہجہ، بالکل ہی بے قابو کر گیا تھا۔

"آبرو! میں نے کہا تمیز سے۔ یہ کیا بیہودہ طرز تخاطب ہے؟" وقاص ملک نے کھینچ کر اسے اپنے برابر میں لیا۔ جبکہ ابرار حمید ہونق شکل لیے بیٹے کو دیکھ رہے تھے جیسے پوچھ رہے ہوں ماجرہ کیا ہے؟

"ڈیڈ لیو می۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گی۔۔" وہ مچلی۔۔

"آبرو میں نے کہا شانت ہو جاؤ۔ اسجد تم بتاؤ کیا مسئلہ ہے۔۔"

جنگلی بلی کی طرح طلحہ پر جھپٹ رہی آبرو کو قابو

کرتے ہوئے بگڑے تیوروں سمیت خاموش تماشائی اسجد کی طرف

مڑے۔تاہم سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑے طلحہ پر انھوں نے نظر ڈالنے کی

زحمت نہیں کی تھی۔

اپنی بیٹی کے اول جلول اول حلیہ اور بد تمیزیوں کی وجہ سے وہ یوں بھی نظر

نہیں ملا پا رہے تھے ان دو دونوں باپ بیٹے سے۔

"انکل! وہ لاسٹ ویک ہماری گاڑی سے ان کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا

تھا۔غلطی ہماری تھی ان کی گاڑی سائیڈ پر کھڑی تھی اور۔۔"

"شٹ! اپ جیڈی! غلطی ہماری نہیں تھی ڈیڈی۔اور تھی بھی تو ہم نقصان

بھرنے کیلئے تیار تھے۔لیکن اس نے میری اتنے لوگوں کی موجودگی میں

انسلٹ کی۔اور حوالات کی دھمکی دی۔اور پتا نہیں کیا کیا کہا۔۔"

وہ درشتگی سے اسجد کو خاموش کراتی خود غضبناک نظروں سے طلحہ کو گھورتی ہوئی شکایتی انداز میں وقاص ملک کو طلحہ کے جرائم گنوانے لگی۔

"بچے! ڈیڈی سب ٹھیک کر دیں گے۔" اتناؤزدہ صورت حال میں بھی اس کے طرز تخاطب پر وہ خوش ہوئے۔

"سونے کی ضدی خود سر جمع بد تمیز گڑیا!"

وقاص ملک کو نرمی سے اسے پچکارتا دیکھ طلحہ اسے نام دئے بغیر نہ رہ سکا۔

جنگلی بلی کے شکایتی انداز پر ناگواری کے ساتھ اسے ہنسی بھی خوب آرہی تھی۔ جو کسی ضدی بچے کی طرح اپنے والد کو اس کی غلطیاں گنوا رہی تھی تاکہ وہ اسے سزا دیں۔

"اچھا! میں چلتا ہوں ملک صاحب آپ انھیں سنبھالیں اور کوشش کریں کی یہ گاڑی لیکر نہ نکلے عوام الناس کو تو خطرہ ہے ہی خود ان کی جان بھی 'جو کھم'

میں آجائے گی۔۔" وہ ایک سنجیدہ نظر آبرو پر ڈال کر منشی ابرار حمید کو ساتھ چلنے کا اشارہ کرتا ہوا بولا۔

"ڈیڈی آپ۔۔۔" اتنے آرام سے اس بد تمیز شخص کی جان خلاصی پر آبرو نے تڑپ کر اپنے ڈیڈی کو دیکھا۔

"آپ فکر ہی نہیں کریں بیٹا! آپ کے منشی چچا ان کے کان کھینچیں گے۔۔" ابرار حمید نے مسکرا کر یقین دلایا۔

گاڑی تک پہنچ چکے طلحہ نے بھویں سکیڑ کر اس بلا کو دیکھا جو اب نجانے اس کے ابا کو کیا کیا پاٹھ پڑھا رہی تھی۔

"ہماری بیٹی کو فکر ہی نہیں کرنی منشی چچا خوب خبر لیں گے۔ آپ چلیں اندر چلتے ہم اب۔۔"

وقاص ملک نے محبت سے اس کی پیشانی چوم کر اس کے گرد حصار ڈالا۔

"تو آپ میرے کان کھینچیں گے سہی کو سہی کہنے کیلئے؟اور ایک بد دماغ لڑکی کو عقل کے ناخون دینے کیلئے؟ایک ذمہ دار عوام کے محافظ کو اپنی ڈیوٹی خوش اسلوبی سے انجام دینے کیلئے؟"گاڑی فارم ہاؤس کی حدود سے نکالتے ہی طلحہ نے سنجیدہ لہجے میں شکوہ پنہا کئے برابر میں بیٹھے والد محترم کو دیکھا۔

"بالکل!پولیس والے کو خیال کرنا چاہئے ناں تھوڑا بہت نئ لڑکی کو تم نے بیچ سڑک پر ہراساں کر دیا۔"ابرار حمید اسی کے انداز میں بولے۔

"منشی جی!!۔"طلحہ نے خفگی سے اس بد دماغ لڑکی کے وکیل کو دیکھا۔

"جی تھانیدار جی۔۔"وہ بھی اسی لہجے میں بولے۔

"کچھ نہیں۔۔"

وہ خفا انداز میں رخ موڑ گیا۔ابرار حمید نے بھی منانے کی کوشش نہیں کی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"ویسے طلحہ میں اب بھی کہوں گا تمہارا پہلے ملک صاحب پھر آبرو بیٹی سے یوں کھرے لفظوں میں کلام کرنا درست نہیں تھا۔ بے شک انسان کو حق گو ہونا چاہیئے لیکن بیٹا کچھ جگہ مصلحت کا تقاضہ نبھانا بھی اشد ضروری ہوتا ہے۔ ہر جگہ ہر کسی کے مقابل صاف گوئی اچھی چیز نہیں، باز جگہ ہماری راست بازی بد تمیزی و بد لحاظی کے زمرے میں گنی جاتی ہے، لہٰذا چند ایک جگہ موقع محل کا لحاظ کرتے ہوئے احتیاط کر لینا چاہیئے۔"

طلحہ کے ہاتھ سے گرما گرم چائے کا کپ تھامتے ہوئے ابرار حمید نے سنجیدگی سے ایک بار پھر بیٹے کو باور کرایا کی اس کا کچھ دیر پہلے کا رویہ غیر مناسب نہ سہی لیکن موقعہ محل کی مناسبت سے غیر موذوں ضرور تھا۔

وہ دونوں اس وقت شہر اور فارم ہاؤس کے درمیان راہ گیروں کی سہولت کیلیئے بنے ڈھابے پر کچھ وقت کیلیئے ٹھہرے تھے۔ اس جگہ کی چائے بہت مشہور تھی اور چائے کی شیدائیوں کو تو یوں بھی بہانہ مطلوب تھا۔

"ضرورت تھی تبھی لب کشائی کی..اور منشی جی بمعہ معذرت سچ بات کڑوی ہی ہوتی ہے جو بڑے سے بڑے باظرف بھی ہینڈل نہیں کر پاتے۔۔" وہ ان کے مقابل رکھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کندھے اچکا کر لاپرواہی سے بولا۔ جیسے اسے فرق ہی نہیں پڑتا ہو موقع محل کی ڈیمانڈ سے۔

"یوں بھی آپ تو اپنے ملک صاحب کی ظرف کا گن گان گاتے ہیں۔ پھر مسئلہ کیا ہے؟ یقیناً وہ میری حق بیانی کو مائنڈ نہیں کریں گے۔ لیکن کرنا چاہئے ایسی باتوں کو مائنڈ! اسی میں بہتری ہے۔" چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے گویا وہ ابرار حمید کی سنجیدگی کو ہوا میں اڑا کر اپنے موقف پر ڈٹا تھا۔

"آپ سے بات کرنا چٹان سے سر ٹکرانے کے مترادف ہے بے سود، لاحاصل، وقت کا زیاں، اور نہایت فضول ہے تھانیدار!" انھوں نے تاسف سے اپنے سپوت کی گل افشانیوں پر نفی میں سر ہلایا۔

جسے اپنی بات میں وزن پیدا کرنے میں مہارت حاصل تھی۔ بات اس سبھاؤ سے مقابل کے سامنے رکھتا کی مقابل بن جل مچھلی کی طرح اعتراض کے بول کیلئے ترس جائے۔

"ویسے منشی جی! آپ کے ملک صاحب فضول میں پریشان ہو رہے ہیں اس جنگلی بلی کی سیفٹی کو لیکر۔ میں تو کہتا ہوں جتنی خونخوار وہ ہے اسے دے ہی دیں گیلانیوں کو دو دن میں اگر انھوں نے معافی نامہ کے ساتھ ان مثل توپ بارود محترمہ کو واپس نہ کیا تو کہیئے گا۔" وہ ان کا خراب موڈ ہوتا دیکھ بظاہر سنجیدگی سے مگر آنکھوں میں شرارتی چمک سموئے بولا۔

"تھانیدار! باز آجاؤ تم نالاں اپنے دونوں جھوٹے بھائیوں کی شرارتوں سے رہتے ہو، اور خود تم تخریب کاریوں میں ان کے استاد ہو۔۔ابرار حمید نے گھور کر جتایا۔

"یہ تو سراسر الزام ہے منشی جی میں تو سیریس بات کر رہا ہوں۔۔" وہ نروٹھے پن سے بولا۔

"جی تھانیدار! آپ کی سنجیدگی کا ہمیں خوب اندازہ ہے۔اب گاڑی چلائیں اور ملک صاحب کے مسئلہ پر غور کریں بیچارے بہت پریشان ہیں سالوں سے۔۔" وہ دونوں اب واپسی کے سفر پر گامزن تھے۔

"ہمم! ویسے ایک کیس کی چھان بین کرنے پر کچھ شواہد ایسے ملیں ہیں جو مظفر گیلانی زیاد گیلانی اور ان جیسی بہت سی نامی گرامی ہستیوں کی مشکوک سرگرمیوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔آپ فکر نہیں کریں اس کیس پر میری خصوصی نظر ہے۔ان شاءاللہ اسی کی توسط سے ملک صاحب کا مسئلہ بھی کنارے لگ جائے گا باقی میں علیحدہ بھی کوشش کروں گا۔" اس نے سنجیدگی کا چولا اوڑھتے ہوئے یقین دہانی کرائی۔

"کیسا کیس؟" ابرار حمید نے بیٹے کی سنجیدگی پر رخ موڑا۔

"ہے ایک کیس جو بظاہر تو کچھ نہیں لیکن غور کرو تو ہزاروں رازوں اور نقابوں سے پردہ اٹھانے کیلئے کافی ہے۔ بس پہیلیوں کا ایک سرا درکار ہے۔" وہ پرسوچ انداز میں بولا۔

"خیر آپ ان کے مسائل کو گولی ماریں۔ میرے مسائل کی طرف توجہ دیں قسم سخت تنگ آیا ہوا ہوں میں اس شادی مبارک سکیم سے بند کریں یار اب یہ سلسلہ۔۔"

معاً اسے اپنا مسئلہ کمشیر یاد آیا جس کی وجہ سے فارس اس کا روزریکارڈ لگا رہا تھا۔

"ہاہاہاہاہا۔۔" ابرار حمید کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"منشی جی!!" اس نے چڑ کر احتجاج بلند کیا۔

وہ اپنا گمبھیر مسئلہ زیر بحث لا رہا تھا اور منشی جی کو لطیفہ سوجھ رہا تھا۔

"بھئی! معذرت تھا نیدار اس سلسلہ میں ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم خود چاہتے ہیں کی اب آپ گھر بار والے ذمہ دار شہری ہو جائیں۔ اور ہمارے گھر بھی ننھے منے پھول کھلیں تاکہ میں گھر جا کر ان کی شرارتوں سے من بہلا سکوں۔۔" انھوں نے صاف پہلو تہی کرتے ہوئے لگے ہاتھوں اپنے خواہشات کی طویل لسٹ بھی تھما دی۔۔

"کچھ زیادہ لمبی پلانگ نہیں کر لی ہے آپ نے منشی جی؟" اس نے گھوری ڈالی۔

مطلب جس پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔

"بھئی! میری تو جھوٹی ہی ہے۔ ایک بہو دو چار پوتے پوتیاں، ان کی معصوم شرارتیں گھما گھمی۔ جبکہ تمہاری رقیہ دادی نے تو کون تمہاری بارات میں

شرکت کرے گا، کون صرف ولیمہ میں مدعو ہو گا۔ کسے مایوں مہندی ڈھولکی میں انوائٹ کرنا چاہئے اور کسے بالکل ہی اطلاع نہیں کرنا چاہئے، کسے بلوا کر بھی بالکل ہی گھاس نہیں ڈالنا ہے سب طے کر لیا۔ بس دیر ہے تو تمہاری طرف سے ہی ہے۔ ورنہ بمعہ ہماری فیملی پورا محلہ ایک ٹانگ پر کھڑا ہے ہر دل عزیز تھانیدار کی بارات میں بھنگڑا ڈالنے کیلئے۔ یوں سمجھ لو ادھر تم نے کسی ایک بختوں والی کیلئے حامی بھری ادھر چٹ منگنی پٹ بیاہ"

ابرار حمید نے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ اس کی غیر موجودگی میں طے پا رہے معاملات سے تفصیلاً محاورے و اصطلاح کے ساتھ آگاہی فراہم کی۔

"وہاٹ؟" طلحہ کے چودہ کے چودہ طبق بیک وقت روشن ہوئے تھے۔ اس نے گردن کیا پورا کا پورا رخ روشن پیسنجر سیٹ کی طرف گھما کر باپ کو بے یقینی سے دیکھا۔

"جی! وہاٹ آپ کی لگنے والی ہے۔۔" وہ محظوظ ہوئے۔۔

"آپ کہنا چاہ رہے ہیں قربان گاہ سے لیکر کھانے کھلانے والے سب تیار ہیں۔ نہیں ہے تو بس ایک قربانی کا جانور۔۔"

طلحہ نے صدمہ کی سی کیفیت میں لب لباب بیاں کرنے کے چکر میں خود کو ہی جانور سے تشبیہ دے ڈالا تھا۔ توپ تھانیدار کی روہانسی شکل دیکھ ابرار حمید نے بڑی مشکل سے قہقہ ضبط کرتے ہوئے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"لیکن میں آپ کو بتادوں مجھے شادی کرنی ہے تشہیر نہیں۔ وہ صدمہ زدہ کیفیت پر قابو پا کر سنبھلا۔ اس لیئے جب کبھی بھی شادی کروں گا نہایت سادگی سے چند لوگوں کی موجودگی میں نکاح کی سنت ادا کر دلہن رخصت کر لاؤں گا۔ باقی ولیمہ کی سنت دھوم دھام سے ادا ہو گی۔ بارہ دنوں کی محفل

کیلئے نہ میرے پاس وقت ہے نہ بے وجہ کا شور وغل مجھے پسند ہے۔ یہ سب ارمان وہ لوگ امروز شہروز کی شادی پر پورے کر سکتے ہیں۔۔"

سنجیدہ نظریں ونڈ سکرین کے پار کول تار کی سڑک پر ٹکائے اس نے رسانیت سے اپنے ارادے گوش گزار کئے۔

اس بات سے انجان کی بازدعائیں پلک جھپکتے قبولیت کا شرف حاصل کر جاتی ہے۔

"تم جانوں تمہارے شائقین جانیں مجھے تو بس ایک عدد بہو چاہئے۔ چاہے وہ جیسے بھی آئے۔۔" ان کی قناعت پسندی کا اپنا ہی عالم تھا۔

"ویسے گھر کب آؤ گے دو ہفتہ ہو جائے اس جمعرات؟"

"جلد ارادہ ہے ان دنوں کیس میں الجھا ہوں سو وقت نہیں مل رہا" وہ ڈیش بورڈ پر رکھی نیلی فائل پر نظر جمائے بولا۔ ابرار حمید نے اثبات میں سر ہلایا۔

فارس نے جب سے اس کی سوچوں کو ایک نئی اڑان دی تھی وہ سہی معنوں میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ پھر ایک نتیجہ پر پہنچ کر مصمم ارادہ باندھ لیا تھا اب خواہ کچھ بھی ہو جائے جب وہ اس کیس میں دانستہ یا غیر دانستہ انولو وہو ہی گیا ہے تو اسے اپنے انجام تک پہنچانے کی اپنی طرف سے مکمل کوشش کرے گا۔

اسی سلسلہ میں ان دنوں وہ بے حد مصروف تھا۔ اسے کسی ایسے ٹھوس ثبوت کی تلاش تھی جسے لیکر جب وہ اپنے سینئرز کے پاس جائے تو خواہ مقابل کتنا ہی بڑا رشوت خور اپنے عہدے سے غیر دیانداری کیوں نہ ہو کم از کم ایک بار طوعاً و کرہاً ہی سہی اسے سپورٹ کرنے کیس کو پروگیس میں لانے کیلئے حامی لازمی بھرے۔ بجائے وقت کا زیاں کا نام دیکر مسترد کرنے کے۔

آج کل انھیں الجھنوں میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔ اتنے دنوں کی مسلسل خواری سے جو کچھ اس کے ہاتھ آیا تھا وہ بہت بڑی اور گہری سازش کی طرف

اشارہ کر رہا تھا۔ لیکن اس اشارے کا کوئی مضبوط سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا جسے مشعل راہ سمجھ کر قدم آگے کی جانب مستحکم قدم اٹھا سکے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

خود نماؤں میں گھر گیا ہوں میں،

کن خداؤں میں گھر گیا ہوں میں،

کوئی پہچنتا نہیں مجھ کو،،،

آشناؤں میں گھر گیا ہوں میں،

"آبرو! بچے آپ اب تک ریڈی نہیں ہوئیں۔؟ جلدی سے فریش ہو کر تیار ہو جائیں مہمان آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

جبین بیگم قریب پانچویں مرتبہ اس کے کمرے میں آئی تھیں۔اس بیچ جو ملازمائیں آکر ڈانٹ پھٹکار کھا کر گئی تھی وہ الگ۔۔

لیکن اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔وہ ہنوز نائٹ ڈریس میں ملبوس بیڈ پر پیٹ کے بل آڑا ترچھا لیٹی لیپ ٹاپ چلا رہی تھی۔باب کٹ سیاہ بال آدھے چہرے پر اور آدھے گردن سے لپٹے تھے اور بڑی بڑی خوبصورت گھور سیاہ آنکھیں لیپ ٹاپ سکرین پر جمی تھی جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

"آبرو! بچے اٹھ جائیں نہ وہ لوگ خصوصی طور پر آپ سے ملنے آئیں ہیں۔۔" جبین بیگم بیڈ کے قریب آکر ملائمت سے بولیں۔۔

"وہ مجھ سے ملنے آئیں ہیں، اور وہی مجھ سے ملنے کے خواہش مند بھی ہیں، میری طرف سے تو ایسا کچھ نہیں ہے اور نہ ہی میں نے انھیں بلایا ہے سو

پلیز آپ مجھے ڈسٹرب نہیں کریں۔۔"ازلی بیزاریت سے کہتی کی بورڈ پر غصہ سے تیز تیز انگلیاں چلا کر ٹھک ٹھک کر آواز پیدا کرنے لگی۔

"بری بات بیٹا گھر آئے گیسٹ کو ایسا نہیں کہتے۔۔"

جبین بیگم کی آواز پست ہوئی۔

وہ اس کا غصہ سمجھ رہی تھی لیکن بے بس تھیں اس کی ضدی خود سر طبیعت کے آگے۔ عمران صاحب کی فیملی کئی بار آبرو کا پوچھ چکی تھی۔ آخر وہ اپنے اکلوتے سپوت کو لیکر خصوصی طور پر ملنے ہی آبرو سے آئے تھے۔

"اپنے گھر آئے اسپیشل گیسٹ کو جا کر پوچھیں انھیں میری شکل بھی یاد ہے؟"لیپ ٹاپ پر متحرک مخروطی انگلیوں کی حرکت روک کر اس نے استہزائیہ سوال داغا۔

اس کے لہجے کی چبھن پر جبین ملک لب بھینچ گئیں۔ جب سے وہ لوگ فارم ہاؤس آئے تھے تب سے وقتاً فوقتاً وہ انھیں اسی طرح ان کی کوتاہیوں کا احساس دلا کر کچوکے لگا رہی تھی۔ حقیقت سے انجان تھی نہ شائد اس لیئے۔ جبین ملک اپنے سسکتے دل کو بس اسی ایک جملے سے دلاسہ دیکر خاموش کر دیتی تھی۔

"نہیں ناں۔۔؟" ان کی خاموشی پر وہ مسکائی طنزیہ۔۔

"تو پھر سمپل!! جائیں کسی سرونٹ کوارٹر میں اپ کر کے اپنے گیسٹ سے آبرو وقاص ملک کہ کر انٹرڈیوسڈ کر دیں کونسا میرا یہاں پرمننٹ سٹے کرنے کا پلان ہے۔ جو بعد میں بات اشو ہو جائے گی۔۔" وہ بے نیازی سے کندھے اچکا گئی۔

"کیا مطلب؟" جبین ملک کا دل دہلا۔

"مطلب یہ کی میرے پاس دو تین جاب آفرز موجود ہیں۔ جیسے ہی کوئی سمجھ آجائے گا میں واپس فلائی کر جاؤنگی، ویسے یہاں میرے لیئے رکھا ہی کیا ہے۔آپ لوگ بھی فضول میں فارمالٹی نبھا رہے ہیں۔" وہ اطمینان سے لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ پر رکھتی ہوئی تلخ و خود اذیتی سے بولی۔

"آبرو تم سب طے کئے بیٹھی ہو کیوں؟"

اس کی سفاکانہ انداز پر ان کے دل میں انی سی گڑی آواز بے طرح بھیگ گئی تھی۔ جس وجود کو انھوں نے ابھی محسوس تک نہیں کیا تھا وہ واپسی کا سفر باندھ رہی تھی۔۔۔

"کیونکہ یہاں رہنے کی کوئی وجہ جو نہیں ہے۔۔" وہ سلکی بالوں میں ہاتھ پھساتی ٹراؤزر اور شرٹ کو جھٹک کر سلیپر پہنتی واش روم میں بند ہوئی۔

پیچھے جبین بیگم کئی لمحوں تک وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔اس کے ارادے جان کر وہ لوگ کیا سوچ رہے تھے اور یہ کیا سوچے بیٹھی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

سیاہ جینز پر وائٹ شرٹ پہنے آستینوں کو کہنیوں تک فولڈ کئے گلے میں برائے نام اسٹالر ڈال کر وہ تیکھے قاتل نقوش پر ازلی بیزاریت سجائے ڈرائینگ میں روم داخل ہوتے ہی اندر اپنے ماں باپ اور اسجد کے علاوہ تین اور وجود کو محو گفتگو دیکھ اس کی فراخ جبیں پر بل نمایاں ہوئے۔اسے نہ ملاقات میں دلچسپی تھی نہ نام نہاد ملنے والوں میں۔۔

"آبرو آؤ بیٹا سلام کرو تائی کو۔۔"اسے بگڑے تیور لیئے دروازے سے ہی واپسی کا قصد کرتا دیکھ جبین بیگم عجلت میں ملتجی مسکراہٹ لبوں پر سجائے نہ صرف اس کے قریب آئی بلکہ اس کے بازو میں ہاتھ ڈال کر اسے اندر لے آئی۔۔

اسجد کے ساتھ باتوں میں مصروف سلیمان کے علاوہ عمران ملک اور ان کی زوجہ بھی اس طرف متوجہ ہوئے۔ آبرو کو ناچاہتے ہوئے سر ہلا کر سلام کرنا پڑا۔ بدتمیز تو وہ تھی لیکن اس وقت ماں کا لمس اسے بدلحاظی کرنے سے باز رکھے ہوئے تھے۔

"ماشاءاللہ بہت پیاری اور بہت بڑی ہو گئی ہے ہماری آبرو۔ بھئی میں نے تو بہت جھوٹی عمر میں دیکھا تھا تمہیں۔۔"

مسز عمران نے اسے پہلو میں بٹھایا۔

"مام ڈیڈ نے بھی مجھے تبھی دیکھا تھا۔۔" وہ تلخ مسکراہٹ کے ساتھ برجستہ بولی۔

جبین بیگم نے روہانسی نظروں سے وقاص ملک کو دیکھا جو آنکھوں سے انھیں تسلی دے رہے تھے۔

"کیسی ہیں بیٹا آپ؟" عمران ملک نے پوچھا۔

"جی ہمیشہ کی طرح اکیلی۔ آئی مین ٹو سے فائن۔۔"

وہ ماں کی متغیر شکل دیکھ زبان سنبھال گئی۔

پھر اسی طرح کے بہت جھوٹے موٹے سوالوں کے جواب وہ ہلکے پھلکے طنز و تلخی کے ساتھ دیتی رہی تھی۔ اس دوران مخالف سمت میں رکھے صوفے پر براجمان شخص کی نظروں کا ارتکاز مستقل خود پر محسوس کر رہی تھی۔ اور اپنے اندر کا اشتعال بھی دبا رہی تھی ورنہ اکثر ایسے مواقعوں پر اس کے شوقیہ سیکھے گئے مارشل آرٹس کے ایک دو پنگے ضرور کام آجاتے تھے۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی مس آبرو وقاص ملک میں سلیمان عمران ملک آپ کا سیکنڈ کزن۔۔"

جیسے ہی آبرو معذرت کرتی ڈرائینگ روم سے باہر آئی ایک منٹ کی تاخیر سے نہایت پر شوق آواز ابھری۔

"میں تو آپ سے ملی ہی نہیں پھر بھی آپ کو خوشی ہو گئی سٹرینج!!"اس نے گھور سیاہ آنکھوں میں ناگواری لیے بے نیازی سے کچھ اس طرح حیرت کا اظہار کیا تھا کی عمران کو شدت سے ہتک کا احساس ہوا۔جو اس کے چہرے کی بدلتی رنگت سے آبرو پر بھی واضح ہو گیا تھا۔

"مذاق اچھا کرتی ہیں آپ۔"اپنی برجستہ ہوئے عزت کے فالودہ پر وہ ضبط سے کھسیا جبراً مسکرایا۔

"نو آئم سیریس میں مذاق میں بھی مذاق نہیں کرتی۔"وہ خشک لہجے میں تردید کر گئی۔۔

"اینڈ فار کائینڈ یور انفارمیشن میں آبرو وقاص ملک ہوں میری خوشی اور غمی کا تعلق صرف اور صرف میری اپنی ذات سے وابستہ ہے، کسی سے مل کر کسی سے بات کر یا کسی کے ساتھ وقت گزار کر نہ مجھے خوشی ملتی ہے نہ تسلی سو یہ فار مل سہ نٹینس میں آپ کو ریپیٹ نہیں کر سکتی مسٹر سیکنڈ کزن سو بائے۔۔" وہ مغرور انداز میں کہتی ہاتھ ہلا کر ایک طرف بڑھ گئی۔

"تعلق تم سے تمہارا باپ ناک رگڑ کر بنا رہا ہے مس تکبر ملک پھر دیکھتا ہوں یہ مغرور چال اور اؤنچی ناک کہاں تک ساتھ چلتی ہے۔۔" وہ حقارت سے بڑبڑا کر واپس مڑ گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

مجھ سے ملتی ہے ایک لڑکی روزانہ۔۔

وہ میری دیوانی میں اس کا دیوانہ۔۔

وہ ٹیبل کے گرد رکھی کرسی پر بیٹھا بڑے ماہرانہ انداز میں پیاز کاٹتے ہوئے سوں سوں کی بیک گراؤنڈ میوزک کے ہمراہ مسلسل نجانے کس لڑکی کو بڑے وثوق سے یاد فرما رہا تھا۔

وہ حسینہ نازنیناں ہر طرف یہ شور ہے۔۔
میں دیوانہ ہو گیا تو دل پے کس کا زور ہے۔۔

اُلٹے ہاتھ سے آنکھ صاف کرتے ہوئے امروز صاحب نے رسوئی کی فضا میں اپنی ساحرانہ آواز میں پھر سے ایک نیا سُر چھیڑا تو اب کے فرش پر آلتی پالتی مار

کرناک بھوں چڑھاتی ہوئی آٹا گوندھ رہی نجمہ نے بھویں سکیڑ کر پہلے ٹیبل کے قریب رکھی کرسی پر براجمان وائٹ بنیان اور ٹراؤزر میں ملبوس عاطف اسلم کی سستی کاپی کو پھر سلیب پر بیٹھ کر پیر جھلا رہے اس کی ڈوبلی کیٹ کاپی (شہروز) کو دیکھا۔

میں عشق اس کا وہ عاشقی ہے میری۔

وہ لڑکی نہیں زندگی ہے میری۔۔

"بڑے بس بھی کر جا اب یار!"

نجمہ کی نگاہوں کی تپش پر شہروز جھنجھلا کر ٹوکے بغیر نہ رہ سکا۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھا یہ اہم فریضہ نجمہ بی بی پوری خوش اسلوبی سے انجام دیتی۔۔

"کیا بول رہے ہو یار پیاز نے تو مت ہی ماردی ہے؟"

آنکھ رگڑتے ہوئے مصروف سے انداز میں سوں سوں کر کے پوچھا۔

"پیاز نے مت ماری ہے یا سستی عاشقی نے؟"

نجمہ بڑبڑائی۔

"یہی میرے بھائی۔۔یہ ہماری عمر نہیں عشق و عاشقی کے پنگے لڑانے کی ابھی ہم سے کئی برس سینئر گبھرو جوان بھائی ٹوئنٹی فور کیرٹ خالص کنوارے ہے۔پنگے ہی لڑانے ہے تو جلدی کام نبٹا چھت پر جا کر پتنگ کے پیچیں لڑاتے ہیں۔۔"ہانڈیا کا ڈھکن ہٹا کر چیک کرتے ہوئے شہروز نے بڑی تحمل مزاجی سے کام لیا۔

"کیا بکواس کر رہا ہے؟"آنکھیں صاف کر رہے امروز کے خاک پلے نہیں پڑا تھا یہ اصلاحی تقریر۔۔

"وہی بکواس جو پچھلے پندرہ منٹ سے شرم وحیاادب ولحاظ کو چولہے میں جھونک کر تم اپنی محبوبہ کی یاد میں کئے جارہے ہو چول انسان۔۔" نجمہ بی بی کی چرب زبان مداخلت نہ کرے ایسا معجزہ اکیسویں صدی میں رونما ہو سکتا ہے بھلا؟۔

"مطلب شرم لحاظ کو بالکل ہی منہ متھا نہیں دینا ہے ایک لڑکی تم دو کے ساتھ یہاں بنفس نفیس حالتِ مجبوری میں بیٹھی ہے، لیکن کوئی احساس ہی نہیں لگے ہیں دیوانہ مستانا آوارہ بنجارہ کاراگ الاپنے شائد اسے ہی قربِ قیامت کی علامت کہتے ہیں۔۔" امروز کو جوابی کارروائی میں ذرا تاخیر کا کیا ہوئی موقعہ کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے نجمہ بی بی نے بزرگانہ انداز بھرپور چڑھائی کی۔ آخر زبردستی کچن میں تندور بھی تو انھیں مکار برادران کی وجہ سے بن رہی تھی۔ حساب تو لینا تھا۔

"لڑکی؟"

ادب لحاظ پر ملے گیان کو سن کر امروز کو واقعی صدمہ پہنچا تھا یا اداکاری کی صلاحیات کا کمال تھا۔ لیکن وہ چاقو ٹیبل پر ڈرامائی انداز میں چھوڑ کر سپرنگ لگے کھلونے کی طرح کھڑا ہوا۔

"بھئی کہاں کی لڑکی؟

کیسی لڑکی؟

میں تو پوچھتا ہوں کدھر ہے لڑکی؟"

باضابطہ کرسی چھوڑ کر کمال پھرتی سے بالترتیب دروازہ، فریج، ٹیبل کے نیچے اس نادیدہ لڑکی کی تلاش میں متلاشی نظر دوڑاتے ہوئے پورا کچن کھنگال چکا تھا وہ۔

"قسم سے۔۔جب سے یونیورسٹی سے پاسڈ آوٹ ہوا ہوں اس مخلوق کو دیکھنے کیلئے آنکھیں ترس گئی ہے، ہائے! وہ بھی کیا دن تھے حسین و جمیل

دوشیزائیں ارد گرد کلی پھول خوشبو کی طرح مہکتی رہتی تھیں۔اک اب کی روکھی پھیکی زندگی ہے۔۔۔"جب ترسی ہوئی نظریں ناکام لوٹی تو مایوس کن تاثرات بھوتی شریف پر نمودار کئے کمر پر دونوں ہاتھ ٹکا کر ٹھنڈی آہیں خارج کرتے ہوئے یونیورسٹی کے دنوں کی باغ بہاریں یاد فرمانے لگا۔

"سچ کہا بڑے! وہ بھی کیا دن تھے۔اب تو اس مخلوق کی دیدار کی خواہش خواب میں بھی حسرت ہی معلوم ہوتی ہے۔"شہروز نے اس کی شرارت میں بھرپور انداز میں حصہ لیا۔

"وہی تو چھوٹے! ویسے چھپکلی بتاؤ نہ تم نے کہاں اس خدا کی حسین تخلیق کا دیدار کر لیا۔۔"

"تمہاری قبر میں منحوس انسان! تمہیں اتنی بڑی جیتی جاگتی لڑکی نظر نہیں آرہی؟"

نجمہ اس کی بھونڈی اداکاری پر پھولتی ناک اور جارحانہ تیور لیے اس کے عین مقابل کمر پر ہاتھ جما کر کھڑی ہوئی۔ کی دیکھ لو ندیدے انسان میں ہی ہوں لڑکی۔

"ہاہاہاہا۔ تم! اور لڑکی۔ مذاق نہیں کرو یار۔۔"

حیران نظروں سے نجمہ کا اپر سے نیچے تک جائزہ لینے کے بعد کچن کی فضا میں امروز کا بھرپور قہقہہ گونجا تھا۔

"ایسے دیدے پھاڑ کر مجھے کیا دیکھ رہی ہو۔ کبھی ان دیدوں کا سہی استعمال کر کے قد آور آئینہ میں اپنے آپ کو بغور دیکھا ہوتا تو تمہیں یہ شدید قسم کی غلط فہمی قطعی لاحق نہیں ہوتی۔۔" وہ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں ہلکورے لے رہے غصہ کی پرواہ کئے بغیر مصنوعی افسوس سے بولا۔

"اپنی بکواس بند کرو یا جوج کے کچھ لگتے ورنہ تمہارا منہ توڑ دوں گی۔" وہ حسب سابق بھپری۔

"یہی!! یہیں دیکھ لو خود کو۔۔" وہ اچھل کر ایک جست میں اس کے مقابل آیا۔۔

"تمہاری یہی حرکتیں تمہیں کومل نازک اندام لڑکیوں کی کیٹگری سے خارج کرتی ہے۔ مطلب یار کوئی بات ہی نہیں ہے تم میں خدا کی سب سے حسین تخلیق والی۔ نہ خاموش وادی میں گرتے جھڑنے جیسی روح و دل میں گھر کرتی آواز، نہ مدمست ہواؤں کی سرسراہٹ پر جھومتی مہکتی نازک پھول کی ڈالیوں جیسی ادائیں، نہ گہرے خاموش سمندر جیسی آنکھیں، نہ مثل ماہ خوبصورت من موہنا مکھڑا۔ مطلب کی اس صنف والی کوئی بات نہیں ہے یار تم میں۔ نہ!!۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

اپنی صنف کی شاعرانہ تعارف پر نجمہ ہونق پن سے اس کی شکل تکنے لگی۔

اور تیز طرار بھوکی شیرنی کی ہونق شکل دیکھ امروز نے مسکراہٹ دبائی جبکہ شہروز بھائی کی اداکاریوں پر ہانڈیا میں خواہ مخواہ کرچی چلانے لگا۔

"نہ نزاکتیں، نہ ادائیں، نہ معصومیت، نہ نازک اندامی کچھ بھی تو دوشیزاؤں والا نہیں ہے تم میں۔۔بس ہمہ وقت جنگلی بلی کی طرح جھپٹنا لڑنا پھاڑ کھانے کو دوڑنا جانتی ہو یہ کس کی علامات ہیں جانتی ہو؟"

وہ ٹھہر ٹھہر کر پُراثر انداز میں تجزیہ کرتے ہوئے لبوں پر مچل رہی مسکراہٹ کو دبا کر اس کی طرف جھکا۔

"کس کی؟" نجمہ کی پھسی پھسی سی آواز نکلی۔

ان شدید صدمہ نے جو ساری تیز طراری ہرن کر دی تھی۔بوجھل اعصاب پر فکر و غم بری طرح غالب آگیا تھا۔اس نے غیر جانب داری سے اپنا تجزیہ

کیا تو واقعی امروز والی لسٹ کی ایک بھی خصوصیت اس میں ڈھونڈنے سے بھی ناپید تھی۔ تضاد مقابل نے بڑی بے مروتی سے حقیقت کا آئینہ دکھاتے ہوئے نہایت بے دردی سے اسے اسی کی صنف سے خارج کر دیا تھا۔ ایسے میں نجمہ بی بی صدمہ سے بیہوش نہ ہوتی کیا ہوتی؟۔

"سچ میں جاننا چاہتی ہوں تم؟"

اس کی صدمہ زدہ کیفیت سے حظ اٹھاتے امروز نے بنا

وٹی ہمدردی سے آنکھوں کو جنبش دیا۔

جیسے تصدیق چاہ رہا ہو آیا تمہاری موجودہ حالت حقیقت برداشت کر پائے گی یا ہارٹ اٹیک وغیرہ کا چکر پر جائے گا۔

"ہہ۔۔ہاں۔۔"

وہ ایک سوال میں پوشیدہ کئی سوالوں پر مزید بے دم ہوتی محض سر ہلا سکی۔۔

"خون چوسنے والی چڑیل۔"

اسے بلی کے سامنے سہمے کبوتر کی طرح کھڑا دیکھ امروز چیخ کر کہتا اس کے جھپٹنے سے پہلے ہی قہقہ لگا کر وہاں سے بھاگا۔

"تم رک جاؤ جنگلی چڑیل کے سرتاج۔۔"

نجمہ چمک کر ہوش میں آئی۔اور ٹیبل سے بیلن اٹھا کر اس کے پیچھے لپکی جو قہقہ لگاتے ہوئے آگے آگے بھاگ رہا تھا۔

"چڑیل بڑے نے اسے کہا،اور بڑے کو اس نے چڑیل کا سرتاج کہا۔ کہیں ان دونوں نے خفیہ نکاح وکاح تو نہیں کھڑکا لیا،یوں بھی آج کل ایسے واردات عام ہو گئے ہیں۔ نہیں ! نہیں ! اللہّٰ میرا بھائی اب اتنا بھی گنہگار نہیں ہے کی اسے نجمہ جیسی 'سزا' ملے۔"""

شہروز اپنی سوچ پر ملامت کرتا کانوں کو ہاتھ لگا گیا۔ جبکہ حال کمرے سے دونوں کی خطرناک چیخ پکار کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"نغمہ!

نغمہ بچاؤ!!

تمہاری بہن کو بچپن میں جو کتّے نے کاٹا تھا لگتا ہے چودہ انجیکشن کا اثر ختم ہو گیا ہے۔۔"

امروز ہانپتا ہوا دور کر اندر داخل ہوئی دھان پان سی نغمہ کے پیچھے چھپنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔۔

"بالکل! سہی پہچانا ختم ہو گیا ہے اثر اس لی ئے آج میں اس بارہ سنگھا کا سر پھاڑ کر رہوں گی۔ تم ہٹ جاؤ نغمہ آج اس لعنتی انسان کو مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔۔"

بیلن کو تلوار کی طرح بلند کئے وہ انگریزوں کی خون کی پیاسی جھانسی کی رانی ہی لگ رہی تھی۔۔

"ارے! ارے! ہو کیا گیا ہے کوئی بتائے گا مجھے امروز کندھا توڑ دو گے کیا؟" نغمہ دونوں کے بیچ سینڈوچ بن کر جھنجھلائی۔

"نغمہ! تم بیچ سے ہٹ جاؤ بس جو بھی ہوا ہے۔ اس کا انجام دیکھ آغاز سمجھ جاؤ گی تم۔ چڑیل ہوں ناں؟ میں آج اس پہاڑی بکرے کو خون کیسے چوستے ہیں سمجھاؤں گی۔۔" آڑیا پاڑ کی جنگ کیلئے تیار نجمہ کے ارادے کچھ زیادہ ہی خطرناک تھے۔

امروز کو اپنی گل افشانی پر وقتی افسوس ہوا۔ کیونکہ کم از کم نغمہ تو اس آتش فشاں کو شانت نہیں کر سکتی تھی۔۔

"دیکھ لو نغمہ! میرے باپ بھائی گھر سے باہر ہیں۔ اور ان کے غیر موجودگی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کا ایک گبھرو جوان شہید کرنا چاہ رہی تمہاری بل بتوری بہن۔۔"

امروز نے عقب سے ہانک لگائی وہ مسلسل نغمہ کو ڈھال بنائے ادھر سے ادھر ہوتا اپنا بچاؤ کر رہا تھا۔

"پھر کلمہ شہادت پڑھ لو جلدی سے۔۔"

"نجمہ بس حد ہوتی ہے۔۔"

"اور آج وہ حد پار ہو گی اس برفانی ریچھ کے قتل کے بہانے۔۔" وہ اپنے ارادوں پر ڈٹی ہوئی تھی۔۔

"ہائے! ہائے! لڑکی کیا بیہودگی پھیلا رکھی ہے۔ کوئی ہوش ہے باہر تک آوازیں بلند ہو رہی ہے۔ نجانے ندرت کی یہ اولاد اناث کس پر چلی گئی۔۔" معاً دروازے سے داخل ہوئی رقیہ دادی نے قدم رنجہ فرماتے ہی ہائے ہائے کے ساتھ کھری کھری سنائی۔

"دادی آپ نہیں جانتی۔۔" نجمہ روہانسی ہوئی ان کے لتاڑنے پر۔

کیونکہ دادی کی جانبدار عدالت میں اس کی دال کم کم ہی گلتی تھی۔ البتہ بلند آواز میں شکر کا کلمہ پڑھتے ہوئے امروز شیر بنا نغمہ کے پیچھے سے نکل کر دادی کی قریب پہنچا۔

"بی بی! جاننے کی نوبت تم آنے کہاں دیتی ہو سارا دن تو یہاں وہاں دندناتی پھرتی ہو۔ وہ ذرا مدرسہ ہوتی ہو تبھی گلی کو چین ہوتا ہے۔۔" باہر آگ

برساتے سورج کا مقابلہ کر کے آرہی دادی نے ساری گولہ باری نجمہ پر کر دی تھی۔امروز کا تو بس نہیں چلا اس موقعہ پر بھنگرے ڈالے۔۔

"دادی یہ زیادتی ہے آپ اصل ماجرا جانے بغیر ہمیشہ کی طرح جانب داری سے کام لے رہی ہیں، شروعات اس نے کی تھی۔۔" نجمہ بیلن والا ہاتھ نیچے کرتی سراپا احتجاج ہوئی۔۔

"دادی نے ان آنکھوں سے ایک دنیا دیکھی ہے۔۔انھیں پرکھ ہے صحیح غلط کی تم الزام نہ دوانھیں جانبداری کا۔"امروز معصومیت سے بولا۔

نجمہ دادی کی عقابی خونخوار نظر خود پر دیکھ مزید صلواتوں و نصیحتوں کے طوفان سے اجتناب کیلئے پیر پٹختی اندر بڑھ گئی۔۔

"درست کہا میاں مجھے پرکھ ہے اس لئے تمہیں بھی سلیقہ سے سمجھا رہی ہوں اب بچے نہیں رہے تم جو ہمہ وقت الجھتے رہتے ہو بہن سے۔ بڑے

ہو جاؤ کل کو نئی بہو آئے گی گھر۔ تمہاری ان حرکتوں کو کیا نام دے گی؟"

نجمہ کے غائب ہوتے دادی نے کڑے تیور لیئے امروز کی جانب مڑتے ہوئے اس کا کان مڑوڑا۔۔

"اہ! دادی پہلے تھانیدار جی کو تو منائیں تھانیدارنی لانے کیلیئے۔۔"امروز کراھتا بولا۔

"مان جائے گا۔۔وہ بھی بس اب کی باری گھر آئے وہ۔۔"

دادی کا کانفیڈنٹ قابل دید تھی۔امروز متاثر کن انداز میں سر ہلاتا سرعت سے وہاں سے کھسک کر واپس کچن میں آیا جہاں وہ اس کا سارا غصہ روٹی پر نکال رہی تھی۔

"شیر وا اپنے بھائی سے کہدو اپنی شکل نہ دکھائے وہ مجھے۔۔"توے پر روٹی ڈالتی ہوئی شعلہ جوالا لڑکی کا مزاج بھی جلتے توے پر جا بیٹھا تھا۔

"یار تم لڑکی۔۔۔"

"میں نے کہا شکل گم کرو اپنی۔۔"اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی نجمہ نے پیڑا اٹھا کر مارا تھا۔۔

"لڑکی محنت سے آتا ہے آٹا دال برباد مت کرو میں جا رہا ہوں۔۔"

"پھر دفع ہو جاؤ۔۔"

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ سنسان سڑک پر خوف و ہراس سے زرد پڑتے چہرے کے ساتھ کانپتی انگلیوں میں مضبوطی سے سٹیرنگ تھامے پوری رفتار سے گاڑی دوڑا رہی تھی۔خوف سے ماؤف ہوتے ذہن میں ایک قصد واضح تھا۔چاہے جو ہو جائے رکنا نہیں ہے۔ہولے ہولے کانپ رہے پسینہ سے تربتر جسم کا رواں رواں کسی غیبی امداد کیلئے دعا گو تھا۔

"جیڈی کیوں اتارا میں نے تمہیں۔۔؟"

خالی پیسینجر سیٹ کو اپنا منہ چڑاتا دیکھ وہ بے بس ہوئی۔

اسی نے اپنی ماں باپ کی وکالت کرنے پر اسجد کو فارم ہاؤس سے کچھ دور پر زبردستی گاڑی سے اتار پھیکا تھا۔اور یہی شائد اس کی سب سے بڑی حماقت ثابت ہوئی تھی۔جو سنسنان جنگلاتی علاقہ کی انجان سڑکوں پر اپنی ضد و جنون میں گاڑی لیکر نکل آئی تھی۔۔

لیکن اسے کیا خبر تھی کی یوں اسلحہ کاروں سے بھری دو دو جیپ اس کا موت کی طرح تعاقب کرے گی۔خوف سے رگوں میں گردش کا کرتا خون سر د پر رہا تھا،دھڑکنیں بتدریج مدھم پڑتی جارہی تھی۔دل بند ہونے کو تھا۔ہاتھ پیر بالکل بے جان ہو رہے تھے۔

جیسے یہ خوف اسلحہ کاروں سے پہلے اس کی روح قبض کر لے گی۔ لیکن پھر بھی وہ ہمت کا مظاہرہ کرتی اپنے آپ کو بچانے کی بھرپور کوشش میں گاڑی پوری جی جان لگا کر بھگا رہی تھی۔

لیکن کب تک یکایک بالکل غیر متوقع طور پر سامنے سے نکل آئی گاڑی کو بے خوف و خطر پوری رفتار سے اپنی جانب بڑھتا دیکھ وحشت ناک چیخ کے ساتھ اس کا سر دبے جان پیر خود بخود بریک پر پڑا تھا اور ایک زبردست جھٹکے سے گاڑی رکی۔

ساتھ اس کی مدھم چل رہی دھڑکنیں بھی تھم گئی۔ جب عقب سے اسلحہ بردران کو جیپ روک کر دوڑتے ہوئے اپنی جانب بڑھتا دیکھا۔

جوں جوں وہ لوگ قریب آ رہے تھے خوف و ہراس سے اس کا وجود توں توں سن پڑ رہا تھا۔ آنکھوں کی پتلیاں سائیڈ مرر پر ساکت تھی۔ جس میں ان لمبے

چوڑے مشٹنڈوں کے ہتھیاروں سے آراستہ فضا میں بلند ہاتھ اس کی سانسیں خشک کر رہی تھی۔

لاکھ اعصاب کو کنٹرول کرنے کی کوشش کے باوجود اعصاب شل ہو گئے، جبیں پر پسینہ پانی کی طرح بہنے لگا۔ تیکھے نقوش خطرناک حد تک سپید پر گئے، مدھم دھڑکنیں سست سے سست تر ہو گئی، پھٹی پھٹی پتلیاں بالکل ساکت ہو گئی، اور اگلے ہی لمحے اس کا نیم جان وجود بقا کی جنگ ہار گیا۔ اور اس کا سر ٹوٹی شاخ کی طرح سٹیرنگ پر گرا۔ پھر ہر جانب سیاہ سکوت چھا گیا تھا۔

---

زندگی کی حسین رہ گزر،

ڈھونڈھتی ہے کوئی ہمسفر،

جس کو پانے کی ہے آرزو،

آ ملے گا کسی موڑ پر،

وہ اپنی محفل نکاح میں بیٹھا شائد نہیں یقیناً اس دنیا کا انوکھا بلکہ نہایت عجیب ترین فرض شناس دولہا تھا۔ جو اپنی عظیم الشان بارات تن تنہاء ڈائریکٹ تھانے سے سرکاری گاڑی میں لیکر آیا تھا۔ اور فل وردی میں ملبوس سر پر کیپ کی جگہ سفید رومال باندھے چٹختے اعصاب اور سلگتی کنپٹی کے ہمراہ شدید بے یقینی و اشتعال کے عالم میں کمال ضبط سے مولوی صاحب کے مقابل بیٹھا تھا۔

ذہن و دل میں عجب ہی جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ ہزاروں سوال، ڈھیروں اندیشے سر بلند کر رہے تھے۔ کیا اس کے ساتھ مذاق ہو رہا تھا؟

اگر مذاق ہو رہا تھا تو نہایت ہی گھٹیاں مذاق ہو رہا تھا۔ زبردستی نہ نظر آنے والے 'جذباتی بندوق' کی نوک پر ایجاب و قبول کے مراحل سے گزرنے کیلئے تیار بیٹھا وہ سخت ضبط سے کام لے رہا تھا۔

انسان کی زندگی کا وہ خوبصورت جادوئی لمحہ جب محض کسی کا نام مقدس رشتہ کا حساس دل میں ڈھیروں کلیاں کھلا دیتی ہے اس کے اندر دھواں اٹھ رہے تھے۔۔

بلکہ وہ بارات لیکر کہاں آیا تھا وہ تو اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیتے اپنا وعدہ پورا کرنے کیلئے وقاص ملک کی صاحب زادی کی ایمرجنسی میں منعقد ہوئے نکاح میں سیکورٹی کے انتظامات دیکھنے آیا تھا۔ اور اناً فاناً ہی صورت حال اس قدر بدل گئی کی اصل دولہے کی عدم موجودگی کو جواز بنا کر قربانی کے بکرے کی طرح اسے ہی پیش کر دیا گیا قصائی (مولوی صاحب) کے سامنے۔

یہ سوچ ہی اس کے اندر اشتعال انگیز مادہ کو بھڑکانے کیلئے کافی تھا۔

کیا اس کا وجود اس قدر ارزاں تھا کی کسی کی بھی خالی جگہ کو پُر کرنے کیلئے اس کی رضا جانے بغیر اسے بیٹھا دیا جائے؟

اس کی مردانہ انا بری طرح بلبلا رہی تھی من کر رہا تھا پل میں سب تہس نہس کر دے۔

لیکن وہ طے نہیں کر پا رہا تھا اسے غصہ کس پر کرنا چاہیئے اپنے باپ پر جنھوں نے اسے اس مقام تک لایا تھا؟

یا اپنی بے بے بسی۔۔

اگر عزت مآب ملک صاحب کے ماما زاد نے کم ظرفی و مادہ پرستی کی عظیم مثال قائم کرتے ہوئے گیلانیوں سے سودے بازی کر کے چار ہزار ووٹوں کے عوض سارے رشتہ ناطوں کو پس پشت ڈال کر مشکل گھڑی میں ملک وقاص

کی مدد کرنے ان کی بیٹی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا تو کیا اس کا یہ مطلب نکلتا تھا ابرار حمید اپنا بیٹا پیش کر دے؟ اس کے اندر زہریلی سوچ ابھری۔

لیکن منتشر ذہن کو شدید تاؤ بلکہ تعجب و قاص ملک پر بھی آ رہا تھا۔ جو گیلانیوں کی بدنیتی سے ڈر کر اپنی نازوں میں پلی نازک اندام بیٹی اس جیسے مڈل کلاس خاندان سے تعلق رکھنے والے تھانیدار کو سونپ رہے تھے۔

کم از کم یہ تو انھیں لحاظ کر لینا چاہئے تھا وہ کہاں اؤنچے حسب نسب والے خاندان رئیس اور ابرار حمید کہاں ان کا ایک معمولی سا ملازم۔ ان کے حیثیت کے آگے ابرار حمید جیسے وفادر کی بھلا کیا اوقات۔

لیکن شائد اسی کو ستارے گردش میں آنا کہتے ہیں۔۔ طلحہ نے تنفر سے سوچا۔

اس نے ہمیشہ کہا تھا بلکہ مصمم ارادہ تھا اس کا جب نکاح کی سنت ادا کرے گا مکمل سنت پر عمل پیراں ہو گا۔ نہایت سادگی و مختصر محفل میں نکاح کی مقدس سنت ادا ہو گی۔

لیکن اتنی سادگی سے اس قدر غیر متوقع صورت حال میں وہ ایجاب و قبول کے مراحل طے پائیں گے۔ اس کا اسے ذرا اندازہ نہیں تھا۔ وہ اپنی ہی سوچوں کے تانے بانے بننے میں مصروف تھا۔ ادھر مولوی صاحب نکاح کی کاروائی شروع کر چکے تھے۔۔

"طلحہ ابرار حمید ولد ابرار حمید آپ کا نکاح آبرو وقاص ملک ولد وقاص ملک سے ایک لاکھ حق مہر سکہ راج الوقت طے پایا ہے کیا آپ کو نکاح قبول ہے؟"

خطبہ کے بعد مولووی صاحب کا دلسوز سوال اس کی سماعت سے ٹکرایا۔

طلحہ نے بجائے مولوی صاحب کو تسلی بخش جواب دینے کے ہنوز بے یقینی کی کیفیت میں گردن موڑ کر پہلو میں بیٹھے اپنے باپ کو دیکھا اس امید کے تحت کی شائد اب یہ انکشاف ہو جائے کی یہ محض ایک بھونڈا مذاق تھا۔ایک نگاہ میں ڈھیروں امید وہزاروں سوال تھے۔۔

"طلحہ ! بیٹے مولوی صاحب منتظر ہیں جواب دو۔۔"

ابرار نے حمید اس کی اندرونی کیفیت سمجھتے ہوئے بھی انجان بن کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"طلحہ ! بیٹا نیک کام میں تاخیر اچھی بات نہیں۔۔"

اسے ہنوز خود کو گھورتا دیکھ ابرار حمید نے اس کے مضبوط چوڑے شانوں پر دباؤ بڑھایا۔

"آپ نے اس نیک کام کیلئے 'حامی' بھرنے سے پہلے میری رضامندی پوچھی تھی؟ اگر میں ابھی انکار کر دوں تو؟"

وہ بڑے ضبط کے ساتھ دبی دبی آواز میں باپ پر بگڑا۔

"جہاں مان ہوتا ہے۔ وہاں یہ چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہے، مجھے اپنے بیٹے پر اپنی تربیت پر پورا بھروسہ تھا، میرا شیر جوان میرے اشارے پر اپنا سر گردن سے اتار کر میرے قدموں میں رکھ سکتا ہے۔۔"

ابرار حمید نے تفاخر سے کہتے ہوئے گویا شیر کو پنجرے میں 'جادو' کی جگہ 'جذباتی' منتر سے قید کر دیا تھا۔ محبت و مان کے منتر سے جہاں وہ پھڑ پھڑا تو سکتا تھا۔ لیکن نکلنے کی کوشش نہیں کر سکتا تھا۔

"تو پھر آپ میرا سر ہی مانگ لیتے۔۔"اس نے شاکی نظریں ان پر ڈال کر نظر سامنے اٹھائی جہاں مولوی صاحب الجھی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

وہاں سے نظر ہٹی تو جھکے کندھوں اور گلال آنکھوں میں واضح شکست لیئے بیٹھے برسوں کے بیمار نظر آرہے وقاص ملک پر ٹھہری شدید غصہ کے باوجود اسے اس باپ پر ترس آیا تھا۔

"طلحہ ابرار حمید ولد ابرار حمید آپ کا نکاح آبرو وقاص ملک ولد وقاص ملک سے ایک لاکھ حق مہر سکہ راج الوقت طے پایا ہے کیا آپ کو نکاح قبول ہے؟"

ابرار حمید کے اشارے پر لفظ پھر دہرائے گئے۔ طلحہ نے سرخ آنکھیں سختی سے میچی۔

وفاداری اور اپنے قول کی پاسداری میں ہر حد سے گزر جانے والے ابرار حمید نے آج اپنے 'شیر جوان' کو بالکل بے بس کر دیا تھا۔

"قبول ہے۔۔"

وہ ضبط سے مٹھیاں بھینچتا بھینچی آواز میں بولا۔

اس کی کیفیت سے بالکل انجان مولوی صاحب نے انھیں لفظوں کو اسی اطمینان سے از سر نو دہرا کر اس کا مزید دو مرتبہ کڑا امتحان لیا تھا۔ دونوں مرتبہ 'قوت ارادی' کو مات دے کر 'قوتِ ضبط' کو فوقیت دیتے ہوئے وہ اس بد تمیز، اکھڑ، بدمزاج، ضدی خود سر حسینہ کو اپنی زوجیت میں قبول کرتا چلا گیا تھا۔

سنت کی ادائیگی کے بعد بمشکل آٹھ لوگوں کی محفل میں مبارک باد کا تبادلہ شروع ہوا تو وہ اسی طرح پتھریلے تاثرات کے ہمراہ گلے ملتا رہا۔ اس نے رسمی مسکراہٹ بھی لبوں پر سجانا عبث جانا تھا۔۔

"مبارک ہو میرے شیر۔۔ آج تم نے میرا سینا فخر سے اور چوڑا کر دیا۔ اولاد اگر انسان کو اللہ دے تو تم جیسا فرمابردار جاں نثار دے ورنہ نہ دے۔۔"

اپنے بلند قامت مضبوط سعادت مند بیٹے کو گلے لگاتے ہوئے ابرار حمید کا سینا فخر سے پھول گیا تھا لہجے میں ہی نہیں ہر ہر انداز سے سرشاری عیاں تھی۔

"لیکن آپ نے میرے ساتھ ٹھیک نہیں کیا بھولوں گا نہیں میں اس زیادتی کو۔۔" وہ شکوہ کئے بغیر نہیں رہ سکا۔

"کوئی نہیں یار میں منا۔۔ آیئے ملک صاحب۔۔"

طلحہ کو جواب دیتے ہوئے ملک وقاص کو بوجھل قدموں ادھر آتا دیکھ ابرار حمیدان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"میں تمہیں مبارک باد پیش نہیں کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں تم نے یہ مرضی سے نہیں اپنے والد کے دئے قول سے مجبور ہو کر کیا ہے۔۔اس لیئے میں صرف اتنا کہوں گا میں تمہارا قرض دار ہوں۔ ممنون و مشکور ہوں۔احسان مند ہوں تم نے میری بیٹی کو اس بد دعا سے آزاد کر کے وقاص ملک کو زندگی بھر کیلیئے خرید لیا ہے۔۔" وہ اس کا شانہ دونوں ہاتھوں سے جکڑے شدت غم سے کانپتی آواز میں بولے۔

"پلیز ملک صاحب۔۔" طلحہ نے بوکھلا کر ان کا شانہ تھاما۔

"میں بس اتنا کہوں گا جلد بازی میں آپ نے اپنی بیٹی کے ساتھ زیادتی کر دی۔اسے آپ لوگوں کے شایان شان کوئی بھی مل جاتا بات جو بھی

ہوں، حالات جوں بھی ہوں۔ لیکن آپ میں اور ہم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔۔"

وہ بلا مبالغہ صاف گوئی سے بولا۔

"نہیں جوان! میری بیٹی اتنی خوش قسمت نہیں اگر ہوتی تو ابھی کمرے میں خوف وہراس سے سپید نہ پڑی ہوتی۔۔" وقاص ملک طنزیہ مسکرائے لہجہ درد سے لبریز تھا۔ مسکراہٹ بھی ایسی تھی جیسے اپنی حالت کا مذاق اڑا رہے ہوں۔

ابرار حمید نے لب بھینچے آج سے پہلے انھوں نے اتنا ٹوٹا بکھرا وقاص ملک کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ شائد تب بھی نہیں جب آٹھ سالہ آبرو کو انھوں نے خود سے جدا کر کے دور امریکہ بھیجا تھا۔۔

"ادھر آؤ میرے ساتھ۔۔" وقاص ملک اس کا مضبوط بازو تھام کر ایک سائیڈ پر ہوئے۔

"جانتے ہو اس ایک گھنٹے میں میں نے کتنے رشتے داروں دوستوں اور ہمدروں کا اصل مکروہ چہرہ دیکھ لیا ہے؟

جو برسوں سے اپنے بد نما، بد صورت، بد دیانت، مکروہ چہرے پر دوست، ہمدرد، غم گسار کا نقاب چڑھائے فریبی مسکراہٹ کے ساتھ مجھے کھوکھلا کرتے آرہے تھے۔ مجھ سے جھوٹی امیدوں کا بلند قامت محل تعمیر کرواتے آرہے تھے۔ اور آج اسی فریب و دھوکہ کی اینٹوں سے بنے کھنڈر محل کے ملبے تلے وقاص ملک دب کر مر گیا۔۔" ان کے لہجے میں صدیوں کی تھکن لفظوں میں ٹوٹے کانچ سی چبھن اور حزن و ملال سے مرجھائے چہرے پر اذیت کی داستان رقم دیکھ طلحہ نے نا سمجھی سے باپ کو دیکھا۔

"آبرو ہمارے علم میں لائے بغیر ہماری یہاں موجودگی سے خفا ہو کر باہر لانگ ڈرائیو کیلئے نکلی تھی۔ اسجد اس کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں اس میں اور اسجد میں شائد کوئی ان بن ہو گئی اس نے اسجد کو فارم ہاؤس کے قریب ہی اتار دیا۔ اور اکیلی انجان راستوں پر غصہ کی حالت میں نکل گئی۔ اللہ بہتر جانتا ہے گیلانیوں کو پہلے سے علم تھا یا آج ہی معلوم ہوا تھا۔ زیاد گیلانی نے تقریباً پانچ سے سات کیلو میٹر تک دو جیپ اسلحہ برادران کے ہمراہ اس کا پیچھا کیا۔ پھر ایک سنسان سڑک پر اس کی گاڑی کو زبردستی رکوا کر پورے ڈیڑھ گھنٹے تک اسلحہ کاروں سے گھیرے رکھا۔ "شدت ضبط سے نا صرف وقاص ملک کی آواز بھرا گئی تھی۔ بلکہ اپنی لختِ جگر کی اس لمحے کی اذیت محسوس کر ان کا تنفس بگڑ گیا تھا۔

"اہ!!!۔"

طلحہ اس لڑکی کی حالت کا سوچ کر ہی اندر تک دہل گیا تھا۔ایسی صورت حال میں تو بڑے بڑے تواناں مرد تک ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں پھر وہ تو نازک اندام سی لڑکی تھی۔

"اندازہ لگا سکتے ہو جس بچی نے بچپن میں ٹوئے گن سے تک نہیں کھیلا اس کا اتنے اسلحہ کاروں کی موجودگی میں کیا حال ہوا ہو گا؟"انھوں نے سرخ چہرہ موڑ کر نم گلال آنکھیں اس کی جانب اٹھائی۔ طلحہ اس باپ کی آنکھوں میں درج اذیت کی داستان پڑھنے کی ہمت نہ کرتے ہوئے زاویہ نظر بدل گیا۔

"اور ڈیڑھ گھنٹے بعد نجانے کب سے بیہوش پڑی آبرو کی گاڑی کو ٹوکر کے یہاں فارم ہاؤس تک لایا گیا۔اور کھلے لفظوں میں مجھے باور کرایا گیا کے وہ جب چاہیں اپنے زور بازو کے دم پر اپنی امانت لے جا سکتے ہیں میں انھیں روک نہیں سکتا۔"انھوں نے اذیت سے زیاد گیلانی کے لفظ دہرائے۔

"اور واقعی میں انھیں نہیں روک سکتا ہوں۔ تبھی میں نے فوری اقدام کے تحت اپنی سیاہ بخت بیٹی کیلئے کوئی مضبوط سائباں تلاش کرنا چاہا۔ جو میری پھولوں سی نازک بے گناہ بچی کو اپنی پناہوں میں چھپا کر اس انتقام کی آگ کی لپٹوں سے محفوظ رکھے۔ لیکن میرے کڑے وقت میں کوئی ہمدرد ہاتھ تسلی کیلئے میری طرف نہیں بڑھا۔ نہ نام نہاد رشتے داروں کا اور نہ ہی دوست احباب میں سے کسی رفیقِ قلب کا۔

کیونکہ خاندان والے سب زمیندار ہے انھوں نے اگر پنچائیت کے فیصلے کے خلاف ورزی کی تو پنچائیت ان کا بائیکارٹ کر دے گی۔ جس کے بعد ان کے اراضی کے معاملات کورٹ کچہری کے چکروں کی نذر ہو جائیں گے۔ اور عمران بھائی جو اثر و ثوق والے تھے میری مدد کر سکتے تھے انھوں نے سیاسی مفاد کیلئے قدم پیچھے لے لی ئے۔۔" وہ اپنی بے بسی کی داستاں سناتے ہوئے خود اذیتی سے مسکرائے۔

"اور بزنس ورلڈ سے کوئی اس لیئے میرے شانہ بشانہ کھڑا نہیں ہوا۔ کیونکہ زیادہ گیلانی کی پہنچ بہت اُپر تک ہے۔ وہ چاہے تو راتوں رات ایک فون کال سے شیئر مارکٹ میں کسی کی بھی خستہ حال شیئرز کو بلندیوں تک پہنچادے اور چاہے تو کسی کا بھی رنوے پر دوڑتا ہوا بزنس ٹھپ کروادے۔ اس خستہ حال لاچار باپ کی کہانی کا لب لباب یہ ہے کی اس انسانیت کے قاتل مطلبی دنیا میں سب کو اپنا مفاد اپنی بقا عزیز ہے۔ کوئی میری بدنصیب بیٹی کو اپنا کر اپنے روشن بخت کے تخت پر بربادی کا 'سیاہ باب' نہیں لکھنا چاہتا۔ مجھے تو ابرار حمید پر حیرت ہو رہی ہے وہ کیوں ہر بار انجام کی پرواہ کئے بغیر میرے شانہ بشانہ کھڑا ہو جاتا ہے۔۔" وہ ابرار حمید کو پرنم تشکر آمیز نظروں دیکھتے ہوئے عقیدت سے بولے۔

"وہ ایک فیری ٹیل ہے ناں 'کرڈ پرنسیز' اسی کا کردار ہے مجھ بزدل باپ کی بدنصیب بیٹی۔۔" وہ اپنا ہی تمسخر اڑا رہے تھے۔

"تم بے فکر رہو تھوڑی ضدی ہے بدمزاج بھی ہے لیکن دولت کی پجارن نہیں ہے۔ دولت شان شوکت سے کبھی لگاؤ نہیں رہا وہ تو بچپن سے محبت اپنائیت اپنوں کو ترسی ہے۔ پھر میرا سب کچھ میرے تینوں بچوں کا ہی تو ہے۔ تم بس اس کی حفاظت کرنا۔۔"

وہ طلحہ کا بازو تھپتھپا کر پر امید لہجے میں التجاء کر رہے تھے اتنا سب سننے کے بعد طلحہ محض سر ہلا سکا تھا۔

"تو اب زیاد گیلانی کے خلاف ایف آئی آر درج کروانا چاہیں گے؟" وہ کچھ توقف کے بعد سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

یہ جانتے ہوئے بھی کی یہ ایف آئی آر کیس وکیل سب وقت کا زیاں ہو گا۔ ان جیسوں کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا قانون تو یوں بھی ان کے گھر کی لونڈی غلام ہوتی ہے۔۔

"نہیں! کیونکہ اس کا تو کچھ نہیں بگڑے گا تم پریشانی میں آجاؤ گے۔۔"ان کا سر نفی میں ہلا۔

"آپ میری فکر نہیں کریں۔۔"

"نہیں! مجھے تمہاری صلاحیتوں پر بھروسہ ہے۔"

"ٹھیک ہے میں لیٹ ہو رہا ہوں میں چلتا ہوں ابا آپ بھی گھر کیلئے نکلیں بچے تنہاء ہیں گھر میں۔۔"ریسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے وہ متفکر سا ابرار سے بولا۔

"اور آپ فکر نہیں کریں سیکورٹی کا سارا انتظام کر دیا ہے میں نے اب یہاں چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی۔"

وہ تسلی آمیز لہجے میں بولا۔وقاص ملک نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"بھیوا ابا ابھی تک نہیں آئے۔۔"

زونی گھڑی میں آٹھ بجے کا وقت دیکھ کر روہانسی دالان میں ٹیپو کے ساتھ اودھم مچا رہے دونوں بھائیوں کے قریب آئی۔

"میری پڑھا کو مینا بتایا تھا ناں ابھی فون کر کے بتایا ہے آج وہ تھوڑا لیٹ ہو جائیں گے۔" امروز نے اس کا گال تھپتھپا کر پچکارا۔

"لیکن بھیو کب آٹھ تو بج گئے نہ اتنا لیٹ ہو گیا روزانہ ابا مغرب کے بعد ہی آجاتے ہیں، اب تو عشاء کی اذان ہونے والی ہے۔" زونی کی شکل رونے والی ہو گئی تھی۔

"ارے! میری بھولی بہن ہمارے لیئے رات ہو گئی ہے لیکن باہر ابھی شام جوان ہے۔ فکر نہیں کرو ابا آجائیں گے جب تک تم ہم لوگوں کے ساتھ بیٹھو کوئی گیم کھیلتے ہیں۔۔"

شہروز اس کا ڈر سمجھ کر اسے بازوں کے حصار میں لیکر نیچے کارپیٹ پر بیٹھا۔

وہ ایسی ہی تھی چڑیا کی دل والی طلحہ نے اس کی پرورش ایسے کی تھی کی وہ گھر اور کتاب کے علاوہ باہری دنیا سے بالکل نابلد تھی۔ زونی کی پوری کائنات ابا اور تینوں بھائیوں کے گرد گھومتی تھی بلکہ طلحہ کو تو وہ سب زونی کی ماں ہی کہتے تھے۔ زونی پیدا ہوتے ہی ماں جیسی عظیم نعمت سے محروم ہو گئی تھی۔ تب سے طلحہ نے اسے اور اس گھر کو ماں کی طرح پالا تھا۔ کیونکہ ابرار حمید کو تو اپنے فرض اور قول کی ادائیگی سے فرصت ہی نہیں تھی۔

"بڑے! تو ایسا کر جا کر نجمہ یا نغمہ کو لے آ ابا کو نجانے کتنا دیر ہو ان کے ساتھ یہ بہل جائے گی۔" زونی کو ٹیپو کے ساتھ کیرم کوئینز جمع کرتا دیکھ شہروز امروز کی طرف جھکا۔

"ہمم! میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔اس جنگلی بلی کو نہیں لاؤنگا نغمہ ٹھیک۔۔"امروز خود فیصلہ کرتا ایک نظر زونی پر ڈال کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔

ٹھیک دس منٹ کے بعد وہ سیاہ پھاٹک کے باہر کھڑا گیٹ بجا رہا تھا لیکن اندر سے جواب ندارد تھا۔

"سر شام بھنگ پی کر سو گئے ہیں کیا خالہ لوگ۔۔"

مسلسل ناکامی پر جھلا گیا تھا۔

"ارے آرہے ہیں نا معلوم شاہی مہمان صاحب! کیا دروازہ توڑ کر گھر لیجانے کا ارادہ ہے؟ مطلب حد ہے گیٹ ایسے پیٹتے ہیں جیسے مندر کا گھنٹہ ہے جتنا بجاؤ اتنی عقیدت ظاہر ہو گی۔۔"بھلا نجمہ بی بی کی بے تکان بولنے کا کوئی علاج تھا امروز دانت پیس کر اور زور زور سے گیٹ پیٹنے لگا اب ایسا تو ایسا ہی سہی۔

"ابے! کس شادی کو ترسے ہوئے کی بارات کا سہرا یہاں رہ گیا ہے جو ہاتھ کو سکون نہیں۔۔" نجمہ نے چیخ کر دروازہ زور سے کھینچا۔۔

"السلام علیکم خیریت تمہارا کیا مواصلاتی سفاراتی سسٹم بالکل ہی خراب ہے کب سے پاگلوں کی طرح کھڑا دروازہ پیٹ رہا ہوں۔" اس کے برسنے سے پہلے امروز خود چوکنا ہو کر چڑھ دوڑا تھا۔

"پاگل ہو تو پاگلوں کی طرح ہی کھڑا ہو گے نہ راجہ اندر کی طرف کھڑا تو نہیں ہو سکتے ناں۔" وہ مقابل امروز کو دیکھ چیخ پڑی۔۔

"ایک تو تمہاری اس زبان کا میں بہت خوب علاج کرنے کا سوچ رہا ہوں جو اکسپریس ٹرین کی طرح چلی تو چلتی چلی جاتی ہے۔۔" امروز نے دانت کچکچائے۔

اسے پورا یقین تھا اگر اس لڑکی کی زبان پیٹرول سے چلتی تو پورے محلے کو اپنا گھر دار بیچ کر پیٹرول پمپ کے نظر کرنا پاجاتا نجمہ بی بی کی نان اسٹاپ بے تکان زبان کی غذا کیلئے۔۔

"پہلے اپنے دماغ کا علاج کرلو اور بکو کیوں رات کے آٹھ بجے بھوت کی طرف نازل ہوئے ہو!"

"ایک بھولی بھالی سی پری کی مدد درکار تھی لیکن قسمت کی ستم ظریفی بد دماغ بدمزاج کم عقل چنڈال چڑیل سے سامنہ ہو گیا۔۔"جوابی کاروائی میں وہ بھی کم نہیں تھا۔

"اس سے پہلے کی یہ چڑیل تمہارا خون پی جائے دفع ہو جاؤ اور اپنی کسی بھوتنی کا در کھٹکھٹاؤ مدد کیلئے۔"

وہ غصہ سے کھولتی گیٹ بند کرنے لگی امروز نے جلدی سے پیر پھسایا۔

"بالکل ہی عقل سے فارغ ہو کیا؟"

وہ پوری قوت سرف کر کے گیٹ ڈھکیل کر اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوا۔ ورنہ نجمہ نے اسے باہر دھکا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اپنی جانب سے۔۔

"ہاں! کیونکہ آپ جناب جو عقل کل ہیں۔" وہ کمر پر ہاتھ جماتی ترش لہجے میں بولی۔

سرمئی رنگ کے تھری پیس سوٹ میں دراز الجھی ہوئی چوٹیا جو یقیناً دو دن سے سلجھائی نہیں گئی تھی لاپرواہی سے دائیں کندھے پر ڈالے، ماتھے پر ان گنت بل اور بگڑے نقوش والے چہرے کے گرد لٹکتے الجھے آوارہ لٹ۔ ایک پل کو وہ واقعی امروز کو چڑیل ہی لگی تھی۔

"اب فرماؤ کس سلسلہ میں تشریف آوری ہوئی مجھے اور بھی کام ہے۔۔" وہ اسے برے برے منہ بنا کر اپنا جائزہ لیتا دیکھ مزید بگڑی۔

ایک تو یہ لڑکی کبھی جنگلی موڈ سے علیحدہ دستیاب نہیں ہوتی تھی۔ جو اس کی مرمت آسان ہو۔ امروز دل مسوس کر رہ گیا۔۔

"نغمہ کہاں ہے؟"

امروز نے اسے صاف نظر انداز کرتے ہوئے صحن سے نظر گھماتے ہوئے صدر دروازے کے اندر جھانکنا چاہا۔ لیکن فوراً نجمہ کمر پر ہاتھ جما کر سامنے آ گی۔۔

"یہاں سے تقریباً پانچ سے سات کیلو میٹر دور محلہ اقبال کے ہاؤس نمبر ڈیش ڈیش ڈیش میں آپ جناب اپنی کھٹاری کے ہمراہ بیس اور اپنی لمبی لمبی سارس

جیسی ٹانگوں کی مدد سے ایک ڈیڑھ گھنٹے میں پہنچ جائیں گے الوداع،پپی جرنی۔۔"بے تکان بولنے میں واقعی نجمہ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

"سیدھا نہیں کہ سکتی ماموکے گھر گئی ہے۔۔"امروز نے خشمگیں نظروں سے گھورا۔

"میں مدمقابل کو دیکھ کر ڈسائیڈ کرتی ہوں کیسے ڈیل کرنا ہے۔۔"

وہ زہر کا گھونٹ بھر گیا ابھی اسے ضرورت تھی اس چڑیل کی۔

"اپنا دوپٹہ لو سر پر اور میرے ساتھ چلو میں خالہ کو مطلع کر کے آتا ہوں۔۔"حکمیہ انداز میں کہتا اندر کی جانب بڑھا ہی تھا کی اعتراض آیا۔

"میں نہیں آرہی تم مسینوں کے گھر تم ناشکروں کی خدمتیں کرنے۔خدمت بھی کرو اُپر سے چار باتیں بھی سنو واہ جی واہ۔۔۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر صاف انکار منہ پر مار چکی تھی۔امروز کے لبوں تک جوابی کارروائی کیلئے کئی مناسب الفاظ آئے لیکن مصلحت کا تقاضہ آڑے آگیا۔

"ہمارے خیالات بھی یہاں تم سے مشابہت رکھتے ہیں لیکن مجھے نہیں زونی کو ضرورت ہے تمہاری اب بھاؤ نہ کھاؤ۔" وہ بنا مڑے کہ کر اندرونی حصے کی طرف بڑھا۔

جانتا تھا ندرت خالہ انکار نہیں کریں گی۔

خود اس چڑیل کے اعتراضات بھی زینیہ کے نام پر اپنے آپ دم توڑ جائیں گے۔کیونکہ ان کے اختلافات ایک طرف زونی سے یہ چڑیل بھی بہت محبت کرتی تھی۔۔

"اسے لیجاؤ لیکن ٹیپو کو بھیج دو ذرا مجال ہے اس لڑکے کے قدم گھر میں ٹک جائے۔۔"

اس کی اجازت مانگنے پر فوراً اجازت کے ساتھ ایک حکم بھی ہوا تھا۔ وہ 'جی خالہ' کہتا۔ ناک بھوں چڑھا رہی نجمہ کے ہمراہ وہاں سے نکل گیا۔۔

"ارے! میاں خیریت کہاں مٹر گشت کر رہے ہو دونوں اتنی رات۔۔؟"

مجال ہے جو رقیہ دادی کی پھاٹک کے پاس سے کوئی گزرے اور ان کی عقابی نظروں سے بچ جائے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے رقیہ دادی اپنے کی گلی میں کھلتی کھڑکی پر بیٹھ کر سب کی پہریداری کرتی تھیں۔ کون گیا کون آیا۔۔۔

"دادی ابا کو آج گھر میں آنے میں ذرا دیر ہو جائے گی اس لیئے زونی کیلئے اسے لے جا رہا ہوں۔۔" وہ رک کر بولا۔

البتہ وہ سیدھی ٹرین آگے نکل گئی تھی۔ اس کی بلا سے یہ زکاٹو جن جسے جواب دیتا گھومے۔ یوں بھی وہ اپنی لڑاکا طبیعت سے مجبور آئے دن دادی سے منہ

ماری کر کے عزت افزائی کرواتی رہتی تھی۔حالیہ منہ ماری اور بعد والی کھینچائی ابھی تازہ تھی۔۔

"خیر ہے ابرار حمید تو کبھی رات گئے نہیں لوٹتا؟"

وہ فوراً متفکر ہوئیں۔

"جی! سب خیریت ہے بس ملک صاحب کا کوئی کام نکل آیا تھا اسی میں تاخیر ہو گئی پہنچ جائیں گے نو دس بجے تک۔۔" وہ ان کی فکر پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

"یوں تو میں جاگی ہوئی ہی ہوتی ہوں لیکن پھر بھی ابرار حمید آجائے تو خیر خبر دے دینا فون پر۔۔"

رقیہ دادی کی ہدایت پر وہ سر ہلا گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ ہمہ وقت ٹپ ٹاپ رہنے والی آبرو وقاص ملک ملگجے سے حلیہ میں الجھے بالوں کی الجھی لٹوں کو کھرے تیکھے نقوش والے زرد چہرے کے گرد بے پرواہی سے آزاد چھوڑے، بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے کسی بت کی مانند بیٹھی تھی۔ سرخی مائل گھور سیاہ بڑی بڑی غلافی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقہ تھے، اور نظریں سامنے ویل ڈیکوریٹ روم کے دیوار پر چپسپاں پینٹنگ پر تھی۔

آج چوتھے دن بھی اس کی ذہنی وجسمانی پوزیشن میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی نہیں آئی تھی۔ سوائے بیہوش بند آنکھوں سے آنکھیں کھولنے کے۔۔

"آبرو! بچے جوس پی لو۔۔" جبین بیگم نے ذرا سا اس کا شانہ ہلاتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا جو گزشتہ چار دن سے اسی طرح کسی غیر مرعی نقطہ پر گھنٹوں نظر ٹکائے ان کا دل ہولا رہی تھی۔

"آبرو! میری جان نکل آؤ اس خوف سے باہر۔۔"

دوسری طرف ہنوز جمود دیکھ ان کی آواز میں نمی گھلی۔۔

"اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کو اپنے جگر کے گوشے کو انھیں خوفناکیوں سے محفوظ رکھنے کیلئے ہم نے اتنے سال خود پر جبر کیا۔ تمہاری صورت دیکھنا تک خود پر حرام کر لیا۔ لیکن پھر بھی تم اس سب کے لیپٹ میں آگئی آبرو میری جان بس کر دو نہیں دو اپنی ماں کو اتنی اذیت۔۔" اس کے بکھرے بالوں میں ہاتھ پھیرتی وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی تھی۔

ان کی گریہ وزاری سے اس کی نظروں کا ارتکاز ٹوٹا بڑی سست روی سے گردن کو ذرا سا گھما کر اپنے غم میں نڈھال ماں کو دیکھا۔

اس ڈیڑھ گھنٹہ کا ڈر و خوف اس کے اندر اس قدر پنجے گاڑھ کر بیٹھ گیا تھا کے ہمہ وقت گرجنے برسنے توڑ پھوڑ مچانے والی انجام سے بے پرواہ آبرو وقاص

ملک کے لب مقفل ہو گئے تھے۔ نہ اسے خود کا ہوش تھا نہ دنیا کا بس اس خوف کے زیر اثر اندر ہی اندر وہ خود سے لڑ رہی تھی۔

ذرا اپنے مزاج کے خلاف کچھ ہونے پر پورے گھر میں بھونچال لے آنے والی ضدی لڑکی نے بڑی خاموشی سے بنا ایک لفظ کہے پوچھے نکاح نامہ پر دستخط کر دئے تھے۔ اس سے زیادہ اس کی اندرونی ابتر حالت کا کیا ثبوت ہو سکتا تھا۔

"آبرو! خدارا میری جان ہوش میں آؤ کیوں ماں کا کلیجہ چاک کرنا چاہتی ہو تمہیں اس طرح دیکھ کر میرا سینہ پھٹ رہا ہے اس سے تو بہتر تھا ساری عمر میں تمہیں نہ دیکھتی کم از کم تمہیں اس حال میں دیکھنے سے تو بہتر تھا۔" وہ اس کا مرجھا ہوا زرد چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر گڑگڑائیں۔

"بیگم! کیا اول فول بولے جا رہی ہیں آپ۔"

معاً اندر داخل ہوئے وقاص ملک نے انھیں سختی سے گھرک دیا۔

ڈاکٹر نے صاف لفظوں میں آبرو کو سٹیریس سے دور رکھنے کیلئے کہا تھا۔ کم از کم تب تک جب تک وہ پوری طرح اپنی روٹین لائف میں لوٹ نہیں آتی۔۔۔

"میں اول فول بول رہی ہوں ملک صاحب! دیکھیں ہماری بیٹی کی حالت صدیوں کی بیمار لگ رہی ہے کسی چیز کا ہوش نہیں ہے، خوف نے اس کی خود اعتمادی نچڑلی ہے اور آپ اب بھی۔۔" وہ شاکی انداز میں پھٹ پڑیں۔

"ہماری بیٹی بہت بہادر ہے جبین بیگم! ملکوں کا خون ہے یہ ملکائن ہے ہماری شہزادی آپ انھیں انڈر ریسٹمنٹ مت کریں۔۔" وہ آبرو کے پاس نشست سنبھالتے اس کا ہاتھ تھام کر بولے۔

"بالکل! ٹھیک کہہ رہیں ہے آپ انکل! بڑی خطرناک چیز ہے یہ تو سڑک چھاپ غنڈے تھے آبرو نے تو انگریزوں کو تک دھول چٹایا ہوا ہے۔ امریکہ

میں پوری یونی میں مشہور تھی یہ اپنی تخریب کاریوں کی وجہ سے۔۔"اسجد جبراً مسکراتا ہوا اندر آیا۔

ورنہ اس لڑکی کو ایسا دیکھ اس کا دل دکھ سے بھر رہا تھا۔ عجیب ہی گھن چکر قسمت پائی تھی اس لڑکی نے وہاں رشتوں کو محبتوں کو ترس رہی تھی یہاں آکر اپنی ضد میں انھیں رشتوں سے بھاگ رہی تھی اور اب ایک نیا امتحان۔۔

"کم آن آبرو! اتنا سوگ کافی ہے یار۔۔ پھر کبھی موقعہ ملے تو سبق سکھا دینا ان سٹریٹ لوفرز کو ناٹ آبگ ایشو۔۔"

وہ سٹول کھینچ کر اس کے روبرو بیٹھتا ہشاش بشاش انداز میں بولا۔اس نے بس ایک خالی نظر اسجد پر ڈالی۔

"بالکل! میں وہی کہہ رہا ہوں میرا بیٹا بہت بہادر ہے۔اسے تو موقع نہیں ملا ہوگا ورنہ ان سڑک چھاپ موالیوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلا کر آتی میری شیرنی شہزادی۔۔"

"وہ لوگ کون تھے ڈیڈ؟"

اس کے پپڑی زدہ لب ہلے۔

"آاا۔۔۔آبرو۔۔"پورے چار دن بعد اس کی آواز سن کر جبین بیگم کی آنکھیں جھلک پڑی۔

"وہ لوگ کون تھے؟"وہ باپ کو دیکھ رہی تھی۔

"بب۔۔بیٹا ابھی آپ ٹھیک۔۔"

"میں ٹھیک ہوں آپ بتائیں وہ لوگ کون تھے؟

انھوں نے مجھے ہی کیوں منٹلی ٹارچر کیا؟

کیونکہ اگر میری جان لینا ہوتا تو وہ مجھے سہی سلامت گھر ڈراپ نہیں کرتے؟

ڈیڈ میں سب سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی ہوں پلز سب کلئیر کریں۔۔کچھ مت چھپائیں آئی وانٹ ٹو نو ایوری تھنک۔۔۔نو مور سیکریٹس پلز ڈیڈ۔۔"

اضطرابی کیفیت میں وقاص ملک کا ہاتھ تھام کر وہ اپنے برپا سوالوں کے طوفان ان پر انڈلتی بے طرح ہانپنے لگی تھی۔

بے چینی و اضطراب صرف اس کے لفظ و لہجے سے ہی نہیں بلکہ انگ انگ سے جھلک رہی تھی۔وقاص ملک سمیت سب اس ضدی اپنے اور اپنی ضد کے آگے کسی کی نہ سننے والی شہزادیوں جیسی ناز و نزاکت والی لڑکی کو خود سے لڑتا دیکھ ہارنے لگے تھے۔

"پلیز ڈیڈ!! آپ ریزن ڈسکلوز نہیں کریں گے تو ایم شور میرا نروس بریک ڈاؤن ہو جائے گا۔۔ بہت مشکل سے میں خود کو سنبھالے ہوئے ہوں ورنہ وہ۔۔۔" وہ تیز تیز سے سانس کھینچنے لگی تھی۔

جیسے وہ گھٹن بے بسی کا صدیوں پر محیط قیامت خیز لمحہ وہ وحشت وہ دہشت رگوں میں دوڑتے خون کے ساتھ اس کی سانسوں کا تسلسل بھی بے طرح منتشر کر رہا تھا۔ ان کا ہاتھ چھوڑ کر دونوں مٹھیوں میں اپنے بوب کٹ الجھے بکھرے بے ترتیب بالوں کو سختی سے جکڑتے ہوئے جیسے وہ خود سے جنگ کر رہی تھی۔۔

اپنی تازہ کومل پھول سی بچی کی مرجھائی شکل دیوانوں سی بکھری حالت دیکھ جبین بیگم کا سینہ دکھ سے بھرنے لگا تھا۔ تکلیف میں تو خیر وقاص ملک بھی تھے۔ لیکن پھر بھی وہ اس کی حالت کی پیش نظر حال ماضی کے بھیانک سنگم

سے ہونے والی ناقابل برداشت تکلیف کو مجبوراً جھیلنے کیلئے خود کو دقت سے تیار کر رہے تھے۔

"وہ لوگ گیلانیوں کے آدمی تھے۔۔"ان کی سپاٹ آواز ابھری۔

"کون گیلانی؟"ذہن پر زور دینے سے بھی اس نام کا کوئی دوست احباب اس کی ذہن میں نہ آیا تھا۔

"ہمارے پڑوسی گاؤں کا حاکم خاندان!ان سے ہماری کوئی موروثی دشمنی نہیں ہے، لیکن اب شائد ہم جنموں جنمنوں کے دشمن ہیں۔ہمارے خاندان کے ایک فرد نے ان روایتوں پجاریوں کی بہ ۔گتی کو ٹھیس پہنچائی تھی اور تبھی سے وہ ہمارے خون کے پیاسے ہو گئے ہیں۔۔"

وقاص ملک کا لہجہ بے شک سپاٹ بے تاثر تھا۔لیکن آنکھوں میں کرب کی ایک دردناک داستان خون جگر سے رقم تھی۔

"کون ڈیڈ؟"

"تمہارے چاچو وہاج ملک۔"

بھائی کے نام پر ان کا مضبوط لہجہ کرب سے رندھ گیا تھا۔ جبین بیگم نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"تمہارے چاچو وہاج ملک اپنے کلاس فیلو کو پسند کرتے تھے، جو گیلانیوں کی بیٹی اور زیاد گیلانی کی منگ تھی۔ ہم لوگ وہاج کی خواہش پر دو سے تین بار ان کے یہاں رشتہ بھی لیکر گئے تھے۔ لیکن وہ لوگ اپنے خاندانی روایتوں پر سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں تھے الٹا ہمیں دھتکار دیا۔ ان کے مسلسل انکار نے تمہارے چاچو کو غلط راہ چننے پر مجبور کر دیا۔ اور۔۔۔" دانستہ لب بھینچ لینے سے سلسلہ کلام خود بخود قطع ہو گیا تھا۔

اپنے جان سے عزیز بھائی کے ذکر پر درد سے پھوڑے کی طرح دکھ رہا دل جیسے یادِ ماضی کی تیز دھار چھری سے چاک ہوا۔ محض اس کی ایک خواہش نے انھیں دائمی جدائی کا زہریلا گھونٹ بھرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

جبین بیگم تو باضابطہ سسکیاں دبانے کیلئے پلو میں چہرہ چھپا گئی تھیں۔ آنکھوں سے بے آواز بہتا درد کا سلسلہ چہرہ دھونے لگا تھا۔ کس قدر عزیز تھا انھیں اپنا شوق و شریر خوش مزاج دیور 'وہاج ملک'۔

نجانے کیسے وہ زندگی سے بھرپور زندہ دل چنچل شریر لڑکا مرض محبت کی لپیٹ میں آگیا تھا۔ اور محبت کے آکٹوپس نے جکڑا بھی تو کچھ ایسے کی ہر سانس محبت کا دم بھرنے لگی۔

چھوٹا ہونے کی وجہ سے بڑے بھائی اور بھابی کا لاڈلا تو تھا ہی خاصہ ضدی اور جنونی بھی تھا۔

ایک بار جس چیز کی خواہش کر لیتا پھر ہر قیمت پر اس چیز کو اپنی دسترس میں لانے کا معنوں جنون سوار ہو جاتا تھا۔ اپنے اسی جنون میں وہ بھول گیا تھا کے گیلانیوں کی بیٹی کوئی چیز نہیں ایک جیتی جاگتی لڑکی ہے۔ جس کا ایک خاندان ہے۔ جو ان کے خاندان والوں کی طرح آزاد خیال قطعی نہیں ہیں۔ بلکہ خاصے دقیانوسی قدامت پسند اور اپنی آباو واجد کی طرف سے وراثت میں ملی روایتوں کو لیکر کسی قدر شدت پسند بھی ہیں۔

لیکن جوش جوانی جنونِ محبت کہاں ان نازک حساس پہلوئں پر غور کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ ہر خواہش کو اپنے بھیا بھابی کی بے لوث محبت اور اپنی جنون کی حدت سے اپنے من چاہے سانچے میں ڈھال لینے والے وہاج ملک کو بھلا کیا غرض تھی ان مصلحتوں کے تقاضوں پر دھیان دینے کی۔

پھر یہاں تو بات اس کی محبت کی اس زندگی کی سب سے بڑی خوشی کی تھی۔ پھر تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کی وہاج ملک دست بردار ہو جاتا۔ اپنی

محبت کے حصول کیلئے اس نے پہلے بجائے انتہائی قدم اٹھانے کے سیدھا مہذب طریقہ ہی اپنایا تھا۔ کس قدر گڑگڑایا تھا وہ اپنی محبت کے حصول کیلئے ان کا گھٹنا پکڑ کر۔

جبین بیگم کو تو ویسے ہی وہ اولاد سے بھر کر عزیز تھا۔ فوراً دل پسیج گیا۔ دو ٹوک انکار کے باوجود بس اس کی سب سے بڑی خوشی اس کی جھولی میں ڈالنے کیلئے ایک بار نہیں بلکہ بار بار انھوں نے گیلانیوں کی چوکھٹ پر اپنی جھولی پھیلائی۔ لیکن بے سود نہ انھیں ہاں کرنا تھا نہ کیا۔۔ بلکہ ان کا اسرار زور پکڑنے لگا تو انھوں نے سارے لحاظ مروت بالائے طاق رکھ کر ہتک آمیز رویہ اپناتے ہوئے انھیں بے عزت کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

"مطلب؟" آبزو کی الجھی آواز پر ان کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔

"مطلب بار ہا ہر کوشش کر کے ہارنے کے بعد وہاج نے آخری کوشش کے تحت انتہائی قدم اٹھاتے ہوئے اس لڑکی سے کورٹ میرج کر لی۔" وہ شکست خوردہ سے نظریں جھکا گئے۔ آبرو جو بہت غور سے ان کی ایک ایک بات سن رہی تھی ان کی آخری لفظوں کا مفہوم سمجھ کر سکتہ میں آگئی تھی۔

"ہم کچھ سمجھے نہیں جب وہ چلے گئے اور وہاج انکل اس دنیا میں ہیں نہیں تو پھر وہ لوگ اب کس سے اور کس بات کا بدلہ لے رہے ہیں۔" اسجد نے نا سمجھی سے پہلے ایک ٹک وقاص ملک کے جھکے سر کو دیکھ رہی آبرو پھر گریہ وزاری میں محو جبین بیگم کو دیکھا۔

"بیٹا یہاں لوگ مر جاتے ہیں لیکن ان کے اعمال نہیں مرتے۔ لوگ اپنے ہاتھوں سے اپنی زہریلی باتوں سے لوگوں کو جیتے جی ہر لمحہ ہر پل، پل پل مارتے ہیں۔ ان کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی بھول کو منہ زبانی یاد رکھ کر نسل در نسل زہر گھولتے ہیں۔ پھر یہ تو بہت بڑی بات تھی ان کے صدیوں پرانی

روایت کا عظیم بت ایک جھٹکے میں چھناکے سے ٹوٹا تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کی وہ خاموش ہو جاتے یادر گزر جیسی اعلی ظرفی کا مظاہرہ کرتے۔ وہ اپنے آبا واجد کی روایتوں پر جان دینے اور لینے والے شدت پسند لوگ ہیں۔" جبین بیگم کی دکھ و درد سے لبریز لہجے میں بہت قریبی کی دائمی جدائی کا کرب بول رہا تھا۔

"وہاج منظر سے غائب ہوا تھا۔ اور وہیں سے قہر کی داستاں شروع ہوئی گاؤں کے اصول کے مطابق بات پنچائیت تک پہنچی اور پنچ نے بڑی سفاکی سے انجام کا سوچے بغیر دلسوز فیصلہ سنا دیا۔"

وقاص ملک لاکھ کوشش کے باوجود چار سالہ ہر ستم و سازش سے نابلد آبرو کی ذات کو گھسیٹے جانے والا پہلو نہیں رکھ پا رہے تھے جو اس سب کا نچوڑ تھا۔

"مطلب چاچو کو ان لوگوں نے مارا تھا؟"

"نہیں!! دوبارہ وہ اس سرزمین پر زندہ لوٹا ہی نہیں۔ پنچائیت کا فیصلہ اس کے علم میں آتے ہی وہ پہلی فلائٹ سے واپس آرہا تھا کی پلین کریش میں دونوں جاں بحق ہوگئے۔۔" انھوں نے ضبط سے آنکھیں میچی دو آنسوں بے مول ہوئے۔

البتہ جبین بیگم چہرہ موڑے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹ رہی تھی۔ آبرو کی آنکھیں بھی خود بخود بھیگ گئی تھی۔ اسے چاچو کا دھندھلا سا چہرہ یاد تھا۔ اس وقت اس کی عمر ہی کتنی تھی محض چار سال۔

"پنچائیت کا کیا فیصلہ تھا انکل؟"

اسجد نے گلاس ان کی طرف بڑھاتے ہوئے بغور ان کا چہرہ دیکھا جو اس کے الجھے سوال پر نہ صرف متغیر ہوا تھا۔ بلکہ ہراساں نظریں آبرو کی طرف بھی اٹھی تھیں۔

"ہاں ڈیڈ۔۔"

آبرو پلک جھپک کر نمی چھپاتی متوجہ ہوئی۔

"آپ آرام کرو مجھے کچھ کام ہے پھر بات ہوتی ہے۔"

وہ دامن بچانا چاہتے تھے۔

"ڈیڈ جب تک میں سب جان نہ لوں مجھے آرام نہیں آئے گا۔۔"ان کا بازو تھام کر اس نے زور دیا۔

"آبرو ضد نہیں کرو۔۔"

"ڈیڈ پنچائیت نے بیٹی کے بدلے بیٹی پیش کر دی۔۔"

اس کا لہجہ استہفامیہ نہیں تھا بلکہ عجیب تھا و قاص ملک نے سکتہ کی کیفیت میں مڑ کر اسے دیکھا۔

"ہے ناں ڈیڈ؟" اب وہ سپاٹ سے انداز میں تصدیق چاہ رہی تھی انھیں نظریں چرانے کا موقع دئے بغیر۔

"ہاں!! انھوں نے فیصلہ سنایا تھا کی۔۔ گلے میں گلٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔ جب تم بالغ ہو جاؤ گی تو تمہارا نکاح 'تاوان' کے طور پر ہانیہ کے منگیتر سے کرنا ہو گا۔ جو اس وقت تمہارے چاچو کی عمر کا تھا اور اب وہ بیوی بچوں والا ہے لیکن۔۔"

"لیکن وہ بدلہ چاہتا ہے اس دن گاڑی میں بھی وہی تھا رائٹ؟" کڑی سے کڑی تو وہ پہلے ہی جوڑ چکی تھی۔۔ محض اپنے دل سوز سوالوں سے اپنے ساتھ ساتھ اپنے ماں باپ کا بھی کلیجہ چاک کر رہی تھی۔

سرخ متورم آنکھوں میں بے وقعتی کا احساس کانچ کے نوکیلے ٹکڑوں کی طرح چبھ رہا تھا۔ لبوں سے سوالیہ الفاظ نہیں بلکہ لہو لہو دل کی سسکیاں برآمد ہو رہی تھی۔ پھر وہ والدین کیسے نہ تڑپ اٹھتے۔۔

"گیلا نیز کے خاندان میں سب مرنا جینا شادی بیاہ خاندان ہی میں ہوتا ہے وہ خاندان سے باہر رشتہ داری کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ اس لیئے۔۔"

آبرو بے دردی سے لب کچلتی رخ موڑ گئی۔ جیسے اب کچھ کہنے سننے جاننے کیلیئے بچا ہی نہیں ہو۔ کہتی بھی تو کیا اس کے ماں باپ خود دہری اذیت سے گزر رہے تھے بھائی کھو دیا اور بیٹی کی کھڑے کھڑے بولی لگ گئی۔ اور وہ اتنے سالوں سے اپنے ماں باپ سے شکوہ کرتی رہی بدگماں رہی انھیں بے حس بے رحم اور نجانے کیا کیا ہونے کے طعنے دے دے کر ان کے پہلے سے ادھڑے زخموں پر گویا چابک چلاتی رہی۔ آگاہی کا یہ جان لیوا لمحہ آبرو و قاص ملک پر کسی قیامت سے کم روح فرسا نہیں تھا۔

اس کے ضبط کا بندہ ٹوٹا تو گلابی رخسار پر جیسے کب سے تھما جھڑنا رواں ہو گیا۔ لیکن وہ اب بھی اپنے اندر اپنے ماں باپ سے لپٹ کر اپنے دکھ و درد کی شدت کو بیاں کرنے کی ہمت مفقود پاتی تھی۔ اب یہ اتنے سالوں کی مفاصل کا صلہ تھا یا جھجھک کی مرہون منٹ۔

میں زمیں ہوں میرا ظرف آسمان کا ہے

ٹوٹ کر بھی میرا حوصلہ چٹان کا ہے

قفس تو میرے مقدر میں تھا لیکن

ہوا میں شور اب بھی میری اڑان کا ہے۔

کتنا اذیت ناک ہوتا ہے وہ لمحہ جب آپ پر حقیقت کسی ناکردہ گناہ کی طرح منکشف ہو کی آپ کا وجود آپ کی ذات جس پر آپ غرور کرتے نہیں تھکتے اس کی کھڑے کھڑے بولی لگ چکی ہے۔

اسے کسی بے جان و بیکار شئے کی طرح اٹھا کر کسی کی بھی 'ملکیت' میں دے دیا گیا تھا۔

آپ کی زندگی کی حقیقت آپ کی ذات کا غرور نہیں بلکہ 'ملکیت' کی مہر ہے۔ جس پر مرضی یا جبری ہر صورت بس مقابل اپنا قبضہ جمانا چاہتا ہے اپنی ملکیت کا مہر لگانا چاہتا ہے۔ اور کچھ نہیں۔ بے مول بے واقعت ہونا، پلک جھپکتے ہی عرش سے فرش پر آ گرنے کا مطلب کیا ہوتا ہے اذیت کیا ہوتی ہے یہ کوئی اس پل آبرو وقاص ملک سے دریافت کرتا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دل کا سکون چھین کے اسباب لے گیا،

ایک شخص میری نیند، میرے خواب لے گیا،

بھٹکا کے ساری رات سحر کی تلاش میں،

جانے کہاں کہاں مجھے مہتاب لے گیا۔۔

"فارس میں نے کہا مزید بکواس نہیں۔ ورنہ یقین کر تیرے حشر کا نشر تو کروں گا ہی ساتھ دھکے دیکر فلیٹ سے باہر پھیکوں گا۔ وہ بھی بے سرو ساماں۔" فائل کو زور سے بند کرتے ہوئے اس کے ذو معنٰی شعر پر بھڑکتے کشن اٹھا کر نشانہ لیا۔

"لالے! اگر تجھے اپنی نصف بہتر کا دیدار نصیب نہیں ہوا تو اس میں اس مظلوم سے جرنسلٹ کا قصور کہاں ہے تو ہی بتا؟" مقابل بھی جرنلسٹ فارس

محمود چکنا گھڑا تھا۔ مزے سے کشن پاؤں کے نیچے دباتے ہوئے وہ معصومیت کی عملی تفسیر بنا۔

طلحہ اپنا وار بیکار جانے پر تاسف سے دائیں بائیں سر کو جنبش دیتا واپس فائل کی طرف متوجہ ہوا۔ جو فارس کی بکواس کو اگنور کرنے کا اس وقت واحد طریقہ تھا۔ ورنہ جرنلسٹ کی بک بک میں خاک کیس سمجھ آنی تھی۔ اس بھرپور بیزاریت اور عدم دلچسپی کے باوجود فارس کا پھٹا ریڈیو چالو تھا۔

"ویسے یہ تیری سزا ہے۔ اگر تو کنجوسوں کی طرح نکاح کے چھوہارے بچانے کی نہ سوچتا اور مجھے اپنا جگری یار ہونے کی حیثیت سے نکاح میں بطور گواہ شامل کر لیتا تو میں لازمی تجھے اپنے کیمرے کی کلیئرٹی کا کمال دکھاتا، تب تیری یہ لمبی ہجر کی رات اتنی بے رونق بے چین نہ ہوتی بلکہ کسی نازک اندام حسینہ کی نرم گرم یادوں کی حدت سے سلگتی ہوئی پر کیف ہوتی۔ لیکن کیا کر سکتے ہیں جب بندے کی شکل اچھی اور قسمت کھوٹی نکلے تو۔۔۔" بڑے ہی کسی

تجربہ کار تجزیہ نگار کی طرح تمام ممکنہ فوائد و نقصان پر روشنی ڈالنے کے بعد فارس نے تاسف کا اظہار کرنا بھی لازمی جانا۔ لیکن اس طرح جرنلسٹ فارس صاحب غیر ارادتاً ہی سہی اپنے یار کے زخموں پر وافر مقدار میں نمک جھڑک چکے تھے۔۔

"فارس اب آواز نہ آئے۔۔۔"

اپنے ساتھ ہوئی زور زبردستی یاد کر طلحہ نے زبان کے ساتھ آنکھوں سے بھی غیظ بھرے انداز میں سرزنش کیا۔

لیکن ڈھیٹ ابن ڈھیٹ جرنسلٹ صاحب کے مقابل سب بے اثر تھا۔ اور طلحہ سہی معنوں میں اس بنا آف بٹن کے ریڈیو کو اپنا رازداں بنا کر پچھتا رہا تھا۔

تین دن مسلسل غور و فکر کرنے کے بعد آج اس نے خود اس واردات نما نکاح کی روداد من و عن اپنے جگری یار جرنلسٹ فارس کے گوش گزار کیا تھا۔

اول تو حسب توقع بیچارہ کوما کے سفر پر روانہ ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔ انتہاء کا باتونی بندہ فارس محمود پر کتنی ہی دیر تک سکتہ طاری رہا۔

چند ثانیہ اسی لب بامہر کیفیت میں گزارنے کے بعد ریوائن بٹن کو پریس کر کے جرنلسٹ صاحب نے تھانیدار کا اقبال جرم ذہن میں دہرایا۔ پھر گم ہوئے حواسوں کو یوٹرن مار کر واپس آنا ہی تھا۔

پھر حسب توقع خالص زنانہ دہائیاں شکوے شکایتوں کا خطرناک طوفان امڈ آیا۔ جس میں 'بے وفا'، 'ہرجائی'، 'کج ادا' جیسے حسین القابات قابل ذکر ہیں۔

جواباً وہ اس اوور ایکٹنگ کی دکان کو بھرپور ڈھٹائی کا ثبوت دیتے ہوئے بناچوں چراں کان لپیٹے سنتا رہا۔

پھر معجزاتی و آفاقی طور پر شکوے گلے کا سلسلہ شوخی شرارت کی سمت رخ کر گیا۔ کیونکہ جو ہونا تھا سو ہو گیا جرنلسٹ صاحب آخر کب تک سوگ مناتے ادھر شرارتی رگ پھر کی ادھر ساری شوق مزاجی بھی لوٹ آئی۔

اور پچھلے دو گھنٹہ سے قسم قسم کے گانے شاعری اور ڈائیلاگ سے وہ اخیر کمینے دوست کا فرض ادا کرتے ہوئے مسلسل اسے زچ کر رہا تھا۔ اور طلحہ شکر کر رہا تھا کی اس نے کاٹ جھانٹ کر مختصراً ایمرجنسی نکاح اور دلہن کا چہرہ نہ دیکھنے جتنی بات ہی اس کے علم میں لائی ہے۔ اگر جو فارس کو دلہن صاحبہ کا حسب نسب خاص کر مزاج شریف بنفس نفیس موصوفہ سے ہوئی حسین و یادگار ملاقات کا حوالہ دے دیتا تو وہ اس کا کیا حال کرتا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کی حقیقت کب تک وہ پوشیدہ رکھتا۔

"لمبی ہے جدائی کی رات مگر رات ہی ہے پیارے انکل سے نمبر وبر لے لے بھابی سے رو برو ملاقات نہ سہی دو بات ہی ہو جائے گی۔ بات سے بات بڑھی تو ڈیٹ شیٹ اور۔اہ!!! ظالم۔۔"

"اپنا منہ بند رکھ ورنہ ایل فی ڈال دونگا۔۔" فارس کی شوق بکواس درمیاں میں ہی تھی کی طلحہ نے بے دھڑک اس کی کمر پر مکا جڑا۔

"کہاں کہاں فرسٹیشن نکل رہی ہے تیری لالے شادی شدہ مردوں والی خوبیاں نظر آنے لگی ہے۔۔" وہ دور ہوتا باز نہیں آیا۔

"ویسے ہولا ہاتھ رکھ اپنا بھابی تو انکل نے لازمی تجھ دبنگ کیلئے بھولی بھالی معصوم چھوئی موئی سی ڈھونڈھی ہو گی بیچاری کہیں بیہوش نہ ہو جائے تیری ظالم گرفت میں۔ ویسے بھی سولز جوائن کر کے تو کچھ زیادہ ہی پھیل کر اکھاڑے کا مشٹنڈا بن گیا ہے۔ بندے کو انگلی سے چھو لے تو بندہ دو فٹ دور

جا کر گرے پھر میری بھابی تو۔۔۔۔۔۔" کچن کی طرف بڑھتے ہوئے فارس کی زبان پوری رفتار سے چل رہی تھی۔

جواباً طلحہ نے دانت پیستے ہوئے اسی کے مٹی دھول میں اٹے شوز جو سائیڈ پر رکھے تھے اٹھا کر اس کا ٹھیک نشانہ لیا جو عین جرنلسٹ صاحب کی کمر پر سلامی پیش کر کے زمین بوس ہوا۔

"اے!! اللہ میرا کمر نما کمرہ تو اس ظالم تھانیدار کے عتاب کا نشانہ بنتا ہی رہتا ہے۔ تو بس میری معصوم بھولی بھالی نازک اندام بھابی کی حفاظت کرنا۔۔"

کمر سہلاتے ہوئے فارس نے باضابطہ سر اٹھا کر اپنی بھابی کیلئے خیر و عافیت کی دعا طلب کی۔

"بھولی بھالی چھوئی موئی استغفر اللہ۔۔"

چھم سے محترمہ کا چنگلی بلیوں والا روپ چشم تصور میں لہرایا طلحہ نے بے ساختہ جھرجھری لی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

سر پر کسی بے رحم مالک کی طرح پسینہ بہارہا سورج بھی آخر تھکے ہارے مسافر کی طرح رفتہ رفتہ مغرب کی گود میں ستانے کیلئے جھکنے لگا تھا۔ لیکن اس سر پھری مغرور ملک زادی کا کوئی اتا پتا نہیں لگا تھا۔

وہ ایک بے دام غلام کی طرح صبح کے بارہ بجے سے بھوک پیاس بھلائے اپنے باپ کے حکم پر اس بد دماغ لڑکی کی تلاش میں خوار ہو رہا تھا۔

عجیب منطق تھی پولیس کو انوالو کر لیا تھا لیکن کہنا اب بھی یہی تھا کہ پولیس کو انوالو نہ کیا جائے۔

اس نے تنفر سے سوچا۔

"لالے! اب تو میری برداشت جواب دینے لگی ہے یار! سیدھا سیدھا تو اپنی فورس لیکر ان گیلانیوں کے رہائش گاہ پر دھاوا بول دے محترمہ تجھے وہیں ملے گی۔۔"فارس تھک کر ہانپتا ہوا وہیں سڑک کنارے بیٹھ گیا تھا۔

"نادر مشورے کا بہت شکریہ جرنلسٹ صاحب! لگے ہاتھوں یہ بھی بتادیں کس بنا پر میں گیلانیوں کی حویلی پر 'دھاوا' بول دوں؟"اس کے برابر بیٹھتے ہوئے طلحہ نے چڑ کر پوچھا۔

ایک تو بھوک تھکن سے جھنجھلائے اعصاب دوسرا ایک ان چاہے انسان کی تلاش کی خواری پارہ تو ہائی ہونا ہی تھا۔۔

"تھانیدار! تو ہے تجھے معلوم ہونا چاہئے کیا کیوں۔؟"پیشانی سے پسینہ صاف کرتے ہوئے فارس نے کندھے اچکائے۔

"محترمہ سنگین صورت حال سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود سکندر اعظم کی جانشین بنی ڈرائیور، گارڈز ایون اپنے بیسٹ فرینڈ کو تک ساتھ لینے کی زحمت اٹھائے بغیر خود سیر سپاٹے کیلئے نکل پڑیں ہیں۔اب اگر وہ گیلانیوں کے قبضہ میں ہے بھی تو گیلانیوں کو کیا پاگل کتے نے کاٹا ہے جو وہ تھال میں یخ ٹھنڈا شربت کی طرح ان جنابہ کو ہمیں پیش کر دیں۔۔" وہ بگڑا۔

"مجھے تو منشی جی کی سمجھ نہیں آرہی انھوں نے کیا سوچ کر اپنے ہی بیٹے کو اس ملک زادی کا باڈی گارڈ بنا چھوڑا ہے؟" اس کو اپنے باپ پر تپ چڑھ رہی تھی۔

دل کر رہا تھا وہ احمق جمع بد دماغ جمع بد تمیز لڑکی سامنے آئے اور وہ ایک بھاری تھپڑ سے اس کا دماغ درست کر دے۔جو غالباً بچپن میں نہ پڑنے ہی کی وجہ سے ملکہ عالیہ اس قدر خود سر و بد تمیز تھی۔۔

وہ رات پیٹر ولنگ پر تھا صبح فریش ہونے کے بعد ناشتہ کرنے بیٹھ ہی رہا تھا کہ چوکی سے ارجینٹ کال آگئی۔اپنے ہاتھوں کا بنا پراٹھا آملیٹ پر ایک حسرت بھری نظر ڈال کر جوس کا گلاس غٹکتا وہ فوراً وہاں پہنچا۔

وہاں کا معاملہ سلجھا کر وہ واپس فلیٹ کی راہ لینے ہی والا تھا کہ خبر ملی تازہ ترین منکوحہ صاحبہ کو واپس ایڈونچرز کا دورہ پڑ گیا ہے۔

اور وہیں سے شروع ہو گئی یہ نئی خواری۔۔

"ویسے سچ بتا لالے! تجھے بھابی کی حقیقی فکر ہو رہی ہیں ناں؟ مطلب ڈیوٹی سے ہٹ کر؟" ذرا سا گردن موڑ کر اسے دیکھتے آنکھیں پٹپٹائی۔

"فارس! اگر تو چاہتا ہے کہ تو سہی سلامت سنگل پیس میں واپس ہو تو اپنی زبان کو زحمت مت دے۔ جتنا میرا دماغ گھوما ہوا ہے۔یوں معلوم ہو رہا ہے

کچھ توڑ پھوڑ کر ہی اعتدال پر آئے گا۔۔" بلا رعایت نہایت سنجیدہ دھمکی پر

۔فارس نے ہاتھ اٹھا کر سیز فائر کیا۔۔

معاً طلحہ کا فون رنگ ہوا فارس نے اشارہ سے پوچھا' کون ہے ؟'

"ہیلو ڈی ایس پی طلحہ اسپیکنگ !"

سپاٹ انداز میں ہیلو کر کے اب وہ فون کان سے لگائے سلوٹ زدہ پیشانی کے

ہمراہ دوسری جانب کی بات سن رہا تھا۔

اور لمحہ بہ لمحہ اس کے بھینچے اعصاب کی تناؤ میں بتدریج اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

"اِز ایوری تھنگ او کے لالے ؟" اس کے سخت تاثرات دیکھ فارس کو تشویش

ہوا۔

"ہمم" فون جیب میں اڑستے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"انسپکٹر کا فون تھا۔ نیشنل ہائی وے پر واپس محترمہ نے کسی کی گاڑی ٹھوک دی ہے۔انسپکٹر کو میں نے گاڑی کا نمبر بتا رکھا تھا سو اس نے سب معاملہ رفع دفع کر دیا ہے۔اب ذرا مجھے جا کر محترمہ کی مزاج پرسی کرنی ہو گی۔آخر جنابہ عام عوام کی جان کی دشمن بنی کیوں ہیں؟۔" بھینچے بھینچے انداز میں مختصر تفصیل بتاتا وہ واقعی آبرو کی آج کلاس لینے والا تھا۔

فارس دل ہی دل آبرو کی حق میں دعا گو ہوا۔

"ویسے دشمن صرف وہ عام عوام کی ہی نہیں عوام کے خیر خواہ کی بھی بنی ہے اگر غور کیا جائے تو غور طلب مدعا ہے یہ بھی؟" طلحہ کے برابر فرنٹ سیٹ پر براجمان ہوتے ہوئے فارس شگوفہ چھوڑے بغیر نہ رہ سکا۔

"جب انسان کے اندر جینے کی تمنا مر جائے وہ پھر ایسی ہی بہکی بہکی باتیں کر کے اپنی موت کو آواز دیتا ہے۔" اسٹیر نگ پر انگلیاں جماتا وہ کچھ اس طرح بولا کہ فارس نے مزید لب کشائی کو خود پر ممنوع قرار دیا۔

ورنہ بھڑ کے ہوئے بھوکے تھانیدار سے کوئی بعید نہیں تھا محترم اپنی آفت ناگہانی منکوحہ کے نام کی ساری بھڑاس اسی پر الٹ دیتے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"سلام سر!"

مطلوبہ جگہ گاڑی روک کر جیسے ہی طلحہ گاڑی سے برآمد ہوا انسپکٹر کے ہمراہ دونوں حولدار نے تیزی سے قریب آکر مؤدب انداز میں سیلیوٹ کیا۔

جس کا جواب سر ہلا کر دیتے ترچھی نظر خود بخود سڑک کنارے کھڑی چمچماتی ہوئی سیاہ گاڑی کی جانب اٹھی۔ جس کے اندر وہ سونے کی چڑیا قید یقیناً پر کٹے پرندے کی طرح پھڑ پھڑا رہی تھی۔

"سر! میڈم گاڑی میں ہے۔ شائد غیر تجربہ کار ہونے کی وجہ سے وہ بروقت بیلنس نہیں کر پائی اور بائیک والے کو ٹھوک دیا۔ شکر بائیک والا ڈس بیلنس ہو کر بیچ سڑک کے بجائے دوسری جانب گرا اور جان کی بچت ہو گئی ورنہ سڑک پر گرتا تو بچنا تقریباً ناممکن ہی تھا۔ ہائی وے کی ٹریفک کا تو آپ کو بہتر اندازہ ہے۔۔" طلحہ کی نظر گاڑی پر دیکھ انسپکٹر نے لجاجت بھرے انداز میں مختصراً حادثہ کی تفصیل بتائی۔

"چونکہ گاڑی کی نیم پلیٹ پر میری نظر پر گئی تھی سو میں نے بروقت معاملہ سنبھال لیا۔ اس بائیک والے کو معمولی کھروچیں آئی تھی مگر وہ بہت بھڑ کیں

مار رہا تھا تو مجبوراً میڈم کو چند نوٹ اس کے منہ پر مارنی پڑی۔ اس کیلئے میں شرمندہ ہوں بھیڑ کی وجہ سے میں کچھ نہیں کر سکا۔۔"

آخر خود سے بڑے عہدیدار کی رشتہ دار کی بات تھی سو انسپکٹر کو فی الفور شرمندگی کا اظہار کرنے میں ہی عافیت لگی۔

ہر محکمہ میں اعلیٰ عہدیدار بمعہ ان کی اہل و عیال کو تو یوں بھی سات خون معاف ہوتا ہے۔

"ہمم!!!۔"

جبڑے بھینچ کر وہ محض ہنکار ہی بھر سکا تھا۔

سسٹم میں اس قسم کی باتوں کو سخت نہ پسند کرنے والا وہ آج خود اپنی نئی نویلی منکوحہ کی وجہ سے انھیں گھسی پٹی سینئر جونیئر والی روایت پر جبراً ہی سہی عمل پیراں تھا۔۔

"تم لوگ جس کام کیلئے آئے تھے وہ کنٹنیو کرو باقی میں دیکھ لونگا۔۔" وہ ایک سرد نظر گاڑی پر ڈال کر مخاطب ہوا۔

تینوں واپس سیلیوٹ جھاڑتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

"لالے! ہاتھ ہولا رکھنا ضرور کوئی ٹینشن ہو گی انھیں حالات کیسے ہیں ان کے ساتھ تو تو سب جانتا ہے۔ کوئی بدمزگی مت پھیلانا۔۔" طلحہ کے مڑنے سے پہلے ہی فارس نے اس کا بازو تھام کر اسے ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"زیادہ حمایتی بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی آسمانی آفت نہیں نازل ہوئی تھی محترمہ پر۔۔۔ہاں!! البتہ محترمہ کے ویلایتی دوست کے مطابق آگاہی کا جان لیوا لمحہ حملہ آور ہوا تھا۔ جس نے موصوفہ کو ایسا بوکھلا دیا کہ میڈم اپنے ساتھ ساتھ معصوم عوام کی جان بھی جوکھم میں ڈالنے نکل پڑیں۔" فارس کا ہاتھ جھٹک کر وہ تیوری چڑھائے لمبے لمبے ڈگ اٹھاتا گاڑی تک پہنچا۔۔

"تشریف لائیں مس سونے کی گڑیا باہر! آج ماشاءاللہ سے دوسری بار بھی جان خلاصی ہو گئی ہے آپ کی۔۔" جھٹکے سے گاڑی کا ڈور کھولتے ہوئے بلا تاخیر گولہ باری ہوئی۔

"تم۔۔ تم پھر سے اوٗمائی گاڈ۔۔۔"

طلحہ کی شکل دیکھتے ہی وہ فون پیسنجر سیٹ پر اچھالتی تن فن کرتی گاڑی سے باہر نکلی۔

"بے فکر رہیں! آپ کی شکل مبارک دیکھ کر مجھے بھی کسی خوشی کے بے پایاں احساس نے حصار میں نہیں لیا ہے۔ لیکن مجبوری کا نام برداشت کرنا ہے۔۔" الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق محترمہ کی تیوری چڑھی دیکھ طلحہ کا میٹر گھوما۔۔

"اپنی بکواس بند کرواور چپ چاپ سے مجھے جانے دو۔تب سے تمہارے اس دو کوڑی کے انسپکٹر نے یہاں روک رکھا ہے مجھے مزید میں اس دھوپ کو نہیں ٹولریٹ کر سکتی۔۔"وہ دانت پیستی اپنی ازلی بدلحاظ لہجے میں بولی۔

مغرب کی جانب گھٹنے ٹیک رہے سورج کی تیز کرنیں براہ راست اس کے حسین نقوش کو اپنی تپش سے تمتمار ہے تھے۔۔

"زبان سنبھال کے یہاں سب آپ کے ابا کے زر خرید غلام نہیں ہیں۔"اس کی بدزبانی پر طلحہ نے زور سے مکا سائیڈ بونٹ پر جڑا۔

آبرو نے زور سے آنکھیں میچی۔

"وہاٹ ایور! مجھے جانے دو خاموشی سے۔۔"وہ واپس بدلحاظی سے تن کر کھڑی ہوئی۔

"اس انسپکٹر نے شوقیہ آپ کو یہاں روک کر نہیں رکھا تھا۔" دانت کچکچاتے ہوئے ایک قدم قریب لیکر ایک پنجہ بونٹ پر جبکہ دوسرا گاڑی کے چھت پر کچھ اس طرح جمایا کی سونے کی چڑیا بالکل اس کے شکنجہ میں نامحسوس انداز میں مقید ہو گئی۔۔

'شارٹ ٹائم میموری لاس' کا مسئلہ نہ ہو تو آپ کو لازمی یاد ہو گا کہ ابھی اپنے ہوائی جہاز سے آپ ایک شخص کی اُپر کی سیٹ کنفرم کرتے کرتے خوش قسمتی سے چوک گئی ہیں۔ ورنہ باقی کی عمر جیل میں آرام سے اپنے تیکھے تیور اور شاہانہ مزاج کو درست کرتے ہوئے کٹتی آپ کی۔ کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔" جنابہ کو غزالی آنکھوں میں غیظ و غضب سموئے خود کو گھورتا دیکھ طلحہ نے بھی بلا تکلف انگارے چبائے۔

اسے مقابل کو اسی کی زبان میں جواب دینا خوب آتا تھا۔۔

"فائیو تھاؤزنڈ نیٹ کیش بھی اس کے منہ پر مارا ہے میں نے۔ جبکہ ڈیمج فیفٹی روپی کا بھی نہیں تھا۔ انڈر اسٹینڈ؟ ان فیکٹ وہ سٹوپڈ بائیک والا وانٹڈ لی میری برانڈ نیو کار دیکھ کر سامنے آیا تھا۔؟ ٹیپکل تھرڈ کلاس ٹرکس!!۔۔"اس کا غصہ اس کی سنگین دھمکی اس کے لفظوں سے نکلتے شعلے جس سے بڑے بڑے مجرم کی آواز کہیں پاتال میں گم ہو جاتی تھی اس سب کا اثر لیۓ بغیر وہ تنفر سے ناک چڑھا کر اس کے سارے الزام تیکھی ناک کی سکیڑ میں اڑا گئی۔۔

"ماشاءاللہ! آپ کی ڈھٹائی کو اکیس ہزار توپوں کی سلامی۔۔"اس کی دیدہ دلیری پر طلحہ نے کلس کر طنزیہ تالی بجائی۔

آبرو نے غصہ سے پہلو بدلہ پسینہ سے وہ تربتر ہو چکی تھی۔ گلابی رنگت دھوپ اور غصہ کی تمازت سے لال بھبھکو ہو رہی تھی۔ ایک منٹ یہاں

مزید اسی طرح کھڑا رہنا گویا خود پر ظلم تھا۔ لیکن ضد میں وہ کھڑی تھی کیونکہ اس بدتمیز شخص سے ہار ماننے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔۔

"جنابہ! یہ قومی شاہراہ ہے آپ کے پاپا کے شاہی محل کا پورٹیکو نہیں جو پاپا کی پری ہوائی جہاز کی طرح گاڑی اڑائیں۔ پبلک پلیس پر 'تیور' اور 'گیئر' دونوں پر ہاتھ ہولا رکھنا ہوتا ہے۔۔۔ ورنہ حوالات کا دروازہ تو کھلا ہی ہے حواس ٹھکانے لگانے کیلئے۔۔ اور اطلاع کیلئے آپ امریکہ پلٹ سے عرض ہے وہاں' عوام کے خیر خواہ' قطعی ہاتھ ہولا نہیں رکھتے۔۔۔" تمازتِ آفتاب سے پہلے ہی شعلہ جوالا بنی لڑکی کو اس نے آتش فشاں بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔۔

"یقیناً تم میرے ڈیڈ کو جانتے نہیں ہو؟" مٹھی بھینچ کر بڑے ضبط کے ساتھ اس نے دبی آواز میں اپنے ڈیڈ کا دھونس ڈالنا چاہا تھا۔

"اچھا!!!۔۔"

ڈرنے کی اداکاری کرتے اس نے بونٹ سے ہاتھ کھینچ کر سینے سے لگایا۔

جواباً وہ تلملا کر پہلو بدل گئی۔

"معذرت جنابہ! کل بی بی سی پر آپ ہی کے ڈیڈی جی کا بیوڈیٹا نشر ہوا تھا۔ جو کہ کل میری نائٹ ڈیوٹی ہونے کی وجہ سے مس ہو گیا ہو گا۔ اگر آپ کے پاس کوئی کاپی ہو تو میں بھی فیض یاب ہونا چاہوں گا۔ مے آئی؟" مضحکہ خیزی سے بھڑکا کر لبوں پر کمینی مسکراہٹ سجائے وہ اب اس کے جلتے تیکھے نقوش سے اس کی اندرونی کیفیت کا اندازلگاتا محظوظ ہو رہا تھا۔

دوسری جانب آبرو کا شدت سے من کر رہا تھا کہ وہ اس کی کمر میں اٹکے گن کو نکالے اور ساری کی ساری گولیاں اس بدتمیز بدلحاظ تھانیدار کی الٹی کھوپڑی میں اتار دے جس کے ساتھ اس کی ہر ملاقات نہایت واہیات رہی تھی۔

"اب چلیں!! باقی کا مراقبہ گھر کنٹنیو کر لیجئے گا جہاں آپ کے توپ چیزا با حضور آپ کی تلاش میں کنویں میں بانس ڈالنے کی تیاری کر رہے ہیں۔" وہ پیچھے ہٹا۔

"ہاں!!! چلو اب وہی تمہارے ہوش ٹھکانہ لائیں گے۔" تمتمار ہی جبیں سے شبنمی بوندیں صاف کرتی وہ زیر لب بڑبڑائی۔

"ہوش تو آپ کے اڑیں گے ابھی چلئے تو۔" وہ معنٰی خیزی سے مسکرایا۔

جواباً وہ تن فن کرتی اندر بیٹھ کر دھرام سے ڈور بند کر گئی۔۔

"اصل دھماکہ تو اب ہو گا۔ خواہ جزو قتی ہی صحیح ابھی متعارف اسی وردی والے کے نام سے ہوں گی۔ یہ دلسوز انکشاف آپ کے رنگ کس طرح اڑائے گا دیکھنا دلچسپ رہے گا۔" وہ بڑبڑاتا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔

جو جنابہ تین ملاقات میں تین منٹ سے زیادہ اسے برداشت نہیں کر پائی تھی۔ جب اسے معلوم ہو گا کہ سات دن پہلے وہ دو بول کے عوض اسی دو کوڑی کے وردی والے کی زوجیت قبول کر چکی ہے تو کتنا مزہ آئے گا محترمہ کی شکل مبارک دیکھ کر۔ طلحہ کو سوچ کر ہی مزہ آ رہا تھا۔

"میرے لالے کا ہی جگرا ہے اپنی 'آفتِ ناگہانی' کی طرح بنی منکوحہ سے بھٹی کی طرح تپتی دھوپ کی آتشی ماحول میں اس درجے کا رومانس جھاڑنے کی۔۔" چند قدم کے فاصلہ پر کھڑا فارس اپنے یار کی طمانیت اور مقابل کی تلملاہٹ پر محض تاسف کا اظہار ہی کر سکتا تھا۔

---

"منشی جی! آپ بتانا پسند کریں گے آخر اس عجیب و غریب مذاق کے سلسلہ کو مزید کتنا اور کس حد تک طوالت دینے کا ارادہ رکھتے ہیں آپ اور آپ کے ملک صاحب؟ تاکہ اس حساب سے میں خود کو ایک بار ہی تیار کر لوں۔۔" وہ

ان کی طرف چائے کا مگ بڑھاتا بگڑے نقوش کے سنگ ان کے نئے مطالبہ پر شاکی ہوا تھا۔۔

"اس سلسلہ کی طوالت کے آگے تو مشہور زمانہ تان سین صاحب کی تان بھی مجھے چھوٹی معلوم ہو رہی ہے۔۔"

وہ سخت کوفت زدہ سا اپنا کافی کا مگ لیئے وہیں ابرار حمید کے مقابل بیٹھ گیا۔

خوبرو خدوخال سے کوفت و بیزاری صاف عیاں تھی۔ابرار حمید چائے کی چسکیاں بھرتے ہوئے خاموش نگاہوں سے اس کی تلملاہٹ جلبلاہٹ ملاحظہ کر رہے تھے۔انھیں اس سے اسی قسم کی سخت رد عمل کی توقع تھی۔اور 'منشی جی' کا استعمال ثبوت تھا کی وہ ان سے سخت قسم کا خفا ہے۔۔

"ایسے کیا گھور گھور کر دیکھ رہیں ہیں یار؟" وہ ان کی خاموش نظروں سے خائف ہوا۔

وہ ہنوز چپی سادھے تھانیدار کے ہاتھوں کی بنی مزیدار چائے کی چسکیوں کے ساتھ تھانیدار کی طنزیہ صلاحیت انجوئے کر رہے تھے۔

"میں کوئی دس دن پرانا اخبار نہیں سنا رہا ہے ہوں آپ کو اپنے خیالات سے آگاہ کر رہا ہوں آپ بھی اپنے ملک صاحب کو بلا مبالغہ صاف جواب دے دیں۔نہ ہم ان کے برابری کے ہیں اور نہ ہی ہمیں ان کے برابر کھڑے ہونے کا شوق ہے۔۔"ان کی خاموش اسے مزید تپا گئی۔۔

"اور اس بات کا تو آپ کو بھی بخوبی اندازہ ہے روز اول سے میں ان ملک زادی کو رخصت کروانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔اور مجھے ان کی طرف سے بھرپور امید ہے کی وہ بھی اپنی نازوں میں پلی گلاب کی پنکھڑیوں پر سونے والی، مخملی قالین پر چلنے والی عیش و آسائش کی عادی شہزادی کو کسی دکھی افسانوی کردار بنانے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے ہوں گے۔۔"

کڑوی کسیلی کافی جو ٹھنڈی ہونے اور کچھ اس کے جلنے کڑھنے سے مزید کڑوی بدمزہ ذائقہ منہ میں گھول رہی تھی۔اس کے بڑے بڑے گھونٹ بھرتا مسلسل ابرار حمید کو قائل کرنے میں جتا تھا۔لیکن وہ تو جیسے گونگے کا گڑ کھا کر بیٹھے تھے جواب تو دور کوئی رد عمل تک نہیں دے رہے تھے۔۔۔

"سچ کہوں تو مجھے آپ لوگوں کی تُک ہی سمجھ نہیں آرہی نکاح کر لیا چلو کوئی نہیں ایک دستخط کی تو بات تھی اب رخصت کروا کر محلوں کی رانی کو مٹی کی فرش تک لانے کی کیا تک بنتی ہے۔۔آپ ذرا اس جانب خصوصی روشنی ڈالیں؟"

آپ میری کیفیت کو انجوئے کر رہے ہیں منشی جی ناٹ فیئر!!۔"

وہ ان کی مسلسل خاموشی پر کچھ اور خفگی جتاتا مگ سائیڈ پر پٹخ کر نشست چھوڑ کر اضطرابی کیفیت میں کھڑا ہونے لگا تھا کے۔

معاً انھوں نے اس کے کسرتی بازو پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے واپس بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔

"کم از کم مجھے تم سے اس احمقانہ گفتگو کی امید نہیں تھی۔۔ان کا لہجہ شاکی تھا۔۔ مطلب کیا ہے تمہارا اس بات سے کی نکاح کر لیا ایک دستخط کی بات تھی زحمت نہ ہو تو تفصیلاً وضاحت کرو اس جملے کی؟"

افسوس بھری نظریں اس کے تپے تپے نقوش پر گاڑے ابرار حمید نے متاسف انداز میں بیٹے کی پکڑ کی۔

"نکاح کا مطلب شادی ہوتا ہے اور شادی کا مطلب ذمہ داری۔۔ تو میں کیا سمجھو تم اپنی ذمہ داری سے دامن بچا رہے ہو؟

یا چار گواہان کی موجودمیں ذمہ داری اٹھا کر خدانا خواستہ اب بزدلوں کی طرح مکر رہے ہو؟

یا سرے سے احساس ذمہ داری ہی فراموش کر بیٹھے ہو؟۔" وہ اب باقاعدہ کرخت انداز میں باز پرس کے موڈ میں تھے۔ طلحہ کا حلق تک کڑوا ہوا۔

اس کے ابا جی فضول ہی منشی بنے شعبہ وکالت میں اچھی ترقی کرتے۔

"ایسے دلسوز حادثات چاہے بھی تو انسان نہیں بھلا سکتا بے فکر رہیں نیند چین سب ڈسٹرب کر دیا ہے آپ کے اس ہمدردی میں اٹھائے قدم نے۔" اس نے بھنا کر جوابی کاروائی کی۔۔

"طلحہ۔۔" ان کے دبے لہجے میں تنبیہ تھا۔۔

"ابا! آپ جانتے ہیں ہم دونوں کی دنیا میں واضح فرق ہے جو مٹائے نہیں مٹ سکتا۔۔ وہ مضطرب سا اپنی نشست چھوڑ کر دریچہ میں جا کھڑا ہوا۔ دوسرا وہ لڑکی اس وقت ڈر و خوف کے زیر اثر جانے انجانے میں یہ بے میل رشتہ قبول کر چکی ہے۔۔ لیکن ہوش و حواس میں وہ مجھے کسی قیمت پر قبول نہیں

کرے گی۔اس کا نمونہ آپ اس دن فارم ہاؤس پر اس کی بد تمیزی کی صورت دیکھ چکے ہیں۔پرسوں جب میں اسے ملک منشن ڈراپ کرنے گیا تھا تب بھی آپ لوگوں نے لازمی اس کا رویہ نوٹ کیا ہو گا۔میں ذمہ داری سے منہ نہیں موڑ رہا ہے۔لیکن آپ لوگ مجھے حقیقت سے نظر چرانے پر مجبور بھی نہیں کر سکتے۔" نیچے سڑک سے گزر رہی اکا دکا گاڑیوں پر نظریں گاڑے وہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا اپنا موقف سمجھانے اور قائل کرنے کی۔

ابرار حمید اس کی چوڑی پشت دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔

"اس کے علاوہ وہ قبول کرے بھی کیوں اس کے یا اس کے والد کے پاس کمی کس چیز کی ہے؟ وہ چاہیں تو کھڑے کھڑے سوئمبر رچا سکتے ہیں اپنی دختر کا۔ہاں!! ابھی ان پر کڑا وقت ہے۔۔لیکن وقت کی بہترین خاصیت ہے اچھے برے کا فرق کئے بغیر گزر جانا۔ان کا بھی گزر جائے گا اس کیلئے ہم کیوں اپنی ڈیلی لائف متاثر کریں

؟" وہ سانس لینے کو رکا۔

"اور پھر ہمارا تعلق جس معاشرے سے ہے ہم جانتے ہیں وہاں رشتہ ایک بار جڑتا ہے۔ مگر عمر بھر کیلئے جڑتا ہے۔ وہاں نئے رشتہ کا بیج بوتے ہی لوگ خلوص و محبت سے اس کی آبیاری شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے میں نہیں چاہتا وہاں ان جنابہ کو ہم اپنے گھر کی فرد کی حثیت سے متعارف کروائیں اور جب سب ختم ہو تو بے وجہ ہمارے اپنوں کی بے لوث محبت کا تماشہ بنے۔ کیونکہ آپ کے عظیم ملک صاحب اور ان کی شہزادی تو اس کے بعد مڑ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے۔۔ لیکن میرے بے غرض محبت کرنے والے اپنوں کے دل پر ان کے نام کی گرہ تاحیات کیلئے پر جائے گی۔" وہ بہت دور کی سوچ رہا تھا۔ انداز متفکر ہونے کے ساتھ ساتھ حتمنی دوٹوک بھی تھا۔۔

ابرار حمید اچھی طرح جانتے تھے وہ نہ صرف اپنے بھائی بہن بلکہ اپنے پورے محلے کے مخلص لوگوں سے بے حد محبت کرتا ہے۔ ان کی تکلیف مطلب طلحہ

ابرار حمید کی تکلیف۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کی تھانیدار کی بیوی آتی اور لوگ اس پر محبت نہ نچھاور کرتے۔ یہ پہلو واقعی نازک تھا۔ لیکن وہ نظر چرا گئے۔۔۔

"تب کی تب دیکھی جائے گی ابھی کیلئے اسے میرا حکم سمجھو اور تعمیل کرو۔ ٹھیک دو دن بعد تم آبرو بیٹی کو لینے ملک منشن آرہے ہو۔ ایک دو دن وہ تمہارے ساتھ فلیٹ پر رہے گی پھر مرضی ہو تو گھر لے آنا۔۔" انھوں نے بے لچک انداز میں آخری فیصلہ سنایا۔

"ابا۔۔۔" اپنی اتنی لمبی چوڑی تقریر کے جواب میں وہی مرغی کی ایک ٹانگ پر وہ جھنجھلا گیا۔

"ابا! سمجھنے کی کوشش کریں۔ اپنی آنکھوں سے ملک خاندان کی عقیدت و وفاداری کی پٹی اتار کر دیکھیں۔ یہ نہایت ہی حساس معاملہ ہے۔" وہ منت سماجت پر اتر آیا تھا۔

اس چلتی پھرتی ڈرائیگن کو اپنے گھر کسی قیمت پر نہیں لانا چاہتا تھا۔ جو دولت و خوبصورتی کے نشہ میں اس قدر چور ہوتی تھی کے تمیز و لحاظ کو کچھ گردانتی ہی نہیں تھی۔

"ٹھیک ہے دیا موقع سمجھاؤ اپنا موقف۔۔" یکایک ان کا انداز بدلہ۔ اب وہ جیسے فارغ ہی فارغ تھے اس پر احسان عظیم کرنے کیلئے۔۔

"شکریہ اس احسان کیلئے۔ لیکن نہیں چاہئے۔۔" وہ خفا ہو گیا۔

مطلب پیچھلے ایک گھنٹہ سے کیا وہ لوری سنا رہا تھا جو اب وہ واپس وکیل صفائی کو طلب کر رہے تھے۔

"طلحہ! میں تمہاری کیفیت تمہارے خدشات سے ناواقف نہیں ہوں۔ میں صرف تمہارا باپ نہیں تمہارا بہترین دوست بھی ہوں۔ اور تمہیں کیا لگتا

ہے ان پہلوؤں پر میں نہیں سوچا ہو گا؟" کچھ توقف سے اپنے خفا گبھرو جوان کے مضبوط کندھے ہاتھ رکھ کر وہ مخصوص دوستانہ انداز میں گویا ہوئے۔

تاہم اس نے کوئی رد عمل نہیں دیا۔۔

وہ ہنوز نیچے خالی سڑک کو گھور رہا تھا۔ جہاں کسی زی روح کا نام و نشان نہیں تھا۔ ٹھیک اس کے دماغ کی طرح جہاں دلائل جواز کا پٹارہ بالکل خالی ڈھول ہو گیا تھا۔

وہ اس وقت خود کو سخت بے بس محسوس کر رہا تھا۔ باپ کے حکم کی سرتابی سوچ بھی نہیں سکتا تھا نہ اس لڑکی کو اپنی دنیا میں جز وقتی ہی سہی ٹھکانہ دینے کے حق میں تھا۔ یہ اور بات تھی کی اپنی زوجیت کا اعلیٰ درجہ اسے سونپ چکا تھا۔۔

"اس دن آبرو بیٹی اچانک سے غائب ہوئی تو سہی معنوں میں ہم سب کے اوسان خطاء ہو گئے تھے۔ سب کا دل ایک ہی خدشہ سے گھبرا سکڑ کر پھیلنا بھول گیا تھا کے کہیں وہ زیاد گیلانی کے ہتھے نہ چڑھ گئی ہو۔ کیونکہ زیاد گیلانی کو تم لوگوں کے نکاح کی خبر ہو گئی ہے۔ وہ ان دنوں ملک سے باہر تھا۔ اور وہیں سے اس نے ملک صاحب کو فون کر کے ٹھیک ٹھاک دھمکی دی ہے۔ وہ ایک جھوٹی غیرت و شان کی زعم میں ہر حد سے گزر جانے والا شخص ہے۔ اس سے کوئی بعید نہیں کی وہ آبرو بیٹی کو۔۔۔۔" انھوں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑا۔

طلحہ کے جبڑے بھینچ گئے۔ نجانے کیوں؟

شائد لاکھ انکار و احتجاج کے باوجود اس کی مردانگی اس کی غیرت گوارا نہیں کر پائی تھی کی کوئی اس کے نام کے ساتھ جڑی لڑکی کے بارے میں ایسے گھٹیاں خیالات رکھے۔

یوں بھی وہ فرض شناس جوشیلا جوان تھا۔اور ایک مرد خاص کر پولیس کی وردی میں ملبوس ہونے کے ناطے اس کا پہلا فرض ہی ماں، بہن، بہو، بیٹیوں کی عزت و حرمت کی حفاظت تھی۔۔

"پھر اس نے پنچائیت میں بھی واپس اپنا معاملہ ڈالا ہے۔پنچ کے اراکین بھی ملک صاحب کے اس قدم پر بے حد برہم ہیں اور جلد از جلد انھیں پنچائیت میں پیش ہونے کا عندیہ دیا ہے۔اس لیئے وہ چاہتے ہیں کی پہلے آبرو بیٹی کو محفوظ ہاتھوں میں سونپ کر بے فکر ہو جائیں۔پھر ان سب سے نپٹیں۔۔۔وہ مزید تفصیلاً گویا ہوئے۔

"پھر پہنچائیت؟آخر کس جہاں میں جی رہے ہیں آپ کے ملک صاحب؟"اس نے تپ کر انھیں دیکھا۔

"آج اسی پنچائیت کی مہربانی سے ان کی لاڈلی بیٹی دربدر کی ٹھوکر کھانے پر مجبور ہے۔اور انھیں اب بھی پنچائیت کی پڑی ہے۔دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔کوٹ، کچہری، قانون پولیس والے کیا شوکیلئے ہیں ملک میں۔۔" وہ بھڑک اٹھا تھا۔

"عجیب ہی کوئی منطق تھی اچھے خاصے پڑھے لکھے سمجھدار لوگ۔پنچائیت کی جاہلانہ فیصلوں کی سرکوبی کرنے سے ہراساں ہیں۔"

"بیٹا! وہ جدی پشتی زمیندار لوگ ہیں۔دنیا چاند پر پہنچ جائے یا مریخ پر۔کچھ چیزوں سے وہ بغاوت مول نہیں لے سکتے۔کیونکہ اس میں انھی کا مفاد چھپا ہے۔جو آپ اور ہم نہیں سمجھ سکتے۔۔" ابرار حمید رسان سے بولے۔

طلحہ محض طنزیہ مسکرایا۔۔

"میں ایک بار پھر بات کرلوں گا ملک صاحب سے اور کل یا پرسوں آکر تم آبرو بیٹی کو اپنے ساتھ لیجانا۔۔میں ذرا کمر سیدھی کرلوں۔۔" وہ اسے بے بسی سے پیچ وتاب کھانے کیلئے تنہاء چھوڑ خود کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

وہ ماتھے پر شکن لی ئے بھینچے جبڑے، تنی پیشانی کی رگیں،اور سب تہس نہس کر کے تماشہ دیکھنے کی خواہش سے سرخ آنکھوں سمیت کھڑا جیب سے سیگریٹ نکال کر اس کے ساتھ خود کو بھی سلگانے لگا۔۔

"غالباً مس سونے کی گڑیا اپنے ایمرجنسی ہسبنڈ کے اسم مبارک اور حسب نسب سے ناواقف ہیں۔۔اور جب جنابہ کو حقیقت کا علم ہو گا وہ خود سب کو تنگنی کا ناچ نچائیں گی۔ پھر مجھے کیا غرض ہے بے وجہ ہائپر ہونے کی۔۔"

یکایک ذہن میں خیال سا کوندا اور طلحہ پر سکون ہوتا کرسی کی پشت سے سر ٹکا گیا۔

"گیٹ ریڈی مس سونے کی گڑیا یہ مٹی کا گُڈا آپ کو ان شاءاللہ پرسوں شام رخصت کرنے آئے گا۔اور اتفاق سے بلکہ حادثاتی طور پر آپ اس کے ساتھ رخصت نہیں ہوں گی۔۔"وہ چشمِ تصور میں اس بھوکی شیرنی کا خوں خوں غراتا چہرہ لا کر دلکشی سے مسکراتا بالکل ریلیکس ہو گا۔

اسے کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی سب اس امریکی وِلڈ کیٹ نے خود کر دینا تھا۔وہ بری الذمہ تھا۔

"افففف!! فضول ہی اتنی دیر اپنا خون جلایا۔تھانیدار ہو کر وکیلوں کی طرح حلق خشک کیا دلیلوں کے پیچھے۔اس پہلو پر سوچ لیتا تو اتنی بے وجہ خواری نہ ہوتی۔۔"ایک کمینے احساس سے وہ مسرور ہوا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ حق دق کھڑی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے ڈیڈ کا فرمان اور اپنا پیک کیا ہوا سامان دیکھ رہی تھی۔اسے اپنی سماعت پر صد فیصد شبہ گزر۔۔ بھلا یہ ممکن کیسے تھا؟

نہیں یہ قطعی ممکن نہیں۔۔اس نے زور و شور سے اپنی سماعت کی نفی کی۔۔۔

تسلیم کرنے کا تو یوں بھی سوال نہیں اٹھتا تھا۔ بھلا اس کے مام ڈیڈ ایسا اس کے ساتھ کرنے کا سوچ بھی سکتے ہیں؟؟ نہیں۔۔ بالکل نہیں۔۔وہ سر جھٹک کر اپنے بیگز کو نظر انداز کرتی دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیر کر خود کو پر سکون کرنے لگی۔۔

"ڈیڈ مام آپ دونوں مل کر میرے ساتھ پرینک کر رہے ہیں ناں۔۔اور اس ڈفر جیڈی کو بھی آپ لوگوں نے اپنے پلان میں انوالو کر لیا ہے۔ایم آ رائٹ؟"اس نے باری باری سنجیدہ نظروں سے اس کی بے یقینی دیکھ رہے

ملک صاحب، متورم چہرے کے ساتھ اس کی کیفیت کو بھانپ کر دکھ سے نظریں چرا رہی ماں، اور افسردہ کھڑے اپنے دوست پر نظر گھمائی۔۔

اس ایک نظر میں بس ایک التجاء تھی۔اور وہ تھی۔اس کے خدشوں کو اس کی سماعت کو اس کی بصارت کو غلط ثابت کرنا۔۔سب ہی نظر چرا گئے۔۔

"ڈیڈ! آپ لوگ کچھ بول کیوں نہیں رہے؟"ان سب کی خاموشی سے اسے وحشت سی ہونے لگی تھی۔

"ہمیں جو بولنا تھا وہ ہم بول چکے۔"ان کا لہجہ ٹھہرا ہوا تھا۔۔

"وہاٹ!! کیا بول چکے؟یو مین ڈیڈ میں نے جو سنا وہ سچ تھا؟اس کا لہجہ بدلہ۔

"آر یو کڈنگ می؟"

"میں کیوں جاؤں کسی کے پاس؟"

وہ بھی اس صورت جب اس سو کالڈ 'کسی' کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتی۔۔نو ڈیڈ۔۔میں کہیں جا رہی۔نیور۔" وہ نفی میں سر ہلاتی جا کر صوفے پر بیٹھ کر اضطرابی انداز میں فون کی سکرین پر خواہ مخواہ انگلیاں نچانے لگی۔۔

"آپ جا رہی ہیں۔یہ ڈیسائیڈ ہو چکا ہے۔آدھے گھنٹہ میں آپ کو پک اپ کرنے وہ لوگ آ رہے ہیں۔آپ کا سامان آپ کی مام نے اچھی طرح پیک کر دیا ہے۔باقی کسی چیز کی مزید ضرورت پڑی تو خریدی جا سکتی ہے۔ایسا کوئی مسئلہ نہیں۔۔اینڈ نو مور آرگیومنٹ آن دس ٹاپک۔۔"

وہ اس کے منہ کھولنے سے پہلے ہی قطعیت سے ہاتھ اٹھا گئے۔۔

"ڈیڈ! آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے؟" وہ انھیں کچھ سننے کو تیار نہ دیکھ چیخی۔۔

"آبرو! ساری صورت حال سے ہم نے آپ کو اچھی طرح آگاہ کر دیا تھا۔ آپ خود بھی ان لوگوں کو ایک بار فیس کر چکی ہیں۔ اس کے باوجود آپ کی اس دن کی حرکت نے مجھے مجبور کیا ہے یہ قدم اٹھانے پر سو میں آپ کی ایک نہیں سنو گا۔۔" وقاص ملک آج ایک سخت گیر پدر کے روپ میں سامنے تھے۔۔

آخر سوال ان کی معصوم بیٹی کا تھا۔ انتقام کی آگ میں پل پل جل رہے گیلا نیز بھوکے بھیڑیے کی طرح اس پر گھات لگائے بیٹھے تھے۔ ایسے میں وہ سچ جانتے بوجھتے گاڑی لیکر نکل گئی تھی۔ اگر ان کے ہاتھ لگ جاتی؟؟ یہ خیال ہی ان کی روح کو لرزا رہا تھا۔ وہ کسی قسم کا اب کوئی رسک نہیں لینا چاہتے۔۔

"سوری ڈیڈ۔ بٹ۔۔۔"

"نو!!۔"

"ڈیڈ! ایم یور اؤن ڈاٹر وائے آر یو بینگ سو روڈ ٹو می؟"

وہ ان کے سخت انداز پر ضد و اکھڑ پن بھلائے روہانسی ہوئی۔

"بیکاؤز ڈیڈ لوز یو الاٹ مائی سول!!۔" وہ اس کی بے بسی پر نرم پڑے۔۔

"ڈیڈ پلزز!" وہ ان کے نرم پڑنے پر ان کے قریب آئی۔

انہوں نے باہیں پھیلا کر اسے خود میں سمیٹا۔ وہ پہلی بار جذباتی ہوتی ان کے کشادہ و مہربان سینے پر سر رکھ گئی۔ وقاص ملک جیسے نہال ہو گئے۔

جبین بیگم بھی ہولے سے مسکائی لیکن آنے والے پلوں کو لیکر وہ اندر ہی اندر خوف زدہ تھیں۔ کیونکہ ابھی تک آبرو واقف نہیں تھی اس کا نکاح آخر ہوا کس ذات شریف سے ہے اور جب معلوم ہو گا تو نجانے کیا ہو گا۔۔

اور پھر جبین بیگم کا خدشہ کچھ دیر میں سچ ثابت ہوا تھا۔ جب طلحہ ابرار حمید کی اپنے دوست کے ہمراہ تشریف آوری ہوئی اور انھیں باعزت ڈرائینگ میں

بٹھایا گیا۔اور جیسے ہی اس پر یہ دل سوز انکشاف ہوا اس نے حسب توقع پورے ملک منشن کو سر پر اٹھالیا۔

"آبرو کیا ہوا ہے؟" جبین بیگم کا دل کانپا۔۔

"رانگ کو ئسچن مام آپ کو یہ بتانا چاہئے مجھے کی آپ لوگ میرے ساتھ کیا کر چکے ہیں؟" یکایک وہ پرانی جون میں آتی بد تمیزی لہجہ اپنا گئی۔جو کچھ دیر قبل تک مفقود تھا۔اور اس وقت تو وہ دو دھاری تلوار بنی ہوئی تھی۔۔

"کیا مطلب ہے؟" سب بری طرح ٹھٹھک کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیا مطلب۔۔لائک سیریسلی؟ وہ بپھر کر مڑی۔۔اب بھی آپ لوگ مجھ سے مطلب پوچھ رہے ہیں؟

مام! آپ لوگوں نے کھائی سے مجھے بچانے کیلئے کویں میں دھکا دے دیا۔آپ لوگ ایسا کیسے کر سکتے ہیں اس ایروگینٹ دو کوڑی کے وردی والے کو آپ

لوگوں نے ہا!!!!!آئی کانٹ ایون امیجن۔۔"وہ سر ہاتھوں میں تھامتی دھپ سے صوفے پر گری۔

اس کی بدلحاظی پر ملک وقاص نے شرمندہ نظروں سے ابرار حمید کو دیکھا۔ جنھیں یقیناً اپنے ہونہار بیٹے کی شان میں یہ گستاخانہ انداز بہت برا لگا ہوگا۔

خود طلحہ بھی ڈرائینگ روم میں اپنے دوست کے ہمراہ بنفس نفیس موجود تھا۔آواز تو جا ہی رہی ہوگی۔مین حال اور ڈرائینگ کے درمیاں کوئی لوہے کی دیوار تو حائل تھی نہیں۔۔۔

آ"برو!!۔"ان کا بھینچا لہجہ سرزنش کرتا ہوا تھا۔

"وہاٹ! ڈیڈ میری لائف کو فٹ بال بنا دیا ہے آپ سب نے مل کر کبھی ادھر کک کرتے ہیں کبھی ادھر اور اب تو لمٹ ہی کراس کر دی آپ سب نے۔۔۔" وہ جیسے پاگل ہو رہی تھی۔

وہ بد تمیز تھا نیدار اس کا ہسبنڈ تھا۔ جس نے روز اول سے اس کے ساتھ بد سلوکی ہی کی تھی۔ پہلی ملاقات اگر وہ نظر انداز کر بھی دیتی تو پرسوں تو وہ اس کی حیثیت سے واقف ہو گیا تھا۔ پھر بھی اسے کھری کھری سناتے ہوئے کوئی لحاظ نہیں کیا تھا۔

"ہاں! آپ کے بھلے کیلئے ہم نے طلحہ کا انتخاب کیا ہے۔ وہ واحد شخص ہے جو آپ کی حفاظت کا ذمہ اٹھانے کے قابل ہے۔" وہ دوٹوک ہوئے۔۔

"تو آپ لوگ میرا نکاح اپنے ایک درجن گارڈ میں سے کسی قابل کو ڈھونڈھ کر دیتے۔ وہ بھی تو میری حفاظت کیلئے ہی ہائیر کئے گئے ہیں۔" وہ چڑ گئی ان کی دلیل پر۔

خود کو رخصت کروانے آئے شخص کا نام سن کر تو اس پر ہیروشیما اور ناگاساکی سے بڑا دھماکا معنوں اس کے سر پر ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا زیاد گیلانی کی حرکت سے خوف زدہ ہو کر اس کے ڈیڈ نے کسی قابل اعتبار بندے سے اس کی حفاظت کو مد نظر رکھ کر نکاح کر دیا تھا۔ جس کا اس نے کوئی خاص اثر نہیں لیا تھا۔ جب دلچسپی ہی نہیں تھی تو نام پتا جان کر کرنا کیا تھا۔ لیکن اب جب معلوم ہوا تھا بس نہیں چل رہا تھا کی شوٹ کر دے اس دو کوڑی کے وردی والے کو۔

جس انسان کو اپنا ڈرائیور رکھنا پسند نہیں کرتی تھی وہ اس کا کل مختار بن بیٹھا تھا۔ وہ حفاظت کے نام پر کسی معمولی گارڈ کے نام کا ٹھپہ تو خود پر لگا سکتی

تھی۔ لیکن اس بد تمیز مغرور اکھڑ مزاج بد لحاظ شخص کا سایہ بھی برداشت کرنا دوبھر تھا۔۔

"ڈیڈای وانٹ ڈائورس رائٹ ناؤ۔۔"اس نے سیکنڈز میں ایک فیصلہ لیکر سب کی سماعت کو مفلوج کر دیا۔

"آبروانف۔۔۔"وقاص ملک اس کے الفاظ پر لرز کر دھارے۔

"بیگم آبرو کا بیگ تیار ہے ناں ایک بار پھر چیک کر لیں کچھ رہ نہ جائے۔۔"

وہ اسے یکسر نظر انداز کرتے جبین بیگم کی طرف مڑے۔

"کیا مطلب؟میرا بیگ۔۔کیوں۔۔کیوں میرا بیگ۔میں کہیں نہیں جاری۔۔اس پولیس مین کے ساتھ تو بالکل نہیں۔"

مشکل سے 'دو کوڑی کا پولیس والا' لفظ حذف کر کے اس نے احتجاج کیا۔۔

"طلحہ آپ کو لینے آیا ہے۔ایک دو دن آپ ان کے ساتھ فلیٹ میں رہیں گی۔ پھر وہاں سے ابرار چچا کے گھر جائیں گی۔اور جب تک یہاں حالات ٹھیک نہیں ہوتے نہ آپ یہاں آئیں گی نہ یہاں کا کوئی وہاں آپ سے ملنے جائے گا۔ سمجھیں ہم آج آپ کے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔آپ کو رخصت کر دیا زندگی باقی رہی تو ان شاءاللہ ولیمہ پورے دھوم دھام سے کریں گے۔۔" سنجیدہ وقاص ملک کی جانب سے کئے گئے پے در پے دھماکوں نے جیسے اسے اپنی جگہ پتھر بنا دیا تھا۔آنکھوں کی پتلیوں سے لیکر جسم کا رواں رواں ساکت تک ہو گیا تھا۔۔

"ڈ۔۔ڈ۔۔ڈیڈ۔۔آپ۔۔آپ نے میری اصلی شادی کر دی؟"

صدمہ سے پھٹی پھٹی آنکھوں کو جھپک کر اس نے مری مری آواز میں تصدیق چاہی۔

"بیٹا شادی شادی ہوتی ہے اس میں اصلی نقلی کیا ہوتا ہے۔" انجوں نے الٹا سوال کیا۔

اس کی بکھری حالت پر دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ لیکن یہ وقت نرم پڑنے کیلئے مناسب نہیں تھا۔۔

"مطلب آپ نے اس دو کوڑی کے ور دی۔۔" آبرو کی آنکھیں جھلک پڑی۔ صدمہ اتنا بڑا تھا کی لفظ ٹوٹ کر بھی ادا نہ ہو سکے۔

ابرار حمید کو اس نازوں میں پلی لڑکی پر رحم آیا۔ ٹھیک ہی کہ رہا تھا طلحہ۔۔

کہاں اس کے شایان شان کچھ بھی تھا ان کے پاس۔ گو خدا نے اچھا خاصہ عطاء کیا تھا۔ لیکن ان کے مقابل کچھ نہ تھا۔ انھیں ڈھیروں ملال نے گھیرا۔ اسی لئے بیٹیوں کے والدین اپنے گھر کی رحمت کیلئے ہمہ وقت خدشوں میں گھرے رہتے ہیں۔۔

پیدا تو ہر لڑکی شہزادی ہوتی ہے۔ لیکن ہر شہزادی آگے جا کر ملکہ بنے اس کا انحصار اس کی مقدر پر ہوتا ہے۔۔

"بد تمیزی نہیں آبرو۔۔"انھوں نے سختی سے سرزنش کیا۔۔

"کروں گی۔ جو آپ لوگوں نے میرے ساتھ کیا اب اور زیادہ کروں گی۔۔"وہ چیخ کر بد تمیزی کرتی حسب عادت راہ میں آئی ہر چیز کو ٹھوکر مارتی وہاں سے نکلتی گئی۔

"افف!!! یہ لڑکی۔۔"وقاص ملک ہاتھوں میں سر تھام گئے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"ملک صاحب! آپ کو ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔ ٹھیک ہے اگر آبرو بیٹی نہیں جانا چاہتی ہمارے گھر تو حالات ٹھیک ہونے تک طلحہ یہیں شہر میں کوئی ان

کے شایان شان فلیٹ لے لے گا۔۔"آبرو کی شدید رد عمل پر ابرار حمید تحمل سے گویا ہوئے۔۔

"ملکوں کی روایت سے تم خوب واقف ہو ابرار حمید! عزت دار گھرانوں کی بیٹیوں کیلئے اس کا سسرال پناہ گاہ نہیں 'گھر' ہوتا ہے۔ گھر اور مکان کا فرق تو تم جانتے ہو۔ چار دیواری کو مکان کہتے ہیں جبکہ گھر وہاں رہنے بسنے والوں سے بنتا ہے۔۔"انھوں نے واضح لفظوں میں جو بات ابرار حمید کو سمجھائی تھی۔

اسے سمجھ کر وہاں موجود تمام وجود پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ یہاں تک ملازمہ کی پیروی میں وہاں داخل ہوا طلحہ اور اس کے برابر کھڑا فارس تک۔۔

"ملک صاحب!" جبین بیگم نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں نے جو بھی فیصلہ لیا ہے بہت سوچ سمجھ کر لیا ہے۔ہاں عمل آوری اناًفاناً ہوئی لیکن میرا فیصلہ اٹل ہے۔۔"

انھوں نے ہاتھ اٹھا کر انھیں خاموش کر دیا۔

"میں ان والدین میں سے نہیں ہوں جو محض اپنے برابر کا حسب نسب ڈیل ڈول مد نظر رکھ کر ایک ایسے رشتہ میں اپنی اولاد کو باندھ دیتے ہیں جس میں نہ محبت کی حدت ہوتی ہے نہ خلوص کی خوشبو۔جو کاغذ کے پھول کی طرح ہوتا ہے دیکھنے میں بے انتہاء خوبصورت لیکن انداز کھوکھلا۔۔ نظر کا دھوکہ فریب۔۔۔" وہ نجانے کیا کیا سوچ بیٹھے تھے جو اپنی ہی تان کھینچے جا رہے تھے۔جو وہاں کم از کم سب کے سر کے اپر سے گزر رہا تھا۔

"ہم اس پر بعد میں بات کرتے ہیں ملک صاحب!"

بیٹے کے بگڑے تیور دیکھ ابرار حمید نے موضوع ٹالنا چاہا۔

"ابرار حمید! سچے رشتے اور خلوص کی پہچان مشکل وقت میں ہوتی ہے۔ فل حال مجھ پر میری بیٹی پر کڑا وقت ہے۔ جن لوگوں نے میرے برے وقت میں اپنی کمپنی اور اپنی ریپوٹیشن اپنے مقام و مرتبہ کو عزیز رکھ کر میری طرف مدد کا ہاتھ نہیں بڑھایا۔۔ اگر کل اچھے وقت میں انھیں اپنی بیٹی سونپوں گا تو مجھ سے بڑا بے غیرت کوئی نہیں ہو گا۔ تم نے اور تمہارے بیٹے نہ بنا خطرے کی پرواہ کئے کڑے وقت میں ہمارے شانہ بشانہ کھڑے ہوئے۔ خلوص سے بڑی دولت کچھ نہیں میرے یار۔۔"

انھوں نے دلبرداشتہ ہو کر ان کا کندھا تھپتھپایا۔

عین وقت پر عمران ملک کی دغا بازی اور دوست احباب کی خود غرضی نے وقاص ملک کو بالکل ہی اندر سے توڑ دیا تھا۔ اتنے بڑے بڑے مقام و مرتبہ والے لوگ تھے سب اگر کوئی ایک بھی ابرار حمید کی طرح آگے بڑھ کر ان کی مدد کرتا تو کیا قیامت ٹوٹ جاتی۔ زیادہ سے زیادہ ان کی کمپنی سے کوئی ٹینڈر

چھن جاتا یا سیاست کی سیٹ چلی جاتی ہے۔ کیا ایک بے گناہ معصوم لڑکی اس خود ساختہ انتقام کی دہکتی آگ سے بچانے کیلئے یہ نام نہاد بڑے لوگ اتنا نہیں کر سکتے تھے؟

"چل لالے لگ گئی تیری لاٹری۔۔ بڑا امیروں سے خار کھاتا پھرتا تھا۔ بن گیا ایک امیر کبیر جدی پشتی رئیس کاون اینڈ اونلی سن ان لاء۔۔" وہ فارس ہی کیا جو موقع محل دیکھ کر بکواس کرے۔

"بکواس نہ کیا کر میں لحاظ نہیں کروں گا۔۔" وہ اسے چنگیزی گھوری سے شٹ اپ کال دیتا آگے بڑھا۔۔

"ملک صاحب! میں نے آپ کو بتایا تھا' زیاد گیلانی' شک کے دائرے میں ہے ہمارے۔ اگر یہ شک یقین میں بدل گیا تو حالات خود بخود اعتدال پر

آجائیں گے۔اس لیئے کوئی بھی فیصلہ لینا قبل از وقت ہو گا۔۔" وہ ضبط سے بھینچی بھینچی آواز میں بولا۔

"تب تک آپ کی دختر ہمارے گھر آپ کی امانت ہو گی۔۔"

وہ قطعی انداز میں حتمنی فیصلہ سنا چکا تھا۔

ملک وقاص اور ابرار حمید لب بھینچ گئے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

اپنا حتمنی فیصلہ سنانے کے بعد طلحہ نے فوراً واپسی کا قصد کیا تھا۔ نجانے کن الفاظ میں جبین بیگم نے اسے کیا سمجھایا کے وہ جنگلی بلی بھی بناواویلا مچائے تنے خوبصورت نقوش کے ساتھ۔ جینز شرٹ پر کمر تک آتی لیدر جیکٹ چڑھائے۔ گھور سیاہ گلابی گلابی آنکھوں میں بے انتہاء ناراضگی و برہمی سموئے اس کے پہلو کو اپنے وجود سے آباد کر گئی۔

فارس بھرپور کمینے پن کا ثبوت دیتا خباثت سے مسکراتا "آل دی بیسٹ لالے" چپکا کر شرافت سے کھسک گیا تھا۔۔

"کل اور اگلے پل کی خبر اس رب سے بہتر کسی کو نہیں۔ لیکن آج اور ابھی اللہ کے بعد میں نے اپنی بیٹی تمہارے سپرد کی ہے طلحہ۔ اسے وہ تحفظ دینا جو میں نہ دے سکا۔۔" ڈرائیونگ سیٹ سنبھال رہے طلحہ کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے انھوں نے اس کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری منتقل کر دی تھی۔

وہ ایک 'محافظ' سے نہیں بلکہ اپنی 'لخت جگر' کی کل مختار سے مخاطب تھے۔ کیونکہ ان کے لہجے میں حکم کا کھردرا پن نہیں مان و بھروسہ کا گداز پن تھا۔۔

ان کے لفظوں کی گہرائی و مفہوم بھانپ کر اس نے اس سرکش مغرور حسینہ کی جانب ارادی نظر اٹھائی جس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ وہ بخوبی سمجھ رہا و قاص ملک کا اشارہ۔ لیکن بے سود۔۔۔

انھوں نے خواہ مخواہ ہی اس سے اس رشتہ سے کسی قدر ناممکن توقعات وابستہ کرلی ئے تھے۔ لیکن طلحہ جانتا تھا ان کی امیدوں کا محل خود بخود مسمار ہو گا۔۔ کیونکہ یہاں دونوں ہی فریق کو اس رشتہ کو نبھانے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔۔۔۔

"آبرو! مائی سوئیٹ۔۔۔"

آبرو کی سائیڈ آکر و قاص ملک کچھ کہنے لگے تھے کی اس نے جلدی سے گلے میں موجود ہیڈ فونز کان پر چڑھالیا۔ اور چہرہ موڑ گئی۔ طلحہ نے آنکھیں سکیڑ کر اس کی ہٹ دھرمی دیکھی اور گاڑی آگے بڑھادی۔

"ملک صاحب!!۔"

وہ بوجھل دل و دھندلی نظروں سے دور جاتی گاڑی کو دیکھ رہے تھے۔جب جبین ملک سسکتے ہوئے ان کے بازو سے لگی۔کتنا کم مدت نصیب ہوا تھا انھیں اپنی جگر کے ٹکڑے کے ساتھ۔۔

"وہ آپ سے بہت خفا ہو کر گئی ہے۔۔"

"آج خفا ہوئی ہے۔لیکن ایک دن آئے گا جب میرے اسی قدم و فیصلے کیلئے وہ تاحیات اپنے ڈیڈ کی مشکور و ممنون ہو گی۔۔"وہ پر یقین تھے۔

وہ آبرو کی ناراضگی سے واقف تھے لیکن منانے کی انھوں نے دانستہ کوشش نہیں کی تھی۔اس وقت ان کا جذباتی ہونا قطعی مناسب نہیں تھا۔

دوسری طرف وہ اپنے فیصلہ سے بے حد مطمئن تھے۔وہ بہت پہلے سمجھ چکے تھے دولت عیش و عشرت خوشی و انبساط کی ضامن نہیں۔ان کے پاس بھی تو

بے انتہاء دولت تھی۔اس کے باوجود وہ اپنے لاڈلے بھائی کی خوشی، اپنی معصوم بیٹی کیلئے تحفظ، اپنے ویران محل کیلئے خوشیاں نہیں خرید سکے تھے۔

خوشی دل محسوس کرتا ہے۔ جس کا دل سہی معنوں میں مطمئن و مسرور ہو پھر اس کیلئے ظاہری آسائش ثانوی ہو جاتی ہے۔ تبھی تو کوئی سڑک کنارے ناہموار جگہ پر بے فکر نیند سوتا ہے اور کوئی محل میں مخملی بستر پر نیند کیلئے گولیوں کا سہارا لیتا ہے۔۔

وہ اپنی بیٹی کیلئے مخلص رشتہ مکمل ماحول تاحیات تحفظ کا مضبوط حصار باندھ کر آج برسوں بعد اپنے اندر ہر جانب اطمینان ہی اطمینان محسوس کر رہے تھے۔۔۔

انھوں نے آبرو کی ضد و خودسری کسی قدر بدتمیز بدلحاظ مزاج کو مد نظر رکھ کر ہی خود کو اس کے مقابل کٹھور بنالیا تھا۔ اگر وہ اسے ابھی اپنی طرف سے مکمل

ناامید کر کے اس رشتہ کی نزاکت اور طلحہ کی اہمیت نہیں جتاتے تو انھیں پورا یقین تھا۔

وہ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرنے کیلئے وہاں ہمہ وقت بدتمیزیاں کرتی۔ جو وہ نہیں چاہتے۔ ان مخلص لوگوں نے بنا کسی رشتہ کے ان کی اتنی مدد کی تھی الٹا اگر یہ انھیں ہی پریشان و بے عزت کرتی تو یہ ان خلوص کی توہین ہوتی۔

اب آگے جا کر اس رشتہ کا جو بھی انجام ہوتا اسے وہ اپنی بیٹی کا نصیب سمجھ کر قبول کر لیتے۔ لیکن فل حال انھوں نے نیک تمناؤں کے ساتھ اسے رخصت کیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ملک منشن سے فلیٹ تک کا ڈھائی گھنٹہ پر مشتمل راستہ جنگل، شہر۔ٹرافک، سنسان سڑک سے ہو کر بے حد خاموشی سے گزر چکا تھا۔نہ طلحہ نے لب کشائی کی زحمت اٹھائی نہ آبرو نے ایک لفظ ادا کیا۔۔

تمام راستہ وہ کانوں میں ہیڈ فون ٹھونسے فل وولیوم پر انگلش سونگز سنتی رہی تھی۔ جس کی آواز باہر اس قدر واضح سنائی دے رہی تھی کی طلحہ کو اپنے لیئے الگ سے بوریت کو دور کرنے کا بندوبست کرنے کیلیئے بالکل تگ وپے نہیں کرنی پڑی۔۔

گراؤنڈ فلور کی پارکنگ میں گاڑی روک کر بنا اس پر ایک نظر غلط ڈالے وہ گاڑی سے نکل آیا تھا۔اس کا سامان نکال کر جب وہ واپس فون اٹھانے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آیا تو اسے ہنوز سیٹ سے سر ٹکائے آنکھوں موندے اپنے سابقہ کام میں مشغول دیکھ اس کی تیوڑی چڑھی۔۔

"کیااس نے چلتی ہوئی گاڑی کا رکنا محسوس نہیں کیا تھا؟"

ایسا قطعی ممکن نہیں تھا۔ محترمہ جان کر اسے زچ کر رہی تھی۔اپنے ڈیڈی جی کی زیادتی کا بدلہ بھی اسی سے نکالنے کا شائد ٹھان چکی تھی۔۔ لیکن وہ تھانیدار کو نہیں جانتی تھی ابھی۔۔

"محترمہ ملک زادی! یہاں کوئی ریڈ کارپیٹ نہیں بچھنے والا اور نہ ہی آپ پر گل پوشی کیلئے کنیزیں منتظر کھڑی ہیں باہر آئیں۔۔" جھٹکے سے ڈور کھول کر اس نے اسے سہی معنوں میں جگا دیا تھا۔

اچانک ڈور کھلنے سے وہ ہڑ بڑانے کے ساتھ لڑکھڑائی اور بروقت تھانیدار کے مضبوط کندھوں کو تھام کر زمین بوس ہونے سے خود کو محفوظ کیا۔

پھر اس کے بعد نگاہوں میں بس گیا وہ شخص!

اگرچہ ہم نے اسے بے دلی سے دیکھا تھا۔۔

طلحہ نے ایک نظر اس کی حادثاتی طور پر ہی سہی مگر پورے حق سے اپنے کندھے پر رکھے گلابی نازک ہاتھ کو دیکھا۔۔

"مینرز نہیں ہے تمہارے پاس؟" اسی کے سہارے نیچے اتر کر وہ تیکھے چتونوں سے اسی پر غرائی۔

"آپ یہاں فارغ ہی ہوں گی۔ فارغ اوقات میں سکھا دیجئے گا۔" وہ چبا کر کہتا اس کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹا کر آگے بڑھ گیا۔۔

آبرو اس کے اٹیٹیوڈ اور تیکھے جواب پر سر تا پا سلگتی بنا ارد گرد کا جائزہ لیئے تن فن کرتی لفٹ میں اس کے پیچھے لپکی۔

"تم اپنے آپ کو آخر سمجھتے کیا چیز ہو؟"

لفٹ تیزی سے اپر جا رہی تھی۔ ساتھ آبرو کا اشتعال وابال بھی۔۔۔

"میں آپ کو بتانے میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔" ٹکا سا جواب دیکر وہ کھلے لفٹ سے نکل گیا۔

وہ مزید جل بھن کر اس کے پیچھے لپکی۔

وہ راہداری کے دائیں جانب موجود لوہے کے چھوٹے سے گیٹ کے آگے جا کر رک گیا۔ جس پر بڑا سا پیتل کا تالہ لگا ہوا تھا۔ جبکہ دائیں جانب کا لوہے کا دروازہ کھلا تھا۔ شائد اس فلیٹ کے مکیں اندر موجود تھے۔ آبرو کی غیر ارادی نظر کھلے فلیٹ کے اندر گئی۔ اور اگلے ہی پل اس کی آنکھیں پھٹی۔۔

"آر یو سیریس! میں اس مرغی کے ڈربہ میں رہوں گی؟"

وہ جیب سے چابی نکال کر کی ہول میں ڈال ہی رہا تھا کی نخوت بھری آواز سماعت سے ٹکرائی۔ ہول کے اندر جا رہی چابی کی حرکت وہیں رکی اور وہ بڑے مؤدب انداز میں مڑا۔

"نہیں! مس 'سونے کی گڑیا' اس مرغی کے ڈربہ میں تو یہ ناچیز دو کوڑی کا وردی والا قیام کرے گا۔۔" بھرپور طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے اس نے عاجزانہ سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو ذرا سا خم دیا۔

"میں یہاں نہیں رہوں گی۔ سمجھے تم؟" مقابل کے طنز اور اؤور ایکٹنگ پر چیخ کر وہ فیصلہ کن انداز میں بد تمیزی سے بولی۔

"ارے! جناب آپ تو خفا ہو گئیں۔۔ میں یہی تو میں آپ سے عرض کر رہا ہوں۔۔ آپ یہاں اس دو کمرے کے معمولی سے فلیٹ میں نہیں رہیں گی۔، بلکہ آپ کے شایان شان وائٹ ہاؤس یا پھر تاج محل میں قیام کریں

گیں، دراصل دونوں ملکوں کے ذمہ داران لڑپڑے ہیں آپ کو اپنا مہمان خصوصی بنا کر شرف میزبانی سے اپنا بخت بلند کرنے کیلئے۔اب جیسے ہی وہ لوگ کسی نتیجہ پر پہنچیں گے فلیٹ کے ٹیرس پر آپ کیلئے اسپیشل چوپر لینڈ ہو جائے گا اور آپ فوراً فلائی کر جایئے گا۔تب تک کیلئے آپ چاہیں تو اس مرغی کے ڈربہ کو شرف بخش سکتی ہیں۔۔"وہ طلحہ ابرار حمید ہی کیا جو اپنے انداز تکلم سے مقابل کا دل جلا کر خاک نہ کر دے۔

آبرو اس کے انداز اور الفاظ پر اپنی جگہ جھلس کر رہ گئی تھی۔غصہ اور بے بسی سے گلابی چہرہ تندور کی آگ کی طرح دہک اٹھا۔مقابل کی عنابی لبوں پر سجی طنزیہ مسکراہٹ کو دیکھ اس کا بس نہیں چلا کی اپنا تمسخر اڑا رہی مسکراہٹ کو نوچ کر اس کا حشر نشر کر دے۔مارے ضبط کے مٹھیاں بھینچنے سے اس کی ہری ہری نسیں ابھر آئی تھی۔

"اب آپ اندر چلیں گی یا غلام آپ کے چوپر کے لینڈ ہونے تک یہاں آپ کی خدمت میں کھڑا رہے؟" وہ تاک تاک کا طنز کا تیر چلاتا آبرو کے ضبط کو سہی آزما رہا تھا۔

"ڈیڈ کے تو سامنے بہت سو برر سپونسبل بن رہے تھے اور اب۔۔۔" وہ جلبلائی۔

"میں بن نہیں رہا تھا میں ہوں۔" پوکٹ میں ہاتھ اڑس کر وہ تھوڑا اس مغرور حسینہ کے آگے جھکا۔

"چونکہ پولیس والا ہوں۔ میں مقابل کو ویسے ہی ڈیل کرتا جیسا وہ ہوتا ہے۔ یوں کہ لیں میں ایک آئینہ ہوں جس میں انسان 'اپنا عکس' دیکھتا ہے۔۔"

وہ 'اپنا' پر ضرورت سے زیادہ دباؤ ڈال کر آبرو کی غصہ سے پھولتی ناک دیکھ کر بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ کو چھپانے کیلئے تیزی سے مڑ کر لوہے کے گیٹ کے بعد لکڑی کا دروازہ کھولنے لگا۔۔

"اب اندر آجائیں آپ کوئی میری چہیتی نازوں ارمانوں سے بیاہ کر لائی گئی بیوی نہیں ہیں جس کیلئے میں اپنی بازوں کی خدمت پیش کر دوں، اپنے ہی پیروں کو زحمت دینی ہو گی، کیونکہ جس طرح آپ زبردستی رخصت ہوئی ہے اسی طرح میں زبردستی رخصتی لیکر آیا ہوں۔۔" وہ چابی نکال کر ڈور ایک زوردار دھکے سے کھولتا آبرو کو اپنے لفظوں سے کھولاتا ایک جانب نکل گیا

---

گزشتہ ڈیڑھ دو ہفتہ میں اپنے ساتھ پیش آئے ناقابل یقین حادثات کو ذہن ناچاہتے ہوئے بھی دہرا رہا تھا۔ جس سے پہلے سے شدید ذہنی دباؤ کا شکار نڈھال وجود کی اضطراب میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔۔

ان وحشتناک تجربوں کی دبی دبی سرگوشیوں سے ہراساں ہو کر وہ مسلسل ہال میں ادھر سے ادھر قریب ڈیڑھ گھنٹہ سے چکر لگاتی ہوئی طلحہ کو کوسنے کے ساتھ اپنے واپس آنے کے فیصلہ کو بھی کوس رہی تھی۔ بے وجہ ہی واپس آنے کی ضد لگا کر اس نے اپنے لیئے مصیبتوں کے در کھول لیئے تھے اور نوبت یہاں تک آگئی تھی کی آج وہ ایک یکسر انجان کسی قدر ناپسندیدہ شخص کے قیام گاہ پر اپنی مرضی کے خلاف موجود تھی۔۔

معاً پراگندہ سوچوں میں الجھی آبرو کو دروازہ کھلنے کی آواز نے چونکایا۔ وہ لب چباتی ہوئی مڑی تو تھانیدار فائلز کیپ سنبھالے ہال میں داخل ہوتا نظر آیا۔

"آپ سوئی نہیں ابھی تک؟" وہ ٹھٹھک کر رکتا بیساختہ سوال داغ گیا۔

جواباً وہ بنا کچھ کہے دھپ دھپ کی آواز پیدا کرتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔

"ان محترمہ سے حسن سلوک کا درس لیکر آرہا ہوں۔ جنھیں سوال کا جواب دینے کی تک تمیز نہیں ہے۔ بلکہ تمیز اخلاق چھو کر نہیں گزرا۔ میرا ہی دماغ خراب ہوا ہے۔۔" فارس کی لمبی تقریر کا اثر جو ہونے لگا تھا مقابل کی بد تمیزی پر نہ صرف فوراً کافور ہوا بلکہ الٹا اسے خود پر غصہ آنے لگا تھا اسے ضرورت کیا تھی شہزادی کو چھیڑنے کی۔۔

فائلز وہیں صوفہ پر رکھ کر بگڑے نقوش کے ساتھ فریش ہونے کے غرض سے اس نے رخ فارس محمود کے شاہی آرام گاہ کی جانب رخ کیا۔ جہاں جب تک محترمہ اس کے خلوت گاہ پر قابض تھی اسے اپنی نفاست پسند طبیعت کے خلاف قیام کرنا تھا۔۔

فریش ہو کر آرام دہ ٹراؤزر اینڈ شرٹ زیب تن کئے گلے میں جھول رہے ٹاول سے ہولے ہولے نم بالوں کو خشک کرتا ہوا روم سے برآمد ہوا تھا۔ اور

ایک غیر ارادی نظر سائیڈ بند دروازے پر ڈال کر پیٹ میں کرکٹ میچ کھیل رہے چوہوں کی بے تکان ہوٹنگز روکنے کیلئے کچن کی جانب بڑھ گیا۔

کچن کی ہر چیز کو جوں کی توں اپنی جگہ دیکھ اس کی آنکھوں میں تشویش کے بادل لہرائے۔ سلیقہ سے سیٹ برتن، خشک سنک۔۔ دو اتفاق بیک وقت ممکن قطعی نہیں تھا۔۔

"تو کیا محترمہ بھوک ہڑتال پر ہے؟" پیشانی رگڑتے ہوئے اس نے خود کلامی کی پھر تصدیق کیلئے از سر نو پورے کچن کے ساتھ فریج کا جائزہ لیا۔ ہر چیز بلاشبہ اپنی جگہ موجود تھی۔۔ اگر کہا جائے کی اس کے بعد کسی دوسرے وجود نے یہاں نظر تک نہیں ڈالی تو غلط نہیں ہو گا۔۔

"تو اب تھانیدار کی زندگی میں یہ دن بھی آنا تھا مطلب اب میں محترمہ کے الٹرا پرو میکس اٹیٹیوڈ اور برانڈڈ بدتمیزیوں کے ساتھ کلاسی نخرے بھی

جھیلوں۔۔کاش! منشی جی کاش! فرار کا ایک موقع میسر کیا ہوتا تو آج۔۔۔"اپنی بے بسی پر دانت کچکچانے کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔

ابرار حمید سے تصور میں گلے شکوے کرتا ناچاہتے ہوئے بھی اس جانب چل دیا۔نازوں میں پلی سختیوں کی 'س' سے بھی نابلد محترمہ کا وجود تھا ہی دھان پان سا نازک نہ کھا کر گر گرا جاتی تو الزام بلا مبالغہ اسی کے سر آتا۔یوں بھی سب کو خدشہ لاحق تھا تھا نیدار ملک زادی پر مظالم کے پہاڑ توڑنے کا متمنی ہے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"ای نیورایور فار گیو یو ڈیڈ نیورایور۔۔"بستر پر اوندھا لیٹے وہ خود سے بھی ناراض لڑکی مسلسل ایک کی جملہ دہرا رہی تھی۔۔

صحیح معنوں میں اسے خود خبر نہیں تھی وہ آخر ناراض کس سے ہے؟اپنے والدین سے یااپنی آزمائشوں کی طویل زمانہ سے گزر رہے تقدیر سے۔لیکن اپنی عادت کے مطابق اپنے آپ کواذیت پہنچا کر وہ خود سے بدلہ لے رہی تھی۔

پیٹ میں چوہوں نے باسکٹ بال میچ آرگنائز کیاہوا تھا۔۔لیکن طبیعت کا ضد اس قدر اس پر حاوی تھا کے آج دوسرا دن تھااس نے کھانے کا دانہ منہ میں نہیں لیا تھا۔اب بھی نقاہت سے کانپ رہے وجود کو نظر انداز کر وہ ضد پر اڑی تھی۔۔

"ای وِش میں واپس نہیں آتی۔"وہ سلکی بالوں میں ہاتھ پھسا کر اٹھ بیٹھی۔مام،ڈیڈ،چاچو،گیلا نیز،اینڈ ناؤ دِس سٹوپڈ۔۔"دونوں ہاتھوں میں سر تھامے وہ واپس بیڈ پر گرنے لگی تھی کی دفعتاً ڈورناک ہوا۔

ناچاہتے ہوئے بھی ٹراؤزر ٹھیک کرتی سائیڈ پر رکھے اسٹالر کو گلے میں لپیٹ کر تھوڑا سا ڈور کھول کر سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑی ہوئی۔۔

"واپسی پر ہوٹل سے ڈنر پیک کروانے کا خیال میرے ذہن سے نکل گیا۔اب میں نوڈل یا پاستہ میں سے کچھ ٹرائی کرنے لگا ہوں۔۔آپ نے جو۔۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔۔"اس کی بات درمیان میں ہی تھی کی وہ قطع کلام کر ڈور واپس بند کرنے لگی۔۔

"آپ کی اس بے وجہ بھوک ہڑتال سے آپ کے علاوہ یہاں کسی کو کوئی فرق نہیں پڑے والا۔۔"ڈور بند ہونے سے پہلے ہی وہ ہاتھ رکھ کر کوشش ناکام کر چکا تھا۔

"ای ڈونٹ کیئر!!"اس نے واپس وہی کوشش دہرائی۔۔

"لیکن آپ کو فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ آپ کی فکر میں گھُل رہے حالات کے ہاتھوں مجبور آپ کے والدین بہت دور ہیں۔۔اور مجھے آپ کے کھانے نہ کھانے سے کم از کم فرق نہیں پڑتا۔۔" وہ بلا کا بے مروت انسان باقاعدہ ڈورناک کر کے اس کے زخموں پر نمک پاشی کر رہا تھا۔

اس پر اس وقت شدت سے بے بسی کا احساس حاوی ہوا۔۔

"سو؟" خون کے گھونٹ بھر کر وہ دروازہ تھامے غرائی۔۔

"تو یہ کی آپ کے نہ کھانے سے آپ کے علاوہ کسی کا کوئی نقصان نہیں ہونے والا۔البتہ آپ کا بھاری نقصان ہو گا میں دشمن ہو کر بھی آگاہ کر رہا ہوں۔۔"

"کیسا نقصان؟"

"آپ بھوک ہڑتال کریں گی تو آپ کے باڈی کا امیونٹیپاور ویک ہو گا۔وہ کمزور ہو گا تو ظاہر ہے آپ لو فیل کریں گی۔

آپ کمزوری محسوس کریں گی تو آکورس آپ کو 'کسی' کی مدد درکار ہو گی۔

کسی کی مدد درکار ہو گی تو ظاہر ہے وہ 'کسی' میں ہی ہوں گا۔۔ کیونکہ میرے علاوہ یہاں دوسرا کوئی زی روح موجود نہیں۔۔

اور جب دی فارن ریٹرن آبرو وقاص ملک ایک سو کالڈ مسٹر یونی فارم سے ہیلپ لے گی تو اٹس ویری اویس ان کا ایف ایل ٹاور سائز 'ایگو' بے طرح ہرٹ ہو گا۔اب اس سے بڑا نقصان بھلا اور کیا ہو گا۔۔۔"

باضابطہ انگلیوں پر حساب کتاب لگا کر جب اس نے سر اٹھایا تو نیم والبوں سنگ ہونقوں کی طرح خود کو دیکھ رہی آبرو کو دیکھ بیساختہ لب بھینچ کر امڈ آئی مسکراہٹ دبا گیا۔

اس طرح حیران پریشان جنگجوں ملک زادی بے حد مضحکہ خیز لگ رہی تھی۔

"فائنل ڈیژجن اِز یور زیور ہائی نیس ! میں اب کچن میں جارہاہوں۔اور یہ آفر صرف فائیو منٹ تک اویلیبل ہے۔"

وہ ہاتھ کی پانچ انگلیوں سے پانچ کا اشارہ دیتا خاموشی سے واک آؤٹ کر گیا۔

مطلب فکر کرنے اور مقابل کو قائل کرنے کا بھی تھانیدار کا اپنا ہی جدا انداز تھا۔جتانا بھی نہیں ہے اور جیت بھی جانا ہے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دل لگا یا تھا دل لگی کے لیے

بن گیا روگ زندگی کے لیے

سارے جھگڑے ہی زندگی تک ہیں

کون مرتا ہے پھر کسی کے لیے

اہلِ دل اُس کو دل نہیں کہتے

# جو تڑپتا نہ ہو کسی کے لیے

معمول کے مطابق وہ صبح سات بجے بیدار ہو گیا تھا۔ لیکن طبیعت سے وہ معمول والی چستی و پھرتی مفقود تھی۔ چند ساعت تک یوں ہی خالی الذہنی کے عالم میں چھت کو گھورتے رہنے کے بعد کسملندی سے بستر چھوڑ کر سلیپر پہنتا ہوا وہ اپنی روٹین کے مطابق روم سے نکل کر کچن کا رخ کر چکا تھا۔

کچن میں پہنچ کر ہمیشہ کی طرح فریج سے آٹا نکالنے کے بعد تیزی سے پیڑے بنا کر اپنے لیۓ دو پراٹھے ہاٹ پاٹ میں محفوظ کر کے، آملیٹ کا آمیزہ تیار کر فرائی پین ریڈی رکھتا، اوَر بنچ لیۓ وہ جوسر کے پاس چلا آیا تھا۔ بار بار سستی کی علامت جمائیوں کو روکتے ہوئے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ جوس

بنا کر ٹیبل پر رکھتا ہوا وہ خود کو گھسیٹتا روم میں واپس آیا اور کپڑے لیکر واش روم میں بند ہو گیا۔۔

اس قریب پندرہ سے بیس منٹ کی کاروائی میں نہ اس نے اس طبیعت پر چھائی غیر معمولی بوجھل پن جو نیند کی کمی اور اعصابی دباؤ کے سبب تھا اس کی وجہ پر دھیان دینے کی ضرورت محسوس کیا تھا۔ اور نہ ہی اس کا خود دھیان فلیٹ میں موجود دوسرے خصوصاً نسوانی اور کسی قدر ناقابل برداشت وجود کی جانب گیا تھا۔

الغرض گزشتہ روز زندگی میں آئی اتنی بڑی تبدیلی ذہین و فطین تھانیدار صاحب کی یادداشت سے حیرت انگیز طور پر پوری طرح محو ہو چکی تھی۔ کہنا مناسب ہو گا کی حادثہ اس قدر غیر متوقع اور نتیجہ اس درجہ ناقابل یقین تھا کی ڈی ایس پی صاحب کے حافظہ نے اسے محفوظ کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔۔

تبھی جب وہ نہا کر ساری تھکن سستی و کاہلی کو پانی میں بہا کر فریش فریش سا حسب معمول پینٹ پر وائٹ بنیان پہنے نم توانا وجود کی بھرپور نمائش کرتا مرطوب بالوں کو قوی انگلیوں سے سنوارتا ہوا تیار کردہ ناشتہ کرنے کے غرض سے روم سے برآمد ہوا تو صوفہ پر سر تھامے براجمان نازک اندام وجود کو دیکھ بڑی طرح ٹھٹھک کر اٹھتے قدم تھام کر استعجابیہ انداز میں آنکھیں سکیڑ گیا۔۔

"یاوحشت! صبح صبح چڑیل!۔" آہٹ پر مقابل نے سر اٹھایا اور مقابل کی گلال آنکھیں، زرد چہرہ، آنکھوں کے نیچے پڑے گہرے سیاہ حلقے اور بھینچے نقوش دیکھ اس کی بلند چیخ پورے فلیٹ میں گونجی۔

"وہاٹ دا ہیک!! چلاّ کیوں رہے ہو؟" وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے سپرنگ لگے کھیلونے کی طرح کھڑی ہوتی ناگواری سے چیخی۔

معمولی سی آہٹ سے بھی جیسے دُکھتے سر میں ہتھوڑے برس رہے تھے۔اس پر تھانیدار کی بھوپوں جیسی آواز۔۔

"افففف!! میرے حافظہ نے فراموش کیسے کر دیا اس اجتماعی بن بلائی جمع جبراً مسلط کی گئی رچ سپوئیلڈ مصیبت کو؟" صدمہ زدہ کیفیت کے بعد پوری آب وتاب سے یادداشت کی واپسی ہوئی تو سرد آہ خارج کر بڑبڑاتا ہوا کنپٹی کی تنی رگیں سہلاتا وہ سائیڈ سے نکلنے لگا تھا کی وہ حسب عادت راہ میں حائل ہوئی۔۔

"ابھی تم نے کیا کہا؟"

میرون کلر نائٹ ڈریس میں بکھرے بے ترتیب باب کٹ بال، سرخ آنکھیں، زرد تنے نقوش خونخوار انداز میں کنپٹی سہلاتی ہوئی وہ حقیقتاً طلحہ کو کسی پیپل کے پیڑ سے بھٹکی ہوئی چڑیل لگی تھی۔۔جو اس کے تراشیدہ لبوں پر مسکراہٹ کو جگہ دینے کا باعث بنی۔۔

"قوتِ گویائی تو ماشاءاللہ سے اللہ نے اتنی واضح دی ہے کی جب بھی بروئے کار لاتی ہیں مقابل کی سماعت پر ستم ٹوٹتا ہے۔۔غالباً قوتِ سماعت جیسی نعمت سے بھی نوازی گئی ہوں گی سو استعمال میں لائیں اسے بھی۔۔"

قصداً کان سہلاتے ہوئے دانستہ گنگنانے کے انداز میں کہتا وہ سائیڈ سے ہو کر آگے بڑھ گیا تھا۔۔

"تم تھوڑا لاؤڈ نہیں بول سکتے؟" وہ کنپٹی مسلتی الجھنے کے غرض سے پیچھے چلی آئی۔

نیند کی کمی کے باعث جھنجھلاہٹ حد سے سوا تھی اب کہیں تو بھر اس نکلنا تھا۔۔

"آپ نے مجھ سے الجھنا ہے صبح ہی صبح؟" جوس گلاس میں نکال کر استفامیہ انداز میں ابرو اٹھایا گیا۔۔

"ناٹ انٹرسٹیڈ!!۔" وہ نخوت سے نظریں پھیر گئی۔۔

"سیم ہیر!!"

"کل رات ناچاہتے ہوئے بھی میں نے خلاف طبیعت اپنا پاستہ شیئر کیا تھا آپ کے ساتھ۔ لیکن ابھی میرا کوئی ارادہ نہیں ہے خدمت خلق کا۔ سو!" اسے ہنوز سر پر کھڑا دیکھ تیار کردہ آملیٹ کا آمیزہ فرائی پین میں ڈال کر ملاتے ہوئے بڑی بے مروتی سے وہ اطلاعاً گویا ہوا تھا۔۔

"مجھے انٹرسٹ بھی نہیں تمہارے ان ہیلتھی بریک فاسٹ میں۔ سٹوپڈ مائیزر!!" وہ جل ہی تو گئی تھی۔۔

"پھر یہاں رکنے کا مقصد؟" وہ محظوظ ہوا۔۔

"لاسٹ نائٹ میں تمہاری وجہ سے سو نہیں پائی۔۔"

وہ کنپٹی رگڑتی شکایتی انداز میں بولی۔

"لاحول ولا قوۃ!!۔لفظ سماعت میں کیا اُترے حلق سے اُتر رہا جوس کُلّی کی صورت منہ سے باہر آیا۔

"محترمہ سوچ سمجھ کر بات کریں۔۔میری اچھی خاصی امیج ہے۔۔میرے سامنے تو کہ دیا مہربانی فرما کر کسی اور کے مقابل گل افشانی مت کیجئے گا پلزز۔۔"ٹشو سے منہ صاف کرتا وہ خاصے برہم انداز میں آئندہ کیلئے خبردار کر رہا تھا۔۔۔

میری بینائی بھی جاتی ہے تو بیشک جائے
بات سورج سے مگر آنکھ ملا کر ہو گی،،،

"ایکسکیوزمی تم مجھے آرڈر دے رہے ہو؟"

"آپ جو سمجھیں!!۔"

"پھر تو میں بتاؤں گی۔اسپیشلی ڈیڈی اور منشی انکل کو۔حکمیہ انداز پر اس کی ازلی ہٹ دھرمی عود کر آئی۔۔

"انھوں نے میری رسپونسبلٹی دی ہے تمہیں۔۔میرا کمفرٹ تمہاری پریورٹی ہونی چاہیئے۔لاسٹ نائٹ تمہاری اِرّیسپونسبلٹی کی وجہ سے میں سو نہیں پائی۔۔جس کی وجہ سے ابھی میری آئیز برن ہو رہی ہے،ہیڈ ڈیک ہو رہا ہے،اینڈ تم بجائے گلٹی فیل کرنے یا سوری کرنے کے مجھ سے فائٹ کر رہے ہو۔۔"وہ تو جیسے منتظر بیٹھی تھی نامہ اعمال سے ناکردہ گناہ گنوا کر بھراس نکالنے کی۔

"روم میں ایئر کنڈیشنر نہیں ہے۔میٹرس گھاس کی طرح رف ہے پلوز آر جسٹ لائک ووڈ،اینڈ اِرّ ٹیٹنگ وہ وئیر ڈ ساؤنڈز جو باہر سے وِنڈو کلوز کرنے

کے باوجود اٹریٹ کر رہی تھی۔ بائی گاڈ ایک سیکنڈ کیلئے میں سو نہیں پائی!!۔۔اور تمہارا۔۔۔"

"اور ٹوئنٹی فور سیون سرویسیز کیلئے غلام کا ڈورناک کیا ہو گا۔ غالباً خوبِ غفلت میں میں ملکہ عالیہ کی شان کی گستاخی کر گیا۔ رائٹ؟" وہ سچ مچ کی شہزادی کی شکوں کی لمبی لسٹ بڑے تحمل سے سماعت فرمانے کے بعد دانت پیس کر گویا ہوا۔

"اوکم آن! آبرو ملک کے اتنے برے دن نہیں آئے جو وہ ہیلپ کیلئے اسپیشلی تمہارا ڈورناک کرے۔ بٹ ایز آسو کالڈ ذمہ دار یو ہیو ٹو چیک۔۔"

"ایک منٹ محترمہ!" حاکمانہ فخر و تکبر سے چور لہجہ طلحہ دوسرے ہی لمحے ہاتھ اٹھا کر قطع کلام کر گیا۔۔

"پہلے میں اپنی سائیڈ کلئیر کر دوں۔۔ وہ جوس کا گلاس ٹیبل پر رکھ کر قدم قدم چلتا کسی سایہ دار شجر کی طرح اس پر سایہ فگن ہوا۔

"اس میں کوئی دو رائے نہیں کی آپ اپنے ڈیڈی کی پرنسیس ہیں، اور ظاہر ہے انھوں نے ہی ہر چیز منہ سے ادا ہونے سے پہلے مہیہ کر کے آپ کو ماشاءاللہ بگاڑا ہے۔ لیکن جناب والیٰ عاجزانہ منتانہ جمع خاص کر اطلاعاً عرض ہے، نہ یہ آپ کے ڈیڈی کا گھر ہے اور نہ میں آپ کے ڈیڈی کا نوکر ہوں۔۔ آپ کی حفاظت میری ذمہ داری ہے۔ وہ بھی زبردستی کی ذمہ داری۔۔" زبردستی پر خصوصی دباؤ ڈال کر وہ واپس فرائی پین کی طرف مڑا۔

"آپ کی اس غلط فہمی کی وجہ یقیناً کل رات کا ڈنر ہو گا تو بتاؤ دوں وہ میں نے صرف منشی جی کی منت کرنے پر کیا تھا۔ وہ کیا ہے نہ منشی جی کیلئے ملک خاندان ہر چیز سے اُپر ہے۔ اپنے 'خاندان' سے بھی۔ لیکن میرے کیس میں ایسا کچھ نہیں ہے۔۔ سو مجھ سے منشی ابرار حمید والی توقعات وابستہ نہ کریں کیونکہ میں

طلحہ ابرار حمید ہوں۔۔ منشی ابرار حمید نہیں۔۔۔" سرد و سپاٹ تاثرات، طنز و تمسخر سے لبریز چبھتا لہجہ اور لفظوں میں پنہاں ناگواریت و بینگانگی اینٹ کے جواب میں پتھر مارنے والی آبرو کو گنگ کر گیا۔۔

جبکہ وہ پلیٹ میں آملیٹ نکال کر، دونوں پراٹھے ہاٹ پاٹ سے برآمد کر پانی کا بوتل لیتا دہلیز پر ساکت کھڑی آبرو کے مقابل آیا۔۔

" باقی روم میں اے سی موجود ہے آپ کو نظر نہیں آیا تو اور بات ہے۔اور میٹرس مجھے سخت ہی پسند ہے کیونکہ میں کومل وجود نہیں اور جس کمرے میں آپ رہائش پذیر ہیں وہ گزشتہ شب تک میرے زیر استعمال تھا۔اور آئندہ بھی میرے ہی زیر استعمال ہو گا کیونکہ آپ کے منشی چاچو کو ان کی 'امانت' ان شاءاللہ میں کل ڈلیور کر دوں گا۔۔۔۔"

"اور ہاں! دفع اپنی مدد آپ کے تحت یا تو خود اپنے جوہر آزمالیں یا باہر سے آرڈر کر لیں۔ فیصلہ آپ کا ذاتی ہے۔"

استہزائیہ انداز میں بات سمیٹ کر وہ اُچٹتی نظر ٹائم بم کی طرح پھٹنے کیلئے تیار مجسمہ بنی کھڑی لڑکی پر ڈال کر واک آؤٹ کر گی تھا۔

"چہ! چہ! بیچاری پاپا کی پری!!۔۔"

پورا ایک پراٹھا ختم کرنے کے بعد جب وہ تن فن کرتی اس کے سامنے سے گزر کر روم میں بند ہوئی تو وہ تاسف سے سر ہلاتا رغبت سے کھانے لگا۔

اسے اپنے لہجے و انداز پر ذرا ملال نہیں تھا۔ اس کے کلیہ کے مطابق پہلے ہی قدم پر مقابل کی غلط فہمی کا علاج ضروری تھا۔ ہاں! بیچاری کیلئے افسوس ضرور ہوا تھا۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں میں تسلسل سے پینسل گھماتا سامنے کھلی فائل کی گردان کرنے کے ساتھ مقابل کروفر سے براجمان ہستی پر بھی وقفہ وقفہ سے نظر ڈال رہا تھا۔ خود مقابل بھی آنکھیں سکیڑے اسی کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

چونکہ مقابل کی آمد متوقع اور مقصد واضح تھا۔۔ لہذا نہایت پر سکون انداز میں اپنی نشست پر براجمان طلحہ مد مقابل کی مدعا بیانی کا کچھ خاص منتظر نہیں تھا۔۔

"دیکھیں ڈی ایس پی صاحب! آپ کے متعلق جس سے بھی دریافت کیا سب نے یہی کہا کی آپ خاصے سٹریٹ فاورڈ انسان ہیں۔ میں خود بھی ایسا ہی ہوں، گھما پھرا کر بات کرنا مجھے بھی سخت ناپسند ہے۔ تو میرا خیال آپ کو میری بات سمجھنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی۔۔۔" زیاد گیلانی نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے مغرورانہ انداز میں بات کا آغاز کیا۔۔

"میرے خیال میں آپ قبل از وقت رائے قائم کر رہے ہیں گیلانی صاحب!۔" جواباً اس کا انداز دوٹوک تھا۔

جو زیاد گیلانی کی خود پرست طبیعت پر گراں تو گزرا لیکن مصلحت کے تحت سر جھٹک کر اصل موضوع کی طرح آیا۔۔

"بات اتنی سی ہے ڈی ایس پی صاحب! میری آپ سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں ہے۔ گیلانیوں کا جو بھی حساب نکلتا ہے وہ ملکوں کی طرف نکلتا ہے۔ اور اس حساب کا انصاف سب کی باہمی رضامندی سے پنچائیت میں ہو چکا تھا۔ جس سے آپ یقیناً تفصیلاً واقف ہوں گے۔۔ اور اس کا آپ کے یا آپ کے خاندان سے راست یا بلواسطہ کوئی تعلق نہیں۔۔ لیکن!!۔۔" گلاس ٹیبل پر انگلیوں کی مدد سے عجیب سی آواز پیدا کر رہے زیاد گیلانی کی حرکت تھمی۔

"لیکن!!۔"

انگلیوں میں محو حرکت پنسل کی حرکت روکے بغیر لفظ دہرا کر گویا طلحہ نے بات جاری رکھنے کا اشارہ دیا۔۔

"لیکن تمام تر حقیقت سے آگاہی کے باوجود آپ کا اس سب میں انوالو ہونا دانشندی کے زمرے میں تو نہیں آسکتا۔۔ لیکن!!۔استہزائیہ لہجے میں جملہ مکمل کر وہ ٹیبل پر کہنی ٹکا کر سامنے کو جھکا۔

"لیکن آپ بھی جانتے ہیں ملک وقاص نے اپنی ولایتی شہزادی آپ کو بطور آپ کی بیوی نہیں سونپی ہے بلکہ آپ کو بطور اس متنازع لڑکی کا باڈی گارڈ ہائیر کیا ہے۔جتنے آپ کی ذہانت کے چرچے ہیں یہ تو آپ پہلے قدم پر ہی سمجھ چکے ہوں گے۔" آنکھوں میں کمینی چمک لیئے زیاد گیلانی مکاری سے مسکرایا۔۔ طلحہ کے جبڑے بھینچے۔۔

"یہ آپ کی رائے تھی یا اطلاع۔۔؟ جواباً میں یہی کہوں گا یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔اور مجھے اپنی ذاتیات ڈسکس کرنا سخت ناپسند ہے۔امید ہے آپ سمجھیں گے گیلانی صاحب؟" لہجہ بے انتہاء سپاٹ سلگتا ہوا تھا۔۔

"پانی میں رہ کر مگرمچھ سے بیر اچھا نہیں ڈی ایس پی صاحب! کیوں اس متنازع لڑکی کیلئے خواہ مخواہ اپنی نئے نئے ستاروں سے سجی وردی کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔۔" اس کے صفاچٹ جواب سے سلگ اٹھے زیاد گیلانی کا لہجہ دبی دبی چنگاڑیاں لیئے ہوئے دھمکی آمیز تھا۔

"آپ چل کر میری جگہ پر آئے ہیں تو اصولاً آپ میرے مہمان ہیں۔اور مہمان نوازی میری تربیت میں شامل ہے۔اور میں اپنی تربیت پر حرف نہیں لانا چاہتا۔لہٰذا۔۔" جواباً طلحہ کی قوتِ ارادی بھی کڑے امتحان میں پڑی۔لیکن تحمل سے کام لیتا وہ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھا۔۔

"لہٰذا متنازع لڑکی کی موجودہ حیثیت کو ملحوظ رکھ کر بات کریں۔ کیونکہ چند معاملوں میں خاصہ شارٹ ٹیمپر ثابت ہوتا ہوں۔ وہ کیا ہے نہ کچھ چیزیں انسان سے مزاج کے خلاف بالکل برداشت نہیں ہوتی۔ اور میں اس وقت کوئی کشیدگی بھی نہیں چاہتا سو۔۔۔"

دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ سپاٹ نظریں ذیاد گیلانی کی انگارے اُگلتی آنکھوں میں گاڑے صاف وارننگ دیتا ہوا وہ مقابل زعمِ ہستی میں کروفر سے مکروہ چہرے پر گھٹیاں مسکراہٹ سجائے بیٹھے زیاد گیلانی کی ساری خود ساختہ خوش فہمی ہرن کر گیا تھا۔۔

"ایک بار پھر سوچ لیں ڈی ایس پی صاحب! میں آپ کا مستقبل اس شعبہ میں بہت روشن دیکھ رہا ہوں۔ اگر غیر ضروری معاملات میں آپ نہ پڑیں تو کامیابی کی سیڑھیاں آپ کے قدموں میں ہے!۔"

"پیشن گوئی کا شکریہ۔۔ لیکن میں محنت پسند ہوں، نجومت پرست نہیں!۔" وہ مبہم سا مسکایا۔

"بلاشبہ آپ محنت میں بہت یقین رکھتے ہیں ڈی ایس پی صاحب! تبھی تو مسلسل ناکامیوں کے باوجود آپ نے اس وردی کو حاصل کرنے کے جنون کو خیر آباد نہیں کہا اور آخر کار آج آپ اس مقام پر ہیں۔ آپ کے یہاں تک پہنچے تک کا سفر نو ڈاؤٹ کافی کٹھن رہا ایسے میں واپسی کا سوچنا بھی آپ کیلئے محال ہو گا۔ ہے ناں؟"

گہری معنٰی خیز مسکراہٹ لبوں پر سجائے زیاد گیلانی نے اپنا آخری کارڈ کھیلا جس پر طلحہ کھل کر مسکراتا ہوا اپنی نشست چھوڑ کر کھڑا ہوا۔

تاہم لب پیوست ہی رہے مقابل کا پٹارے سے مزید گل افشانی سننے کیلئے۔۔

"نئ نئ وردی کا نیا نیا نشہ ہے صاحب! اور نشہ کوئی بھی ہو یکدم سے اُترے تو انسان تیورا کر گرتا ہے۔ آپ قابل ہیں اور میں نہیں چاہتا کی لایعنی وجہ سے ہمارا ملک ایک ہونہار آفیسر کھو دے!!۔" خشونیت سے کہتا ہوا زیاد گیلانی بھی اپنی نشست سے کھڑا ہوا تھا۔

"نیک تمناؤں کا شکریہ گیلانی صاحب! لیکن کبھی میں نے سستا نشہ کیا نہیں سو مجھے اندازہ نہیں اس چیز کا۔۔" اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"اور پھر مفت کا نشہ اور محنت سے حاصل کی گئی منزل میں عرض و سماں کا فرق ہوتا ہے آپ بھی جانتے ہوں گے۔۔۔ سو آپ میری فکر نہ کریں وردی میں نے کمائی ہے۔ یہ نہ کسی کے باپ کی جاگیر ہے اور نہ مجھے وراثت میں ملی ہے۔ جو سرکش ہوا کے رخ سنگ بدل جائے۔۔۔"

واضح دھمکی کے جواب میں طمانیت سے وہ زیاد گیلانی کے منہ پر ان دیکھا طماچہ رسید کر چکا تھا۔

جو نظر تو نہیں آیا لیکن اس کی گونج زیاد گیلانی کے کانوں کے پردے پھاڑ گیا تھا۔۔

"میں نے تو خلاف طبیعت سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن لگتا ہے آپ کو کچھ زیادہ ہی زعم ہے اپنی قابلیت پر۔ لیکن کوئی نہیں ابھی یقیناً آپ کو پاؤر نامی اژدھے کا اندازہ نہیں جو پلک جھپکتے سب نگل جاتا ہے۔ نام نہاد محنت کی 'منزل' قابلیت کا 'مقابل''' بھی"۔

"اور رہی بات اس دو کوڑی کی لڑکی کی تو وہ زیاد گیلانی کی ملکیت ہے اور زیاد گیلانی اپنی ملکیت سے دستبردار نہیں ہوتا۔۔ اب میں دیکھتا ہوں کہاں تک زیاد گیلانی کی قہر سے وقاص ملک اور تم اسے بچا پاتے ہو!!۔" تمام تر

مصلحت بالائے طاق رکھ کر زیاد گیلانی اپنی اوقات پر آتا زہریلے ناگ کی طرح بل کھا کر پھون پھاں کرتا وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا۔۔

گھر سے نکلتے ہوئے اسے ابرار حمید کی کال موصول ہوئی تھی۔ جس میں انھوں نے بتایا تھا آج شام ملک صاحب کو پنچائیت کے اراکین نے طلب کیا ہے۔ایسے میں یہاں زیاد گیلانی کی آمد اور دھمکیاں کم از کم اس کیلئے غیر متوقع نہیں تھی۔

"کہاں پھسادیا منشی جی پرائے پھڈے میں آپ کو میری ہی ٹانگ پھسانی تھی۔۔" وہ تیزی سے فون نکال کر فلیٹ کے باہر تعینات گارڈز کو مزید الرٹ رہنے کی ہدایت دیکر تھکے انداز میں پیچھے کرسی پر جھول گیا۔۔۔

بہت سے فیصلے انسان کی مزاج پر سخت گراں گزرتے ہیں۔ لیکن مضبوط قوتِ ارادی کے مالک بشر کی شناخت یہی ہے کی وہ ذاتی ناچاکی کو اہم فیصلوں کی سبیل میں رکاوٹ بننے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

وہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ اسے چھوٹی سی عمر سے ملک خاندان اور ان سے جڑے معاملوں سے بے حد چڑ تھی۔ جس کی اس کے پاس ٹھوس وجہ بلکہ وجوہات تھے۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا وہ کبھی ملک خاندان سے جڑے کسی بھی معاملے میں ذرا سا بھی حصہ دار ہو گا۔ لیکن آج کی حقیقت یہ تھی کے وہ ملک خاندان کے سب سے بڑے معاملے کا کیلدی کردار تھا۔ قسمت کی عجب ہی گھن چکر کھیل ہوتے ہیں۔ جس کی نہ بشر کو خبر ہوتی ہے نہ سمجھ آتی ہے۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"ملک صاحب! سب ٹھیک تو ہو جائے گا ناں۔۔؟ کہیں ہم نے ایک مصیبت سے نجات کیلئے ایک اور مصیبت کا در تو نہیں وا کر دیا؟" وقت رخصت خدشوں میں گھری جبین ملک ہراساں سی ان کے قریب آئی۔۔

"کتنی بار کہا ہے بیگم واہم مت پالا کریں۔ ہم نے بہترین فیصلہ کیا ہے اس کیلئے اتنی تسلی کافی ہے کی وہ ابرار حمید کا خون ہے۔ رہی بات پنچائیت کی تو ان شاءاللہ میں سنبھال لوں گا۔۔" کوٹ کے بٹنز بند کرتے ہوئے وہ طمانیت سے گویا ہوئے۔

جواباً وہ واہموں کو تھپک کر سلاتی دھیرے سے 'آمین' کہتی سر ہلا گئی۔

وقاص ملک کا وہی اطمینان یہاں سرپنچ صاحب کے بیٹھک کے تناؤ زدہ ماحول میں پنچ کے اراکین کے مقابل بھی برقرار تھا۔ جبکہ عین مقابل براجمان نارِ

انتقام میں برسوں سے جھلس رہے گیلا نیز بلخصوص زیاد گیلانی جیسے غصہ و اشتعال سے پاگل ہو رہا تھا۔۔۔

پنچایت کے پانچوں بزرگ اراکین تمام معاملات سننے کے بعد آپس میں تبادلہ خیال کر کے جواب طلب انداز میں پہلے وقاص ملک کی طرف متوجہ ہوئے۔

"میں کوئی صفائی پیش نہیں کروں گا۔ صرف اتنا کہوں گا ہر عمل کا ایک رد عمل ہوتا ہے۔اور میرا یہ قدم زیاد گیلانی کی گھٹیاں قدم کا رد عمل تھا بس!!۔" وقاص ملک نے ایک نظر پنچ کے اراکین پر ڈال کر چند مضبوط لفظوں میں بات کو سمیٹا۔

"کہنا کیا چاہتے ہیں آپ ملک صاحب؟" حسب توقع زیاد گیلانی بل کھا کر کھڑا ہوا تھا۔۔

"ملک صاحب کہ رہے۔۔۔

"پاؤں کی جوتی کو سر پر سجا لینے سے جوتی تاج نہیں بن جاتی۔۔ بہتر ہو گا منشی جی آپ اگر ان معاملات میں مداخلت نہ کریں۔۔۔" بے انتہا ہتک آمیز انداز میں مظفر گیلانی نے قطع کلام کیا تو ابرار حمید احساسِ توہین سے سرخ ہو کر لب بھینچ گئے۔۔

"گیلانی صاحب!!!۔۔" وقاص ملک گرجے۔۔

"اس طرح گرجنے سے حقیقت نہیں بدل جاتی ملک صاحب! جس طرح جوتی پر جمی گرد کو سرما سمجھ کر آنکھ میں لگا لینے سے اس دھول کی اوقات نہیں بدلتی۔۔" مظفر گیلانی مغلظات بکنے سے بعض نہ آیا۔۔۔

"زبان سنبھالیں آپ اپنی۔۔ میں پنچایت کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔۔" ملک وقاص بھوکے شیر کی طرح دھارتے ہوئے کھڑے ہوئے۔

ابرار حمید نے بروقت ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا لیکن ضبطِ اشتعال سے ان کا تنفس بری طرح بگڑ چکا تھا۔۔

"میں تو سنبھال ہی لوں گا ملک صاحب! لیکن صد افسوس سمجھنے کیلئے آپ کو بہت دیر ہو چکی ہے۔ باقی جو خاندانی لوگ اور خاندانی ملازم میں تفریق نہ کر سکے، اسے پنچائیت کی توہین کی بات زیب نہیں دیتی۔" مظفر گیلانی کا تضحیک آمیز لہجہ مزید گھٹیاں ہوا۔۔۔

"اور غالباً اپنی اولاد کی نامردوں والی بزدلانہ حرکت کو دفاع کرنا آپ جیسے نام نہاد خاندانی لوگوں کو بے انتہاء زیب دیتا ہے۔۔" وقاص ملک ابرار حمید کی اشاروں کو نظر انداز کرتے دوبدو بولے۔۔

"آپ حد سے بڑھ رہے ہیں!!۔۔۔۔"

"ملک صاحب گیلانی صاحب شانت ہو جائیں اور جس مسئلہ پر بات کرنے آئیں اس پر چرچہ کرتے ہیں۔۔"

سرپنچ صاحب نے ملتجی انداز میں مداخلت کی تو دونوں کو مجبوراً نشست سنبھالنی پڑی۔۔

"ملک صاحب! پنچ نے فیصلہ لے لیا تھا، جسے آپ دونوں نے تسلیم بھی کیا تھا اب آپ کا یہ اقدام کسی بھی رو سے درست نہیں۔۔" دونوں پارٹی کو شانت کرنے کے بعد سرپنچ صاحب ایک بار پھر اصل موضوع پر آئے۔۔

"میں پنچایت اور آپ تمام بزرگانہ کی بہت عزت کرتا ہوں۔ اور میں شرمندہ ہوں جو میں نے یہ قدم آپ کے علم میں لائے بغیر اٹھایا، لیکن میں اپنے اقدام کیلئے شرمندہ قطعی نہیں ہوں سرپنچ صاحب!" انھوں نے ایک نظر خونخوار تیور لئے بیٹھے گیلانیوں پر ڈالی۔

"زیاد گیلانی کی اس گھٹیاں حرکت کی وجہ سے اس وقت میری بیٹی شدید عدم تحفظ کا شکار تھی۔اس کا نروس بریک ڈاؤن ہونے والا تھا۔اور ایسے میں اسے تحفظ فراہم کرنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی،اور ایک لڑکی دو ہی مرد کے ساتھ محفوظ محسوس کرتی ہے۔باپ، شوہر۔۔باپ ہو کر جب میں اسے اس فیز سے نکالنے میں ناکام ٹھہرا تو اپنی بچی کی زندگی کیلئے میں نے جو صحیح لگا کیا۔۔۔" وقاص ملک کی بات میں وزن تھا فضاء میں ایک بار پھر خاموشی کی چادر تن گئی۔۔

"اور اب ہم وہ کریں گے جو ہمیں صحیح لگے گا۔۔"

حاضرین کی خاموشی نے زیاد گیلانی کے اشتعال کو ہوا دیا تھا۔پھر وہ بدلحاظی سے کرسی کو ٹھوکر مار وہاں سے کر نکلتا چلا گیا۔۔۔

بعد ازاں مظفر گیلانی نے لفاظی کر کے زیاد گیلانی کی اس حرکت کا تو دفاع کر لیا، لیکن زیاد گیلانی کی اس حرکت کی پردہ پوشی میں وہ بری طرح ناکام ٹھہرے جو وقاص ملک کی ڈھال بن گئی تھی۔اور طویل بحث و مباحثہ کے بعد بھی نتیجہ آخر میں صفر ہی تھا۔

"آپ فکر نہیں کریں بیگم فیصلہ دو ہفتہ بعد ہو، دو مہینہ بعد ہو یا دو سال اب گیلانیز ہماری بیٹی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔۔" وقاص ملک نے منشن میں قدم رکھتے ہی پہلی فرصت میں تمام کارگزاری ادھر سے ادھر بے چینی سے چکر کاٹ رہی جبین بیگم کے گوش گزار کیا تو اتنے عرصے میں پہلی بار ان کے لبوں کو آسودہ مسکراہٹ نے ہولے چھوا۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

زیاد گیلانی سے بے وجہ کی چھڑپ، پراسرار کیس کی دماغ کی چولیں ہلاتے نقاط اور پھر ماتحت تھانوں کا دورہ اس کا آج کا دن بے انتہاء مصروفیت سے بھرا ثابت ہوا تھا۔اور ہمیشہ کی طرح واپسی تک کیلنڈر بدل چکا تھا۔۔۔

"یہ اس وقت ؟"

ہال میں بھوکی شیرنی کی طرح چکر کاٹ رہی محترمہ کو دیکھ قبل اس کے کی وہ کوئی رد عمل کا اظہار کرتا محترمہ گولی کی سپیڈ سے اس پر حملہ آور ہو چکی تھی۔

"سمجھتے کیا ہو تم اپنے آپ کو؟

ہو کیا چیز تم؟

میرے فادر ہو؟

گاڈ فادر ہو؟

کہیں کے پریزڈنٹ ہو؟

ہوتے کون ہو تم مجھ پر ریسٹریکشنز لگانے والے؟

"ہو دا ہیل آر یو؟"

جنونی انداز میں بے انتہاء بد تمیزی سے مسلسل طلحہ کے سینے پر مکے برسانے کے بعد اسے پیچھے کی جانب زور سے دھکا دیتی وہ حلق کے بل چیخی۔ جبکہ طلحہ غیر متوقع دھکے پر لڑکھڑاتا دو سے تین قدم پیچھے ہوا۔۔۔

دلسوز افتاد وارد ہی ایسے ہوئی تھی کی طلحہ جیسے مضبوط قوتِ ارادی کے مالک شخص کی بھی اعصاب جھنجھنا اٹھے تھے۔ جبکہ وہ پوری تباہی بنی تخریب کاری مچا رہی تھی۔۔۔

"تمہارا وہ دو کوڑی کا گارڈ میرے فرینڈ کو اندر آنے کی پرمیشن نہیں دے گا۔ مجھے باہر جانے سے روکے گا؟ مجھے۔۔۔ آبرو وقاص ملک!!۔" شدید اشتعال کے عالم میں چیختے چلاتے ہوئے وہ ایک ایک کر کے سارے کشنز کو

دیوار پر مار کر ابھی درمیانی ٹیبل پر رکھا پانی سے بھرا گلاس اٹھا کر شائد دیوار بوس کرنے کا ارادہ رکھتی تھی کی۔۔

"انف!!!!۔"ہونق کھڑے طلحہ نے پھرتی سے وہی گلاس اٹھا کر دھارتے ہوئے پانی اس کے منہ پر مارا۔ نتیجہ میں جیسے اُبلتا آتش فشاں یکدم سے شانت ہو گیا۔۔۔۔

"یہ میرا فلیٹ ہے۔اور آس پاس سارے ویل ایڈوکیٹڈ، ویل مینرڈ، ویل ڈیسپلین پلس عزت دار لوگ رہتے ہیں۔کوئی مینٹل اسائیلم نہیں ہے۔۔سو بہیو یور سیلف!!!۔"زور سے گلاس ٹیبل پر پٹختا وہ دبی آواز میں ضبط کی چنگاڑیاں لیئے پھٹا۔۔۔

"اور آپ کا فرینڈ تو کیا امریکہ کا صدر بھی بنفس نفیس آپ سے ملاقات کی خواہش لیکر حاضر ہوتا تب بھی میری اجازت کے بغیر میرے گارڈز اسے اندر

نہیں جاتے دیتے اور نہ تمہیں باہر۔۔۔"ناگواریت سے جتاتے ہوئے وہ بری طرح مٹھیاں بھینچ رہی آبرو پر بنا ایک نظر ڈالے تیزی سے اپنے روم کی طرف بڑھا۔

"سو تم مجھے کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔مجھے آبرو وقاص ملک کو آر یو سیریس؟"

اس نے کمرے میں داخل ہو کر ابھی سروس گن نکالا ہی تھا کی عقب سے ابھری رندھی ہوئی مگر پاٹ دار آواز پر جبڑے بھینچ گیا۔۔

"آپ جو سمجھیں۔۔"

زور سے آنکھیں میچ کر کھولتا سروس گن اور کیپ دراز میں ڈال کر وہ مزید کشیدگی سے اجتناب کیلئے واش روم کی طرف بڑھا ہی تھا کی۔۔

"واٹ ڈو یو مین؟"

وہ حسب عادت برق رفتار سے راہ میں حائل ہوئی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تمہارے پاس یونی فارم ہے۔اویسلی جس سے انسپائر ہو کر میرے ڈیڈی نے تمہیں میری رسپونسلبٹی دی ہے اس سے تم مجھے رول کر سکتے ہو، ریسکٹر یکشنز لگا سکتے ہو، اپنی مرضی سے کنڑول کر سکتے ہو؟" وہ سیاہ قاتل آنکھوں میں چنگاڑیاں سموئے دو دھاری تلوار بنی دیدہ دلیری سے طلحہ کے آنکھوں میں جھانکتی جیسے سب تباہ کر دینے کے در پر تھی۔

صبح اس کی بد تمیزی کے بعد کتنی ہی دیر تک اپنا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کے بعد اس نے لنچ اسجد کے ساتھ باہر کر کے موڈ ٹھیک کرنے کا سوچا تھا۔ لیکن جب اسجد آیا تو تھانیدار کے وفاداروں نے نہ اسے دہلیز پر قدم رکھنے کی اجازت دی اور نہ آبرو کو دہلیز پار کرنے کی۔

وہ اتنا چیخی چلائی لیکن ان سر کے چمچوں نے تو جیسے کان میں تیل ہی ڈال لیا تھا۔ لیکن اب وہ ان کے سر کا دماغ اچھی طرح ٹھیک کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔۔۔

"اگر ہاں کہوں تو؟" جواباً وہ دونوں ہاتھ پوکٹ میں اڑستا بے تاثر تاثرات لیئے چیلنج کر رہا تھا۔

"دین یو ہیو ٹو ویک اپ۔۔ تمہیں جاگنا ہو گا۔۔ بکاز اٹس آبرو وقاص ملک! میں تمہارے اس میچ باکس سائز فلیٹ میں آگئی ہوں تو اس کا ہر گز بھی مطلب نہیں کی تمہیں مجھ پر سارے رائٹس مل گئے ہیں۔ یہ سب ٹیمپر ری ہے۔ سو ای سجیسٹ اپنی کنڑول فریک سول کو کہیں اور جا کر سٹیسفائی کرو۔۔ کیونکہ۔۔۔۔" بنا دم بھرنے کی مہلت لیئے سے وہ غصہ سے پاگل ہورتی برسے جا رہی تھی نتیجاً تنفس بری طرح پھول رہا تھا۔ پھولی سانس بحال کرنے کیلیئے توقف لینا پڑا۔

"نہ یہ تمہارا پولیس سٹیشن ہے، نہ میں کوئی پریزنر ہوں، نہ یہ تمہارا ٹارچر سیل ہے اور نہ ہی تم میرے لیئے سو کالڈ آن ڈیوٹی ڈی ایس پی سو اینڈ سو ہو۔۔۔ سو ان ون سیہ نٹینس ڈونٹ انٹر فیر ان مائی پرسنل افئیرز۔۔۔

میں کہاں جاؤں گی یہ بھی میرا پرسنل افئیر ہے اور کون مجھ سے ملے گا یہ بھی۔ تمہیں نہ میرے پرسنل سپیس میں گھسنے کا رائٹ ہے اور نہ میں تمہیں ایسا کرنے دوں گی۔ سو ڈونٹ ٹرائی اینڈ سٹے اوے!!۔" بڑی دیدہ دلیری سے چٹکی بجا کر اسے دور رہنے کی وارننگ دیتی تمتمارہے رخسار پر اس جرات مندی پر داد دینے آئے ریشمی بالوں کو ایک ادا سے بکھیرتی وہ ابھی مڑنے لگی تھی کی۔۔

"میری بات تو سنتی جائیں!" زبردست جھٹکا کھا کر واپس اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔۔

ایک میں ہی تیرا مجرم بس،

لوگ سارے ہیں بے خطایوں تو،

ایک میں ہی تھا۔۔ جاں نثار ہوا،

تجھ پر مرتے تھے بیر مایوں تو

"پہلی بات مجھے لگتا نہیں ہے میں آپ کو کنٹرول کر رہا ہوں، میرے رول اینڈ ریسٹریکشنز نے تو آل ریڈی آپ کے پیروں میں زنجیر ڈال دی ہے، آپ ماننا نہیں چاہتی تو یہ آپ کا مسئلہ ہے!!" وہ پوکٹ میں ہاتھ اڑس کر ایک قدم قریب ہوتا تھوڑا سا جھک کر اس کے ہائیٹ کے برابر ہوا۔۔

"دوسری بات ٹیمپریری ہی صحیح۔۔ لیکن فل حال آپ آبرو وقاص ملک نہیں آبرو طلحہ ابرار حمید ہیں۔ان یور وورڈز مسز سو کالڈ ڈی ایس پی۔۔ مینز مسٹر یونی فارم کی بیٹر ہاف!!۔۔"لبوں پر بڑی گہری استہزائیہ مسکراہٹ سجائے مضبوط انداز میں جتاتا وہ ضبط اشتعال سے مٹھیاں بھینچے کھڑی آبرو کو لب کچلنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔۔

"اور آپ نے بالکل بجا فرمایا آپ میری قیدی نہیں ہیں۔اور قیدیوں کے ساتھ ٹارچر سیل میں کیسا سلوک کیا جاتا ہے اس کا آپ کو بالکل اندازہ نہیں خاص کر 'خود سر' قیدیوں کے ساتھ۔ سو بہتر ہو گا کی آپ مجھے قیدیوں جیسا سلوک کرنے پر مجبور بھی نہ کریں۔۔ کیونکہ مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ جیسی ضدی، خود سر، باغی اور بد تمیز پاپا کی پری پر اپنا وقت اور توانائی سرف کرنے کا۔ لیکن میری بد قسمتی ہے کی آپ مجھ پر مسلط ہیں۔۔۔"

آخر تک تمسخرانہ جتاتا ہوا زہر زہر لہجہ بے انتہاء کٹھور آگ اگلتا ہوا ہو گیا تھا۔۔۔

آنکھوں میں ایسی سفاکیت و بیگانگی سمٹ آئی تھی کی مضبوط سے ڈٹ کر کھڑی آبرو کی ڑیڑھ کی میں ہڈی سنسناہٹ دوڑ گئی۔۔۔

"اور سب سے اہم دوبارہ آپ گارڈز کے ساتھ بد تمیزی نہیں کریں گی۔وہ میرے گارڈز ہیں۔آرڈرز بھی میرے فالو کرتے ہیں۔کیونکہ وہ صرف میرے ہی آڈرز فالو کرنے کیلئے ہیں۔اور جب تک آپ یہاں میری جگہ پر مقیم ہیں۔نہ کوئی آپ سے ملے گا نہ آپ کسی سے ملیں گی یہ ایک نا قابل تبدیل حقیقت ہے۔۔سو یہ ذہن نشین کر لیں۔۔"سرد ٹھٹھراتے لہجے سے اسے منجمد کر چند ساعت اس کی نم قاتل آنکھوں میں دیکھتے رہنے کے بعد سر جھٹکتا وہ واش روم میں بند ہو گیا۔۔۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

گھر سے نکلتے ہی،

کچھ دور چلتے ہی،

رستہ میں ہے اس کا گھر،

کل صبح دیکھا تو،

بال بناتے ہوئے آئی مجھے وہ نظر،

مگن انداز میں جالے اتارنے کا جھاڑن اٹھائے نادیدہ جالوں کو دل جمعی سے صاف کرنے کے ساتھ امروز صاحب باآواز بلند گانے کی ٹانگ بھی صحیح توڑ رہے تھے۔جب وہ گلاب جامن کا ڈونگا اٹھائے حال میں داخل ہوئی۔۔۔۔

"اللہ اللہ یہ کس کا اڈریس نوٹ کروا رہا ہے؟" وہ قریب ہی کپڑے سے شوپیس وغیرہ صاف کر رہی زونی کے کان کے پاس پھسا پھسائی۔۔

"کون آپی؟" زونی اچنبھے سے متوجہ ہوئی۔۔

"ارے!! لڑکی تمہارا یہ نکما بھائی۔۔ جس کی گنگناہٹ اور گنگناہٹوں میں کڑیوں کا ذکر کچھ دنوں سے کچھ زیادہ ہی ہونے لگا ھے!!۔" زینیہ کی ناسمجھی پر گویا وہ سر پیٹ گئی تھی۔

"افف!! آپی آپ بھی ناں!!۔" زینیہ مسکرا کر نفی میں سر ہلا گئی۔۔

"آپ بھی ناں کیا بیوقوف لڑکی۔۔ نظر رکھو چھوکرے پر کہیں ہاتھ سے نہ پھسل جائے ہے بھی بن پیندے کا لوٹا!!"

وہ دادی اماں کی طرح ناک سکوڑتی نخوت سے بولی۔

"یوں تو اس گھوڑے کو کسی نے گھاس نہیں ڈالنی لیکن یہ زبردستی گھس جائے تو اللہ اللہ!!۔" مشکوک نگاہیں گلوکاری کی توہین میں جتے امروز پر گاڑے اس نے مزید گل افشانی کی۔۔

"نجمہ آپی آپ کا کچھ نہیں ہو سکتا مطلب حد ہے آپ دونوں کی!!۔۔"زونی تاسف سے نفی میں سر ہلا کر واپس گلدان صاف کرنے لگی تو وہ ہونہ!! کرتی ڈونگا ہنوز اٹھائے جیمس باؤنڈ کی جانیشن بنی سٹول پر کھڑا ہو کر جالے کی جھاڑن سے کنسرٹ کر رہے امروز کے پاس چلی آئی۔۔

---

دل لگایا تھا دل لگی کے لیے

بن گیا روگ زندگی کے لیے

سارے جھگڑے ہی زندگی تک ہیں

کون مرتا ہے پھر کسی کے لیے

اہلِ دل اُس کو دل نہیں کہتے

جو تڑپتا نہ ہو کسی کے لیے

معمول کے مطابق وہ صبح سات بجے بیدار ہو گیا تھا۔ لیکن طبیعت سے وہ معمول والی چستی و پھرتی مفقود تھی۔ چند ساعت تک یوں ہی خالی الذہنی کے عالم میں چھت کو گھورتے رہنے کے بعد کسملندی سے بستر چھوڑ کر سلیپر پہنتا ہوا وہ اپنی روٹین کے مطابق روم سے نکل کر کچن کا رخ کر چکا تھا۔

کچن میں پہنچ کر ہمیشہ کی طرح فریج سے آٹا نکالنے کے بعد تیزی سے پیڑے بنا کر اپنے لیئے دو پراٹھے ہاٹ پاٹ میں محفوظ کر کے، آملیٹ کا آمیزہ تیار کر فرائی پین ریڈی رکھتا، اوَر بیچ لیئے وہ جوسر کے پاس چلا آیا تھا۔ بار بار سستی کی علامت جمائیوں کو روکتے ہوئے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ جوس بنا کر ٹیبل پر رکھتا ہوا وہ خود کو گھسیٹتا روم میں واپس آیا اور کپڑے لیکر واش روم میں بند ہو گیا۔۔

اس قریب پندرہ سے بیس منٹ کی کاروائی میں نہ اس نے اس طبیعت پر چھائی غیر معمولی بوجھل پن جو نیند کی کمی اور اعصابی دباؤ کے سبب تھا اس کی وجہ پر

دھیان دینے کی ضرورت محسوس کیا تھا۔اور نہ ہی اس کا خود دھیان فلیٹ میں موجود دوسرے خصوصاً نسوانی اور کسی قدر ناقابل برداشت وجود کی جانب گیا تھا۔

الغرض گزشتہ روز زندگی میں آئی اتنی بڑی تبدیلی ذہین وفطین تھانیدار صاحب کی یادداشت سے حیرت انگیز طور پر پوری طرح محو ہو چکی تھی۔ کہنا مناسب ہو گا کی حادثہ اس قدر غیر متوقع اور نتیجہ اس درجہ ناقابل یقین تھا کی ڈی ایس پی صاحب کے حافظہ نے اسے محفوظ کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔۔

تبھی جب وہ نہا کر ساری تھکن سستی وکاہلی کو پانی میں بہا کر فریش فریش سا حسب معمول پینٹ پر وائٹ بنیان پہنے نم توانا وجود کی بھرپور نمائش کرتا مرطوب بالوں کو قوی انگلیوں سے سنوارتا ہوا تیار کردہ ناشتہ کرنے کے غرض سے روم سے برآمد ہوا تو صوفہ پر سر تھامے براجمان نازک اندام وجود

کو دیکھ بڑی طرح ٹھٹھک کر اٹھتے قدم تھام کر استعجابیہ انداز میں آنکھیں سکیڑ گیا۔۔

"یاوحشت! صبح صبح چڑیل!۔"آہٹ پر مقابل نے سر اٹھایا اور مقابل کی گلال آنکھیں، زرد چہرہ، آنکھوں کے نیچے پڑے گہرے سیاہ حلقے اور بھینچے نقوش دیکھ اس کی بلند چیخ پورے فلیٹ میں گونجی۔

"وہاٹ دا ہیک!! چلاّ کیوں رہے ہو؟"وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے سپرنگ لگے کھیلونے کی طرح کھڑی ہوتی ناگواری سے چیخی۔

معمولی سی آہٹ سے بھی جیسے دُکھتے سر میں ہتھوڑے برس رہے تھے۔اس پر تھانیدار کی بھوپوں جیسی آواز۔۔

"افففف!! میرے حافظہ نے فراموش کیسے کر دیا اس اجتماعی بن بلائی جمع جبراً مسلط کی گئی رچ سپوئیلڈ مصیبت کو؟"صدمہ زدہ کیفیت کے بعد پوری آب

وتاب سے یادداشت کی واپسی ہوئی تو سرد آہ خارج کر بڑبڑاتا ہوا کنپٹی کی تنی رگیں سہلاتا وہ سائیڈ سے نکلنے لگا تھا کی وہ حسب عادت راہ میں حائل ہوئی۔۔

"ابھی تم نے کیا کہا؟"

میرون کلر نائٹ ڈریس میں بکھرے بے ترتیب باب کٹ بال، سرخ آنکھیں، زرد تنے نقوش خونخوار انداز میں کنپٹی سہلاتی ہوئی وہ حقیقتاً طلحہ کو کسی پیپل کے پیڑ سے بھٹکی ہوئی چڑیل لگی تھی۔۔جو اس کے تراشیدہ لبوں پر مسکراہٹ کو جگہ دینے کا باعث بنی۔۔

"قوتِ گویائی تو ماشاءاللہ سے اللہ نے اتنی واضح دی ہے کی جب بھی بروئے کار لاتی ہیں مقابل کی سماعت پر ستم ٹوٹتا ہے۔۔غالباً قوتِ سماعت جیسی نعمت سے بھی نوازی گئی ہوں گی سو استعمال میں لائیں اسے بھی۔۔"

قصداً کان سہلاتے ہوئے دانستہ گنگنانے کے انداز میں کہتا وہ سائیڈ سے ہو کر آگے بڑھ گیا تھا۔۔

"تم تھوڑا لاؤڈ نہیں بول سکتے؟" وہ کنپٹی مسلتی الجھنے کے غرض سے پیچھے چلی آئی۔

نیند کی کمی کے باعث جھنجھلاہٹ حد سے سوا تھی اب کہیں تو بھڑاس نکلنا تھا۔۔

"آپ نے مجھ سے الجھنا ہے صبح ہی صبح؟" جوس گلاس میں نکال کر استہفامیہ انداز میں ابرو اٹھایا گیا۔۔

"ناٹ انٹرسٹیڈ!!۔" وہ نخوت سے نظریں پھیر گئی۔۔

"سیم ہیر!!"

"کل رات ناچاہتے ہوئے بھی میں نے خلاف طبیعت اپنا پاستہ شیئر کیا تھا آپ کے ساتھ۔ لیکن ابھی میرا کوئی ارادہ نہیں ہے خدمت خلق کا۔ سو!" اسے ہنوز سر پر کھڑا دیکھ تیار کردہ آملیٹ کا آمیزہ فرائی پین میں ڈال کر ملاتے ہوئے بڑی بے مروتی سے وہ اطلاعاً گویا ہوا تھا۔۔

"مجھے انٹرسٹ بھی نہیں تمہارے ان ہیلتھی بریک فاسٹ میں۔ سٹوپڈ مائیزر!!" وہ جل ہی تو گئی تھی۔۔

"پھر یہاں رکنے کا مقصد؟" وہ محظوظ ہوا۔۔

"لاسٹ نائٹ میں تمہاری وجہ سے سو نہیں پائی۔۔"

وہ کنپٹی رگڑتی شکایتی انداز میں بولی۔

"لاحول ولا قوۃ!!۔ لفظ سماعت میں کیا اُترے حلق سے اُتر رہا جو سُکّلی کی صورت منہ سے باہر آیا۔

"محترمہ سوچ سمجھ کر بات کریں۔۔میری اچھی خاصی امیج ہے۔۔میرے سامنے تو کہ دیا مہربانی فرما کر کسی اور کے مقابل گل افشانی مت کیجئے گا پلزز۔۔"ٹشو سے منہ صاف کرتا وہ خاصے برہم انداز میں آئندہ کیلئے خبردار کر رہا تھا۔۔۔

میری بینائی بھی جاتی ہے تو بیشک جائے

بات سورج سے مگر آنکھ ملا کر ہو گی،،،

"ایکسکیوزمی تم مجھے آرڈر دے رہے ہو؟"

"آپ جو سمجھیں!!۔"

"پھر تو میں بتاؤں گی۔اسپیشلی ڈیڈی اور منشی انکل کو۔حکمیہ انداز پر اس کی ازلی ہٹ دھرمی عود کر آئی۔۔

"انھوں نے میری رسپونسبلٹی دی ہے تمہیں۔۔میرا کمفرٹ تمہاری پریورٹی ہونی چاہیئے۔لاسٹ نائٹ تمہاری اِرّیسپونسبلٹی کی وجہ سے میں سو نہیں پائی۔۔جس کی وجہ سے ابھی میری آئیز برن ہو رہی ہے،ہیڈ ڈیک ہو رہا ہے،اینڈ تم بجائے گلٹی فیل کرنے یا سوری کرنے کے مجھ سے فائٹ کر رہے ہو۔۔"وہ تو جیسے منتظر بیٹھی تھی نامہ اعمال سے ناکردہ گناہ گنوا کر بھراس نکالنے کی۔

"روم میں ایئر کنڈیشنر نہیں ہے۔میٹرس گھاس کی طرح رف ہے پلوز آر جسٹ لائک ووڈ،اینڈ اِرّٹیٹنگ وہ وئیر ڈ ساؤنڈز جو باہر سے وِنڈو کلوز کرنے کے باوجود اِرّٹیٹ کر رہی تھی۔بائی گاڈ ایک سیکنڈ کیلیئے میں سو نہیں پائی!!۔۔اور تمہارا۔۔۔"

"اور ٹوئنٹی فور سیون سرویسیز کیلئے غلام کا ڈورناک کیا ہوگا۔ غالباً خوبِ غفلت میں میں ملکہ عالیہ کی شان کی گستاخی کر گیا۔ رائٹ؟" وہ سچ مچ کی شہزادی کی شکوں کی لمبی لسٹ بڑے تحمل سے سماعت فرمانے کے بعد دانت پیس کر گویا ہوا۔

"اوکم آن! آبرو ملک کے اتنے برے دن نہیں آئے جو وہ ہیلپ کیلئے اسپیشلی تمہارا ڈورناک کرے۔ بٹ ایز آسو کالڈ ذمہ دار یو ہیو ٹو چیک۔۔"

"ایک منٹ محترمہ!" حاکمانہ فخر و تکبر سے چور لہجہ طلحہ دوسرے ہی لمحے ہاتھ اٹھا کر قطع کلام کر گیا۔۔

"پہلے میں اپنی سائیڈ کلئیر کر دوں۔۔ وہ جوس کا گلاس ٹیبل پر رکھ کر قدم قدم چلتا کسی سایہ دار شجر کی طرح اس پر سایہ فگن ہوا۔

"اس میں کوئی دو رائے نہیں کی آپ اپنے ڈیڈی کی پرنسیس ہیں، اور ظاہر ہے انھوں نے ہی ہر چیز منہ سے ادا ہونے سے پہلے مہیہ کر کے آپ کو ماشاءاللہ بگاڑا ہے۔ لیکن جناب والیٰ عاجزانہ منتانہ جمع خاص کر اطلاعاً عرض ہے، نہ یہ آپ کے ڈیڈی کا گھر ہے اور نہ میں آپ کے ڈیڈی کا نوکر ہوں۔۔ آپ کی حفاظت میری ذمہ داری ہے۔ وہ بھی زبردستی کی ذمہ داری۔۔" زبردستی پر خصوصی دباؤ ڈال کر وہ واپس فرائی پین کی طرف مڑا۔

"آپ کی اس غلط فہمی کی وجہ یقیناً کل رات کا ڈنر ہو گا تو بتاؤ دوں وہ میں نے صرف منشی جی کی منت کرنے پر کیا تھا۔ وہ کیا ہے نہ منشی جی کیلئے ملک خاندان ہر چیز سے اُپر ہے۔ اپنے 'خاندان' سے بھی۔ لیکن میرے کیس میں ایسا کچھ نہیں ہے۔۔ سو مجھ سے منشی ابرار حمید والی توقعات وابستہ نہ کریں کیونکہ میں طلحہ ابرار حمید ہوں۔۔ منشی ابرار حمید نہیں۔۔۔" سرد و سپاٹ تاثرات، طنز و

تمسخر سے لبریز چبھتا لہجہ اور لفظوں میں پنہاں ناگواریت و بینگا نگی اینٹ کے جواب میں پتھر مارنے والی آبرو کو گنگ کر گیا۔۔

جبکہ وہ پلیٹ میں آملیٹ نکال کر، دونوں پراٹھے ہاٹ پاٹ سے برآمد کر پانی کا بوتل لیتا دہلیز پر ساکت کھڑی آبرو کے مقابل آیا۔۔

"باقی روم میں اے سی موجود ہے آپ کو نظر نہیں آیا تو اور بات ہے۔اور میٹرس مجھے سخت ہی پسند ہے کیونکہ میں کومل وجود نہیں اور جس کمرے میں آپ رہائش پذیر ہیں وہ گزشتہ شب تک میرے زیر استعمال تھا۔اور آئندہ بھی میرے ہی زیر استعمال ہو گا کیونکہ آپ کے منشی چاچو کو ان کی 'امانت' ان شاءاللہ میں کل ڈلیور کر دوں گا۔۔۔۔"

"اور ہاں! دفع اپنی مدد آپ کے تحت یا تو خود اپنے جوہر آزمالیں یا باہر سے آرڈر کر لیں۔ فیصلہ آپ کا ذاتی ہے۔"

استہزائیہ انداز میں بات سمیٹ کر وہ اُچٹتی نظر ٹائم بم کی طرح پھٹنے کیلئے تیار مجسمہ بنی کھڑی لڑکی پر ڈال کر واک آؤٹ کر گی تھا۔

"چہ! چہ! بیچاری پاپا کی پری!!۔۔"

پورا ایک پراٹھا ختم کرنے کے بعد جب وہ تن فن کرتی اس کے سامنے سے گزر کر روم میں بند ہوئی تو وہ تاسف سے سر ہلاتا رغبت سے کھانے لگا۔

اسے اپنے لہجے و انداز پر ذرا ملال نہیں تھا۔اس کے کلیہ کے مطابق پہلے ہی قدم پر مقابل کی غلط فہمی کا علاج ضروری تھا۔ہاں! بیچاری کیلئے افسوس ضرور ہوا تھا۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں میں تسلسل سے پینسل گھماتا سامنے کھلی فائل کی گردان کرنے کے ساتھ مقابل کروفر سے براجمان ہستی پر بھی وقفہ وقفہ

سے نظر ڈال رہا تھا۔ خود مقابل بھی آنکھیں سکیڑے اسی کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

چونکہ مقابل کی آمد متوقع اور مقصد واضح تھا۔۔ لہذا نہایت پر سکون انداز میں اپنی نشست پر براجمان طلحہ مد مقابل کی مدعا بیانی کا کچھ خاص منتظر نہیں تھا۔۔

"دیکھیں ڈی ایس پی صاحب! آپ کے متعلق جس سے بھی دریافت کیا سب نے یہی کہا کی آپ خاصے سٹریٹ فاورڈ انسان ہیں۔ میں خود بھی ایسا ہی ہوں، گھما پھرا کر بات کرنا مجھے بھی سخت ناپسند ہے۔ تو میرا خیال آپ کو میری بات سمجھنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی۔۔۔" زیاد گیلانی نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے مغرورانہ انداز میں بات کا آغاز کیا۔۔

"میرے خیال میں آپ قبل از وقت رائے قائم کر رہے ہیں گیلانی صاحب!۔" جواباً اس کا انداز دوٹوک تھا۔

جو زیاد گیلانی کی خود پرست طبیعت پر گراں تو گزرا لیکن مصلحت کے تحت سر جھٹک کر اصل موضوع کی طرح آیا۔۔

"بات اتنی سی ہے ڈی ایس پی صاحب! میری آپ سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں ہے۔ گیلانیوں کا جو بھی حساب نکلتا ہے وہ ملکوں کی طرف نکلتا ہے۔ اور اس حساب کا انصاف سب کی باہمی رضامندی سے پنچائیت میں ہو چکا تھا۔ جس سے آپ یقیناً تفصیلاً واقف ہوں گے۔۔ اور اس کا آپ کے یا آپ کے خاندان سے راست یا بلواسطہ کوئی تعلق نہیں۔۔ لیکن!!۔۔" گلاس ٹیبل پر انگلیوں کی مدد سے عجیب سی آواز پیدا کر رہے زیاد گیلانی کی حرکت تھمی۔

"لیکن!!۔"

انگلیوں میں محو حرکت پنسل کی حرکت روکے بغیر لفظ دہرا کر گویا طلحہ نے بات جاری رکھنے کا اشارہ دیا۔۔

"لیکن تمام تر حقیقت سے آگاہی کے باوجود آپ کا اس سب میں انوالو ہونا دانشندی کے زمرے میں تو نہیں آسکتا۔۔ لیکن!!۔استہزائیہ لہجے میں جملہ مکمل کر وہ ٹیبل پر کہنی ٹکا کر سامنے کو جھکا۔

"لیکن آپ بھی جانتے ہیں ملک و قاص نے اپنی ولایتی شہزادی آپ کو بطور آپ کی بیوی نہیں سونپی ہے بلکہ آپ کو بطور اس متنازع لڑکی کا باڈی گارڈ ہائیر کیا ہے۔جتنے آپ کی ذہانت کے چرچے ہیں یہ تو آپ پہلے قدم پر ہی سمجھ چکے ہوں گے۔" آنکھوں میں کمینی چمک لیئے زیاد گیلانی مکاری سے مسکرایا۔۔ طلحہ کے جبڑے بھینچے۔۔

"یہ آپ کی رائے تھی یا اطلاع۔۔؟ جواباً میں یہی کہوں گا یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔اور مجھے اپنی ذاتیات ڈسکس کرنا سخت ناپسند ہے۔امید ہے آپ سمجھیں گے گیلانی صاحب؟" لہجہ بے انتہاء سپاٹ سلگتا ہوا تھا۔۔

"پانی میں رہ کر مگر مچھ سے بیر اچھا نہیں ڈی ایس پی صاحب! کیوں اس متنازع لڑکی کیلئے خواہ مخواہ اپنی نئے نئے ستاروں سے سجی وردی کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔۔" اس کے صفاچٹ جواب سے سلگ اٹھے زیاد گیلانی کا لہجہ دبی دبی چنگاڑیاں لیئے ہوئے دھمکی آمیز تھا۔

"آپ چل کر میری جگہ پر آئے ہیں تو اصولاً آپ میرے مہمان ہیں۔اور مہمان نوازی میری تربیت میں شامل ہے۔اور میں اپنی تربیت پر حرف نہیں لانا چاہتا۔لہٰذا۔۔" جواباً طلحہ کی قوتِ ارادی بھی کڑے امتحان میں پڑی۔لیکن تحمل سے کام لیتا وہ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھا۔۔

"لہٰذا متنازع لڑکی کی موجودہ حیثیت کو ملحوظ رکھ کر بات کریں۔ کیونکہ چند معاملوں میں خاصہ شارٹ ٹیمپر ثابت ہوتا ہوں۔ وہ کیا ہے نہ کچھ چیزیں انسان سے مزاج کے خلاف بالکل برداشت نہیں ہوتی۔ اور میں اس وقت کوئی کشیدگی بھی نہیں چاہتا سو۔۔۔"

دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ سپاٹ نظریں ذیاد گیلانی کی انگارے اُگلتی آنکھوں میں گاڑے صاف وارننگ دیتا ہوا وہ مقابل زعمِ ہستی میں کروفر سے مکروہ چہرے پر گھٹیاں مسکراہٹ سجائے بیٹھے زیاد گیلانی کی ساری خود ساختہ خوش فہمی ہرن کر گیا تھا۔۔

"ایک بار پھر سوچ لیں ڈی ایس پی صاحب! میں آپ کا مستقبل اس شعبہ میں بہت روشن دیکھ رہا ہوں۔ اگر غیر ضروری معاملات میں آپ نہ پڑیں تو کامیابی کی سیڑھیاں آپ کے قدموں میں ہے!۔"

"پیشن گوئی کا شکریہ۔۔ لیکن میں محنت پسند ہوں، نجومت پرست نہیں!۔" وہ مبہم سا مسکایا۔

"بلاشبہ آپ محنت میں بہت یقین رکھتے ہیں ڈی ایس پی صاحب! تبھی تو مسلسل ناکامیوں کے باوجود آپ نے اس وردی کو حاصل کرنے کے جنون کو خیر آباد نہیں کہا اور آخر کار آج آپ اس مقام پر ہیں۔ آپ کے یہاں تک پہنچے تک کا سفر نو ڈاؤٹ کافی کٹھن رہا ایسے میں واپسی کا سوچنا بھی آپ کیلئے محال ہو گا۔ ہے ناں؟"

گہری معنٰی خیز مسکراہٹ لبوں پر سجائے زیاد گیلانی نے اپنا آخری کارڈ کھیلا جس پر طلحہ کھل کر مسکراتا ہوا اپنی نشست چھوڑ کر کھڑا ہوا۔

تاہم لب پیوست ہی رہے مقابل کا پٹارے سے مزید گل افشانی سننے کیلئے۔۔

"نئ نئ وردی کا نیا نیا نشہ ہے صاحب! اور نشہ کوئی بھی ہو یکدم سے اُترے تو انسان تیورا کر گرتا ہے۔ آپ قابل ہیں اور میں نہیں چاہتا کی لایعنی وجہ سے ہمارا ملک ایک ہونہار آفیسر کھو دے!!۔" خشونیت سے کہتا ہوا زیاد گیلانی بھی اپنی نشست سے کھڑا ہوا تھا۔

"نیک تمناؤں کا شکریہ گیلانی صاحب! لیکن کبھی میں نے سستا نشہ کیا نہیں سو مجھے اندازہ نہیں اس چیز کا۔۔" اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"اور پھر مفت کا نشہ اور محنت سے حاصل کی گئی منزل میں عرض و سماں کا فرق ہوتا ہے آپ بھی جانتے ہوں گے۔۔۔ سو آپ میری فکر نہ کریں وردی میں نے کمائی ہے۔ یہ نہ کسی کے باپ کی جاگیر ہے اور نہ مجھے وراثت میں ملی ہے۔ جو سرکش ہوا کے رخ سنگ بدل جائے۔۔۔"

واضح دھمکی کے جواب میں طمانیت سے وہ زیاد گیلانی کے منہ پر ان دیکھا طماچہ رسید کر چکا تھا۔

جو نظر تو نہیں آیا لیکن اس کی گونج زیاد گیلانی کے کانوں کے پردے پھاڑ گیا تھا۔۔

"میں نے تو خلاف طبیعت سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن لگتا ہے آپ کو کچھ زیادہ ہی زعم ہے اپنی قابلیت پر۔ لیکن کوئی نہیں ابھی یقیناً آپ کو پاؤر نامی اژدھے کا اندازہ نہیں جو پلک جھپکتے سب نگل جاتا ہے۔ نام نہاد محنت کی 'منزل' قابلیت کا 'مقابل''' بھی"۔

"اور رہی بات اس دو کوڑی کی لڑکی کی تو وہ زیاد گیلانی کی ملکیت ہے اور زیاد گیلانی اپنی ملکیت سے دستبردار نہیں ہوتا۔۔ اب میں دیکھتا ہوں کہاں تک زیاد گیلانی کی قہر سے وقاص ملک اور تم اسے بچا پاتے ہو!!۔" تمام تر

مصلحت بالائے طاق رکھ کر زیاد گیلانی اپنی اوقات پر آتا زہریلے ناگ کی طرح بل کھا کر پھون پھاں کرتا وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا۔۔

گھر سے نکلتے ہوئے اسے ابرار حمید کی کال موصول ہوئی تھی۔ جس میں انھوں نے بتایا تھا آج شام ملک صاحب کو پنچائیت کے اراکین نے طلب کیا ہے۔ایسے میں یہاں زیاد گیلانی کی آمد اور دھمکیاں کم از کم اس کیلئے غیر متوقع نہیں تھی۔

"کہاں پھسادیا منشی جی پرائے پھڈے میں آپ کو میری ہی ٹانگ پھسانی تھی۔۔" وہ تیزی سے فون نکال کر فلیٹ کے باہر تعینات گارڈز کو مزید الرٹ رہنے کی ہدایت دیکر تھکے انداز میں پیچھے کرسی پر جھول گیا۔۔۔

بہت سے فیصلے انسان کی مزاج پر سخت گراں گزرتے ہیں۔ لیکن مضبوط قوتِ ارادی کے مالک بشر کی شناخت یہی ہے کی وہ ذاتی ناچاکی کو اہم فیصلوں کی سبیل میں رکاوٹ بننے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

وہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ اسے چھوٹی سی عمر سے ملک خاندان اور ان سے جڑے معاملوں سے بے حد چڑ تھی۔ جس کی اس کے پاس ٹھوس وجہ بلکہ وجوہات تھے۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا وہ کبھی ملک خاندان سے جڑے کسی بھی معاملے میں ذرا سا بھی حصہ دار ہو گا۔ لیکن آج کی حقیقت یہ تھی کے وہ ملک خاندان کے سب سے بڑے معاملے کا کیلدی کردار تھا۔ قسمت کی عجب ہی گھن چکر کھیل ہوتے ہیں۔ جس کی نہ بشر کو خبر ہوتی ہے نہ سمجھ آتی ہے۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"ملک صاحب! سب ٹھیک تو ہو جائے گا ناں۔۔؟ کہیں ہم نے ایک مصیبت سے نجات کیلئے ایک اور مصیبت کا در تو نہیں وا کر دیا؟" وقت رخصت خدشوں میں گھری جبین ملک ہراساں سی ان کے قریب آئی۔۔

"کتنی بار کہا ہے بیگم واہم مت پالا کریں۔ ہم نے بہترین فیصلہ کیا ہے اس کیلئے اتنی تسلی کافی ہے کی وہ ابرار حمید کا خون ہے۔ رہی بات پنچائیت کی تو ان شاءاللہ میں سنبھال لوں گا۔۔" کوٹ کے بٹنز بند کرتے ہوئے وہ طمانیت سے گویا ہوئے۔

جواباً وہ واہموں کو تھپک کر سلاتی دھیرے سے 'آمین' کہتی سر ہلا گئی۔

وقاص ملک کا وہی اطمینان یہاں سرپنچ صاحب کے بیٹھک کے تناؤ زدہ ماحول میں پنچ کے اراکین کے مقابل بھی برقرار تھا۔ جبکہ عین مقابل براجمان نارِ

انتقام میں برسوں سے جھلس رہے گیلا نیز بلخصوص زیاد گیلانی جیسے غصہ و اشتعال سے پاگل ہو رہا تھا۔۔۔

پنچایت کے پانچوں بزرگ اراکین تمام معاملات سننے کے بعد آپس میں تبادلہ خیال کر کے جواب طلب انداز میں پہلے وقاص ملک کی طرف متوجہ ہوئے۔

"میں کوئی صفائی پیش نہیں کروں گا۔ صرف اتنا کہوں گا ہر عمل کا ایک رد عمل ہوتا ہے۔اور میرا یہ قدم زیاد گیلانی کی گھٹیاں قدم کا رد عمل تھا بس!!۔" وقاص ملک نے ایک نظر پنچ کے اراکین پر ڈال کر چند مضبوط لفظوں میں بات کو سمیٹا۔

"کہنا کیا چاہتے ہیں آپ ملک صاحب؟" حسب توقع زیاد گیلانی بل کھا کر کھڑا ہوا تھا۔۔

"ملک صاحب کہ رہے۔۔۔

"پاؤں کی جوتی کو سر پر سجا لینے سے جوتی تاج نہیں بن جاتی۔۔ بہتر ہو گا منشی جی آپ اگر ان معاملات میں مداخلت نہ کریں۔۔۔" بے انتہا ہتک آمیز انداز میں مظفر گیلانی نے قطع کلام کیا تو ابرار حمید احساسِ توہین سے سرخ ہو کر لب بھینچ گئے۔۔

"گیلانی صاحب!!!۔۔" وقاص ملک گرجے۔۔

"اس طرح گرجنے سے حقیقت نہیں بدل جاتی ملک صاحب! جس طرح جوتی پر جمی گرد کو سرما سمجھ کر آنکھ میں لگا لینے سے اس دھول کی اوقات نہیں بدلتی۔۔" مظفر گیلانی مغلظات بکنے سے بعض نہ آیا۔۔۔

"زبان سنبھالیں آپ اپنی۔۔ میں پنچایت کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔۔" ملک وقاص بھوکے شیر کی طرح دھارتے ہوئے کھڑے ہوئے۔

ابرار حمید نے بروقت ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا لیکن ضبطِ اشتعال سے ان کا تنفس بری طرح بگڑ چکا تھا۔۔

"میں تو سنبھال ہی لوں گا ملک صاحب! لیکن صد افسوس سمجھنے کیلئے آپ کو بہت دیر ہو چکی ہے۔ باقی جو خاندانی لوگ اور خاندانی ملازم میں تفریق نہ کر سکے، اسے پنچائیت کی توہین کی بات زیب نہیں دیتی۔" مظفر گیلانی کا تضحیک آمیز لہجہ مزید گھٹیاں ہوا۔۔۔

"اور غالباً اپنی اولاد کی نامردوں والی بزدلانہ حرکت کو دفاع کرنا آپ جیسے نام نہاد خاندانی لوگوں کو بے انتہاء زیب دیتا ہے۔۔" وقاص ملک ابرار حمید کی اشاروں کو نظر انداز کرتے دوبدو بولے۔۔

"آپ حد سے بڑھ رہے ہیں!!۔۔۔۔"

"ملک صاحب گیلانی صاحب شانت ہو جائیں اور جس مسئلہ پر بات کرنے آئیں اس پر چرچہ کرتے ہیں۔۔"

سرپنچ صاحب نے ملتجی انداز میں مداخلت کی تو دونوں کو مجبوراً نشست سنبھالنی پڑی۔۔

"ملک صاحب! پنچ نے فیصلہ لے لیا تھا، جسے آپ دونوں نے تسلیم بھی کیا تھا اب آپ کا یہ اقدام کسی بھی رو سے درست نہیں۔۔" دونوں پارٹی کو شانت کرنے کے بعد سرپنچ صاحب ایک بار پھر اصل موضوع پر آئے۔۔

"میں پنچایت اور آپ تمام بزرگانہ کی بہت عزت کرتا ہوں۔ اور میں شرمندہ ہوں جو میں نے یہ قدم آپ کے علم میں لائے بغیر اٹھایا، لیکن میں اپنے اقدام کیلئے شرمندہ قطعی نہیں ہوں سرپنچ صاحب!" انھوں نے ایک نظر خونخوار تیور لئے بیٹھے گیلانیوں پر ڈالی۔

"زیاد گیلانی کی اس گھٹیاں حرکت کی وجہ سے اس وقت میری بیٹی شدید عدم تحفظ کا شکار تھی۔اس کا نروس بریک ڈاؤن ہونے والا تھا۔اور ایسے میں اسے تحفظ فراہم کرنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی،اور ایک لڑکی دو ہی مرد کے ساتھ محفوظ محسوس کرتی ہے۔باپ، شوہر۔۔باپ ہو کر جب میں اسے اس فیز سے نکالنے میں ناکام ٹھہرا تو اپنی بچی کی زندگی کیلئے میں نے جو صحیح لگا کیا۔۔۔" وقاص ملک کی بات میں وزن تھا فضاء میں ایک بار پھر خاموشی کی چادر تن گئی۔۔

"اور اب ہم وہ کریں گے جو ہمیں صحیح لگے گا۔۔"

حاضرین کی خاموشی نے زیاد گیلانی کے اشتعال کو ہوا دیا تھا۔پھر وہ بدلحاظی سے کرسی کو ٹھوکر مار وہاں سے کر نکلتا چلا گیا۔۔۔

بعد ازاں مظفر گیلانی نے لفاظی کر کے زیاد گیلانی کی اس حرکت کا تو دفاع کر لیا، لیکن زیاد گیلانی کی اس حرکت کی پردہ پوشی میں وہ بری طرح ناکام ٹھہرے جو وقاص ملک کی ڈھال بن گئی تھی۔اور طویل بحث و مباحثہ کے بعد بھی نتیجہ آخر میں صفر ہی تھا۔

"آپ فکر نہیں کریں بیگم فیصلہ دو ہفتہ بعد ہو، دو مہینہ بعد ہو یا دو سال اب گیلانیز ہماری بیٹی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔۔" وقاص ملک نے منشن میں قدم رکھتے ہی پہلی فرصت میں تمام کار گزاری ادھر سے ادھر بے چینی سے چکر کاٹ رہی جبین بیگم کے گوش گزار کیا تو اتنے عرصے میں پہلی بار ان کے لبوں کو آسودہ مسکراہٹ نے ہولے چھوا۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

زیاد گیلانی سے بے وجہ کی چھڑپ، پراسرار کیس کی دماغ کی چولیں ہلاتے نقاط اور پھر ماتحت تھانوں کا دورہ اس کا آج کا دن بے انتہاء مصروفیت سے بھرا ثابت ہوا تھا۔اور ہمیشہ کی طرح واپسی تک کیلنڈر بدل چکا تھا۔۔۔

"یہ اس وقت ؟"

ہال میں بھوکی شیرنی کی طرح چکر کاٹ رہی محترمہ کو دیکھ قبل اس کے کی وہ کوئی رد عمل کا اظہار کرتا محترمہ گولی کی سپیڈ سے اس پر حملہ آور ہو چکی تھی۔

"سمجھتے کیا ہو تم اپنے آپ کو؟

ہو کیا چیز تم؟

میرے فادر ہو؟

گاڈ فادر ہو؟

کہیں کے پریزڈنٹ ہو؟

ہوتے کون ہو تم مجھ پر ریسٹریکشنز لگانے والے؟

"ہو دا ہیل آر یو؟"

جنونی انداز میں بے انتہاء بد تمیزی سے مسلسل طلحہ کے سینے پر مکے برسانے کے بعد اسے پیچھے کی جانب زور سے دھکا دیتی وہ حلق کے بل چیخی۔ جبکہ طلحہ غیر متوقع دھکے پر لڑکھڑاتا دو سے تین قدم پیچھے ہوا۔۔۔

دلسوز افتاد وارد ہی ایسے ہوئی تھی کی طلحہ جیسے مضبوط قوتِ ارادی کے مالک شخص کی بھی اعصاب جھنجھنا اٹھے تھے۔ جبکہ وہ پوری تباہی بنی تخریب کاری مچا رہی تھی۔۔۔

"تمہارا وہ دو کوڑی کا گارڈ میرے فرینڈ کو اندر آنے کی پرمیشن نہیں دے گا۔ مجھے باہر جانے سے روکے گا؟ مجھے۔۔۔ آبرو وقاص ملک!!۔" شدید اشتعال کے عالم میں چیختے چلاتے ہوئے وہ ایک ایک کر کے سارے کشنز کو

دیوار پر مار کر ابھی درمیانی ٹیبل پر رکھا پانی سے بھرا گلاس اٹھا کر شائد دیوار بوس کرنے کا ارادہ رکھتی تھی کی۔۔

"انف!!!!۔"ہونق کھڑے طلحہ نے پھرتی سے وہی گلاس اٹھا کر دھارتے ہوئے پانی اس کے منہ پر مارا۔ نتیجہ میں جیسے اُبلتا آتش فشاں یکدم سے شانت ہو گیا۔۔۔۔

"یہ میرا فلیٹ ہے۔اور آس پاس سارے ویل ایڈوکیٹڈ، ویل مینرڈ، ویل ڈیسپلین پلس عزت دار لوگ رہتے ہیں۔کوئی مینٹل اسائیلم نہیں ہے۔۔سو بہیو یور سیلف!!!۔"زور سے گلاس ٹیبل پر پٹختا وہ دبی آواز میں ضبط کی چنگاڑیاں لیئے پھٹا۔۔۔

"اور آپ کا فرینڈ تو کیا امریکہ کا صدر بھی بنفس نفیس آپ سے ملاقات کی خواہش لیکر حاضر ہوتا تب بھی میری اجازت کے بغیر میرے گارڈز اسے اندر

نہیں جاتے دیتے اور نہ تمہیں باہر۔۔۔"ناگواریت سے جتاتے ہوئے وہ بری طرح مٹھیاں بھینچ رہی آبرو پر بنا ایک نظر ڈالے تیزی سے اپنے روم کی طرف بڑھا۔

"سو تم مجھے کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔مجھے آبرو وقاص ملک کو آر یو سیریس؟"

اس نے کمرے میں داخل ہو کر ابھی سروس گن نکالا ہی تھا کی عقب سے ابھری رندھی ہوئی مگر پاٹ دار آواز پر جبڑے بھینچ گیا۔۔

"آپ جو سمجھیں۔۔"

زور سے آنکھیں میچ کر کھولتا سروس گن اور کیپ دراز میں ڈال کر وہ مزید کشیدگی سے اجتناب کیلئے واش روم کی طرف بڑھا ہی تھا کی۔۔

"واٹ ڈو یو مین؟"

وہ حسب عادت برق رفتار سے راہ میں حائل ہوئی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تمہارے پاس یونی فارم ہے۔اویسلی جس سے انسپائر ہو کر میرے ڈیڈی نے تمہیں میری رسپونسلبٹی دی ہے اس سے تم مجھے رول کر سکتے ہو، ریسکٹر یکشنز لگا سکتے ہو، اپنی مرضی سے کنڑول کر سکتے ہو؟" وہ سیاہ قاتل آنکھوں میں چنگاڑیاں سموئے دو دھاری تلوار بنی دیدہ دلیری سے طلحہ کے آنکھوں میں جھانکتی جیسے سب تباہ کر دینے کے در پر تھی۔

صبح اس کی بد تمیزی کے بعد کتنی ہی دیر تک اپنا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کے بعد اس نے لنچ اسجد کے ساتھ باہر کر کے موڈ ٹھیک کرنے کا سوچا تھا۔ لیکن جب اسجد آیا تو تھانیدار کے وفاداروں نے نہ اسے دہلیز پر قدم رکھنے کی اجازت دی اور نہ آبرو کو دہلیز پار کرنے کی۔

وہ اتنا چیخی چلائی لیکن ان سر کے چمچوں نے تو جیسے کان میں تیل ہی ڈال لیا تھا۔ لیکن اب وہ ان کے سر کا دماغ اچھی طرح ٹھیک کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔۔۔

"اگر ہاں کہوں تو؟" جواباً وہ دونوں ہاتھ پوکٹ میں اڑستا بے تاثر تاثرات لیئے چیلنج کر رہا تھا۔

"دین یو ہیو ٹو ویک اپ۔۔ تمہیں جاگنا ہو گا۔۔ بکاز اٹس آبرو وقاص ملک! میں تمہارے اس میچ باکس سائز فلیٹ میں آگئی ہوں تو اس کا ہر گز بھی مطلب نہیں کی تمہیں مجھ پر سارے رائٹس مل گئے ہیں۔ یہ سب ٹیمپر ری ہے۔ سوای سجیسٹ اپنی کنڑول فریک سول کو کہیں اور جا کر سٹیسفائی کرو۔۔ کیونکہ۔۔۔۔" بنا دم بھرنے کی مہلت لیئے سے وہ غصہ سے پاگل ہورتی برسے جا رہی تھی نتیجاً تنفس بری طرح پھول رہا تھا۔ پھولی سانس بحال کرنے کیلیئے توقف لینا پڑا۔

"نہ یہ تمہارا پولیس سٹیشن ہے، نہ میں کوئی پریزنر ہوں، نہ یہ تمہارا ٹارچر سیل ہے اور نہ ہی تم میرے لیئے سو کالڈ آن ڈیوٹی ڈی ایس پی سو اینڈ سو ہو۔۔۔ سو ان ون سیہ نٹینس ڈونٹ انٹر فیر ان مائی پرسنل افئیرز۔۔۔

میں کہاں جاؤں گی یہ بھی میرا پرسنل افئیر ہے اور کون مجھ سے ملے گا یہ بھی۔ تمہیں نہ میرے پرسنل سپیس میں گھسنے کا رائٹ ہے اور نہ میں تمہیں ایسا کرنے دوں گی۔ سو ڈونٹ ٹرائی اینڈ سٹے اوے!!۔" بڑی دیدہ دلیری سے چٹکی بجا کر اسے دور رہنے کی وارننگ دیتی تمتمارہے رخسار پر اس جرات مندی پر داد دینے آئے ریشمی بالوں کو ایک ادا سے بکھیرتی وہ ابھی مڑنے لگی تھی کی۔۔

"میری بات تو سنتی جائیں!" زبردست جھٹکا کھا کر واپس اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔۔

ایک میں ہی تیرا مجرم بس،

لوگ سارے ہیں بے خطایوں تو،

ایک میں ہی تھا۔۔ جاں نثار ہوا،

تجھ پر مرتے تھے بیر مایوں تو

"پہلی بات مجھے لگتا نہیں ہے میں آپ کو کنٹرول کر رہا ہوں، میرے رول اینڈ ریسٹریکشنز نے تو آل ریڈی آپ کے پیروں میں زنجیر ڈال دی ہے، آپ ماننا نہیں چاہتی تو یہ آپ کا مسئلہ ہے!!" وہ پوکٹ میں ہاتھ اڑس کر ایک قدم قریب ہوتا تھوڑا سا جھک کر اس کے ہائیٹ کے برابر ہوا۔۔

"دوسری بات ٹیمپریری ہی صحیح۔۔ لیکن فل حال آپ آبرو وقاص ملک نہیں آبرو طلحہ ابرار حمید ہیں۔ان یور وورڈز مسز سو کالڈ ڈی ایس پی۔۔ مینز مسٹر یونی فارم کی بیٹر ہاف!!۔۔"لبوں پر بڑی گہری استہزائیہ مسکراہٹ سجائے مضبوط انداز میں جتاتا وہ ضبط اشتعال سے مٹھیاں بھینچے کھڑی آبرو کو لب کچلنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔۔

"اور آپ نے بالکل بجا فرمایا آپ میری قیدی نہیں ہیں۔اور قیدیوں کے ساتھ ٹارچر سیل میں کیسا سلوک کیا جاتا ہے اس کا آپ کو بالکل اندازہ نہیں خاص کر 'خود سر' قیدیوں کے ساتھ۔ سو بہتر ہو گا کی آپ مجھے قیدیوں جیسا سلوک کرنے پر مجبور بھی نہ کریں۔۔ کیونکہ مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ جیسی ضدی، خود سر، باغی اور بد تمیز پاپا کی پری پر اپنا وقت اور توانائی سرف کرنے کا۔ لیکن میری بد قسمتی ہے کی آپ مجھ پر مسلط ہیں۔۔۔"

آخر تک تمسخرانہ جتاتا ہوا زہر زہر لہجہ بے انتہاء کٹھور آگ اگلتا ہوا ہو گیا تھا۔۔۔

آنکھوں میں ایسی سفاکیت و بیگانگی سمٹ آئی تھی کی مضبوط سے ڈٹ کر کھڑی آبرو کی ڑیڑھ کی میں ہڈی سنسناہٹ دوڑ گئی۔۔۔

"اور سب سے اہم دوبارہ آپ گارڈز کے ساتھ بد تمیزی نہیں کریں گی۔وہ میرے گارڈز ہیں۔آرڈرز بھی میرے فالو کرتے ہیں۔کیونکہ وہ صرف میرے ہی آڈرز فالو کرنے کیلئے ہیں۔اور جب تک آپ یہاں میری جگہ پر مقیم ہیں۔نہ کوئی آپ سے ملے گا نہ آپ کسی سے ملیں گی یہ ایک نا قابل تبدیل حقیقت ہے۔۔سو یہ ذہن نشین کر لیں۔۔"سرد ٹھٹھراتے لہجے سے اسے منجمد کر چند ساعت اس کی نم قاتل آنکھوں میں دیکھتے رہنے کے بعد سر جھٹکتا وہ واش روم میں بند ہو گیا۔۔۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

گھر سے نکلتے ہی،

کچھ دور چلتے ہی،

رستہ میں ہے اس کا گھر،

کل صبح دیکھا تو،

بال بناتے ہوئے آئی مجھے وہ نظر،

مگن انداز میں جالے اتارنے کا جھاڑن اٹھائے نادیدہ جالوں کو دل جمعی سے صاف کرنے کے ساتھ امروز صاحب باآواز بلند گانے کی ٹانگ بھی صحیح توڑ رہے تھے۔جب وہ گلاب جامن کا ڈونگا اٹھائے حال میں داخل ہوئی۔۔۔۔

"اللہ اللہ یہ کس کا اڈریس نوٹ کروا رہا ہے؟" وہ قریب ہی کپڑے سے شوپیس وغیرہ صاف کر رہی زونی کے کان کے پاس پھسا پھسائی۔۔

"کون آپی؟" زونی اچنبھے سے متوجہ ہوئی۔۔

"ارے!! لڑکی تمہارا یہ نکما بھائی۔۔ جس کی گنگناہٹ اور گنگناہٹوں میں کڑیوں کا ذکر کچھ دنوں سے کچھ زیادہ ہی ہونے لگا ھے!!۔" زینیہ کی ناسمجھی پر گویا وہ سر پیٹ گئی تھی۔

"افف!! آپی آپ بھی ناں!!۔" زینیہ مسکرا کر نفی میں سر ہلا گئی۔۔

"آپ بھی ناں کیا بیوقوف لڑکی۔۔ نظر رکھو چھوکرے پر کہیں ہاتھ سے نہ پھسل جائے ہے بھی بن پیندے کا لوٹا!"

وہ دادی اماں کی طرح ناک سکوڑتی نخوت سے بولی۔

"یوں تو اس گھوڑے کو کسی نے گھاس نہیں ڈالنی لیکن یہ زبردستی گھس جائے تو اللہ اللہ!!۔" مشکوک نگاہیں گلوکاری کی توہین میں جتے امروز پر گاڑے اس نے مزید گل افشانی کی۔۔

"نجمہ آپی آپ کا کچھ نہیں ہو سکتا مطلب حد ہے آپ دونوں کی!!۔۔"زونی تاسف سے نفی میں سر ہلا کر واپس گلدان صاف کرنے لگی تو وہ ہونہ!! کرتی ڈونگا ہنوز اٹھائے جیمس باؤنڈ کی جانیشن بنی سٹول پر کھڑا ہو کر جالے کی جھاڑن سے کنسرٹ کر رہے امروز کے پاس چلی آئی۔۔"تو صفائی چل رہی ہے؟"تیکھے چتونوں سنگ نہایت احمقانہ سوال قریب سے ابھرا۔

"نہیں! بورڈ آف ممبرز کی میٹنگ چل رہی ہے، تم نے شامل ہونا ہے۔۔"طائرانہ نظر اپنی محنت سے صاف کئے چھت پر گھمارہے کا جواب بھی اسی فریکوینسی سے میچ کر رہا تھا۔

"تم سیدھے سوال کا سیدھا جواب نہیں دے سکتے؟"

وہ حسب سابق تیوری چڑھا گئی۔

"بشر طیہ کی سوال سیدھا ہو!۔" وہ جھاڑن کندھے سے اٹکاتا بتیسی کی نمائش کرتا اسٹینڈ سے نیچے چلا آیا تھا۔

اس کے چڑاتے انداز پر نجمہ کے تیور کچھ اور خراب ہوئے ایک پل کیلئے من کیا ہاتھ میں اٹھایا ہوا ڈونگا محترم کے سر پر دے مارے لیکن گلاب جامن کی بے ادبی کے خیال سے لب سی گئی۔ جب وہ خود متوجہ ہو گیا۔۔

"اس میں کیا ہے؟" ہونٹوں پر لب پھیرتے ڈونگے کی طرح اشارہ کیا۔ انداز متجسس سے زیادہ للچاتا ہوا تھا۔۔

"شتر مرغ کا انڈا۔" وہ بھی کہاں سیدھا جواب دینے والوں میں سے تھی۔۔

"پھر تو یقیناً خالہ نے یہ میرے لیئے ہی بھیجا ہو گا۔"

محترم کا کانفڈنس کمال کا تھا بولنے کے ساتھ قبضہ کی کوشش بھی ہوئی لیکن مقابل بھی نجمہ تھی۔۔

"خبردار جو تم نے اپنی گندی نظروں سے دیکھا تو۔۔"

"دیکھ نہیں رہا لے رہا ہوں، کھانے لگا ہوں دو ادھر۔۔"

نجمہ کے پیچھے کرنے سے پہلے ہی ڈونگا اپنے قبضہ میں لیکر پلک جھپکتے ہی اُپر ڈھکن کی صورت ڈال کر لائی گئی پلیٹ کو پیچھے اسٹینڈ پر رکھتا وہ فارم میں آ چکا تھا۔

اور اس وقت حقیقتاً نجمہ کو کراہیت محسوس ہوئی۔ جب امروز صاحب نے بنا توقف جھاڑن کندھے سے لگا کر ہاتھ کندھے پر موجود رومال میں صاف کرتے ہوئے بسم اللہ کر لیا تھا۔

"ارے!! ارے!! بڑے اکیلے سارے ہضم کر لو گے کچھ اپنے بھائی کیلئے بھی چھوڑو۔۔"

اور پھر تو سچ میں حد ہی ہو گئی جب آج دھوبی کے خدمات انجام دے رہا شہروز چھت سے کپڑے ڈال کر آیا اور بالٹی وہیں سیڑھیوں پر چھوڑ کر اپنے جڑواں بھائی کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"چھی!! کتنے گندے ہو تم دونوں بھائی۔"

دونوں کو مزے سے کھڑے کھڑے تیسرا گلاب جامن منہ میں ڈالتا دیکھ نجمہ بس اُلٹی کر دینے کو تھی۔

اسے معلوم تھا صفائی سے ان یاجوج ماجوج کی جوڑی کو کوئی خاص شغف نہیں الٹا خاص قسم کی الرجی ہے، لیکن اس حد تک اس کا تو جی ہی خراب ہونے لگا تھا۔

"ہاں! تم تو جیسے ٹی وی پر ہینڈ واش کا ایڈ دیتی ہو گندے ہو تم لوگ۔۔" بھرے منہ کے ساتھ ہی امروز نے منہ بگاڑ کر اس کی نقل اتاری۔

جس میں شہروز محض سر ہلا سکا تھا۔ البتہ دونوں کو عجیب کراہیت آمیز نظروں سے دیکھ رہی نجمہ کا نوٹس لیئے بغیر دونوں بھائیوں کا ایوارڈِ ونگ پرفارمنس جاری و ساری تھا۔۔

"اِموں بھیو شیر و بھیو میرے لیئے بھی کچھ چھوڑ دیں یار۔۔"

دونوں بھائیوں کو اپنی ہی پیٹ پوجا کے فل آن موڈ میں دیکھ بیچاری زینیہ کو خود ہی احساس کرانا پڑا تھا۔

"پلیز زونی یار! ان سے مت مانگو گھر میں اور ہے میں وہ بلخصوص تمہارے ہاتھ میں لا کر دوں گی لیکن ان کا جھوٹا وہ بھی اس ٹائپ کا جھوٹا تو قطعی نہیں۔۔"

نجمہ نے تڑپ کر نہ صرف منہ سے زینیہ کو روکا تھا بلکہ ہاتھ پکڑ کر اسے پیچھے کیا تھا۔۔

"اؤ!! گلی ماسٹرنی ہم تمہاری طرح حق مار کر کھانے والے نہیں ہے۔ ہماری بہن کا حق ہم نے سائیڈ پر الگ سے رکھا ہے۔۔ یہ لو مینا۔۔"امروز ایک پورا گلاب جامن ہاتھ میں لیئے نجمہ کے پاس آتا ہوا سیناتان کر بولا۔۔

"اپنے گندے ہاتھ دور رکھو انصاف کے دیوتا، گندے ہاتھوں سے ٹھونسے وقت بہن کا خیال نہیں آیا، اب پورا کارنامہ انجام دیکر انصاف کا علم بلند کر

رہے ہو۔۔"زینیہ بیچاری کیا ہی بولتی نجمہ ہی دیوار چین بن کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔

"کریکشن کریں گلی ماسٹرنی جی! انصاف کا دیوتا نہیں دیوی ہوتی ہے۔ہاتھ میں موجود گلاب جامن کا آدھا بائیٹ لیتے ہوئے اس نے تصحیح کی۔شائد وہ دیوی بھی میری طرح اسپیشل بدنصیب ہے جس کا جوڑی دار دیوتا اسے ابھی تک نہیں ملا اور نہ لوگوں کو کھوج فکر ہے اس معصوم کی۔۔"آخر کا اضافی دہائی نما ٹکرا دہلیز عبور کر گھر کے احاطہ میں داخل ہو رہی رقیہ دادی اور ابرار حمید کو دیکھ کے لگا تھا۔

"کتنا ترسا ہوا ہے تمہارا بھائی شادی کیلئے۔۔"نجمہ نے ملامتی نظروں سے کوئی اخیر شادی کے بھوکے شخص کو دیکھا۔جسے کوئی گھاس نہیں ڈالتا تھا۔۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے۔۔؟"امروز فوراً برا منا گیا تھا۔۔

"میرے اللہ اس زمانہ کے بچوں کا ادب اخلاق کہاں جا سویا ہے؟ ایک ہمارا زمانہ تھا باہر سے کوئی چھوٹا بڑا گھر میں قدم رکھتا ہم فوراً دور کر پانی کا گلاس پیش کرتے تھے، لیکن یہ ایک زمانہ ہے کی کون دھوپ سے آیا کون کہاں سے فکر ہی نہیں لگے ہیں چونچ لڑانے میں۔۔" حسب عادت رقیہ دادی نے دھوپ کی تمازت کا بھرا اس اؤلڈ جنریشن ورسیز پریزنٹ جنریشن کر کے نکالی تھی۔

جس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا تھا۔۔

"جج۔۔جی دادی میں ابھی لائی۔۔"

زینیہ سرپٹ پانی لانے کچن میں غائب ہوئی، شہروز فی الفور سیڑھی پر رکھی بالٹی کی طرف دوڑا، نجمہ فوراً سے امروز کے شانے سے ٹکا جھاڑن لیکر یہ جا وہ جا ہوئی۔

امروز ہونق کا ہونق کھڑا رہ گیا۔ جبکہ رقیہ دادی صوفہ پر بیٹھ کر پسینہ پوچھتی ہوئی اپنا جادوئی پٹارہ (جھولا نما پرس) بڑی احتیاط سے کھول رہی تھی۔۔

"امروز چائے بنا دو دادی کیلئے۔" زینیہ کے پانی پیش کرتے ہی ابرار حمید کا حکم موصول ہوا۔ تو ایک بار پھر زنانہ کام ملنے پر وہ دل مسوس کر چل دیا۔

یہ اور بات تھی کی کچن میں داخل ہونے تک متجسس نظریں دادی کے جادوئی پٹارے پر تھی۔ کیونکہ وہاں سے ان دنوں بس تھانیدار کیلئے تھانیدارنی کے عہدے کی امیدوار برآمد ہوتی تھی۔ اب یہ دادی کو کون بتائے آج کل میں ایمرجنسی تھانیدارنی کی تشریف آوری متوقع ہے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"کیا دنیا ہے بھئی! بھاؤ کھا رہے تھانیدار کیلئے 'مثل ماہ' دلہن تلاش کی جا رہی تھی۔ ارے!! بے رحم ظالموں مجھ چھ فٹ کے مظلوم میں کیا کمی ہے کوئی

ثانی 'سیارہ' ہی اٹھالاؤ میرے لیئے بھی۔ کونسا میں قناعت پسند چند ماہتاب چند آفتاب کی ڈیمانڈ کر رہا ہوں۔۔ مجھے تو 'مریخ'، 'مشتری' ضرورت پر 'بلیک ہول' تک چلے گی۔۔۔ بس آنے والی مجھے ان زنانیوں والے کاموں سے نجات دلادے آخر کب تک میں باورچن بنا اپنا تن من جلاتا رہوں گا۔۔ کوئی رحم ہی کھالو اس مظلوم کنوارے کا بھلا کر دو۔۔ اللہ تمہیں بھی چار کیا آٹھ دے گا۔۔۔" پتی کے ساتھ اُبل رہی چائے کو دیکھتے ہوئے وہ بھی برابر اُبل رہا تھا۔ کیونکہ باہر رقیہ دادی ہانپتی ہوئی اپنے تھانیدار کیلیئے چنندہ امیدواروں کی تعریف کے ساتھ تھانیدار کی شان میں بھی رطب اللسان تھی۔ جو امروز کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے کے مترادف تھا۔۔

"میری شادی کرواؤ میری کرواؤ کہنے سے شادی نہیں ہو جاتی اس کیلیئے بندے کی شکل بھی ہونی چاہیئے۔۔"

گلاس لیکر آئی نجمہ کی زبان کھجلائی۔۔

"اچھا پھر اس حساب سے تو ایسی ایسی شکل والوں کی ہم نے ولیمہ کی بریانی کھائی ہے جن کی تم آنسہ کے حساب سے خودکشی والی شکل بھی نہیں تھی" وہ تو جیسے شادی اور شکل کے تال میل پر تڑپ ہی اٹھا تھا۔۔

"شادی خودکشی سے کم بھی نہیں ہوتی، جلدی چل دادی کئے کرائے کام پر محنت سرف کر رہی ہے۔۔" شہروز اندر آتا ذو معنٰی انداز میں آنکھ دبا کر بولا

"کیا مطلب؟" نجمہ فوراً دونوں کی اشارے بازی نوٹس کر گئی تھی۔

"تمہارے مطلب کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ تم اپنے کام سے مطلب رکھو۔۔" ٹکا سا جواب دیکر امروز چائے کے دو کپ ٹرے میں رکھتا نکل گیا تھا۔۔

"شیرو تم بتاؤ کیا چل رہا ہے؟"

نجمہ کی پیٹ میں مڑوڑ اٹھنا شروع ہو گیا تھا۔

شہروز کانوں کو ہاتھ لگاتا فوراً وہاں سے نو دو گیارہ ہوا۔ کیونکہ نجمہ گوند کی طرح بات سے چپک جانے والی جان لیوا بلا تھی۔

"دادی اتنی ساری حسیناؤں کے پیچھے کیوں خود کو خوار کر رہی ہیں یار؟ جو تھانیدار کی نصیب میں ہو گی خود جھولی میں پکے پھل کی طرح گر جائے گی۔۔"

چائے کی پیالی سامنے رکھتے ہوئے امروز نے بلخصوص باپ کی جانب دیکھ کر آنکھ کا کونہ دبایا۔

"ہائے! ہائے! لڑکے یہ کیسی بات کر دی تو نے؟ میرے چاند سے بچے کے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے کیا جو ایسے ہی کوئی ایسی ویسی جھولی میں گر جائے۔۔؟ رشتہ داری کا معاملہ ہے، عمر بھر کا نبھا جانچ پھٹک کرنی پڑتی ہے، ایسے ہی نہیں ہو جاتا، آج کل تو ستر کے بڈھے جن کے پیٹ میں آنت

ہے نہ منہ میں دانت ان کیلئے بھی چودہ گُن والی چاند سی دلہن تلاش کی جارہی ہے، پھر میرا تھانیدار تو لاکھوں میں ایک ہے۔۔"ساری تصویروں کو واپس جھولے میں ڈالتی ہوئی دادی تو بدک ہی گئی تھی امروز کی قیاس آرائی پر۔

"ایک تو یہ بڑا مسئلہ ہے ہر کسی کو چاند سی دلہن درکار ہے، اؤ بھائی کائنات نے اور بھی سیارے اپنے اندر سمو رکھے ہیں، کبھی انھیں بھی ٹارچ نہ صحیح موم بتی لیکر تلاش کرلو، لیکن نہیں یقیناً یہی وجہ ہے جو زمین کا درجہ حرارت آئے دن بڑھتا جارہا ہے، اب زمین پر رہ کر چاند کو بے جا امپورٹنس دو گے تو یہی ہوگا، اس لیئے میں طے کیا ہوا ہے میں مریخ یا مشتری جیسی کسی سے شادی کرنی ہے۔۔۔"امروز نے بڑے افسوسناک انداز میں باقی ستاروں اور سیاروں کی جانب سے آواز اٹھانے کے ساتھ پرجوش انداز میں اپنا مستقبل کا ارادہ بھی گوش گزار کیا۔

"ابرار حمید! میں کہتی ہوں اس لڑکے کو قابو کرو بہت ہاتھ سے نکلنے لگا ہے یہ۔۔"دادی نے فوراً ناگواری سے گھورتے ہوئے ابرار حمید کی توجہ کروائی۔

"ابا! سے کیا کہہ رہی ہیں، اس سلسلے میں تو آپ ہی کو حرکت میں آنے کی ضرورت ہے، لے آئیں اسی بات پر کوئی مجھے قابو کرنے والی، جو میرے ساتھ کچن پر بھی بھرپور قبضہ جمائے۔۔"اس بندے کی تان ہمیشہ شادی اور کچن پر آکر ٹوٹتی ہے۔ نجمہ سر پیٹ گئی۔۔

"اتارو میں جوتی کروں تمہارا علاج۔۔"

دادی کا چنگیزی جلال اتنی طویل بکواس پر عود آیا۔اور اگلے ہی لمحے فریم سے امروز صاحب غائب تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

راہ دشوار تھی کانٹوں کا سفر بھی ساتھ رہا

جسم شل سا رہا پاؤں پہ تھکن چھوڑ گئی

پورے تیئس گھنٹہ بعد تھکن سے چور بدن اور نڈھال قدموں اس کی فلیٹ میں واپسی ہوئی تھی۔ چونکہ خفیہ کیس کی انویسٹیگیشن کے دوران ہونے والے حیرت انگیز انکشافات نے اس کا دھیان گزرتے وقت اور تھکن کی جانب بھٹکنے نہیں دیا تھا۔ لیکن فلیٹ میں قدم رکھتے ہی ساری تھکن عود آئی تھی۔ صبح کے چھ بجے ماسٹر کی سے فلیٹ میں داخل ہوتے ہوئے اس کا ارادہ فریش ہو کر پیٹ پوجا کے بعد بھرپور نیند لینے کا تھا۔

تھکن کو بیس منٹ تک پانی میں اچھی طرح بہا کر ٹراؤزر اینڈ شرٹ زیب تن کئے گیلے بالوں میں انگلیاں چلاتا دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کو فون سکرین پر گھماتا ہوا وہ گزشتہ مصروفیت سے بھرے چوبیس گھنٹہ میں ڈیجیٹل دنیا سے

موصول ہوئی اطلاعات و معلومات پر سرسری نظر دوڑاتا ہوا پیٹ میں دہائی دے رہے چوہوں کا علاج کرنے کے غرض سے روم سے برآمد ہوا تھا۔

قبل اس کے کی وہ ہال کی جانب پیش قدمی کرتا، ہاتھ میں موجود فون بری طرح وائیبریٹ ہونے لگا۔اور سکرین پر ابرار حمید کا نام دیکھ اس کی حساسیت الرٹ ہوئی۔ کیونکہ اس کے آرام کے خیال سے ابرار حمید صبح کے اوقات کبھی کال نہیں کرتے تھے۔۔۔

"السلام علیکم!۔"

"وعلیکم السلام!! بہت مایوس کیا ہے آپ نے تھانیدار صاحب! ذرا اندازہ نہیں تھا آپ اپنی ذاتی عناد اس وقت ٹھوکروں کی زد میں آپ کے رحم و کرم پر پہنچی بچی سے یوں نکالیں گے۔۔ ہم نے صرف ان کی تحفظ کا نہیں ان کی بہتر دیکھ بھال کی بھی ملک صاحب کو زبان دی تھی۔اور جب انھیں یہ سب

معلوم ہو گا تو کتنا دکھ پہنچے گا۔۔وہ بچی آپ کے پاس ہماری امانت ہے،اور جب تک آپ کے ساتھ ہے ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا اصولاً آپ کی ذمہ داری تھی۔۔امید تھی آپ ذاتی پرخاش نکال کر کم ظرفی کا ثبوت نہیں دیں گے۔بچی نے ڈنر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"پلیز۔۔منشی جی پلیز خدا کا واسطہ ہولڈ آن۔۔"

سلامتی بھیجتے ہی ہوئے تابڑ توڑ حملے نے تو مضبوط اعصاب کے مالک تھانیدار کو سر سے پیر تک ہلا ڈالا تھا۔اگر وہ مداخلت نہ کرتا تو نجانے کب تک منشی جی کا ٹیپ ریکارڈ چلتا رہتا۔

"حقیقتاً مایوس کیا ہے تم نے ہمیں تھانیدار! حالات کی ستم ظریفی سے وہ بچی اگر تمہارے پاس پہنچ گئی ہے تو کیا تمہارا فرض نہیں اس کی ہر ہر ضرورت کا

خصوصی خیال رکھو، میں نے تو اپنے تھانیدار کو بہت مہمان نواز پایا تھا ہمیشہ سے، پھر اب یہ بدذوقی کیوں؟"

اسپیکر سے واپس ابرار حمید کی ناراض ناراض سی آواز گونجی۔ طلحہ کے بشاش عضلات بھینچے۔۔

"ان محترمہ نے کال کر کے زحمت اٹھائی ہے یقیناً؟"

اس کا بھینچا بھینچا لہجہ استفامیہ تو قطعی نہیں تھا۔ بلکہ اندر سے یکایک اُمڈ آئے شدید اشتعال انگیز مادہ کو دباتا ہوا تھا۔۔

"نہیں! میں نے ہی کال ملائی تھی خبر خیریت معلوم کرنے۔ دراصل وہ ملک صاحب لوگوں کی کال لے نہیں رہی تھی۔۔" اب کے ابرار حمید نے وضاحت پیش کی۔

"اور جواباً محترمہ ملک زادی نے ساری رام کتھا سناڈالی۔ لیکن میں جاننا چاہتا ہوں انھوں نے اپنے کرتوت گوش گزار کرنا ضروری نہیں جانا کیا؟" اس نے بڑے ضبط سے چبا کر استفسار کیا ورنہ کنپٹی میں خون ٹھوکر مارنے لگا تھا۔

"وہ سب میں نہیں جانتا۔ بچی نے تین دن سے صحیح سے کچھ کھایا نہیں ہے۔ اور باہر کا کھانا انھیں سوٹ نہیں کرتا۔ امید کرتا ہوں کی دوبارہ شکایت کا موقع نہیں دوگے۔ اور یاد رکھنا انھیں تکلیف ہونے کا مطلب ہوا مجھے تکلیف ہونا۔ خیر ابھی میں ناشتہ کیلئے لیٹ ہو رہا ہوں چلتا ہوں۔ اللہ حافظ اپنا اور بچی کا اچھے سے خیال رکھنا۔۔" ہدایت کی لمبی لسٹ تھما کر وہ کھٹ سے فون بند بھی کر گئے تھے۔۔

"واہ! باہر کا کھانا سوٹ نہیں کرتا۔ تو کیا محترمہ خود شیف ہیں؟ یا ماسٹر شیف سنجیو کپور کو اپنا پرسنل شیف ہائیر کیا ہوا ہے۔ حد ہے بلیک میلنگ کی۔ ایک

پولیس والے کو سب مل کر بلیک میل کر رہے ہیں۔۔"فون کان سے ہٹاتے ہوئے تھانیدار کی شریانوں میں خون کی جگہ شرارے اُبل رہے تھے۔

"پانی اب سر سے گزر رہا ہے!"اگلے ہی لمحے وہ تکنیکی خرابی کی وجہ سے سب تباہ کرنے کیلئے آزادانہ نیچے کی جانب قیامت خیز دھماکہ کرنے آرہی میزائل کی طرح عین مقابل دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے محترمہ ملک زادی؟"دھرام کی آواز کے ساتھ دروازہ کھول کر وہ دھاڑتا ہوا ہی داخل ہوا تھا۔۔

"واہٹ دا ہیک!! مینرز نہیں ہے تمہارے پاس؟"اچانک افتاد پر آرام دہ پوزیشن میں دراز ہو کر ہیڈ فونز لگائے لیپ ٹاپ میں محو آبرو بے طرح بوکھلا کر بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی۔۔

"جی نہیں ہے اور اس کی کلاس میں آپ سے جب آپ کو کمپلینز کرنے سے فرصت مل جائے تب لے لوں گا۔۔" وہ مٹھیاں بھینچتا دبی آواز میں جتا کر بولا۔۔

"کیا مطلب؟" بگڑے تیوروں سے خائف ہو کر شرٹ کا کالر ٹھیک کرتی ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی وہ انجان ہوئی۔۔۔

"مطلب کا تو آپ کو بہتر معلوم ہو گا مس ٹیپیکل پاپا کی پری! اپنے پاپا سے خود ساختہ ناراضگی چل رہی تھی تو کسی اور کے پاپا صحیح شکایتوں کا پٹارہ کھولنے سے مطلب ہے۔۔" وہ چبا چبا کر بولا۔

ایک تو تھکن اور بھوک سے برا حال تھا دوسرا ابرار حمید کی صبح صبح کلاس حقیقتاً وہ اس وقت کنٹرول سے باہر ہو رہا تھا۔۔

"لک مسٹر یونی فارم! ایم ناٹ انٹرسٹ ان یور ربش۔ سو یو کین لیو ناؤ! دیٹ وے پلیز!۔" وہ بیزاریت سے دروازے کی طرف انگلی دکھا کر بولی۔ ورنہ تھانیدار کے تیور نے صحیح دل لرزایا ہوا تھا۔

"اول تو تمیز سے بات کریں!" اس کے انداز پر وہ مزید گیلی لکڑی کی طرح سلگا۔ دوم ایروگنٹ اٹیٹیوڈ کے ساتھ تھوڑی سی گنجائش گٹس کیلئے بھی نکال لیتی تو ایم شور نوبت یہاں تک نہیں آتی۔۔ وہ محترمہ کی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والے حساب پر استہزائیہ بولا۔

"سوری!!۔"

"بالکل!! آپ کو اپنے لی ئے سوری فیل کرنا بھی چاہئے۔ جب میں آپ پر واضح کر چکا تھا میں آپ کے ڈیڈی کی جانب سے ہائیر کیا گیا آپ کا باڈی گارڈ، شیف، شوفر، کیئر ٹیکر، بے بی سیٹر وغیرہ وغیرہ کچھ نہیں ہوں۔ پھر آپ نے

کیا سوچ کر میرے ابا سے اپنے دکھوں کی لمبی لسٹ شیئر کی؟ آپ کے خیال میں یہاں آپ کو پکنک منانے لیکر آیا ہوں؟" دونوں مٹھیاں بھینچتا وہ حقیقیتاً ضبط کی انتہاء کو چھو رہا تھا۔

ابرار حمید کی شاکی طنزیہ تقریر پھر ہدایتوں کا انبار اس کا بس نہیں چل رہا تھا اس مصیبت کی جڑ ملک زادی کو کھڑکی سے اٹھا کر باہر پھینک دے تاکہ بلا ہی ٹل جائے۔۔۔

"اہ! تو یہ ریزن ہے۔۔ لیکن اس میں اتنا اوور ری ایکٹ کرنے جیسا کیا ہے منشی انکل نے مجھ سے پوچھا سو میں نے بتا دیا۔ جھوٹ تو کچھ نہیں بتایا پروف کیلئے ابھی انکل کو کال کر لو۔۔" وجہ واضح ہوتے ہی بھیگی بلی شیرنی بنتی محظوظ کن انداز میں کندھے جھاڑ گئی۔۔

"بائی داوے! تمہیں کیا لگا تھا تم مجھے ایسے ٹریٹ کرو گے اور میں خاموش رہوں گی؟" وہ سینے پر بازو باندھ کر قدم قدم چلتی اس کے مقابل آئی۔

"اینڈ ناٹ لائک یو! منشی انکل بہت ہی ہمبل اور سوئیٹ پرسن ہیں۔۔ تمہارے اندر تو ہو سپٹالٹی نام کو نہیں ہے، پھر بھی انکل نے مجھ سے کہا ہے کی جب تک میں اس 'میچ باکس' میں ہوں میلز تم ارینج کرو گے، سو واٹس دا مینیو فار بریک فاسٹ؟" سر تا پا سلگا کر کیوٹیکس لگے ناخونوں پر پھوک مارتی وہ ایک ادا سے پوچھ رہی تھی جیسے مقابل کوئی ادنیٰ سا خانساماں کھڑا ہو۔۔

"ایک سیکنڈ میں سانسوں کا سٹاک ختم کر دینے والا برانڈڈ زہر۔ اور کچھ ارینج کروں؟" اس دھان پان سی دوشیزہ کو کھڑکی سے باہر پھینکنے سے اس نے مشکل سے خود کو روکتے تحمل سے بتایا۔

"اٹس اوکے ! دین میں انکل سے اس ڈیش کی ڈیٹیل لے لیتی ہوں ! ! ۔" وہ مکاری سے فون لہراتی ہوئی مسکائی۔۔

"کوشش بھی مت کیجیئے گا ! ! " وہ گرجا۔

"میں کوشش میں نہیں 'کرنے' میں بلیو کرتی ہوں ! ۔"

وہ ترکی بہ ترکی بولی۔

"مجھ سے الجھ کر آپ اپنے ساتھ اچھا نہیں کر رہیں ! ! "

قبل اس کے کی وہ سچ میں کچھ الٹا سیدھا کر جاتا، ضبط کا دامن تھامے ایک سلگتی نظر کمینگی سے مسکرا رہی آبرو پر ڈال کر اسی طرح تن فن کرتا نکل گیا۔

"تم نے آبرو وقاص ملک کو بہت زیادہ ایزی لے لیا تھا مسٹر یونی فارم ! سو دس ایزیور فرسٹ لیسن، فرسٹ ڈوز ! جسے تم ایٹ لیسٹ لائف لانگ نہیں بھولو گے ۔"

وہ باب کٹ ریشمی بالوں کو ایک ادا سے لہراتی اپنی پہلی کامیابی پر مسرور سی پیچھے بیڈ پر آزادانہ گری۔۔

شدید ناراضگی کے اظہار کیلئے اس نے اسجد سمیت باقی سب کا نمبر بلاک کر دیا تھا۔

سوائے ابرار حمید کے۔اور جب کل عصر کے وقت ابرار حمید نے کال کر کے مشفق انداز میں اس کی خیریت دریافت کی تو ذہن میں ایک شیطانی خیال کوندا اور بس اندھیرے میں اس نے یوں ہی تیر چلا دیا تھا۔ تیر اس قدر ٹھیک نشانہ پر جا کر پیوست ہو گا اس کی اسے قطعی امید نہیں تھی۔۔۔

"ہوو!!!! آفٹر سو مینی سٹریس فل اینڈ بورنگ ڈیز فائنلی آج مزہ آیا ہے، اٹس ٹائم ٹو سیلیبریشن، لیکن سیلیبریشن سے پہلے سیکنڈ ڈوز دے دیتی ہوں۔دین گرینڈ سیلیبریشن ایز ویٹنگ فار یو آبرو ڈارلنگ۔۔" طلحہ کا لال

بھبھو کا چہرہ یاد کر وہ مزید آگ لگانے کی چاہت میں آنکھوں میں شیطانی چمک لی ئے اٹھ کر ہیڈ فونز گلے میں پھسائے روم سے باہر نکلی۔۔

جب چاہوں توڑ دوں تجھے کھول کر آنکھیں

اے چشم اذیت کے برے خواب لگی شرط

اچھا تو وہ تسخیر نہیں ہوتا کسی سے ؟

یہ بات ہے تو آج سے احباب ! لگی شرط ؟

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"تھانیدار کے خیر خواہ باجماعت چلے تھے تھانیدار کیلئے اپنے کومل ہاتھوں سے پراٹھے بنا کر محبت کے مکھن کے ساتھ پیش کرنے والی زوجہ لانے، اور آج حالات یہ ہیں کی تھانیدار اپنے سخت ہاتھوں سے فاسٹ فوڈ تیار کرا انھی

خیر خواہوں کی دعاؤں کا خمیاز بگھتنے پر مجبور ہے۔۔۔"وہ مسلسل جلے دل کے پھپھولے پھوڑتا ہوا گویا فرائی پین میں ایک ایک اجزا نہیں بلکہ اپنے جلے پر وافر مقدار میں نمک چھڑک رہا تھا۔

ابرار حمید کی بات ہمیشہ اس کیلئے حکم کے برابر رہی تھی۔اور آج اسے اپنی فرمابرداری صحیح خوار کروا رہی تھی۔۔

"میں نے بارہا کہا تھا مجھے معاف رکھیں ابھی مجھے ان جھمیلوں میں نہیں پڑنا۔۔لیکن میری سنی کس نے اور گڑگڑاتے رہے اللہ کے سامنے چاند سی دلہن کیلئے۔۔اب آکر دیکھے سب ان کی 'چاند سی دلہن' نے کیسے مجھے چندو خانساماں بنایا ہوا ہے۔۔"اپنی نفاست پسند طبیعت سے مجبور سلیب پر کپڑا مارنے کے بعد وہ استعمال شدہ برتن دھو کر زور زور سے خشک کرتا دانت کچکچا رہا تھا۔۔

"لیکن بس آج کا آخری دن کل کسی بھی حالت وقت نکال کر اس بلا کو ان کے چہیتے منشی انکل کے حوالے کر آوں گا۔۔" وہ حتمنی فیصلہ کر کے ابھی اپنے اندر اُبل رہے لاوے کو شانت کرنے کی تگ وپے میں ہی جتا تھا کی دفعتاً عقب سے ابھری نخوت بھری آواز نے گویا واپس اشتعال کو سوا نیزے پر پہنچا دیا۔۔

"پنڈوز کی طرح ٹائم ویسٹ کیوں کر رہے ہو باہر سے آرڈر کر لو۔۔ ویسے لاسٹ نائٹ میں نے آرڈر کیا تھا ٹیسٹ کچھ خاص نہیں ہے یہاں کے ریسٹورانٹز کا، تم سے بھی لو کلاس ہے، اؤ سوری اب سمجھی میں تم نے انکل والی بات کو سیریس لے لیا ہے۔ ناٹ بیڈ!" وہ بدمزہ انداز میں یوں بولی جیسے ابھی تک ان بدذائقہ کھانوں کا ذائقہ زبان پر گھلا ہو۔ باقی لہجہ محظوظ کن چغلی کھا رہا تھا۔۔

"کیوں نہیں!! آخر کار اس شہر کے سارے ریسٹورنٹ آپ کے ابا کی پرسنل پروپٹی ہے، اور شیفز آپ کے ملٹی ملینر ابا جی کے نوکر لگے ہیں جو صبح کے چھ بجے آپ کی سروس میں سیلیوٹ بھی کریں گے، اور آپ کی کمپلینز پر سوری بھی کر کے جائیں گے!" وہ زور سے برتن سلیب پر پٹخ کر کڑے تیور لیے مڑ کر برس پڑا تھا۔

زیاد گیلانی کی فضول دھمکیاں جتنا اس کا میٹر گھمانے میں ناکام رہی تھی، اس چھٹاک بھر کی لڑکی کی فاتحانہ مسکراہٹ حکمیہ نخوت بھرا انداز اتنا ہی اس کا خلفشار خون دگنا کر دیتا تھا۔۔

"ہے یو!! مائنڈ یور لینگویج!!" ابا والے طعنہ ہمیشہ کی طرح وہ مشتعل سی مخروطی انگلی اٹھا کر اس کے سر پر پہنچی۔

"اینڈ یو بیٹر مائنڈ یور اٹیٹیوڈ!!۔" وہ سیکنڈ کی سازش میں اس کی مرمری کلائی اپنی آہنی سخت گرفت میں لیکر پشت سے لگاتا اسے سلیب سے لگا گیا تھا۔

اچانک افتاد کچھ اس طرح نازل ہوئی کی حق دق آبرو کو سوچنے کی مہلت تک نہیں ملی تھی۔اور جب ہوش آیا تو وہ اپنے بھینچے خدوخال میں غصہ کی سرخی سموئے اس سے چند انچ کی دوری پر کھڑا اس کے نخوت زدہ نقوش میں خوف کی سفیدی در لا چکا تھا۔

"میں اپنی مخالف صنف کی بہت عزت کرتا ہوں۔لیکن صرف انھی کی جو اپنی حدیں جانتی بھی ہیں اور ان میں رہتی بھی ہیں۔جو خود کو بریو اینڈ بولڈ ظاہر کرنے کیلئے بہادری اور بدتمیزی کے بیچ کی تمیز بھلا دیتی ہیں ان کیلئے یہ تھا نیدار دس گنا زیادہ بدتمیز ثابت ہوتا ہے۔۔سو آئندہ مجھے سے بات کرتے ہوئے اپنی لینگوج اور لہجے پر غور لازمی کر لیجئے گا مس 'ملک زادی'۔۔کیونکہ

وارن میں صرف ایک بار ہی کرتا ہوں، سو دوبارہ یہ فنگر پوائنٹ کرنے کی بلنڈر مسٹیک مت ریپیٹ کیجئے گا۔۔اور

میرے ساتھ پلانگ اینڈ پلاٹنگ گیم تو آپ کھیلیں ہی مت!۔۔" وہ اس کی کلائی پر گرفت بڑھاتا اسے کراہنے پر مجبور کر اس کی برہم نم گھور سیاہ آنکھوں میں جھانکتا بھینچے لہجے میں زخم کھائے شیر کی طرح غرایا۔

ضبط کے کڑے پہرے بیٹھائے تھے اس نے جو اس کے انداز پر ایک بار میں دھرا دھر ٹوٹتے چلے گئے تھے۔۔۔

"سہی کہتے ہیں تم ٹیپیکل کامپلیکس کا شکار مڈل کلاس مرد وحشی کنٹرول فریک ہی ہوتے ہو۔۔" وہ اس کی گرم سانسوں کی تھپڑوں اور جارحانہ گرفت سے متحوش سی چیخی تھی۔

اس کی پوری زندگی میں کوئی اس سے اس طرح سختی سے پیش نہیں آیا تھا۔اس کے سرکل میں کسی کو اس کی جی حضوری سے فرصت ہی کہاں ملتی تھی۔ لیکن یہ تھا نیدار افففف۔۔ نجانے کس مٹی کا بنا تھا۔

"سہی سنا ہے آپ نے بالکل۔۔ ہم صرف وحشی نہیں جانور بھی بن جاتے ہیں۔۔اور رہی بات احساس کمتری کی تو۔۔"

وہ سپاٹ چہرہ لیے اس پر جھکا۔

"سہانی صبح کے اوائل پہر میں جس بختاور کی باہوں میں اتنی حسین دوشیزہ تضاد حلال رشتہ سے موجود ہو۔اس انسان کو کیسی احساس کمتری؟"ایک گہری معنیٰ خیز نظر اس کے سراپے پر ڈالتا وہ خوف سے آبرو کی دھڑکنیں روک گیا تھا۔

سطحِ عارض کی دھڑکتی ہوئی رنگینی سے

دل کی ہر ضرب نمایاں ہے، خدا خیر کرے،،،

"للل۔۔۔لیو۔۔لیو۔۔می!!۔"

آبرو کو اچانک ہی اس سے وحشت سی محسوس ہونے لگی تھی۔

"میں نے آپ کو پکڑا ہی نہیں ہے۔۔" وہ اس کی قاتل سیاہ انکھوں میں تیرتی نمی اس میں ہچکولے کھاتا خوف دیکھ تمسخرانہ انداز میں مسکایا۔۔

"میرے ابا ہائی بی پی پیشنٹ ہیں۔ میں انھیں ذرا بھی اپ سیٹ نہیں کرنا چاہتا۔۔ سو آج کی کوشش دوبارہ مت دہرایئے گا۔۔ ورنہ انجام کی ذمہ داری آپ کی اپنی ہو گی۔ آپ کا شاہی ناشتہ تیار ہے نوش فرمالیجئے۔" سلیب سے ہنوز لگی تیز تیز سانس کھینچ رہی آبرو کو دیکھ وہ سپاٹ سے انداز میں کہتا فریج

سے جوس اور فروٹس کے ساتھ کوکیز کا ڈبہ لیکر وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا۔

اس کا ارادہ قطعی آبرو کو خوف زدہ کرنے کا نہیں تھا۔ لیکن جس دیدہ دلیری سے وہ ہر بار اس کے مقابل تن کر کھڑی ہو جاتی تھی۔۔ تھوڑا سا ڈوز دینا ضروری تھا۔ لیکن نکلتے ہوئے اس کا لٹھے کے مانند سپید چہرہ دیکھ وہ اندر ہی اندر نادم ہوا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

حقیقت جان کر ایسی حماقت کون کرتا ہے،

بھلا بے فیض لوگوں سے محبت کون کرتا ہے،

کسی کے دل کے زخموں پر مرہم رکھنا ضروری ہے۔

مگر اس دور میں ہمدم یہ زحمت کون کرتا ہے۔

"اللہ جانے یہ پاپا لوگ اپنی پریوں کو اتنا کس لیئے پیمپر کرتے ہیں جو بعد میں یہ ہم جیسوں کے گلے کا طوق ہی بن جائے۔۔" ڈور کے باہر کھڑا ہو کر ہاتھ میں اٹھائی ٹرے کو دیکھ وہ کوفت سے بڑبڑایا تھا۔

خود تو وہ جوس، کوکیز، فروٹس جیسی دو تین اقسام کا ایندھن پیٹ میں ڈال کر لمبی تان کر سو گیا تھا۔ اور شام کے چار بجے جب ایک بھرپور نیند لیکر اٹھا تو کچن میں سب چیز جہاں کا وہاں دیکھ سرد آہ خارج کرتا ابرار حمید کی خاص ہدایت کے مد نظر اور کچھ اپنی غیر دانستہ زیادتی کے پیش نظر اس وقت ٹرے اٹھائے شہزادی صاحبہ کے خلوت گاہ کے باہر کھڑا تھا۔

دو بار اخلاقی تقاضوں کے مد نظر ڈور ناک کر کے وہ خود ہی محتاط انداز میں قدم اٹھاتا اندر داخل ہو گیا تھا۔ توقع کے مطابق پورے روم پر طلحہ کا غصہ نکال کر

وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے سرخ آنکھوں سے اسے ہی گھور رہی تھی۔تاہم وزیر آباد کی چھڑی کو نہ گردانے والی زبان خاموش تھی۔

"میں اپنی چھوٹی بہن کے علاوہ کسی کے نخرے برداشت نہیں کرتا۔۔اپنے چھوٹے بھائیوں کے بھی نہیں، جبکہ وہ دونوں بھی مجھے بے حد عزیز ہیں، سو خاموشی سے کھالیں دوبارہ نہیں آؤں گا میں۔۔"ٹرے بیڈ پر رکھ کر وہ لہجے میں بے پرواہی سموئے بولا۔

"مجھے کیوں بتا رہے ہو ایٹ لیسٹ مجھے تمہاری سسٹر بننے میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔۔"جواباً وہ بنا سوچے سمجھے حسب عادت چیخ پڑی۔

"لاحول ولا قوۃ! جزو قتی ہی صحیح منکوحہ ہے۔۔کیوں نکاح خراب کروانا ہے۔۔"بے ساختہ جھرجھری لیتا وہ نخریلی ملک زادی کو جھڑک گیا تھا۔

"وہاٹ ایور! لے جاؤ میں نے نہیں کھانا۔۔" وہ ناک سکوڑ کر سائیڈ سے فون اٹھاتی خواہ مخواہ خود کو مصروف ظاہر کرنے لگی۔

ابھی نہ چھیڑ محبت کے گیت اے مطرب

ابھی حیات کا ماحول خوش گوار نہیں،،

طلحہ چند ساعت ٹھہر کر اس تیکھے نقوش اور تیکھے مزاج والی نازک اندام حسینہ کو دیکھتا رہا، پھر سر جھٹک کر اس کے قریب آیا اور فون ہاتھ سے لیکر سائیڈ پر رکھ دیا۔۔

"وہاٹ؟" وہ اس کی جرات پر بھونچکائی تھی۔

"میں آپ کا نوکر نہیں ہوں یہ میں پہلے بھی کئی بار بتا چکا ہوں، اور یہ لیکر بھی میں صرف اور صرف ابا کی وجہ سے آیا ہوں۔۔" وہ ٹرے اس کے قریب کھسکا کر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"اوکم آن! اب خود کو سو کالڈ اوبیڈینٹ سن تو شو کرو ہی مت تم۔۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بیزار انداز میں ٹوک گئی۔۔

"وہ میں کر بھی نہیں رہا، کیونکہ بات یہاں فرمابرداری کی نہیں بلیک میلنگ کی ہے۔۔"

"بلیک میلنگ؟" وہ چونکی۔

"جی!! جس طرح آپ کی 'ہائی کلاس سوسائٹی' میں بچے والدین کو اموشنلی بلیک میل کر کے اپنی جائز ناجائز منواتے ہیں، ٹھیک اسی طرح ہماری 'مڈل کلاس سوسائیٹی' میں والدین اپنے بچوں کو جذباتی طور پر کمزور کر کے اپنی من

چاہی بات منواتے ہیں۔۔" وہ بکھرے روم پر سرسری مگر ناپسندیدہ نظر دوڑاتا جلے بھنے انداز میں بولا۔

"آر یو سیریس؟" جواباً حیرت کی زیادتی سے آبرو کی گھور سیاہ آنکھیں اپنے حلقہ سے باہر کو اُبل کر آئی۔

اس نے بے حد بے یقینی سے اس ہٹے کٹے خود سر تھانیدار کو دیکھا۔۔ جس کی دراز قد و قامت، شخصیت کا رعب و دبدبا اور مزاج کا اُکھڑ پن۔ لفظ 'بلیک میل' کے ساتھ بالکل بھی ایڈجسٹ نہیں ہو رہا تھا۔

"ای نو تم مذاق کر رہے ہو۔۔" وہ ماننے سے انکاری تھی۔

"محترمہ اگر میں مذاق کر رہا ہوتا تو آپ یہاں 'موجود' نہیں ہوتی، اور ویسے بھی ملک خاندان سے میرا کوئی مذاق کا رشتہ نہیں۔۔" وہ اس کی بے یقینی پر کڑھ کر بولا۔

"ہاہاہاہا۔۔ سو فار آ چینج تم اپنی فیملی سے بلیک میل ہو گئے؟ وہ بھی ڈی ایس پی ہو کر۔ ای جسٹ کانٹ بلیو دِیس۔۔ ہاہاہاہا۔۔۔" دوسرے ہی لمحے کمرے کی فضا میں

استہزائیہ مگر جلترنگ ہنسی کی خوبصورت دھن چھیڑی۔ جس پر وہ تپ گیا۔

"بلیک میل ہونے کا ڈی ایس پی ہونے سے کیا تعلق؟"

اس نے شرربار نگاہیں اس نازک اندام دوشیزہ پر ڈالی۔۔

"وہی جو مذاق کا ملک خاندان سے ہے۔۔" برجستہ جواب خاصہ تمسخرانہ تھا۔۔

"میں باہر جا رہا ہوں، آپ اپنی پیکینگ کر لیں کل صبح ہم آپ کے منشی انکل کے پاس جا رہے ہیں۔۔۔" مزید مقابل کو اپنی کیفیت سے محظوظ ہونے کا موقع دئے بغیر وہ مدعا بیاں کر واک آوٹ کر گیا تھا۔۔

وہ سنگریزے عداوتوں کے،

وہ آبگینے سخاوتوں کے،

دل مسافر قبول کر لے،

ملا جو کچھ جہاں جہاں سے۔۔

سطح آسمان پر موج شفق کی لالی ابھی پھوٹی بھی نہیں تھی کی طلحہ کی جیپ صبح کی مدمست ہواؤں سے باتیں کرتی ہوئی اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہو گئی تھی۔

دور دور تک کسی بھی زی روح کی آہٹ سے پاک خاموشی میں ڈوبی لمبی سڑک، روح میں گھر کر لینے والی ہر سوں تنی پر سکون فضا کی چادر، الڑھ

دوشیزہ کی آنچل کی طرح سرسراتی نسیم سحر کی دلفریب میٹھی میٹھی سرگوشیاں، فلک کے کناروں سے پھوٹتی شفق کی لالی۔۔

بمشکل ایک ہاتھ کے فاصلہ پر براجمان دونوں ہی فریق اس طلسماتی صبح کے منظر سے دانستہ یا غیر دانستہ محفوظ ہو رہے تھے۔ لیکن جدا جدا۔۔

قلب کی دوریاں، خیالات کا اختلاف، ایک دوسرے کی اپنی زندگی میں موجودہ حیثیت سے دانستہ انحراف ان کے بیچ بڑا خلیج تھا۔ جس نے انھیں اکٹھے اس جمالِ صبح کی سحر انگیزی میں جکڑنے سے روک رکھا تھا۔۔

"اچھا ایک بات تو بتاؤ تمہارا ویلیج کیا وہ ائیٹیز اور نائن ٹیز کی موویز جیسا ہے؟ کھیت، گائے، بھینس، کنویں سے پانی بھرنے والا سین۔۔ یونو وہ ہوتا ہے ناں ٹپیکل ویلیجز کا ماحول؟"

ایک گھنٹہ کا سفر نہایت خاموش سے گزر چکا تھا۔ آگ کا گولہ آسمان کے سینے پر سج چکا تھا۔ جب وہ اس کو فت زدہ خاموشی سے بیزار ہو کر متجسس سی اس کی طرح متوجہ ہوئی۔

"کیوں؟ آپ کو نہیں معلوم گاؤں کیسا ہوتا ہے؟" اس نے ترچھی نگاہوں سے ہیڈ فونز لگائے اپنی طرف متوجہ لڑکی سے سوال برائے سوال کیا۔۔

"نہیں!"

"کیوں؟ آپ لوگ تو خاندانی زمیندار ہیں؟"

"لینڈ لارڈز ہونے کا مطلب یہ تھوڑی نہ ہے کی وہ گاؤں میں ہی رہیں، ہم شروع سے ہی سٹی رہتے تھے۔ یا شائد کبھی کبھی گاؤں جانا ہوتا تھا۔ بٹ مجھے ٹھیک سے یاد نہیں۔۔ میں بہت چھوٹی تھی جب ان سٹوپڈ ریزنز کی وجہ سے ڈیڈ نے مجھے اسجد کی فیملی کے ساتھ امریکہ شفٹ کر دیا تھا۔۔" خلاف

طبیعت اس نے بنا چڑے تفصیلاً جواب دیا تھا۔ جو طلحہ کیلئے حیران کن تھا۔ شائد وہ اس خاموشی سے کچھ زیادہ ہی بیزاریت محسوس کر رہی تھی۔

"اس کے متعلق آپ نے اپنے منشی انکل سے تفصیلات نہیں لی ئے؟" ایک ہاتھ سے سٹیر نگ سنبھال کر وہ کب سے ذہن میں کلبلا رہا سوال پوچھ بیٹھا تھا۔

کیونکہ ایک طرف محترمہ جہاں کے سفر پر گام زن تھی وہاں کی ماحول سے نابلد تھی دوسری طرف صبح طلحہ کے ایک آواز لگانے پر بڑے سائز کے صرف چار بیگ کے ہمراہ وہ بنا چوں چراں جیپ میں آکر بیٹھ گئی تھی۔

بات تو تشویشناک تھی۔۔

"اگر میرے سمپل کوئسچن کا تم آنسر نہیں دینا چاہتے تو ڈائریکٹ نو کہ دو، مجھے کوئی اسپیشل انٹرسٹ نہیں ہے جاننے میں، میں جسٹ بور ہو رہی تھی تو ٹائم پاس کیلئے پوچھ لیا۔۔" آبرو کا ازلی نخوت زدہ لہجہ عود آیا تھا۔

خواہ مخواہ تھانیدارفری ہو رہا تھا بات برائے بات نکال کر۔۔

"ٹھیک ہے میں نہیں دینا چاہتا جواب۔۔"

وہ جو اس کے تنفر سے مبرا لہجے سے متاثر ہو کر نرم پڑا تھا فوراً اپنے ازلی اکھڑ پن سے ٹکا سا جواب دیکر ڈرائیور نگ پر توجہ مبذول کر گیا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"دیکھو! تم جانتے ہو مجھے تم سے بات کرنے میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے، بٹ میں خاموشی سے ٹرائیول کروں تو میری طبیعت خراب ہونے لگتی

ہے۔۔ "مزید بیس منٹ گزرے تھے جب دوبارہ سے اس کی جھنجھلائی آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔۔

"تو؟"

"فار گاڈ سیک ٹاک ٹو می۔۔" وہ ماتھا سہلاتی دبی آواز میں چیخی۔

جس پر طلحہ نے ترچھی نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا جو واقعی ہلکا ہلکا زرد پڑ رہا تھا۔ دوران سفر کوئی نئی پریشانی وہ افورڈ کر نہیں سکتا تھا۔ تبھی گلا کھنکار کر اس کا ذہن بٹانے شروع ہوا۔۔۔

"تو آپ کو ہمارے قصبے کے متعلق جاننا تھا۔ ہمارا چھوٹا سا قصبہ نہایت ہی دقیانوسی ہے۔ آسان الفاظ میں کہوں تو اکیسوی صدی میں مطلب کی 'ٹوئنٹی ونَ سینکچری' میں وہاں کے سادہ لوہ لوگ "ففٹینتھ سینکچری" کی لائف اسٹائل فالو کرتے ہیں۔ اب آپ خود اندازہ لگالیں وہاں کے ماحول کا، میرے

خیال میں تو ویسا ماحول فلمایا بھی نہیں گیا ہو گا آج تک پندرہ ویں صدی میں سنیما ایجاد ہوا تھا کیا؟" آنکھوں میں شرارت لہجے میں از حد سنجیدگی سموئے اس نے نیم وا لبوں سنگ غزالی آنکھوں کو حجم سے زیادہ کھولے پوری کی پوری اپنی طرف متوجہ آبرو سے الٹا سوال کیا تھا۔۔

"لل۔۔ لیکن۔۔ منشی۔۔ چچا اور تم تو"

وہ اس کی حد درجہ سنجیدہ انداز سے پوری طرح شیشے میں اتر تو گئی تھی۔ لیکن ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مصداق متحوش سی گھگھیائی۔

جس پر طلحہ سختی سے لب بھینچ گیا تھا۔ ورنہ خونخوار جنگلی بلی کا خوف زدہ چہرہ دیکھ قہقہہ اُبلنا طئے تھا۔۔

"وہ تو ہمارا شہر آنا جانا لگا رہتا ہے۔اس لیئے ہمیں یہاں کے مطابق اپنی طرز زندگی میں تبدیلی لانی پڑی۔ورنہ تو ہمارے قصبہ میں۔۔"دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ کر نفی میں سر ہلاتا وہ نظریں سیاہ تارکول کی سڑک پر مرکوز کر گیا تھا۔

ورنہ اس آسانی سے آبرو کے اپنی بے تکی باتوں پر ایمان لے آنے پر جہاں اسے شدید حیرانگی ہو رہی تھی وہیں پاگلوں کی طرح ہنسنے کا من کر رہا تھا۔مطلب حد نہیں ہو گئی تھی ہونق پن کی۔۔۔

"کک۔۔کیا تمہارے قصبے میں؟"خشک لبوں پر زبان پھیر کر بمشکل وہ حلق سے آواز برآمد کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔۔

"آپ سے بھی کیا راز رکھنا،آپ جیسی امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں پروان چڑھی لڑکی نے جب وہاں ایڈجسٹ کرنے کا مائنڈ بنا ہی لیا ہے تو میرا نہیں

خیال آپ سے کچھ بھی پوشیدہ رکھنا مناسب ہے۔۔"اب جب وہ پوری طرح شیشہ میں اتر ہی گئی تھی تو طلحہ بھی موڈ میں آگیا تھا۔۔

"وہاٹ! ایڈجسٹ؟"

"کیا نہیں کیا کیا کہیں۔۔کیونکہ وہاں آپ کو ایڈجسٹ نہیں ایڈجسٹمنٹز کرنے ہوں گے،وہ بھی ہر معاملے میں، بڑے بڑے آسائشات کا خواب تو آپ بھول ہی جائیں چھوٹی چھوٹی چیزوں پر روشنی ڈالوں تو بجلی، پانی، گیس جیسی۔۔۔۔"

"وہاٹ؟ وہ لوگ کوکنگ کیسے ہیں؟"وہ قطع کلام کرتی سیٹ پر اچھل کر بیٹھی تھی۔۔۔

"گائے سے ریکویسٹ کر کے؟"طلحہ نے ہونٹ لٹکائے۔

"یو مین کاؤ۔۔بٹ کاؤ سے ریکویسٹ ؟"آبرو پہلے ہی متحوش تھی مزید الجھتی جارہی تھی اس تھانیدار کی لچھے دار باتوں میں۔۔

"بہت آسان ہے، عورتیں محنت سے کھیتوں سے ہرے ہرے گھاس لاکر گائے کو کھلاتی ہیں اور ریکویسٹ کرتی ہیں کی وہ '***' وہ ان کی ہیلپ کریں۔۔"بجائے نام لینے کے ان نے شانے اچکا کر اشارہ کیا تھا۔۔۔

"اِیو!!!۔"دکھ بھری داستان درمیاں ہی تھی کی آبرو کو نام سے ہی ا بکائی۔ناک پر ہاتھ ایسے رکھا جیسے ذکر سے ہی بدبو ناک میں گھس رہی ہو۔

"اِیو!! کیا ہوتا ہے ملکہ عالیہ۔وہ خفا ہوا۔عورتیں محنت سے اس *** سے 'اوُپلے' بناتی ہیں۔پھر انھیں دھوپ میں سوکھنے ڈالتی ہیں۔اور پھر جب تک وہ اوُپلے سوکھتے ہیں تب تک مٹی کا چولہا تیار کرتی ہیں۔اور جب تک مٹی کا چولہا سوکھتا ہے۔دھان کو کوٹ کوٹ کر چاول نکالتی ہیں۔پھر دو تین کیلو

میٹر دور کنویں مطلب 'ویل' سے پانی بھر کر لاتی ہیں اور تب جا کر احتیاط سے مٹی کے برتنوں میں کھانا۔۔۔" وہ مکمل بلیک ان وائٹ مووی کی دکھی سکرپٹ سناتا خوب اندر ہی اندر قہقہہ لگا تھا۔۔

"انف!!!!!۔۔۔" تصور سے بھی دور کی باتوں پر وہ آبرو وحشت زدہ سی ہو کر چیخ پڑی تھی۔

کان سے تو معنوں دھواں نکل رہا تھا۔ فلموں میں بھی اس نے اتنا بھیانک سین نہیں دیکھا کجا حقیقت۔

لیکن مقابل کا مضبوط سنجیدہ لہجہ سچائی سے لبریز تھا جسے وہ نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن ایسے ماحول کا سن کر ہی اس کی سانس کہیں حلق میں اٹک رہی تھی۔

دوسری طرف تھانیدار صاحب کا چہرہ مبارک اس کی ہونق شکل دیکھ کر قہقہہ ضبط کرنے کی کوشش میں سرخ ہو رہا تھا۔ جیسے ابھی خون جھلک پڑے گا۔

"اتنا ہی نہیں عورتیں تو جنگل سے لکڑیاں بھی چُنّے جاتی ہیں صرف اوُپلے سے چولہا تھوڑی نہ جلتا ہے۔ایندھن کے دونوں زرائع مل کر۔۔"

"تم۔۔تم۔۔مجھے بس مس لیڈ کر رہے ہو ناں؟" بڑی بڑی آنکھوں کو پھیلا کر وہ قطع کلام کرتی ہلکائی۔۔۔

وہ بے ارادہ ہی مقابل کی کانچ سی شفاف روشن بڑی بڑی مقابل کو اپنے سحر میں جکڑتی آنکھوں کی سحر میں قید ہوا تھا۔

کاجل آنکھیں، ہونٹ گلابی،

زلف اسیری، گال پر تل،

دل نہ دیتے جان سے جاتے !

سامنے تھے ہتھیار بہت۔۔۔

نرم و نازک سنگ مرمر سا تراشا ہوا سراپا، کالی گھور سیاہ رات سی بڑی بڑی آنکھوں پر گھنی خمدار جھالڑ کا سایہ، شفاف چمدار رنگت، اس کے ہاتھوں پیروں میں اس قدر نزاکت تھی کی گڑیا کا گماں ہوتا تھا۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں تھی کی ملکوتی حسن کی مالک ملک زادی تراش کر بنائی گئی قدرت کا حسین شاہکار تھی۔ جسے نظر بھر کے دیکھنے کی سزا ہی اس کا 'اسیر و بے دام غلام' ہو جانا تھا۔

بلاشبہ عابد و زاہد کے ایمان ڈانواں ڈول کر دینے کی صلاحیت رکھتا تھا یہ مثالی حسن و جمال کا حسین مجسمہ۔ وہ اسے چڑانے کیلئے 'سونے کی گڑیا'، 'نخریلی

شہزادی'، 'ملکہ عالیہ'، 'یور ہائی نیس'، 'رانی صاحبہ' کہتا تھا۔ لیکن آج دو سیکنڈ کی بھٹکی نگاہ نے مضبوط اعصاب کے مالک تھانیدار کے اعصاب جھنجھوڑ ڈالے تھے۔۔۔

نہیں وہ بے حجاب چاند سا،

کہ نظر کا کوئی اثر نہ ہو،

اسے اتنی گرم شدت سے،

بڑی دیر تک نہ تکا کرو۔۔

"فریب سے نکلو تھانیدار یہ جگہ الجھنے کی نہیں ہے۔۔"

اس نے لب بھینچ کر زاویہ نظر بدلتے خود سرزنش کیا تھا۔

"تت۔۔ تم بول کیوں نہیں رہے ہو کچھ۔۔؟" دوسری طرف اس کے بس آنسوں جھلکنے کو تھے۔۔

"سوچ رہا ہوں آپ کے خوبصورت ہاتھوں کا کیا حشر ہو گا؟" وہ مصنوعی فکر مندی سے اس کے نازک ملائم ہاتھوں پر ایک نظر ڈالتا اپنی کیفیت چھپا گیا۔۔

نجانے کتنے اقسام کے پروڈکٹس دن بھر میں استعمال کر کے ان کی کیئر کرتی تھی وہ۔

ایک بیگ تو بس محترمہ کے کریمز اور دیگر الم غلم سے ہی بھرا تھا۔ جنھیں اس نخریلی شہزادی کو تحمل سے استعمال کرتا دیکھ ہی طلحہ کا دماغ کل رات گول گول گھومنے لگا تھا۔ان کریموں کی نام اور ترتیب کو یاد رکھنے سے آسان تو شائد سِول سرویسیز کا امتحان تھا اس کیلئے۔۔

"مطلب۔۔؟"

"کتنے مطالب سمجھاؤ آپ کو خود دیکھ لیجئے گا تسلی سے، مطلب روشنی کیلئے دن میں سورج رات میں قندیل ہوتا ہے۔ باقی وہی روزمرہ کے کام کاج۔۔ دراصل آج کل کے ہوس پرست لوگوں کی طرح میرے قصبے کے پرانے لوگ چیزیں سٹور کر کے مہنگائی کو انویٹیشن نہیں دیتے، بلکہ قناعت پسندی سے روزکار روزانتظام کرتے ہیں۔۔۔" اس نے ٹھہر کر کن آنکھیوں سے اسے دیکھا۔ شائد کوئی اور احمقانہ سوال آئے لیکن وہ سیٹ سے پشت ٹکاتی بالکل خاموش ہو گئی تھی۔

وہ بھی سر جھٹک کر اس یادگار سفر کو حافظہ میں محفوظ کرتا ڈرائیور نگ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔۔

ادھر آبرو کے ذہن میں جھکر چل رہی تھی۔

منشی انکل نے اس سے کہا تھا پنچائیت کو مطمئن کرنے اور فیصلہ اپنے حق میں لیکر اس سارے جھنجھٹ سے نجات کیلئے اسے کچھ عرصہ ان کے گھر قیام کرنا ہے۔ ورنہ پنچائیت کو ان کے ٹیمپرری نکاح پر شک ہو جائے گا۔ نتیجاً ساری زندگی ان کے سروں پر گیلانیوں کے نام کی تلوار لٹکتی رہے گی۔

یہی وجہ تھی جو وہ بنا چوں چراں مان گئی تھی۔

لیکن اب طلحہ کی منظر کشی نے اس کے اوسان خطاء کر دئے تھے۔ ایک تو امریکہ جیسے شہر میں پروان چڑھنے کی وجہ سے وہ یہاں کے متعلق زیادہ نہیں جانتی تھی۔ دوسرا ملک صاحب نے دانستہ اسے یہاں کی ہر چیز سے دور کر دیا تھا۔ تبھی وہ اس آسانی سے بیوقوف بن کر اپنا خون جلا رہی تھی۔ ایک وجہ شائد یہ بھی تھی کی ہالی وڈ کے بعد جب بھی موڈ ہوتا وہ اولڈ بالی ووڈ موویز دیکھا کرتی تھی جس کی منظر کشی کم بیش ایسی ہی ہوتی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

طویل تھکا دینا والا سفر تمام ہوا تھا۔اور جیپ حمید منزل کے آگے دھول اڑاتی ہوئی رکی تھی۔

ابھی وہ لوگ گھر میں داخل ہو کر سکون سے بیٹھے بھی نہیں تھے جب ہانپتی کانپتی ہوئی رقیہ دادی کڑے تیور لئے در آمد ہوئیں۔۔۔

ان کے پھاٹک کے سامنے سے گزری جیپ نہ صرف ان کی عقابی نگاہوں میں آگئی تھی بلکہ جیپ میں نشستہ دوشیزہ بھی ان کی نظروں کے گرفت میں آچکی تھی۔دھڑکتے دل سے انھوں نے سیدھا لڑکی کے متعلق ہی سوال داغا تھا۔جس پر کسوٹی کھیلنے کے بجائے ابرار حمید نے دھماکہ خیز انکشاف کر ڈالا تھا۔۔۔

بس جی پھر لگ گئی کچہری کھڑے ہو گئے معصوم تھانیدار کٹہرے میں۔

"ہائے! ہائے! تھانیدار!! میں تجھے کتنا سمجھدار دانشور سمجھتی تھی اور تو یہ فرنگی پر کٹی کبوتری بیاہ لایا۔۔ نہیں تجھے ذرا خیال نہ آیا محلے میں کیا منہ دکھاؤں گی میں۔۔۔ میری تو ناک کٹ گئی۔۔" دادی حسب توقع زور و شور سے دہائیاں دیتی ہوئی سینا پیٹنا شروع کر چکی تھی۔

جس پر طلحہ سمیت سبھی نے سٹپٹا کر آبرو کو دیکھا جو ماتھے پر نا سمجھی کے بل نمودار کئے شائد رقیہ دادی کی زبان سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہی چیز سب کو ایک طرف کی فکر سے آزاد کر گیا تھا۔۔

"کیسے چُن چُن کر لڑکیاں تلاش کی تھی میں نے تیرے لیئے ایک سے بڑھ کر ایک حسین خوش شکل، خوش مزاج، خوش اخلاق، خوش گفتار، طریقہ سلیقہ والی پڑھی لکھی گھریلو لڑکیاں۔۔ اور تو کیا بیاہ لایا فرنگن۔۔۔۔۔؟" انھیں کڑی نظر مجرم پر ڈال کر نئے اضافے پر ڈالی۔۔

"چھوٹے خوش سابقہ کوئی رہ تو نہیں گیا ناں؟" مزے سے تھانیدار کی مٹی پلید انجوئے کر رہا امروز شہروز کے کندھے پر جھکا۔۔۔

"چپ کر اور آگے سین ملاحظہ کر۔۔"

"منشی! میں پوچھتی ہوں تو نے یہ دن دیکھنے کیلئے اسے تھانیدار بنایا تھا۔۔ہائے! ہائے! میرے معصوم بچے کو شہر کی ہوا لگ گئی۔ورنہ میرا تھانیدار سا مثالی تع بدار تو چراغ لیکر ڈھونڈنے پر نہ ملے۔۔۔ منشی تم چپ کیوں ہو؟ مانا بچہ بہک گیا تھا لیکن تم تو اسے عقل کے ناخون دے سکتے تھے بجائے تعبداری کا ثبوت دینے کے۔۔" طلحہ کورج کے لتاڑ رہی دادی کی توپوں کا رخ یکایک خاموش تماشائی در حقیقت اس سارے پھیلے رائتہ کی وجہ ابرار حمید کی طرف ہوا تھا۔۔

"جج۔۔جی دادی۔۔آپ۔۔آپ ابا سے پوچھیں میں نے کچھ نہیں کیا یہ سارا انھیں کا کیا دھرا ہے۔۔"دادی کی دھواں دھار گولہ سے بوکھلایا طلحہ فی الفور ہوش میں آیا تھا۔

"تم ننھے کاکے ہو میاں جھولے میں نکاح پڑھوایا تھا جو اتنے معصوم ہو رہے ہو؟"واپس گولہ باری کا رخ اسی سمت ہوا۔

"دد۔۔دادی میں۔۔میں۔وہ مطلب ابا آپ ہی کچھ بولیں یار۔۔۔"ہمدردی کے بجائے مزید عزت افزائی پر روہانسا ہوا تھا۔

بس ایک رقیہ دادی میں وہ صلاحیت تھی جو تھانیدار کی عزت کر سکتی تھیں۔۔۔

"مم۔۔میں نے کیا کیا ہے خالہ۔۔ مم۔۔ مطلب جوان اولاد تھی۔۔۔ پھر اس کی زندگی اس نے گزارنی ہے۔۔" ابرار حمید نے کمال صفائی سے سارا ملبہ ہی طلحہ پر ڈال دیا تھا۔ جس پر اس کی آنکھیں اُبل کر باہر کو آئی تھی۔۔۔

"میاں! یہ خوب کہی تم نے جوان اولاد کی۔۔ جوان اولاد کہے گی تو تم چاند اتار کر لادو گے؟" وہ زد میں آئے دونوں باپ بیٹے کو برابر رگید رہیں تھی۔

کچن دہلیز پر جہاں زینیہ سہمی کھڑی تھی وہیں چھت کی سیڑھیوں پر پتنگ سمیت کھڑے امروز شہروز اس منظر سے بھرپور انداز میں لطف اندوز ہو رہے تھے۔

ایک آبرو کو ان کی تیز آواز اور بولنے کا تیز انداز اور خاص کر تلفظ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

تبھی وہ سارے فساد کی جڑ ہو کر بھی ہونق نگاہوں سے اس اولڈ لیڈی کو دیکھ رہی تھی۔ جو دونوں کی طبیعت صاف کر کے تن فن کرتی وہاں سے واک آؤٹ گئی تھیں۔۔

رقیہ دادی کو گئے دو منٹ ہوا تھا جب عجلت میں ندرت خالہ نجمہ، نغمہ اور ٹیپو کے ہمراہ داخل ہوئی تھیں۔

نجمہ نغمہ تو اس موم کی گڑیا کو دیکھتے ہی مسمرائز ہو گئی تھی۔ البتہ خالہ ابا سے صورت حال سمجھنے کو کوشش کر رہی تھی۔ جبکہ تھانیدار واک آؤٹ کر گئے تھے۔ بنا غلطی کے عزت افزائی ہو گئی تھی بیچارے کی۔۔

"آپ ٹینشن مت لیں! دراصل دادی طلحہ بھائی سے بہت محبت کرتی ہیں، اور ان کی شادی کی انھیں بہت خواہش تھی، اور یوں اچانک سے ہوا انکشاف ان کیلئے کسی جھٹکے سے کم نہیں، لیکن دیکھئے گا وہ جلد اس حقیقت اور آپ کو قبول

کرلیں گی، کیونکہ طلحہ بھائی سمیت ان سے جڑی ہر چیز دادی کیلئے معتر ہے۔۔"نغمہ آبرو کے نافہم تاثرات کو صدمہ کے زمرے میں لیتی دھیرے سے سمجھانے کے انداز میں بولیں۔۔

"یو مین وہ اؤلڈ آنٹی میری وجہ سے منشی انکل اور اس سے فائٹ کر رہی تھیں؟"آبرو نے تحیر سے دیدے پھیلا کر سوال برائے سوال کیا۔

"ہیں!!!۔"نجمہ نغمہ کو تو الٹا ہی صدمہ لگ گیا تھا۔

"بہت خوبصورت، سدا سہاگن رہیں۔"

ندرت خالہ نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اپنے پلوّ کا گانٹھ کھول کر کچھ اس کی مٹھی میں رکھا تھا۔جسے وہ ناسمجھی میں انھیں ٹکر ٹکر دیکھتی ہوئی تھام گئی تھی۔

لیکن ان کے مسکرا کر ہٹتے ہی مٹھی کھول کر اس میں دو تین نوٹ دیکھ اس نے ابرار حمید کی جانب استفامیہ نظروں سے دیکھا۔

جنھوں نے نگاہوں سے ہی رکھ لینے کا اشارہ کیا تھا۔۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

محلے میں تھانیدار کی نکاح کی خبر گویا جنگل میں آگ کی طرح پھیلی تھی۔ پھر تو تھانیدار کی تھانیدارنی کی شوقِ دیدار میں لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ ہی چل پڑا تھا۔

تیز طرار اچھے اچھوں کے چھکے چھڑا دینے والی آبرو وقاص ملک کی تو اتنے لوگ ان کی بولیاں ان کا اشتیاق دیکھ بوکھلاہٹ سے زبان ہی کہیں گم ہو گئی تھی۔

طلحہ کی آسائشات کے متعلق منظر کشی بھلے غلط تھی لیکن لوگوں کے متعلق اس نے سو فیصد درست معلومات فراہم کیا تھا۔ یہ آبرو کو پورا دن منہ سی کر بیٹھتے ہوئے سمجھ آگیا تھا۔

کہیں مغرب کے بعد جا کر یہ سلسلہ تھما تھا۔ ندرت خالہ نے کھانے پر خاصہ اہتمام کر کے بھیجا تھا۔ سورات کا کھانا سب نے سیر ہو کر کھایا تھا۔ اور چائے کے ساتھ تھانیدار منشی جی سے دو دو ہاتھ کرنے حال میں بیٹھ گئے تھے۔۔۔

"منشی جی! یہ آپ نے ٹھیک نہیں کیا۔۔ ایک تو اپنا کیا کرایا میرے سر تھوپ دیا، دوسرا پورے محلے میں ڈھونڈا پیٹ دیا، جبکہ ہمارے بیچ سمجھوتہ ہوا تھا اس خاموشی سے شروع ہوئے کھیل کو خاموشی سے ختم کرنے کا۔۔۔"

طلحہ نے سنجیدگی سے اعتراض کیا تھا۔۔

"زیاد گیلانی کی آبرو کو ہراساں کرنے والی حرکت کی وجہ سے پنچ کے ممبران کے مقابل ہمارا پلڑا بھاری تھا۔۔

ہم اب کوئی بھی ایسا ویسا رسک لیکر پنچ کا جھکاؤ نہیں گوا سکتے تھے، احتیاطی تدبیر کے تحت یہ سب ضروری تھا۔ کیونکہ اس نکاح کی اصل حیثیت جاننے کیلئے ہی انھوں نے فیصلہ سنانے سے پہلے یہ ایک ڈیڑھ مہینہ کا وقت لیا ہے۔ سو اس بیچ ہمیں سب نارمل رکھنا بھی ہے اور نارمل نظر آنا بھی۔۔" جواباً منشی جی نہایت تحمل سے بولے تھے۔

ان کے لہجے سے جھلک رہی ملکوں کیلئے فکر و عقیدت پر طلحہ کئی ساعت خاموش نگاہوں سے انھیں دیکھتا رہ گیا تھا۔ اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا۔

ابرار حمید کو ملک خاندان کو سب سے مقدم رکھتے ہوئے ہی دیکھا تھا۔ یہ چیز اسے ہمیشہ سے کوفت میں مبتلا کرتی آئی تھی۔ خاص کر اپنی ماں کو کھونے کے بعد یہ کوفت نفرت میں بدل گئی تھی۔ اور قسمت کا کھیل آج وہ بھی انھیں ملک خاندان والوں کیلئے جھوٹ پر جھوٹ فریب پر فریب کھیل رہا تھا۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

تم صبح کا تارا لگتے ہو،

اک نور کا دھارا لگتے ہو،

یہ پھول چراغ کہاں تم سے،

تم چاند ستارہ لگتے ہو۔۔۔

صبح اس کی آنکھ غیر معمولی شور کی آواز سے بیدار ہوئی تھی۔ بھاری ہوتے سر کو تھام کر اٹھ کر اپنی جگہ بیٹھتے ہوئے اس نے غائب الذہنی سے اطراف میں اجنبی نظریں گھمائی۔

درمیانی سائز کا کمرہ، کوئین سائز بیڈ کے دائیں سائیڈ کھڑکی کے مقابل رکھا کتابوں کے انبار سے سجا رائٹنگ ٹیبل، بیڈ کے بائیں جانب بلند لکڑی کی خوبصورت نقش و نگار والی الماری۔ اس کے علاوہ کچھ بھی اضافی چیز کمرے میں موجود نہیں تھی۔۔

خمار آلود نظروں سے روم کا جائزہ مکمل کرتے ہوئے اس کا ذہن بھی بیدار ہو گیا تھا۔ کل تھکن کا یہ عالم تھا کی کب کہاں کیسی بیہوشی کی نیند سو گئی خبر ہی نہیں ہوئی۔۔ وہ کسمسلندی سے جمائی روکتی ہوئی روم سے باہر نکل آئی تھی۔۔۔

باہر کشادہ دالان میں جیسے زندگی رواں دواں تھی۔

ابرار حمید ایک جانب لکڑی کی کرسی پر بیٹھے اخبار کی سرخیوں پر نظر دوڑا رہے تھے۔ بنیان ٹراؤزر میں ملبوس نیچے دھلے فرش پر نشستہ تھا نیدار زینیہ کو کچھ پڑھا رہا تھا۔ اور امروز شہروز کی دہائیاں کچن کی جانب سے آ رہی تھی۔ گھر کے ان تینوں افراد سے کل اس کا سرسری تعارف ہو چکا تھا۔

ان سب اپنے آپ میں مصروف اشخاص سے نظر ہٹا کر اس نے وہیں کھڑے گھر کا جائزہ لینا شروع کیا تھا۔

کھلا کشادہ لکڑی کی کرسی اور صوفوں سے مزین تہائی خالی دالان شائد گھر کا درمیانی حصہ یا صحن تھا۔

جس کے مشرقی حصے سے زینے اُپر کو جا رہے تھے۔ زینے کے سائیڈ پر ہی کچن کا دروازہ تھا۔ حال کے شمالی اور جنوبی دونوں دیوار سے مزید دو دروازے ایستادہ تھے۔

وہ جس چوکھٹ پر کھڑی تھی اس کے سائیڈ پر بھی ایک دروازہ تھا۔ اس حساب سے یہ گھر زیادہ بڑا نہیں تھا۔ لیکن چھوٹا کہنا بھی درست نہیں تھا۔

"خبر گیری کریں اپنے مہمان خصوصی کی منشی جی! شائد گھر کا سائز اور ماحول دیکھ محترمہ پر سکتہ طاری ہو گیا ہے، میرے فلیٹ کو تو پھر بھی میچ باکس ٹائٹل ملا تھا آپ کے شاہی محل کو نجانے کیا ٹائٹل دیں گی آپ کی ملک زادی۔" زینیہ کے بکس سمیٹتے ہوئے طلحہ نے مخصوص طنزیہ لب و لہجے میں منشی ابرار حمید کی اس کی سمت توجہ کروائی۔

"ارے! آبرو بیٹی جاگ گئیں آپ۔۔؟ کچھ دیر اور آرام کر لیتی ناں، تھک گئیں تھی کل آپ خاصی۔۔" وہ فوراً اخبار نیچے رکھ کر مشفق انداز میں اس سے مخاطب ہوئے تھے۔

جس پر وہ شانے اچکاتی ان کے پاس چلی آئی تھی۔۔

"ہل چلا کر آئی تھیں تھکان کیسے نہیں ہوتی" اخبار اٹھاتا وہ بلند آواز میں بڑبڑایا۔۔

"تھانیدار!!" ابرار حمید کی آواز میں صاف تنبیہہ تھا۔

"مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے، جرائم کے قدم دن بدن مضبوط ہوتے جا رہے ہیں، حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں انسان جائے تو آخر جائے کہاں۔۔" وہ فوراً اخبار پر نظریں گاڑھے بلند متفکر تبصرہ کرنے لگ گیا تھا۔

ابرار حمید نفی میں سر ہلا گئے۔ جبکہ آبرو نظر پھیر گئی اس جھوٹے تھانیدار کی جانب سے۔۔۔

"نیند اچھی آئی بچے؟"

"آئی ہی ہو گی۔۔ رات زونی کے روم کے چوہے بھی آخر تھک کے ان کے برابر آرام فرما رہے تھے۔۔" آبرو سے پہلے طلحہ نے جواب دیا تھا۔۔

"وہاٹ!! چوہے؟" وہ اچھل کر صوفہ سے کھڑی ہوئی تھی۔

"ایسے حیران کیوں ہو رہی ہیں، چوہے ہی کہا ہے میں نے، کوئی خونی درندہ نہیں کہا۔" اس نے ذرا سا اخبار سے نظر ہٹا کر اسے اچنبھے سے دیکھا۔۔

"وہاٹ ڈو یو مین یہاں چوہے ہیں؟" حلق خشک ہوا اس نے ہرنی سے آنکھیں خوف زدہ انداز میں گھمائی۔

"طلحہ!!۔۔"

ابرار حمید نے اسے ٹوکنا چاہا۔

لیکن ملک زادی کی ایک اور کمزوری گرفت میں آنے کے بعد وہ چپ کیسے رہتا۔ آخر انھی محترمہ کی بھلائی کرنے پر وہ پورے محلے میں مشہور ہو گیا تھا۔۔۔

"یس یور ہائی نیس!" وہ اخبار نیچے رکھ کر پورا کا پورا متوجہ ہوا تھا۔۔ چونکہ غیر متعین مدت تک آپ کا یہاں قیام ہے، تو جیسا کہ میں نے کہا تھا کچھ چیزوں کے ساتھ آپ کو ایڈجیسٹمنس کرنی ہو گی، انڈر اسٹینڈنگ نا چاہتے ہوئے بھی بنانی ہو گی، انھیں کچھ چیزوں میں سر فہرست ہمارے گھر میں عرصہ سے دراز مقیم یہ چند مکین ہیں۔۔۔"

"کک۔۔ کون۔۔ کون۔۔ لوگ؟"

"انھیں پر روشنی ڈال رہا ہوں صبر رکھیں۔۔" ہاتھ اٹھا کر تاثرات سنجیدہ کرتے سنسی پھیلا گیا۔

"مثلاً کچن میں آپ کا کاکروچ کے افراد خاندان سے تصادم کم و بیش ہر وقت ہوتا رہے تو چیخ کر آپ کو انھیں خوف زدہ اور محلے والوں کو ڈسٹرب نہیں کرنا ہے۔۔" رسانیت سمجھایا پس پردہ ہدایت دی گئی۔

"کک۔۔ کاکروچ۔۔" خوف سے آاسکے دیدے مزید حجم سے پھیلے۔

"تھانیدار پر اللہ رحم کرے۔۔۔" ابرار حمید سر ہاتھوں میں تھام گئے تھے۔

جبکہ امروز شہروز کچن سے منہ نکالے تھانیدار کا کمینہ پن سے پریشر کوکر کی سیٹیوں کی بیک گراؤنڈ میوزک کے ساتھ خوب محظوظ ہو رہے تھے۔

زینیہ بیچاری بس ترحم بھری نگاہوں سے سپید پر رہی تھانیدارنی کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

"دالان اور کمرے وغیرہ میں تو چوہے ریس لگاتے ہی رہ۔۔۔

"چچ۔۔چوہے۔۔"اس نے فوراً چیخ مار کر پیر اُپر لی ئے۔۔

"جی ہاں! چوہے!۔اس نے زور دیا۔دیواروں پر خاص کر واش روم کی دیواروں پر آپ کا پالا ہماری۔۔

"ہمہ۔۔ہماری۔۔"وہ کچھ اور خود میں سمٹی۔۔

"بی چھپکلی سے پڑے گا۔۔اور وہاں آپ کی چیخ کسی کام نہیں آئے گی، کیونکہ وہ آواز نظر انداز کرنے کی بلا کی صلاحیت رکھتی ہیں، گھر سے باہر موجود مختصر سے صحن میں آپ کا پالا مینڈک اور ٹڈے سے عام طور پر پر جائے گا، باقی رقیہ دادی کی بکڑیاں تو خیر ہماری اپنی ہے۔۔لیکن کبھی کبھی۔۔۔۔"روانی میں از حد سنجیدگی سے معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے اس نے دانستہ توقف لیکر اسے دیکھا جس کی رنگت سپید پر چکی تھی۔۔۔

"وہ دراصل ہماری پچھلی گلی میں قصاب رہتے ہیں ان کے مویشی کبھی کھل جاتے ہیں تو معاملہ گمبھیر ہو جاتا۔ سو میری مجموعی صلاح یہی ہے آپ تھوڑا احتیاط زیادہ ایڈجسٹ کر لیں، جب تک یہاں ہیں کونسا آپ یہاں رہنے والی ہیں۔۔" ابرار حمید کی خشمگیں نظریں خود پر دیکھ سنجیدگی سے بات سمیٹتا وہ واپس اخبار اٹھا چکا تھا۔۔۔

"بچے! آپ پانی پئیں، اور ان کی باتوں میں مت آئیں یہ ویسے ہی کچھ بھی بولتے ہیں۔۔" سخت نظروں سے تھانیدار کو گھورتے ہوئے انھوں نے پانی کا گلاس خوف سے زرد پڑ رہی آبرو کو تھمایا تھا۔۔

"ان۔۔ان۔۔انکل آپ لوگ پیسٹ کنٹرول نہیں کرواتے؟" گلاس تھام کر لبوں سے لگاتی وہ ہنوز اسی کیفیت کے زیر اثر تھی۔۔

"کیوں کروائیں بھئی۔۔؟ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے، انھیں بھی ہماری طرح جینے کا حق ہے، اگر اللہ نے ان کا رزق ہمارے گھروں کے مخصوص جگہوں پر رکھا ہے تو ہم کون ہوتے ہیں، انھیں محروم رکھنے والے۔" اخبار کے پیچھے سے حقوق حیوانیات کے رکھ والے کا سخت قسم اعتراض بلند ہوا۔

"انکل!!" اس نے سہم کر ابرار حمید کو دیکھا۔۔

"آپ شانت رہیں۔۔ اور ان کی باتوں کو نظر انداز کریں، کچن میں آپ کو جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، صحن صاف ستھرا ہے سو وہاں بھی ایسا کچھ نہیں۔۔ پھاٹک ہمیشہ بند ہوتا ہے، سو باہر کے لوگ نہیں آسکتے بنا اجازت مویشی کیسے آئیں گے، باقی آپ کیلئے ہم اسپیشل بیڈ روم تیار کر رہے ہیں، جہاں سب آپ کے مطابق ہوگا۔ ابھی آپ جا کر فریش ہو جائیں اور آئیں مل کر ناشتہ کرتے ہیں۔۔۔" ابرار حمید نے متحمل انداز میں تھانیدار کی نقشہ کشی کو رد کیا تھا۔

جس پر آبرو کچھ پر سکون ہوئی تھی۔ لیکن طلحہ کی حساسیت الرٹ ہو گئی تھی۔ وہ فوراً اخبار گود میں رکھ کر متوجہ ہوا تھا۔۔

"یہ اسپیشل فائیو اسٹار کمرہ کہاں بنوائیں گے آپ منشی جی؟ چھت پر یا باہر صحن میں؟ کیونکہ میرے حافظہ میں تو گھر کا کوئی اضافی کمرہ محفوظ نہیں۔۔۔"

"وہ آپ کا دردِ سر نہیں ہے، تھانیدار جی!" وہ چبا کر بولے۔

"لیکن میرے سر میں درد ہونا شروع ہو رہا ہے۔" وہ خطرہ کا الارم صاف سن پا رہا تھا۔۔

"زینیہ بیٹا! آبرو کو تھانیدار کے روم کا واش روم دکھا دیں۔۔" اسے اگنور کر کے انھوں نے زینیہ کو مخاطب کرتے ہوئے تھانیدار کے شک کو حقیقت کا رنگ دیا تھا۔۔

"کیوں؟ میرے روم میں کیوں؟۔ وہ تو بدک ہی گیا تھا۔

"آبرو آپ جائیں بیٹا زینیہ کے ساتھ۔اور ڈرنا نہیں ہے کسی کی بے بنیاد باتوں سے۔۔"انھوں نے جیسے اس کا اعتراض سنا ہی نہیں تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"تمہاری ہوائیاں کیوں اُڑ رہی ہے مینا؟"اپنے کمرے کی دہلیز عبور کر رہی زینیہ کی روہانسی شکل دیکھ اس کا بازو تھامتے پوچھا۔

"بھائی جان!ایک بار میں ابا کے ساتھ ملک منشن گئی تھی،کتنا بڑا تھا وہ بالکل فلمون والے راج محلوں جیسا،اس حساب سے تو ان لوگوں کے پاس حمام بھی بڑے بڑے ہوتے ہوں گے ناں؟وہ جو فائیو اسٹار ہوٹلز میں ہوتے ہیں ویسے،،اور یہ تو آئی بھی امریکہ سے ہیں،اور یہاں تو۔۔"اندر طلحہ کے روم کا سرسری جائزہ لے رہی آبرو پر متحوش نظر گاڑھے وہ متفکر سی منمنائی۔۔

"تو ہم ملک زادی کیلئے مغلیہ سلطنت کے شاہی حرم کا حمام بنوادیں۔۔؟" وہ اپنی بہن کی پریشانی کی وجہ جان کر بدمزہ ہوا تھا۔

"بھائی جان! ایسے تو نہیں کہیں۔"

"تم جاؤ! فضول سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نجانے منشی ابرار حمید کی آل اولاد کو ہو کیا گیا ہے، حد ہے مطلب۔۔" وہ زینیہ کو شانے سے تھام کر دہلیز سے ہٹاتا کوفت سے بڑبڑاتا ہوا اندر داخل ہو گیا تھا۔

اس 'ملک زادی' نامی مصیبت کو سر مسلط کئے جانے کے بعد یکے بعد دیگرے نازل ہو رہی نئی آفتوں سے اس کی توجہ اس اہم کیس پر سے بالکل ہی منتشر ہو کر رہ گئی تھی۔ اب وہ سکون سے صرف اور صرف فائل ریڈ کرنا چاہتا تھا۔

روم کے احاطہ میں اسے دیکھ کر وہ نخوت سے ناک چڑھاتی زعمِ ہستی سے گردن اکڑا کر مغرورانہ چال چلتی ہوئی واش روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

وہ بھی بجائے جوابی کاروائی میں مزید مغزماری کرنے کے بیڈ پر رکھی فائلز اٹھا کر نفی میں سر ہلاتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"اللہ بس رحم کرے حمید منزل سمیت اس پورے محلے کے در و دیوار پر۔۔"ابھی وہ فائل ٹیبل پر رکھ کر صحیح سے بیٹھا بھی نہیں ہوا تھا جب کان کے پردوں کو جھنجھوڑتی آواز پر فائل میز سے اٹھا کر اپنے سر پر مارتا دھپ سے صوفہ پر گرا۔

یہ سب متوقع تھا پھر بھی وہ سخت کوفت کا شکار ہو رہا تھا۔۔

"عزت مآب تھانیدار صاحب! آپ کی مدد درکار ہے۔"سیکنڈ کے توقف سے بنیان پر ایپرن پہنے، ہاتھ میں کفگیر اٹھائے امروز اور ہاتھ میں بیلن

اٹھائے شہروز کو بتیسی کی نمائش کرتے ہوئے اپنے روبرو دیکھ اس کی شکن آلود پیشانی کے شکن کچھ اور واضح ہوئے۔

ایک تو ان کا طرز تخاطب دوسرا حلیہ جسے دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا کس عجلت میں نازل ہوئے ہیں دونوں خدمتِ ملک زادی میں۔۔۔

"کس سلسلہ میں؟" ان کی خباثت بھری مسکراہٹ سے اس کا لہجہ خود بخود سرد ہوا تھا اور تیز استفامیہ نظریں سوال کم متوقع قتل کا پیغام دیتی زیادہ دے رہی تھی۔

نتیجتاً دونوں فوراً دانت اندر کرتے انسان بنے تھے۔

"دراصل ابا حضور کی عزیز مہمان کو کوئی مسئلہ درپیش ہے، اور ابا حضور کسی کام کے سلسلہ میں چوک تک گئے ہوئے ہیں، تو۔۔۔" خلاف طبیعت نہایت مودبانہ انداز مدعا بیانی کر رہا امروز تھانیدار کے کڑے تیوڑوں سے

خائف ہو کر جملہ ادھورا چھوڑیوں مسکرایا جیسے آگے آپ سمجھدار ہیں کہ رہا ہوں۔

"تو؟"

"چونکہ آپ کو انھیں ہینڈل کرنے کا چند روزہ تجربہ ہے سو آپ۔۔" تھوک نگل کر شروع ہوا شہروز بھی جملہ مکمل کئے بغیر ویسے ہی مسکرایا۔

"تم دونوں کو ہینڈل کرنے کا بھی میرا بائیس سالہ تجربہ ہے اسے بروئے کار لاؤں؟ چپ چاپ سے جا کر اپنا کام کرو۔" بنا لحاظ جھڑکے جانے پر دونوں لٹکی شکل لیکر واپس مڑنے ہی والے تھے کی زینیہ کی ہراساں گزارش پر طلحہ کو دانت پیستے ہوئے اٹھنا ہی پڑا تھا۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"ہاں! جنابہ کیا مسئلہ درپیش ہے آپ کو؟" تین باراتیوں کے ہمراہ ماتھے پر لاتعداد ناگواری کے بل نمودار کئے اب وہ باتھ روم کے پاس ہراساں کھڑی ملک زادی کے سر پر کھڑا تھا۔۔

"میں یہاں کیسے باتھ لوں گی؟" نخوت و مغروریت کی آماجگہ سیاہ غزالی آنکھوں میں بے انتہا تشویش سموئے باتھ روم کی طرف اشارہ کرتی وہ متحوش سی الٹا پوچھ رہی تھی۔

"استغفر اللہ! اب یہ بھی میں بتاؤں آپ کو؟" غیر متوقع سوال پر وہ تذبذب کا شکار ہوا۔

جس پر زینیہ سمیت دونوں یاجوج ماجوج کی جوڑی کی کھی کھی اس کے تیور مزید بگاڑ گئے۔

"تم لوگ دفع ہو جاؤ فوراً سے شاباش!"

اس کا کرخت انداز تھا ہی ایسا وار نگ دیتا ہوا کی تینوں گدھے کے سر سے سنگ کی طرح منظر سے غائب ہوئے تھے۔۔

"ہاں! اب بتائیں رانی صاحبہ کیا پوچھ رہی تھیں آپ؟" وہ ہمہ تن گوش ہوا تھا۔۔۔

"زیادہ اسمارٹ مت بنو! تم جانتے ہو میرے کو ئیسچن کا مطلب؟"

اس کے ذو معنٰی انداز پر اپنی خجالت مٹاتی وہ تنفر سے جتاتی بولی۔

"بالکل! ملک شہزادی اب یہ ناچیز خادم آپ کے اشارے کنائیں نہیں سمجھے گا تو بھلا کون سمجھے گے۔۔" محترمہ کی الٹا چڑھائی پر وہ جبڑے بھینچتا عاجزانہ کم استہزائیہ انداز میں زیادہ سینے پر ہاتھ رکھ کر ذرا جھکا تھا۔

طنز و تکریم کے عجیب امتزاج پر وہ غصہ سے نتھنے پھلاتی ہوئی میٹھیاں بھینچ گئی۔ نجانے تھانیدار کو ایسی کیا پرخاش تھی اس کی ذات سے۔۔

جھیل اچھا ہے کنول اچھا ہے یا جام اچھا ہے،

تیری آنکھیں کیلئے کونسا نام اچھا ہے،

"کیا ارادے ہیں رانی صاحبہ کے نگاہوں سے ہی قتل کریں گی؟" اس کی خونخوار نگاہوں کا مرکز اپنا چہرہ دیکھ وہ بناوٹی خائف تاثرات لیئے تھوڑا آگے کو جھکا۔

"مائی بیڈ! مجھے تم سے پوچھنا ہی نہیں چاہیئے تھا میں منشی انکل کو ہی بلاتی ہوں۔" وہ اس کے محظوظ کن تاثرات سے تندور کی طرح جلتی ہوئی باہر کی راہ لینے کو تھی کی طلحہ راہ میں حائل ہوا۔۔

"اطلاعاً عرض ہے آپ کے چچا محترم ضروری حاجت سے باہر تشریف لے گئے ہیں، اور آپ کا اس سلسلہ میں باہر تشریف لیجانا گویا ایک نئے تماشہ کو جنم دینا ہے، جس کا میں فلحال متمنی نہیں کیونکہ پہلے ہی کافی میلا لگ چکا ہے، سو آئیں شہزادیِ وقت یہ ادنیٰ بندہ آپ کو اس حمام خانہ کی میکانزم سمجھا دیتا ہے۔۔۔ خیر سے آپ کی طویل نہ سہی مختصر قیام بھی نہیں ہے یہاں، اور آپ اتنے دن بنا باتھ لیئے تو گزارا کر نہیں سکتیں۔۔" وہ اس کی تلملاہٹ سے خود بھی تلملاتا چباچبا کر مگر نہایت ہی شائستہ لب و لہجہ میں اسے لتاڑتا اندر آیا۔

آبرو سے خطاب کرتے ہوئے وہ دانستہ لہجہ شائستہ رکھتا تھا۔ جس وجہ سے کتنے ہی طنز اس کے سر کے اُپر سے گزر جاتے تھے۔ اس کے ہونق تاثرات سے تھانیدار کو نجانے کیوں عجب کمینی سی خوشی ملتی تھی۔

"جائیں! جائیں! ڈرنے کی کیا بات ہے، جب رہنا یہاں چوبیس سات ہے۔۔"

وہ واش روم میں نل وغیرہ کھول کر دیکھ رہا تھا جب دروازے کی جانب سے یاجوج ماجوج کی جوڑی نے اپنا حصہ ڈالا۔

جس پر وہ دانت پیس کر رہ گیا۔ ان دنوں اس کے ستارے ہی شائد غلط محور میں داخل ہو گئے تھے۔۔

"چوبیس سات؟"

"ٹوئنٹی فور سیون۔۔" وہ بنا مڑے جواب دیکر نل کے نیچے ٹب صحیح سے رکھنے لگا۔

وہ خلاف طبیعت ڈور فریم میں کھڑی آنکھیں چھوٹی کر کے اس کی ایک ایک حرکت نہایت توجہ سے دیکھ رہی تھی۔

"جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کی یہ ہمارا چھوٹا سا قصبہ ہے، کوئی میٹروسٹی نہیں، تو یہاں بہت سی آسائشات نہیں ہے، اس لیئے نہیں کی لوگوں کی حیثیت سے باہر ہے، بلکہ اس لیئے کی سادگی پسند لوگ اس کا استعمال معیوب یا پھر فضول خرچی سمجھتے ہیں۔۔

ہمارے گھر میں ایسا معیوب جیسا معاملہ تو نہیں ہے، لیکن آپ کو یہاں باتھ ٹب بھی دستیاب نہیں ہو سکتا، اور اتفاق سے شاور خراب ہے، اس لیئے میں نے نکال دیا ہے شہر سے واپسی پر لے آؤں گا۔ یہاں چوک پر مل جائے گا لیکن کوالٹی پر میں کومپرمائز نہیں کرتا۔۔" وہ ٹب کے مقابل ٹیبل رکھ کر باقی ضرورت کی چیزوں کو وہاں پڑے بڑے سے اسٹینڈ پر سلیقہ سے رکھتا اسٹینڈ ٹب کے قریب کھسکا کر سائیڈ سے مگ لیکر ٹب میں ڈالتا ہوا تفصیلا گویا ہوا تھا۔

"پھر باتھ کیسے لوں گی میں؟" اس کی لمبی چوڑی تفصیل و تشریح پر وہ بالکل رونے والی ہو گئی تھی۔

اسے حقیقتاً یہ عجیب و غریب میکانزم سمجھ نہیں آئی تھی۔ گو کے باتھ روم خاصہ کشادہ خوبصورت ٹائلز سے مزین جدید طرز کا بنا ہوا تھا۔ لیکن تجربہ تو اس سے اس کا پہلا تھا۔ طلحہ کو اس کی روہانسی شکل دیکھ بیک وقت اس پر ترس اور ہنسی آئی تھی۔۔

"بہت آسان ہے۔ اس لارج سائز کنٹینر میں نل سے پانی بھریں اور اس خوبصورت سے مگ کا سہی استعمال کریں۔" وہ ٹب میں کھلے نل کو بند کرتا مگ میں پانی بھر کر دکھاتا ہوا اب کے قدرے نرمی سے بولا۔

"تم بھی ایسے ہی باتھ لیتے ہو؟" متغیر کیفیت میں اس کو خود سمجھ نہیں آیا وہ کیا پوچھ بیٹھی ہے۔ لیکن تھانیدار کی فوری رد عمل نے اس خفت زدہ کر دیا تھا۔

"لاحول ولا قوۃ۔۔ آپ تو حد سے زیادہ پرسنل ہو رہی ہیں محترمہ، آپ آج ٹرائی کر لیں شام تک کوشش کر کے کوئی سا بھی شاور فٹ کر جاؤں گا اور

جب شہر سے واپسی ہو گی تب دوسرا لے آؤں گا۔۔"اسے پریشان کرنے کا ارادہ ترک کرتا وہ تسلی دینے کے انداز میں سنجیدگی سے بولا تھا۔

"تھینکس!!۔"جواباً بجائے نخوت سے ناک چڑھانے کے ممنونیت سے بولی۔

وہ ہنکار بھر کر نکل گیا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

طلحہ ابرار حمید عرف تھانیدار کے ستارے حقیقتاً گردش میں تھے،ابھی وہ ملک زادی سے نبرد آزما ہو کر سکون سے بیٹھ کر کیس فائل کے چند اوراق کی بھی گردان نہیں کر سکا تھا کی بڑے بڑے برتنوں کے ساتھ محلے کے تین چار لڑکوں کے ہمراہ رقیہ دادی خفا خفا تاثرات سنگ گھسی چلی آئی تھی۔

ان کے پیچھے ہی نغمہ نجمہ اور ٹیپو کی سواری باد بہاری بحیثیت آڈینز لائیو شو دیکھنے چلے آئے تھے۔

شکر کی تبھی ابرار حمید نے بھی انٹری مار لی تھی۔

اور برتن کچن میں رکھ کر ازنو دادی کا آئے ہائے پروگرام شروع ہو گیا تھا۔

"اب انھیں کون بتائے یار! اپنی نوعیت کا اس دنیا کا میں شائد نہیں یقیناً واحد دلہا ہوں جو اپنی ہی نکاح میں لڑکی والوں کی جانب سے شریک ہوا تھا۔۔ لیکن یہاں میری مظلومیت کی داستاں سننی کسے ہے۔۔ یہاں تو عشق کی 'ع' سے بھی کوسوں دور بندے پر سیدھا عشق و عاشقی کے پیچیں لڑانے کا سنگین الزام عائد ہے۔۔" دادی کی ہائے ہائے سنتا وہ دل ہی دل پیچ و تاب کھا رہا تھا۔۔

"میں پوچھتی ہوں تھانیدار! کیا ہم نے تجھے تھانیدار بنا کر شہر اسی لیئے بھیجا تھا تو وہاں سے 'پرکٹی کبوتری' بیاہ لائے۔ ہائے! ہائے! نہ دلہنا پے کا روپ نہ ساز وسنگھار نہ لاج شرم لونڈوں والے ملبوسات میں اپنے تیری سہاگن کو دیکھ کر تو میرا دل ہی بھاری ہو رہا ہے۔۔" وہ دادی رقیہ ہی کیا جن کی زبان ایک بار ٹریک پر چڑھنے کے بعد کسی کا لحاظ کر لے۔

جواباً حاضرین محفل بے لاگ تبصرہ پر بری طرح گڑبڑا گئے تھے۔ طلحہ بھی ٹھیک ٹھاک اپنی جگہ بوکھلایا تھا۔ جبکہ گومگو کی کیفیت میں ابرار حمید کی پہلو میں بیٹھی آبرو کا چہرہ اس درجہ تعریف پر سرخ پر گیا تھا۔ خود ابرار حمید کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

"دادی دیکھیں پیاری بھی تو بہت ہے بالکل دودھ ملائی جیسی رنگت ہے۔۔" نغمہ سب کو سکتہ میں دیکھ منمنائی۔

"ہیں!!!۔"

کسی قدر چونک کر سر اٹھاتے ہوئے انھوں نے ناک پر موٹے فریم کا بھاری چشمہ درست کر کے آنکھیں سکیڑ کر بقول ان کے اس شہری پر کٹی کبوتری کو جانچتی نظروں سے دیکھا۔

"ہاں! سو تو ہے!۔"

چاند سی اجلی رنگت، کٹاؤ دار گلابی مائل ہونٹ، ستواں کھڑی ناک، بڑی بڑی کشادہ گھور سیاہ آنکھیں، اس پر سیاہ گھنی خمدار پلکوں کا پہرا، شانوں کو چھوتے سنہرے مرطوب گیسوؤں کے ہالہ میں چاند کو مات دیتا مکھڑا حسن و نزاکت میں یکتا تھا۔

لحظے بھر کو دادی کھو سی گئی تھی۔ لیکن یہ محض ساعت کی سازش تھی۔۔

"لیکن فقط روپ ورنگ ہم نے گھول کر تھوڑی نہ پینا ہے، طور طریقہ دیکھتے ہیں لوگ۔ جب گھر کی بہو کے رنگ ڈھنگ ہی نرالے ہونگے تو سماج برادری کو بھلا کیا منہ متھادیں گے ہم۔۔" ایک پل میں متاثر ہو کر دوسرے پل واپس وہ اپنے موقف پر ڈٹ گئی تھی۔

"دادی کیا بات کر رہی ہیں یار آپ،،، روپ رنگ گھول کر پینے کی چیز ہے بھی نہیں۔۔ ارے! روپ رنگ تو اس زمانہ میں حاسدین کو ایک جھلک میں ہارٹ اٹیک دلوانے کی چیز ہے، ٹویٹر ٹرینڈ نہیں جانتی آپ؟" امروز کو ٹھوا دیکر شہروز میدان میں آیا تھا۔

کیونکہ تھانیدار تو اس سب سے محظوظ ہو رہے تھے۔ جبکہ بیچارے ابرار حمید آبرو سے نظر چرا رہے تھے۔۔

"ہیں!! یہ مواٹوٹر کیا ہے؟" دادی کا حسب عادت حیرت والا 'ہیں' بلند ہوا۔

"ٹویٹر کو ماریں گولی دادی! اور سوچیں جب آپ اپنے تھانیدار کی پریوں جیسی حسن و نزاکت میں یکتا تھانیدارنی کا اپنے سماج برادری سکھی سہیلی میں تعارف کروائیں گی، پھر کس نابینا کو ہوش ہو گا طریقہ سلیقہ، طرز پوشاک جیسی ثانوی چیزوں پر غور کرنے کا؟"

امروز نے بہت سوچ سمجھ کر دادی کی کمزور نبض پر ہاتھ رکھا جس پر وہ نیم واں لبوں پر شہادت کی انگلی رکھتے چشم تصور میں گئی۔۔

"ہاں! دادی پھر تصور کریں کیسی دھاک بیٹھے گی سب پر آپ کی۔۔ بھئی! میرا تو کھلا دعویٰ ہے آپ بھی ذرا ایمان سے کہیں کیا کوئی جنریٹر لیکر بھی ڈھونڈنے میں کامیاب ہو سکتا ہے بھابی کے قدموں کی دھول جتنی بھی حسین بہو؟ پھر پہناوے اڑھاوے جیسی ثانوی چیزوں کا کیا ہے وہ تو سیکھ ہی جائیں گی بھابی۔۔۔ لیکن ان کی تعلیم اور حسن تو لاثانی ہی رہے گی۔۔" نجمہ

نے بھی گرم لوہے پر ہتھوڑا مارنے کے مصداق فریبی الفاظ کے زیاں میں ذرا کنجوسی نہیں کی تھی۔

جس پر جہاں انھیں جھڑی زدہ پیشانی پر مزید سوچوں کے بل نمودار کئے از سر نو اپنی رائے پر غور و فکر کرتا دیکھ سب نے سکون کا سانس لیا۔ وہیں طلحہ ان ڈرامہ کمپنیوں کی صلاحیت کا معترف ہوتے سر ہلا گیا۔

"ہیں!! یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں!۔"

"ہیں! یہ کیسی بات کر دی دادی۔۔ آپ کو بھلا سوچنے کی کیا ضرورت ہم سب کو پال کر بھلا کس لی ئے بڑا کیا ہے؟" امروز لگاوٹ سے کہتا ان کے قریب ہوا تھا۔۔

"چل پڑے ہٹ! اور ذرا جا کر دستر خوان چُن دے، کہیں نہاری ٹھنڈی نہ ہو جائے۔۔" مجال ہے جو دادی کسی کے لاڈ اٹھالے امروز بڑا سا منہ بنا کر کھی

کھی کر رہے اپنے ماں جائے اور اس چڑیل کو گھورتا کچن کی طرف بڑھ گیا۔ آبرو کو بھی ابرار حمید نے سرعت سے زینیہ کے ہمراہ روم میں بھیج دیا تھا۔

پیچھے ندرت خالہ سے دادی از سر نو اسی موضوع پر محو بحث ہو گئی تھیں۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"دادی کی محبت کا جواب نہیں ہے، ایک طرف شادی سے شدید والی ناراضگی اور دوسری طرف بھرپور ولیمہ کا اہتمام۔۔" ترتیب سے رکھے بڑے بڑے دیگچیوں کے ڈھکن ہٹا رہی نغمہ کو بے ساختہ دادی پر پیار آیا تھا۔

"سو تو ہے! اللہ دادی کی عمر دراز کرے میرے ساتھ آج بڑی بھلائی کی ہے انھوں نے، ورنہ آج دوپہر اس بھٹی میں تپنے کا میرا ذرا کوئی ارادہ نہیں

تھا۔"امروز کو بس موقع دستیاب ہوا پنا رونا رونے کی سبھی نفی میں سر ہلا کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے۔۔

"ویسے بڑے ہی کوئی گھنے مسینے ہو تم لوگ بھنک نہیں لگنے دی اور بھابی بیاہ لائے، جیسے ہمیں بتاتے تو ہم نے رنگ میں بھنگ ڈال دینا تھا۔۔" نجمہ شکوہ کرنے کا موقع میسر آتے ہی ملامتی انداز میں گویا ہوئی تھی۔۔

"رنگ میں بھنگ کا تو معلوم نہیں۔۔ لیکن چھوہارے پر ضرور تم نے چڑیل کی طرح جھپٹا مار دینا تھا۔۔" نغمہ کو اسٹینڈ سے گلاسیس نکال کر تھماتا ہوا وہ بتیسی کی نمائش کرتا دل جلاتے انداز میں بولا۔

ان کیلئے خود بھابی دلسوز انکشاف ثابت ہوئی تھی۔اور محترمہ الٹا شکوے شکایات کے پٹارے کھول رہی تھیں۔۔

"چھوہارے پر جھپٹا مارنے کا تو معلوم نہیں، لیکن اس چڑیل کا من کر رہا ہے اس چھوہارے جیسی شکل والے جن کا منحوس تھوبڑا جھپٹا مار کر ضرور بگاڑ دے۔۔"جواباً وہ بھی خونخوار بلی کی طرح جھپٹی تھی۔۔

"خبردار لڑکی!! جو اپنے ناپاک ارادوں کو عملی جامہ پہنایا تو، یہ حسین و جمیل چہرہ مبارک کسی کا چاند ستارہ آنکھوں کا تارہ ہے، جس کے دید کی عید کیلئے کہیں کوئی راتوں کو جاگتی ہو گی، تم بدذوق کو قدر نہیں تو ناقدری بھی نا کرو۔۔"اپنے چہرے پر محبت سے ہاتھ پھیرتا وہ نجانے خود کس کوہ قاف کا باسی سمجھ رہا تھا۔۔

"یقیناً وہ موصوفہ بینائی سے محروم ہو گی، کہنے کا مطلب اپنے نصیبوں پر رو رو کر اندھی ہو گئی ہو گی۔۔"نجمہ جلا دینے والی مسکراہٹ سے پلیٹس میز پر پٹخ کر بولی تھی۔۔

"لڑکی!!۔۔"

"افف! توبہ!۔۔ تم دونوں کو بس موقع مل جائے پانی پت کی جنگ چھڑ جاتی ہے۔۔۔ چلو جلدی ہاتھ چلاؤ باہر دادی کا پہلے طلحہ بھائی کی شادی اب نہاری کے ٹھنڈے ہونے کی فکر بی پی شوٹ کروا رہی ہے۔" دونوں کو پوری طرح فارم میں دیکھ آخر نغمہ کوئی ہی سیز فائر کرنا پڑا تھا۔

"میں تو کام ہی کر رہا ہوں اپنا نغمہ!! بس یہ پھوہر عورت زبان درازی میں لگی ہے۔" امروز باقاعدہ زنانہ انداز میں کفگیر سے نجمہ کی طرف اشارہ کرتا آنکھیں نچا کر بولا تھا۔۔

"اس پھوہر عورت کی بد دعا ہے اللہ میاں جی، پلیز دستر خوان پر کسی طرح رقیہ دادی کے فیوز اُڑے حافظہ میں گزشتہ ہفتہ کی طوفانی بد تمیزیاں پوری آب و تاب سے تازہ ہو جائے، اور ساتھ پورے محلے کی چھتوں پر دھمال

چوکری ڈال رہے دو لنگوروں کی بھوتی شریف بھی۔تاکہ آج ہمارا دن بن جائے۔آمین!آمین!۔"دعا مکمل کر کے چہرے پر عقیدت سے ہاتھ پھیرتی ہوئی پلیٹس اٹھاتی تینوں کی ہونق شکل پر ایک کمینی مسکراہٹ اچھال کر نکل گئی تھی۔۔

"اگر اس پھوہر عورت کی دعا آج قبول ہو گئی نہ یقین کرو میں نے پورے سو نوافل پڑھنے ہیں اس کی کسی جن سے شادی کیلئے۔"امروز بھی ٹرے میں دو ڈونگے رکھتا تن فن کرتا وہاں سے نکلا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دالان کے درمیان میں بڑے سے دستر خوان پر لوازمات چن دئے گئے تھے۔اور آبرو کے دیکھتے ہی دیکھتے دستر خوان کے اطراف سب نے بڑے آرام سے نشست سنبھال لی تھی۔

"آپ کو اب کس شاہی فرمان کا انتظار ہے یور ہائی نیس؟" طلحہ ہونق تاثرات سنگ اپنے کمرے کی دہلیز پر کھڑی آبرو کے قریب پہنچا تھا۔

جو ایسے سب دیکھ رہی تھی جیسے دنیا کا کوئی آٹھواں عجوبہ ہو۔۔

"یہ۔۔یہ۔۔یہ سب ایسے۔۔ای مین ایسے نیچے سب میٹ پر۔۔مطلب کیسے؟" یکے بعد دیگرے نئی چیزوں سے معترف ہو رہی آبرو کے پاس تو اب گویا حیرت کے اظہار کیلئے الفاظ ہی ختم ہو گئے تھے۔۔

"یہی کھانا کھانے کا صحیح طریقہ ہے نیچے سلیقہ سے دستر خوان پر بیٹھ کر۔۔نام نہاد تعلیم و ترقی یافتہ لوگ جو میز کرسی پر بیٹھ کر کانٹے چھری سے آوازیں پیدا کرتے ہوئے کھانا کھانے کو تمیز و تہذیب کہتے ہیں، وہ نہ ہماری مذہبی تعلیم ہے نہ مشرقی تہذیب۔۔وہ مغربی تہذیب ہے جو انگریزوں نے بطور تحفہ

نوازا ہے۔" وہ اس کی حیرانگی سمجھتا متحمل سا ٹھوس لہجے میں جتاتا ہوا گویا ہوا تھا۔۔

"تت۔۔ مم۔۔ مجھے بھی یہاں اس طرح۔۔" وہ اپنی ٹائٹ جینز اور ڈھیلی ڈھالی شرٹ کی طرف اشارہ کرتی ہچکچائی تھی۔

"اگر آپ مزید رقیہ دادی کی درس وتدریس سماعت نہیں فرمانا چاہتی تو ہاں!۔۔۔ ورنہ آپ کے منشی انکل تو ہیں ہی، آپ کیلئے۔۔۔" وہ کندھے اچکاتا فائلز رکھنے اندر بڑھ گیا۔

آبرو ایک شرر بار نظر اس کی چوری پشت پر ڈال کر ایک نئے تجربہ کیلئے مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق چل پڑی تھی۔۔

"لگتا ہے ملک زادی اپنی لمبی زبان کسی بیگ میں رکھ کر بھول گئی ہیں، تبھی اللہ میاں کی گائے بنی ہوئی ہے۔۔"

طلحہ جب منہ ہاتھ دھو کر واپس آیا اسے رقیہ دادی کے پہلو میں بھرے پلیٹ کے ساتھ رونی شکل لیئے بیٹھا دیکھ اس کا بے اختیار من بلند قہقہہ لگانے کو کیا تھا۔ لیکن غیر موذوں موقع محل کو دھیان میں رکھتا ہوا گلا کھنکار کر آبرو کے عین مقابل ابرار حمید کے پہلو میں خالی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔۔

"ہے! دلہن یہ تم چڑیا کی طرح چوں چوں دانہ کیا چگ رہی ہو، اچھے سے کھاؤ چڑیا جتنی تو جان ہے تمہاری کم از کم خوراک تو ڈھنگ کا لو۔۔"

"جج۔۔جی۔جی!۔۔"رقیہ دادی کی تیز آواز پر بمشکل دانے چگ رہی آبرو بے طرح اچھل پڑی تھی۔۔۔

"لو جی! کہنے کو مشٹنڈے پہلوان جیسے تھانیدار کی تھانیدارنی ہو، اور ذرا سی آواز پر خزاں رسیدہ پتے کی طرح لرز گئی۔۔بتاؤ بھلا اس زمانہ کی لڑکیوں کا نہ

بدن میں ماس نہ جگہ پر حواس۔۔۔"دادی کے بے لاگ متاسف تبصرہ پر ابرار حمید اور ندرت خالہ نے بے بسی سے اس بیچاری کو بچی کو دیکھا۔

جبکہ امروز لوگوں نے توپوں کا رخ اپنی جانب مڑنے سے بچت کیلئے بڑے بڑے نوالے منہ میں تقریباً ٹھونس لیا تھا۔

بہت عجیب ہے یہ قربتوں کی دوری بھی

وہ مرے ساتھ رہا اور مجھے بھی نہ ملا

ان سب کے برعکس اپنے حوالہ پر لحظے بھر کو رغبت سے کھارہے تھانیدار کی دھڑکن سمیت پورے جسم کے اعضا کی حرکت تھم سی گئی تھی۔اس نے

ایک نگاہ غلط اٹھا کر اسے دیکھا جو واقعی چھوئی موئی سی نرم و نازک آبگینہ جیسی تھی۔ تھا نیدارنی کا ٹائٹل تک اس پر کافی بھاری لگ رہا تھا۔۔

"اچھے سے کھاؤ کچھ صحت بنے گی۔" سب کے برعکس دادی کی تمام تر توجہ کا مرکز آبرو کی پلیٹ بنی ہوئی تھی۔

اپنے پلیٹ پر پہاڑ جمتا دیکھ آبرو کا بری طرح سر گول گول گھومنے لگا تھا۔۔

"دادی آج کیلئے اتنا کافی ہے، یوں بھی وہ یہ نہیں کھاتی۔" امروز کو اس کی حالت پر ترس آیا تھا۔۔

"تو پھر کیا کھاتی ہے؟" عجیب بات پر دادی نے اچنبھے سے امروز کو دیکھا۔

"گھانس پھونس۔" بے ربط جواب بلاشبہ طلحہ کا تھا۔

"ہیں! بکری ہے کیا؟" انھوں نے بلا توقف متعجب نظروں سے گردن گھما کر آبرو کو دیکھا۔

جس پر آبرو پہلو بدل کر رہ گئی تھی۔۔

"دادی! بھائی جان کے کہنے کا مطلب ہے بھابی متوازن غذا لیتی ہیں، جس میں ہر غذائی عنصر کی مخصوص مقدار موجود ہوتی ہے، جو صحت کیلئے اچھی ہوتی ہے۔۔" نغمہ نے فوراً بات سنبھالی تھی۔

"تو نہاری خورمہ بریانی کیا غیر متوازن غذا میں شمار ہوتی ہیں؟" اپنے ہاتھوں کے بنے کھانے پر دادی کا خاندانی جلال عود آیا تھا۔۔

"دادی زیادہ تیل مسالہ گھی جیسی چیزیں صحت کیلئے اچھی بھی نہیں، ایسی چیزیں کبھی کھبار کیلئے ہی ٹھیک ہے، اور آپ پلیٹ چھوڑ دیں فروٹس کھالیں۔۔" آخر طلحہ کو ہی دستر خوان پر چھڑی بحث کو سمیٹنا پڑا تھا جس پر سب نے ہی سکھ کا سانس لیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

اللہ اللہ کر کے رقیہ دادی سمیت پوری ٹیم کی عصر کے قریب واپسی ہوئی تھی۔اور ابھی حمید منزل پر صحیح سے امن وشانتی کی چادر تنی بھی نہیں تھی کہ ایک نیا مسئلہ کشمیر کھڑا ہو گیا۔

منشی جی نے نا صرف اپنی عزیز مہمان کیلئے ریفریجریٹر اور اے سی منگوایا تھا۔بلکہ تھانیدار کے خلوت گاہ کو تھانیدارنی کا خواب گاہ بھی ڈکلئیر کر دیا تھا۔بس پھر گزشتہ چھتیس گھنٹہ سے پریشر کوکر کی طرح پھٹنے کو تیار تھانیدار پھٹ ہی پڑے تھے۔

"تھانیدار! یار سمجھنے کی کوشش کرو،امروز شہروز کے روم کی حالت کا تمہیں اندازہ ہے پھر وہ روم اندر ہے وہاں گرمی زیادہ ہوتی ہے،اور زینیہ کا کمرہ کافی چھوٹا ہے، باقی بچا میرا اور تمہارا تو۔۔میرے کمرے میں سامان بہت ہے،اس طرح تمہارا واحد کمرہ ہے جو ہر اعتبار سے آبرو بیٹی کیلئے مناسب ہے۔۔"طلحہ

کی شاکی گھوریوں کی جواب میں وہ متانت بھرے انداز میں گویا ہوئے تھے۔۔

جواباً تھانیدار کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔۔

"منشی جی! اب بس بھی کریں یار۔۔ جتنی زیادتیاں آپ گزشتہ چوبیس گھنٹہ۔۔۔ نہیں!۔۔ گزشتہ پندرہ بیس دنوں کے اندر میرے ساتھ کر چکے ہیں اور میں فرمانبردار اور تعبدار سپوت کی طرح سر تسلیم خم کر چکا ہوں کافی ہے، مزید میں برداشت نہیں کر سکتا۔ کم از کم یہ اپنے روم میں ایئر کنڈیشنر، ریفریجریٹر کے ساتھ ان جنابہ کا اضافہ۔۔" وہ ہتھے اکھڑ چکا تھا اب کی بار تبھی خاصی برہم انداز میں دوٹوک انداز میں احتجاجی ہوا۔

"یار! چھوٹی سی بات کو شگوفہ مت بنادو۔۔ویسے بھی تم رہتے کہاں ہو گھر تمہارا کمرہ تو خالی ہی پڑا رہتا ہے۔۔" وہ گرم گرم چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے نہایت اطمینان سے پچکارتے ہوئے بولے۔۔

"خالی پڑا رہتا ہے اس کا ہر گز بھی یہ مطلب نہیں کی آپ میرے خلوت گاہ کا اؤنر ہی بدل ڈالیں حد ہے۔۔" وہ بری طرح تپا تھا ان کے بات کو ہوا میں اڑانے پر۔۔

"تھانیدار! اب تم زیادتی کر رہے ہو، اصلولاً دیکھا جائے تو تمہاری منکوحہ کی حیثیت سے آبرو بیٹی کا تمہارے کمرے پر برابر۔۔بلکہ تم سے بھی زیادہ حق ہے۔جسے تم چیلنج نہیں کر سکتے۔۔" خالی کپ میز پر رکھتے ہوئے وہ داؤ بدل چکے تھے۔

"چھوٹے! آج ثابت ہوا ہمیں یہ ذہانت جمع تخریب کاری دماغ وراثت میں ملا ہے۔۔"

ان کے اس تیزی سے گیم پلان بدلنے پر کچھ ہی دور پر ریفجریٹر اور اے سی کا گھوم گھوم کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی بحث سے بھی محظوظ ہو رہی یاجوج ماجوج کی جوڑی عش عش کرا اٹھی تھی۔۔

"خدا کا واسطہ ہے منشی جی! ایسے اصول کو تو سیدھا چولہے میں ہی جھونک دیں آپ۔۔۔ میں نہیں مانتا اس حادثاتی نکاح کو اور ان ملک زادی کو اپنی منکوحہ۔۔" وہ ہاتھ باقاعدہ جوڑتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ مطلب کمال ہی ہو رہا تھا اس کے ساتھ۔۔

"فار کائینڈ یور انفارمشن مسٹر یونی فارم! ادھر بھی ایسا کچھ نہیں ہے۔" دائیں جانب سے ابھری تند و تیز آواز پر جلا بھنا وہ آنکھیں سکیڑ کر مڑا تھا۔۔ جبکہ امروز اور شہروز نے مسکراہٹ چھپائی تھی۔

"بائے داوے انکل! سارے رومز ان فیکٹ پورے گھر سے اچھی وایبز آ رہی ہے۔ ایکسیپٹ دیس روم۔۔ سو میں یہیں سٹے کروں گی تاکہ اپنی پریزنس سے یہاں کی وایبز چینج کر سکوں، اب اس چیز سے جس دو کوڑی کے وردی والے کو پرو بلم ہے، میری طرف سے شوق سے ہو۔۔" وہ اسے صاف نظر انداز کرتی ازلی عامیانہ انداز میں ابرار حمید سے مخاطب ہو کر شانے اچکا گئی تھی۔

جس سے اس کے سلکی بالوں نے ہوا میں لہرا کر گویا اس کی حمایت کی تھی۔۔

"ہے! محترمہ زبان درست کریں اپنی۔۔" امروز شہروز کی کھی کھی پر وہ بھپڑ کر اٹھا تھا۔۔ جبکہ ابرار حمید نے خاموشی کو ترجیح دی تھی۔۔۔

"جہاں تک میں دیکھ رہی ہوں اپنی ٹون درست کرنے کی ضرورت فلحال 'تمہیں' ہے۔" وہ تمہیں پر دباؤ ڈالتی نخوت سے ناک چڑھا گئی تھی۔

طلحہ اس کے انداز پر ضبط سے مٹھیاں بھینچ گیا تھا۔

"آپ دونوں مائنڈ نہ کریں تو یہ 'میرے' روم میں شفٹ کر دیں گے۔" اب کے خصوصی دباؤ میرے پر ڈال کر وہ شائستہ انداز میں امروز شہروز سے مخاطب ہوئی تھی۔

"محترمہ! وہ میرا کمرہ ہے، سمجھ آ رہی ہے آپ کے؟" وہ بھینچے مگر جتاتے انداز میں گھور کر بولا تھا۔

"جواب میرا ہو چکا ہے، ناٹ فار ہمیشہ۔۔" اس پر جیسے اثر ہی نہیں ہوا تھا۔۔

"آپ۔۔۔۔"

"آ۔۔آب۔۔آبرو بیٹا۔آج تو آپ کے روم میں یہ سب نہیں لگ سکتا شام ہو گئی ہے،اب کل ہی۔۔"ابرار حمید نے تیزی سے مداخلت کی تھی۔۔

"نوایشو!انکل۔آپ کل کر دیں۔۔"وہ نجانے کس ترنگ میں تھی۔

ابھی ایک گھنٹہ پہلے تک محترمہ کی گھگھی بندھی ہوئی تھی۔اور اب زبان کے آگے گویا خندق تھا۔

طلحہ ماتھے پر لاتعداد بل نمودار کے آنکھیں سکیڑ کر متوازن چال چلتا ہوا اسے اپنی تیز نظروں کی گرفت میں لیئے اس کے قریب پہنچا تھا۔۔

"یہ اپنی گز بھر کی زبان کچھ دیر پہلے تک آپ نے کس ریفریجیٹر میں رکھا تھا؟کیونکہ ابھی یہ والا تو لگا نہیں ہے؟"نئے ریفریجیٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے سوال ہوا۔

"وہ تمہارا کنسرن نہیں ہے۔" وہ دیدے نچا کر ٹکا سا جواب چپکاتی واپس کمرے میں غائب ہونے کو تھی کی طلحہ کی آواز پر اٹھتے قدم ٹھٹھک کر تھمے تھے۔۔

"بھلے وہ میرا کنسرن نہیں ہے، لیکن آپ نے جس روم پر کسی خطرناک قبضہ مافیا کی طرح قبضہ جمایا ہے، وہاں عرصہ دراز سے رہائش پذیر دیگر معصوم مخلوق تو میری ہی کنسرن ہے۔۔"

"کیا مطلب؟" اس کی سنجیدہ آواز پر وہ ناسمجھ تاثرات لیئے واپس اپنی جگہ پر یعنی اس کے مقابل آئی تھی۔۔۔

"طلحہ!" ابرار حمید نے اسے پھر کوئی شگوفہ چھوڑنے سے باز رکھنا چاہا۔

لیکن وہ تھا نیدار ہی کیا جو اپنا ہدف پائے بغیر قدم کھینچ لے۔۔

"پلیز منشی جی! مجھے بتانے دیں یہ جس کمرے کی فضا بدلنے کو کوشاں ہیں، وہاں دوسرے زی روح بھی سانس لیتے ہیں مثلاً۔۔۔" دانستہ جملہ نامکمل چھوڑ اس نے نگاہ اٹھا کر ملک زادی کے چہرے پر خوف کا تاثر دیکھنا چاہا جہاں شائبہ تک نہ تھا۔۔

"ناٹ آگین!" وہ دائیں بائیں سر کو جنبش دیتی تھانیدار کو جتا گئی تھی کی وہ مزید اس کی لچھے دار باتوں میں آنے والی نہیں ہے۔۔

سرسری سی ملاقات میں ہی اسے منشی انکل کی پوری فیملی بہت اچھی لگی تھی، کٹھی میٹھی سی محبت و خلوص سے مل جھل کر مالے میں موتی کی طرح جُڑ کر رہنے والی۔۔ بس یہ الٹی کھوپڑی تھانیدار ہی وقفہ وقفہ سے کوئی نہ کوئی نیا شگوفہ چھوڑ کر دانستہ اسے ہراساں کرنے کی سعی میں تھا۔

"سوچ لیں محترمہ بعد میں شکوہ نہ کیجئے گا خیر سے میرے روم میں۔۔۔۔

"تھانیدار کی دو قسم کی دو الگ مزاج و فطرت کی گرل فرینڈز رہائیش پذیر ہیں، کہیں ان کا دیدار آپ کی نازک مزاجی پر گراں نہ گزر جائے۔۔" تھانیدار کے عتاب کی پرواہ کئے بغیر امروز نے جملہ اچک کر سنجیدگی سے اپنے مطابق مکمل کیا تھا۔

"گرل فرینڈز وہ بھی دو دو؟" آبرو کی آنکھوں میں تحیر سمٹا۔ طلحہ دانت پیستا سینے پر بازو باندھ گیا تھا۔۔

"جی! ایک مزاجاً شکی ہے جو ہمہ وقت دیوار کھڑکی کبھی کبھی تو سرہانے بیٹھی بس اپنے من مندر کے مورت کو نہارتی رہتی ہے، جبکہ دوسری فطرتاً شرمیلی ہے جو اکثر رات کے اوقات ہی اپنے من میت پریم کے دیوتا کی درشن کیلئے آتی ہے۔۔" اب کے سنجیدگی کے لبادے میں لپٹا شریر جواب شہروز کی جانب سے آیا تھا۔۔

"مم۔۔ مطلب۔۔ کک۔۔ کون ہیں وہ لوگ؟" آبرو کے نخوت زدہ تاثرات ان کی سنجیدگی پر متغیر ہوئے تھے۔۔

"اب کیا بتائیں ہم وہ دراصل۔۔"

"امروز شہروز!۔۔" ابرار حمید کی تنبیہی پکار پر شہروز کی چلتی زبان پر بریک لگا تھا۔۔

"اا۔۔ انکل۔۔ کہیں یہاں گھوسٹ تو نہیں۔۔"

"بیٹا کچھ نہیں رہتا، یہ لوگ مذاق کر رہے ہیں آپ سے۔" ابرار حمید نے ایک گھورتی نظر اپنے تینوں سپوتوں پر ڈالی۔ جو اس کے تاثرات سے حظ اٹھا رہے تھے۔۔

"ویسے اکثر مذاق حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ خیر یہ لوگ بات چوہے اور جھپکلی کی کر رہے تھے، جس سے میں بھی منحرف نہیں اکثر رات کے

اوقات یہ لوگ مجھے اپنے درشن دیتے رہتے ہیں۔۔" وہ ڈھیلے انداز میں ترکش کا آخری تیر آزما کر چل دیا تھا۔۔

پیچھے کتنی ہی دیر تک ابرار حمید متحوش آبرو کو سمجھاتے رہے تھے۔۔

---

وہ جلے پیر کی بلی بنی کمرے میں ادھر سے ادھر چکر کاٹتی ہوئی مسلسل ذہن جھٹکنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔ لیکن دماغ تھا کی بار بار اسی طرف جا رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر قبل ہی طلحہ کی کوئی محلے دار بھابی صاحبہ کی تشریف آوری ہوئی تھی۔

جو طبیعتاً کچھ زیادہ ہی شوق و شریر تھیں۔ خاص کر ان کا طرز سخن اس کی سٹی پٹی گم کر گیا تھا جو بے باکی کی حد تک کھُلے ڈھلے الفاظ کا استعمال کرتی آج کی رات کے حوالے سے ڈھیروں سرگوشیاں اس کے کان میں انڈیل کر اسے

کان کی لو تک سرخ انگار کر بحیثیت جیٹھانی نادر مشوروں سے بھی نواز گئی تھی۔

جس وجہ سے ہنوز اس کے دونوں گال بے طرح تپ رہے تھے۔

"نو۔۔نیور۔۔ناٹ ایٹ آل۔۔ایسا کچھ بھی نہیں۔۔کم آن آبرو تم اوور تھنک کر رہی ہو۔۔ مسٹر سڑواکڑ وسٹوپڈ اینڈ ڈسگسٹنگ جانتا ہے ہمارا رشتہ۔۔جج۔۔جسٹ پیپر میرج ہے۔۔۔"

گلابی نائٹ سوٹ میں حواس کی طرح منتشر شانوں پر باب کٹ بکھرے بالوں سنگ وہ خود بھی ان کی بے باک سرگوشیوں کی بازگشت پر گلابی گلابی ہوتی انگلیوں مڑوڑ رہی تھی۔۔

دفعتاً گھٹ کی آواز سے دروازہ کھلا جس پر اپنی ہی سوچوں میں غلطاں آبرو ہلکی سی چیخ کے ساتھ سینے پر ہاتھ رکھتی بے طرح اچھل کر متحوش سی دروازے کی

جانب مڑی اور وہاں طلحہ کو صرف وائٹ بنیان اور ٹراؤزر میں اپنے کسرتی مضبوط توانا جسم کی نمائش کرتا ایستادہ دیکھ اس کے ہاتھ کے طوطے کبوتر اُڑے۔۔۔۔

"تت۔۔تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟"اس کی رنگت متغیر ہوئی تھی۔۔

"آپ کو نہیں لگتا یہ سوال حماقت کی حد تک عجیب ہے۔۔؟"اس کے ماتھے پر ہلکے بل نمودار ہوئے تھے۔۔

"مطلب۔؟"

"مطلب! کیا مطلب؟اب ایک انسان اپنے بیڈ روم میں آنے کا بھی کوئی ٹھوس جواز دے۔۔؟حد ہے میرا بیڈ روم ہے یہاں آنے جانے کچھ بھی کرنے کیلئے میں کسی کو۔۔خاص کر آپ کو جوابدہ نہیں ہوں۔۔"خاصے بیزار

کن انداز میں ٹکا سا جواب دیکر دروازے کے دونوں پٹ بھیڑ تا وہ اندر چلا آیا تھا۔۔

اس کا موڈ پہلے ہی آج دن بھر کی غیر اہم مصروفیات کی وجہ سے سخت خراب تھا۔۔اور جس کی وجہ سے اعصاب بھاری ہو رہے تھے وہی محترمہ رات کے گیارہ بجے تفتیشی پروگرم شروع کر بیٹھی تھی پھر نزلہ تو اسی پر گرنا تھا۔۔

"دد۔۔دروازہ کیوں بند کیا۔۔؟"دوسری طرف آبرو کا ذہن تو الگ ہی نہج پر پہنچا ہوا تھا۔۔

"غالباً میں نے ابھی کہا کی میں اپنے کسی فعل کیلئے کسی کو جواب دہ نہیں ہوں۔۔"

"لل۔۔لیکن یہ میرا بیڈ روم ہے تم یہاں گھس آئے ہو تو تمہیں مجھے آنسر کرنا ہو گا۔۔"وہ چڑھ کر یاد دہانی کراتی ہوئی بولی۔

"ایکسکیوزمی۔۔؟"الماری کی طرف بڑھ رہاوہ بھویں مجتمع کراس کے مقابل آیاوہ بے ساختہ عرق آلود پیشانی صاف کرتی پیچھے ہوئی۔۔

"محترمہ!آپ کے منشی چچاکے کہ دینے سے یہ بیڈروم آپ کا نہیں ہوگیا۔۔یہ بیڈروم ازل سے میر ایعنی 'ڈی ایس پی طلحہ ابرار حمید' کا ہے،اور میں اس معاملے میں آپ کی سوچ سے زیادہ تنگ ذہن بلکہ کنجوس ہوں،میں اپنی ملکیت سے قطعی دستبردار نہیں ہوتا،سوآپ تسلی رکھیں یہ بیڈروم نہ میں نے آپ کو حق مہر میں دیاہے نہ منہ دکھائی میں دینے کاارادہ ہے۔۔"اس کے متحوش تاثرات کازیرک نگاہوں سے جائزہ لیتااپنی طرف سے وہ ملک زادی کی غلط فہمیاں دور کرچکا تھا۔۔

"مم۔۔منہ دکھائی۔۔؟"اتنے بڑے جملے میں اس کے یکجاہوئے حواس 'منہ دکھائی' پر واپس سے منتشر ہوئے تھے۔۔

وہ بھابی بھی تو یہی کہہ کر گئی تھی کی وہ کل انھیں دکھائے کی طلحہ نے اسے منہ دکھائی میں کیا دیا ہے۔ کیونکہ سالوں پہلے ان کے ہسبنڈ نے انھیں رِنگ دیا تھا جسے وہ آج بھی انگلی کی زینت بنائے ہوئے تھیں۔۔

"جی! منہ دکھائی اور اس میں کوئی راکٹ سائنس نہیں ہے اپنی شبِ زفاف پر دولہا اپنی دلہن کو تحفہ دیتا ہے جسے منہ دکھائی کہتے ہیں۔۔" طلحہ کو اس زخمی شیرنی کی سہمی ہراساں ہرنی والے روپ کی وجہ سمجھ نہیں آرہی تھی، تبھی خاصی بیزاریت سے وضاحتاً بولا۔۔

لیکن اس کی تشریح پر آبرو کے رہے سہے اوسان بھی خطاء ہوئے تھے۔

"آپ۔۔ آپ ٹھیک ہیں۔۔؟" اسے سپید پڑتا بڑبڑاتا دیکھ طلحہ نے اس کے بازو کو ایک انگلی سے چھوا۔

"ڈونٹ۔۔ڈونٹ ٹچ می!!" وہ بری طرح اچھل کر ہراساں انداز میں چیختی ہوئی پیچھے ہوئی تھی۔

"شششش!!۔" اس نے تیزی سے اس کے منہ پر ہاتھ جمایا۔۔یہ آپ کے ابا کا راج محل نہیں ہے مادام! اور نہ ہی یہاں کی دیواریں ساؤنڈ پروف ہے۔۔" اس کی خوف سے پھٹی پھٹی آنکھوں میں جھانکتا وہ غرایا تھا۔

اور آبرو وہ تو سپید پڑتی بس خود کو قابو کئے خود پر قابض اپنے خوف کو دیکھ رہی تھی۔۔

"مسئلہ کیا ہے آپ کے ساتھ میں نے آپ سے کہا تھا ناں آپ کو یہاں ایڈجسٹ کرنا ہے اور۔۔۔آہ!!" وہ مزید کچھ کہتا کی وہ پوری قوت سے اس کے ہاتھ پر تیز دانت گاڑھ گئی۔ جس پر وہ تڑپ کر دور ہوا تھا۔۔

"اا۔۔ایڈجسٹ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کی تم مجھ سے وہ سب ایکسپیکٹ کرو۔۔نہ آج ہماری شبِ وہاٹ ایور ہے۔۔اور نہ مجھے تم سے کوئی گفٹ چاہیئے۔۔سوناؤ گیٹ لاسٹ فرام ہیئر۔۔۔"وہ زخمی شیرنی کی طرح اپنا آپ آزاد کروا کر دھاڑتی اب لمبی لمبی سانس کھینچ رہی تھی۔۔

"دماغ درست ہے آپ کا...؟"اپنے ہاتھ پر اس کے تیز دانتوں کے نشان دیکھ رہا طلحہ اس بدتمیزی کا سرانہ پاتے ہوئے بھی آگ بگولہ ہو گیا تھا۔

لیکن کچھ سخت رد عمل دینے کے بجائے فقط شرربار نگاہوں سے اسے گھورنے لگا جو خود شعلہ جوالا کا روپ خواہ مخواہ ہی دھارے ہوئے تھی۔۔

"آفکورس!اور تمہارا درست بھی کرنا آتا ہے۔سو تم دو کوڑی کے وردی والے ایک بات اپنے سوکالڈ مڈل کلاس مائنڈ میں فیڈ کر لو جیسا کہ تمہاری اُن بھابی نے کہا میں یہاں تمہاری 'سیج سجانے 'ہر گز نہیں لائی گئی ہوں سو گیٹ

لاسٹ۔۔"اس کی خاموشی سے آبرو نے یہی اخذ کیا تھا کی یہ دیو ہیکل شخص اس کے پُر جلال انداز سے مرعوب ہو گیا ہے تبھی مزید حقارت آمیز انداز میں دروازے کی طرف انگلی دکھا کر کہتی دھڑ دھڑ دھڑ اس کے ضبط کی ساری دیواریں منہدم کر گئی۔۔

"ایمپریسو!!"اگلے ہی لمحے یکسر مختلف طلحہ اس کے مقابل تھا۔

گھنی مونچھوں تلے عنابی لبوں کی تراش میں گہری مسکراہٹ آنکھوں میں معنی خیزی اور خدوخال میں عجب سی چمک۔۔

"چلیں!اس بات کا تو شکر ہے کی آپ 'سیج سجانے' کے معنٰی مطلب سے واقف ہیں ورنہ مشکل ہو جاتی۔۔"قصداً 'سیج سجانے' پر زور دیکر وہ ایک قدم آگے ہوا۔۔

"وو۔وہاٹ ڈو۔۔ڈویو مین۔۔" مقابل کی پیش رفت پر اس کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔

اب وہ گھور سیاہ دیدے پھاڑے اس شاطر انسان کو دیکھ رہی تھی جس کی آنکھوں میں بڑی جاندار چمک تھی۔اس کے خیال میں تو طلحہ کو مشتعل ہو کر اس روم پر لعنت بھیجتے ہوئے واک آؤٹ کر جانا چاہیئے تھا جیسا ٹیپیکل ایشین موویز میں عموماً ہوتا ہے۔

لیکن مد مقابل تو غیرت پر غرق ہونے کے بجائے محظوظ کن مسکراہٹ سنگ اس کی بوکھلاہٹ سے حظ اٹھا رہا تھا۔

اب آبرو وقاص ملک کہاں تھا نیدار کی مزاج شریف سے واقف تھی جو سمجھتی کی اس کا تصادم کسی سکرپٹ کے رٹو طوطے یا ڈائریکٹر کے ہاتھوں کے کٹھ پتلے سے نہیں طلحہ ابرار حمید سے ہوا ہے۔

جوش میں ہوش کھو کر شیطان ملعون کے گھٹیاں ہتھیار غصہ سے مغلوب ہو کر اپنا نقصان کرنا تو تھا نیدار کی سرشت میں ہی شامل نہ تھا۔۔۔اس کی تو فطرت تھی مد مقابل کے چودہ طبق روشن کر کے حساب بے باق کرنا۔

"مطلب وہی ملکہ عالیہ!! جو آپ نے پہلی بار میں اس تیزی سے سمجھی کی آپ کے رنگ ہی اڑ گئے۔۔"ذو معنویت سے آبرو کے شک پر تصدیق کی مہر ثبت کرتا وہ بڑی سبک روی سے بھاری قدموں کی دھمک اس کی منتشر دھڑکنوں پر چھوڑتا فاصلہ سمیٹ رہا تھا۔۔

"دد۔۔دیکھو۔۔آ۔آ۔۔اپنی حد میں رہو۔۔۔"

"اب ساری رات میں یہاں بتاشے کا ٹھیلا تو لگانے سے رہا۔۔تو ظاہر ہے آپ ہی کو دیکھوں گا۔۔"اس کی ذو معنویت اور آنکھوں کی چمک دوچند ہوئی اور آبرو کے چودہ ہزار طبق روشن۔۔

"لل۔۔لک یور آرناٹ الاؤڈ ٹو ڈو سچ تھینگ۔۔۔"متزلزل دھڑکنوں سنگ وہ بے بسی کی انتہا پر تھی اسے آج سے پہلے طلحہ سے اتنا خوف کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔۔

"مجھے آپ تو بہت پہلے سب الاؤ کر چکی ہیں۔۔"اس کا مخمور بھاری لہجہ آنکھیں میچے بمشکل اپنی ٹانگوں پر کھڑی آبرو کی دھڑکنیں روک گیا تھا۔

"کک۔۔کب؟"عجیب صورت حال نے اس کی ساری تیز طراری ہرن کر دی تھی۔

دوسری طرف طلحہ کا من کیا اس منہ کا غذ کی شیرنی کی روندی شکل پر قہقہ لگائے۔ لیکن دل تھا کی اسے مزید تنگ کرنے پر مضر تھا۔ تبھی دو قدم کا بمشکل فاصلہ رکھ کر ٹھہرے مگر پُر تپش لب و لہجے میں حتیٰ الا مقدور بے ساختہ ذو معنٰی لفظ سموئے گویا ہوا۔

"اتنی جلدی بھول گئی دکھ کی بات ہے، باقاعدہ بقائمی ہوش وحواس میں آپ نے اس 'دوکوڑی' کے وردی والے کے نام اپنے تمام جملا حقوق کئے تھے، پھر میں کس بات کی اجازت طلب کروں آپ سے ملکہ عالیہ۔۔؟" وہ کان کے پاس جھک کر ہلکی پھوک مارتا اس دھان پان سی نازک مگر مغرور لڑکی کی ننھی سی جان نکال گیا تھا۔

"ننن۔۔نو!!!۔" وہ آخری احتجاج کے تحت پوری قوت سے حلق کے بل چیخی تھی اگر بروقت طلحہ اسے قابو نہیں کرتا تو تھانیدار جی کی بارعب والی امیج کی ایسی کی تیسی ہو جانی تھی۔

"خدا کی بندی میرا بھری جوانی میں رنڈوا ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، اس لیئے چیخ بھی اپنا سائز دیکھ کر ماریں ایک پھوک کی تو مار ہیں آپ۔۔۔" ایک ہاتھ اس کے منہ پر دوسرا اس کی نازک کمر میں لپیٹے تنبیہی انداز میں بولا۔۔

اتنی قریب سے ہوئی سرگوشی پر آبرو نے پٹ سے آنکھیں کھولی تھی، اور طلحہ نے بروقت اسے اپنے آہنی حصار سے آزاد کیا اس خدشہ کے تحت کی کہیں اس قربت پر محترمہ بیہوش ہو کر آدھی رات اسے ہوسپٹل کے دورے نہ کروادے اور جو شرمندگی ہو گی وہ الگ۔۔

"دد۔۔دیکھو۔۔یہ۔۔یہ۔۔رئیل والا نکاح نہیں ہے۔۔"اس کا دماغی خلل ابھی ٹھیک نہیں ہوا تھا۔سانس بحال کرتی وہ پھر سمجھانے کے انداز میں ہکلائی۔۔۔

"ایکسکیوزمی!!"الماری کی طرف بڑھ رہا طلحہ اچنبھے سے رکا۔۔

"یہ اصلی نکاح کیسا ہوتا ہے۔۔؟کیا اس میں چار گواہ دو دلہنیں ہوتی ہیں۔۔۔؟اگر ایسا ہوتا ہے تو پھر میرے ساتھ نہ انصافی ہوئی ہے بونس کٹ کر لیا گیا ہے۔۔"وہ سنجیدگی سے جاننا چاہ رہا تھا۔۔

"مم۔۔۔میرا ویسا مطلب نہیں تھا۔۔"اس کی سنجیدہ دہائی پر آبرو نے مرتعش گھنیری پلکوں کی بار ذرا کی ذرا اٹھا کر عجیب نظروں سے اس مظلوم تھانیدار کو دیکھا۔۔

"پھر کیا مطلب تھا۔۔۔؟اس کی بھویں تنی۔کیونکہ میں تو اتنا ہی جانتا ہوں کی تین دستخط دو گواہ دو وکیل تین بار ایجابی کلمہ دہرانے سے شرعاً قانوناً نکاح ہو جاتا ہے،اور آپ نے اس دو کوڑی کے وردی والے کو قبول کیا ہے۔۔۔۔"سینے پر مضبوط بازو لپیٹ کر وہ اب بھرپور سنجیدگی کے ساتھ اسے تنگ کر رہا تھا۔۔

"دد۔۔دیکھو میرا مطلب ہے کی ہمارا نکاح ویسا نہیں ہے جیسا سب کا ہوتا ہے۔۔بلکہ ویسا ہے جس میں۔۔جس میں۔۔"موزوں لفظ نہ ملنے پر وہ محجوب سی ہو کر لب کچلنے لگی تھی۔

"اچھا!" طلحہ کو مزہ آیا۔۔

"تو آپ کہ رہی کی ہمارا نکاح اصلی نہیں گڈے گڑیوں والا نقلی نقلی ہے۔۔ پھر میری نقلی منکوحہ صاحبہ آپ اپنے نقلی نکح کو بتانا پسند کریں گی آپ میرے روم میں میرے بیڈ پر اس استحاق کے ساتھ کونسا سالانہ بجٹ ڈسکس کر رہی ہیں۔۔۔؟ اور اگر کر بھی رہی ہیں تو میرے روم کو کس خوشی میں اپنا روم بتا رہی ہیں۔۔؟"

افف! تھانیدار کی تھانیداری آبرو کا من اونچی آواز میں رونے کو کیا تھا۔۔

"اچھا! اچھا! اب مرنے والی شکل مت بنائیں۔۔ یوں تو مجھے پرواہ نہیں۔۔ لیکن پھر وہی بات بھری جوانی میں مجھے رنڈوا کہلوانے کا کوئی شوق نہیں ہے خواہ یہ نکاح بقول آپ کے ایسا ویسا جیسا نہیں ہے۔۔" اس کی

روہانسی شکل دیکھ عنابی لبوں پر کھیل رہی مسکراہٹ دباتا وہ چوٹ کرنا نہیں بھولا تھا۔۔

آبرو کو اب کے حقیقتاً شدت سے رونا آیا اور اب کی بار اس نے آنسوں روکنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

تھوڑے سے وقت میں پے در پے جتنی تبدیلیاں اس نازک اندام ناز پرورد گی میں پروان چڑھی لڑکی پر آیا تھا اس کا یوں چھوٹی چھوٹی بات کو دل پر لے جانا قطعی حیرت کن بات نہیں تھی۔

طلحہ کچھ دیر خاموش نظروں سے اسے روتا دیکھتا رہا پھر سائیڈ سے پانی کا گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا جسے وہ سوں سوں کرتی ہوئی تھام گئی تھی۔۔

"پہلے بھی کہا ہے ایک بار پھر بتا رہا ہوں اس رشتہ کی میری نظروں میں اہمیت ایک کاغذ کے پنے جتنی بھی نہیں ہے، میں نے جو کیا ابا کیلئے کیا۔۔اور ابا کیلئے

میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔۔۔آپ میرے فلیٹ پر بھی مجبوری میں رہ رہیں تھیں اور یہاں بھی آپ کا مجبوری میں ہی مختصر مگر غیر متعین مدت تک کا ہی قیام ہے۔پنچائت کے فیصلہ سے تو آپ آگاہ ہی ہوں گی۔۔۔سو مصلحت کا تقاضا ہے سب بس ایک حکمت عملی۔۔جیسا کہ کہا جاتا ہے بغیر محنت و مشقت اور قربانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔۔ان ناپسندیدہ تبدیلیوں کو اسی کا حصہ سمجھ لیں۔سو آپ کو یہاں رہتے ہوئے پنچائت کو یقین دلانے اور ان کا فیصلہ اپنے حق میں کروانے کیلئے بغیر جھنجھلائے بنا واویلا مچائے نارمل بیہیو کرنا ہے،خاص کر جب کوئی آپ کو میرے حوالے سے چھیڑے۔"نہایت سنجیدگی سے اس کی غلط فہمیوں کا قلعہ مسمار کرتا اسے دم سادھے چھوڑ وہ قدآور ساگوان کی الماری کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔

وہاں سے سپاٹ تاثرات سنگ اپنے ساتھ لائے چھوٹے سے سفری بیگ میں کچھ چیزیں ڈال کر یونی فارم بازو پر ڈال کر متوازن چال چلتا ہوا دروازے کی

طرف بڑھا۔۔ شرمندہ شرمندہ آبرو بھیگی نظروں سے اس کی ایک ایک حرکت دیکھ رہی تھی۔ جب وہ دروازے پر جا کر رکا۔۔

"باقی میری طرف سے آپ اطمینان رکھیں۔۔ میں رشتے دل سے بنانے اور نبھانے کا قائل ہوں، میرے لیئے کوئی بھی رشتہ اس سنہرے پودے کی اہمیت رکھتا ہے جسے توجہ کی نرم زرخیز مٹی، اپنائیت کی آبیاری درکار ہوتی ہے، جس میں بھروسہ واعتبار کی مضبوط جڑیں نشو نما پاتی ہے، خالص جذبات واحساسات کی نرم تقویت بخش اُجلی روشنی سے وہ دن دوگنا رات چوگنا پھلتا پھولتا ہے اور تب جا کر اس میں اختیار واستحاق کے خوش نما پھول کھلتے ہیں جس کی محبت کی خوشبو ہمارے دل ودماغ کو اپنے مسحور کن حصار میں تاحیات کیلیئے مقید کر لیتی ہے۔۔۔۔ سو آپ بے فکر رہیں میں آپ کیلیئے ایسا محسوس کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔۔" وہ ایک وجد کے عالم میں اپنی بات کہہ کر آبرو کو اپنے لفظوں کے سحر میں بُت بنا چھوڑ نکل گیا تھا۔۔

شعلہ ہوں بھڑکنے کی گزارش نہیں کرتا،

سچ منہ سے نکل جاتا ہے کوشش نہیں کرتا،

گرتی ہوئی دیوار کا ہمدرد ہوں لیکن

چڑھتے ہوئے سورج کی پرستش نہیں کرتا

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رات دیر تک طلحہ کے لفظوں کو سوچتے رہنے کے باعث دوسرے دن آبرو صبح کے ساڑھے گیارہ بجے بیدار ہوئی تھی۔ کسملندی سے جب وہ اُٹھ کر باہر آئی تو معلوم ہوا کی طلحہ کل رات ہی ایمرجنسی کیس کے سلسلہ میں جا چکا ہے۔۔۔۔

تو مطلب کل رات وہ محظ اپنی چیزیں لینے روم میں آیا تھا اور جاتے جاتے آبرو کی حماقتوں سے محظوظ ہو کر گیا۔۔اپنی حماقت پر بیک وقت غصہ اور شرمندہ ہوتے ہوئے اس نے زور سے پیر پٹخا۔۔

کیا سوچ رہا ہو گا وہ اس کے متعلق۔۔؟

کیسی سوچ ہے اس لڑکی کی۔۔؟

ہزاروں سوال نے اسے شرم سے پانی پانی کر دیا تھا وہ دھپ دھپ کرتی واپس بیڈ روم میں جا کر بند ہو گئی تھی۔۔

چونکہ ابرار حمید نے سنجیدگی سے تنبیہ کیا تھی کی آبرو جیسا بھی رہنا چاہے اسے رہنے دیا جائے روکا ٹوکا نہ جائے سو امروز شہروز نے کوئی کوشش نہیں کی ساتھ حلیم الطبع زینیہ کو بھی روک لیا۔

اور پھر یہ آبرو کی روٹین بن گئی سارا سارا دن اپنے کمرے میں بند رہنا۔۔

شہر آکر وہ کیس کی گتھی سلجھانے میں ایسا مصروف ہوا کی نہ کھانے کا خیال رہا نہ سونے کا اور نہ کسی اور طرف ذہن کو بھٹکانے کا بس سارا وقت فائلز تحقیقات چھان بین اور ان کہی پہیلیوں کو سلجھانے کی دھن۔۔ابھی بھی وہ پورے انہماک سے فائلز میں گھسا ہوا تھا اور پہلو میں بیٹھا کافی کے سیپ لے رہا فارس بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔۔

"فارس! میں بہت امپورٹنٹ کام کر رہا ہوں کیا تم مجھے گھورنا بند کر سکتے ہو۔۔۔؟" بیک وقت کئی فائلز کے اوراق میں الجھا طلحہ اس کی کھوجتی نظروں سے تپ گیا تھا۔

"کونسا میں تمہیں والہانہ محبت و چاہت بھری نظریں سے تار رہا ہوں جو تم ڈسٹرب ہو رہے ہو۔۔؟" فارس نے منہ بنایا۔۔

"جرنلسٹ فارس محمود!!"اس کی فضول گوئی کے جواب میں اس کے انداز میں صاف وارننگ تھی۔

"جی!ڈی ایس پی طلحہ ابرار حمید فرمائیں۔۔"مقابل بھی فارس محمود تھا جو مرعوب ہونے والوں میں سے قطعی نہیں تھا۔۔

"تم سے لایعنی بحث میں الجھنے کیلئے نہ میرے پاس وقت ہے اور نہ موڈ۔۔"اسے ایک سخت گھوری سے نوازتا ہوا اٹھ کر فارس کے روم کی طرف بڑھا جہاں آج ایک ہفتہ بعد بھی اس کا ٹھکانہ تھا۔

اپنا روم جہاں آبرو کا قیام تھا واپسی کے بعد اس نے کھولا تک نہ تھا۔۔

"ویسے کب تک تمہارا میرے روم میں ڈیرہ جمائے رکھنے کا ارادہ ہے۔۔۔؟"فارس اس کے پیچھے ہی دروازے میں نمودار ہوا تھا۔

جس پر جھک کر سائیڈ دراز سے ضروری کاغذات نکال رہے طلحہ نے صرف ایک ترچھی مگر خونخوار نظر ڈالنے پر اکتفا کیا تھا۔۔

"ارے! غلط مت سمجھو! مجھے کوئی مسئلہ نہیں یار کیلئے روم کیا جان حاضر ہے لیکن۔۔۔۔"شریر مسکراہٹ لبوں پر وہ سجائے اس کے قریب چلا آیا۔

طلحہ نے ہنوز جواب دینا ضروری نہ سمجھا تھا۔۔کیونکہ اس وقت جرنلسٹ سے الجھنا مطلب کام پر فاتحہ پڑھ لینا تھا جو وہ فلحال افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

"لیکن جاننا یہ تھا کی آخر تھانیدار نے اپنے صاف ستھرے سلیقہ سے سیٹ خلوت گاہ کو اپنے ہجر کی تنہائی کا عذاب دے کیوں رکھا ہے۔۔؟"اس نے شرارت سے چمکتی آنکھیں پٹپٹائی جیسے وہ اتنا ہی معصوم ہو۔

طلحہ نے اب کی بار جبڑے بھینچ کر سپاٹ تاثرات سنگ اس کی طرف دیکھا تھا لیکن بے سود۔

"کہیں وہاں تمہیں کسی کی شرارتی آنچل کی سرسراہٹ، کسی کی سریلی مدھر سی گنگناہٹ، کسی کے دبے قدموں پشت پر آنے کی آہٹ، کسی کی جلترنگ سی خوبصورت کھلکھلاہٹ تو تنگ نہیں کر رہی ہے ناں۔۔؟" شاعرانہ انداز میں جذب سے کہتا آخر میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر رازدارانہ انداز میں جھکا۔

جسے اس نے فوراً جھٹک کر دانت پیسے تھے۔۔

"یادیں عذاب ہے میرے یار۔۔اور اگر یادوں کا سلسلہ محبوب سے جڑتا ہو تو گرم شعلہ پر ننگے پاؤں چلنے سے ذی۔۔۔"

"بس! فارس محمود بس!۔۔" اس کی مزید بناوٹی دکھ بھری داستان سننے سے پہلے ہی وہ زچ ہو کر دھاڑا تھا۔

"جیسا جہاں پناہ کہیں۔۔" وہ فوراً شرارت سے انگلی لبوں پر رکھ گیا تھا۔

"پہلی بات ان محترمہ کی اور میری ڈریسنگ میں کچھ خاص فرق ہے نہیں، وہ کیا کہتی ہیں رقیہ دادی آدھی دیسی آدھی ودیسی پیس ہیں مس ملک زادی سو آنچل کی سرسراہٹ کا سوال خارج ہوا۔۔"

"رہی گنگناہٹ وہ بھی سریلی تو ان کی انگریزی گانوں کی گنگناہٹ بے حد زہر معلوم ہوتی ہے مجھے،

اور آہٹ اللہ توبہ ! میزائل کی طرح آتی ہیں اور توپ کے گولے کی طرح پھٹ جاتی ہیں سو اس عذاب کو جھیلنے سے بہتر ہے میں بہرا ہو جاؤں۔۔

اور سب سے آخر میں کھلکھلاہٹ پر تبصرہ کرنا ہی فضول ہے کیونکہ موصوفہ کو میں نے نخوت سے ناک چڑھاتے ہی دیکھا ہے۔۔۔۔" جان چھڑانے انداز میں بیزاریت سے تفصیلی جواب دیکر وہ بنا فارس کو موقع دئے باہر نکل گیا تھا۔۔

"ابھی تو تم منکر تھے، اب اتنی معلومات کہاں سے آگئی؟" فارس ایک بار پھر اس کے جان پر سوار تھا۔۔

"ناقابل برداشت!!" غصہ سے اس کا بازو جھٹکتا واپس فائلز پر جھکا۔۔

"بتاؤ نہ بھئی یاری میں کیسی رازداری۔۔" وہ فائل سائیڈ پر رکھ کر مقابل آ بیٹھا تھا۔

جس پر طلحہ کوفت سے سلوٹ زدہ پیشانی رگڑتا ہوا اسے گھورنے لگا تھا۔۔

"بھائی! یار ہوں تمہارا کچھ ہوش کرو نگاہوں پر قابو رکھو ذرا۔" وہ مصنوعی خوف زدہ ہو کر تھوڑا پیچھے سرکا تھا۔

"اپنی فضول گوئی کی عادت کے حساب سے تم نے اپنا پروفیشن بالکل صحیح چنا ہے جرنلزم، اور میں نے تھانیداری۔۔۔ سو شرافت سے واپس جگہ پر جاؤ۔۔"

آستین چڑھاتے ہوئے طلحہ نے جس سنجیدگی سے اسے وارن کیا تھا۔

مزید اسے تنگ کرنے کا قصد کئے بیٹھا فارس سرینڈر کرنے کے انداز میں ہاتھ اٹھاتا پیچھے ہو گیا تھا۔ ورنہ بعید نہ تھا کل وہ کیمرہ کے آگے منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دوبارہ فارس کو اس ٹاپک کو چھیڑنے کا موقع نہیں دینے کیلئے رات ہی وہ اپنا سامان لیکر اپنے روم میں چلا آیا تھا۔۔ایسا نہیں تھا کی یہ روم آبرو کے زیر استعمال تھا

وہ اس لمئے گریزاں تھا۔

بلکہ گھر سے واپسی کے بعد مصروفیت کے باعث اسے موقع ہی نہیں ملا تھا اپنا سامان واپس سے روم میں سیٹ کرنے کا۔۔

لیکن اب جب اس نے روم میں قدم رکھا تو یک بیک ہی فضا میں حلول آبرو کے پرفیوم کی دلفریب خوشبو سے اس کے تھکن زدہ بوجھل اعصاب جھنجھنا اٹھے تھے۔

وہ سر جھٹکتا سامان صبح سیٹ کرنے کا سوچ کر اتنے دن کی ادھوری نیند پورا کرنے بے شکن بستر پر دراز ہوا تو فضا کے ساتھ کمفرٹر، تکیہ، کشنز، بیڈ شیٹ، غرض ایک ایک چیز سے آتی اس کومل سی لڑکی کی خوشبو نے اسے بے چین و بے قرار کر اندر تک جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ وہ اچانک حاوی ہوئی کیفیت پر پریشان سا سر گردن سہلاتا اٹھ بیٹھا تھا۔۔

"کتنے دن کا قیام تھا اُن ملک زادی کا صرف تین یا چار دن اور میں یہاں ایک عرصہ سے ہوں پھر بھی یہ فضا مجھے اس قدر اجنبی کیوں لگ رہی ہے۔؟

یہاں کی ایک ایک چیز سے اُن کی خوشبو کیوں آرہی ہے۔۔۔؟

کیوں لگ رہا ہے کی روم کے چپہ چپہ سے لیکر فضا پر تک اس کی اجارا داری ہے کیوں۔۔۔؟" وہ خود سے الجھتا ہوا دریچہ میں کھڑا ہو گیا تھا۔۔

اس کی حسرت ہے،

جسے دل سے مٹا بھی نہ سکوں،

ڈھونڈنے اس کو چلا ہوں،

جسے پا بھی نہ سکوں۔۔

فلک ستاروں کی چادر اوڑھے چاند کو ناز سے اپنے ماتھے کی زینت بنائے ارض کو اپنی مبہوت کر دینے والی خوبصورتی سے مرعوب کرنے میں اسی طرح

کامیاب تھا جیسے وہ ملک زادی خواہ مخواہ ہی اس کے حواسوں پر سوار ہونے میں فل وقت کامیاب ٹھہری تھی۔

نیچے چاندنی میں نہائی سڑک بالکل خالی تھی، طلحہ کی نظر وہاں پارک اپنے جیپ پر پڑی اور ذہن میں کئی مناظر فلم کی طرح چلنے لگے۔۔

"کیا فضول سوچ رہا ہوں میں۔۔یہ فارس بھی ناں۔۔"

وہ خود کو جھڑکتا واپس کمرے میں آیا پہلی فرصت میں کبرڈ سے بیڈ کور اور پلو کورز نکال کر سب چینج کیا پھر ڈریسنگ سے ایئر فریشر نکال کر بے دریغ چھڑکاؤ کیا اور پھر کپڑے اٹھا کر واش روم میں گھس گیا۔۔

کتنی ہی دیر شاور کے نیچے کھڑے ہو کر بھٹکتی سوچوں کو جھٹکتے رہنے کے بعد وہ نام بالوں کو رگڑتا ہوا ڈریسنگ کے مقابل آیا اور وہاں اپنا پرفیوم اٹھاتے

ہوئے بلیک کلر کا کلیچر دیکھ ایک بار ذہن اس نک چڑی لڑکی کی طرف بھٹک گیا۔۔

نجانے من میں کیا سمائی کی کلیچر کو مٹھی میں دبوچ کر وہ آکر بیڈ پر دراز ہو گیا تھا۔ نیند کی دیوی کب پلکوں پر مہربان ہوئی خدا جانے لیکن جب تک نیند کا غلبہ نہ آیا خیالوں پر اس مغرور حسینہ کا غلبہ رہا تھا۔۔

اداسیاں ہے مگر وجہ غم نہیں معلوم،

دل پر بوجھ سا ہے شائد تنہا ہو گیا ہوں میں،،،

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آبرو کو حمید منزل میں رہتے ہوئے پندرہ دن سے زیادہ ہو رہا تھا۔اور روز اول کی طرح وہ اپنے روم تک محدود تھی۔پورا دن لیپ ٹاپ میں کبھی گیمز تو کبھی مووی یا پھر ناول پڑھنا ہی اس کی روٹین میں شامل تھا۔

بات کرتی بھی تو فقط ابرار حمید سے وہ بھی ان کے بلانے پر باقی سب سے تو شائد بمشکل سرسری سی گفتگو ایک دو بار ہوئی تھی۔۔

لیکن اب وہ اپنی روٹین سے اوب چکی تھی۔

تنہائی ہمیشہ سے اسے وحشت میں مبتلا کرتی تھی یہی وجہ تھی جو وہ امریکہ میں ہر دوسرے ہفتہ پارٹیز میں دونوں ہاتھوں سے پیسے لٹاتی تھی۔

لیکن یہاں ایسا ممکن نہ تھا اور اسجد سمیت باقی سب سے اس کی ہنوز ناراضگی چل رہی تھی۔۔اور پھر اس کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوتا تھا جو ضد میں جان سے گزر جاتے ہیں۔۔۔

اوف وائٹ کیپری پر چاکلیٹی شارٹ کُرتے میں ملبوس وہ سخت کوفت زدہ تاثرات لیئے روم کی در و دیوار سے ٹپک رہی وحشت سے چھٹکارا پانے کیلیئے حال میں نکل آئی تھی۔۔

لیکن وہاں مکمل سناٹا چھایا ہوا تھا۔البتہ کچن سے دہائیاں اُبھر رہی تھی۔وہ متوازن چال چلتی ہوئی اس طرف بڑھی۔

لیکن وہاں پہنچنے کے بعد بجائے اندر داخل ہونے کے جھجھک کر عین دہلیز پر قدم روک گئی اندر چار نفوس موجود تھے لیکن دہائیاں زور و شور سے برنر کے پاس کھڑا لڑکا دے رہا تھا۔یہ امروز تھا یا شہروز وہ تفریق کرنے سے قاصر تھی۔اول تو دونوں کے نقوش میں کافی مماثلت تھی دوم ان سے اس کا سامنا ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی برائے نام ہی ہوا تھا۔۔

"ابا نے کہا بیٹا چکن کڑھائی بنالو، تھانیدار نے کہا کڑی چاول بنالو، مینا نے کہا چاؤمن بنالو، چھوٹے نے کہا بڑے بریانی بنالو۔۔ارے!! ظالموں میں مظلوم بندہ اس گھر کا بیٹا ہوں یا باورچی!!۔۔۔"وہ کرچی پٹخ کر مڑا تو اس کی دہائیوں کو کوفت سے سماعت فرمارہے حاضرین فوراً سے پیشتر یہ جا وہ جا ہوئے۔اور اس درجہ بے حسی پر امروز دل برداشتہ ہوتا کلس کر جلے دل کے ساتھ واپس برنر کی طرف گھوم گیا۔

"زنانیوں والے خدمات لے لے کر تو تم لوگوں نے سرے سے میرے جذبات ہی بدل دئے ہیں۔اب تو حالات یہ ہیں کہ بازار سے گزر ہوتا ہے تو نظر ایک شوخ نوجوان کی طرح کسی الھڑ مٹیار، چنچل حسینہ پر نہیں بلکہ آلو، کدو، مٹر پر پھسلتی ہے۔دوسرے لڑکے پبلک پلیس پر قدم رنجہ فرماتے ہی ایک ادا سے گاگلز لگاتے ہیں اور ایک میں ہوں جو گاگلز اتار کر گاجر کی تازگی چیک کرتا ہوں۔

دوسرے بندے ہیرو گیری جھاڑتے ہوئے آنٹیوں کی مدد کر کے ان کی پرستائش نظروں میں آنے کی تگ وپے کرتے ہیں اور ایک میں ہوں جو آنٹیوں کی بھیڑ کو چیر کر ان کی صلواتیں سنتا، ان کی کھا جانے والی نظروں کا مقابلہ کرتا اندر بھینڈی، گوبی کی مزاج پُرسی کرتا ہوں، دھنیا پودینہ کا بونس مانگ کر اپنا اسٹینڈرڈ گراتا ہوں۔

ارے!! تم لوگوں کو خدا کا خوف محسوس نہیں ہوتا؟ اتنے حسین و جمیل، چندے آفتاب، چندے مہتاب، مثل ماہ، ثانی یوسف، مردانہ وجاہت کے شاہکار بندے سے ایسی ذلیل وخوار حرکتیں کرواتے ہوئے؟"

پھرتی سے سالن کی دیگچی اتار کر سائیڈ پر رکھتا کھانے میں کفگیر پھیر کر وہ بڑے درد بھرے انداز میں بے حس حاضرین کو ان کے مظالم کا احساس کروانے کو کوشاں تھا۔

لیکن مقابل چکنے گھڑے اپنی ہی خوش گپیوں میں مصروف تھے یا نظر آنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

البتہ دہلیز پر کھڑی آبرو ہونق پن سے اس کی مشین گن سے تیز چلتی زبان کے جوہر اور مہارت سے چلتے ہاتھوں کی کاروائیاں دیدے حجم سے زیادہ پھیلائے ملاحضہ کر رہی تھی۔

باقی سامعین تو تھے ہی بے حسی کی عملی تفسیر۔

"میں بتا رہا ہوں بہت برا کر رہے ہو تم لوگ میرے ساتھ اللہ اس کا تم لوگوں سے الگ سے حساب لے گا دیکھنا تم لوگ۔۔۔"ہنوز ان کی بے حسی پر امروز جلبلا کر ان تینوں کے قریب آیا تھا۔۔

"اور تم پھوہڑ کام چور نکمی لڑکی خالہ یہاں تمہیں ہماری مدد کرنے کیلئے بھیجتی ہے اور تم یہاں آکر وقت گزاری کرتی ہو۔۔؟" امروز کے توپوں کا رخ اب نجمہ کی طرف تھا۔۔

"بات سنو یہ تم نے پھوہڑ کسے کہا۔۔؟" نجمہ فوراً کمر پر ہاتھ جما کر تیوڑی چڑھائے کھڑی ہوئی تھی۔۔

"تمہیں اب بھی شک ہے۔۔۔؟" امروز تو پہلے سے ہی جلا بھنا تھا پھر اسے جلا کر خاکستر کرنے کا سنہرا موقع کیونکر گنواتا۔۔

"تم یہ زنانیوں والے کام کر رہے ہو کیوں تمہاری شکل ہی ایسے کام کرنے والی ہے، لیکن زیادہ نہ میری ساس نہ بنو اور میرے ماموں کا گھر ہے میں یہاں آکر چِل کروں یا کچھ اور تمہیں کیا تم اپنی ڈیوٹی بجاؤ بڑا آیا سٹار پلس کا ایوارڈ یافتہ ساس۔۔" نجمہ کے تو تلوے پر لگ کر سر پر بجھی تھی۔۔

"جتنی تیکھی تمہاری زبان ہے نہ اگر تم 'گلاب جامن' کا نام لے لو تو گلاب جامن تمہاری زبان کی تاثیر سے 'ایکسٹرا تیکھا' گول گپّا' بن جائے۔۔" امروز اس کی چرب زبانی پر تپ کر بولا تھا۔

مجال ہے جو یہ لڑکی کبھی چوک جائے۔۔

"ہا!!! سچی۔۔۔؟ اور جتنی شیریں تمہاری زبان ہے تم اگر 'گرین چلی ساس' بول دو تو وہ تمہاری زبان کی تاثیر سے 'بادام ملک شیک' بن جائے ہے ناں۔۔؟" مد مقابل بھی نجمہ تھی اینٹ کے جواب میں پتھر مارنا ہے یا پہاڑ اسے خوب آتا تھا۔

"واہ! واہ! بھائی کیا جوابی کارروائی ہوئی ہے بس مزہ آگیا۔۔" شہروز لہک کر میدان میں داد و تحسین پیش کرنے کودا۔

"اوے! تو میرا جڑواں بھائی ہے یا اس 'ڈاکو حسینہ' کا۔۔؟ اپنے جڑواں بھائی کو مخالف کی جوابی کارروائی پر جشن مناتا دیکھ وہ جل کر خاک ہوا۔

"چلغوزے جیسی تو اس کی شکل ہے۔۔ ظاہر سی بات ہے تمہارا ہی جڑواں بد نصیب بھائی ہو گا۔ بیچارہ تمہارے ساتھ دنیا میں آ کر پھنس گیا۔ چہ! چہ!!۔" وہ تو یوں بھی جوابی کارروائی اور لفاظی جنگ میں لاثانی تھی۔

فوراً امروز کے ساتھ شہروز کو بھی نپٹاتی یوں ہاتھ جھاڑ گئی گویا ایک کام سمیٹ دیا ہو۔

"یہ جو تمہاری چرب زبانی ہے نہ لکھوا لو مجھ سے کوئی عقل سمجھ رکھنے والا تو کیا نیم پاگل بھی تم سے شادی کرنے کی حماقت اس جنم میں نہیں کرے

گا۔اور خوش قسمتی سے دو جنم ہوتے نہیں۔۔"امروز اس قدر بے عزتی پر اندر باہر سے سلگ اٹھا تھا۔

"دو جنم چاہیئے کس کافر کو۔۔؟اسی جنم میں نپٹالوں گی کوئی لڑکا شادی نہیں کرے گا تو نیکی بات نہیں تم 'چلغوزے' سے شادی کرلوں گی۔ویسے بھی تمہیں کون نیم پاگل عقل سے پیدل انسان اپنی بیٹی دے گا۔دونوں مل کر اپنے اماں ابا کی فکر بانٹ لیں گے۔کیا کہتے ہو۔۔؟"

جھٹ پٹ پلان ترتیب دیتے ہوئے کمر پر ہاتھ جما کر جس انداز میں نجمہ نے امروز کی رائے چاہی تھی۔

گویا قاضی صاحب منتظر بیٹھے ہوں اور پوری بھری پڑی دنیا میں کوئی ان دو عجوبوں کو قبول کرنے تیار نہیں ہو اور مجبوری کا نام سمجھوتہ کے تحت امروز پر اس آتش فشاں کو قبول کرنا لازم ملزم ہو۔۔

"ننن۔۔۔ نہیں۔۔" تصور کر کے ہی وہ جھر جھری لے اٹھا تھا۔

"ارے! آپ وہاں ایسے کیوں کھڑی ہیں آپ کو کچھ چاہیئے تھا۔۔؟" تیسری عالمی جنگ کے دوران ہونق کھڑی آبرو پر زینیہ کی ہی نظر پڑی تھی۔

وہ فوراً نرم تاثرات لیئے اس کے قریب آئی۔۔

"نن۔۔ نہیں بس وہ۔۔" آبرو خجل سی ہو کڑ مڑنے لگی تھی کی شہروز بھی قریب چلا آیا۔۔

"کوئی کام تھا یا کچھ کھانا تھا تو بتا دیں ہم بنا دیں گے یا میں فری ہوں چوک سے لا دوں گا۔۔" شہروز نظریں جھکائے حلاوت سے بولا۔

"ہاں! شیر و بھیا فری ہی ہیں اور ابا اپنے کسی عزیز کی عیادت کیلیئے باہر گئے ہوئے ہیں انھیں آنے میں شائد دیر ہو جائے۔۔" اس چھوٹی سی لڑکی کے لب و لہجے سے ہی نہیں چہرے سے بھی ملائمت اور اپنائیت جھلک رہی تھی۔

جس سے آبرو خاصی متاثر ہوئی تھی۔

البتہ امروز شہروز براہ راست اسے نہیں دیکھ رہے تھے اس نے کچھ چونک کر اس احتراز کی وجہ جاننے کیلئے خود پر دھیان دیا تو خود ہی خفت زدہ سی ہو کر نظر چرا گئی کم از کم اسٹالر تو لینا ہی چاہئے تھا اسے۔۔۔

"شائد آپ ہمیں بتانا نہیں چاہتی میں ابا کو فون کر دیتی ہوں وہ۔۔۔" زینیہ اس کی خاموشی سے مایوس ہوئی۔۔

"ارے! نہیں ایم فائن۔۔ میں جسٹ بور ہو رہی تھی تو۔۔"

"ہیں!! بور ہو رہی تھیں آپ تین جوکر کے ہوتے ہوئے کمال ہے بھئی۔۔" نجمہ مصنوعی اچنبھے سے قریب آئی۔۔

"یہ تو ہمارے سردار کی سراسر بے عزتی ہے۔۔" امروز نے بھی ترنت حساب چکتا کیا تھا۔۔

"جی؟" آبرو کے خاک پلے نہ پڑا تھا۔

"اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو آپ ہمارے ساتھ بیٹھ سکتی ہیں۔ امو بھیو کا کام بھی ہو گیا ہے ابھی ہم لوگ دالان میں بیٹھ کر کیرم کھیلنے کا ہی پلان بنا رہے تھے آپ چاہیں تو ہمیں جوائن کر لیں۔۔" زینیہ لجاجت بھرے انداز میں بولی۔

در حقیقت وہ خود چاہتی تھی یہ موم کی گڑیا سی لڑکی ان سب کے ساتھ بیٹھے اس سے باتیں کرے اس سے دوستی کرے۔

آخر کو وہ اس کے جان سے عزیز بھائی جان کے حوالہ سے یہاں تھی۔۔

"اوکے!!۔" ایک نظر زینیہ کے من موہنے مکھڑے پر ڈال کر وہ سر ہلا گئی۔

اور اس کے سر ہلانے پر زینیہ کے چہرے پر آئی الوہی چمک آبرو کی آنکھوں میں تحیر لبوں پر بے ساختہ خوبصورت مسکراہٹ رقصاں کی وجہ بنی تھی۔۔

"امو بھیو آپ جلدی سے فری ہو کر آئیں۔۔" وہ چہکتی ہوئی آبرو کے پیچھے بھاگی۔۔

کچھ ہی دیر میں آبرو صراحی دار گردن میں مفلر کے انداز میں اسٹالر لپیٹے ان سب کے درمیان بیٹھی تھی۔اور عین موقع پر کیرم کوائنز کا باکس جگہ سے غائب تھا۔ جس پر کچھ پس و پیش کے بعد سب نے لڈو کھیلنے کا پلان بنایا۔ جو آبرو کو کھیلنا ہی نہیں آتا تھا۔

زینیہ چھٹ اس کے سائیڈ ہوئی اور اس طرح دلچسپ کھیل کی شروعات ہوئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بابل سے ناتا توڑ کے

تجھ سے دل کو جوڑ کے

ساجن تیرے آنگن آئی

پھر بھی میری یاد نہ آئی

ساتھ میں ہے پر پاس نہیں ہے

یہ تو اچھی بات نہیں ہے!!!!!

"فارس محمود خدا کا واسطہ ہے بند کر دو قبل اس کہ کی میرے کانوں سے لہو نکل آئے۔۔"اس نے آخر کار جھلا کر ہاتھ جوڑ دئے تھے۔

آج اتوار والے دن اتفاق سے وہ گھر موجود تھا تو فارس محمود نے صبح سے ایک ہی سانگ ریپیٹ پر سننے کے ساتھ بے سرے پن سے گنگناتے ہوئے اس سمیت فلیٹ کی در و دیوار کے نادیدہ کانوں سے خون نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔۔

"اگر میں اپنی مظلوم بھابی کی دلی جذبات کی عکاسی اس دلسوز سانگ کے ذریعہ کر رہا ہوں تو تھانیدار صاحب آپ کو کیا مسئلہ در پیش ہے۔۔؟" چائے کے دو مگرز کے ساتھ ٹرے میں چیپس کا باؤل لیئے احتجاجاً اس کے مقابل آکر بیٹھا تھا۔۔

"کونسی بھابی۔۔۔؟ کیسے جذبات۔۔؟" اس کے ابرو اچنبھے سے اُپر کو شوٹ ہوئے۔

جتنا وہ اس کی بے سری آواز سے تنگ آچکا تھا اس وقت سوائے کوفت و بیزاری کہ کوڑے ذہن میں کچھ نہ تھا۔۔ لیکن اس کا یہ تعجب کا اظہار کرنا غضب ہو گیا تھا۔۔۔

"ہائے! اللہ یہ سننے سے پہلے میرے کان شہید کیوں نہیں ہو گئے!!" ٹرے صوفہ پر رکھتا ڈرامائی انداز میں دونوں ہاتھ کانوں پر جما کر شدید صدمہ سے دوچار ہونے کی کامیاب اداکاری کرتا طلحہ کی کوفت دوچند کر گیا تھا۔

"فارس! شدید سر میں درد ہے اوور ایکٹنگ نہیں پلیز۔۔" وہ اس وقت بالکل بھی اس کی اداکاریاں ملاحظہ کرنے کے موڈ میں نہ تھا۔ تبھی ہاتھ اٹھا کر ملتجانہ بولا۔

"واہ! واہ! آفرین! تحسین! مرحبا! مطلب کی آپ کی یاداشت کو شاباش ہے، میں تو بذات خود اس یاداشت کو اکیس ہزار بلکہ ساڑھے اکیس ہزار توپوں کی سلامی پیش کرنا چاہوں گا۔۔" دانت پیس کر طنز پر طنز کرتا وہ جلا بھنا مقابل دھپ سے گرا تھا۔

"اچھا ایک بات بتاؤ تھا نیدار سِول کا امتحان تم نے محنت سے خود پاس کیا تھا یا لاٹری لگ گئی تھی۔؟ یا پھر۔۔ یا پھر کسی بابا وابا کو تو۔۔۔"

"شٹ اپ فارس!!" قبل اس کے کی فارس محمود مزید آگے بڑھتا وہ بے طرح اسے گھرک گیا تھا۔۔

"شٹ اپ کال تو تم مجھے دے چکے ہو۔۔ مطلب۔۔ مطلب یا کوئی اپنی سفر زیست میں در پیش آیا حسین ترین حادثہ اور حادثہ سے بھی خوبصورت ترین حادثہ کا نتیجہ کیسے بھلا سکتا ہے، کس طرح ایک دلکش دل آویز دل شکن سراپا کسی کی یادداشت سے محو ہو سکتا ہے۔۔؟ بدذوقی کی انتہا کہوں یا بے اعتنائی کی حد۔۔؟" وہ ہنوز اسی ٹریک پر تھا۔

پر طلحہ کی بس ہو گئی تھی ان بے سروپا کی مبالغہ آرائی سے۔۔

"فارس محمود! بات کو جلیبی کی طرح گھمانے کے بجائے اصل مدعا پر آؤ۔۔میں تو کہ رہا ہوں کی اپنی بکواس کا پٹارہ لیکر دفع ہو جاؤ دماغ کا دہی کر دیا ہے۔۔"سخت کوفت سے کہتا وہ چائے کا مگ اٹھا کر ایک سیپ لیتا پیچھے صوفے سے سر ٹکا کر آنکھیں موند گیا تھا۔۔

"اصل مدعا یہ ہے ظالم، سنگ دل، ہر جائی شقی القلب تھانیدار تم میری مظلوم، دکھیاری، قسمت کی ماری، زوجہ طلحہ ابرار حمید عرف تھانیدارنی یعنی میری بھابی کو بھلا کیسے سکتے ہو۔۔۔؟"چیپس کا بول گود میں لیکر دوسرے ہاتھ سے مگ اٹھاتا فارس اب خشمگیں نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

جیسے طلحہ سے کتنا بڑا گناہ ہو گیا ہو۔۔

وہ خیال تھا، دھنک نما،

یا کوئی عکس تھا میرے روبرو،

مجھے ہر طرف سے تو لگا،

یا کوئی اور تھا تیرے ہو بہو۔۔۔۔!!

دوسری طرف حقیقتاً ملک زادی کو بھلائے اپنی شب و روز کی معمولات میں محو ہو چکے طلحہ کی بند آنکھوں کے اس پار اس نازک اندام نخریلی دوشیزہ کا نخوت زدہ چہرہ پوری چھم سے لہرایا تھا۔ وہ پٹ سے تھکن سے چور آنکھیں واں کرتا سیدھا ہو بیٹھا۔

"آ گئی یادداشت واپس یا میں مزید تفصیل میں جاؤں۔۔؟" نروٹھے طنز پر طلحہ مسلسل تھکن و شب خوابی سے سرخ ڈوروں سے مزین آنکھوں سے اسے گھورنے لگا۔۔۔

"ایسے گھورومت اقبال جرم کے بعد مجرم کی نگاہیں احساس جرم سے جھکی اچھی لگتی ہیں۔۔"

"ایکسکیوزمی! کونسا جرم اور کیسا مجرم۔۔؟"

آس کے تیوڑی پر بل پڑے۔۔

"دنیا کی چکاچوند میں گم ہو کر میری مظلوم بھابی کو بھلانے کا جرم، انھیں گھر چھوڑ کر پلٹ کر پھر ہفتوں سے گھر کی طرف مڑ کر نہ دیکھنے کا عظیم جرم، کتنے جرم گناؤں تھانیدار یہاں تو لسٹ تیار ہے۔۔"لفاظی میں حقیقتاً فارس محمود لاثانی تھا۔۔

"اول تو وہ تمہاری بھابی نہیں ہے، دوم پلٹ کر دیکھنے یا نہ دیکھنے سے کم از کم ان کی موجودگی کو فرق نہیں پڑتا۔۔"اس کا لہجہ خود بخود بے تاثر ہوا تھا۔۔

"اچھا! اتنے عرصے میں کال کر کے خبر خیریت دریافت کی ہے۔۔؟" شوقی سے ابیرو کو جنبش دیتے پوچھا۔

"میں ایسا کیوں کروں گا۔۔؟" اس کو اب حقیقتاً تپ چڑھ گئی تھی۔۔

"بیوی ہے تمہاری بھئی ذمہ داری۔۔"

"فارس پلیز! وہ میری بیوی نہیں ہے منشی جی کی ذمہ داری ہے۔۔۔ جو کچھ دن عارضی طور پر میرے ذمہ تھی، اب میں انھیں منشی جی تک پہنچا چکا ہوں، اور ایم شیور منشی جی ان کا بہتر خیال رکھ رہے ہوں گے سو پلیز اس فضول ٹاپک سے تم میرا مزید دماغ مت کھاؤ۔۔"

قطعیت بھرے لہجے میں کوفت و بیزارگی نمایاں تھی۔

"ایسے چڑ کیوں رہے ہو میری مظلوم بیچاری بھابی کی ذکر سے۔۔؟ ویسے میں بتادوں شدید محبت کہ ابتدائی سائن ہے یہ۔۔" مجال ہے فارس پر غصہ، جھنجھلاہٹ، ڈانٹ، جھرک کسی چیز کا اثر پڑا ہو۔

الٹا آنکھیں پٹپٹا کر معلومات میں اضافہ کرتا وہ مزید مقابل کا غصہ سوا نیزے پر لے گیا تھا۔۔

"اہ! پلیز فارس! وہ محترمہ کوئی مظلوم بیچاری نہیں ہے، بلکہ بدلحاظ، بدسلیقہ، بددماغ، خودسر، اڑیل، بگڑیل، ٹیپیکل رِچ سپوئیلڈ پاپا کی پری ہے۔ منہ میں سونے کا چمچہ گلے میں ریکارڈ بریکر آف بدتمیزی کا میڈل، پیر زمین پر نہیں ٹکتے اور مزاج صاحب کی ساتویں آسمان سے تشریف آوری نہیں ہوتی، ماتھے پر آنکھیں سجا کر چلتی ایسے ہیں جیسے پیدا ہو کر سیارہ زمین سمیت پورے کائنات پر احسان کیا ہو۔۔ سو ان سے محبت تو نہیں البتہ موقع میسر ہو

تو انھیں مریخ پر ڈراپ کر ثوابِ جاریہ کا شرف ضرور حاصل کیا جا سکتا ھے۔۔"

آبرو کیلئے مظلوم بیچاری کا لفظ تو جیسے طلحہ کہ تلوؤں پر لگ کر سر پر بجھا تھا۔

شہر واپسی سے پہلے کی جھڑپ پورے آب و تاب سے کھولتے ذہن کے پردے پر واضح ہوا تو پھر تعریف و توصیف میں بے دریغ الفاظ کا زیاں کرنے میں کسی قسم کنجوسی سے کام لینا قطعاً گوارا نہ کیا گیا۔۔

"کیا؟؟" سر جھٹک کر کپ عنابی لبوں سے لگاتے ہوئے مقابل منہ میں چیپس کے ساتھ چار انگلیاں بھی ڈالے حیرت و بے یقینی سے آنکھیں پھاڑے فارس کو دیکھ اس کی تیوڑی کے بلوں میں خطیر اضافہ ہوا۔۔

"سب ٹائٹل پلیز!!" فارس کی پھسی پھسی آواز شرارت سے لبریز تھی۔

"جرنلسٹ!!۔۔"

"سوری یار! مطلب تو نے بھابی کی تعریف میں کچھ اس طرح ارض و سماں ایک کیا کی بس تیری محبت کی شدت کو محسوس کرنے کے چکر میں معنیٰ مفہوم پر غور کرنے کا دھیان ہی نہیں رہا۔۔" قہقہہ ضبط کر کے بمشکل بھولپن سے کان کھجاتا وہ طلحہ کی ضبط کی طنابیں توڑ گیا تھا۔

"وہ بدتمیزی کی برانڈ ایمبیسیڈر ہے، اور جرنسلٹ فارس بکواس کا انسانی چہرہ۔۔" اس کی کمینگی سمجھ زور سے کشن اس کے منہ پر مارتا وہ جھلا کر کھڑا ہوا تھا۔

یہاں جتنی دیر رکتا اس پکاؤ جرنلسٹ سے خون ہی جلنا تھا۔

اور سر پر لٹک رہی ننگی تلوار ذرا سر سے کیا سر کی ڈھیٹ ابن ڈھیٹ جرنسلٹ صاحب کے اندر کا سستا گلوکار انگڑائی لیکر ایک بار پھر بیدار ہوا تھا۔۔

"محبت کی نہیں جاتی، محبت ہو جاتی ہے،

میرے یار۔۔ میرے یار۔۔

سنا ہے میں نے، سنا ہے تو نے

یہی کہتے ہیں زمانے والے۔۔۔۔

محبت کی نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"فارس محمود!!!۔"

قریب سے اُبھری چنگھاڑتی آواز پر فارس ہڑبڑا کر کھڑا ہوا تھا۔

نتیجتاً چیپس کا بول فرش بوس ہوا اور چیپس قدم بوسی کرنے لگے۔

"سُدھر نہیں سکتے ناں تم۔۔۔؟"اس نے تاسف سے نیچے گرے چیپس کو دیکھا۔۔

"سُدھر تو جاؤں لیکن مجھ سے زیادہ بگڑے ہوئے بچے کو سُدھارنے کی ذمہ داری جب مجھے سونپ دی جائے تو پھر کیسے سدھر سکتا ہوں میں۔۔"اس کی نروٹھی آواز پر جھک کر پیپر زاٹھارہا طلحہ ٹھٹھکا۔۔

"منشی جی نے کال کی تھی تمہیں۔۔۔؟"

"ظاہر سی بات ہے تم ان کی بات سُن نہیں رہے تو وہ اپنے دوسرے سمجھداری بیٹے سے ہی رابطہ کریں گے اس سلسلہ میں۔۔"کالر جھاڑ کر کہتا وہ پیچھے دھپ سے صوفے پر گرتا طلحہ کے خدوخال میں در آئی ناگواری کو دیکھنے لگا۔

"طلحہ تین ہفتہ ہونے کو آرہے ہیں تمہیں گھر سے آئے ہوئے۔۔سب تمہیں مس کر رہے ہیں۔۔اس سب کے علاوہ پنچائت کو مطمئن کرنے کیلیئے تمہارا بھابی میں انٹرسٹ دکھانا ضروری ہے، تم دونوں کا ایک عام شادی شدہ کپل کی طرح دنیا کی نظر میں رہنا ضروری ہے۔

اور اتنا تو تم بھی جانتے ہو کوئی بھی نیولی ویڈ کپل شادی کے ابتدائی دنوں میں یوں ایک دوسرے سے لاتعلق دو الگ الگ سیارے پر اپنی اپنی دنیا میں مگن نہیں رہتے خواہ دونوں فریق میں سے ایک ایس پی یا ملک کا وزیر اعظم ہی کیوں نہ لگا ہو۔۔

اور تم کسی میٹروسٹی میں نہیں رہتے جہاں لوگ اپنی اپنی دنیا میں مگن رہتے ہیں، ایک عام سے محلے میں رہتے ہو وہاں سب کے گھر کی خبر سب کو ہوتی ہے، تم جس طرح بھابی سے بے اعتنائی برت رہے ہو اس سے تو صاف ظاہر ہو رہا ہے کی یہ شادی نہیں بس ایک مصلحت کا تقاضا ہے۔۔

آبرو ملک کو شرط کے مطابق گیلانیوں کو ناں سونپنے کی ایک حکمت عملی۔۔اور خود سوچو اتنا اثر و ثوق رکھنے والے زیاد گیلانی کی ایک پنچائیت کے اصول کے خلاف ورزی کرنے پر پنچ کا جھکاؤ ملکوں کی طرف ہو سکتا ہے تو ملکوں کی اتنی بڑی پلانگ کی بھنک قبل از وقت لگنے کے بعد کیا طوفان آسکتا ہے۔۔۔؟

یہ پنچائت کہ جو لوگ ہوتے ہیں ناں از حد اصول پسند ہوتے ہیں یار۔

پھر کیوں تم جان بوجھ کر بنا بنایا کام خراب کرنا چاہ رہے ہو، ملکوں سے جو عداوت ہے اسے سائیڈ پر رکھ کر سوچو بیچاری اس لڑکی کا کیا قصور وہ کیوں اپنی زندگی ایک خوف ایک کرب مسلسل میں جیئے۔۔۔اور اس گھٹیاں صفت زیاد گیلانی اور اس کے کراہیت آمیز عزائم سے کیا تو واقف نہیں۔۔۔؟اپنے دل سے پوچھنا کیا وہ لڑکی ڈیزرو کرتی ہے اس جیسے درندے کی انتقام کی بھینٹ چڑھنا۔۔؟"

فارس کی لمبی چوری جذباتی حقائق پر مبنی تقریر بھینچے نقوش سنگ ملاحظہ کرنے کے بعد وہ بنا کچھ کہے فائلز لیکر روم میں بند ہو گیا تھا۔

پیچھے فارس بالوں میں انگلیاں پھسا کر صوفہ پر پر سوچ تاثرات لی ئے واپس ٹک گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

روم میں آکر وہ فائلز بیڈ پر اچھالتا ہوا بیڈ پر بیٹھ کر دونوں شہادت کی انگلی سے دونوں کنپٹیوں کو سہلاتا اضطرابی انداز میں مسلسل ایک ٹانگ ہلائے جا رہا تھا ذہن میں فارس کی باتوں کے ساتھ آبرو کے ساتھ گھر میں گزرا وہ ایک دن لوگوں کی آمد و رفت بھات بھات کی بولیاں تبصرہ از سر نو گونج رہے تھے۔۔

ابرار حمید کے مطابق وہ سب حالات کے پیش نظر مصلحت کا تقاضا تھا۔۔

لیکن طلحہ کے مطابق ان سب سے قطع نظر وہ سب صرف اور صرف چھوٹ فریب دھوکہ اور تماشہ تھا جس سے وہ اس قدر ڈسٹرب ہو گیا تھا کی دن نکلنے تک کا انتظار کئے بغیر فجر کی نماز پڑھنے کے ساتھ ہی وہاں سے نکل گیا تھا۔

وہ ایک حقیقت میں جینے والا حقیقت پسند بے حد صاف گو کسی حد تک تلخ گو انسان تھا۔ جھوٹ فریب دھوکہ یا بناوٹ کی زندگی اس نے کبھی نہیں جی تھی۔

چھوٹی سی عمر میں ماں کے مہربان آنچل سے محروم ہونے کے بعد تینوں چھوٹے بھائی بہن کی ذمہ داریوں کے ساتھ پورے حمید منزل کا بوجھ اس کے ناتواں کندھوں پر کچھ یوں غیر متوقع طور پر آن پڑا تھا کے پھر حقیقت میں جینے کہ سوا کوئی راہ نہ بچی بھی نہیں تھی۔

کیونکہ محبوب رفیق سفر کی دائمی جدائی کے غم سے نڈھال منشی ابرار حمید کیلئے اس وقت بھی پہلی ترجیح ملک خاندان اور انھیں درپیش مسائل ہی تھے۔ یوں بے فکری کی آزاد زندگی الڑھ نوعمر نوجوان کی طرح اس نے کبھی گزاری ہی نہیں۔

یہی وجہ تھی جو کم عمری سے اپنی زندگی کہ ہر معاملے کو لیکر وہ از حد سنجیدہ تھا۔

اور یہ کوئی چھوٹی بات تو نہیں تھی پورے حلقہ میں آبرو اس کے حوالے سے متعارف ہو چکی تھی۔ اور جس طبقے سے اس کا تعلق تھا وہاں شادی بیاہ کوئی مذاق قطعاً نہیں ہوتا تھا یہی وجہ تھی جو وہ آبرو کو وہاں اپنے نام سے معتارف کروانے کے خلاف تھا۔

لیکن منشی جی نے ہمیشہ کی طرح ملک خاندان سے وفاداری میں دیگر تمام پہلوئں کو نظرانداز کر دیا تھا۔ لیکن طلحہ یہ سب نہ نظرانداز کر سکتا تھا نہ مزید وہ

اس ڈرامہ کا حصہ بننا چاہتا تھا۔۔ یہ بات آنے سے پہلے وہ منشی جی کو واضح لفظوں میں باور کروا کر آیا تھا۔

لیکن منشی جی بھی اس کے باپ تھے ان کا اصرار ایک ہفتہ بعد ہی زور پکڑنے لگا۔اس نے بغیر کسی مروت کے صفا چٹ جواب چپکا دیا تو اب فارس کو اس ڈیوٹی پر معمور کر دیا۔ کیونکہ وہ اچھے سے واقف تھے طلحہ کو اگر کوئی منا سکتا ہے تو وہ فارس محمود اس کا بچپن کا ضدی ڈھیٹ اکلوتا یار ہے۔۔

اس کی سوچوں میں تنفر کا غبار بھرنے لگا تھا۔

"مزید میں اس ڈرامہ میں اپنا کردار نبھا کر تماشہ نہیں بنوں گا منشی جی یہ تو خیر طے ہے۔آپ آزمالیں ترکش کے جتنے تیر آزمانے ہیں۔۔۔" وہ زیر لب منشی جی کو مخاطب کرتا مصمم ارادہ کر کے تمام متنفر سوچوں کو جھٹکتا ابھی فریش

ہونے جانے لگا تھا کی باہر سے فارس کی جانب سے موصول ہوئی اطلاع پر اس کی کشادہ پیشانی پر ناگواری کے بل نمودار ہوئے تھے۔

"افف!! یہ نام نہاد خاندانی لوگوں کی نیچ حرکتوں کی پردہ پوشی کی گھٹیاں چونچلے، سستی غیرت کا راگ الاپتے ہوئے ذلالت و کمینہ پن کی دلدل میں اُتر کر انتقام کا دم بھرنے والے ہلکے لوگوں کے بیہودہ ہتھکنڈے۔۔"

شدید طیش و کوفت سے زیر لب دو تین موٹی موٹی گالیوں سے آنے والے کو نوازنے کے بعد وہ واش روم میں بند ہو چکا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"کیسے ہیں ڈی ایس پی صاحب۔۔؟" ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ گردن اکڑائے صوفے کی ہتھی پر دونوں بازو پھیلائے ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر کروفر سے براجمان زیاد گیلانی کے روبرو تھا۔

جو شائد دنیا کا آخری شخص بھی نہ ہو جس سے طلحہ اس وقت ملنا چاہے۔

"بے حد مصروف۔۔" بھینچے جبڑے، سپاٹ بے تاثر چہرہ، ماتھے پر ناگواری کے بل آنکھوں میں صاف ناپسندیدگی لیئے طلحہ مقابل صوفہ پر براجمان ہوا تھا۔

لہجے سے کھردارپن چھپانے یا تاثرات ٹھیک کرنے کی کوشش اس نے چنداں نہ کی تھی کیونکہ چاپلوسی اس کی سرشت میں نہیں تھی۔۔

"وہ تو نظر آرہا ہے۔۔ ہم سے ملاقات کے خواہاں جہاں ملک کے نامور سیاست دانوں سے لیکر بزنس ٹائیکون تک انتظار کا عذاب جھیلتے ہیں، ہم آپ کا گزشتہ دس منٹ سے انتظار کر رہے وہ بھی آپ کے مقام پر۔۔" زیاد گیلانی کو مقابل دونوں ہتھیلی کے پنجے صوفے پر گاڑھے بے خوف بیٹھے شخص کا اٹیٹیوڈ زہر تو لگا تھا لیکن وہ بظاہر مسکرا کر استہزائیہ بولا۔

"'مفاد' گیلانی صاحب! 'مفاد'۔۔ میں منحرف نہیں آپ کے بیان سے کرتے ہوں گے ایسے لوگ آپ کا انتظار اگر آپ کی ذات ان کیلئے کسی بھی طرح سے فائدہ کا ذریعہ ہے تو۔۔۔ کیونکہ 'ہوس ولالچ' وہ چیز ہے جو انسان کو انسان سے 'کتّا' بنا دیتی ہے۔ اور الحمد اللہ میں اس غلاظت سے پاک ہوں۔۔" اس کے مستحکم لہجے میں دیا تلخ حقیقت پر مبنی جواب زیاد گیلانی کی نام نہاد انا پر کاری ضرب ثابت ہوا تھا لیکن وہ سوائے پہلو بدلنے کے کچھ نہیں کر سکا۔۔

"ایک طرف آپ کی ہوس ولالچ کی غلاظت سے پاک ہونے کی دعویداری، دوسری طرف راتوں رات جدی پشتی زمیندار کی اکلوتی اربوں کی جائیداد کی مالک دختر سے نکاح اور پھر خاموشی سے رخصتی۔۔ شائد اسے ہی قول و فعل کا تضاد کہتے ہیں ڈی ایس پی صاحب!۔۔" زیاد گیلانی نے بھی مکاری سے مسکراتے ہوئے بھرپور وار کیا تھا۔

جس پر لمحے کیلئے طلحہ کے تاثرات مغلوب ہوئے عقب پر خاموش کھڑے فارس نے بے چینی سے پہلو بدلا لیکن شکر طلحہ خود کو لمحاتی کیفیت سے نکال چکا تھا۔۔

"میرے قول و فعل میں تضاد کا نقطہ کم از کم آپ تو نہیں اٹھائیں گیلانی صاحب! آپ سے بہتر میرے قول کی پختگی اور فعل وارادہ کی مضبوطی کا کسے اندازہ ہو سکتا ہے۔۔؟" جب وہ بولا تو ذو معنٰی استہزائیہ لہجے میں راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا جو زیاد گیلانی کا چین رخصت کر گیا۔

"حد میں رہو ڈی ایس پی!!!" وہ دم پر پیر پڑے ناگ کی طرح پھنکار کر اپنی نشست سے کھڑا ہوا۔

"تصوراتی سلطنت کا خود کو بادشاہ تصور کرنے والے لوگ اکثر حقیقت کا آئینہ دیکھ بلبلا اٹھتے ہیں۔۔" پوکٹ کے جیب میں ہاتھ آڑستا وہ بھی مبہم تبسم سنگ برابر کھڑا ہوا تھا۔

زیاد گیلانی کی تلملاہٹ بلبلاہٹ نے معجزاتی طور پر اس کی طبیعت پر چھائی کوفت و کثافت کو پل رخصت کر دیا تھا۔اب وہ وہی نڈر دوٹوک حق گو بلکہ تلخ گو طلحہ ابرار حمید تھا جو بنالحاظ مقابل کی ایسی کی تیسی کر کے رکھ دیتا تھا۔

فارس نے سکھ کا سانس لیا۔۔

"بڑے لوگوں کے آگے بڑے بول برباد کر دیتے ہیں ڈی ایس پی!! سو ڈریں اس وقت سے جب آپ کے بول آپ کی تباہی و بربادی کی وجہ بن جائے۔۔" اس کے دبے لہجے میں سنگین دھمکی تھی۔

"میرا ایقان ایک ہی ذات پر ہے جس کے قہر و جلال سے انسان کو ڈرنا چاہیئے اور وہ ذات ہے 'ذاتِ خداوندی'، جس ذاتِ واحد کے پاس زیر و زبر برباد و آباد کرنے کی طاقت و اختیار ہے، باقی سب تو اس کے ہاتھ کی کٹھ پتلی ہیں۔ سو مجھے خود میں یہ بات اچھی لگتی ہے کی میں زمینی خداؤں کی کھوکھلی دھمکیوں سے الحمداللہ کبھی خائف نہیں رہا۔۔" اس کا متانت سے بھرا جواب زیاد گیلانی کیلیئے کسی بھری بزم میں طمانچہ مارنے سے کم نہ تھا۔

"ڈی ایس پی!!!" اور اگلے ہی لمحے زیاد گیلانی کی غیظ بھری دھاڑ در و دیوار میں ارتعاش کی وجہ بنی۔

"آواز نیچے!! یہ آپ کی حویلی نہیں میرا فلیٹ ہے۔۔"

وہ اس سے دگنی آواز میں دھاڑا تھا۔

جس پر زیاد گیلانی کے چاروں گارڈز نے فوراً اس پر بندوق تانے تھے لیکن وہ بے خوف خون آشام نظروں سے خود کو گھور رہے زیاد گیلانی کو گھور رہا تھا۔۔

"طلحہ پلیز ریلیکس! اور آپ لوگ گن نیچے کریں بات کر رہے ہیں یہ لوگ۔۔" فارس متحوش سا فوراً در میان آیا۔

زیاد گیلانی کے اشارے پر گن نیچے ہو گئے تھے۔۔

"آپ سمجھدار لگتے ہیں ہمیں جرنلسٹ صاحب! اپنے دوست کو سمجھائیں ان میں جوش بھی ہے اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ بھی۔۔۔ خواہ مخواہ پرائے کے گلے کا طوق اپنے گلے ڈال کر کیوں اپنی زندگی اپنا کریئر برباد کرنا چاہ رہے ہیں۔۔؟ ہمیں ان سے کوئی مسئلہ نہیں یہ خاموش سے در میان سے ہٹ جائیں تو ہم انھیں راتوں رات فرش سے عرش پر پہنچا سکتے ہیں۔۔ یقین کریں

جو انھیں وہ ملک زادی دے سکتی ہے اس کا دگنا بلکہ منہ مانگا ہم دیں گے انھیں۔۔"

"ہاہاہاہا۔۔۔"زیاد گیلانی کی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کی طلحہ بے ساختہ تمسخرانہ قہقہہ لگاتا پیچھے صوفے پر گرا۔۔

جواباً اس کے ٹھیک ہوئے تاثرات واپس سے بگڑے۔۔

"اسے آپ کا بھولپن کہوں یا جذباتی پن گیلانی صاحب۔۔؟"ٹانگ پر ٹانگ جما کر بمشکل قہقہہ ضبط کرتا وہ غصہ سے سرخ زیاد گیلانی کو تاسف سے دیکھنے لگا۔

جبکہ اس کے شریر تاثرات پر فارس نے نفی میں سر ہلایا وہ سمجھ چکا تھا اب تھانیدار تناؤ زدہ ماحول کا خیال کئے بغیر کوئی پھلجھڑی چھوڑنے والا ہے۔

"فارس گیلانی صاحب نے تمہیں سمجھدار کہا ہے ذرا انھیں سمجھاؤ یار! بیوی ہے آبرو وقاص ملک اُلپس! آبرو طلحہ حمید میری۔۔اور مجھے چار عدد گول مٹول سے بچوں کا ابا بننا ہے۔۔یہ اپنی دعویداری کے مطابق کیا۔۔؟"کان کی لو کو چھو کر ذو معنٰی جملہ ادھورا چھوڑنے پر جز بز کا چکار فارس کیلئے ناساز فضا میں قہقہہ لگانے سے اجتناب دنیا کا انتہائی مشکل امر ہو گیا تھا۔

خود زیاد گیلانی خفت واشتعال سے سرخ پر گیا تھا۔

"بیوی! دیکھتے ہیں کتنے دن 'بیوی' تمہارے گھر رہتی ہے بلکہ کتنے گھنٹے۔۔۔؟"زیاد گیلانی پیچ وتاب کھاتا آنکھوں میں شعلہ لیۓ طلحہ کے مقابل آیا۔

"آہاں! بالکل نہیں!۔۔ناں! کچھ الٹا سیدھا سوچیۓ گا بھی مت گیلانی صاحب! کیونکہ میرا تعلق جس محلے سے ہے وہاں سب کی بہو بیٹی سانجھی

ہوتی ہے اور جب بات ان پر آتی ہے تو وہاں کے لوگوں سے خونی درندہ بھی پناہ مانگتا ہے۔ وہاں آپ کا اثر و ثوق بھی نہیں چلے گا کیونکہ وہ لوگ سچے غیرت مند ہیں۔۔ میں تو خیر قانون کا بندھا بعد میں آؤں گا آپ کا صفایا وہ پہلے کر چکے ہوں گے۔ سو احتیاط لازم ہے۔۔" زیر لب مسکراہٹ لیئے خبردار کرنے کے انداز میں بولا۔

زیاد گیلانی ایک قہر بار نظر اس پر ڈال کر تن فن کرتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

پنچائت اور بڑے گیلانی صاحب نے اس کے ہاتھ نہ باندھ رکھے ہوتے تو اب تک وہ طوفان برپا کر چکا ہوتا۔۔

"جس خاندان نے گیلانی خاندان کی عزت و ناموس کو مٹی میں ملانے کی سازش رچی تھی اگر میں نے بھی اس خاندان کی شہزادی کو اپنے حویلی کی

باندی نہ بنایا تو میرا نام بھی زیاد گیلانی نہیں۔۔۔" دہلیز پر پہنچ کر گیدر بھبکی دینے وہ رکا۔

"پھر تو آپ نے اپنا نیا نام سوچ لیا ہو گا گیلانی صاحب۔۔؟ اگر نہیں سوچا ہے تو ای کین ہیلپ یو۔۔ میں آج فری ہی ہوں۔۔" تمسخرانہ سوال بمعہ استہزائیہ پیش کش لحظے بھر کیلئے غصہ و اشتعال سے پاگل ہو رہے زیاد گیلانی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔۔

"آپ کے دشمن ملک وقاص کی بیٹی اور ملک وہاج کی بھتیجی اب میری بیوی ہے گیلانی صاحب! ہم غیرت کا راگ نہیں الاپتے، سیدھا اپنی گھر کی طرف اُٹھی ٹیڑھی نگاہ کو نوچ لیتے ہیں۔۔ سنبھل کر۔۔" طلحہ کے دبے لہجے میں ایسی پھنکار تھی کی زیاد گیلانی پھر ایک لفظ کہے بغیر نکل گیا تھا۔۔

"انکل نے واقعی وفاداری کے نام پر بہت بڑی مصیبت کو اپنے گھر کی راہ دکھا دی ہے، ایسے لوگوں کی انتقام کی آگ نسلوں کو لپیٹ میں لے لیتی ہے۔۔" طلحہ کو پانی کا گلاس تھما کر فارس دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا تھا۔

زیاد گیلانی کی اثر و ثوق اور ان جیسے وڈیروں کی ظلم و بربیریت سے اچھی طرح واقف تھا وہ اور آج زیاد گیلانی سے یوں روبرو ہو کر اسے اب اپنے یار کی فکر ستانے لگی تھی۔۔۔

"اور طلحہ تمہیں اس سے الجھنا نہیں چاہئے تھا۔ کیا تمہیں اندازہ نہیں کتنے خطرناک ہوتے ہیں ایسے لوگ۔۔"

طلحہ کی دوبدو جملہ بازی یاد کر فارس اس پر بگڑا۔

"کیا تمہیں اندازہ نہیں میں کتنا خطرناک ہوں۔۔"

"لالے! ایسے لوگوں سے دشمنی دوستی دونوں ہی صحیح نہیں ہوتی یار۔۔"

"تیر الالے پر بھی غلط کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔۔"

"لالے! تو سمجھ نہیں رہا ہے یار وہ تمہارا کریئر برباد کروا سکتا ہے، تم اس مقام تک ایک کٹھن مسافت طے کر کے پہنچے ہو یوں اسے داؤ پر نہ لگاؤ۔۔" فارس متفکر سا اس کے پہلو میں بیٹھ کر اس کے شانے پر دباؤ بڑھایا۔

فارس کی فکر پر طلحہ کے سنجیدگی سے آپس میں پیوست لبوں پر تبسم کھلا۔۔

"لالے کی جان! یہ گرجنے والے بادل ہیں برسنا اسے نہیں آتا۔۔ بھوکنے دے اگر اسے بھوکنا ہے کیونکہ بھوکنے والے کتے کا کام صرف بھوکنا ہوتا ہے کاٹنا نہیں۔۔" طلحہ اس کے فکر مند تاثرات دیکھ نفی میں سر ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"لالے!!"

"کیا چاہتے ہو۔۔؟ وہ گھٹیاں انسان میرے گھر میں کھڑا ہو کر مجھے دھمکائے اثر و ثوق کا رعب ڈالے اور میں جی جی کر کے بزدلوں کی طرح دم ہلاتا رہوں بجائے اس کا منہ توڑنے کے۔۔ یا کہوں کی میرا کریئر بچانا ہے آپ ملک زادی کو لیکر جاؤ ایک لاچار باپ سے کیا وعدہ ایک بے بس ماں کی خاموش التجا گئی بھار میں مجھے میری جان عزیز ہے۔۔ اتنا بے غیرت سمجھا ہوا ہے مجھے۔۔" وہ بری طرح پھٹ پڑا تھا۔۔

"بس! تھوڑا احتیاط کر لے یار تو بہت قیمتی ہے ہم سب کیلئے۔۔" فارس ملتجی ہوا تو وہ بس سر ہلا سکا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"ڈاکیہ ڈاک لایا۔۔۔!!!

ڈاکیہ ڈاک لایا۔۔۔!!!!

خوشی کا پیا ممممم!!!!

ڈاکیہ ڈاک لایا ڈاکیہ ڈاک لایا۔

خوشی کا پیا ممممممم!!!!

"ساری زندگی نہ تم دونوں یاجوج ماجوج ترسے ہوئے بھوکے ندیدے ہی رہنا۔۔" نجمہ جو ہاتھ میں برتن لیکر بے حد خراب موڈ کے ساتھ حمید منزل میں داخل ہی ہوئی تھی۔ دونوں بھائیوں کو ڈونگے پر للچاتی نظر جمائے باآواز بلند شروع دیکھ اس کا پارہ چڑھا۔

"ہم سچے قدر دان ہیں۔۔ جس کی قدر تم جیسی ناقدری نہیں جان سکتی، لیکن میری شفیق خالہ اور حلیم الطبع کزن جانتی ہیں ہماری قدر و قیمت تبھی تمہارے جلنے کڑھنے کے باوجود وہ ہمارے لیئے تمہارے دل پر آڑے چلا کر یہ سب

بھیجتی ہیں۔۔"زبردستی اس کے ہاتھ سے برتن چھین کر امروز اس کے موڈ کا نوٹس لیئے بغیر مزید پتنگے لگاتا برتن میں آیا سوغات چیک کرنے لگا۔۔

"بہتر ہے کی اس وقت تم میرے منہ نہ ہی لگو۔ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔"

"بتانے والی بات نہیں یہ۔۔۔ہم پہلے سے جانتے ہیں اس پورے محلے میں تم سے برا کوئی نہیں ہے۔۔ چھوٹے ذرا رسوئی سے برتن اور چمچہ تو لیکر آؤ خشبو بڑی زبرست آرہی ہے۔۔"نجمہ کو ٹکا سا جواب دیکر ڈونگے کے قریب ناک لیجا کر خوشبو اندر اُتارے ہے شہروز کو بھی حکم دیا گیا۔

"اور خالہ کے ہاتھوں کی بنی ذائقہ دار خوشبودار مزیدار نلی نہاری کے ہوتے ہوئے کوئی اخیر احمق ہی ہو گا جو تیکھی مرچی کو منہ لگانے کا تصور تک ذہن میں نہیں لائے گا۔۔۔"

"تو کھا کر فوت ہو جاؤ سڑے ہوئے بیگن!!" اس نے کلس چپل کا نشانہ تو صحیح لیا تھا لیکن شہروز بروقت رسوئی میں غائب ہو کر بچاؤ کر گیا۔۔

"ایزایوری تھینگ اوکے امروز۔۔۔۔؟"

شور کی آواز سن کر آبرو باہر آئی تو حسب سابق لال پیلی ہو رہی نجمہ کو زیر لب خراب موڈ کے ساتھ بڑبڑاتا دیکھ لاتعلقی کا مظاہرہ کر رہے امروز کو دیکھنے لگی۔

"آپ کے ان یاجوج ماجوج کی نمونی جوڑی دیوروں کے ہوتے ہوئے کچھ اوکے ہو سکتا ہے۔۔؟" مزے سے نہاری کے ساتھ انصاف کر رہے دونوں بھائیوں پر غیظ بھری نظر ڈالتی وہ دانت پیس کر بولی۔۔

"پھر سے آپ لوگوں کی آرگیومنٹ ہوئی ہے۔۔؟"

چند دنوں سے تھوڑا بہت گھلنے ملنے کی کوشش کر رہی آبرو کی یہاں کے مکینوں کے مزاج سے کچھ کچھ شناسائی تو ہو گئی تھی۔

امروز شہروز جو عمر میں اس سے ایک ڈیڑھ سال بڑے ہی تھے شکلاً ہی نہیں عادتاً بھی ایک دوسرے کی فوٹو کاپی تھے۔

بقول زینیہ کے بچپن سے ان دونوں کا کام گھر کا کام کرنا محلے کے بچوں کے ساتھ شرارتیں کرنا گھر میں اوٹ پٹانگ حرکتیں کرنے کے علاوہ نجمہ کو تنگ کرنا تھا جس کا نجمہ بھی بھرپور جواب دیتی تھی۔۔

نجمہ اسے مزاجاً تیز اور بلا کی منہ پھٹ حساب کتاب کی پکی لگی تھی کسی کا ایک لفظ زیادہ نہ سننے والی، موقع پر منہ توڑ جواب دینے والی اور امروز شہروز کی دشمن اول۔۔

ان مار دھار مقابلہ کی شوقین لوگوں میں زینیہ واحد دھیمے مزاج کی معصوم سی لڑکی تھی۔ جو اس سے دوستی کی خواہاں تھا۔ لیکن جھجھک بھی رہی تھی۔ اور دھیرے دھیرے آبرو کے قریب بھی آرہی تھی۔۔

کبھی کبھی ادھر آنے والی من موہنی گندمی رنگت کی مالک لڑکی نغمہ بھی اسے ان سب کے برعکس ہی لگی تھی۔

"یہ خود ہی جلتے توے پر بیٹھی لوگوں سے سینگ لڑانے کیلئے تیار بیٹھی ہوتی ہے، ہمیں پاگل کتے نے نہیں کاٹا جو ہم اسے چھیڑیں۔۔" امروز نے کانوں کو ہاتھ لگا کر خود کا دفاع کیا۔

"تم بارہ سینگھا تو شرافت کے دیوتا ہو جیسے۔۔۔"

"آبرو جی! آپ انھیں چھوڑیں ان کا چلتا رہتا ہے۔۔"

زینیہ مسکراتی ہوئی آکر آبرو کہ پہلو میں بیٹھی۔

اسے اپنے بھائی جان کیلئے ایسی ہی نازک اندام بیوی چاہیئے تھی آبرو ہو بہو اس کے تصور کی تصویر تھی۔ سو حقائق اپنی جگہ لیکن وہ بے حد خوش تھی آبرو کو پا کر۔۔۔

"ہاں! ایسے ہی تم اپنے بھائیوں کو بچاتی رہو تمہیں تو اللہ پوچھے گا لڑکی۔۔" نجمہ کی توپوں کا رخ فوراً زینیہ کی طرف ہوا۔۔

"ہے! خبردار گلی ماسٹرنی جو ہماری مینا کو ڈرانے کی کوشش کی تو۔۔" امروز کے اندر کا بھائی جلال میں آیا۔ نجمہ ہونہ! کر گئی۔

"مینا یہاں آؤ خالہ کے ہاتھوں کی نہاری سے لطف لو۔ اس جل ککڑی کو وہاں دل جلانے دو اکیلے ابھی۔ اور آپ بھی آئیں آبرو۔۔" شہروز نے فراخ دلی سے دونوں کو مدعو کیا۔

"نو تھینکس! آپ لوگ انجوئے کریں۔۔ ویسے آپ لوگ انھیں مینا کیوں کہتے ہیں۔۔؟ ای تھینک ان کا نام تو زینیہ یا زینی ہے ناں۔۔۔؟" سہولت سے انکار کے ساتھ سرسری سا متجسس سوال بھی آیا تھا۔۔

جس پر زینیہ معصومیت سے مسکرائی۔

"کیونکہ یہ تھانیدار صاحب کی مینا ہے، جس کی لبوں سے نکلی کوئی بھی بات تھانیدار صاحب نہیں ٹالتے، فوراً حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔۔" شہروز نے ہنس کر بتایا جس پر زینیہ جھینپ سی گئی۔۔

"اور یہ دو منڈیر پر بیٹھ کر کائیں کائیں کرنے والے منحوس ڈھیٹ 'کوے' ہیں۔۔ جنھیں تھانیدار پھٹکار لگاتے رہتے ہیں، کچھ دنوں سے ٹیونگ نہیں ہوئی ہے تو ان کی کائیں کائیں بھی بڑھ گئی ہے۔۔" نجمہ کے بدقت ٹکڑا لگانے پر آبرو اور زینیہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔۔

"اور یہ وہ جلے پیر کی بلی ہے جسے اپنے گھر سکون نہیں ملتا اور چلی آتیں ہے لوگوں کے گھر دودھ ملائی پر جھپٹا مار کر گرانے۔۔" امروز کلس کر ہی تو رہ گیا تھا آبرو کی موجودگی میں اس قدر عزت پر۔۔

"تو پھر بچ کر ہی رہو کہیں تم پر ہی نہ جھپٹا ماردوں ابھی۔۔" نجمہ کسی خونخوار بلی کی پنجے نکال کر بولی۔

"ارے! نجمہ اپیا آپ کو معلوم ہے تبسم بتا رہی تھی کل سے یونس بھیا کی ڈھولکی رکھی جا رہی ہے۔ مزہ آئے گا۔۔"

آبرو کی موجودگی میں ان کی بحث کو ٹالنے کیلئے زینیہ نے پڑوس میں ہو رہی شادی کا ذکر چھیڑا۔

"ہاں! معلوم ہے۔۔"

"اور نہیں تو اسے کیسے معلوم نہیں ہو گا یہی تو ٹپے گانے جائے گی اپنی سریلی آواز میں۔۔"امروز کو چین کہاں آنا تھا بنا بیچ میں کود ے۔۔

"تم ناں! خیریت سے اپنی چلغوزے جیسی شکل گم کرو یہاں سے ورنہ میں نے شلجم کی طرح لال کر دینا ہے اس منحوس بھوتی کو۔۔"نجمہ کا ضبط جواب دے گیا تھا انگلی اٹھا کر وارن کرتی وہ خود بھی لال ہو رہی تھی۔۔

"اچھا آپ بتائیں یہ ڈھولکی کیا ہوتی ہے۔۔؟"زینیہ کو خفت زدہ دیکھ آبرو نے خود روئے سخن کو موڑنا چاہا تو شکر وہ کامیاب بھی ہو گئی۔۔

اور ابھی تک جانی دشمن کی طرح لڑ مڑ رہے تینوں جوش و خروش سے اسے ڈھولکی کے ساتھ شادی کے تمام رسم و رواج کے متعلق تفصیل سے بتانے لگے ساتھ طلحہ کی شادی کیلئے بنائے گئے پلانز اور اناگاناً ہوئی شادی پر اپنے ارمانوں کا ہوا خون پر بھی تینوں ماتم کناں تھے۔

نکاح کے ذکر پر آبرو کے تاثرات بدلے جو وہ تینوں تو نہیں لیکن زینیہ نے صاف محسوس کیا۔

کچھ دیر تک دلچسپی سے ان کی باتیں سن رہی اس کے ذہن میں اس دلسوز حادثہ کے ساتھ اُکھر مزاج تھانیدار بھی پوری آب وتاب سے آن کھڑا ہوا تھا۔ جو اسے یہاں چھوڑ کر جانے کے بعد ایسا غائب ہوا کے رستہ ہی بھول گیا۔۔

حمید منزل کے مکینوں کے علاوہ محلے دار تک اسے مس کر رہے تھے۔ کچھ نے تو اس سے سوال بھی کر ڈالے تھے۔۔ لیکن وہ کیا کہتی کونسا ان کی شادی شادی تھی جو اس کا محبوب شوہر گھنٹے گھنٹے کال کر کے اسے اپنی لمحے لمحے کی بے قراری و بے تابی کے قصہ سناتا۔ آبرو کو نجانے کیوں اس پر غصہ آنے لگا تھا۔۔

ان دنوں لوح کا عالم ہے عجب

جیسے جو حسن ہے میرا ہے وہ سب

جیسے ایک خواب میں نکلا ہوا دن

جیسے ایک وصل میں جاگی ہوئی شب

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

صبح آبرو کی آنکھ غیر معمولی شور شرابہ کی آواز سے کھلی تھی۔امروز شہروز صبح کام کرتے ہوئے شور تو کرتے تھے لیکن اتنا نہیں۔سائیڈ سے فون اٹھا کر وقت دیکھا تو صبح کے نو بج رہے تھے۔۔

بلیک سلک کے نائٹ ڈریس میں ملبوس تھی۔سائیڈ سے یاد سے اسٹالر اٹھا کر صراحی دار گردن کے گرد لپیٹتی باب کٹ الجھے ریشمی بالوں میں مخروطی

انگلیاں چلاتی ہوئی وہ کمرے سے باہر آئی اور دالان میں امروز شہروز کو ناک بھویں چڑھاتے ہوئے وائیپر مارتا دیکھ اس کی آنکھیں سکڑی۔۔

کیونکہ یہ معمولات کا حصہ نہیں تھا۔۔

"صرف پانی ڈال کر وائیپر ہلانا نہیں ہے، مقصد فرش کو صاف کرنا ہے۔۔" وہی بھاری تحکم آمیز آواز آبرو نے چونک کر نیند سے گلابی نگاہیں مقابل اٹھائی تو پہلی نظر میں وہ اپنا وہم ہی لگا۔۔

ٹراؤزر پر بلیک بنیان اس پر ایپرن پہنے اپنی کسرتی جسم کی نمائش کرتا کچن دہلیز پر ماتھے پر بل نمودار کئے کھڑا وجود اسی 'راہ بھٹکے مسافر' کا تھا۔

جو ایک سرسری سے نگاہ اس پر ڈال کر واپس امروز شہروز کے سر پر سوار ہو گیا تھا۔۔

"ہر دوسرے دن بلاناغہ دالان کو دھویا جاتا تھا اور ہر ہفتہ گھر کی تفصیلی صفائی ہوتی تھی، لیکن میں نے غفلت کیا برتی تم لوگوں نے تو گھر کو ہوسٹل روم سے بدتر بنا کر رکھ دیا ہے، پورا گھر بے ترتیبی دھول مٹی سے بھرا ہوا ہے۔۔۔" وہ بگڑے تیور سنگ ان دونوں کے سر پر کھڑا شرم دلاتا جھاڑ رہا تھا۔

آبرو ہونق نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"کیوں طعنے مار رہے ہیں، اب تو فرش آئینہ کی طرح چمکا رہے ہیں ناں یار۔۔" امروز منمنایا۔

"جانے دو یار تھانیدار! ماسی کی عدم موجودگی میں بچے کافی کام کرتے ہیں۔۔" ابرار حمید کو ان کی مسمسی شکل پر ترس آیا جن کی صبح ہی صبح وارد ہوئے تھانیدار کے ہاتھوں شامت آگئی تھی۔۔

"ہاں! تو پورا دن یہ لوگ کرتے کیا ہیں؟ سوائے آوارہ گردی اوٹ پٹانگ حرکتوں کے، تعلیمی سلسلہ تو خیر سے ابھی رکا ہوا ہے۔۔اور ویسے بھی ماسی میں نے ان کے سٹڈیز کو دھیان میں رکھ کر رکھی تھی، ان کا ماشاءاللہ تعلیمی ریکارڈ دیکھنے کے بعد مجھے اپنے اس فیصلہ پر افسوس ہے۔۔" تھانیدار کے بنا لحاظ کٹیلے طنز پر دونوں کی گردن جھک کر سینے کو سلامی پیش کرنے لگی۔۔

"باقی پتنگ لوٹنے کے نام پر چھتوں پر دنگل مچانا، گلی میں کرکٹ کھیل کر لوگوں کے سر، گملے اور بلب توڑنا جیسی غیر نصابی سرگرمیاں بھی میرے علم ہے۔۔" دونوں کے جھکے سر پر تیز نظریں گاڑے تھانیدار نے مزید معلومات میں اضافہ کیا۔۔

"کسی دشمن کی دونمبر سازش ہے افواہ ہے۔۔" شہروز کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔۔

"دشمن کے پاس افواہ کا ثبوت بھی ہے دیکھنا چاہیں گے۔۔؟"

"آب۔۔آبرو بیٹی۔آپ جلدی جاگ گئی نیند تو اچھی آئی تھی ناں۔۔؟" صبح ہی صبح تھانیدار کو تھانیداری کے موڈ میں دیکھ ابرار حمید کو ہی روئے سخن بدلنا کی کوشش کرنی پڑی۔

"جی! منشی انکل لاسٹ نائٹ نیند تو اچھی آئی تھی۔۔۔لیکن مارننگ جتنی بری ہوئی ہے ای ڈونٹ تھینگ اب دن اچھا جائے گا۔" بلواسطہ طنز پر طلحہ نے آنکھیں سکیڑ کر اپنے روم کی دہلیز پر تیوری چڑھائے ایستادگ نازک وجود کی طرف نگاہ اٹھائی۔۔

"ارے! بیٹا ایسا کیوں کہ رہی ہیں؟ میں ابھی آپ کیلئے تازہ براؤن بریڈ لیکر آرہا ہوں، اگر نیند پوری ہو گی ہو تو آجائیں آج ساتھ ناشتہ کرتے ہیں، پھر

میں ملک مینشن کیلئے نکلوں گا۔۔" وہ ایک نگاہ تھانیدار پر ڈال کر شفقت سے بولے۔

"ہاں! ہم لوگ بھی منہ ہاتھ دھو کر آجاتے ہیں پھر آج پوری فیملی ملکر ناشتہ کریں گے مزہ آئے گا۔۔" دونوں بھائی فوراً ہاتھ جھاڑ کر یہ جا وہ جا ہونے کھڑے ہوئے۔

"ن۔۔ نہیں پہلے صفائی پھر پیٹ کی دہائی۔۔" تھانیدار کے تیور دیکھ دونوں منمناتے واپس بیٹھے۔۔

"نہیں! صفائی بہت ہو چکی ہے آپ لوگ یہ سب جگہ پر رکھ کر چینج کر کے آجائیں بریک فاسٹ کرتے ہیں۔۔"

واپس مڑ رہی آبرو کو اس جلاد کی چنگل میں پھنسے معصوموں پر رحم آیا۔۔

"ایکسکیوزمی۔۔؟"طلحہ سمیت گھر کے معاملے میں آبرو کی مداخلت پر وہاں سبھی کو جھٹکا لگا۔۔

"چپ چاپ سے واپس سرف ڈال کر صفائی کرو کونوں میں اب بھی گرد جمع ہے۔۔"چند سیکنڈ اس کو گھورنے کے بعد وہ زور ڈال کر بولا۔۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔آپ لوگ جا کر فریش ہو کر آئیں۔"

آبرو کو اس کے دھونس بھرے انداز پر ضد چڑھی۔

امروز شہروز کو آبرو میں اپنا نجات دندہ نظر آنے لگا۔۔

"آپ سے پوچھا نہیں گیا ہے محترمہ۔۔"

طلحہ نے خشمگین نظروں سے اسے گھورا۔

جو خواہ مخواہ مقابل ڈٹ رہی تھی۔۔

"لیکن میں آپ کو بتادوں۔ یہ گھر منشی انکل کا ہے۔ آپ کے انڈر آنے والا کوئی پولیس سٹیشن نہیں۔۔ سو واٹ آر یو ویٹنگ فار امروز شہروز جائیں۔۔۔" طلحہ کو ٹکا سا جواب دیکر وہ امروز شہروز کی طرف مڑی تو اندھا کیا چاہے دو آنکھ کے مصداق دونوں پلک جھپکتے یہ جا وہ جا ہوئے۔ اور آبرو بھی اس کے بگڑے تیور کو چنداں اہمیت دئے بغیر ایک ادا سے بالوں کو جھٹکتی روم میں غائب ہوئی۔۔۔

"بتانا پسند کریں گے منشی جی یہ کونسا انقلاب تھا۔۔؟"

وہ برہم تاثرات لیئے مسکرا رہے ابرار حمید کی طرف مڑا۔

"معذرت کے ساتھ تھانیدار! یہ انقلاب نہیں اشارہ تھا کی آپ کی تھانیداری اب تھانے تک ہی محدود رہے تو اچھا ہے۔ کیونکہ گھر میں تھانیدارنی کی

حکومت چلے گی اور آپ یہاں ان کے ماتحت ہیں۔۔" منشی جی عاجزانہ اطلاع دیکر فی الفور منظر سے ہٹ گئے تھے۔۔

"تھانیدارنی!!!"اس لفظ کو وہ دانتوں تلے جتنا اچھے سے پیس سکتا تھا پیس چکا تھا۔

---

کالی تیری چوٹی ہے پراندہ تیرا لال نی

روپ کی اوٗرانی تو پرندے کو سنبھال نی

ڈھولک پر زوردار تھاپ مار کر مسخرے پن سے امروز نے جھوم کر لطیفہ چھوڑا تو محفل جیسے زعفران ہو گئی۔۔

ایک جانب ادرک لہسن چھیلنے اور گرم مسالہ جات کے ساتھ نبرد آزما لڑکیوں اور عورتوں نے پلوں میں منہ ڈال کر بروقت قہقہہ چھپایا تو لڑکوں کا چھت پھاڑ ٹھٹھا حاضرین کی کان کے پردوں میں سُر تال چھیڑتا ہوا نکل گیا۔

"آداب! آداب! اسی زرہ نوازی پر ایک تڑکتا بھڑکتا شعر بلخصوص آپ کیلئے عرض ہے چچی جان!"

کمر کو جھکا کر داد وصولتا ہوا وہ ڈھولکی سمیت اٹھ کر پیشانی تک پلولیے چارپائی پر بیٹھی سوکھے دھنیہ کی چھانٹ پھٹ کر رہی چچی کے پہلو میں فدائیہ انداز میں گرا۔

"خبردار لڑکے!! جو میرے ساتھ مسخری کی تو۔۔۔؟"

سب کی کھی کھی سے خجل ہو کر چچی جان نے کرخت لہجے میں خبردار کرنا چاہا۔ لیکن امروز جیسے چکنے گھڑے پر اثر کہاں ہونا تھا۔۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں چچی جان! ہماری مجال جو ہم آپ کی شانِ عظیم میں گستاخی کے مرتکب ہو جائیں۔۔" وہ فوراً ڈھولک چھوڑ کر یوں کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا بولا گویا شرافت کا اس دنیا میں سب سے پہلا تعارف ہی ان موصوف سے ہوا ہو۔۔۔۔

"اعلیٰ درجے کا ڈرامے باز ہے۔۔۔" ابرار حمید کی چھت پر آبرو اور زینیہ کے ہمراہ کھڑی نجمہ دانت پیس گئی۔

جبکہ زینیہ کی معصوم گزارش پر چار و ناچار اس کے ہمراہ چھت پر آئی آبرو چھت کی باؤنڈری پر کہنی ٹکائے نیچے دلچسپ نظروں سے جھانک کر آنگن کا منظر دیکھتی مسلسل مسکرائے جا رہی تھی۔

یہ سب اس کیلئے نیا تھا لیکن بے حد دلچسپ تھا۔

زنیبہ کے بتانے پر کی یہاں شادی بیاہ میں سارے انتظامات گھر اور محلے دار ہی مل کر دیکھتے ہیں وہ خاصی حیران ہوئی تھی لیکن اب پڑوس کے بڑے سے آنگن میں رنگ برنگے موڑھے، چارپائی اور کچھ نیچے بیٹھی متحرک خواتین کو دیکھ اسے یہ سب بہت اچھا لگ رہا تھا۔ خاص کر بڑی سی اُکھلی میں کچھ کوٹ رہی کھلکھلاتی لڑکیاں ان کی کھنکتی کانچ کی رنگ برنگی چوڑیاں اس کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی اور اب امروز کی انٹری کے بعد سے محفل مزید شوق و دلچسپ ہو گئی تھی۔۔

"آپ کی شایانِ شان تو میں ایک شعر عرض کرنے لگا ہوں چچی جان! داد چاہوں گا۔۔۔" آنکھوں میں شرارت سموئے وہ گردن کو خم دیتا گلا کھنکار کر ڈھولک واپس تھام چکا تھا۔۔

"اہم!! اہم!!

اس کے چہرے کی چمک کے مقابل!!!

"واہ!! واہ! واہ!!!!۔۔۔"ڈھولک کی تھاپ کے ساتھ آدھی ہی لائن پر سب لڑکے جھوم اٹھے تھے۔۔

"توجہ چاہوں گا حاضرین بلخصوص چچی جان!!۔۔۔"

ماتھے تک ہاتھ لیجا کر انکساری سے داد وصولتا وہ چچی جان کی طرف دیکھ کر گردن کو خم دیتا واپس ڈھولک کی طرف متوجہ ہوا۔

جس پر بیچاری چچی خفت سے پلوں دانتوں تلے دبا گئی تھی۔۔

اس کے چہرے کی چمک کے مقابل سب سادہ لگے،

"مقرر!! مقرر کیا کہنا ہے"

اس کے چہرے کی چمک کے مقابل سب سادہ لگتا ہے۔"

کسی منچلے نے فریفتہ انداز میں لفظ دہرائے تو داد و تحسین کا طوفان امڈ آیا ساتھ خواتین کی کھی کھی۔۔

"ارے!! دیوانوں شعر مکمل کرنے دو کیوں تسلسل کی ٹانگ توڑ رہے ہو۔۔" ساتھی لڑکوں کے لفظ لفظ پکڑ کر دہرانے پر شاعر صاحب کچھ جھنجھلا سے گئے۔

جواباً بھی بھرپور قسم کا قہقہہ ہی موصول ہوا تھا۔۔

اس کے چہرے کی چمک کے مقابل سب سادہ لگے،

ہائے!!! آسمان پر چاند پورا تھا مگر آدھا لگے۔

بڑی مشکل سے ڈھولک کی تھاپ کے ساتھ جب وہ دونوں شعر کی لائن کہنے میں بلا آخر کامیاب ہوا تو عورتوں اور لڑکیوں نے سر نیچے کر کے جبکہ لڑکوں نے منہ اٹھا کر بلند قہقہہ لگایا۔۔

"بد تمیز نہ ہو تو۔۔۔" غصہ و لاج سے لال پیلی ہو رہی چچی نے ترنت اپنا رنگ برنگی کانچ کی چوڑیوں سے سجا ہاتھ اس کے بازو پر دھرا۔۔۔

"ہائے!!! چچی جان آپ قتل کر دیں گِلا نہیں! لیکن ان چوڑیوں کو تو یوں نہ سزا دیں۔۔۔" امروز کی مسخری کی کوئی حد نہ تھی۔۔

چچی کے چہرے پر کسی الڑھ شام کی آنچل کی طرح شفق کی لالی گہری ہو گئی۔۔

"ہائے! ہائے!! لڑکے تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟"سب کیلئے چائے لیکر آئی دولہے کی اماں جان وہاں لڑکوں کو جم کر بیٹھا دیکھ حیرت سے چیخی۔

"ہم محفل میں چار چاند لگانے آئے ہیں تائی جان۔۔۔"امروز ڈھولک پر زور کا ہاتھ مار کر فخریہ بولا۔۔

"اور اب 'نرگھس بوا' اس چاند پر بڑا سا' گرہن 'لگائیں گی جسے مسنون نکاح کی تقریب سے لیکر ولیمہ کی سنت کی ادائیگی تک باقاعدگی سے لوگ روک روک کر دیکھیں گے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے عبرت کا نشان سمجھ کر۔۔۔"

"نرگھس بوا کہاں ہے۔۔۔؟"

نجمہ کی خطرناک نقشہ کشی پر زینیہ الرٹ ہوئی۔۔

"تمہارے مسخرے بھائی کی شامت کے بہت قریب۔۔۔" دونوں کہنی اچھے سے باؤنڈری دیوار پر ٹکاتی کب سے بیزایت سے امروز کی اوٹ پٹانگ حرکتوں پر ناک بھوں چڑھا رہی نجمہ کے انداز میں گہری دلچسپی در آئی تھی۔۔

"یہ نرگھس۔۔ میںزیہ کون ہیں۔۔۔؟" آبرو نجمہ کی پراسرار اور زینیہ کے ہوائیاں اڑے تاثرات سے متجسس ہوئی۔۔

"ڈھولک والی بوا ہیں! کوئی بھی تقریب ہو یہی ڈھولک بجاتی ہیں، محفل سجاتی ہیں، ان کے بغیر کسی تقریب کا ماحول تو بنتا ہی نہیں محلے میں، خاص کر شادی کی۔۔ بارات کی نظر تو اتروائی ہی ان سے جاتی ہے۔۔۔" پریشانی سے بتانے کے ساتھ زینیہ ادھر ادھر نظر بھی دوڑا رہی تھی۔

"اوران جیسے مسخروں کی مسخری کا بھوت بھی سامنے دیکھیں سمجھ جائیں گے۔۔۔" قبل اس کے کی آبرو کچھ پوچھتی وہ اس کا دھیان سامنے کروا چکی تھی۔۔۔

"ارے! جمال میں نے تم سے کہا تھا ناں تم لڑکوں کا انتظام باہر بیٹھک میں کیا گیا ہے، پھر تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔؟" امروز کے مسلسل ٹیڑھے میڑھے جواب سے عاجز آکر بڑی اماں ان سب میں قدرے شریف جمال سے مستفسر ہوئیں۔۔

"ارے! بڑی اماں آپ بھی کمال کا سوال کر رہی ہیں، ظاہر ہے جہاں 'حسن' ہو گا وہاں 'جمال' ہو گا اور جب جمال بھائی یہاں ہوں گے تو ہم یتیم بچے اکیلے بیٹھک میں کونسا دھمال ڈالیں گے۔۔۔؟"

"پر بیٹے یہاں زنانیوں والے کام ہو رہے ہیں یہاں آپ لوگوں کا کیا کام۔۔۔؟" بڑی اماں اس کی لفاظی سے قدرے پریشان ہو کر بولیں۔

"توبہ! توبہ! کیسی بھید بھاؤ والی باتیں کر رہی ہیں آپ بڑی اماں! کام کا کوئی جنس تھوڑی ہوتا ہے زنانہ یا مردانہ۔۔؟ کام تو کام ہوتا ہے جسے ملے اسے کر لینا چاہیئے۔۔" شہروز کا ناصحافانہ انداز وہاں صرف اسی کی ہم جنس کو متاثر کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔

"پر لڑکوں۔۔۔۔"

"پر ور کچھ نہیں بڑی اماں! ہم لوگ آپ لوگوں کی مدد کریں گے یہ سب کرنے میں بات ختم۔۔اور یوں بھی ہم نے سنا ہے شادی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے سے نمبر جلدی آتا ہے۔۔۔" گرم مسالہ کوٹ رہی لڑکی

کے ہاتھ سے دھمکا لیتا وہ لجا کر آخری جملہ بولا تو بڑی اماں کے کان میں تھا لیکن سماعت سب کی محفوظ ہوئی تھی۔۔۔

"بے شرم نہ ہو تو! ٹھہر و ذرا بات کرتی ہوں میں ابرار حمید سے۔۔۔" بڑی اماں کا بدوقت دھمو کا کمر پر پڑا تھا۔۔۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ ذرا جلدی بڑی اماں۔۔۔" وہ بھی کہاں اثر لینے والا تھا۔

"میں نہ بات کر لوں ابرار بھائی اور طلحہ سے اکٹھے۔۔۔؟"

"نر گھس بوا۔۔۔۔!!!"

عقب سے بلند ہوئی بھاری گرجدار آواز پر سارے لڑکے الرٹ ہوئے اور عین امروز کے پیچھے اپنے بھاری بھر کم وجود کے ساتھ انھیں غیظ بھری نظروں سے اپنے ٹولے کو گھورتا دیکھ جس کو جہاں سے جگہ ملی تھی اپنی جان بچا کر وہیں سے ڈور لگا دی تھی۔۔۔۔

البتہ ان سب کا سردار ساگوان کی بھاری لکڑی سے بنے دھمکے کو کسی کو پکڑانے تک بوا کے ہاتھ آگیا تھا۔۔

پھر بوا تھیں اور امروز کی منت سماجت تھی پیچھے وہاں موجود زنانیوں کی ہی ہی۔۔۔

اور نجمہ کی دل پر ہوتی دھواں دھار برف باری۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

لنچ سے فارغ ہو کر وہ ابرار حمید کے زیر استعمال کمرے میں جا کر سو گیا تھا۔ کیونکہ اس کے اپنے روم میں تو ماشاءاللہ سے ملک زادی قبضہ مافیہ بن کر بیٹھی ہوئی تھی۔

یہ بھی کس قدر مضحکہ خیز بات تھی کی کوئی تھانیدار کی ملکیت پر مالک بن کر بیٹھا تھااور تھانیدار صاحب صرف دل جلانے کے کچھ بھی کرنے سے قاصر تھے۔۔۔

اس کی قد و جسامت کے حساب سے ابرار حمید کا درمیانی سائز کا قدیم طرز پر بنا بیڈ ناکافی تھا۔

خود کو ایڈجسٹ کرنے کی تگ و دو میں ٹانگ موڑے رکھنے کی وجہ سے ٹانگ کمر اور گردن اکڑ گئی تھی۔انھیں سہلاتا وہ کڑھتا ہوا کمرے سے برآمد ہوا تو خالی سائیں سائیں کر رہے دالان نے اس کا بیزاریت سے استقبال کیا۔۔

دن ڈھل چکا تھا۔اس کی موجودگی میں امروز شہروز کم از کم گھر سے باہر مٹر گشت کیلئے نہیں نکلتے تھے اتنا تو اسے اپنے رعب پر بھروسہ تھا۔۔

پھر خالی گھر۔۔۔۔۔؟

رسوئی سے پانی پیتے ہوئے وہ پڑوس گھر کی چہل پہل کی پیش نظر کچھ سوچ کر اپنے لئے ایک چائے کا کپ بناتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔اور چھت پر قدم رکھتے ہی اس کے کشادہ تیوڑی پر واضح بل نمودار ہوئے تھے۔۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں۔۔۔؟"

"بھ۔۔بھ۔۔بھائی جان!!"پشت سے ابھری طلحہ کی بھاری آواز پر تینوں نیچے کو جھک کر امروز کی حرکتیں دیکھ رہی بھونچکا کر پلٹی۔۔

"میں نے پوچھا کیا ہو رہا ہے یہاں۔۔۔؟"ایک نظر ان کی نظروں کے تعاقب میں نیچے ڈالنے کی کوشش کرتا وہ واپس تینوں کی طرف متوجہ ہوا۔ بلخصوص نظر آبرو پر ٹھہری جو بھرپور بے نیازی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

چونکہ ابھی چند ثانیہ قبل تک محترمہ فضا میں اپنی طلسمی کھلکھلاہٹ سے عطر گھول رہی تھی سو رخسار ہنوز دہک رہے تھے۔البتہ اس کی شکل مبارک پر نظر کرم ہوتے ہی تیکھی ناک پر ازلی نخوت نشست سنبھال چکا تھا۔۔

"وہ بھائی جان ہم۔۔۔۔"

"زونی! رئیلی بہت انجوئے کیا یہ سب میں نے،انکلوڈنگ آل سوشل میڈیا ایپز میں نے گوگل،نیٹ فلیکس،ہالی وڈ بالی ووڈ،سُپر ایکسائیٹنگ گیمز سب ٹرائی کر لیا بٹ اتنا انٹرسٹنگ اینڈ انٹرٹینگ کچھ نہیں ملا سو تھینکس فار دیس،ورنہ آج میرا صبح سے موڈ آف تھا۔۔"زینیہ کو طلحہ کے سوال کا جواب دینے کا موقع دئے بغیر وہ اس ہاتھ تھام کر کہتی ہوئی زینوں کی طرف بڑھ گئی۔۔

نجمہ بھی پھرتی سے اس کے پیچھے لپکی۔۔۔

" سمجھتی کیا ہے یہ محترمہ ملک زادی خود کو۔۔؟"

صبح امروز لوگوں کے بعد اب زینیہ کو یوں سامنے سے لیجانا طلحہ مارے اشتعال کے مٹھیاں بھینچ گیا۔۔

"لو سائیں پر گیا چھاپہ۔۔۔۔"نر گھس بوا سے جان خلاصی کروا کر مشکل سے اپنے چھت پر کودا امروز عین اپنے مقابل تند و تیز تاثرات کے ہمراہ کھڑے تھانیدار کو دیکھ روہانسا ہوا۔۔

"ہو گئی برخوردار قلابازیاں۔۔۔۔؟"

"نن۔۔ نہیں بھائی ابھی وہ۔۔۔"

"باقی کی اچھل کود کا کوٹا آپ نیچے پورے کر لیجئے گا۔۔" قبل اس کے کی امروز واپس چھت سے چھلانگ لگا کر اصل خطرے سے نجات پاتا تھانیدار کا مضبوط شکنجہ نما ہاتھ اس کی گردن کو جکڑ چکا تھا۔۔

"بھائی میں تو۔۔۔۔"

"نیچے چلیں بات ہوتی ہے تفصیلاً۔۔۔"ملک زادی کی خود سری کا خمیازہ کسی کو تو بھگتنا تھا۔۔

بیچارہ امروز!

"نجانے آج کس کی شکل دیکھ کر اٹھا تھا صبح سے دن ہی برا جا رہا ہے! ہاں یاد آیا منحوس چھوٹے کی شکل سب سے پہلے دیکھی تھی، لیکن اس کی شکل تو مجھ جیسی ہی ہے، توبہ! میری شکل کیوں منحوس ہونے لگی۔"

طلحہ کی سخت نگرانی میں کسی سینٹرل جیل کیلئے شفٹ ہو رہے پیشہ ور مجرم کی طرف زینے طے کرتا ہوا وہ حساب کتاب لگانے میں مصروف تھا۔۔

"ضرور اس چڑیل کالی بلی نے رستہ کاٹا ہو گا میرا۔۔"

زینے کے آخر پر کھڑی خود کو کمینی نظروں سے دیکھ رہی نجمہ کو دیکھ امروز کے دانت پسے۔۔۔

"کچن میں جا کر ڈنر کی تیاری کرو میں آتا ہوں۔۔" حکم دیکر طلحہ ایک جانب بڑھ گیا۔۔

"تمہارے دانت کیوں باہر کو برآمد ہیں۔۔۔؟" طلحہ کے غائب ہوتے ہی وہ خطرناک تیوڑلی ئے شیطانیت سے مسکرا رہی نجمہ کی طرف جھپٹا۔۔

"اتنی عزت افزائی کے بعد تمہارا کانفڈنس دیکھ کر۔۔۔"

"غلط فہمی ہے تمہاری۔۔۔"

"کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔۔۔"

"اب دشمنوں کو ذائقہ دار کھیر میں الائینچی کی خوشبو کی جگہ الائینچی کے دانے ہی نظر آتے ہیں تو یہ ان کی کم ظرفی ہے۔۔۔" امروز نے گویا ناک سے مکھی اڑائی۔۔

"یہ منہ اور مسور کی دال۔۔"

"اسی منہ کی بدولت داد اصول کر کے آرہا ہوں منہ پر تو بات کرو ہی نہیں۔۔۔" وہ کالر اٹھا کر اترایا۔۔

"پھر تو اللہ کرے ایسی داد تمہیں ساری زندگی صبح و شام بلا ناغہ و تاخیر موصول ہو۔۔۔ آمین۔۔" ہاتھ اٹھا کر آمین کہتی وہ فوراً سے کھسک گئی تھی۔۔

"لاحول ولا قوۃ!! کیسی خطرناک عورت ہے۔۔" بات سمجھ آتے ہی امروز کی دھڑکن بے اختیارانہ مستقبل کے خوف سے رکی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کچھ دیر بعد آبرو فریش ہو کر دالان میں آئی تو وہاں ایک الگ ہی کچہری لگی ہوئی تھی۔اپنی عمدہ طنزیہ صلاحیت سے مالا مال تند و تیز زبان کے آگے

مقابل کی 'آہ' نکال دینے والے تھانیدار صاحب مہر بہ لب تھے اور رقیہ دادی کی گرج چمک عروج پر تھی۔

"نہیں! میاں میں پوچھتی ہوں ایسی کتنی بیوی بچے بھگتا چکے ہو جو نئی نویلی دلہن کو یہاں چھوڑ جانے کے بعد پھر پلٹ کر جھوٹے منہ خبر لینے کی تمہیں توفیق نہ ہوئی۔؟اور نہیں کچھ انسان محلہ سماج کا ہی خیال کر لیتا ہے جنھیں انسان کو منہ متھا دینا ہوتا ہے صبح شام! ایک تو بیوی بھی کسی قتل کی واردات کی طرح بیاہ لائے اُپر سے تمہاری مستقل فرار۔۔ سو منہ ہزار سوال کو صبح شام ہم منہ لگاتے گھوم رہے ہیں۔۔۔۔"

"تو انھیں مشوہ کون دیتا ہے صبح شام محلے میں اکبر اعظم کی طرح گشت کرنے کا۔۔۔؟" کچن سے تھانیدار کی عزت افزائی بڑے چاؤ سے ملاحظہ کر رہے امروز کی زبان کھجلائی۔۔۔

"چپ! کرو اگر سن لیاناں طلحہ بھائی یاد ادی نے پھر اسی کچن کی دیوار میں تمہیں زبان درازی کیلئے چنوا دیا جائے گا۔۔۔" نجمہ کے تیکھے انداز میں سرزنش کرنے پر امروز ہونہ کرتا واپس سامنے کی طرف متوجہ ہوا۔۔

"نہیں! بتاؤ ذرا اندرت اتنی سوہنی سی دلہن ہے اس کی اس کا دل کیسے رضامند ہوا اسے یہاں یوں تنہا چھوڑ کر خود چھڑے چھانٹ شہر روانہ ہونے کیلئے۔۔۔؟ اے! دلہن ذرا ادھر تو آنا!۔۔۔۔" طلحہ کو لتاڑتے ہوئے انھوں نے اچانک ہی ڈور فریم میں ایستادہ صورت حال سمجھنے کی کوشش کر رہی آبرو کو اشارہ کیا تو بیچاری بری طرح گڑبڑا گئی۔

"مم۔۔میں۔۔میں۔۔۔؟"

"ہاں! دلہن تم ہی بھئی یہاں اور کون دلہن ہے بھلا۔۔۔؟ تم بھی تو نئی بیاہتا کہیں سے نہیں لگتی نہ مہندی، نہ گجرے، نہ پایل پہزیب نہ جھمکا ہار

سنگھار۔۔۔اور نہ ہی خوش رنگ لباس۔۔ نئی دلہنوں والو طور اطوار اپناؤ تو ذرا خسم کے بھی دھیان کے دھاگے ایک جگہ الجھیں۔۔"

جینز پر گھٹنوں سے اُپر تک آتے کرتے پر گلے میں اسٹالر لپیٹے کسی بھی قسم کی مصنوعی آرائش وزیبائش سے مبرا آبرو کو دیکھ رقیہ دادی نے ٹھیک ٹھاک لیکچر دے ڈالا تو ان کے الفاظ کے چناؤ پر دونوں اپنی جگہ بے طرح سٹپٹا سے گئے۔۔۔

"ندرت بہن۔۔۔"ابرار حمید نے آبرو کو بوکھلاہٹ کا شکار دیکھ خالہ ندرت کو مخصوص اشارہ دیا۔

ورنہ دادی تو آج فل موڈ میں تھی دونوں کو نئے بیاہتا جوڑے کے انداز واطوار پر ٹیوشن دینے کیلئے۔۔۔

"اچھا! جو ہو گیا سو ہو گیا۔۔ آگے سے طلحہ ایسے غائب نہیں ہونا۔ ہماری بہو اداس ہو گئی تھی ان دنوں، بعد کی بات اور ہے لیکن ابھی اس کی زیادہ واقفیت نہیں کسی سے تو تمہارا ساتھ رہنا ہی ٹھیک ہے، پھر یہ ابتدائی دن ہوتے بھی خاص ہیں۔" خالہ ندرت اٹھ کر آبرو کی طرف بڑھتی موضوع رفع دفع کرتی ہوئی رسانیت سے بولیں تو۔۔۔

جواباً طلحہ نے آنکھیں سکیڑ کی کچھ کچھ کنفیوژ سی ملک زادی کو دیکھا جو بقول ندرت خالہ کے اس کے بغیر اداس ہو گئی تھی۔

خالہ اور دادی کی فکر پر طلحہ نے آبرو سے نظر ہٹا کر چائے کی چسکیاں لے رہے منشی جی کو قصوروار متاسف نظروں سے دیکھا۔

انھیں کی وفاداری کی وجہ سے ایک دن حقیقت کھلنے پر ان تمام مخلص محبت سے بھرے دل کو ٹھیس پہنچنی تھی۔اس خیال کے آتے ہی نقوش تنے وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔

"ارے! کہاں جا رہے ہو میاں؟ابھی ہماری بات ختم تو نہیں ہوئی۔۔۔"اس کے جھٹکے سے اٹھنے پر رقیہ دادی کی توجہ آبرو سے ہٹ کر واپس طلحہ کی جانب ہوئی۔۔

"دادی آئندہ کوشش کروں گا کی آپ لوگوں کو شکایت کا موقع نہ دوں۔۔"وہ کڑے ضبط سے بولا۔

بحر حال وہ اپنے اندر کا لاوا نکال کا گستاخی کا مرتکب ہو نہیں سکتا تھا۔۔

"کوشش نہیں کرنی ہے عمل کرنا ہے۔۔یہ اچھا نہیں مانا جاتا نئی دلہن کو چھوڑ کر یوں دو دو تین تین ہفتوں کیلئے گھر سے غائب رہنا معیوب مانا جاتا ہے لوگ سو سو باتیں بناتے ہیں۔۔۔۔"دادی ناصحافانہ انداز میں گویا ہوئیں۔۔

"دادی؛اس میں معیوب ماننے جیسا کیا ہے؟اور لوگوں کی تو عادت ہے بات کا بتنگر بنانے کی، میں پولیس کی نوکری کرتا ہوں عید تہوار پر بھی ہمیں چھٹّی مشکل سے ملتی ہے کجا ان من گھڑت چونچلوں کیلئے وقت نکالنا۔"حتیٰ المقدور لہجہ ہموار رکھنے کی کوشش کے باوجود کھردرا پن نمایاں ہو گیا تھا۔۔

جوندرت خالہ اور دادی نے نوٹس کیا ہو یا نہیں آبرو اور ابرار حمید نے پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔تضاد طلحہ کا کچن کی طرف بڑھنے سے قبل اس پر ایک کاٹ دار نظر ڈالنا جو آبرو کو اپنے اندر تک اُترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"یہ تم نے کس انداز میں بات کی خالہ سے۔۔۔؟" ڈنر سے فارغ ہونے کے بعد اپنے کشادہ آرام دہ کمرے پر ایک جلتی ہوئی نظر ڈال کر وہ دالان میں نیچے فرش پر جلتا کڑھتا بستر ڈال رہا تھا جب حسب توقع ابرار حمید باز پرس کرنے کیلئے حاضر تھے۔

"کس انداز میں بات کی۔۔۔؟" سرہانے تکیہ رکھتا وہ تجاہل سے الٹا مستفسر ہوا۔

"بنو مت تھانیدار۔۔۔" اس کے انجان بننے پر ابرار حمید کی آواز تیز ہوئی۔۔

"میں 'بن' ہی تو نہیں سکتا منشی جی! اور یہ آپ سمجھ نہیں رہے ہیں۔۔" جواباً وہ گہرے طنز کی آمیزیش سرد لہجے میں سموئے مڑا تو ابرار حمید نظر چرا گئے۔۔

"مجھ سے 'بناوٹ'، 'منافقت' نہیں ہوتی یہ آپ خود بھی جانتے ہیں میں نے بھی بارہا آپ کو بتایا ہے۔ پھر بھی آپ دن بدن میرے لیئے چیزیں مشکل سے مشکل تر کرتے جا رہے ہیں۔۔" وہ شاکی ہو رہا تھا۔

ابرار حمید ڈھیلے پڑے۔

"ہاں! میں صاف گو ہوں لگی پٹی نہیں رکھتا، خواہ اس سے سامنے والے کا دل ہی کیوں نہ ٹوٹ جائے، آنکھوں میں دیکھ کر فریب دینے کا ہنر مجھے نہیں آتا۔۔ بناوٹ منافقت میری سرشت میں شامل نہیں۔۔ لیکن آپ ہیں کی۔۔۔"

"یہ فریب نہیں ہے۔۔۔"

"تو پھر کیا ہے؟"

"کسی معصوم بے گناہ کو فرسودہ رسم کی بھینٹ چڑھنے ظلم و بربیریت سے محفوظ رکھنے کی حکمت عملی۔ جو صاحب اختیار ہونے کے ناتے نہ صرف تمہارا اخلاق فریضہ ہے بلکہ تمہارے تن پر سجی وردی سے کئے گئے وعدے کی بھی مانگ ہے۔۔۔" ابرار حمید اسے گلٹ سے نکالنے کیلئے مضبوطی سے بولے۔۔

"یہ فرض ہم ان محترمہ کو شہر میں محفوظ رکھ کر بھی پورا کر سکتے تھے۔۔۔"

"اسی فلیٹ میں ناں جہاں دن دہاڑے زیاد گیلانی ہتھیاروں سے لیس مشٹنڈوں کے ساتھ گھس آیا تھا۔۔۔؟"

اس کی ایک ہی رٹ پر ابرار نے طنزاً جتایا۔۔

جس پر لحضے بھر کو طلحہ لاجواب ہوا۔

"وہ۔۔ تو۔۔۔"

"تمہاری موجودگی میں آئے تھے۔۔" بات اچک کے انھوں نے مکمل کیا۔۔اور اگر جو وہ تمہاری غیر موجودگی میں آتے؟"

"ایسا ممکن نہیں۔۔۔"اس کا تیز لہجہ پست ہوا۔

"کیوں؟ کیوں ممکن نہیں ہے بھئی؟ تمہارے دو گارڈز کو مار گرانا زیاد گیلانی جیسے اثر و سوخ والے بندے کیلئے کونسا مشکل تھا،اور جانتے ہو پھر کیا ہوتا۔۔۔؟"اس کا مضبوط بازو تھام کر انھوں نے رخ اپنی سمت کیا۔۔

"وہ بچی ڈر و خوف سے شائد اپنی زندگی ہار دیتی،زیاد گیلانی اس کی زندگی کا سب سے بڑا خوف ہے جس سے نجات کیلئے وہ محل کی شہزادی مٹیوں میں در دررل رہی ہے،اس شیطان سے پہلی ملاقات کے بعد وہ پورے تین دن ہوش خرد سے بیگانہ رہی تھی،معاف کر دیتے خود کو اس انہونی کی

صورت۔۔؟"ان کے سپاٹ سے سوال پر اس کے نقوش کے تناؤ میں اضافہ ہوا ساتھ نجانے کیوں دل سکڑ کر توقف سے پھیلا۔۔

"ان سب سے قطع نظر ہمیں پنچائیت کے سامنے یہ ثابت کرنا ہے کے تم دونوں کی حقیقی شادی ہوئی ہے کوئی حکمت عملی کوئی دھوکہ نہیں ہے،اس کیلئے تمہیں ویسا برتاؤ کرنا چاہیئے۔۔اس لیئے جب تک یہ معاملہ نپٹ نہیں جاتا تم شہر میں فلیٹ میں رہنے کے بجائے روز شام گھر واپس آجاؤ گے۔۔۔"

"کیا۔۔؟"ان کے دوٹوک انداز پر طلحہ کو جھٹکا لگا۔۔

"طلحہ !ایک مجبور بے بس باپ سے اس کی معصوم بیٹی کی حفاظت کا کیا وعدہ پورا کرنے میں میرا ساتھ دے دو اس کے بعد وعدہ ہے تمہارے باپ کا تم سے زندگی میں پھر کچھ نہیں مانگوں گا۔۔کچھ بھی نہیں۔۔۔"اس کے شانے پر دباؤ ڈال کر وہ ایک جانب بڑھ گئے تھے۔

اور طلحہ کئی ساعت اپنی جگہ جمارہ گیا تھا۔۔ندامت کا ایک ننھا سا احساس بھی کہیں دل میں جاگا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

تیرا خیال ہے خوشبو، تیرا لباس ہے کرن

تو خاک زادی ہے یا آسماں سے اُتری ہے

میں تجھ کو دیکھ کر خود سے سوال کرتا ہوں،

یہ موجِ رنگ زمین پر کہاں سے اُتری ہے

کشادہ پیشانی پر نم بے ترتیب بال، گلے میں جھولتا ہوا وائٹ ٹاؤل، مضبوط توانا جسم پر صرف ٹراؤزر اور بنیان پہنے سینے پر دونوں کسرتی بازو لپیٹے نہایت فرصت سے باتھ روم کے دروازے سے پشت ٹکا کر کھڑا مبا چوڑا وجود کسی

اور کا نہیں محترم تھانیدار کا تھا اور نگاہوں کا مرکز نائٹ ڈریس میں بکھرے بال سرخ آنکھیں لیے تھانیدارنی کی طرف سوال پر سوال داغ رہی ملک زادی تھی۔

اس وقت صبح کے ساڑھے چھ بج رہے تھے اور یہ غیر متوقع منظر سابقہ تھانیدار کا اور موجود تھانیدار کے کمرے کے واش روم کے باہر کا تھا۔

"ہیلو! مسٹر یونی فارم میں آپ سے پوچھ رہی ہوں وہاٹ آر یو ڈوئینگ ہئیر؟ سن رہے ہو ایم ناٹ ٹاکینگ وتھ دیز والز۔؟" وہ دبے لہجے میں چیخی۔

طلحہ کی مسلسل خاموشی اور صبح ہی صبح اس کا یوں اپنے واش روم سے برآمد ہونا آبرو بیک غصہ و جھنجھلاہٹ میں مبتلا تھی۔

"ہیلو! کیا اسی پوزیشن میں سو گئے ہو؟ آنسر کرو۔۔" آنکھوں کے آگے چٹکی بجا کر ہوش میں لانا چاہا لیکن بے سود۔

"تف ہے! تھانیدار تیری تھانیداری پر! ایک نازک تیکھی کٹار سی دوشیزہ تمہارے مقابل کھڑی تمہاری ملکیت کو اپنا بتا رہی ہے، تم سے الٹا باز پرس کر رہی ہے اور تم منہ میں دہی جمائے بیٹھے ہو۔۔۔۔؟" لب بامہر تھے۔

لیکن وہ اندر ہی اندر جی بھر کے خود کو آج لتاڑ رہا تھا۔

اپنی کچھ عادتوں کو لیکر وہ بالکل بے بس تھا۔

وہ جلد نئی جگہ یا چیزوں کے ساتھ ایڈجسٹ نہیں ہو پاتا تھا۔ صبح بھی نہانے کیلئے وہ ابرار حمید پھر امروز لوگوں کے باتھ روم گیا تھا۔ لیکن عادت سے مجبور ہو کر اپنے کمرے کا رخ کر گیا۔

ابرار حمید سے اسے معلوم ہوا تھا کی آبرو صاحبہ دیر تک سونے کی عادی ہیں۔ اس کا خیال تھا اس دوران وہ نہا کر نکل جائے گا۔ لیکن شومئی قسمت کی شہزادی کی نیند کھل گئی اور جب وہ واش روم سے محتاط قدموں برآمد ہوا تو

جنابہ سرخ ڈوروں سے مزین قاتل آنکھ میں شک و شبہات لی ئے کھڑی ملی۔۔۔

"ای کانٹ بلیو تم ایکچولی فریز ہو گئے ہو۔۔۔؟"

"قطعاً نہیں! جب اتنا بڑا امریکہ پلٹ سانحہ گزرنے کے بعد بھی بھلا چنگا ہوں میں تو پھر اس کیا کی اوقات۔" آخر چپ کا روزطنزیہ انداز میں ٹوٹا۔

"باقی آپ کے شاہی حمام میں خادم سے داخل ہونے کی گستاخی اس لی ئے سرزدہ ہو گئی کیونکہ ناچیز کی گرل فرینڈ سیر کیلئے اِدھر نکل آئی تھی آپ کی نازک مزاجی پر گراں نہ گزرے اس لی ئے میں چلا آیا۔۔۔" وہ تپے انداز میں دانت پر دانت جما کر بولا۔

"گرل فرینڈ۔۔؟" تھانیدار کے اتنے بڑے جملے میں یہی ایک لفظ اس کی سمجھ بھی آیا اور قابل گرفت بھی لگا تھا۔

"جی! چھپکلی۔۔۔"

صبح ہی صبح اتنا خوار ہونے کے بعد تھوڑا ملک زادی کو بھی مزہ چکھانا اس کا حق تھا۔

"چھچھ۔۔ چھپکلی یو مین لیزرڈ۔۔" وہ فی الفور بدک کر ڈور فریم سے کئی قدم دور ہوئی۔۔

"جی! رانی صاحبہ!!! اب انار کلی تو رہنے سے رہی۔۔ اب ان محترمہ کو ظل الٰہی نے میرے واش روم کے دیوار میں نہیں چنوایا تھا۔۔" وہ سینے پر بازو لپیٹ کے بلا کی سنجیدگی سے بولا۔۔

"تم۔۔ تم کتنا فضول بولتے ہو۔۔۔"

"اب ایک تھانیدار سے صبح ہی صبح اسی کے اسٹائل میں باز پرس کیا جائے گا تو ظاہر ہے بندہ ٹھیک ٹھیک ہی جواب دے گا بات گھما کر گستاخی کا مرتکب

تھوڑی نہ ہو سکتا ہے، آخر کو پوری حمید منزل پر آپ ملکہ عالیہ کی حکومت ہے۔۔۔"درمیانی فاصلہ سمیٹ کر مقابل آتا وہ بڑے جلے بھنے انداز میں بولا تھا۔۔

"اینی ڈاؤٹ۔۔؟"اس کے جلے بھنے انداز سے آبرو کو لطف آیا تبھی ناک نخوت سے چڑھا کر ابیر واستہفامیہ انداز میں اٹھائی۔

"شک کرنا اور شک کی تصدیق کرنا میری ڈیوٹی ہے محترمہ۔۔۔"گہرے انداز میں کہہ کر قصداً بال اس کے چہرے کے پاس جھاڑ کر ٹاؤل سے رگڑتا ہوا وہ دروازے سے نکلتا چلا گیا تھا۔۔

"ہونہ!!"بوندوں کو چہرے سے صاف کرتی آبرو حسب عادت ناک سکوڑ کر بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔

نیند تو تھانیدار نے خراب کر دی تھی اب آنی تھی یا نہیں۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آج یونس بھائی کی شادی تھی بارات میں شرکت کیلئے کافی اصرار تھاان کا۔چونکہ ابرار حمید پہلے ہی ملک صاحب کے کسی خاص کام کی وجہ سے معذرت کر چکے تھے۔جس وجہ سے طلحہ کاارادہ آج چھٹی کرنے کا تھا۔اسی لی ئے وہ سارے کام آرام سے کر رہا تھا۔لیکن اچانک ہیڈ آفس سے آئی کال کی وجہ سے تیزی سے سارے کام نبٹاتا کچن سے باہر نکلنے لگا تھا کے حسب عادت کانوں میں ہیڈ فونز ٹھونسے انگلش گانے گنگناتی ہوئی انگلستان پہنچ چکی آبرو سے زبردست تصادم ہوا۔

"افففف!!!دیکھ کر نہیں چل سکتیں آپ۔۔؟"خزاں رسیدہ پتے کی طرح لہراتی آبرو کو تھام کر وہ بھڑکا۔

"کیوں تم دیکھ کر چلوگے تو ٹیکس آئے گا۔۔؟"وہ سر سہلاتی پھاڑ کھانے کو ڈوری۔

"لہجہ درست کریں!!"اس کے گستاخانہ لہجے پر جلدی میں سائیڈ سے نکل رہے طلحہ کے قدم خود بخود رکے، ساتھ درشتگی سے ٹوک گیا۔

"نہیں کرتی! ڈرتی نہیں ہوں میں تم سے! بجائے سوری کرنے کے مینرز پر لیسن دینے بیٹھ گئے ہو۔۔"

سرخ ناک دباتی وہ کچھ اور بگڑی۔

ایک تو اس ایرن مین کے سینے سے سر ٹکرانے کی وجہ سے سر کے سارے پرزے ہل گئے تھے اس پر ازلی بے مروت طرز تخاطب سر سہلاتی آبرو کا درد جیسے بڑھا۔

"کاش! بچپن میں ملک صاحب نے ایک تھپڑ لگایا ہوتا تو آج آپ کو 'بد تمیزی' اور 'بہادری' کے درمیان کی تمیز معلوم ہوتی، لیکن کچھ خاص دیر اب

بھی نہیں ہوئی!"اس کی سرخ ناک پر شاہی تخت سمجھ کر بیٹھے نخوت کو دیکھ وہ تاسف سے بولا۔

"یپ! ویسا ہی ایک تھپڑ یونی فارم پہننے سے پہلے منشی انکل نے لگایا ہوتا تو آج تم گھر اور پولیس سٹیشن کی بیچ ڈیفرنس کر پاتے! بٹ اٹس ناٹ ٹو لیٹ۔"ایک بار پھر تھانیدار کی جانب سے ملے بد تمیزی کے طعنے پر وہ جل بھن کر ترکی بہ ترکی بولی۔

جس پر طلحہ کی آنکھوں کی ناگواری دوچند ہوئی۔

"ایسے گھورو مت میں کوئی کینڈل نہیں ہوں جو پگھل جاؤں،اور نہ ہی تمہارے لاک اپ کی کوئی پریزنر ہوں جسے تمہاری اس لک سے فرق پڑے۔۔"اس کی جس نظر سے اچھے اچھے پیشہ ور مجرم کا گلا سوکھ جاتا تھا اس پر ملک زادی کی دیدہ دلیری قابل ستائش تھی۔۔

"اچھا! چلیں ایسی بات ہے تو چھو کر تصدیق کر لیتے ہیں موم ہے یا چٹان۔۔" کچھ سوچ کر وہ یک بیک ہی آگے تین قدم کا فاصلہ سمیٹ کر قریب ہوا۔

"دد۔۔دیکھو۔۔۔۔" وہ بدک کر پیچھے دیوار سے چپکی۔۔

"ارے! آپ موم کی تھوڑی ہیں جو پگھل جائیں گی۔۔"

وہ ایک قدم مزید آگے ہوا۔۔

"مم۔۔میں انکل کو بتاؤں گی۔۔"

"یہی کی آپ بہادر ہے۔۔؟ڈونٹ وری میں تصدیق کر کے بنفس نفیس بتادوں گا۔" اس کی اُڑی رنگت دیکھ مونچھوں تلے دبے لبوں پر چٹخنی مسکراہٹ دبا کر وہ خاصی سنجیدگی سے بولا جیسے واقعی ایسا ارادہ رکھتا ہو۔

دوسری طرف ابھی بڑی جھانسی کی رانی بن رہی آبرو حلق تر کرتی بڑی بڑی سیاہ غلافی آنکھوں سے یوں ہونق سی اسے گھورے جا رہی تھی، جیسے سمجھنے سوچنے کی صلاحیت مفقود ہو گئی ہو۔ اور واقعی اس کے ساتھ روز اول سے یہی معاملہ ہو رہا تھا۔

جب بھی وہ اس کی حسن وامارات کو خاطر میں نالانے والا حسِ لطافت سے عاری بے مروت شخص اس کے قریب آتا تھا دھڑکنوں میں عجب قیامت برپا ہو جاتی تھی۔

سانسیں درہم برہم ہو جاتی، اور ذہن سے سارے الفاظ آن کی آن میں محو ہو جاتے اور وہ تیز طرار اپنے آگے کسی کو چوں کرنے نہ دینے والی باغی طبیعت مغرور آبرو وقاص ملک تو نجانے کہاں دبک جاتی تھی۔

"بہادر ہوں کہنے میں اور بہادری ثابت کرنے میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے رانی صاحبہ! سو کم از کم مجھے یہ گیدڑ بھبھکیاں نہیں دیں۔۔" ایک محظوظ کن نظر اس کے متحوش چہرے پر ڈال کر وہ تیزی سے مڑا۔

ورنہ دل تو مزید ان منہ بولی جھانسی کی رانی کو تنگ کرنے کا تھا لیکن ہیڈ آفس ٹائم پر پہنچا زیادہ ضروری تھا اور ملک زادی تو یہیں رہنی تھی اپنی بہادری سمیت۔۔

"گاڈ!"

دروازہ بند ہونے کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر ہوش میں آتی لڑکھڑاتے قدموں جا کر ٹیبل کے گرد رکھی کرسی پر گرتی تیز تیز سانس لینے لگی۔

پانچ سے سات منٹ بعد پانی کے دو گلاس خشک حلق میں انڈیل کر اپنی دگرگو حالت پر حتیٰ المقدور قابو پا کر کچن سے نکلی ہی تھی کی وہ فل یونی فارم میں ریسٹ واچ باندھتا ہوا تیز قدموں ابرار حمید کے روم سے برآمد ہوا۔

اور ایک بار پھر وہ اپنی جگہ جم سی گئی۔۔

چند ہی دنوں میں تمام تر ناپسندیدگی کے باوجود اسے ماننا پڑا تھا طلحہ ابرار حمید کا شمار ان چنندہ اشخاص میں ہوتا تھا جو ہر روپ میں صاحبِ بصارت کی بھرپور توجہ کھینچنے کا ہنر رکھتے ہیں۔

وہ تسلیم کرتی تھی اس دو کوڑی کے وردی والے کی بدلحاظی اپنی جگہ لیکن فل یونی فارم میں اُبھرتا بھاری ڈیل وڈول، پُرشکن کشادہ پیشانی، سنجیدہ گہرائی میں اُتر جانے والی آنکھیں، بھینچے جبڑے سنگ جب وہ پُراعتماد قدم اٹھاتا تو یوں

محسوس ہوتا جیسے دلوں میں خوف و دہشت کی بادشاہت قائم کرتا چلا جارہا ہو۔۔

ایسا رعب و دبدبہ اس کی شخصیت سے جھلکتا تھا کے اچھے اچھے مرعوب ہو جائیں پھر وہ تو نازک دل رکھنے والی لڑکی تھی جس نے آج تک مخالف صنف کو اپنی امارات و خوبصورتی سے متاثر ہو کر اپنے آگے پیچھے دم ہلاتے ہی دیکھا تھا۔۔

ستم سوہان روح اس کی غضب بے نیازی کا عالم بھی تھا۔نہ پرستائش نظروں کی اہمیت تھی نہ تنقیدی نگاہوں کی وقعت عجب اپنی ذات میں شہنشاہ شخص تھا مقابل کو ایک نظرِ بے نیاز میں خرید کر ملکیت کی دعویدار بھی نہیں کرتا تھا۔

مانا کے میں نے آنکھ بھر کے دیکھا نہ تھا تجھے،

سورج کو آنکھ بھر کر کوئی دیکھتا ہے کیا۔۔۔۔۔۔۔؟

"میں جارہا ہوں مینا! یونس بھائی کی طرف سے کوئی پوچھے تو کہنا امپورٹنٹ کام آگیا تھا، باقی وقت ملا تو میں خود فون پر معذرت کرلوں گا۔۔" دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے باآواز بلند زینیہ کو مخاطب کیا تھا ساتھ ایک مسکراتی خاص نظر خود کو نہارہی آبرو پر ڈال کر پلٹ گیا۔۔

اور یہی ایک 'نظرِ خاص' آبرو وقاص ملک جیسی خود سر لڑکی کی اندر تک اُتر کر تباہی مچا گئی۔۔

فتح یا شکست کا فیصلہ صدیاں نہیں ایک قیامت خیز لمحہ کرتا ہے۔اور یہ لمحہ اس مغرور شہزادی کی عمر بھر کی شکست بن کر نازل ہوتا اس کی متوقع حالت پر ترحم بھری مسکان اچھال کر گزر گیا تھا۔

وہ بت بنی کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔۔

آنکھیں بھی دھڑکنوں کی زبان بولنے لگی،

او جھل ہوا وہ شخص تو کہرام مچ گیا!

"مائے گاڈ!!"

دل کے مقام پر بے اختیارانہ ہاتھ رکھ کر اس نظرِ خاص کی تپش سے متزلزل ہوئی سانسوں سنگ متحوش آبرو کے لب شائد پھڑ پھڑائے تھے، نظریں ہنوز دہلیز سے الجھی تھی جہاں سے وہ کب کا روانہ ہو چکا تھا۔۔

"آپ!! آپ ٹھیک ہیں۔۔" طلحہ کو الوداع کہنے آئی زینیہ اسے یوں حواس سے بیگانہ دیکھ تیزی سے قریب آئی۔۔

"ہہہ۔۔ہاں!ای۔۔ایم فائن!!"

لبوں پر زبان پھیرتی دیوار کا سہارا لیکر وہ یوں کھوئے لہجے میں منمنائی جیسے اپنے الفاظ پر شبہ ہو۔

"مجھے لگ نہیں رہیں!آپ کے گال سرخ ہو رہے ہیں آنکھوں میں نمی اُتری ہوئی ہے اور۔۔اور ہونٹ بھی سوکھ رہے ہیں۔۔سانس سانس بھی نہیں آرہی۔۔آپ۔۔آپ رکیں میں شیر و بھائی۔۔۔"زینیہ پریشان نگاہوں سے اس کا جائزہ لیکر حواس باختہ سی باہر دوڑ لگانے کو تھی کی آبرو اس کا بازو تھام گئی۔۔

"چل!!ایم فائن!!"اس کا تنفس ہنوز تیز تھا۔

"لیکن!!"

"میں کہ رہی ہوں ناں ایم فائن!"

وہ دونوں انگارے کی مانند دہک رہے گالوں کو تھتھپاتی دباؤ بڑھا کر بولی۔

تاہم تنفس ہنوز معمول پر نہیں آیا تھا۔۔

"لیکن آپ!! آپ شائد یہاں گرمی میں ہیں اس لی ئے آپ۔۔آپ اپنے کمرے میں چلی جائیں ویسے بھی باہر بہت شور ہے ہے آپ کو اس ہنگامہ کی عادت نہیں ہو گی اس لی ئے گھبراہٹ ہو رہی ہو گی، آئیں میرے ساتھ۔۔"زینیہ خود ہی اندازہ لگا کر اس کے بازو تھام آگے بڑھی۔

وہ بھی ساتھ قدم اٹھانے لگی'شکستہ قدم'نجانے کیوں اچانک ہی اعصاب شکستہ ہو رہے تھے جیسے کچھ بہت قیمتی ہار دیا ہو۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

میری آنکھوں کے جادو سے شائد تم ناواقف ہو،

جس پر مجھ کو پیار آجائے اس کو پاگل کر دیتا ہوں،

چھوڑ کے مجھ کو جانے والا لوٹ کر واپس آتا ہے،

دائیں بائیں آگ لگا کر سامنے جنگل کر دیتا ہوں۔۔

روم میں آنے کے بعد بھی وہ کتنی ہی دیر اسی طرح شکستہ سی تیز تیز دھڑک رہے دل سے پریشان بیٹھی رہی تھی۔

نگاہوں میں بار بار وہ دو مسکراتی ہوئی مقناطیسی آنکھیں اُتر کر جیسے سنبھلی حالت مزید درہم برہم کئے دے رہی تھی۔

چھٹکارے کیلئے لیپ ٹاپ فون میں خواہ مخواہ سوشل میڈیا سائیڈز پر سکرول کرتی رہی لیکن بس ایک نظر سے جو دل پر حشر برپا ہوا تھا جو ذہن پر گرہ پڑی تھی کھلنے کا نام نہیں رہی تھی۔

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ جاتے جاتے اس ایک نظر میں اس مغرور شہزادی کو قید کر گیا ہے۔

جھنجھلاہٹ دوچند ہوئی تو وہ سب وہیں پھینک پھاک کر اندر کے بھرتے شور کو کم کرنے کیلئے ہیڈ فونز میں فل والیوم پر سانگ لگا کر کشن منہ پر رکھ کر سو گئی۔

پھر نجانے کب اس ذہن و دل کی ابتر حالت پر نیند غالب آئی اور کب وہ نیند کی وادی میں اُتری۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دوبارہ اس کی آنکھ کان کے پردے پھاڑتی عجیب سے شور کی آواز سے کھلی تھی۔ وہ جھنجھلاتی سب ادھر ادھر اچھال کر آنکھیں ملتی ہوئی کھڑکی کھول

کر باہر دیکھنے لگی۔ باہر گلی میں جمع ہجوم دیکھ اس کی بوجھل آنکھیں پوری کی پوری کھلی۔۔

آج صبح سے ہی پورے محلے میں محسوس کی جانے والی گہما گہمی کا ماحول تھا۔ فضا میں گانا بجانا، ڈھول تاشے بڑے بچوں کہ خوش کن قہقہہ غرض سوتی آلودگی محو رقص تھی۔

صبح وہ نظر انداز کر گئی تھی۔

لیکن اب جوش و خروش کے ساتھ اس قدر سج دھج کے منایا جا رہا جشن کا نظارہ آبرو کیلئے تعجب خیز تھا۔ کھڑکی کے پٹ بند کر کے وہ اسٹالر اٹھاتی باہر نکل آئی تھی۔

باہر زینیہ کو تنہا بیٹھا دیکھ وہ حیران ہوئی کیونکہ طلحہ کی واپسی کے بعد سے امروز شہروز گھر ہی نظر آ رہے تھے۔ لیکن پوچھنے پر معلوم ہوا کی ابرار حمید اور طلحہ

کے روانہ ہوتے ہی امروز شہروز بھی فوراً گھر سے نو دو گیارہ ہو گئے تھے۔اور جشن کا عقدہ کھلا کی گزشتہ پانچ دنوں سے جو پڑوس میں ڈھولکی چل رہی تھی آج ان یونس بھائی کی بارات ہے۔

اور ان کے محلے میں شادیاں ایسے ہی ہوتی ہے۔دلہن ایک گھر میں آتی ہے اور رونق پورے محلے میں لگی ہوتی ہے۔

پھر عصر کے قریب نجمہ اور نغمہ بھی چلی آئی بارات کی روانگی کا دلچسپ نظارہ کرنے جو واقعی بے حد دلچسپ تھا۔

اپنے ملک کی رنگین رسم ورواج سے دور گوروں کی بے رنگ دنیا میں پلی آبرو کیلئے کم از کم یہ سب نیا ہونے کے ساتھ مزیدار بھی تھا۔

رنگ برنگی لباس میں میک اپ وزیورات سے آراستہ و پیراستہ خواتین و لڑکیاں اور ان کی پلو میں منہ ڈال کر کھی کھی کرنے کی ادا۔

پھول اور پیسوں کے ہار سے لدا پھندا بیچارہ دولہا، اس کے آگے عجیب و غریب انداز میں جھوم رہے لڑکے جو زینیہ کے مطابق کوئی بھنگرا ڈانس کر رہے تھے لیکن نجمہ کے مطابق بھنگ پی کر بھنگرے کی ٹانگ توڑ رہے تھے۔

خیر جو بھی تھا آبرو کو یہ فنی ڈانس دیکھ کر مزہ آرہا تھا۔ وہ دلچسپی سے دونوں ہاتھ آپس میں مسلتی ہوئی میخانہ سے رات کے تیسرے پہر غمِ حیات کو پیمانہ میں ڈبو کر برآمد ہوئے مے نوش کی طرح ادھر ادھر قدم ڈال کر ناچ رہے لڑکوں کو دیکھ رہی تھی جن میں ٹیپو سمیت یاجوج ماجوج کی جوڑی بھی پورے جوش و خروش کے ساتھ شامل تھی۔

البتہ نجمہ بی بی تنقید نگار بنی محلے کی لڑکیوں اور خواتین کو چن چن کر نشانہ تنقید بنائے ہوئے تھی۔

میک اپ سے لیکر زیور تک، کپڑوں کے رنگ سے لیکر چلنے کے ڈھنگ تک، طرز ادا سے لیکر طرز تبسم تک ہر چیز پر نجمہ کا باریک بینی سے تبصرہ جاری وساری تھا۔

"دیکھو ذرا یار انھیں! کیا فائدہ ہے اس سب کا؟ جتنی لیپا پوتی ان لوگوں نے کی ہے، آدھا تو یہیں پلّو میں چہرہ چھپا کر دانت پھاڑتے والی ادا میں صاف ہو جائے گا اور بچا ہوا راستہ میں پسینہ دھو دے گا، اور فنکشن ہال کی استقبالیہ پر قدم رنجہ فرمانے تک تو اللہ جھوٹ نہ بلوائے حال صحرا میں برسوں بے آب و سایہ بھٹکے مجنو سے کم نہ ہو گا، متوقع حالت کے پیش نظر بہتر نہیں ہے کی بندہ یہ مصنوعی رنگ وروغن چڑھائے ہی ناں۔۔۔؟" بجائے بارات کا منظر انجوئے کرنے کے آنکھوں میں گہری تفکر کی پرچھائیاں لیئے وہ بے وجہ ہی سب کی فکر میں پتلی ہو رہی تھی۔

آبرو اور زینیہ کو تو کم از کم یہی لگا۔۔

"اب بس بھی کرو نجمہ ! تم کوئی بیوٹی کانٹیسٹ کی جج نہیں لگی ہو ! ! "البتہ نغمہ کا صبر جواب دے چکا تھا۔

"ہوتی تو میں نے ایسی نمونیوں کو ایک مارکس بھی نہیں دینا تھا۔" وہ حسب عادت منہ پھاڑ کر بولی۔

" باز آجاؤ نجمہ ! "نغمہ کا فوراً ہاتھ اس کے بازو پر پڑا تھا۔ایسے لوگوں میں نقص نکالنے کی عادت کوئی اچھی عادت نہیں ہے۔۔"نغمہ کے لہجے میں سختی در آئی۔

"پہلے تو تم تصحیح کر لو ! میں ان میں نہیں ان کے بہروپ پر رائے کا اظہار کر رہی ہوں جو کہ گناہ تو کم از کم نہیں ہے۔۔" بازو سہلاتی اپنی صفائی میں وہ تیکھی ناک چڑھا کر بولی۔

"نجمہ!!" نغمہ کا من کیا وہ اپنی حد سے زیادہ بد تمیز بہن کے منہ پر پلاسٹر لگادے۔

البتہ آبرو اور زینیہ نجمہ کے بے لاگ تبصرہ سے خوب لطف اندوز ہو رہی تھی۔

آبرو کو ویسے بھی نجمہ کی اترنگی بٹلر زبان سننے میں مزہ آتا تھا جو بعض اوقات اس کی سمجھ بھی نہیں آتی تھی۔

"نہیں! آپ ہی بتائے آبرو!"

وہ نغمہ کی خونخوار تنبیہی نظروں کو یکسر نظرانداز کرتی مسکراہٹ دبا رہی آبرو کی طرح گھومی۔

"اس بندی کو دیکھیں! کتنا ڈارک لپ اسٹک لگایا ہے اس نے اُپر سے منہ پر ہاتھ رکھ کر ہی ہی کرنے میں سارا لپ اسٹک پھیلا لیا ہے، یہاں سے اتنی

مضحکہ خیز لگ رہی ہے قریب سے کیسی لگتی ہو گی؟ لیکن اس کے آس پاس کھڑی موتیاں بکھیر رہی شہزادیوں کو پرواہ ہی کوئی نہیں بندہ بتا ہی دیتا ہے کی تم بندریا۔۔۔"

نجمہ نے انگلی سے جس لڑکی کی طرف اشارہ کیا تھا وہ واقعی مضحکہ خیز لگ رہی تھی، لیکن نغمہ کے تیوڑ دیکھ وہ سختی سے لب دبا گئی۔

"اور ان خاتون کو دیکھیں! بارات انجوئے کرنے کے چکر میں انھوں نے اپنی بچی کو۔۔۔"

"آہ!!" ابھی بے باق چینل کا بے لاگ تبصرہ جاری ہی تھا کی نغمہ کا ہاتھ بنا لحاظ دھپ سے اس کی کمر پر پڑا۔

"یار میں تو۔۔۔"

"ایک لفظ نہیں فوراً سے پیشتر تم نیچے اُترو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔"نغمہ انگلی اٹھا کر غرائی۔۔

"تم سے برا کوئی ہے بھی نہیں کمر توڑ دی میری۔۔"

وہ کمر سہلاتی شاکی ہوئی۔

"ابھی تو صرف کمر توڑی ہے ایک منٹ کے اندر تم نیچے نہیں گئی تو تم نے پرسوں چھ کے چھ گلاس توڑ کر بلی کے سر جو الزام دھرا ہے وہ میں ابھی اماں کو بتادوں گی۔۔"

"جا رہی ہوں زیادہ دھمکی خان بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"دھمکی کارآمد ثابت ہوئی کڑھتی ہوئی نجمہ کے قدم سیڑھیوں کی طرف اٹھے۔

"اسی لیئے کسی بھلے مانس نے کہا ہے۔"

اپنے ہی گراتے ہیں نشہ من پہ بجلیاں۔۔

سیڑھیوں کے پاس رک کر دکھ بھرا گیت گانا وہ قطعاً نہیں بھولی تھی۔۔اور اس کے جاتے ہی پیچھے تینوں کا قہقہہ پڑا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

صحیح کہا ہے کسی نے دشمن باہر سے دروازہ توڑ کر اندر آئے تو اس شور کی آواز سے کم از کم بچاؤ کیلئے ہاتھ پیر مارنا تو بس میں ہوتا ہے۔ لیکن جب گھر کے اندر کے ہی لوگ دبے پاؤں جا کر بے آواز دروازہ کھولیں تو لبوں کو جنبش دینے کی بھی مہلت نہیں ملتی۔

اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوا تھا۔ وہ پشت پر ہاتھ باندھے لب بامہر کھڑا رہا اور اس کی اتنے دنوں کی محنت سے جمع کی گئی انفارمیشن کو بے بنیاد کہہ کر رد کی ثابت کر دیا گیا۔

بے شک اس کی موجودہ انفارمیشن رپورٹ ایکشن لینے کیلئے ٹھوس نہیں تھی، لیکن شک کے گھیرے میں لینے کیلئے کافی مضبوط تھی۔ لیکن اپنے سینئر آفیسر کی آنکھوں کی مکاری دیکھ کر وہ کچھ نہیں بولا تھا۔

خاموشی سے اس وردی کے غدار کو زندہ درگور کر دینے کی شدت سے جاگی خواہش کو دباتا ہوا باہر نکلا تو اپنے گاڑی کے پاس گارڈز کے ساتھ مکروہ مسکراہٹ لیئے کھڑے زیاد گیلانی کو دیکھ رگوں میں خون کی جگہ شرارے دوڑنے لگے۔

"چہ! چہ! قسم سے بہت برا کیا ایس پی صاحب نے آپ کے ساتھ ڈی ایس پی صاحب! بہت غلط! مطلب یار سینئر ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہوا کی بندے کو نکما ہی ثابت کر دے، چہ! چہ! مجھے تو بہت برا محسوس ہو رہا ہے بھئی آپ کیلئے۔۔" دائیں بائیں مصنوعی تاسف سے سر کو جنبش دیتا وہ مکاری سے مسکرایا۔

جس پر طلحہ کو مٹھیاں بھینچی پڑی ورنہ جس تیزی سے اس کا خلفشار خون بڑھ رہا تھا کچھ لازمی ہو جانا تھا۔

"خیر میں تو تعزیت کیلئے قریب پانچ منٹ سے یہاں دھوپ میں کھڑا آپ کا منتظر ہوں، کیوں بھئی بتاؤ صاحب کو۔؟" ساتھ ہی تمسخرانہ انداز میں گارڈز کو مخاطب کرتا وہ لگاوٹ سے بولا۔

"ہو گئی تعزیت تو سائیڈ ہٹیں!۔" گارڈ کو ہٹا کر ڈور کھولنے لگا تھا کی۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے میں اتنی دور سے تعزیت کیلئے آیا ہوں!!" زیاد گیلانی نے ڈور پر ہاتھ رکھا۔

"مجھے جلدی ہے! کیونکہ میری وردی مجھے فارغ لوگوں پر ضائع کرنے کیلئے فالتو وقت الاؤ نہیں کرتی۔۔"

جھٹکے سے دوڑ کھولتا وہ دبے لہجے میں جھاڑ گیا۔

جس پر زیاد گیلانی کا بے ہنگم قہقہہ پڑا تھا۔۔

"یہ بھی خوب کہی آپ نے ڈی ایس پی صاحب! اگر آپ کی وردی فالتو وقت الاؤنہیں کرتی ہے تو آپ پارٹ ٹائم ملک وقاص کی بیٹی کی باڈی گاڈ کے فرائض کس طرح انجام دے رہے ہیں۔۔۔؟" زیاد گیلانی کی استہزائیہ سوال پر طلحہ کے قوی انگلیوں کی گرفت ڈور پر مضبوط ہوئی تھی۔

وہ قصداً منہ کھولنے سے محترز تھا ورنہ جیسی آگ اس کے اندر بھڑک رہی تھی اس سے ضرور کچھ بہت غلط ہو جانا تھا۔

"خیر بتانا یہ تھا کی اب فل ٹائم ڈیوٹی شروع کر دو، کیونکہ میرا دل اس چوہے بلی کے کھیل سے اُکتا چکا ہے اب یا تو شکار دبوچ لینا ہے یا مسل دینا۔۔" اپنی مٹھی مڑوڑتا وہ جس سفاکیت سے بولا تھا طلحہ کی انگلیوں کی گرفت اس کے لہجے میں دبی دھمکی پر ڈھیلی پڑی تھی۔

"آل دی بیسٹ مسٹر باڈی گاڈ!!"

کاندھا تھپتھپاتا وہ گارڈز کے ہمراہ آگے نکل گیا۔ط

لحہ نے مڑ کر اس کی پشت کو دیکھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ جلتی کڑھتی نجانے کس کس کو صلواتیں سناتی ہوئی نیچے آئی تو در و دیوار ہلا رہی شور کی آواز میں بھی اس کے تیز سماعت نجانے کب سے نقار خانے میں طوطی کی مصداق ٹھنک رہے لینڈ لائنڈ کی رنگ سے محظوظ ہوئی۔

پہلے تو فون اور فون کرنے والے کو بھاڑ میں بھیجتی ہوئی وہ واک آؤٹ کر جانے کو تھی پھر ابرار حمید اور طلحہ کا خیال کر کے قریب چلی آئی۔۔

"ہیلو!"

دوسری طرف سے چھوٹتے ہی بھاری آواز اُبھری تھی۔ جس کی اونچائی سے اندازلگایا جاسکتا تھا کی مقابل کس قدر بے صبر ہے۔۔

جواباً وہ کان سے فون ہٹا کر کوفت بھری نظر ڈالتی ٹیڑھے میڑھے منہ بناتی ہوئی واپس کان سے لگا گئی، تاہم بولی کچھ نہیں۔۔

"ہیلو! میری آواز آرہی ہے مجھے تمہاری آواز نہیں آرہی پیچھے بہت شور ہے۔۔" مقابل کی پریشان آواز کچھ اور بلند ہوئی۔

"پھر بھی اس کا تنہا شور بھاری ہے۔۔" کان کے پردے ہلاتی آواز پر وہ کوفت سے بڑبڑائی۔۔

"میں فارس بات کر رہا ہوں۔"

"رانگ نمبر!!"

بنا سوچے ہی بیزاریت سے کہ کر وہ فون رکھنے ہی لگی تھی کی۔۔

"ارے! ایسے کیسے رانگ نمبر بالکل رائٹ نمبر ہے لالے کو کال دیں۔۔" دوسری جانب حیرت سے از سر نو نمبر چیک کر کے فارس تیزی سے بولا۔

بھلا طلحہ کا نمبر وہ غلط ڈائل کر سکتا تھا نا ممکن۔

"کہاں ناں رانگ نمبر! یہاں کوئی لالے پیلے نہیں رہتا۔۔" مقابل کی ہٹ دھرمی پر اس نے دانت پیسے۔۔

"اور میں نے کہا ناں یہ بالکل رائٹ نمبر ہے چپ چاپ سے کال دیں لالے کو مجھے بہت امپورٹنٹ کام ہے۔۔"

مقابل بھی جرنلسٹ فارس محمود تھا موقف کا پکا۔

"دیکھو!!"

"میں نے کہا ناں میں فارس ہوں۔۔"

قطع کلام کر کے اپنے نام پر زور تو موصوف نے یوں ڈالا تھا جیسے کوئی مشہور زمانہ سلیبر ٹی ہوں۔

"اور میں 'یمن' بات کر رہی ہوں! آپ کی اجازت ہو تو سعودی اور ترکی کو کانفرنس پر لے لوں۔۔۔۔؟"

نجمہ کا ٹھیک ٹھاک دماغ آوٹ ہو چکا۔ پھر بے تکی ہانکنے سے اسے کون روک سکتا تھا۔۔

"جی!!!۔۔"اب کے بھونچکانے کی باری فارس کی تھی۔ اچنبھے سے فون کان سے ہٹا کر دیکھتا وہ شانے اچکا گیا۔

"جی! پاک دوبئ اور ایران کو بھی لیا جا سکتا ہے اگر جناب والا پسند فرمائیں تو۔۔"ٹیبل کے کونے سے کمر ٹکا کر مؤدبانہ انداز میں اب وہ مقابل کی دماغ کا دہی کر رہی تھی۔

"دیکھیں محترمہ میں۔۔"

"تمہیں دیکھتی ہے میری جوتی! آج کے بعد اگر دوبارہ یہ دو نمبر حرکت میرے ساتھ دہرائی تو قسم دہی جلیبی کی پیپل چوک پر کھڑا کر کے اتنی جوتیاں لگاؤں گی نہ کی اپنی شکل اور جاپان کے نقشہ میں فرق نہیں تلاش نہیں کر پاؤ گے۔۔۔" باقاعدہ مٹی سے اٹی جوتی کی طرف اشارہ کرتی وہ آتش فشاں کی طرح پھٹی۔

"محترمہ میں۔۔۔

"محترمہ! محترمہ! کی مالا جپتے ہوئے خود کو زیادہ تہذیب یافتہ مرزا غالب کا جانشین ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے!" باضابطہ ہاتھ بلند کر کے اس نے مقابل کو خبردار کیا تھا۔

"اچھی طرح جانتی ہوں تم جیسے سستے مجنوں کو! وہ صحرا کی خاک چھانتا تھا اور تم جیسے بی اے فیل فون نمبرز میں لیلیٰ چھاننے کی کوشش کرتے ہو، اچھی طرح کان کھول کر سن لو دوبارہ اس نمبر پر فارس عرب کرنے کیلئے کال کی تو تمہارا وہ حشر کروں گی کی حکیم لقمان کا نایاب نسخہ بھی فیل ہو جائے گا، فارغ عوام نہ ہو تو!!" کھٹ سے کریڈل پر فون رکھ کر اب فائنلی وہ سانس لے رہی تھی۔۔

اس کے مطابق اس نے ایک آوارہ بھنورا صفت بندے کو منہ توڑ جواب دیا ہے جن کا کام ہی ہوتا ہے اس طرح کی فالتو باتیں بگھاڑنے کیلئے مرضی میں آئے نمبر پر فون گھمانا اور جہاں دوسری طرف سے لڑکی کی آواز آئی دو نمبری پر اُتر آنا۔

سونجمہ کے مطابق تو گلی ماسٹرنی نے کدو میں تیر مار لیا تھا۔

جبکہ دوسری جانب ہنوز فون ہاتھ میں لیئے فارس صدمہ زدہ سا بیٹھا اس پٹاخہ لڑکی کی شناخت کے متعلق سوچ رہا تھا۔اس قدر شعلہ پُر کی مرچی سے زیادہ تیکھی اور وزیر آباد کی چھڑی سے زیادہ تیز زبان والی نان اسٹاپ ٹرین جیسی دوشیزہ تھی کون ذات شریف جس نے اس کی بولتی بند کروادی تھی جو اچھے اچھوں کی زبان مقفل کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ساری رات بھوک پیاس سے ناتا توڑے اتنے دنوں کی انتھک محنت کے انعام میں ملے بے بنیاد کیس کا طعنہ اور اپنے رات دن کی محنت کو اپنے ہاتھوں جلا دینے کے آرڈر پر ساری دنیا کو خاص کر محافظ کے بھیس میں چھپے ان لٹیروں کو جلا کر راکھ کر دینے کا آتش فشانی اشتعال دباتا ہوا پیٹرولینگ پر گزار کر صبح کے سات بجے حمید منزل کا پھاٹک عبور کر کے اندر داخل ہوا ہی تھا کی۔

دھنیہ پودینہ اور دیگر ہری سبزیوں سے لہلہار ہی کیاریوں کے قریب بے انتہا ڈھیلی ٹی شرٹ پر ٹراؤزر کے پائیچے فولڈ کئے اپنا سلیپر پہنے جابجا حسین چہرے کے تیکھے نقوش کو بے باکی سے چوم رہے شرارتی لٹوں کی گستاخیوں سے انجان خود میں ہی مگن پائیپ تھامے کھڑی آبرو کو دیکھ اس کے تنے عضلات کی کھینچاؤ میں خطیر اضافہ ہوا تھا۔۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔۔؟"

آندھی کا روپ دھارے چند ساعت کی سازش میں اس کے سر پر پہنچا وہ اپنی گرج سے اس کے خیالوں میں انتشار لے آیا تھا۔

"تت۔۔ت۔۔تم۔۔"ہلکی سی چیخ کے ساتھ توازن کھوتی وہ لڑکھڑائی۔۔

"سنبھل کر!"

بروقت اس کا پائیپ والا ہاتھ تھام کر اُپر اٹھاتا زمین بوس ہونے سے تو بچا گیا لیکن بن بادل برسات بوکھلائی آبرو اور برہم تھانیدار کو بھگوتی چلی گئی۔

"ار۔۔ارے! ببب۔بند کرو اسے۔۔"

اسے بت بنا بھیگتا دیکھ آبرو کو ہی پائیپ چھوڑنا پڑا تھا۔ لیکن طلحہ کی سخت گرفت کلائی پر کمزور نہیں ہوئی تھی۔

"آر یو میڈ۔۔؟" اپنا بھیگا وجود دیکھ کلائی مڑوڑتی وہ بے طرح چیخی۔

"سوال کے بدلے مجھے جواب سننا پسند ہے سوال نہیں! اب بتائیں آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔؟"

کلائی موڑ کر پشت سے لگاتا اسے قریب کھینچ کر غرایا۔

اس اچانک افتاد پر دم بخود آبرو کا نازک وجود کٹی پتنگ کی طرح لہرا کر اس کے بھیگے وجود کا حصہ بنا۔

وہ ڈر کر سختی سے مٹھی میں اس کا شانہ جکڑ گئی جبکہ وہ بھسم کرتی نگاہ اس کے چہرے پر گاڑھ گیا۔

---

تم نے دیکھا ہے چاند پر بہتا پانی

میں نے دیکھا ہے یہ منظر اس کے رخسار پر اکثر

گلابی عارضوں سے لپٹی بھیگی لٹیں، برہم سیاہ نینوں پر سایہ فگن گھنیری خمدار مژگان پر اٹکے اوس کے موتی، آپس میں محو تکرار گلابی پنکھڑیاں اس قدر دلبر از اہد کو بہکا دینے والا نظارہ اس کی نگاہوں میں تھا اور سنگ مرمر سا تراشہ مہکتا وجود اس کی باہوں میں لیکن اس کے دل میں کومل جذبات کی کوپلیاں پھوٹنے کہ بجائے دماغ میں اشتعال کے شعلے بھڑک رہے تھے۔۔

اپنے اندر کے جس تباہ کن طوفان کو دبا کر اس نے گھر کی راہ لی تھی اس لڑکی کو دیکھتے ہی دگنا تباہی لیئے وہی جذبات عود آئے تھے۔

اسی لڑکی کی وجہ سے گیلانی جلدی ایکشن میں آیا تھا ورنہ جس خفیہ طریقہ سے وہ اس کیس پر متحرک تھا زیادہ نہ صحیح اتنی محنت کا کچھ تو فائدہ لازماً ہونا تھا بجائے کیس کلوز کرنے کے آرڈر کے۔

"ای ڈونٹ ڈیم کیئر تم کیا سننا چاہتے ہو مجھے چھوڑو" وہ مستقل مزاحمت کرتی کراہی۔

صبح ہی صبح اس کی آمد اور یہ وحشیانہ سلوک تضاد یہ قیامت خیز قربت جس سے دھڑکنوں میں الگ ہی طغیانی برپا تھی۔۔

"کاش! میں بھی آپ ہی کی طرح کہ پاتا ای ڈونٹ کیئر!" خون آشام آنکھوں سے انگارے اگلتا اپنے جارحانہ لب و لہجے سے وہ آبرو کی دھڑکن بے طرح متزلزل کر رہا تھا۔

"تت۔۔تت۔۔تم ٹھیک ہو۔۔۔؟"

یکایک اس کی حالت دیکھ آبرو کے لب پھڑپھڑائے۔

تنے عضلات، بکھرے بال، شرارے اگلتی لہو رنگ آنکھیں جس میں جھانک لینے سے ہی ڑیڑھ کی ہڈی سنسنا اٹھے، گریبان کے کھلے بٹن اور گردن کی اُبھری تمام رگیں جو بس پھٹنے کو تھی آبرو کی رنگت خوف و دہشت سے متغیر ہوئی۔۔

"میں کیسا ہوں یہ جاننا آپ کیلئے قطعاً ضروری نہیں ہے ! آپ کیلئے صرف یہ جان لینا بے حد ضروری ہے کی آپ یہاں سیر سپاٹے کیلئے نہیں آئیں ہیں۔۔"

حتیٰ المکان خود پر قابو پانے کے باوجود وہ متحوش آبرو کو ایک جھٹکے سے خود سے الگ کر جھڑک گیا تھا۔۔

وہ تغافل سے لگاتا ہے نئے زخم مگر

دل کے زخموں کو وہ گہرا نہیں ہونے دیتا

میری آنکھوں میں سجا دیتا ہے سپنے لیکن

کوئی سپنا بھی وہ سچا نہیں ہونے دیتا

"مم۔۔میں۔۔میں یہاں۔۔یہاں بس پانی۔۔پانی ڈالنے آئی تھی۔۔"اس کے جارحانہ انداز میں الگ کرنے پر آبرو کی رہی سہی طنطناہٹ بھی مرعوب ہوئی تھی۔

"کیوں اس گھر کے سارے مکین مر گئے ہیں۔۔؟"بے ڈھنگے جواز پر اس کا میٹر از سر نو گھوما۔

اس لڑکی کیلئے وہ اپنی مہینوں کی محنت جلا کر راکھ کر آرہا تھا اور محترمہ یہاں کھلے میں اپنے دشمنوں کو دعوت دیتی ہوئی باغبانی کا شوق فرما رہی تھی۔

"مم۔۔میں بھی۔۔تو یہیں کی۔۔۔۔"

"جی نہیں!آپ اس گھر کی مکین نہیں'مہمان'ہیں'مجبوری کی مہمان'اور مہمان کا کام ہے گھر کے اندر رہنا اور اپنی مجبوری نبھانا بجائے اوروں کی

پریشانیاں بڑھانے کے !" کسی مروت کو ملحوظ خاطر لائے بغیر جس درشتگی سے اس کی جگہ اس سنگ دل نے اسے دکھائی تھی۔

جواباً باوجود ضبط کے آبرو کی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئی۔۔

نچلا لب دانتوں میں سختی سے دبائے متلاطم غزالی آنکھوں کو اٹھا کر اس نے مقابل بھیگے کھڑے لمبے چوڑے شخص کو دیکھا، جس کا لہجہ روز اول سے طنز و تنفر سے لبریز بیگانگی میں لپٹا ہوا ہی رہا تھا، جس کا دو بدو جواب وہ بھی دگنا نخوت سے دیتی آئی تھی۔ اور اس کا مہمان والا حوالہ بھی سو فیصد درست تھا، پھر یہ لفظ دل میں انی کی طرح جا کر کیوں گڑھا تھا؟

کیوں ان نظروں کی کاٹ متنفر لہجے کی تپش سے زیادہ لفظ 'مہمان' نے دل کو چھلنی کیا تھا؟

جو آنکھ بھی ملانے کی اجازت نہیں دیتا

دل اس کو دھڑکنوں میں بسانے پر تلا ہے

کیا کل اس ایک نظر سے گلستانِ دل میں چپکے سے انچھوئے جذبات کی مسکراتی ہوئی کھلی کلی ذمہ دار تھی۔۔۔؟اس کے مضمحل ذہن بھاری دل نے سہم کر سوال کیا تھا۔

جس کا جواب ندارد تھا۔۔

"میں نے آپ کے اُپر منتر نہیں پھوکا ہے جو آپ مجسمہ بن گئی ہیں،اندر جایئے محترمہ!"ہمیشہ شعلہ اگلنے والی آنکھوں میں شکوہ دیکھ اس کا لہجہ کچھ اور تیز ہوا تھا۔

جواباً وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ پونچھتی اندھا دھند اندر کی طرف بھاگی تھی۔

کئی ساعت تنفر آمیز نظروں سے لبالب پانیوں سے بھری کیاریوں میں بنی دو سیاہ سحر زدہ نین ان میں بپھرا ان کہے شکوے شکایتوں کا امڈتا طوفان دیکھ اس کا تھکا ماندہ کوفت کا شکار ذہن کچھ اور جھنجھلا اٹھا تھا۔

"اللہ! نجانے کس گناہ کی سزا ہے یہ ملک زادی۔۔۔۔؟"

سختی سے سر جھٹکتا اپنے اندر برپا اشتعال پر قابو پانے کی تگ و پے کرتا ہوا ایک سخت کوفت بھری نظر اپنے بھیگے وجود پر ڈال کر پیشانی سے چپکے بے ترتیب بالوں کو قوی انگلیوں سے سنوارتا ہوا لمبے لمبے ڈگ اٹھاتا اندر داخل ہوا جہاں توقع کے عین مطابق ایک اور قوتِ ضبط کو آزماتا ہوا منظر تیار تھا۔

جس پر توجہ دینے کی زحمت اٹھائے بغیر وہ کپڑے تبدیل کرنے کیلئے ابرار حمید کے روم میں گھس گیا تھا اس کی بلا سے ملک زادی دروازہ کھولے یا اندر ہی رہے۔

"آبرو بیٹا پلیز آپ دروازہ کھولیں!

اپنے منشی انکل کو تو بتائیں ہوا کیا ہے؟

کچھ تو تو بتائیں بچے ہم سب پریشان ہو رہے ہیں۔؟"

ابرار حمید سمیت باقی تینوں بھی آبرو کے اندر سے مقفل دروازے کے باہر کھڑے مستقل اس کی منتیں ترلیں کر رہے تھے لیکن وہ دروازہ کھول کر نہیں مان رہی تھی۔

اور یہ اندازِ ناز برداریاں ابرار حمید کے روم میں کپڑے بدل کر مرطوب بالوں میں جارحانہ انداز میں ٹاول رگڑ رہے طلحہ کے غصہ میں بتدریج اضافہ کر رہا تھا۔

اس وقت اسے نخریلی ملک زادی سے زیادہ غصہ اسے اپنے گھر والوں پر آرہا تھا جو ہمہ وقت شہزادی صاحبہ کی خدمت میں تن من سے حاضر ان کے فضول نخروں کو پلکوں پر سجانے کیلئے تیار کھڑے رہتے تھے جیسے محترمہ کسی ریاست کی شہزادی ہو۔

ویسے سچ تو یہی تھا محترمہ شہزادی ہی تھی ایک ریاست کی لیکن اس کے گھر والے اس کے مظلوم رعایا بنیں یہ اس کو کسی طور گوارا نہ تھا۔

"آبرو جی! بات بتادیں ہوا کیا ہے؟ کسی چیز سے آپ ڈر گئیں یا وہاں مینڈک ٹڈا جیسا کچھ دیکھ لیا آپ ایک بار بتائیں تو ابھی امروز بھیو لوگ جا کر اسے مار آئیں گے۔۔"

روہانسی زینیہ دروازہ پیٹتی بس رو دینے کو تھی۔

آبرو کو سرخ چہرہ لیے دونوں مٹھیوں سے گال رگڑتے ہوئے دوڑ کر روم میں گھستے اسی نے پہلے دیکھا تھا۔

جس سے اس کا ننھا سا جذبات سے گندھا دل فکر سے روہانسا ہو رہا تھا۔۔

آج آبرو خلاف معمول جلدی اٹھ گئی تھی اور گھر کے چھوٹے موٹے کام کاج کر رہی زینیہ سے ادھر ادھر کی باتیں بھی کر رہی تھی۔

جس پر ہمیشہ زبردستی اس سے بات کرنے کی کوشش میں سرگرداں زینیہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی۔۔۔۔

پھر جب زینیہ نے صحن میں بنے کیاریوں اور گملوں میں پانی ڈالنے جانے کا ذکر چھیڑا بالکل غیر متوقع طور پر آبرو اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس کی انوکھی خواہش پر بوکھلائی زینیہ نے برملا انکار بھی کیا تھا لیکن اس کے زور دینے پر بادل ناخواستہ حامی بھر کر خود بھی ساتھ ہی گئی لیکن ابرار حمید کے

کسی کام سے بلانے پر اندر آئی اور واپس اس کے پاس جا ہی رہی تھی کی سراپا بھیگی آبرو دوڑتی ہوئی اندر روم میں مقفل ہو گئی۔

"آبرو! آپ دروازہ کھولیں جس کسی نے آپ کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کی ہے آپ بس نام بتائیں ہم اس کا کیا حشر پلس نشر کرتے گے کی بس آپ اپنی آنکھوں سے وہ دلسوز نظارہ انجوئے کیجئے گا۔۔" جذبات میں امروز صاحب نے کچھ زیادہ ہی لمبی بھڑک ماری تھی۔

جس پر ماتھے پر ناگواری کے بل نمودار کئے ابرار حمید کے روم کی دہلیز پر کھڑے تھانیدار کے ابرو اُپر کو شوٹ ہوئے آخر بات اسی کا حشر پلس نشر بگاڑنے کی ہو رہی تھی۔۔

"آبرو پلیز دروازہ کھول دیں۔۔۔ دیکھیں اس مینا کی بچی نے رونے کی پوری تیاری کر لی ہے اگر اب آپ نے ایک سکینڈ میں دروازہ نہیں کھولا تو یہ

پورے حمید منزل کو اپنے آنسوؤں کے سیلاب میں ڈبو دے
گی۔۔آپ۔۔۔"شہروز کی اموشنل تقریر درمیان ہی تھی کی دھاڑ سے
دروازہ کھلا۔

اور ابھی سب دروازہ کھلنے پر سکون کی سانس بھی بحال نہیں کر پائے تھے کی
اس کے کندھے سے لگے ہینڈ بیگ کو دیکھ سب کے اوسان خطاء ہوئے۔
سب کو بڑی بڑی آنکھوں سے گھور رہے طلحہ کی بھی آنکھیں سکڑی۔

"آ۔۔آ۔۔آبرو بیٹا یہ سب کیا بیگ کیوں۔۔میرا مطلب ہے
کی۔۔آپ۔۔اس۔۔طرح۔۔۔"ابرار حمید سے تو لفظ ہی نہیں بن پا رہے
تھے۔

متورم سرخ آنکھیں، آنسو سے دھلا سرخی مائل سپاٹ چہرہ، اور کندھے پر بیگ۔ جینز شرٹ پر لیدر کی جیکٹ چڑھائے گلے میں مفلر کے انداز میں لپٹا اسٹالر، پیروں میں بھاری بوٹس۔۔

"انکل! میں آپ کے ساتھ ملک مینشن واپس چل رہی ہوں۔" سب پر ایک نظر ڈال کر اس نے سب کے سروں پر بم پھوڑا تھا۔

"کیا؟" ابرار حمید سمیت سب کی مشترکہ آواز خاصی بلند ہو کر حمید منزل کی در و دیوار سے ٹکڑاتی ان کی بھی آواز بن گئی تھی۔

اور طلحہ کا میٹر بھی ٹھیک ٹھاک گھما چکی تھی۔

"جی! انکل میں ملک مینشن واپس جانا چاہتی ہوں۔۔۔"

سب کے حیرت کے جواب میں اس نے واپس وہی لفظ دگنا سنجیدگی سے دہرائے۔

"لیکن کیوں بیٹا؟ یہاں کوئی پریشانی ہے آپ کو؟ کسی چیز کی کمی ہے آپ کو آپ بتائیں تو میں آپ کو سب ارینج کر دوں گا لیکن اس طرح تو۔۔۔"

"پلیز انکل۔۔ یہاں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے۔ محبت کی تو بالکل بھی نہیں۔ بٹ میں مزید یہاں رہ کر آپ لوگوں کیلئے پرو بلمز کرئیٹ نہیں کرنا چاہتی۔۔ای۔۔ای جسٹ وانا گو بیک۔۔۔"اس مخلص و مہربان شخص کے مشفق و متفکر انداز پر نا چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ نم ہو گیا تھا۔

لیکن طلحہ کے کچھ دیر پہلے کے رویہ سے اس نے طے کر لیا تھا اسے حمید منزل سے جانا ہے ہر حال میں ہر صورت میں۔۔ مزید یہاں رک کر نہ وہ دل میں لگی آگ کو ہوا دینا چاہتی تھی اور نہ ہی اس ستمگر کٹھور دل دو کوڑی کے وردی والے کو مزید ستم کا موقع دینے کی روادار تھی۔

زخم جب لگے تبھی دوا کر دینا ہی دانشمندی کا تقاضہ ہے۔اور وہ اسی پر عمل پیراں ہونا چاہتی تھی یوں بھی اس کی ناک بہت اونچی تھی انا بہت بڑی۔۔

"لیکن بیٹا آپ نہیں جا سکتیں۔۔"ابرار حمید اس کی ضد سے واقف تھے تبھی ملتجانہ انداز میں بولے۔

"بٹ کیوں انکل؟اور کب تک ڈیڈ مجھے سیکیورٹی ریزنز کی وجہ سے یوں در بدر کی ٹھوکر کھانے دیتے رہیں گے اگر وہ مجھے پروٹیکٹ نہیں کر سکتے تو انھوں نے مجھے یہ سب یہاں سے آنے سے پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔"وہ جیسے پھٹ پڑی۔

آبرو حمید لاجواب ہو گئے۔۔

طلحہ اس کے غم و غصہ سے تمتما اٹھے خوبصورت خدوخال کو دیکھتا بھاری قدم اٹھاتا بے تاثر چہرہ لیئے ان سب کے قریب آیا اب اس کا ڈراپ سین اسے ہی کرنا تھا۔

"انکل! مجھے کچھ نہیں معلوم مجھے بس آپ اپنے ساتھ لیجائیں یا پھر میں خود چلی جاؤں گی۔۔۔" طلحہ کو دیکھتے ہی اس کا نرم پڑا لہجہ واپس ضدی سرکش ہوا۔

"ابھی آپ خود چل کر واپس روم میں جائیں۔اور آپ سب لوگ جا کر اپنا ادھورا کام کریں۔" اچانک عقب سے اُبھری طلحہ کی بھاری حکمیہ آواز پر سب چونک کر اس کی طرف مڑے۔

لیکن اس کی فور اگنود و گیارہ ہونے کا اشارہ کرتی نگاہوں سے خائف ہو کر تینوں گدھے کے سر سنگ کی طرح فریم سے غائب ہوئے۔

اب بے بسی سے آبرو کو دیکھ رہے ابرار حمید اور قصداً طلحہ کی جانب سے محترز دروازے کے بیچ و بیچ

متنفر و باغی تاثرات لئے ایستادہ آبرو اور اس کے مقابل بے تاثر چہرے کے ساتھ کھڑا طلحہ تھا۔

اور صورت حال بلاشبہ توقع سے زیادہ گمبھیر تھی کیونکہ وہاں دو ضد میں ہم پلا فریقین کے بیچ ابرار حمید سینڈوچ کی مثل تھے۔

"منشی جی! میں نے آپ سے بھی کہا ہے آپ بھی جا کر جو کر رہے تھے وہ کریں۔۔" آبرو پر نظر گاڑھے وہ منشی جی سے بولا جو کچھ سوچ کر واپسی کیلئے مڑے۔

"انکل! میں بھی چل۔۔" وہ ان کے پیچھے قدم اٹھانے کو تھی کی طلحہ اس کا بازو دبوچتا اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع دئے بغیر روم کے اندر داخل ہوا اور

بنامزاحمت کا موقع دئے ڈور مقفل کرتا بازو آزاد کر دو سے تین قدم کے فاصلہ پر کھڑا ہو گیا۔

"تم۔۔تم۔۔۔"

ایک منٹ سے بھی کم وقفہ میں ہوئی کاروائی پر ہونق آبرو انگلی اٹھا کر اسے نوازنے کیلئے لفظ منتخب کرنے میں ناکام ہوتی تلملا اٹھی۔۔۔

"جی میں۔۔ہر چیز اتنا آسان ہوتا نہیں جتنا آپ کو لگتا ہے اسی لی ئے ہر چیز کو فار گرانٹیڈ لینے کے بجائے اس کی گمبھیرتا کو سمجھیں۔۔آپ کی بیوقوفی اور بے جا ضد نے ہی آگے بڑھ کر مصیبتوں کو خوش آمدید کہا ہے، حماقتیں جو ہو گئی اسی کا بھگتان آپ پر محال ہے مزید کو کیوں دعوت دیکر اپنی اور اپنے سے منسلک لوگوں کی زندگی اجیرن کرنے پر تلی ہیں۔۔۔۔؟"اس کی پیچ و

تاب کھاتی حالت کو ملحوظ خاطر لائے بغیر وہ بلا کی صاف گوئی سے اس کا رواں رواں سلگا گیا تھا۔۔

"دیٹس نن آف یور بزنس۔۔۔"غصہ سے مٹھیاں بھینچی وہ اس کی جانب سے رخ موڑ گئی۔

"آپ نے بالکل بجا فرمایا یہ میرا بزنس نہیں ہے لیکن شدید ناپسندیدگی کے باوجود میں اس میں انوالو ہو گیا ہوں۔۔"

"فائن! تو میں تمہیں ریلیف کرتی ہوں۔۔ گو اینڈ انجوئے یور فریڈم! اینڈ پلیز فار ہیون سیک لیٹ می گو!!۔"وہ جان چھڑانے والے انداز میں اسے آزادی کا عندیہ دیتی آگے بڑھی۔

"وہاٹ دا۔۔۔"نتیجتاً چٹانی وجود سے دردناک تصادم بس سیکنڈ کی احتیاط سے ٹل گیا۔۔

"وہاٹ ایز یور پرو بلم مین؟ تمہارا مسئلہ کیا ہے آخر؟ ایک طرف تم میری اتنی انسلٹ کرتے ہو، مجھے ٹیز کرتے ہو اور دوسری طرف مجھے یہاں سے جانے بھی نہیں دیے رہے آخر تم چاہتے کیا ہو۔۔؟ وائے آر یو سو کنفیوژ۔۔۔۔؟" اٹل ارادوں سنگ اس کے سرعت سے راہ میں دیوار چین بن کر حائل ہونے پر وہ غم و غصہ سے بپھر گئی تھی۔۔

"غلط فہمی ہے آپ کی۔۔" پوکٹ میں ہاتھ اڑستے ٹھوس انداز میں فوراً تردید کرتا وہ کچھ اور تن کر کھڑا ہوا۔

آبرو کے نخوت زدہ تاثرات مزید طنطنہ اٹھے۔

"نہ میں نے آپ کی بے عزتی کی ہے، نہ آپ کو ٹیز کرنے کا میرے پاس فالتو وقت ہے اور نہ ہی میں آپ کو شوقیہ روک رہا ہوں۔۔ کیونکہ خوش قسمتی سے آپ میری کوئی محبوب بیوی نہیں ہیں جس کی ایک پل کی جدائی میرے

لی ئے سوہان روح ہو گی، جس کی فراق زدہ شب و روز کا تصور ہی دل و دماغ کو بے کل کر دے۔۔۔ میرا بس چلے تو میں آپ کو ابھی بخوشی و رضامندی آپ کے شاہی محل چھوڑ آؤں لیکن سارا مسئلہ اسی 'بس' کا جو اس لمحے ہمارے حق میں نہیں۔۔ اس ل ئے ابھی آپ کے حق میں یہی بہتر ہے کی آپ یہ روٹھی ہوئی بیوی کا ڈرامہ بند کریں اور باہر آئیں۔۔۔۔" مروت و اپنائیت سے مبرا لب و لہجے میں اپنی بات سمیٹ کر وہ یوں منتظر نظروں سے آبرو کو دیکھنے لگا جیسے اس کے حکم کی سرکوبی آبرو کی اختیار سے باہر کی چیز ہو۔۔

اور یہی وہ چیز تھی جو اس کو سرکشی پر اکسا رہی تھی۔ وہ غصہ سے نتھنے پھلاتی قہر بار نظروں سے اسے گھورتی گئی جواباً وہ بھی دیدہ دلیری سے ان سیاہ جھیل سی آنکھوں میں موجزن غصہ کا گراف دیکھنے کیلئے اپنی سرد نظریں گاڑھ گیا۔

"ایف ایم ناٹ رانگ۔۔ ایم جسٹ آسو کالڈ گیسٹ ہئیر۔۔ سوری کیا کہا تھا ابھی باہر تم نے مجبوری کی مہمان۔۔ تو تمہیں تو خوش ہونا چاہئے نہ کی میں

جارہی ہوں۔۔بجائے مجھ تھینکس کرنے کہ تم آرگیومنٹ کررہے ہو۔۔۔"وہ نجانے کیوں گیلی لکڑی کی طرح سلگتی اپنے ہی ضبط کا امتحان لینے پر بضد تھی۔

"بیگ رکھ کر باہر آئیں ابا پریشان ہورہے ہیں آپ کو لیکر۔۔۔"اس کی تقریر کو صاف نظرانداز کرتے اس کی بے نیازی اپنے عروج پر تھی۔۔۔۔

"میں بھی دیکھتی ہوں مجھے آج یہاں سے جانے سے کون روکتا ہے۔۔۔"اس کی بے نیازی کے جواب میں وہ طیش میں آتی کندھے پر بیگ درست کرتی ایک تباہ کن نظر اس پر ڈال کر سائیڈ سے پر عزم قدم اٹھانے ہی لگی تھی کی بازو پر شکنجہ کسا۔۔

"پیار سے سمجھارہا ہوں سمجھ جائیں۔۔۔"اس کی ہٹ دھرمی پر وہ ضبط سے چبا کر سرزنشی انداز میں بولا۔

"تمہیں پیار کرنا آتا بھی ہے۔۔۔؟" جھٹکے سے ہاتھ چھڑاتی وہ شاکی ہوئی۔۔

"آپ فرضی کی جگہ اگر میری اصلی بیوی ہوتی تو میرا ایقان ہے آپ کو یہ سوال کرنے کی نوبت پیش نہیں آتی۔۔۔" برجستہ و بلاارادہ ہی یہ جملہ اس کی زبان سے پھسلا تھا۔۔

نتیجتاً اپنے بے اختیار جملے کا مقابل پر ہوا اثر اسے مبہوت کر گیا۔

آن کی آن میں نہ صرف وہ خود سر ملک زادی کان کی لو تک سرخ ہوئی تھی، بلکہ گھنی مژگان بے طرح گلنار عارضوں پر لرز گئے تھے، لمحے میں سارا طنطنہ اُڑن چھو ہوا اور شرم و حیا کی تپش سے گلاب چہرہ تمتما اٹھا، اور یہ طلسماتی لمحہ یہ دلبرانظارہ اس جیسے مضبوط اعصاب کے مالک شخص کیلئے بلاشبہ اعصاب شکن ثابت ہوا تھا۔

وقوع پذیر لمحہ جادو تھا یا اس لمحے مشرقی رنگ میں رنگی سلونی شام سی دوشیزہ جادو تھی۔طے کرنا ایک معمہ تھا۔۔۔ قبل اس کے کی وہ جذباب سے مغلوب ہو کر کسی گستاخی کا مرتکب ہو جاتا اس نے سرعت سے اپنے سرکش جذبات کی لگامیں کسی۔

اور دقت سے اپنے حواس کے ساتھ بے ہنگم دھڑکنوں کو سنبھالتا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔۔

"صبح ہی صبح پورے گھر کو اپنے ڈرامہ سے آپ ضرورت سے زیادہ پریشان کر چکی ہیں۔اب اس کا دی اینڈ کریں اور ناشتہ پر آئیں۔۔"اس کے ازلی کھردرے لہجے سے آبرو پر چھایا فسوں چھنا کے ٹوٹا۔

وہ فوراً دایاں ہاتھ چہرہ پر پھیر کر خود کو کمپوز کرتی واپس تیوڑی چڑھا کر دروازے کی سمت بڑھ رہے طلحہ کے مقابل خاصہ فاصلہ رکھ کر یوں حائل ہوئی کی راہے فرار مسدود ہو جائے۔۔

طلحہ نے ابرو اٹھا کر پوچھا کی اب کیا۔۔

"تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟ کیا سوچ کر تم مجھے رول کرنے کی کوشش کرتے ہو۔۔؟ مجھے ایسے ٹریٹ کرتے ہو جیسے میں تمہاری بلڈی غلام ہوں تمہارے رحم و کرم پر ہوں، تم جیسے چاہو ویسے میرے ساتھ بیہیو کر سکتے ہو۔۔۔" اس کے ایک نئے محاذ کھولنے پر طلحہ لب باہم پیوست کر سینے پر بازو باندھ گیا جبکہ اس کی جارہانہ تقریر جاری و ساری تھی۔

"لسن! مسٹر یونی فارم! ون لاسٹ ٹائم رمائینڈر دے رہی ہوں۔۔ میں تمہاری سٹریس بسٹر نہیں ہوں جس پر تم آکر اپنی فرسٹیشن نکالو۔۔ ایم آبرو

وقاص ملک۔۔۔۔میں کسی ایکس وائی زی گیلانی سے تو کیا اپنے یا اس کے باپ سے بھی نہیں ڈرتی۔۔ہاں! فرسٹ ٹائم اس سٹوپڈ گیلانی کی اٹیک سے میں فینٹ ہو گئی تھی دیٹس بیکاز مجھے اس سب کا کوئی آئیڈیا نہیں تھا۔کیونکہ ڈیڈ نے مجھے کچھ بتایا نہیں تھا۔اینڈ آل آف سڈن میں نے اس سیچویشن کو فیس کیا وچ ایز آفکورس ایک ہوریبل ایکسپرینس تھا۔۔

اور مجھے اس کنڈیشن میں دیکھنا مام ڈیڈ کیلئے مجھ سے کئی زیادہ سٹریس فل ایکسپرینس تھا۔۔کیونکہ اتنے سالوں سے وہ اسی خوف میں جی رہے تھے۔۔

ای نو ایم ناٹ این آئیڈیل ڈاٹر اینڈ دا بیسٹ پاٹ ایز مجھے بننا بھی نہیں ہے۔۔بٹ ان ویلنگلی دا فیکٹ ایز اس ٹیمپریری میر تج اور یہاں آنے کیلئے راضی ہونے کی وجہ مام ڈیڈ ہی ہیں۔کیونکہ جب سے میں واپس آئی تھی دونوں سٹریسڈ رہنے لگے تھے۔۔اور کیونکہ میں نے اپنی ضد اور بیٹ جیتنے کیلئے انھیں اس ڈفیکلٹ سچویشن میں ڈالا تھا اسی لی ئے میں یہ سب سفر کر رہی

ہوں۔یہ میری کلئیر یفکیشن نہیں تھی۔اٹس وارننگ دوبارہ تم مجھے اپنی پراپرٹی یا پنچینگ بیگ کی طرح ٹریٹ نہیں کروگے۔۔نہ آرڈر دوگے کیونکہ ایزیوجول میں اوبے نہیں کروں گی۔۔

اگر پھر بھی تم نے مجھے اپنے ایروگینٹ اٹیٹیوڈ سے اِرّٹیٹ کیا تو ای سوئیر سٹوپڈ گیلانی کو تو میں بعد میں سبق سیکھاؤں گی پہلے تمہیں۔۔۔۔"

قصداً جملہ ادھورا چھوڑ کر اس نے اپنی قاتل نینوں کو بڑا کر کے جس طرح موتی جیسے دانتوں کو پیسا تھا لمبی چوڑی تقریر سے ذرا مرعوب نہ ہوا طلحہ چند ثانیہ کھڑا اس کے تمتماتے قاتل نقوش کی تابناکیاں دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔۔پھر بنا کچھ کہے سائیڈ سے گزر گیا۔۔۔

"سٹوپڈ! ایڈٹ!۔۔۔"

اس کے یوں بنا کچھ کہے دہلیز عبور کر جانے پر آبرو تلملا کر بیگ پھینکتی دھپ سے بیڈ پر گر گئی۔۔

اس کا خراب موڈ اس سین کے ڈراپ سین سے پوری طرح تباہ ہو گیا تھا اسے مرعوب کرنے کیلئے اس نے اتنی لمبی چوڑی تقریر کی تھی اور وہ۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

تھانیدار صاحب تو سیر ہو کر ناشتہ کرتے ہی ابرار حمید کے ساتھ ہی واپس شہر کیلئے روانہ ہو گئے تھے۔ لیکن پیچھے صبح سے دوپہر ہو گئی تھی ملک زادی کا موڈ نہیں ٹھیک ہوا تھا وہ ہنوز روم میں بند تھی۔۔

بیچاری زینیہ اپنی کمزور کوششوں کے جواب میں حوصلہ افزا ردعمل نہ ملنے پر ہمت ہی جواب دے گئی تھی۔

امروز شہر وز بھی سیاسی دورہ (گلی محلے میں مٹر گشت) کیلئے نکل گئے تھے وہ اکیلی پورے گھر میں بولائی بولائی گھومی رہی تھی۔۔

اتنے عرصے میں آج پہلی بار آبرو خود سے اس سے مخاطب ہوئی تھی۔ بے حد دوستانہ بے تکلف انداز میں جو تھا نیدار صبح کے سنہرے خواب کی طرح توڑ گئے۔ بے حد اداسی و تنہائی کا شکار زینیہ دونوں ہاتھوں میں اپنا من موہنا چہرہ گرا کر دالان میں رکھے صوفے پر دلگرفتہ سی بیٹھ گئی۔۔

اس کی ہمیشہ سے خواہش تھی کوئی ہو گھر میں جس سے وہ ڈھیروں باتیں کر سکے جو ہمہ وقت اس کے ساتھ رہے۔ گو کہ نجمہ ہمہ وقت دستیاب رہتی تھی لیکن اس کے پاس خود باتوں کا اتنا سٹاک ہوتا تھا کے وہ روہانسی ہو جاتی تھی چپ رہ رہ کر۔

جبکہ نغمہ بے حد کم گو سنجیدہ مزاج کی تھی۔

پورا دن ویسے ہی گزر گیا عصر کے قریب جا کر کچھ اس کا موڈ بحال ہوا تو فریش ہو کر روم سے باہر آئی۔۔ باہر چائے کا کپ ہاتھ میں لیے تنہا اداس بیٹھی زینیہ کو دیکھ پل بھر کیلئے اسے ملال نے گھیرا تھا اتنی پیاری گداز دل کی لڑکی تھی وہ۔

نرم خو بے حد مخلص و ملنسار ذرا اس کے مسکرا کر بات کر لینے پر نہال ہو جاتی تھی۔اور ایک وہ اس کا سڑا ہوا اُکھڑ مزاج تلخ گو بھائی تھا آبرو کا حلق تک کڑوا ہوا وہ زور سے سر جھٹکتی زینیہ کے قریب چلی آئی۔

"میں یہ ٹرائی کر سکتی ہوں۔۔؟"

"جج۔۔جی!"

وہ قریب آ کر نرم لہجے میں مخاطب ہوئی تو خیالوں میں ڈوبی زینیہ چونک کر کھڑی ہوئی۔

"میں نے پوچھا میں یہ ٹی ٹرائی کر سکتی ہوں۔ کبھی کیا نہیں ہے بٹ میں تمہیں کمپنی دے سکتی ہوں۔۔" وہ پیالی کی طرف اشارہ کرتی اسی انداز میں بولی تو مارے حیرت کے زینیہ کا منہ کھل گیا۔۔

"تمہیں میری کمپنی نہیں چاہیئے تو اٹس اوکے!"

"نن۔۔ نہیں۔۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔ آپ کو مجھے کمپنی دینے کیلئے یہ ٹرائی کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں آپ کیلئے کافی بنا لاتی ہوں۔۔" اتنے سے ہی نرم خو زینیہ پھولے نہیں سما رہی تھی۔

آبرو کو اس کی معصومیت پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔۔

"میں یہی ٹرائی کرنا چاہوں گی اِف یو ڈونٹ مائنڈ۔۔"

اس نے کپ لینا چاہا زینیہ کا ہاتھ بلا ارادہ پیچھے ہوا۔۔

"یہ۔۔یہ ٹھنڈی ہو گئی ہے میں دوسری بنالاتی ہوں ہم دونوں کیلئے بلکہ نیگٹس بھی فرائی کر لیتی ہوں۔۔موسم اچھا ہو رہا ہم باہر صحن میں جا کر انجوئے کر سکتے ہیں۔"وہ خوشی سے تمتماتے چہرے کے ساتھ پر جوش سی اٹھی تو آبرو اس کے معصوم چہرے پر بکھرے رنگوں کو مبہوت ہو کر دیکھتی اثبات میں سر ہلا گئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

موسم بے حد سہانہ ہو رہا تھا، فضا خوش رنگ پھولوں کی دل آویز خوشبو سے معطر تھی۔ سرسبز و شاداب کیاریوں میں جھوم رہے ننھے پودے ذہن و دل پر اچھا اثر ڈال رہے تھے۔

آس کے کشیدہ اعصاب خود بخود ڈھیلے پر گئے تھے۔پر کیف ہواؤں کی دوش پر اٹھکھیلیا کرتی

بدلیوں کی سرمئی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کی شرارتوں سے محظوظ ہوتی وہ دونوں صحن کی سیڑھیوں پر بیٹھی چائے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔۔

زینیہ کی ہدایت کی مطابق دھیرے دھیرے چسکیاں لے رہی آبرو کو پہلی بار کے حساب سے یہ مشروب بہت اچھا نہ صحیح لیکن برا بالکل نہیں لگا تھا۔

یوں بھی اسے مشروبات کی عادت نہیں تھی وہ چاکلیٹس اور دیگر سنیکس کو ہی پریفر کرتی تھی۔۔

"آپ کو واقعی اچھی تو لگ رہی ہے ناں چائے یا بس میرے لیئے پی رہی ہیں۔اگر نہیں لگ رہی تو میں۔۔"

"کم آن زینیہ! ڈونٹ بی سو فارمل!۔۔" وہ قطع کلام کر ٹوک گئی۔۔اگر مجھے اچھی نہیں لگتی تو میں پہلے ہی اسے سائیڈ واس میں ڈال چکی ہوتی۔اچھی لگ رہی ہے اسی لیئے ابھی تک موجود ہے۔اتنا تو تم مجھے جان ہی چکی ہوں گی میں

خود کو ڈاؤن ٹو ارتھ یا ہمبل سوئیٹ شو کرنے کیلئے کچھ نہیں کرتی جو مجھے اچھا لگتا ہے کرتی ہوں نہیں لگتا تو نہیں کرتی سمپل فور مولا ہے میرا۔۔" وہ چائے کی چسکی بھرتی شانے اچکا گئی۔۔

"بھائی جان! بھی آپ جیسے ہیں ہی صاف گو۔۔اور آپ جانتی ہیں صاف گو لوگوں کی دل اور شخصیت آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہوتی ہے۔۔ کسی قسم کی کینہ کدورت یا بناوٹ سے پاک۔۔" وہ مسکرا کر بولی تو طلحہ سے موازنہ کئے جانے پر اس کے کھلتے نقوش تنے زینیہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔۔

"میں جب تک یہاں ہوں تم مجھے نارمل ٹریٹ کرو جیسے نارمل فرینڈز کرتے ہیں وی ای پی پروٹکول کی ضرورت نہیں ہے۔۔" وہ توقف لیکر تاثرات درست کرتی ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔۔

"رئیلی؟ آپ مجھ سے فرینڈ شپ کر رہی ہیں۔۔؟"

زینیہ کو اپنی سماعت پر شک گزار۔۔

"آفکورس! ورنہ ہم یہاں ایسے ہی ساتھ بیٹھے ہیں۔۔"

وہ مصنوعی خفگی سے بولی تو زینیہ بے اختیار اس کے شانے سے لگی معاً دھر کی آواز سے مین گیٹ کھلا دونوں چونک کر سامنے متوجہ ہوئے۔۔۔

"نغمہ! میں کہ رہی ہوں ایسے ذلیل کمینے دو نمبر گھٹیاں نیچ لالچی گندی ذہنیت والے ہوس پرست مادہ پرور تنگ ذہن بے غیرت، بے حمیت لوگوں کو کوسنے سے تم مجھے نہ روکو ورنہ مجھ سے برا باخدا کوئی نہیں ہوگا۔۔۔"سخت برہم نجمہ پھوں پھاں کرتی دندناتی ہوئی اندر داخل ہوئی پیچھے روہانسی نغمہ بھی تھی۔

"نجمہ! بس کر جاؤ کیوں تماشہ بنا رہی ہو۔۔۔؟"

اس کے پیچھے ہانپتی ہوئی قدم اٹھا رہی نغمہ ملتجانہ انداز میں بس رو دینے کو تھی۔

"میں تماشہ بنا رہی ہوں میں۔۔؟ وہ بھڑک کر بہن کی طرف مڑی۔ تم اپنا تماشہ بنا رہی ہوں خاموش رہ کر پاگل لڑکی! منہ نہیں توڑ سکتی تھی تم اس بھینس کی طرف پھیلی ہوئی پیلے دانتوں والی عورت کا لیکن نہیں تم منہ میں پان رکھ کر بیٹھ گئی اپنی شان میں ہو رہی قصیدہ گوئی سے لطف اندوز ہونے کیلئے۔ دل تو کر رہا ہے تمہارا حشر نشر کر دوں میں نغمہ شکل گم کر لو تم اس وقت میری نگاہوں کے سامنے سے ورنہ میں کچھ کر بیٹھوں گی۔۔"

وہ طیش کے عالم بھرے بادل کی طرح بے طرح برستی عام دنوں کے مقابل کچھ زیادہ ہی آتش فشانی روپ دھارے ہوئے تھی۔

نغمہ کی آنکھیں جھلملا گئی۔

وہ دونوں بھی نافہم تاثرات لیئے کھڑی ہو گئی تھی۔ایک طرف غیظ و غضب سے شعلہ کی مانند بھڑکی ہوئی سیڑھیوں پر بیٹھتی تیز تیز سانس کھینچ رہی نجمہ تھی تو دوسری طرف بے بسی و بے کسی کی عملی تفسیر بنی شکستہ حال سی نغمہ۔

آبرو اور زینیہ دونوں چند ثانیہ صورت حال سمجھنے کی کوشش کرتی رہی لیکن سمجھ کچھ نہ آیا۔۔

"کچھ ہوا ہے نجمہ ؟اگر تم چاہو تو ہمارے ساتھ شیئر کر سکتی ہو۔۔۔"توقف سے آبرو نے ناچاہتے ہوئے بھی دونوں بہنوں کی متضاد کیفیت کے پیش نظر لب کشائی کیلیئے لب وا کیئے۔۔

"کچھ کچھ بھی تو نہیں ہوا۔۔"اس نے ایک کاٹ دار نظر بہن پر ڈالی۔۔

جو بدقت لب کترتی بھیگی آنکھیں جھکا گئی۔۔جیسے سارا جرم اسی کا ہو۔۔

"مطلب نیا تو کم از کم کچھ بھی نہیں ہوا۔۔بس! اتنا ہوا ہے کی آج پھر اپنے شہزادے گلفام کیلئے موزوں گوہر نایاب کی تلاش میں سر گرداں والدہ نے پہلے خوب دعوت اڑاتے ایک سفید پوش گھرانہ کو خوار کیا پھر طویل غور و خوص کے بعد اعلیٰ معیار پر نہ اُترنے کے باعث ایک اندھی گونگی بہری غرض یہ کی ہزاروں خامیوں کی جمبو پیک دوشیزہ کو حسب توفیق حسب منشاء بڑی شان و کروفر سے ذلیل کیا اور اس دوشیزہ سمیت ان کی والدہ سر ندامت سے سر جھکائے اپنی خامیوں پر پشیمان لب سیئے سنتی رہیں۔۔آخر مجرم جو تھیں دونوں۔اللہ نے انھیں تھوڑی بنایا ہے انھوں نے تو خود بیٹھ کر خود کو بنایا ہے اور۔۔۔"

"نجمہ کفر مت بکو۔۔۔"نغمہ نے سختی سے اسے ٹوکا۔

"اور ان خاتون نے جو اقوال زریں سنائیں ہیں وہ بڑے خوب تھے۔۔"وہ غصہ سے ہانپتی ہوئی تنک کر بولی۔۔

آبرو کے تو نجمہ کی ایک بات پلے نہیں پڑی تھی۔

جبکہ زینیہ اس کے آتش فشانی روپ کی وجہ جان کر لب بھینچ گئی۔۔

دو ہفتہ قبل نغمہ کی ممانی کی توسط سے نغمہ کیلئے کوئی رشتہ آیا تھا۔ لڑکا چار بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔

بینک میں اچھی پوسٹ پر تھا اپنا گھر بار تھا۔ ایک سفید پوش والدین اپنی بیٹی کیلئے اس سے زیادہ سوچتے بھی کیا ہیں۔ نغمہ کی شادی کو لیکر بے حد متکفر ندرت بیگم اپنی استعاعت سے زیادہ ان کی آؤ بھگت میں لٹانے لگیں تھی۔۔

گزشتہ دو ہفتوں سے بال بچے میاں سمیت چاروں بہنیں باری باری کبھی اس بہن تو کبھی اس بہن کے ہمراہ چکر لگا رہی تھیں۔ جن کی خاطر داری میں ندرت خالہ کوئی کسر نہیں رکھتی تھیں۔

وہ لوگ بھی بلا کے کائیاں تھے ہر چکر میں نہایت چالاکی سے واضح الفاظ نہ استعمال کر بھی کسی نہ کسی طرح ان کی حوصلہ افزائی کر ان کی امیدیں بڑھا جاتے تھے۔۔تضاد ان کی بھابی نے بھی انھیں مثبت امید دلائی تھی وہ پر امید تھیں بات بن جائے گی۔

اور آج لڑکے کی سبھی بہنوں نے اکٹھے فائنل جواب دینے کیلئے دھاوا بولنا تھا۔۔اور ان کے فائنل جواب کے اثرات نجمہ اور نغمہ پر دیکھ کر زینیہ کا دل بھاری ہونے لگا تھا۔۔

"ہیو سم واٹر!!"آبرو کے سمجھ تو نہیں آیا اس نے سائیڈ پانی کا بوتل اٹھا کر آگ بگولہ نجمہ کی طرف بڑھایا۔

"کاش! آپ مجھے اس پانی کی جگہ تیزاب دیتی تو میں اس منحوس جلے ہوئے بھرتے کی بیگن جیسے شکل والے کے منہ پر پھیک کر آتی میں۔۔" بوتل کو جارحانہ انداز دبوچتی وہ سرخ آنکھوں سے غرائی۔۔

"نجمہ!!" نغمہ نے دہل کر بہن کو ٹوکا۔۔

"نجمہ اپیا۔۔اب غصہ تھوک دیں ناں۔ نغمہ اپیا کیلئے اللہ نے کچھ بہت بہتر منتخب کر رکھا ہو گا۔۔" صدا کی نرم دل زینیہ گلوگیر سی نجمہ کے پہلو میں بیٹھی۔۔

"یس! نجمہ ریلیکس۔۔" پوری بات نا سمجھ کر بھی آبرو بات کی سنجیدگی کو تیز والڑھ مزاج نجمہ کی حالت دیکھ سمجھ گئی تھی۔۔

"آپ کو اندازہ نہیں آبرو جی!! میرا دماغ کھول رہا ہے اس میرا وقت رواں رواں سلگ رہا ہے۔۔دل کر رہا ہے ان کے گھر جا کر منہ توڑ آوں ان لوگوں

کا۔۔ویسے اس سب میں میری ماں بہن بھی برابر کی شریک ہے۔میں نے پہلی ملاقات میں ہی کہا تھا یہ کم ظرف لوگ شکل سے ہی بھوکے ننگے لالچی لگ رہے ہیں انھیں منہ نہ لگائیں۔۔

لیکن وہ لوگ میری بات کیوں ماننے لگے نجمہ تو بکواس کرتی ہے پاگل ہے۔۔۔کھلے دل سے حاتم طائی کی قبر پر لات مارتے ہوئے قارون کا خزانہ لٹاتے رہے وہ کم ظرف لوگ شوق سے آآکر دعوت اڑاتے رہے۔۔

چلو جو ٹھونسا سو ٹھونسا۔۔لیکن ان کی اتنی جرات کی میری بہن میں خامیاں نکالیں۔۔اور ان لوگوں نے مجھے ان کی اوقات تک دکھانے نہیں دی۔۔میرا تو دل کر رہا ان کے گھر جا کر گالیاں دوں۔۔"نجمہ ایک بار پھر طیش میں مٹھیاں بھینچتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی اس کے تیوڑ دیکھ کر لگ رہا تھا وہ حقیقتاً ایسا کر گزرے گی۔

آبرو اور زینیہ کی نگاہ بے ساختہ بھیگی آنکھوں سنگ لب کچل رہی نغمہ کی جانب اٹھی۔

گول گندمی شفاف چہرہ، بھرے بھرے ہونٹ، ستواں ناک، بھرے بھرے گال، اور معصوم آنکھیں۔ چہرے سے جھلکتی نرمی و ملائمت اس کی جاذبیت میں اضافہ کرتی تھی۔ متناسب سراپا کی مالک اس لڑکی کے اندر ایک بے حد مخلص و خوبصورت دل دھڑکتا تھا۔

آج کل کے دور کی سفید چمڑی کے شیدائی لوگ کہاں یہ دیکھتے ہیں بس لوگوں کی بیٹیوں میں دس نقص نکال کر آگے بڑھ جاتے ہیں یہ سوچے بغیر کی اس لڑکی ان کے گھر والوں پر کیا گزرتی ہو گی۔۔

"اور وہ بھرتے کیلئے جلایا گیا بے غیرت بیگن مجھے ملے کبھی اتفاق سے اس کا وہ حشر کروں گی کی سات نسلیں توبہ کریں گی۔۔" نجمہ کو نئے سرے سے اس

نامعقول پر طیش آیا تھا جو سب کو بے حد معقول لگ رہا نجانے کس زاویہ سے۔۔

جس کی اندھی بہنوں نے اس کی بہن کے منہ پر اس میں سو سو خامیاں نکالی تھی۔

ہائیٹ تھوڑی کم ہے جبکہ بھائی کی ہائیٹ اچھی خاصی ہے،

رنگت ذرا دبی ہوئی ہے بھائی کا رنگ تھوڑا کم ہی ہے دونوں کا رنگ ایک جیسا ہو گیا تو جوڑی عجیب لگے گی،

دھان پان سی ہے بالکل اکلوتی بہو ہو گی ذرا صحت مند ہونا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔۔

یہ درجن بھر خامیاں ان بہنوں کو پہلے نظر نہیں آئی تھی آج جب پورا مورچہ لیکر آئی پوری دعوت اڑانے کے بعد انھوں نے ان سب چیزوں پر غور کیا۔

اس سب کے بعد نجمہ کے دماغ میں آگ لگنا سو فیصد جائز تھا لیکن مصلحتاً نغمہ اور ندرت بیگم نے واسطہ ترلیں دیکر اسے روکا۔ لیکن جاتے ہوئے تو وہ لوگ کم ظرفی کی حد ہی کر گئی کی اگر آپ اپنی چھوٹی بیٹی کیلئے غور کریں تو ہم اس کے متعلق سوچ سکتے ہیں۔۔ مطلب ان لوگوں میں شرم حیا انسانیت کی رمق نہیں تھی۔ ندرت بیگم تو گنگ ہی رہ گئی جبکہ اندر بپھری نجمہ کو ان کے نکلنے تک بمشکل نغمہ نے قابو کیا تھا۔۔

اور پھر وہ ماں بہن کی چپی پر آگ بگولہ ہوتی گھر سے ہی نکل گئی تھی۔۔

نغمہ بے بس سی اس کی پشت دیکھنے لگی جو اس کی جانب سے پوری طرح رخ موڑے کیاریوں کو گھور رہی تھی۔

"نجمہ میری بات تو۔۔"

"بات مت کرو مجھ سے۔۔۔"

وہ پھاڑ کھانے کو دوڑی۔

نغمہ سختی سے لب بھینچ گئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"حقیقتاً اب میری سمجھ نہیں آرہی اس عارضی رشتہ کے آغاز وانجام کے تمام حقائق سے مکمل آگاہی رکھنے کے باوجود تم سب لوگ کیوں خواہ مخواہ اُن 'ملک زادی' کو لیکر ٹچی ہو رہے ہو۔۔؟" پہلے ہی کیس کو لیکر پریشان تھا تضاد فلیٹ پر پہنچتے ہی امروز کی تازہ اطلاع پر فارس کے لیکچر پر اس کی ضبط کی طنابیں ٹوٹی تھی۔۔

"کیونکہ طلحہ اب وہ تمہاری۔۔۔۔۔"

"نہیں! وہ صرف ملک زادی ہے آبرو وقاص ملک۔۔ جس کا طلحہ ابرار حمید کے سات پشتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ سوائے اس کے کی میرے والدان

کے یہاں منشی ہیں ایک وفادر ملازم ہیں۔۔۔"درشتگی سے ہاتھ اٹھا کر قطعت بھرے انداز میں ٹوکتے حیثیت کا فرق قصداً واضح کرتا وہ ہر ناتے سے انکاری ہوا۔

"اور میں طلحہ ابرار حمید ہوں۔۔۔ حقیقت میں جینے والا حقیقت پسند انسان، اور سراب کا تعاقب میرا شیوہ کبھی نہیں رہا۔۔۔غالباً یہ بات میں تم پر پہلے بھی واضح کر چکا ہوں۔۔۔"طلحہ کے پُر تپش لہجے میں تنبیہ تھا۔۔فارس لب بھینچ گیا تھا۔۔

"اور تمہارا سوال 'محبت' جس کی حیثیت میں تسلیم ہی نہیں کرتا۔۔ پھر بھی تمہاری تسلی کیلئے اگر مجھے ان ملک زادی سے محبت نامی کچھ ہو بھی گیا تو میں کبھی خواہش نہیں کروں گا کہ وہ میری سفرِ حیات کی ہمراہی رہے، کیونکہ چاند اور زمین کے بیچ کا فاصلہ بانٹنے کیلئے میرے پاس کوئی وقت نہیں

ہے۔۔۔۔"وہ مضبوط لہجے میں کہہ کر پھر رکا نہیں تھا بلکہ آندھی طوفان بنا نکلتا چلا گیا تھا۔۔

فارس بند دروازے کو دیکھتا رہ گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"اللہ خیر! یہ آتش فشاں عورت یہاں کیا کر رہی ہے۔۔؟"

دہلیز عبور کرتے امروز نے یوں خوفناک چیخ کے ساتھ حاضرین کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی کی مشکل سے نجمہ کو ٹھنڈا کر کے سکون کی سانس لینے بیٹھے سارے ہڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔۔

البتہ یہ ناگہانی آفت کی طرح نازل ہوتے توپ کا گولا داغا جس نشانہ پر گیا تھا بنا تقدیم وتاخیر اسی نشانہ پر جا کر لگا تھا جس کا اندازہ حاضرینِ محفل کو جوابی کاروائی میں ہوئی گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے بخوبی ہو گیا تھا۔۔

"زینیہ! میرا دماغ فل وقت ضرورت سے زیادہ گرم اور گھوما ہوا ہے۔ کہیں اس گرم تندور میں تمہارا ایک بھائی ضائع نہ ہو جائے سنبھالو اس کی زبان کو۔۔۔" چاقو میں دھار کرنے کے انداز میں زینیہ کے سائیڈ پر رکھی ٹوکری سے کینو اٹھا کر چھیلتے ٹھونسے کے انداز میں منہ میں گھساتی نجمہ غضب دھمکی آمیز انداز میں بولی کم گرجی۔

جس پر سب نے حکم حاکم مرگ مفاجات کے مصداق تنبہی نگاہوں سے امروز کو دیکھا۔ کیونکہ آتش فشاں کو صحن سے گھر میں لانے میں انھوں نے کتنی جدوجہد کی تھی یہ وہی جانتے تھے۔۔

"تم لوگ ایسے کیا مجھے دیکھ رہے ہو۔۔؟ یہ گلی ماسٹرنی کیا کہیں کی ڈی سی لگی ہوئی ہے۔۔" وہ خفگی سے کہتا آکر عین نجمہ کے مقابل ٹکا ساتھ ہی اس کے آگے سے کینو اُچک کر چھیلنے لگا۔۔

"بتاؤ ذرا بندے کی اپنے ذاتی گھر میں اظہار خیال کی آزادی معطل کی جا رہی ہے غیروں کیلئے۔۔ میں کہ دے رہا ہوں میں اپنے بنیادی حقوق کسی گلی ماسٹرنی کی دہشت سے معطل نہیں ہونے دوں گا۔۔۔" کینو کے دو پھانک ایک ساتھ منہ میں ڈالتا امروز ضرورت سے زیادہ جذباتی ہو گیا تھا۔

"تم اپنا مگرمچھ کی طرح کھلا منہ بند کرنے کا کیا لو گے۔۔؟" ناگواریت سے ہاتھ میں موجود کینو کو پٹختی نجمہ کے بگڑے تیور کچھ اور خونخوار ہوئے۔

"فل حال کیلئے تمہارے ہاتھ کے چھلے ہوئے کینو۔۔ اگر ہے ایسا دل گردہ تو دو۔۔۔" امروز کی بتیسی چیلینجگ انداز میں باہر آئی۔۔

"دل گردہ تو میرا اس وقت تمہیں زہر بھی دینے کا ہے۔۔ لیکن تم جیسے نکمے کیلئے میں وہ زحمت تک نہ اٹھاؤں۔" امروز کی ڈھٹائی پر حسب دستور نجمہ کا پارہ سوا نیزے سے اُپر گیا۔۔

"ہونہ! کوئی تعجب نہیں۔۔جو بس کا نہیں ہوتا اس پر لوگ ایسی ہی بونگی مارتے ہیں۔۔۔"ایک اور کینو اُچکتے گویا امروز نے ناک سے مکھی اڑائی۔۔

جس پر روہانسی نغمہ اور زینیہ نے مدد طلب نظروں سے بے نیازی کا لبادہ اوڑھے دونوں بازو سینے پر لپیٹے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھی آبرو کو دیکھا جو نہایت ہی سنجیدہ تاثرات لیئے پانی پت کی جنگ یوں ملاحظہ کر رہی تھی جیسے کوئی ہالی وڈ ایکشن مووی چل رہی ہو۔۔

"زینیہ!! تم جانتی ہو جب میرا دماغ خراب ہوتا ہے تب میرا بس نہیں چلتا میں پوری دنیا کو کچا چبا جاؤں کہیں تمہارے اس سڑے ہوئے کڑیلے بھائی کو نہ چبا جاؤں اس وقت اس کی شکل گم کروں فوراً سے پیشتر۔"زچ ہو کر اب کے نجمہ خطرناک تیوروں سنگ زینیہ کی جانب گھوم کر بولی تو بیچاری کی پہلے سے مسمسی سی شکل بالکل رونے والی ہو گئی۔۔

"اوَ! ڈاکو حسینہ اپنی دہشت پر قابو رکھو۔۔ یہاں یہ غنڈہ گردی نہیں چلے گی۔۔ میں کہ رہا ہوں۔۔" ایک بار امروز پھر درمیان میں کودا۔

"میں نے سر پھاڑ دینا ہے تمہارا۔۔۔" مارے طیش کے نجمہ نے آو دیکھا نہ تاؤ سیدھا سائیڈ ٹیبل سے گلدان اٹھالیا۔۔

"ارے! ارے! نجمہ کیا بیوقوفی ہے۔۔۔" نغمہ دہل کر اس کے ہاتھ سے گلدان چھینتی چیخی۔

زینیہ کا چہرہ بھی اس کے جارحانہ انداز پر زرد پڑا تھا۔۔

جبکہ نجمہ تن فن کرتی واک آؤٹ کر گئی۔۔

"لاحول ولا قوۃ! کیسی خطرناک خاتون ہے یار!! آبرو جی آپ اس کی صحبت میں رہا کریں تھوڑی بہت ٹریننگ ہو جائے گی۔۔" دونوں کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا امروز آبرو کے قریب آیا جس پر آبرو کے ابرو سوالیہ انداز میں اُٹھے۔

"بھئی ! تھانیدار کے تیور بھی اسی جنگلی بلے کی طرح خطرناک رہتے ہیں ناں ! ہمیشہ بندے کو چیڑ پھاڑ کر کھانے کو تیار۔ جیسے جنموں جنموں سے چیتا سے انسپائر ہوں۔۔اس حوالہ سے کہ رہا ہوں تھوڑے بہت ایسے جارحانہ سکلز سیکھ لینے میں حرج نہیں تھانیدار کے سامنے اپنا دفاع کرنے کیلئے۔۔۔"ذرا سا آبرو کی جانب جھک کر وہ غیر سنجیدگی کا عنصر چھپاتا خاصے رازدارانہ انداز میں بولا۔۔

اب یہ اور بات تھی کی حاضرین میں سبھی کی سماعت اس عمدہ و مفید مشورہ سے نہ صرف محظوظ ہوئی تھی بلکہ آنکھوں میں تاسف بھی اُترا تھا جو ایک جگہ تیلی لگا کر اب دوسری طرف بجھی ہوئی راکھ سے چنگاڑی نکالنے کی کوشش میں سرگرداں تھا۔۔

"تم نجمہ سے یہ سکلز سیکھ کر اپنا دفاع کیوں کرتے۔۔؟ میں نے اتنے دنوں میں جتنا دیکھا ہے سب سے زیادہ تو وہ تم دونوں کو ہی ٹارچر کرتا ہے۔۔اینڈ ای

بیٹ اپنے لاک اپ میں لاکڈ پریزنرز سے زیادہ بری طرح سے وہ تم دونوں کو ٹریٹ کرتا ہے۔۔۔"نہایت اطمینان سے مشورہ کار کی طرف گھومتے آبرو نے لہجے میں جس ٹھہراؤ و وزن کو برقرار رکھتے سنجیدگی سے پوچھا تھا سیناتان کر اسے مشورہ دینے آئے امروز صاحب کا جوش وولولہ جھاک کی طرح بیٹھا اور ظلم وزیادتی سے نڈھال مظلوم مسکین والے تاثرات نے فوراً چہرے کا احاطہ کیا۔۔

"اب کیا بتائیں آپ کو آبرو جی!! کتابِ حیات کے اوراق میں سیاہ حرفوں سے درج جابر تھانیدار کی ظلم وستم کی داستاں۔۔۔۔"پیشانی سے نادیدہ پسینہ صاف کرتے امروز نے اپنے غم گسار کے مقابل اپنے دکھ وتکلیف سے رقم باب حیات کو دہرانے کی ہمت مجتمع کرنے قصداً وقفہ لیا۔

اور یہی موقع غنیمت جانتا شہروز درمیان میں کودا۔۔۔

"مت بتا بڑے! یہاں کسی کو دلچسپی نہیں ہے تیرے غمِ حیات میں تھانیدار کے ظلم و ستم سے لپٹے باب کو حفظ کرنے کی۔۔ کیونکہ آبرو جی کو مرزا غالب کی اردو سمجھ تو کیا سننی بھی نہیں آتی۔۔۔" ٹیبل صاف کرنے کا میلا کچیلا کپڑا اس کی طرف بڑھاتے گویا شہروز نے اس کی آسکر وینگ پرفارمنس کا بیڑا غرق کیا تھا۔۔

"چھوٹے!! تو۔۔۔" امروز گندہ کپڑا دور اچھالتا تڑپ کر کھڑا ہوا۔۔

"خدا کا واسطہ بھائی! ابھی اپنے اوور ایکٹنگ کے پٹارے سے کوئی نیا سین نہ نکال لینا میں کافی دیر سے ایک نہایت اہم بات بتانے کیلئے موقع کی تلاش میں ہوں جو یہاں سب کے خراب موڈ بحال کر دے گا۔۔۔" شہروز کا ملتجانہ انداز آخر میں پرجوش ہوا تو سب ہی تجسس کے مارے اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔

"دیکھو خوشی کی خبر کے خوش کن اثرات۔۔ابھی میں نے موضوع چھیڑا ہی ہے کی سب کے اداس چہروں کی رونقیں واپس آگئی۔۔"سب کے متجسس انداز سے شہروز نے تائیدی انداز میں سب کو دیکھا۔۔

"بکواس کرو زیادہ تجسس مت پھیلاؤ۔۔۔"نجمہ زیادہ دیر صبر کا دامن نہ تھام سکی۔۔

"ایسے کیسے بکواس کردوں اتنی مزے کی خبر ہے۔۔"شہروز خفا ہوا۔۔

"کیا مزے کی خبر ہے گلی میں مداری آیا ہوا ہے جس کی ڈمرو کی آواز پر تمہارا بھائی ٹھمکے لگائے گا۔۔؟"اس کے خواہ مخواہ برا ماننے کا نجمہ بھی خاصہ برا منا گئی تھی۔۔

"دیکھو تم گلی ماسٹرنی۔۔۔"

"امروز پلیز! اور شہروز تم بھی اگر کچھ واقعی ہے تو کہو ورنہ میں گھر چلتی ہوں۔۔۔" قبل اس کے کی اگلی جنگ چھڑتی نغمہ نے بروقت امن وامان کی ہوا کو راستہ دیتے موضوع کو موڑا۔۔

"اچھا! قریب تو آئیں سارے در و دیوار بھی آلہ سماعت سے مالا مال ہوتے ہیں۔۔۔" لہجے میں اسی بشاشیت و تجسس کے عنصر کو نمایاں رکھتے شہروز نے دور دور کھڑے منہ سڑائے خود کو گھور رہے حاضرین کو حفظ ماتقدم کے تحت قریب آنے کا اشارہ کیا۔۔

"ایک تو ساری ڈرامہ کمپنی اللہ نے چن چن کر ابرار ماموں کے گھر ہی ڈال دیا ہے۔۔۔" تجسس کے مارے ناک بھویں چڑھاتی نجمہ پہلے قریب آئی پھر باقی سب بھی شہروز کے قریب جھکے۔۔

البتہ موڈی ملک زادی کا موڈ چونکہ بدل چکا تھا اور وہ اپنے بے نیاز خول میں سمٹ چکی تھی سو وہ ویسے ہی صوفے پر ٹکی رہی۔۔

شہروز نے گٹھ جوڑ میں شمولیت کیلئے اس کی طرف دیکھا۔۔

"اب پھوٹ بھی چکو! ابھی تو بڑے مڑوڑ اٹھ رہے تھے تمہیں اب نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے۔۔۔۔"

تنگ آ کر اب کے امروز نے دھپ لگائی تو شہروز رازدارانہ انداز میں جھکا۔

"تم لوگوں کو معلوم ہے بغل والے قصبے میں لگے بسنت میلے کا کل آخری دن ہے۔۔۔؟" نیچی محتاط آواز میں نہایت ہی خفیہ اطلاع ترسیل کرتے شہروز نے سب کے چہرے پر الو ہی چمک دیکھنے کیلئے سر اٹھایا۔۔

لیکن وہاں سب کے تاثرات الگ ہی تھے۔۔

"مجھے معلوم ہی تھا یہ چول آدمی کوئی چول ہی مارے گا۔۔۔" نجمہ سخت کوفت بھری نظروں سے شہروز کو گھورتی ہوئی دھپ سے صوفے پر گری باقی سب بھی ملامتی نظروں سے شہروز کو دیکھتے فوراً سے پیشتر اس کے پہلو سے ہٹے۔۔

"یار میں نے کوئی چول نہیں ماری ہے۔۔" سب کے ٹھنڈے کی قدر کوفت زدہ ردعمل پر شہروز کا احتجاج بلند ہوا۔

اپنا کرکٹ میچ چھوڑ کر وہ ان بے مروت لوگوں کو خبر دینے آیا تھا اور یہ ناقدرے اسے اس کا یہ انعام دے رہے تھے۔۔

"تو تمہارے خیال میں تم نے کوئی کائنات میں نیا سیارہ دریافت کر لیا ہے۔۔؟ یا سائنس اینڈ ٹیکنالوجی میں کوئی نئی جہد شروع کر دی ہے۔۔؟ یا کم

از کم چھوٹے موٹے ایٹم بم کا فور مولا تو ڈھونڈ ہی نکالا ہے۔۔۔؟"اس کے احتجاج پر امروز چڑھ ہی دوڑا تھا۔۔

"اور نہیں تو! ہمیشہ یہ بسنت میلا لگتا ہے۔۔دور دور سے لوگ دیکھنے آتے ہیں اور ہم پڑوس میں رہ کر آہیں بھرتے ہیں۔۔اور تم مزید ہمارا کلیجہ جلا رہے ہو۔۔۔" نجمہ نے بھی تند و تیز نظروں سے شہروز کو لتاڑا۔

جس پر زینیہ امروز نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلا۔۔

آبرو بس ان لوگوں کی جرح گاہے بگاہے فون پر نظر ڈالتی ملاحظہ کر رہی تھی۔۔

"یار ایک تو تم لوگ پوری بات نہیں سنتے اور بندے کے کفن دفن کا انتظام کر ڈالتے ہو۔۔حد ہے مطلب۔۔"

شہروز ناراضگی سے منہ پھلاتا جا کر سٹول پر ٹک گیا۔۔ بیچارے کا سارا جوش ان لوگوں کے سرد رویہ سے جھاک کی طرح بیٹھ گیا تھا۔۔

"اگر واقعی کچھ ہے تو ایک سانس میں سناؤ ورنہ اپنی خبر کا مربہ بنا لو روٹی کے ساتھ کھانا صبح شام۔۔" روٹھی محبوباؤں والے نخرے پر امروز نے گھور کر آخری موقع دیا تو شہروز بھی بنا پس و پیش اٹھ کر سب کے قریب آیا۔۔

"دیکھو تھانیدار شہر گئے ہوئے ہیں اور کل دیر رات گئے یا پرسوں تک واپسی ہو گی۔۔"

"تمہیں الہام ہوا ہے۔۔۔؟"

بیچ میں نجمہ کا سوال کودا۔

"نہیں! میں نے فارس بھائی سے معلوم کیا ہے انھیں کچھ کام ہے۔۔۔۔وہ گھور کر بولا۔اور ابا کو بھی کل ملک صاحب کے ساتھ گاؤں جانا ہے کسی سلسلہ میں پنچائیت کے لوگوں سے ملنے۔۔۔"

"اب یہ آپ کو کیسے معلوم۔۔۔؟"

زینیہ کی زبان پھسلی۔

"صبح ابا کو فون پر بات کرتے ہوئے سنا تھا میری ماں!۔۔وہ چڑ گیا۔۔اور اب خبر دار جو میری بات کسی نے کاٹی تو اس کے بعد بھاڑ میں گیا میلا میں کچھ نہیں بکوں گا۔۔"وہ خبر دار کرنے کے انداز خطرناک چتونوں سنگ بولا تو سب نے بیل کی طرح سر ہلایا۔

کیونکہ اس نے ہوم ورک اچھا کیا ہوا تھا مشن پر۔۔

"ابا اور تھانیدار تو کنارے لگ گئے۔۔رہی بات گاڑی کی تو مزمل کے بھیا سے بات ہو چکی ہے وہ کل گھر پر رہنے والے ہیں تو شام تک کیلئے وہ اپنی گاڑی ہمیں دیں گے۔۔۔اور کوئی مسئلہ۔۔۔؟" گردن میں بل لیئے ذرا متکبرانہ انداز میں اس نے سب کو دیکھا۔

"اس فتنے مزمل ہی کی گاڑی ملی ہے تمہیں۔۔؟"

نجمہ کا کڑوا اعتراض برجستہ آیا تھا۔۔

"کیوں؟ اس نے کونسا فتنا ڈالنے میں تمہیں کمپیٹ کیا ہے جو تمہارا منہ سڑ گیا ہے اس کے نام پر۔۔۔؟"

امروز کی آنکھیں سکڑی۔۔

"بس! جانا ہے تو کسی اور گاڑی کا انتظام کرو۔۔؟"

فیصلہ سے قبل شرط آیا نجمہ بی بی کی جانب سے۔۔

"مزمل کو کونسی موذی بیماری لاحق ہے جو ہم اس کی گاڑی میں نہیں جا سکتے۔۔؟" امروز باقاعدہ جرح پر اُترا۔

"تم!!!؟"

"ارے! خدا کا واسطہ کوئی بات تو آپ لوگ آگے بڑھنے دو یار۔۔۔" ٹیپو کی بس ہوئی تھی۔۔

"لیکن اگر ابا اور بھائی جان کو معلوم ہو گیا۔۔۔؟"

زینیہ کا چڑیا سا دل سہما۔

"آنے کے بعد معلوم ہو کوئی مسئلہ نہیں یار! بس جاتے ہوئے سیف رہیں۔۔ پھر آبرو جی ہمارے یہاں آئی ہے اگر ہم انھیں یہاں کا مشہور بسنت میلا بھی نہ دکھائیں تو اچھا لگے گا۔۔؟ وہ اپنے امریکہ والے دوستوں کو کیا بتائیں گی ذرا سوچو۔۔"

شہروز نے چالاکی سے غور وخوص میں غرق حاضرین کی توجہ لاتعلق بیٹھی آبرو کی جانب کروائی۔۔

"آبرو جی آپ نے دیکھنا ہے میلا۔۔؟"

اس کے بے نیاز انداز سے کچھ اخذ نہ کرتے نغمہ نے پوچھا۔۔

"یہ کیسے جاسکتی ہیں بھائی جان نے تو انھیں گھر سے باہر قدم رکھنے سے بھی سختی سے منع کیا ہے۔۔۔؟"

زینہ جھٹ بولی۔

"ای وِل کم! انکل کی ٹینشن نہ لو میں انھیں ہینڈل کرلوں گی۔۔۔"

حتمنی انداز میں اپنا فیصلہ سناتی وہ مزید ایک سیکنڈ کی تاخیر کئے وہاں سے اٹھ گئی۔۔

گو کہ اس طرح کی عجیب و غریب جگہ گھومنے میں اس کو رتی بھر دلچسپی نہیں تھی۔ چونکہ پابندی طلحہ ابرار حمید نے لگائی تھی تو وہ اپنی ضد و خودسری میں یہ حماقت لازمی کرنا چاہتی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

تیری یاد بہت اب آنے لگی ہے،

ایک جان ہے وہ اب جانے لگی ہے،

تنہا تنہا ہم رہنے لگے ہیں

تنہائی بڑا تڑپانے لگی ہے۔۔

گلاس ٹیبل کی شفاف سطح پر انگلی اور ہتھیلی کی مدد سے متاثر کن دھن چھیڑتا فارس محمود لہک لہک کر گانے کے بول ادا کرتا ہوا مقابل فل یونی فارم میں

الرٹ انداز میں اپنی سیٹ پر براجمان ڈی ایس پی صاحب کا اپنے ذو معنٰی انداز و نگاہوں کے ارتکاز سے خاصی دیر سے ضبط آزما رہا تھا۔

اور اب حقیقتاً طلحہ کی بس ہو گئی تھی تبھی اس نے فائل کو پوری قوت سے بند کیا تھا۔۔

"فارس محمود آپ غالباً یہاں مجھے کیس سے ریلیٹڈ کوئی امپورٹنڈ انفارمیشن دینے تشریف لائے تھے جسے میرے سپرد کئے قریب ایک گھنٹہ گزر چکا ہے آپ کو۔ تو کیا آپ کو نہیں لگتا آپ کو اپنی اِس شکل اور مراثیوں والی حرکتوں کے ساتھ دفع ہو جانا چاہئے۔۔۔ کیونکہ میرا نہیں خیال کی جرنلاٹ فارس محمود کا حافظہ اتنا کمزور ہے کی ڈی ایس پی کے آفس اور مراثیوں کے اڈّے میں تفریق کرنے سے قاصر رہ جائیں۔۔۔۔" ضبط کمال کا مظاہرہ کرتے ہوئے تھانیدار نے اپنے مخصوص طنز و تنبیہ کا خطرناک امتزاج لئے لب و لہجے سے ٹھیک ٹھاک لتاڑا تھا۔۔

"ناٹ ایٹ آل ڈی ایس پی صاحب! مجھے ایسا بالکل بھی نہیں لگتا۔۔" لیکن صد افسوس مقابل ڈھیٹ ابن ڈھیٹ تھا۔۔

بالکل چکنا گھڑا بے عزتی پروف انسان۔۔

"کیونکہ یہ ہمارے یار کا آفس ہے ہمیں یہاں آنے، جانے، ٹھہرنے، بیٹھنے، اُٹھنے کچھ بھی کرنے سے نہ کوئی روک سکتا، نہ ٹوک سکتا ہے۔ ناٹ ایون ڈی ایس پی کی کرسی پر براجمان بے مروت، کھڑوس، اکڑو، سڑو، جذبات سے عاری خود تھانیدار۔۔" کرسی کی ہتھی پر پنجہ جما کر سنبھل کر نشست سنبھالتے جرنلسٹ کی زبان بھی بے خوف و خطر قینچی کی طرح چلی تھی۔۔

"سو آپ سیدھے سیدھے ایک آن ڈیوٹی آفیسر کو چیلنج کر رہے ہیں۔۔؟"

طلحہ نے خشمگین نگاہیں اٹھا کر اس ڈھیٹ ابن ڈھیٹ کو دیکھا جو کچھ اور ریلیکس ہو کر کرسی پر جھول گیا تھا جیسے ڈی ایس پی کے آفس میں نہیں اپنے ڈرائینگ روم میں ہوں محترم۔۔

"بالکل! کیونکہ آپ ایک آن ڈیوٹی آفیسر کے جگری یار کو دھمکا رہے ہیں۔۔۔"

شانے بے نیازی سے اُچکے۔

"ڈیوٹی پر رشتہ داریاں نہیں چلتی۔۔"

چبا کر جتایا گیا۔

"اور یاروں پر رعب نہیں چلتا۔۔۔"

خفگی سے گھورا گیا۔

"جرنلسٹ فارس محمود!"

زچ ہو کر دبے انداز تقریباً دانتوں تلے نام کو پیس ڈالا تھا۔

"یس! آن ڈیوٹی ہونیسٹ اینڈ ہینڈسم ڈی ایس پی طلحہ ابرار حمید۔۔"

فارس اس کے تپ اٹھنے پر محظوظ ہوا۔۔

"دروازہ ادھر ہے عزت سے دفع ہو جاؤ۔۔"

قوی انگلی سے دروازے کی جانب اشارہ کرتے نہایت سنگین انداز میں دفع ہونے کو کہا گیا۔۔

لحاظ اور مروت کو تو تھانیدار ویسے ہی شاذ و نادر ہی خاطر میں لاتا تھا۔ لیکن فارس محمود اپنی حرکتوں کے باعث کبھی اس شاذ و نادر لمحے کا حصہ بھی نہ بن سکا۔۔

"ہونا ہوتا تو ہو چکا ہوتا۔۔"

آنکھیں نچاتے اپنی طرف سے فارس نے بڑی پتے کی بات کی تھی۔

"فارس لفاظی کیلئے وقت نہیں ہے میں بہت امپورٹنڈ فائل میں الجھا ہوں فلحال۔۔" وہ ناک تک عاجز آچکا تھا۔اگر بندہ یہ کام کا نہ ہوتا تھا نیدار نے لازمی اسے اٹھا کر پھینکنا تھا۔۔

"تو میں کونسا ویلا ہوں میں بھی امپورٹنڈ کام سے یہاں ہوں کیونکہ فلیٹ پر تو تم ہاتھ آنہیں رہے ہو۔۔"

نروٹھے پن سے ناک چڑھاتا وہ برا منا گیا۔

"اچھا پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس بکو کیوں جان پر سوار ہو۔۔؟"

زور سے فائل بند کر کے تیوڑی پر بل لی ئے اسے اس بلا سے مستقل نجات کیلئے متوجہ ہونا ہی پڑا تھا۔۔

"اچھا پہلے ذرا پیزا تو آرڈر کر دو بڑی زوروں کی بھوک لگی ہے" مسکین شکل ڈال کر پیٹ سہلاتا وہ حقیقتاً طلحہ کو زہر سے کچھ زیادہ بری شئے لگا تھا۔

"یہ میرا آفس ہے کوئی کیفٹ ایریہ نہیں بہیو۔۔۔"

لفظ لفظ پر دباؤ بڑھاتے وہ سرزنشی انداز میں بولا تو فارس ناراض بچے کی طرح آنکھیں گھما گیا۔

"اچھا! تمہارے اور بھابی کے بیچ کیا چل رہا ہے۔۔۔؟"

بی جمالو کی طرح ٹوہ لینے والے انداز میں سامنے کو جھکتے فارس نے آنکھیں نچائی۔

"وہ تمہاری بھابی نہیں ہے۔۔"

گرگٹ کی طرح پل پل بدلتے اس کے روپ پر طلحہ نے ملامتی نظروں سے اسے گھور کر جتایا۔۔

"سرکار کے انکار سے حقیقت کی صحت پر اگر کوئی اثر پڑتا تو سرکار نے نظام شمسی بدل دینا تھا۔۔"اس کی تصحیح کے خاطر میں نالاتے سیدھے سیدھے فارس نے اس کا مذاق اڑایا۔۔

"تمہیں معلوم ہے ناں میرے ایک بٹن دبانے پر ایک سیکنڈ کے اندر میرے گارڈز آکر اٹھا کر تمہیں اس آفس کے احاطہ سے بہت دور پھیک سکتے ہیں۔۔۔؟"

طلحہ کی ضبط کی طنابیں اس کی مسلسل بکواس سے ٹوٹنے کو تھی۔۔

"ٹھیک ویسے ہی جیسے کوئی تمہیں گھر پلس کمرہ بدر کروا چکی ہے رائٹ۔؟"اس کا کمینگی کی آمیزش لیئے تمکینیت بھرا دل جلاتا ہوا جواب ترکی بہ ترکی تھا۔

طلحہ پہلو بدلہ کر رہ گیا۔

"کسی میں اتنی ہمت نہیں ہے جو مجھے گھر یا کمرہ بدر کر سکے۔۔ تم جانتے ہو کتنا ورک لوڈ ہے اور یہ کیس کس قدر پیچیدہ وقت اور توجہ طلب ہے۔۔" خود کو کمپوز کر کے حتیٰ المقدور اس نے لہجہ ہموار رکھا۔

کیونکہ جتنا اس نے چڑنا تھا اتنا فارس نے اس کا ریکارڈ لگانا تھا۔

"اور امپورٹنڈ بھی۔۔"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"کیوں کیا مطلب ہوا میری ڈیوٹی ہے۔۔۔"

"صرف ڈیوٹی۔۔؟"

"کہنا کیا چاہتے ہو۔۔؟"

"وہی جو تو ماننا نہیں چاہتے۔۔"

"اور میں کیا ماننا نہیں چاہتا۔۔۔؟"

"کیس کے امپورٹنڈ ہونے کی اصل وجہ۔۔"

"مائنڈ ایٹ فارس محمود یہ کیس شروع سے میرے لیۓ امپورٹنڈ اور اؤلین ترجیح رہا ہے۔"

وہ اپنی کنپٹی سہلاتا ہوا اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میں نے بھی انکار نہیں کیا ہے۔۔۔"

فارس بھی اس کے برابر کھڑا ہو گیا تھا نظر اپنے جگری یار پر تھی جو کنپٹی سہلائے جا رہا تھا۔

تھکان زدہ آنکھوں میں سرخ ڈورے نیچے شب خوابی کی غماز سیاہ حلقے۔اس کے انگ انگ سے تھکن عیاں تھی لیکن وہ بے حس بنا خود کو مزید تھکانے پر بضد تھا۔۔

"پھر اس ساری بکواس کا مطلب۔۔؟"

"مطلب ہے ناں! جب سے تمہیں کلو ملا ہے کی اس کیس کی کوئی نہ کوئی کڑی کہیں نہ کہیں جا کر زیاد گیلانی سے ملے گی اور تم اس کے گریبان پر ہاتھ ڈال سکو گے یہ کیس تمہارے لیئے زندگی اور موت کا معاملہ بن چکا ہے، جبکہ جتنی انفارمیشن تمہارے پاس پہلے جمع ہو چکی تھی اس کے بسیس پر تم اپنے پاورز استعمال کر کے مجرموں کو حوالات میں ڈال کر اس کیس فائل کو رفع دفع کر سکتے تھے، ضمیر فروش سینئرز کے سامنے خوار ہو کر اپنا خون جلانے کی تمہیں ضرورت ہی کوئی نہیں تھی کیونکہ کیس کے شروع میں تم نے خود کہا تھا اس کی سنوائی اتنی ہی ہو گی جتنی کی بڑے لوگوں کے نقاب تک آنچ نہ پہنچے۔

پھر کیوں تمہارے سر پر جنون سوار ہے زیاد گیلانی کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنانے کی۔۔۔؟" ساری شوخی و شرارت کو بالائے طاق رکھتا بنا لگی پٹی کے

سراپاسوال بناعین طلحہ کے مقابل تن کر کھڑا شخص بے شک جرنلسٹ فارس محمود تھا۔۔نڈر جرنلسٹ۔

"تواس میں برائی کیا ہے؟اگر زیاد گیلانی ملوث ہے تو سزا کا حقدار بھی ہے اور ایک قانون کا محافظ ہونے کے ناتے میرا فرض ہے جرم کو جڑ سے اُکھاڑ پھیکنا۔۔"

وہ فارس کا براہ راست سوال سمجھ کر بھی قصداً پہلو تہی کر رہا تھا۔۔

"برائی یہ ہے طلحہ ابرار حمید کی تم بھاگ رہے ہو تم جلد از جلد زیاد گیلانی کو ٹھکانے لگا کر ملک زادی کو ٹھکانے لگانا چاہتے ہو۔۔۔"

"تواس میں کیا مسئلہ ہے بھئی؟مجھے تمہاری منطق ہی سمجھ نہیں آرہی۔۔"

جتاتے لہجے میں کچھ چبھتا ہوا معنیٰ پنہاں تھا طلحہ رخ موڑ گیا۔۔۔

فارس محمود جس طرح اپنا صحافی دماغ چلا رہا نجانے کیا اس سے اُگلوا لیتا۔

"تمہارا یہ جواب مجھ پر ادھار رہا وقت آنے پر بتاؤں گا۔۔ لیکن ابھی کیلئے صرف اتنا کہوں گا خود کو مت تھکاؤ بلاوجہ۔۔"

اس کے احتراز کو ملحوظ خاطر رکھتے فارس نے خود روئے سخن موڑ کر اس کے چوڑے شانے پر ہاتھ رکھا۔۔

"گیلانی جیسے لوگ یا تو بھڑکیں مار سکتے ہیں یا پنجرے میں قید پرندے۔۔۔ میرے شیر کے آگے اس کی اوقات نہیں جو وہ جرات کر جائے۔۔ پھر انکل سے میری ابھی راستہ میں بات ہوئی ہے۔ وہ ملک صاحب کے ساتھ کسی زمینی مسئلہ کو ڈسکس کرنے گاؤں گئے ہوئے ہیں پنچ کے اراکین کے ساتھ ہی بیٹھے ہیں اور گیلانی کے متعلق ملی اُڑتی اُڑتی خبروں اور پنچ کے تیوروں سے لگ رہا ہے اگلے مہینے جو فائنل پنچائیت بیٹھے گی اس میں فیصلہ ملک صاحب یعنی تمہارے اور بھابی کے حق میں ہو گا۔۔ پھر گیلانی

جیل جائے یا نہ جائے بھابی آفیشلی تمہاری ہے۔۔۔"آخر تک فارس کا سنجیدہ لہجہ شریر چھیڑیا ہوا ہوا۔۔

"کیا بکواس ہے۔۔"وہ بدک کر مڑا۔مجھے کیا کرنا ہے ان ملک زادی کو آفیشلی اپنے نام کر کے کچھ بھی بکواس نہ کیا کر۔۔اور۔۔۔۔"

ابھی طلحہ مزید اپنی لاتعلقی کی یقین دہانی کرواتا کی فون رنگ ہوا وہ تیزی سے ٹیبل کی طرف بڑھا اور قبل اس کے کی وہ فون اٹھاتا کال کٹ ہو چکی تھی۔۔

البتہ سکرین پر وائس میسیج بلنک ہو رہا تھا اس نے لپک کر فون اٹھایا کیونکہ سکرین پر گیلانی کا نام روشن تھا۔۔۔

"کیسے ہیں ڈی ایس پی صاحب۔۔؟یقینِ واثق ہیں بخیریت ہوں گے۔۔۔"

دو منٹ کی ریکارڈنگ آن کرتے ہی گیلانی کی مکروہ آواز گونجی فارس تیزی سے طلحہ کے قریب آیا جس کے تاثرات تیزی سے خطرناک حد تک پتھرا گئے تھے۔۔

"سوری۔۔ سوری۔۔ یہاں شائد ڈی ایس پی کی جگہ ملک زادی کا آفیشل باڈی گارڈز زیادہ سوٹ ایبل ہوتا۔۔ ہاہاہاہا۔۔" تمسخر سے کہتے زیاد گیلانی کا مکروہ قہقہہ پورے آفس میں گونجا طلحہ کی بھینچتی مٹھیوں کے اُبھرتی رگیں اور خطرناک حد تک سرخ پڑتا چہرہ دیکھ فارس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔۔

"خیر صبح ایک اُڑتی اُڑتی غیر واضح خبر ترسیل ہوئی تھی کی ڈی ایس پی۔۔ اُپس!' باڈی گارڈ' صاحب کی فارن ریٹرنڈ بسنتی صاحبہ بڑے چاؤ سے بسنت میلا دیکھنے جا رہی ہیں۔۔ خبر چونکہ غیر واضح تھی تو میں نے فقط تصدیق کیلئے ان کی خدمت میں دس بندے بھیجے ہیں۔۔ اور مزے کی بات یہ ہے کی یہ وہی بندے ہیں جنھیں دیکھ کر پچھلی دفع۔۔ ہاہاہاہا۔۔۔ خیر مجھے ڈر ہے

میرے بندوں کو دیکھ کر مارے خوف و دہشت کے اب کے ملک زادی جان سے نہ جائے۔۔اور میرا انتقام انتقام ہی نہ رہ جائے۔۔اسی لیئے میں انھیں رسکیو کرنے جارہا ہوں۔۔ بیس منٹ میں ان شاءاللہ تمہارے پروں میں پناہ ڈھونڈ رہی چڑیا پھر پھراتی ہوئی میرے دسترس میں ہو گی۔۔۔اطلاع اس لیئے کیا ہے کی گیلانی چوری چھپے کچھ نہیں کرتا جو کرتا ہے ڈنکے کی چوٹ پر کرتا ہے۔۔ پچیس کیلو میٹر کا فاصلہ اور آدھا گھنٹہ کا وقت ہاتھ پیر مارنا چاہو تو شوق سے مار سکتے ہو۔۔ باڈی گارڈ۔۔ہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"اگر اسے ایک کھڑوچ بھی آئی ناں گیلانی تمہارا قتل تم خود مجھے معاف کرو گے لکھ لو یہ بات۔۔۔۔۔۔"

زخم کھائے شیر کی طرح للکار کر وہ ریوالور اٹھاتا اندھا دھند دروازے کی طرف دوڑا تھا۔۔

"طلحہ آرام سے۔۔"

گیلانی کی وائس نوٹ سن کر دنگ کھڑا فارس زور سے ڈور بند ہونے کی آواز پر ہوش میں آتا اس کے پیچھے ہی لپکا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"امروز!!!ای سیڈ اوپن دی ڈور۔۔۔۔"

زور سے ڈور کا ہینڈل پکڑ کر ہلاتے وہ چیخی۔۔

"سوری آبرو جی! ویسے ہی ستارے گردش میں آگئے ہیں مزید ظلِ الٰہی کی حکم عدولی کا جرم اپنے کھاتے نہیں لکھوا سکتے۔۔۔"

فرنٹ سیٹ کا گلاس نیچے کر کے پانی اور جوس اس کی طرف بڑھاتا شہروز معذرت خواہ انداز میں بولا۔۔

جس پر آبرو نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا جس پر بیچارہ مجرمانہ انداز میں نظریں جھکا تا دور ہٹ گیا۔۔

"ای کانٹ انڈر اسٹینڈ تمہارا بھائی آخر خود کو سمجھتا کیا ہے۔۔؟ کیوں وہ مجھے قیدیوں کی طرح ٹریٹ کرتا ہے وائے...." دونوں بوتل سائیڈ سیٹ پر پٹختے وہ غصہ و بے بسی سے چیخی تھی۔۔

لیکن وہاں سبھی کان لپیٹ چکے تھے۔۔

چار بجے کے قریب امروز، شہروز، زینیہ، نجمہ، ٹیپو اور شہروز کے دوست مزمل کے ہمراہ وہ لوگ میلاد دیکھنے کیلئے نکلے تھے۔

اور ابھی میدانی علاقہ میں بڑے پیمانے پر سجے میلے تک پہنچ کر انھوں نے گاڑی پارکنگ (چٹیل میدان۔ کھیت) میں صحیح سے لگائی بھی نہیں تھی کی

دو باوردی آفیسران کی گاڑی کے قریب آئے ساتھ امروز کو کال موصول ہوئی۔۔

اور پھر ہاؤس اریسٹ پر موجود آبرو کو گاڑی میں ہی قید کر دیا گیا۔۔

گو کہ نجمہ اور زینیہ نے جس انداز میں 'میلے' کوڈ سکرائیب کیا تھا اسے 'میلا' نامی یہ شور و شرابہ والی جگہ کو دیکھنے میں کوئی دلچسپی محسوس ہوئی نہیں تھی۔

بس طلحہ کی ضد پر آئی تھی پر ارادہ گاڑی میں ہی بیٹھنے کا تھا۔۔ لیکن تھانیدار کے حکم پر یوں اریسٹ کیا جانا اسے ہر گز گوارا نہیں تھا۔۔

لیکن اس کے احتجاج کو وہاں سن کون رہا تھا بلکہ بیچاری نجمہ اور زینیہ جو بڑے چاؤ سے آئی تھی وہ بھی اس کے ساتھ قید ہو گئی تھی۔۔

اسے پہلو میں خاموش بیٹھی حسرت بھری نگاہوں سے کچھ فاصلہ پر رنگ و بو سے بڑے پیمانہ پر سجے میلے کے ماحول کو دیکھتا دیکھا اتنے غصہ و اشتعال سے پاگل ہوتے ہوئے بھی ان پر ترس آیا۔۔

"لسن امروز!!"

طویل سانس کھینچ کر شیشہ بجا کر اس نے باہر کھڑے امروز کو اپنی جانب آنے کا اشارہ کیا جو تھانیدار کے چمچوں (دونوں آفیسرز) سے محو گفتگو تھا۔۔

"جی!!" وہ مؤدب سا شیشہ کے قریب جھکا۔۔

"مجھے ہو سٹیج بنانے کے آرڈرز ہیں ناں تم لوگوں کے پاس۔۔؟"

"جج۔۔جی۔۔؟"

اس کے سپاٹ سوال پر پر اعتماد امروز ٹھیک ٹھاک گڑبڑایا تھا۔۔

"تو پھر ان دونوں کو کس بات کی پنیشنمنٹ مل رہی ہے۔۔؟" سپاٹ نظروں سے پہلو میں بیٹھی زینیہ اور نجمہ کی طرف اشارہ کیا۔۔

"یہ لوگ تو۔۔۔"

"امروز اگر تم سیریسلی چاہتے ہو کی تمہارے بھائی کے آنے تک میں یہاں سکون سے بیٹھی رہوں تو ان لوگوں کو لیکر جاؤ اندر وہ میلاوہاٹ ایور دکھانے۔۔"

قطع کلام کرتی وہ دوٹوک انداز میں بولی۔۔

"لیکن آبرو جی ہم آپ کے بغیر کیسے۔۔۔"

"کم آن زینیہ! سینٹی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ تم لوگ یہاں یہ ایونٹ دیکھنے آئے ہو سو جاؤ۔۔ اینڈ ڈونٹ وری اباؤٹ می۔۔۔" وہ سینے پر بازو باندھتی بے تاثر لہجے میں بولی۔۔

"آبرو جی! مینا ٹھیک کہہ رہی ہے ہم اس طرح انھیں اندر نہیں لے جا سکتے تھانیدار نے۔۔"

قریب آئے شہروز نے بھی کوشش کی جس کے پیچھے مزمل اور ٹیپو بھی آ کھڑے ہوئے تھے۔

"تھانیدار مائے!!!۔۔۔۔جسٹ ڈونٹ وری باؤٹ ہم۔۔وہ میرا ہیڈ ڈیک ہے میں اسے ہینڈل کر لوں گی۔۔بٹ اگر تم لوگ ان دونوں کو ابھی کے ابھی نہیں لے گئے تو ٹرسٹ می میں باہر نکل جاؤں گی اینڈ تمہارا یہ چیپ چائلڈ لاک مجھے نہیں روک سکتا۔۔۔"وہ دھمکی آمیز انداز میں درشتگی لیئے دوٹوک ہوئی تو سبھی اس کے مضبوط ارادوں سے خائف ہوتے سوچ میں پڑ گئے۔۔۔

"امروز جسٹ گو آہیڈ!۔۔"

توقف سے وہ پھر بولی تو باہر کھڑے چاروں لڑکوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔

"لیکن آبرو ہم سب ساتھ آئے اس طرح آپ کو چھوڑ کر ہمارا اندر جانا اچھا نہیں لگتا۔۔" نجمہ نے پہلی بار لب کشائی کی۔

"کم آن گائز! ٹوبی ہونیسٹ ایسے کراؤڈی پلیسیز میں مجھے کبھی کوئی انٹرسٹ نہیں رہا۔۔ میں جسٹ تم لوگوں کو کمپنی دینے آئی تھی سو فارمی اٹس کمپلیٹلی فائن!!" انھیں مطمئن کرنے کیلئے اس نے اپنے لہجے کو ہموار کیا تو لبوں تک آیا اعتراض زینیہ لبوں میں دبا گئی۔

"ایسا کرتے ہیں مزمل تم ٹیپو شہروزان دونوں کو لیکر اندر میلے میں جاؤ میں ان آفیسرز کے ساتھ تھانیدار کے پہنچنے تک ٹھہرتا ہوں فون وائیبریٹ پر ہاتھ میں ہی رکھنا میں کال کروں گا تھانیدار کے پہنچتے ہی۔۔۔"

"اسے بھی تم اپنے پاس ہی رکھو ہم شہروز اور ٹیپو کے ساتھ چلے جائیں گے۔۔"

مزمل کا نام سنتے ہی نجمہ کی جانب سے ایک بار پھر سخت اعتراض آیا۔۔

نتیجتاً مزمل صاحب کے چہرے پر آئے رنگ اس کے اعتراض پر پھیکے پڑے جو اتنے ٹینشن والے ماحول میں بھی آبرو کی نگاہوں سے مخفی نہ رہ سکے۔۔

"نجمہ یار!! پلیز وقت ضائع نہ کرو۔۔ یہ دونوں ہوں گے تو اچھا ہو گا میں ہوں یہاں کوئی مسئلہ نہیں جلدی جاؤ اور جلدی آؤ۔۔ کوئی سال نہیں گزارنا وہاں۔۔"امروز سختی سے بولا تو نجمہ دل مسوس کر رہ گئی۔۔

---

گاڑی کی رفتار کو ہواؤں سے کلام کرواتے ہوئے آج زندگی میں پہلی بار اسے ریش ڈرائینگ کا مطلب سمجھ آیا تھا۔ میلے کا آخری دن ہونے کی وجہ سے اس

ون وے پکی سڑک پر دور دور تک گاڑیوں اور بلا تفریق جنس و عمر پیدل چلنے والوں کا ہجوم رواں گویا انسانوں کا سیلاب برپا تھا۔

ایسے میں گاڑی اندر تک لیجانا اور واپس باہر آنا نری بیوقوفی کے سوا کچھ نہ تھی۔ وہ گاڑی وہیں سائیڈ پارک کر کے امروز کی بتائی ہوئی جگہ پر بھیڑ کو چیرتا ہوا پہنچا تھا۔ اور یہاں حسب سابق سونے کی گڑیا کہ تیور ہی نہیں مل رہے تھے۔

"میں آپ ہی سے مخاطب ہوں محترمہ! اب زحمت کر بھی لیں باہر قدم رنجہ فرمانے کی کیونکہ آپ کی شایان شان نہ میری یہاں ریڈ کارپیٹ ڈلوانے کی استعاعت ہے نہ ارادہ۔۔" گاڑی کی چھت پر ہاتھ رکھتا شیشہ سے اندر جھانکتا وہ بڑے ضبط سے ایک بار پھر اس کے حضور سوالی ہوا تھا جو سینے پر دونوں بازو لپیٹ کر سیٹ سے پشت ٹکائے لاتعلق بیٹھی بتدریج طلحہ کا خلفشار خون بڑھا رہی تھی۔

وہ چاہتا تو اتنی خواری کے بعد محترمہ کے خواہ مخواہ کے نخرے پر اسے گھسیٹتا ہوا گاڑی تک لیجاتا۔۔۔

لیکن مصیبت یہ تھی کی وہ یونیفارم میں ملبوس نمایاں ہو رہا تھا جس وجہ سے وہ اپنے ماتحتوں کے علاوہ بھی کئی اور نگاہوں کا مرکز نگاہ تھا۔

اسے ہٹ دھرمی پر قائم دیکھ وہ ضبط سے جبڑے بھینچ کر زور سے بونٹ پر ہاتھ مارتا ایک بار پھر اندر کی جانب جھکا۔

"کیا چاہتی ہیں آپ؟" بلا کی سختی سموئے سرد لہجہ ضبط کی آخری حدود کو چھو رہا تھا۔۔

آبرو کو متوجہ ہونا ہی پڑا۔

"ٹریٹ می لائک آ ہیومن بینگ ! میں نے جسٹ ڈے.بیفور کلئیر کیا تھا ایم ناٹ یور پریزنر ! تم مجھے قیدیوں کی طرح ٹریٹ نہیں کر سکتے ! !"ناک کے سیدھے میں دیکھتی وہ تیکھے پن بولی۔۔

" باہر آئیں ! !" بڑے ہی تحمل سے فرمودات سماعت میں اتار کر ایک طویل سانس اندر کھینچ کر طلحہ نے جھٹکے سے ڈور کھولا۔

"میں نے کہا تم مجھے آرڈرز نہیں دے سکتے۔۔"اس کے اسی سرد و سپاٹ حکمیہ انداز پر وہ سلگی۔۔

"اگر ایک منٹ کہ اندر اندر آپ باہر نہیں آئیں تو میں باقی سب کو لیکر گھر جا رہا ہوں آپ میری بلا سے بھاڑ میں جائیں۔۔۔"

ارد گرد موجود لوگوں کی موجودگی کے پیش نظر برتی گئی مروت کو بالائے طاق رکھ وہ وارننگ دیتے انداز میں انگلی اٹھا کر بولا تو آبرو تلملا کر پیر پٹختی ہوئی باہر نکلی۔۔

"تم۔۔تم تم اپنے جونیئرز کو یہ سکھا رہے ہو کی اس طرح ٹریٹ کرو اپنی وائف کو۔۔۔؟"

وہ دانت پیس کر بولی جس کا طلحہ نے فل وقت نوٹس لینا قطعی غیر اہم جانا۔

"آپ لوگ جا کر اپنی ڈیوٹی کنٹنیو کریں،اور کوپریٹ کرنے کیلئے شکریہ۔۔اور تم لوگ فوراً باقی سب کو لیکر گھر پہنچو۔۔۔فارس تمہارے ساتھ ہو گا۔۔۔"آفیسرز سے مخاطب ہونے کے ساتھ ہی پلٹ کر امروز کو سرد تا دیتے لہجے میں حکم دیکر وہ ارد گرد ایک بار پھر محتاط نظر دوڑاتا آبرو کا ہاتھ تھام کر روڈ کے بجائے کھیتوں کی جانب بڑھا۔

جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کی روڈ پر موجود گاڑی اور پیدل چلنے والوں کی ہجوم کے مقابل ادھر بھیڑ نہ ہونے کے برابر تھی۔۔۔

دوسری گو کے کہیں بھی اسے کوئی مشکوک آدمی نظر نہیں آیا تھا لیکن پھر بھی وہ بھیڑ کا چناؤ کر کے کوئی خطرہ مول لینے کے حق میں نہیں تھا۔

کیونکہ اگر غلطی سے بھی اس کا اندازہ غلط نکل آیا اور گیلانی کہ آدمیوں نے کوئی حرکت کر دی تو بھگدڑ مچنے کی صورت آبرو کے ساتھ ہی ساتھ وہاں بہت سے لوگوں کو خطرہ ہو سکتا تھا جو بحثیت محافظ وہ ہر گز نہیں چاہتا تھا۔۔

سو اس نے کھیت کا چناؤ کرنا بہتر سمجھا تھا۔۔

"ارے! ارے! وہاٹ آر یو ڈوئینگ آر یو میڈ۔۔ای سیڈ لیو می میرا پیر مڑ جائے گا لیو می۔۔۔" اسے ناک کے سیدھے میں اپنی کلائی دبوچ کر کھیت میں اُترتا دیکھ آبرو چیخی لیکن اس چٹان پر تنکے کا اثر نہیں ہوا۔۔

"میں نے کہا چھوڑو مجھے۔۔تمہاری سمجھ نہیں آرہی ہے کیا چھوڑو۔۔آہ مائی اینکل!!!" مسلسل مزاحمت کرتے یکایک وہ دردناک چیخ مار کر نیچے بیٹھی۔

"افففف!!! یہاں جان کے لالے پڑے ہیں اور یہ۔۔۔" کوفت سے اس کی کلائی جھٹک کر وہ مڑا۔۔

جہاں آبرو جھکی اپنے دائیں پیر کو دباتی ہوئی مسلسل باآواز بلند خود کلامی کرتی اس کی شان میں رطب اللسان بھی۔

"اب کونسی مصیبت آپ پر آن وارد ہوئی ہے اٹھیں جلدی ہم نے گاڑی تک پہنچا ہے۔۔۔" اس کی دہائیوں اور عمدہ قسم کے القابات کو چنداں اہمیت دئے بغیر وہ سخت بیزار کن انداز میں بولا۔۔۔۔

"کسی مصیبت کے آن وارد ہونے کی کیا ضرورت ہے۔۔؟ آفیشل ٹربل میکر' کو تو میں ساتھ لیکر گھوم رہی ہوں۔۔۔" اس کی سنگدلی پر وہ لب بھینچ کر درد برداشت کرتی پھاڑ کھانے کو دوڑی۔۔

"پین ہو رہا ہے مجھے۔۔۔" اپنی ہیل کی طرف اشارہ کرتی وہ دو دھاری تلوار بنی۔

روڈ سے کھیت میں اُترتے ہوئے ہیل نرم مٹی میں دھنسی تھی جس وجہ سے اس کا پیر اچھا خاصہ مڑ گیا تھا تضاد اس شخص کا بے درد سنگدلانہ رویہ جلے پر نمک پاشی کی مترادف تھا۔

"آپ۔۔۔" ایسی سنگین صورت حال میں بھی اس کی چرب زبانی پر وہ بے طرح تلملایا۔

"وہاٹ۔۔۔؟یوں تو خود کو بہت انٹلیجنٹ بنے پھرتے ہو وہ بھی دیکھ لیتے ہو جو مائیکرو اسکوپ سے بھی نظر نہیں آتا ہے۔۔پھر یہ کیوں نہیں دیکھ سکے کی میں نے ہیلز پہنی ہوئی ہیں اور اس جنگل میں گھسا دیا۔۔۔"

"تو آپ کو کس دانشور نے مشورہ دیا ہے ہر معاملے میں اپنے انٹر نیشنل دماغ کو زحمت دینے کی۔جانتی تھی ناں آپ ایک چھوٹے سے قصبے کا بسنت میلا دیکھنے جا رہی ہیں نہ کہ کوئی انٹر نیشنل لیول کا ایگزبیشن۔پھر بھی آپ نے اس درجہ عقل مندی کا مظاہرہ کیا ہے تو نتائج جھیلنے کی سکت رکھیں۔۔۔"ایک نظر اس کی نازک بلیک ہیل میں مقید ہلکی سرخی جھلکا رہے نرم و نازک پیر دوسری لال تیکھے بھبھو کا نقوش پر ڈال کر اس نے بھی بھڑاس نکالنے میں کسر نہیں چھوڑی۔۔

"اٹس نن۔۔آف یور بزنس۔۔۔" صحیح انداز میں دوبدو آئینہ داری پر وہ کچھ اور سیخ پا ہوئی۔

"جی! بجا فرمایا آپ نے یہ میرا بزنس نہیں میرا سر درد بن چکا ہے بار بار آپ سے مغز ماری کرنا۔۔۔اب کھولیں اپنی اس اونٹ کی سواری کو۔۔۔" وہ کوفت سے گھر کنے کے انداز میں بولا۔

"پھر میں پہنوں کیا۔۔؟"

اس کے نئے فرمان پر آبرو کو نئی فکر لاحق ہوئی۔۔

"کچھ بھی نہیں۔۔یہ مٹی ہے جس کے لگنے سے آپ بالکل بھی جان بحق نہیں ہونے والی اور نہ ہی یہ مہربان مٹی زندہ لوگوں کو نگلتی ہے سو پر سکون رہیں اور اس جان کے جوال سے پیچھا چھڑائیں میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔۔۔" اب کے وہ خاصے سختی سے بولا۔

عام حالات میں آبرو بلا تردد اس کے ایسے حکم پر ارض و سماں ایک کر دیتی لیکن اس وقت نہ تھا نیدار کہ تیور اس کی فیور میں تھے نہ یہ غیر شانا سا جگہ سو خاموشی سے ہیل کھولنے لگی۔۔

ایک ہیل کو پیر سے الگ کر کے ابھی وہ عجیب و غریب منہ بناتی پیر مٹی میں رکھنے ہی لگی تھی کی مردانہ شوز تلوں کے نیچے آئے۔۔اس کا سر جھٹکے سے اُپر کو اٹھا۔۔

"پہن لیں اب کیا یہیں کھیت میں رات رکنا ہے۔۔"

وہ اسی لٹھ مار انداز میں گویا ہوا تو وہ ہزار مرتبہ اپنی سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں بنی اچھی رائے پر لعنت بھیجتی سائز سے کئی گنا بڑے شوز میں پیر گھسا کر کھڑی ہو گئی۔۔

"چلیں!!"

اب کے طلحہ نے اس کی کلائی کے بجائے نرمی سے اس کا بازو تھام کر سہارا دیا اور لیکر چلنے لگا۔

دوسرے ہاتھ سے اس کا کسرتی مضبوط بازو تھام کر اپنا آدھا وزن اسی پر منتقل کر درد اور بڑے شوز کی وجہ سے پاؤں گھسیٹتی چل رہی آبرو کا چہرہ ڈھلتے سورج کی طرح سرخ تھا غصہ سے بھی اور پیر کی تکلیف اور اپنی بے بسی سے بھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"اندر چادر رکھی ہے اچھی طرح اپنے اُپر ڈالیں اور اندر بیٹھیں۔۔۔"

اللہ اللہ کر کے ایک پل سراط عبور کرا بھی گاڑی کے قریب پہنچتے ہی تھے کی دم بھرنے کی مہلت دئے بغیر تحکم بھرے انداز میں جاری ہوا نیا فرمان

یہاں تک ہانپتی کانپتی اپنی قسمت اور طلحہ کو کوستی ہوئی پہنچی آبرو کے سر پر لگ کر تلوں پر بجھی تھی۔ وہ تن فن کرتی پچھلی سیٹ کی طرف بڑھی۔۔

"میں 'شوہر' ہوں آپ کا 'شوفر' نہیں خاموشی سے آگے آکر بیٹھیں۔۔۔"

تنبیہہ کے باوجود اسے بیک ڈور کھولتا دیکھ ڈرائیونگ سیٹ کا ڈور کھول رہا طلحہ بھنا کا اسی کے دئے طعنہ کو بروئے کار لاتا دبے انداز میں گرجا۔۔

"میں بھی 'بیوی' ہوں تمہاری 'بنڈت' نہیں، اپنا اٹیٹیوڈ ٹھیک کرو۔" دھر سے ڈور بند کرتی وہ بھی چیخ پڑی۔

"پہلے آپ اپنا لہجہ درست کریں۔۔"

اس کی مستقل ہٹ دھرمی پر طلحہ کا پارہ چڑھا۔

"اس سے پہلے تم اپنا بیہیویئر درست کرو۔"

گیلی لکڑی کی طرح سلگتے اس کی ازلی سرکشی عود کر آئی۔

"میرے پاس آپ سے لایعنی بحث کا وقت نہیں ہے چادر اوڑھیں اور اندر بیٹھیں۔۔" چادر اس کی طرف اچھالتا وہ ضبط سے مٹھیاں بھینچ گیا۔

"تم سے آرگیومنٹ کیلئے وقت میرے پاس بھی نہیں ہے۔"

واپس چادر اس کی طرف اچھالتی وہ بھی دوبدو آئی۔

"لیکن مجھے تو لگتا ہے آپ کو مزہ آتا بات بات پر بلکہ ہر بات پر موقع محل کا خیال کئے بغیر مجھ سے تکرار کرنے میں۔۔" وہ طنزاً گویا تھا۔

"بٹ میں شیور ہوں تم انجوئے کرتے ہو مجھے پریزنرز کی طرح ٹریٹ کر کے۔۔۔"

اپنی ہی ضد سے تھک کر اس کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔

دوسرا درد بھی اب رفتہ رفتہ ڈھلتی شام کے ساتھ زور پکڑ رہا تھا لیکن ہمسفر تھا کی بے رخی کا چولا اوڑھے متنفر تھا۔

"میں شوقیہ نہیں کرتا آپ مجبور کرتی ہیں مجھے۔۔"

اس کی بھیگی آواز سے وہ کچھ نرم پڑا۔

"ہاں! تم مجھے ہی بلیم کرو میں ہی بری ہوں بس۔۔"

بھیگی آواز میں لرزش نمایاں ہوئی ساتھ بھاری مژگان بھی احتجاجاً مرتعش ہوئے۔۔

"اوکے! اب آپ بتائیں میں کیا کروں۔۔؟"

شکست تسلیم کرتے وہ چادر لیئے اس کے روبرو چلا آیا۔

یوں بھی وہ وردی میں ملبوس تھا اور یہ پبلک پلیس تھی ضدی ملک زادی سے بحث کر کے کسی نئی مصیبت کو دعوت دینے کے حق میں وہ قطعاً نہیں تھا۔

"اب وہ بھی میں بتاؤں۔۔؟"

اس کے نرم پڑنے پر نمکین پانی کے سمندر میں خاطر خواہ تغیانی برپا ہوئی۔

"ہاں! کیونکہ یہ تھانیدار اعتراف کرتا ہے مخالف صنف کی جلیبی جیسی باتیں سمجھنے کے معاملے وہ بالکل کوڑا ہے یکدم صفر۔۔اس عظیم جرم کیلئے آپ میرے جڑے ہاتھ دیکھ لیں" بھیگی آنکھوں میں دیکھنے سے قصداً احتراز کرتا وہ تھک کر باضابطہ ہاتھ ہی جوڑ گیا تھا۔

"وہ تو تم ہو! تمہیں اتنا بھی نہیں معلوم گرلز کو ٹریٹ کیسے کیا جاتا ہے، بیسک مینرز تک نہیں ہیں تمہارے پاس، یہ تک نہیں معلوم کی جب کسی لڑکی کے ساتھ باہر جائیں تو اس کیلئے ڈور کھولتے ہیں۔۔۔میرے پیر میں اتنا درد ہو رہا ہے میں اتنا چل کر آئی تم نے پانی تک نہیں دیا اور۔۔۔" سوں سوں کرتے شاکی انداز میں آخر وہ بلی تھیلے سے نکال ہی لائی تو طلحہ طویل سانس خارج کرتا اثبات میں سر ہلا گیا گویا بنا پس و پیش خندہ پیشانی سے وہ اپنی نااہلی تسلیم کر رہا تھا۔

کیونکہ وہ یہ بالکل بھی کہنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا کی اپنے دشمنوں کو دعوت دیتے ہوئے آپ شوقیہ یہاں بسنت میلا دیکھنے آئیں تھی میں آپ کو سیر سپاٹے کیلئے لیکر نہیں نکلا ہوں جوان اصولوں کی پاسداری مجھ پر واجب ہو۔۔

"معذرت رانی صاحبہ ! مجھے بالکل معلوم نہیں تھا میں تھانے سے یہاں پاگلوں کی طرح بھاگم بھاگ کر کے آپ کی جان بچانے نہیں بلکہ صنف مخالف کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیئے اس اہم موضوع پر آپ سے خصوصی درس لینے آیا تھا۔ خیر تشریف لائیں۔۔"خود ہی چادر کھول کر اس کے نازک وجود کو مکمل ڈھانکتا وہ فرنٹ ڈور کھول کر احتراماً جھکا بھی تو وہ بھیگی متبسم آنکھوں سے اسے گھورتی کسی ریاست کی شہزادی کی طرح ایک ادا سے اندر بیٹھ گئی۔

اس کی آنکھوں کا وہی رنگ ہے جھیلوں جیسا

خاص جرگوں میں قبائل کی دلیلوں جیسا

"واللہ! بندے کا توپ کے گولے سے سامنہ ہو جائے لیکن عورت کی بھیگی آنکھوں سے نہ ہو، اچھے خاصے بندے کی ایسی کی تیسی ہو جاتی ہے۔۔۔۔"

اس مشکل ترین معرکہ کے سر ہونے پر طویل سانس خارج کرتا وہ گھوم کر آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رات کے آٹھ بجے حمید منزل کے دالان میں نہایت ہی دلچسپ کمرہ عدالت سجا ہوا تھا۔

جہاں بیک وقت مدعی، وکیل استغاثہ اور منصف کا کردار اکیلے تھانیدار نبھا رہے تھے اور امروز، شہروز ٹیپو سمیت نجمہ اور زینیہ مسکین شکل ڈالے صف ملزم میں شامل تھے۔

جن کے وکیل دفاع کا دور دور تک کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ جبکہ سنجیدہ ابرار حمید اور پیر پر بینڈ تج لگائے تھانیدار کی تھانیداری سے بیزار آبرو صوفے پر نشستہ خاموش تماشائی تھی۔

کیونکہ انھیں مداخلت کی قطعی اجازت نہ تھی۔ اور اس بیک وقت دلچسپ و گمبھیر صورت حال میں واحد جرنلسٹ فارس محمود صاحب ایسے تھے جو اس لیٹ نائٹ نافذ ہوئی ہنگامی عدالت کو چٹخارے لے لے کر انجوئے کرتے مسلسل گنگنا رہے تھے طلحہ کی تنبیہی گھوریوں کو پوری طرح نظر انداز کرتے ہوئے۔۔

"تواب آپ لوگ چپ شاہ کا روزہ توڑ کر بتانا پسند کریں گے کس کی اجازت سے یہ سواری باد بہاری میلے کی سمت کوچ ہوئی تھی۔۔۔؟" ایک بار پھر تھانیدار کی کرخت آواز گونجی۔

جس پر جہاں آبرو نے آنکھیں گھمائی وہیں باقی لوگوں نے حلق تر کر کے جھکی روہانسی نظروں سے ایک دوجے کو دیکھا۔

"ٹیپو ادھر آؤ۔۔"

دائیں ہاتھ سے گردن سہلاتے ہوئے گونگے کا گڑکھا چکے پانچوں کے جھکے سر پر سے تنقیدی نظر گھماتے کچھ سوچ کر کمزور کو ہدف بنایا اور اگلے ہی لمحے نتیجہ سامنے تھا۔۔

"مم۔۔میں۔۔میں نے کچھ نہیں کیا بھائی جان! بلکہ مجھے تو صبح تک معلوم بھی نہیں تھا ان لوگوں کے پلان کا یہ تو اسکول سے واپسی پر مدثر (مزمل امروز

کے دوست کا بھائی) نے بتایا کی یہ لوگ میلا جا رہے ہیں تب میں شامل ہوا ایمان سے۔۔۔۔"

صفِ ملزم سے مینڈک کی طرح پھدک نکلے ٹیپو کی زبان جو چلی تو پھر شہ رگ پر ہاتھ رکھ کر ہی رکی۔۔

"اچھا۔۔؟"

طلحہ نے جتاتی نظر اس غدار کو سالم نگلنے لینے والی خون آشام نظروں سے دیکھ رہے باقی سب کی جانب اٹھایا۔۔

"بب۔۔ بالکل بھائی جان!۔۔ بلکہ یہ لوگ تو مجھے ساتھ لیجاتے ہی نہیں۔ اگر انھیں خوف نہ ہوتا کی میں راز فاش کر سکتا ہوں ان کا مقابل!۔ بس! اسی ڈر سے میرا منہ بند رکھنے کیلئے لے گئے۔۔۔" ٹیپو نے غداری کے مزید اگلے

پچھلے ریکارڈ توڑتے حاضرین پر اپنا قتل واجب کروایا۔اور پھر سب کے تیور دیکھ فوراً وہاں سے جان بچی سو لاکھوں پائیں کے مصداق یہ جا وہ جا ہوا۔

"کاش! ہم اس ٹیپو کے بچے کا منہ ہمیشہ کیلئے بند کر کے ہی جاتے۔۔۔" نجمہ بمشکل اپنے ہاتھ پیر کو تو روک گئی لیکن زبان کو نہ روک سکی۔

"متفق! ایک نمبر کا غدار موقع پرست انسان ہے تمہارا بھائی۔۔" امروز چمک کر بولا۔

"میرے بھائی کا دم چھلا نہ لگاؤ تمہارا چیلا چمچہ پہلے ہے وہ اور یہ صحبت کا اثر ہے۔۔" نجمہ بھی دانت پر دانت جما کر دوبدو بولی۔

"تم حاجن کی صحبت میں تو اس نے بیت ہو جانا تھا جو میری صحبت میں۔۔"

"صحبت پر درس و تدریس ہو گئی یا مزید باقی ہے۔۔؟" انھیں آپس میں چونچ لڑاتے دیکھ طلحہ نے درشتگی سے گھر کا تو امروز کے بقیہ الفاظ اندر ہی رہ گئے۔

"آئیڈیا کس کا تھا۔۔؟"

"میں نے پوچھا یہ کامیاب ترین منصوبہ بندی کا سہرا کس عاقل وفاضل انسان کے سر جاتا ہے۔۔۔۔؟"

ان کے دوبارہ خاموشی اختیار کرنے پر طلحہ نے ایک ایک لفظ پر سختی سے زور دیتے گویا آخری موقع دیا تھا۔

"ش۔شہروز۔۔"

کوئی راہے فرار نا پا کر نجمہ ہلکلائی شہروز نے تڑپ کر سر اٹھاتے ادھر دیکھا۔۔

"گاڑی کس نے ارینج کیا تھا۔۔۔؟"

"ششش۔۔شہروز نے ہی۔۔"

پھر نجمہ ہی نے زحمت کی شہروز نے اب کے باقاعدہ گردن گھما کر ملامتی نگاہوں سے باری باری سب کو دیکھا۔

"اوران محترمہ کی شمولیت کو یقینی بنانے کی سعادت کس شخصِ عظیم کو حاصل ہوئی۔۔۔۔؟"

تیکھی نظروں سے خود کو گھور رہی آبرو پر ایک طنزیہ نظر اچھال کر اب کے سب سے اہم سوال آیا تو سب نے ہی نگاہ اٹھا کر ایک دوجے کو دیکھا۔

"بب۔۔بھائی جان میں نے۔۔"

سب کو خاموش دیکھ زینیہ منمنائی۔۔

"انف! بس کرو ان سب کو ہیرس کرنا۔ تم اچھے سے جانتے ہو میری مرضی کے بغیر مجھ سے کوئی کچھ نہیں کروا سکتا۔۔"زینیہ کی روہانسی آواز پر اب کے آبرو مداخلت کئے بغیر نہ رہ سکی۔۔

"کیا واقعی۔۔؟"

محترمہ کے تفاخرانہ بیان پر طلحہ نے باضابطہ گھوم کر استہزائیہ انداز میں پوچھا۔۔

چونکہ کچھ گھنٹے قبل کا منظر اتنا بھی دھندلا نہیں ہوا تھا آبرو ہنکار بھرتی نگاہ گھما گئی۔۔

اتنے ٹینشن زدہ ماحول میں بھی ملک زادی کی اس حرکت سے طلحہ کہ عنابی لبوں کے کنارے کو تبسم چھو کر گزری۔۔جو حسب سابق ہر خبر پر نظر رکھنے والے جرنلسٹ سے مخفی نہ رہ سکی۔پھر کیسے ممکن تھا کی ان کی زبان نہ کھجلاتی۔۔

ملیں ہم کبھی تو ایسے کی حجاب بھول جائیں

میں سوال بھول جاؤں، وہ جواب بھول جائیں

وہ کسی خیال میں ہوں اور اسی خیال میں ہی

کبھی میرے راستے میں وہ گلاب بھول جائیں

تیری سوچ پر ہو حاوی میری باد اس طرح سے

کہ تو اپنی زندگی کا یہ نصاب بھول جائے!!!!!

یہ خطروں کے کھلاڑی جرنلسٹ فارس محمود کا ہی دل گردہ تھا جو اتنے تناؤ زدہ ماحول میں جب تھانیدار سراپا آتش فشاں پہاڑ بنا ہوا تھا وہ بھونڈے گلے کے ساتھ طبع آزمائی کر رہا تھا وہ بھی رومانوی شاعری میں اب انسان بندے کو اس جرات مندانہ اقدام پر اکیس ہزار زنگ آلود توپوں کی سلامی کیسے نہ دے۔۔

"یہ مراثی کس اینگل سے تھانیدار کا جگری یار ہے۔۔۔؟"

گنگناتی ہوئی خاصی واضح آواز پر جہاں طلحہ نے فہمائیشی نظروں سے اسے وارن کیا وہیں نجمہ شہروز کے قریب جھکی۔

"منہ نہ لگو تم لوگ میرے۔۔"

وہ شدید ناراضگی سے کہتا رخ موڑ گیا۔۔

"ارے! بھئی کس چیز کی کچہری لگی ہوئی ہے یہاں۔۔؟"

دفعتاً رقیہ دادی باآواز بلند اپنی آمد کی منادی کرواتی ہوئی داخل ہوئیں تو سب ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔۔

"ارے! کسی چیز کی نہیں آئیں خالہ بیٹھیں آپ۔۔"

ابرار حمید نے اٹھ کر ان کیلئے جگہ بنائی۔۔

"ارے! وہ ٹیپو بتا رہا ہے دلہن کو پیر میں چوٹ آئی ہے اس لیئے تھا نیدار سب پر خفا ہو رہا ہے سوچا دیکھ آؤں ایسے کیسے چوٹ لگا لی دلہن

نے۔۔۔"آبرو کے قریب بیٹھتے وہ جس انداز میں بولی تھی اتنی بے عزتی کے بعد بھی سبھی کی ہنسی چھوٹ گئی خود طلحہ بھی خفت زدہ سا ہو گیا۔

جبکہ آبروان کے اپنے پیر کو چھونے پر جھجھک کر پیچھے کھسکی تھی۔۔

"ہاں! دادی میں بھی وہی کہ رہا ہوں بھابی کو چوٹ تو لگنا تھا لگ گئی اب ان معصوموں کی کلاس لگانے کا کیا فائدہ۔۔ان بیچاروں نے ارادتاً تو ایسا کچھ نہیں کیا ہو گا۔"فارس فوراً گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر میدان میں آیا تو کب سے وکیل دفاع کیلئے ترس رہے چاروں نے تڑپ کر اس شاطر انسان کو دیکھا جس کی آنکھوں میں بڑی ہی کمینی چمک تھی۔

"بکواس ہانکنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔اور دادی ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔یہ سارے مجھے ابا، ندرت خالہ یا آپ کسی بھی بڑے کے علم میں لائے بغیر میلا

دیکھنے نکل گئے تھے وہ بھی انھیں لیکر۔۔ جس پر کم از کم ان کی پیٹھ تھپتھپا کر شاباشی نہیں دی جاسکتی۔۔۔۔۔۔"

درشت نظروں سے فارس کو باز رہنے کا اشارہ دیتے وہ سنجیدگی سے دادی سے مخاطب تھا جو موٹا چشمہ ہونے کے باوجود آنکھیں یوں سکیڑ کر آبرو کے پیر کا معائنہ کر رہی تھی جیسے درد کی شدت تک معلوم کر لینا چاہتی ہوں۔

"دادی ہمارا مقصد بس آبرو جی کا من بہلانے کا تھا بیچاری کا دل اداس ہو رہا تھا اس لیئے۔۔۔"امروز نے فوراً دادی کو اپنے فیور میں لینے کیلیئے اندھیرے میں تیر اچھالا۔

"پہلے تم یہ بتاؤ بھابی پر جائی کہتے تمہاری زبان دکھتی ہے۔۔؟"ناک پر چشمہ درست کرتے وہ اپنے مخصوص سخت انداز میں معترض ہوئیں۔۔

"جج۔۔جی نہیں۔۔وہ بس صبح سے 'بھابی' کا دل اداس ہو رہا تھا گھر والوں کو یاد کر رہی تھی تو ایسے ہی لیکر نکل گئے ابا کو بتانے کا سوچا تھا لیکن پھر وہ مصروف ہوں گے سوچ کر کال نہیں کی۔۔ہے ناں۔۔۔؟" صورت حال کو اپنی حامی بنانے کیلئے برق رفتار سے دماغ کے گھوڑے دوڑاتے امروز نے بحر منجمد شمالی سے لیکر بحر منجمد جنوبی تک لمبی مسکان لبوں پر سجا کر باقیوں کی تائید ی چاہی تو اُدھر سے بلا تامل زور و شور سے گردن ہلا کر سہمتی ملی۔

اور طلحہ اس اتحاد پر عش عش کر اٹھا۔۔

جبکہ آبرو نے یوں لمحے میں پورا کا پورا مدعا خود پر منتقل کئے جانے پر ہونق نظروں سے پہلے انھیں پھر طلحہ کو دیکھنے لفی جس کی آنکھیں جتا رہی تھی کی دیکھو اپنے ساتھیوں کی دیانداری۔

"اس میں تو پھر میاں تمہاری غلطی ہے۔۔۔" دادی نے بلا تامل مقدمہ طلحہ پر منتقل کیا۔

"میری غلطی۔۔۔ میری کیسے غلطی ہوئی دادی۔۔؟"

سارا ملبہ خود پر ڈالے جانے پر طلحہ بھونچکایا۔

جبکہ ملزمین نے مضبوط وکیل دفاع ملنے پر سکون کا سانس خارج کیا۔

"تمہاری نہیں تو اور کس کی غلطی ہے میاں۔۔؟ دلہن بیاہ کر گھر لانے کے باوجود ذرا تمہارے شب و روز کی مصروفیت میں تغیر آیا ہے۔۔؟ بلکہ تم تو یوں دامن جھاڑ کر ہوش شب و روز کا فرق بھلائے شہر کی خاک چھانتے گھومتے ہو جیسے چھڑے چھانٹ ہو۔۔ نہ احساس ذمہ داری ہے نہ نئی نویلی دلہن کے احساسات کا کوئی خیال۔۔ پچھلی بار بھی تمہیں ہوش کے ناخون دئے لیکن مجال ہے جو تمہارے کان پر جوں تک رینگی ہو۔۔ لگے ہو دن

رات چور ڈاکو کے پیچھے بندوق اٹھائے دوڑنے میں۔۔ایسے میں دلہن کا من اداس نہیں ہو گا تو کیا بھنگڑے ڈالنے کو کرے۔۔اُپر سے ان بچوں نے من بہلائی کا سوچا تو تم الٹا انھیں پر گرم ہو رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

شادی کے بعد سے طلحہ کی معمولات میں تغیر کا نہ آنا دادی مطابق پس پردہ آبرو کی ذات سے بے پرواہی جو کہ دادی کی نظر میں ایک بہت بڑا جرم تھا جس کی پاداش میں آج دادی نے زندگی میں پہلی بار بنا لحاظ اپنے مخصوص دبنگ انداز میں اپنے چہیتے تھانیدار کو جھاڑ کر رکھ دیا تھا۔۔۔

سب نے بحر حیرت میں غوطہ زن ہو کر پہلے رقیہ دادی پھر ان کے چہیتے لاڈلے ہونق پن کا شکار تھانیدار کو دیکھا۔۔

"دادی مجھے ان لوگوں کے من بہلائی دل بہلائی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔لیکن جگہ تو ڈھنگ کی تلاش کریں یہ کوئی بچی تھوڑی ہے جو انھیں

اٹھا کر میلاد کھانے لے گئے۔۔یہ پہلے ہی دنیا گھوم کر آئی ہوئی ہیں۔۔۔"اس اعلیٰ درجہ کی عزت افزائی پر پرزور احتجاج ہوا۔۔

"ہاں! تو اچھا ہے ناں۔۔دیس بدیس وہ خود دیکھ کر آئی ہے بچے گاؤں دیہات کا ماحول دکھانے لے گئے اس میں کیا قباحت ہے۔۔؟"دادی آج مکمل اپوزیشن میں کھڑی تھیں۔۔

"قباحت کیوں نہیں ہے دادی؟ کیا زیب دیتا ہے وضع دار گھرانے کے لوگوں کا ایسی عجیب قسم کی جگہ پر گھر کی عورتوں کے ساتھ جانا۔۔؟اور پھر آپ تو جانتی ہیں میں جس شعبہ سے تعلق رکھتا ہوں اس میں کس قسم کے لوگوں سے میرا واسطہ پڑتا ہے ایسی جگہوں پر کوئی سیکورٹی نہیں ہوتی ہے ہر قسم کے لوگوں کیلئے یہ جگہ کھلی ہوتی ہے۔۔ہم جیسے شعبے سے جڑے لوگوں کے قریبوں کا ایسی جگہوں پر جانا محفوظ نہیں ہے اور پھر یہ

تو۔۔۔" جھنجھلاہٹ میں کچھ کہتے کہتے سختی سے لب بھینچ کر وہ پیشانی مسلنے لگا جس پر سبھی کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔۔

"طلحہ صحیح کہ رہا ہے تمام درپیش حالات سے واقفیت رکھنے کے باوجود کسی کے علم میں لائے بغیر یوں آبرو بیٹی کو ایسی بھیڑ بھاڑ والی غیر محفوظ جگہ پر لیکر جانا کوئی دانشمندانہ اقدام نہیں تھا۔۔" ابرار حمید نے رسانیت سے انھیں احساس دلایا تو نجمہ نے الجھ کر تینوں کو دیکھا جن کے تاثرات سنجیدہ ہو گئے تھے۔۔

"ابا! ہم لوگوں کا زیادہ دیر وہاں ٹھہرنے کا ارادہ نہیں تھا۔۔" امروز کو واقعی اب اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا جو تب جوش میں ہوش کھونے پر نہ ہو سکا۔۔

"اچھا! آئندہ احتیاط کرنا۔۔ ویسے بتاؤ دلہن تمہیں میلا کیسا لگا۔۔۔؟" دادی اپنے مطابق خاموش طبع آبرو کی جانب دلچسپی سے مڑی تو ان کے ایک بار پھر دلہن کہنے پر اس کا دل عجیب انداز دھڑکا۔

"بیچاری نے میلا دیکھا ہی نہیں تو بتائیں گی کیا۔۔؟"

"کیوں؟ کیوں نہیں دیکھا۔۔۔؟"

"کیونکہ ہم لوگ ابھی میلا پہنچے بھی نہیں تھے کی تھانیدار نے وارنٹ نکال دیا تھا پھر آندھی طوفان کی طرح آئے اور انھیں لے گئے۔۔"

امروز نے منہ بسورتے منظر واضح کیا۔۔

"ہیں!! دلہن پھر تمہیں چوٹ کہاں لگ گئی۔۔؟"

اس نئے ٹوئیسٹ پر دادی کا واپس رخ آبرو کی جانب ہوا۔

"ان کی وج۔۔۔میرا مطلب ہے کی ایسے ہی چلتے چلتے میرا پیر مڑ گیا تھا۔۔"سچ زبان تک لا کر وہ بلا ارادہ بات بدل گئی۔

ورنہ اس کا پورا ارادہ تھا کہنے کا طلحہ کی وجہ سے چوٹ آئی۔

"ہاں! ہو بھی تو تم اتنی دھان پان سی ہوا کا تیز جھونکا بھی دھکا دے جائے۔۔۔"اس کے نازک وجود کو پر سوچ نظروں سے دیکھتے دادی متفکر انداز میں گویا ہوئی تو ان کے ضرب المثل پر طلحہ سمیت سبھی کی دبی دبی ہنسی نکل گئی۔۔

اور آبرو اپنے پرفیکٹ فگر کے متعلق ایک بار پھر ان کی تفکرانہ رائے پر انھیں محض ایک نظر دیکھ سکی۔۔

"کچھ کھایا پیا کرو دلہن! ہٹّے کٹّے تھانیدار کے بغل میں بالکل بچی لگتی ہو تم۔۔ذرا اپنی خوراک پر دھیان دو صحت بناؤ تھانیدارنی ہو تم۔۔۔۔ایسے ہی

نازک اندام رہی تو کیسے کل کو بال بچوں کو سنبھال پاؤ گی۔۔۔"اس کے نازک سراپے کو نظر کی گرفت میں رکھتے دادی نے سنجیدگی سے جو حوالہ دیا تھا اپنے تعلق کی نوعیت کا درست علم رکھنے کے باوجود آن کی آن میں دھڑکنوں میں انتشار برپا ہوتا جسم کا سارا خون رخسار پر سمٹ آیا تھا وہ تیزی سے تپتا چہرہ جھکا گئی۔۔

اس کا یہ سلونا بالکل غیر متوقع روپ فارس کے ذو معنٰی انداز پر جھینپ کر لمحے کیلئے اس کی سمت متوجہ ہوئے طلحہ کی دھڑکنوں میں بھی قابل غور تغیر برپا کرتا آئینہ دل میں چسپاں ہو گیا تھا۔۔

اس کو بھی لگ گئی شہر محبت کی ہوا

وہ بھی رہتا ہے امجد اب پریشان بہت

"زندگی میں پہلی بار اپنے دماغ کی سرزنش کے باوجود تم جیسے کچّے کھلاڑیوں کی بونگی منصوبہ بندی پر اعتبار کیا اور کیا خوب سبق ملا مجھے اس عظیم حماقت کا۔۔۔"اندر کی محفل سے واک آؤٹ کر کے باہر نکلتے ہی نجمہ بھرے بادل کی طرح پھٹی۔۔

"ایک واحد تمہاری تواضع نہیں ہوئی ہے جو جلتے توے پر بیٹھی ہو ہم سب بھی وہاں عزت ہی کروا رہے تھے۔۔؟"

امروز نے تنک کر ٹوکا۔

"ہاں! لیکن تم لوگ بے عزتی پروف چکنے گھڑے ہو صبح شام تھانیدار سے عزت کرواتے رہتے ہو جبکہ میری پہلی حماقت کا انعام تھا یہ۔۔۔"گیلی لکڑی کی طرح سلگ رہی نجمہ کا دکھ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔۔

"اور اپنی ایوارڈ وینگ غداریوں کے متعلق تم لوگوں کے کیا احسن خیالات ہیں۔۔؟" انھیں آپس میں ہی گولہ باری کرتے دیکھ کب سے پیچ وتاب کھا رہا شہروز طنزیہ انداز میں شرم دلاتا بیچ میں کود اتو دونوں کھسیا سے گئے۔

"نہیں تم لوگ کوئی کھانے کو 'مما' سونے کو 'نینی' کہنے والے ایک سال کے بچے تھے میں تم لوگوں کو گود میں اٹھا کر لیکر گیا تھا جو تھانیدار کے سامنے لے دیکر سارا ملبہ میرے سر ڈال دیا۔۔"

شہروز کا بس نہیں چل رہا تھا ان لوگوں کا کچھ کر دے جنھوں نے قریب قریب اس کی بوری سلوا دی تھی۔۔

"شرم نہیں آئی تم لوگوں کو یوں بی بابچہ بن کر خود کو بری الذمہ ثابت کرتے۔۔۔؟ تم لوگوں سے اچھی رازداں اور دیاندار تو وہ آبرو جی ہیں جنھوں نے تھانیدار کی سخت وارننگ کے باوجود مینا کی حمایت کی۔۔ جبکہ اس سب

میں ان کی صفر دلچسپی نہیں تھی۔۔"ان کے جھکے سر کو دیکھ شہروز کا غصہ مزید سوا نیزے پر پہنچا۔

"بس کرو نا یار اور کتنا لتاڑو گے اور کوئی چارہ نہیں تھا آبرو جی کی موجودگی میں مستقل ستھری ہوئی جا رہی تھی۔وہ بیچاری کیا سوچتی کی ہم میں اتنی ہمت بھی نہیں کی ہم اپنا دفاع کر سکیں۔۔۔"امروز کھسیانے انداز میں مسکایا۔۔

" بالکل !اب تو بہت اچھا سوچ رہی ہوں گی کی کتنی اچھی ہماری انڈر اسٹینڈ نگ ہے جو مصیبت کے وقت آتے ہی ہم نے اپنا اپنا مورچہ بدل لیا۔۔"شہروز نے چیخ کر براہ راست چوٹ کیا۔

"دیکھو!!ماجوج اب تم زیادہ برا منا رہے ہو۔۔جبکہ میلا ویلا ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا ڈڈو کی طرح پھدکتے ہوئے تم ماسٹر پلان لیکر آئے تھے۔۔ہم نے تو بس گھر آئی لکشمی کا سواگت کرنا چاہا اب وہ لکشمی

منحوس نکل آئی تو ہماری کیا خطاء۔۔۔؟" نجمہ نے ایک بار پھر خود کو بڑی صفائی سے بری الذمہ ثابت کیا تو شہروز اس ڈھٹائی پر لال پیلا ہونے لگا۔

"ارے! واہ اندر کی کچہری اپنے انجام کو پہنچی تو یہاں پنچائیت سج گئی۔۔۔" کال کرنے باہر نکلا فارس انھیں ایک دوسرے میں الجھا دیکھ بتیسی کی نمائش کرتا بے تکلفی سے قریب چلا آیا۔۔

"ان موصوف کی اسم گرامی۔۔۔؟" اس مسخرے شخص کی مداخلت نجمہ کو ایک آنکھ نہ بھائی تھی۔۔

"جرنلسٹ فارس محمود آپ کی زبان میں 'ملکِ فارس' یقیناً آپ 'مس یمن' ہیں جو کانفرینس کال لگانے میں مہارت رکھتی ہیں۔۔؟" شرارتی انداز میں فون کی جانب اشارہ کرتے فارس نے اس دن کا حوالہ دیا تو پہلے ہی اسے تیکھی نظروں سے دیکھ رہی نجمہ کے چتون تن گئے۔۔

"ہیں!! کون ملکِ فارس کون یمن اور یہ کانفرینس کال کا کیا چکر ہے۔۔۔؟" امروز نے سر کھجاتے شرارتی انداز میں مسکرا رہے فارس پھر جنگلی بلی کی طرح غرا رہی نجمہ کو اچنبھے سے دیکھا۔۔

"اس چکر سے تمہارا کوئی چکر نہیں ہے ہر معاملہ میں اپنی سارس جیسی لمبی ٹانگ نہ اڑایا کرو۔۔" فارس کے حوالہ اور چڑھاتی مسکان سے وہ بھنائی۔۔

جس کا فارس نے حظ اٹھایا۔

طلحہ سے بہت پرانی دوستی ہونے کے باوجود فارس کا حمید منزل بہت کم آنا ہوا تھا اور نجمہ سے اس کی شائد یہ دوسری یا تیسری ملاقات تھی اور ہر بار وہ اسے امروز شہروز سے الجھتی ہوئی ہی ملی تھی۔۔

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو جلدی آکر کچن میں میری ہیلپ کرواو۔۔ ورنہ دادی کی طفیل جو مرمت رہ گئی تھی بھائی جان ساری کسر نکال۔۔۔" اندر

سے کفگیر اٹھائے روانی میں بولتی ہوئی آئی نغمہ کی زبان یکایک فارس پر پڑتے ہی رکی ساتھ دھیان اپنے حلیہ کی طرف گیا۔۔

کمر اور کندھے کے ساتھ سلیقہ سے بندھا بڑا سا دوپٹہ جو کے پورے وجود کو ڈھانپ رہا تھا ہاتھ میں کفگیر کچن کے لحاظ سے اس کا حلیہ اتنا بدتر بھی نہیں تھا لیکن ایک اجنبی کے سامنے یوں منہ اٹھا کر چلے آنے پر اس کا من شرم سے ڈوب مرنے کو کیا تھا۔

خفت سے سرخ اناڑی چہرہ لیے وہ کفگیر والا ہاتھ نیچے کرتی سرپٹ اندر بھاگی اس کے پیچھے ہی باقی تینوں نے دوڑ لگائی۔۔

پیچھے فارس اس نووارد اجنبی دوشیزہ کی محجوب انداز گھریلو حلیہ اور سرخ اناڑی چہرے کی دام میں بری طرح الجھا کئی ساعت عنابی لبوں پر اجنبی سی مسکان لیے کھڑا اسی جگہ کو دیکھتا رہ گیا تھا۔۔

"کیا بات ہے جرنلسٹ صاحب! کہیں یہ دل پر ریڈ پڑنے کی بعد والی کیفیت تو نہیں۔۔" دل کے مقام پر ہاتھ رکھ کر زیر لب بڑبڑاتا وہ خود ہی نفی میں سر ہلا گیا۔

نگاہوں میں ہنوز وہیں گندمی سرخی مائل چہرہ گھوم رہا تھا جس کی مجوب پلکوں کی جھکی جھالڑنے شہرِ دل میں کچھ جادو سا کیا تھا۔۔

جھیل اچھا ہے کنول اچھا ہے یا جام اچھا ہے،

تیری آنکھیں کیلئے کونسا نام اچھا ہے،

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"یہاں کیا ہو رہا ہے۔۔۔؟"

"وہ۔۔وہ۔ہم کچھ۔۔کچھ بھی تو نہیں۔۔۔"

وہ سب جو نہایت محتاط انداز میں پیچھے کی سمت قدم اٹھاتے دروازے سے دور ہو رہے تھے یکدم عقب سے اُبھری بھاری آواز پر ہڑ بڑا کر دونوں ہاتھ اٹھائے مڑے۔۔

"اوہ! یار فارس بھائی جان نکال دی تھی آپ نے۔۔"

عقب پر فارس کو بھویں سکوڑے کھڑا دیکھ تینوں کے اُڑے رنگ واپس آئے۔

"ہاں! میں بھی سوچوں بیک وقت تھانیدار اندر اور باہر کیسے موجود ہو سکتے ہیں۔۔" سینا سہلاتا شہروز بڑبڑایا۔

"ہو کیا رہا ہے یہ۔۔؟" فارس کے چتون کچھ اور قریب آئے۔۔

"کک۔۔کچھ بھی نہیں۔۔کچھ بھی تو نہیں۔۔ہم لوگ تو بس یہاں سے گزر رہے تھے۔۔ہے ناں۔۔؟"زبردستی بتیسی کی نمائش کرتے امروز نے شہروز کو کہنی مارا۔

"ہاں! بالکل گزر رہے تھے ہم لوگ بس ہے ناں مینا۔۔۔؟"

اسی مسکراہٹ کو برقرار رکھتے شہروز نے زینیہ کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ بیل کی طرح سر ہلانے لگی۔۔

"بیک وقت تینوں ایک سائیڈ سے گزر رہے تھے۔۔؟"

"شششش!!! یار کیا کر رہے ہیں پہلے ہی آج خاصی ہوئی ہے مزید کیوں کروانی ہے۔۔۔"فارس کی آواز ذرا بلند ہوئی تو بیک وقت دونوں بھائی اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے دروازے سے دور لے گئے۔۔

"شرم نہیں آتی تم لوگوں کو ایسے گھوڑے کے گھوڑے ہو کر ایک شادی شدہ کپل کے کمرے میں رات کے اس پہر تاکا جھانکی کرتے ہوئے ساتھ بچی کو بھی بگاڑ رہے ہو۔۔۔؟" فارس نے سینے پر بازو باندھتے سخت انداز میں باز پرس کیا۔۔

"خدا کو مانیں بھائی! کون شادی شدہ یار۔۔؟ اب ہم اتنے بھی تمیز و اخلاق سے پیدل نہیں کی اک ہیپی لی میرڈ کپل کے روم میں تاکہ جھانکی کریں۔۔۔" برے برے منہ بناتا امروز کچن میں گھسا تو اس کے بیان کی تائید کرتے شہروز نے بھی اس کی تقلید کی۔۔

جبکہ زینیہ وہیں سے خجالت مٹاتی نودو گیارہ ہوئی۔۔

"کیا مطلب ہے تم لوگوں کا۔۔۔؟" دونوں کے یوں ٹھنڈی آہیں خارج کرنے پر فارس کا تجسس بڑھا۔۔

"مطلب۔۔۔۔ چلیں میں آپ کو ذرا آپ کی آمد سے پہلے کی فلیش بیک میں لیکر چلتا ہوں۔۔۔"ڈرامائی انداز میں کہنی ٹیبل پر ٹکا کر ہتھیلی گال سے ٹکاتے اپنے تئیں دونوں فارس کو کچھ دیر پہلے کے منظر میں لے گئے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"یہ محترمہ اپنا میڈیکل اسٹوریہاں کیسے چھوڑ گئی۔؟"ابرار حمید کے روم سے برآمد ہوئے طلحہ نے صوفے پر ڈاکٹر کی تشخیص کردہ میڈیسنز کو بے قدری سے پڑا دیکھ بڑبڑاتے آس پاس نگاہ دوڑائی۔

دالان پورا خالی تھا شائد سب اپنے اپنے کمروں کا رخ کر چکے تھے۔۔

"ذرا سی موچ پر پہاڑ سر پر اٹھا لیا اور اب دوائیوں کا ڈھیر یہاں چھوڑ کر چل دی۔۔حد ہوتی ہے لاپرواہی کی بھی۔۔۔"جھپٹنے کے انداز میں شاپر اٹھا کر وہ

کوفت سے بڑبڑاتا ہوا روم کی طرف بڑھا چونکہ دروازہ نیم وا تھا ذرا دھکے سے کھلتا چلا گیا۔۔۔

سامنے ہی بیڈ پر ملک زادی وائٹ گو تکیہ پر اپنا گلابی نرم گداز پیر رکھے یوں ہراساں نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جیسے موچ نہ آئی ہو بلکہ ہڈی چیخ گئی ہو۔۔اس کی کوفت کچھ اور دوچند ہوئی وہ تیز تیز قدم اٹھاتا بیڈ کی طرف چلا آیا۔۔

"دیکھنے سے درد پر افاقہ نہیں ہونے والا البتہ دوائیوں سے ضرور ہو گا لہٰذا انھیں استعمال کریں۔۔" دوائی کا شاپر اس کے پہلو میں رکھتے وہ رکھائی سے کہتا سائیڈ ٹیبل پر موجود جگ سے پانی گلاس میں انڈیل کر اس کی طرف بڑھایا جسے تھامنے کے بجائے وہ اپنے مخصوص نخوت بھرے انداز میں پیر کو گھورتی رہی۔

"میں آپ کو پہلے بھی باور کرواچکا ہوں فضول میں ہر کسی کی ناز برداریاں اٹھانا میری سرشت میں نہیں ہے۔۔ تھوڑا سا انسانیت کا تقاضہ نبھایا تھا۔۔ لیکن ٹھیک ہے۔۔"اس کے تیکھے سر کشیدہ نقوش پر سلگتی نگاہ ڈال کر زور سے گلاس سائیڈ پر پٹخ کر وہ مڑا۔۔

اس کے درد کا خیال کر کے اس نے ذرا سی اپنی بے مروت طبیعت سے گنجائش نکال کر انسانیت دکھانی چاہی تھی لیکن ملک زادی کے تیور کبھی ملے تھے جواب ملتے۔۔

"ہونہ! ہیومینٹی۔۔پہلے پیر توڑ دو اور پھر ایسے ایروگینٹ اٹیٹیوڈ کو ہیومینٹی کہو۔۔واو!!"وہ دو قدم بھی بیڈ سے دور نہیں ہوا تھا عقب سے نخوت میں ڈوبی طنزیہ آواز گونجی۔۔

"ایکسکیوزمی! محترمہ میں نے آپ کا پیر توڑا۔۔۔؟" بے بانگ دہل الزام تراشی پر وہ اچنبھے سے مڑا۔۔

"تو کیا میں نے اپنا پیر خود توڑ لیا۔۔؟" اس کی شفاف جبین پر ان گنت بل پڑے۔۔

"اور نہیں تو۔۔ میری ناقص یادداشت میں تو محفوظ نہیں کی میں نے رانی صاحبہ کی حضور عرضی ڈالی تھی۔۔۔ جنابہ پڑوسی قصبے کے میلے کو شرف سعادت بخشنے چل دیں یا کوئی گزارش سفاش فرمائش کی ہو اس اونٹ کی سواری کو اپنی نازک پیروں کی زینت بنانے کی۔۔ تمام عاقلانہ فیصلہ لینے سے لیکر عمل آوری تک کا سہرا بلا شرکت غیر آپ کے سر جاتا ہے پھر الزام میرے سر کیوں۔۔؟" ماتھے پر شکنوں کا جال بچھائے وہ بھی بلا رعایت اُلٹ پڑا تھا۔

دادی کے سامنے محترمہ کے بات سنبھالنے پر اسے لگا جنابہ کو عقل آگئی ہے لیکن یہاں سارا ملبہ خود پر آن گرنے پر وہ کیوں چپ شاہ کا روزہ رکھتا۔۔

"تم۔۔ تم نے میری فیوریٹ ہیلز کو اونٹ کی سواری کہا۔۔ ہاو ڈیر یو۔۔ آہ!!۔۔۔" اپنی پسندیدہ سینڈل کی شان میں گستاخی پر وہ درد بھلائے شیرنی کا روپ دھارے حملہ آور ہونے کو اٹھی تھی۔۔

لیکن درد کے حملہ آور ہوتے ہی لڑکھڑا کر بالکل قریب کھڑے طلحہ کے گلے کا ہار بنی۔۔

"بہت خوب! بھلے ان ہیلز کی مہربانی سے ایک آدھ ہڈی چیخ جاتی منظور تھا۔۔ لیکن ناچیز کی ان کی شان میں گستاخی ناقابل برداشت ہے رانی صاحبہ کیلئے۔۔"

وہ بڑبڑایا کے سنبھلنے کی کوشش میں وہ پوری کی پوری ہی آن گری۔۔

"ارے! سنبھل کر۔۔!"

اچانک وارد ہوئی افتاد پر وہ بے طرح بوکھلایا ساتھ بے اختیارانہ اس کی حفاظت کیلئے دونوں بازو اس کی کمر کے گرد حائل ہوئے۔۔

اب صورت حال یہ تھی کی وہ دونوں باہیں طلحہ کی گردن کے گرد مضبوطی سے لپیٹے گلابی پنکھڑیوں کو آپس میں بھینچے سختی سے آنکھیں میچ کر درد کی شدت برداشت کر رہی تھی۔۔

اور اس کے باب کٹ ریشم سی زلفیں تھانیدار کی چہرے اور گردن پر بکھری اسے مدہوش کر رہے تھے۔۔

نگاہِ اُلفت، مزاجِ برہم

یہ سلسلہ بھی عجیب تر ہے

ہزاروں شکوے، ہزاروں جھگڑے

وہ شخص پھر بھی قریب تر ہے!

صندل گداز سراپا، معطر زلف عنبرین نے قربت کی ان خوابدیدہ لمحوں میں تھانیدار کو بے طرح جکڑا تھا جیسے دم ورد سا اثر ہوا ہو ساعتوں میں۔

اس کی فسوں خیز خوشبو سے سانسوں میں برپا طلاتم دھڑکنوں میں اٹھے انوکھے شور پر وہ مضبوط اعصابی قوت کا مالک شخص کئی ساعت سحر زدہ بے حس و حرکت تکتا رہ گیا۔۔۔۔

دھڑکنوں کی بدلی لے کی حامی فضا بھی طلسمی چولا اوڑھ کر الوہی الف لیلوی داستان گنگنانے لگی جس میں دونوں فریق دم بخود سے اپنی اپنی ذات میں حیران و ہراساں ششدر تھے۔

"جوش جتنا بھی عود آئے انسان کو ہوش نہیں کھونا چاہئے۔۔۔" بوجھل اعصاب کو یکجا کر اس طلسمی حصار کو نرمی سے توڑتے ہوئے طلحہ نے اسے خود سے جدا کر کے کسی نازک کانچ کی گڑیا کی طرح احتیاط سے بیڈ پر بٹھایا تھا۔۔

"وو۔۔وہاٹ آر یو ڈوئینگ۔۔۔" وہ اس کا پیر اٹھا کر تکیہ پر رکھنے جھکا تو گم سم آبرو بے طرح سٹپٹائی۔۔

"پیر اُپر رکھ لیں۔۔" اس کے یوں بدکنے پر وہ خجل سا ہوتا ذرا پیچھے ہٹ گیا تھا۔۔

کمرے کی کچھ ساعت پہلے کی فضا اب اچانک ہی دونوں کیلئے از حد پر تکلف ہو گئی تھی جہاں کچھ دیر قبل تک دونوں دو بدو تھے اب ایک دوجے سے نگاہ چرا رہے تھے۔۔

"آپ دوائی لے لیں درد میں جلد افاقہ ہو گا۔۔" براہ راست اس کی سمت دیکھنے سے گریزاں وہ واپس اس کی سمت گلاس بڑھا رہا تھا۔۔

"اونمنٹ!!"

"جی۔۔؟"

"یہ اونمنٹ اپلائی کرنا ہے اینکل پر۔۔" خشک لبوں کو تر کرتے دھیمے لہجے میں اس نے ٹخنے کی طرف اشارہ کیا۔۔

"اہ!! آپ نے بینڈیج کیوں اتارا۔۔۔؟" گلاس واپس جگہ پر رکھتے طلحہ نے سائیڈ پر پڑی سفید پٹی کو دیکھا۔۔

"تو اؤنمنٹ بینڈیج کے اُپر اپلائی کرنا تھا۔۔۔؟" تیوریاں چڑھا کر اس نے اس لمبے چوڑے ماحول و حواس پر چھا رہے شخص کو دیکھا۔

جس نے اس جیسی بولڈ لڑکی کو اپنی لمحاتی قربت سے ٹھیک ٹھاک نروس کر دیا تھا۔ جس پر وہ دل ہی دل کلس رہی تھی۔۔

وہ جس ماحول کی پروردہ تھی وہاں جنس مخالفت سے میل جول کوئی ایسی معیوب بات نہ تھی ہاں! وہ اپنی مغرورانہ مزاج کے باعث فاصلہ رکھتی تھی لیکن ایسی حالت تو کبھی نہ ہوئی دل و دماغ کی۔۔۔

"جی نہیں! اب دوائیوں میں ایسی بھی تاثیرِ مسیحائی نہیں کی خوشبو سے ہی علاج ہو جائے۔۔بس! دماغ کو حاضر رکھ کر ڈاکٹر کی ہدایت سن لیتیں تو معلوم ہوتا آپ کو یہ بینڈ تیج کل شام اُتروا کر پھر یہ مرہم لگانا ہے۔۔۔" ایبر واچکا کر محترمہ کے تیکھے چتونوں کا جائزہ لیتا ساری کیفیات جھٹک کر وہ اپنی طنزیہ صلاحیت بروئے کار لانے سے باز نہ رہ سکا۔

"تمہیں ہمیشہ میرے دماغ پر ہی کیوں ٹاؤنٹ کرنا ہوتا ہے۔۔؟" وہ اپنی محسوسات سے خائف چڑ گئی۔۔

"کیونکہ آپ ہر معاملہ میں اپنی ذہانت کو خواہ زحمت دے دیا کرتی ہیں۔۔۔" وہ پیشانی مسلتا کوفت سے بڑبڑایا۔

چند ساعت پہلے جو دھڑکنوں نے لے بدلی تھی اعصاب بوجھل ہوئے تھے محترمہ نے ان ساری سحر انگیز کیفیت پر اوس گرا کر واپس تھانیدار کا مزاج ٹھنڈا ٹھار کر دیا تھا۔۔

وہ پیشانی مسلتا ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

عشاء کے قریب ہی ڈاکٹر صاحب کو طلحہ نے آبرو سے زیادہ اس کے درد کے خیال سے ہلکان ہو رہے ابرار حمید کو دیکھ ارجنٹ نوٹس پر بلایا تھا۔اب اگر دوبارہ ملک زادی نے واویلا مچادیا تو دوبارہ ابرار حمید کے ہاتھ پیر پھول جانے

تھے اسے آبرو سے زیادہ اپنے ابا کی فکر ہو رہی تھی جو اس لڑکی کی ذرا سی 'آہ' پر بھی ہراساں ہو جاتے تھے نجانے انھیں ملک خاندان سے کیسی عقیدت تھی۔۔

"آہ!!!"

"اللہ کی بندی کیا کر رہی ہیں آپ۔۔۔؟" اپنی سوچوں میں غلطاں اس کی آہ پر متوجہ ہوا تو اسے چہرے پر درد کے آثار لیے پٹی لپیٹتا دیکھ جھلایا۔۔

"نظر نہیں آرہا تمہیں۔۔۔؟" وہ کاٹ کھانے کو دوڑی۔۔

"نظر آرہا ہے تبھی پوچھ رہا ہوں آپ کے امریکہ میں کامن سینس کا کوئی ڈپلومہ نہیں تھا۔۔۔؟" وہ بھی متذبذب سا بیزاریت سے ہی پوچھ رہا تھا۔

اب تو وہ دوائی لوٹانے آکر ہی پچھتا رہا تھا لمحاتی انسانیت گلے ہی پڑ گئی تھی۔۔

"تمہاری ٹریننگ میں ہیومن بینگ کو ایز آ ہیومن ٹریٹ کرنے کا کوئی کورس نہیں تھا۔۔؟" وہ بھی تکلیف سے سرخ پڑ رہے چہرے سنگ دو بدو بولی۔

"زبان چلوالو بس رانی صاحبہ سے۔۔" وہ گھور کر بڑبڑایا۔

"تو تم ہاتھ چلالو۔۔۔" جوابی کارروائی میں وہ کیا کم تھی۔

"میں صرف ہڈیاں توڑنا جانتا ہوں ہڈیوں کو جوڑنے میں میرا کوئی تجربہ نہیں ہے۔۔۔" وہ اپنی نااہلی بھی پورے شان سے بیان کر رہا تھا آبرو اس کے جاذب تنے نقوش چند ثانیہ تک تیکھی نظروں سے گھورتی رہی پھر نچلا لب سختی سے دانتوں تلے دبا کر جیسے تیسے پٹی کو پیر میں لپیٹ ڈالا۔۔

طلحہ ایک سرد سانس فضا کی سپرد کرتا دروازے کی سمت بڑھا۔۔

"ایکسکیوشنر!!"

"کیا کہا۔۔۔؟" عقب سے اُبھری آواز پر اس کہ قدم بے اختیار انہ تھمے۔۔

"جلاد کہا اپنی پروبلم۔۔" وہ ناک سکوڑ کر دیدہ دلیری سے بولی۔۔

تو وہ نفی میں سر ہلاتا مڑ گیا۔۔

"ہونہ! ہارٹ سٹون۔۔" اس کے یوں ہی نکل جانے پر وہ کچھ اور سیخ پا ہوتی پانی کا گلاس لبوں سے لگا کر ایک سانس میں ختم کر گئی۔۔۔

محبت ہی میں ملتے ہیں شکایت کہ مزے پیہم

محبت جتنی بڑھتی ہے، شکایت ہوتی جاتی ہے!

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"جرنلسٹ صاحب!! فلیش بیک سے باہر آجائیں سین مکمل ہو چکا ہے۔۔" فارس کو ششدر دیکھ دونوں نے دونوں جانب سے شرارتی انداز میں اس کے شانوں پر بازو پھیلائے۔

"افففف!! یار میں نے کیا کیا سوچ لیا تھا۔۔اور یہاں۔۔۔"

"بلند پہاڑ کھودنے پر مرا ہوا چوہا بھی نہیں نکلا۔۔" شہروز نے جملہ اچکا۔

"کیونکہ تھانیدار کی سلطنت میں چوہے کو تک مرنے کی اجازت نہیں کجا وہ کسی نازک اندام حسینہ کی ناگن زلفوں کا پھندا بنا کر مریں۔۔ چچ! چچ!!۔۔" بقیہ جملہ امروز نے نہایت تاسف سے مکمل کیا تھا۔۔

"نہیں! اب تمہارے خشک مزاج بھائی سے ایسی ہائی ایکسپیکٹیشنز بھی نہیں تھی میری کی پہلی نگاہ میں ہی کلین بولڈ ہو جائے گا وہ۔ لیکن ایسی لو ایکسپیکٹیشنز بھی نہیں تھی۔۔ بلکہ آج میں یہاں آیا ہی پروگریس معلوم کرنے تھا۔۔۔" فارس کا ملال کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔۔

"ہمم!! کیا کر سکتے ہیں ایک تو صاحب بہادر گھر ٹکتے نہیں دوسرا ٹک جائیں تو دونوں ایک دوسرے سے یوں گریزاں مجتنب گھومتے ہیں گویا ایک

دوسرے کو دیکھنا گناہ عظیم ہو اور قسمت مہربان ہو جائے تو یوں دو بدو آ جاتے ہیں کی بس محفل باغ باغ ہو جاتی ہے۔۔۔۔"

امروز نے دل جوئی کرنے کے انداز اس کی پشت سہلائی۔۔

"ہاں! اب یہ کوئی فخر کی بات تو نہیں کی ایک عدد منکوحہ گھر میں رکھ کر بندہ محبت کے پیچیں تک نہ لڑائیں۔۔۔"فارس خائف تھا۔۔

"محبت! رہنے دیں جرنلسٹ صاحب!۔۔"شہروز سرد آہ خارج کرتا ڈرامائی انداز میں کھڑا ہوا۔۔

"محبت ہمارے تھانیدار کیلئے چیاؤں پیاؤں چینی زبان ہے۔جو نہ 'ور بل' ان کی سمجھ آتی ہے نہ 'ریٹرن' میں پلے پڑے گی۔اور پھر ملک خاندان فلحال 'ملک زادی' سے تو انھیں خدا واسطہ کا بیر ہے۔۔سو ان سے محبت کے پیچیں

تو نہیں البتہ دماغ کی چولیں ضرور ہلا سکتے ہیں ایک دوسرے کی۔۔۔"امروز نے حسب عادت بنا لگی پٹی کے تجزیہ کیا تھا۔۔

"شرم کرو بڑا بھائی ہے تمہارا۔۔۔"فارس نے اپنی جگہ سے اٹھتے آنکھیں دکھائی۔۔

"لے!!تو بڑی بھابی بھی تو ہمیں چاہیئے جو بڑے بھائی بننے ہی نہیں دے رہے۔۔نہیں ہم معصوم لوگوں کے بھی کچھ ارمان شرمان ہیں۔۔۔"امروز کی دہائی شروع ہوئی تو فارس فوراً سے پیشتر فریم سے غائب ہوا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رات وہ امروز شہروز کے ساتھ سویا تھا اور رات بھر دونوں یاجوج ماجوج کی بلند بانگ خراٹوں اور کشتی بازی نے نہ صرف اس کی نیند کا بیڑا غرق کیا تھا بلکہ اس کی اچھی خاصی مرمت بھی کر ڈالی تھی۔

رات اللہ اللہ کر کے کٹی اور فجر کی اذان کے ساتھ ابرار حمید کی آواز جیسے ہی باہر سے بلند ہوئی وہ فوراً کلمہ شکر پڑھتا اس ٹارچر سیل سے باہر نکلا تھا۔

"برخوردار! نمازِ فجر ادا کر کے میرے بستر پر سو جاؤ۔۔" اس کی گلال آنکھیں دیکھ کر وہ مبہم انداز میں بولے۔۔اپنے دونوں سپوتوں کی سونے کی ڈھنگ رنگ سے جو واقف تھے۔۔

"نہیں! انکل میں ٹھیک ہوں آپ کو مسئلہ ہو گا۔۔۔"

"ارے! بیٹا میری نیند مکمل ہو چکی ہے۔۔اب نماز کے بعد مجلس میں بیٹھوں گا پھر چہل قدمی پھر تھوڑی تلاوت تم آرام سے سو جاؤ۔۔میں جانتا ہوں ان دو ریسلیرز کی نیند کو تبھی میں چاہتا تھا تم میرے روم میں سو جاؤ لیکن طلحہ نے کہا کی۔۔خیر آرام سے سو جاؤ۔۔۔" نفی میں سر ہلاتے وہ مشفق انداز میں مسکرائے تو وہ دل ہی دل ان کا شکر ادا کرتا بکھرے بالوں میں ہاتھ پھیرتا

چھپاک سے ان کے روم میں غائب ہوا دروازہ بھیڑنے سے قبل وائٹ کرتا شلوار میں ملبوس آستین موڑتے ہوئے ابرار حمید کی طرف بڑھ رہے طلحہ کو خشمگین نظروں سے گھورنا وہ بالکل نہیں بھولا تھا۔۔

نرم گرم بستر اور پر سکون ماحول ملتے ہی نیند پوری طرح غالب آئی تھی اور فجر کی نماز ادا کرنے کا خیال ذہن سے غائب ہوا تھا۔۔

دوبارہ اس کی آنکھ مدھم نسوانی آواز سے کھلی تھی زینیہ کا سوچ کر اس نے مندی مندی آنکھیں کھولی تو کھڑکی کے قریب تخت پر قرآن اور رحل لیئے بیٹھے ابرار حمید سے سرگوشی میں محو کلام دھانی دوپٹے کے ہالہ میں دمکتے گندمی نقوش کو دیکھ حجم سے خمار آلود آنکھیں باہر کو اُبلیں۔

نیند سے بوجھل اعصاب سیکنڈ میں چست ہوئے ساتھ نگاہوں کا ارتکاز نرم نقوش پر ٹھہرا انگ انگ سماعتی آلہ بنا۔۔

"ماموا! آپ تو اماں کو جانتے ہیں ناں! انھیں جیسے ہی معلوم ہوا گھر مہمان ہیں وہ فجر سے ہی کچن میں جا گھسی، بس جو ہاتھ آیا بنا کر بھیج دیا ہے اس ڈر سے کی کہیں بھائی جان نہ رسوئی میں گھس جائیں۔اور پائے کیلئے صبح ہی صبح ٹیپو کو چوک پر دورایا ہے دوپہر تک خود لیکر آئیں گی بھابی کو دیکھنے۔۔۔" متبسم لبوں سنگ وہ ہنوز سرگوشی میں ابرار حمید کو بتا رہی تھی۔۔

"ندرت بہن بھی ناں۔۔خواہ مخواہ زحمت کی۔" ابرار حمید نے نفی میں سر ہلایا۔

"زحمت کیسی ماموا! میں آپ کیلئے گرم گرم پھلکے ڈالتی ہوں آجائیں آپ۔۔"

"نہیں! بیٹا ضرورت نہیں اس کی میں جلدی ملک مینشن کیلئے نکلنے لگا ہوں۔۔بس اگر تم ادھر رہو تو مہمان کے اٹھنے پر ناشتہ گرم کر دینا لڑکوں سے تو مجھے امید ہے نہیں اور طلحہ بھی شائد میرے ساتھ ہی نکلے گا۔۔۔"

"مجھے تو رقیہ دادی نے بلایا ہے میں ایسا کرتی ہوں نجمہ کو بھیج دوں گی۔۔"کل کی خجالت یاد کر اس نے فوراً عذر تراشا۔۔

"انکل! میں جاگ چکا ہوں ناشتہ کر کے آپ کے ساتھ ہی نکلوں گا۔۔۔"بنا سوچے سمجھے فارس کفن پھاڑ کر اٹھا تو اس کی موجودگی سے یکسر انجان نغمہ پہلے ہڑبڑائی پھر اپنی لاپرواہی پر خفیف سی ہو کر سر جھکا گئی۔۔

"بیٹا! آپ تھوڑی دیر اور آرام کر کے اطمینان سے نکلتے رات لڑکوں کے ساتھ نیند تو ہوئی نہیں ہو گی۔۔۔"ابرار حمید بولے۔

سر جھکائے خفت زدہ سی کھڑی نغمہ لب کچلنے لگی۔۔

وہ اس قدر کل سے اس اجنبی کے سامنے یوں سر جھاڑ منہ پہاڑ آنے پر خفت زدہ تھی کی صبح یہاں آنے کو تک تیار نہیں تھی وہ تو نجمہ اٹھی نہیں ٹیپو تھا نہیں تو ناشتہ اٹھا کر اسے مجبوراً آنا پڑا۔

لیکن جلد فرار کی فراق میں پر تولتی ندرت بیگم کی ہدایت کے مطابق ابرار حمید کو پھلکوں کا پوچھنے ان کے روم میں گھس کر مزید اس اجنبی کے مقابل شرمندہ ہو گئی نجانے کیا سوچ رہا ہو گا وہ بندہ۔۔

وہ اپنے ہی تانے بانے بننے میں غلطاں تھی۔۔

"انکل! آلو کے پراٹھوں کی اشتہار انگیز خوشبو، ساتھ خوشبودار پودینہ کی چٹنی، ہینڈ میڈ اچار اور لسّی۔۔ہائے!! کوئی احمق ہی ہو گا جو صبح ہی صبح ہاتھ آئے فل آن دیسی ناشتہ پر نیند کو ترجیح دیگا اور میں تو کھانے پینے کے معاملے میں بالکل بھی احمق نہیں ہوں۔۔۔"ندیدوں کی طرح چٹخارے لے لے کر

ناشتہ کی شان میں رطب السان شخص کی نگاہیں نجانے کیوں نغمہ کو لگا اسی سے مخاطب تھی وہ اندر ہی اندر تذبذب کا شکار ہوئی۔۔

"ماموں پھر میں ناشتہ لگاتی ہوں آپ لوگ آجائیں۔۔۔" وہ دھیمے سروں پر ابرار حمید کو مخاطب کر بنا ان کا جواب سنے تیزی سے کمرے سے نکلی تھی۔۔

لیکن دو تپش زدہ نگاہوں کی دور تک اپنے پشت پر ارتکاز محسوس کر کچن میں گھسنے تک اس کی دھڑکنیں دھول کی طرح بجنے لگی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"بھابی! نہیں آئیں ناشتہ پر۔۔۔؟" بے تکلفی سے ناشتہ کے ساتھ بھرپور انصاف کرتے سوال وہ ابرار سے کر رہا تھا نگاہ طلحہ سے مستفسر تھی۔۔

"بچی کے پیر میں درد ہے اچھا ہے آرام کرے وہ۔۔جب نیند کھلے گی کھالے گی ویسے بھی وہ یہ سب کہاں کھا پاتی ہے۔۔"آبرو کے ذکر پر ہمیشہ کی طرف ابرار حمید کا لہجہ شہد آمیز تھا۔

جس پر سر کو خفیف جنبش دیتے طلحہ لسی کا گلاس لبوں سے لگا گیا۔۔

"امروز شہروز بھئی تم لوگ بھی آجاؤ اب کمپنی ہی دے دو مجھے۔۔۔"طلحہ کا چھوڑا ہوا لسی کا گلاس اٹھاتے اس نے باہر صفائی پر معمور امروز شہروز کو ہانک لگائی۔۔

"آرہے ہیں بھائی تھوڑا سا بچا ہے۔۔"دونوں نے مصروف سے انداز میں جواباً ہانک لگائی۔۔

"کتنا ظلم کرتے ہو یار تھانیدار۔۔؟ تھانے میں آفیسرز پر، سیل میں مجرموں پر، گھر میں ان دو معصوموں پر۔۔اللہ اللہ 'جلاد' والی فیلنگ دینے لگے ہو تم

تو۔۔"خالی گلاس ٹیبل پر رکھتے مصنوعی تاسف سے قصداً لفظ 'جلاد' کا استعمال کیا گیا جس پر طلحہ نے ذرا چونک کر اسے دیکھا۔۔

"جتنا ٹھونسنا ہے جلدی سے ٹھونسو اور چلو قبل اس کے کی اس جلاد کا جلاد پن عود آئے۔۔"آخری نوالا منہ میں ڈالتے وہ دانت پیس کر بولا۔

"بنا کمپنی کے کیسے ٹھونسوں تم تو اپنے بلینڈر مشین میں دو پراٹھے پیس چکے۔۔"وہ نروٹھے پن سے بولا۔

جس پر پاس ہی کوفت سے اس کی مستقل بک بک سنتی ابرار حمید کیلئے چائے بنا رہی نغمہ کا حیرت کی زیادتی سے منہ ہی کھل گیا تھا۔

محترم قریب چار پراٹھے ڈھائی گلاس لسّی نہایت غیر محسوس انداز میں ہضم کر چکے تھے مزید انھیں کس چیز میں کمپنی چاہیئے تھی مطلب بندے کا پیٹ تھا یا کھیت۔۔

وہ سر جھٹکتی اُبلتے پانی میں چائے پتی ڈالنے لگی جبکہ طلحہ مزید دو پراٹھے اس ندیدے انسان کی پلیٹ میں اتار کر باہر کام میں ڈنڈی مار رہے یا جوج ماجوج کی جوڑی کو ڈنڈا مارنے چل دیا۔۔

"سنیں نغمہ!!"

"جج۔۔جی۔۔۔؟"اُبلتے قہوے میں دودھ ڈال رہی نغمہ یوں بے تکلفی سے نام پکارے جانے پر ہڑ بڑا کر مڑی۔۔

"کیا میری آواز بہت ڈراؤنی ہے۔۔۔؟"

"ہہ۔۔ہاں۔۔ مم۔۔میرا مطلب ہے نہیں۔۔۔"اس کے یوں براہ راست مخاطب ہونے پر نغمہ کی ہوائیاں اُڑی۔۔۔

"مطلب سریلی ہے اسی لیئے آپ نے سنتے ہی دودھ کی ندی بہا دی۔۔"پر لطف انداز میں فرش کی جانب اشارہ کر وہ بولا تو سراسیمہ نغمہ کی

نگاہ بے ساختہ نیچے پڑی جہاں دودھ واقعی اس کے پیروں کو دھو کر بہ رہا تھا کیونکہ پورا گلاس وہ بدحواسی میں الٹ چکی تھی۔۔

"ستیاناس ہو نغمہ تیرا یہ کیا کر دیا تو نے۔۔۔" ماتھے پر ہاتھ مارتی خبط الحواس سی وہ نیچے جھکی۔۔

"ارے! ارے! کیا کر رہی ہیں۔؟ دودھ جذب ہوتا ہے سمٹے گا نہیں۔۔۔" اسے بوکھاہٹ میں دودھ سمیٹنے کی کوشش کرتا دیکھ فارس کا فلک شگاف قہقہ پڑا جس پر وہ کچھ اور بوکھلاہٹ کا شکار ہوتی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"ریلیکس! جسٹ ریلیکس! مجھے لگتا ہے یہ ساری افراتفری میری وجہ سے مچی ہے سو میں جاتا ہوں۔۔" دونوں ہاتھ کھڑے کرتا وہ بولا تو نغمہ زور زور سے سر ہلا کر اس کی تصدیق کرتی پھر خجل ہو کر رخ موڑ کر لمبی لمبی سانس بھرنے لگی جب پشت سے پھر اس کی بھاری آواز گونجی۔۔

"ویسے میں کہ رہا تھا میری چائے ذرا سٹرانگ بنائے گا۔۔"پراٹھا رول کر کے بے تکلفی سے فرمائش کرتا وہ دروازے کی سمت بڑھ گیا۔۔

"تین گلاس لسّی کے بعد چائے کون پیتا ہے۔۔۔؟"فریج سے دودھ نکالتی وہ خود کلامی کے انداز میں بولی۔۔

"تین نہیں ڈھائی!!"

"جج۔۔۔جی۔۔۔"ایک بار پھر اس کے ہاتھ سے دودھ پھسلتے پھسلتے بچا تھا۔۔

"میں نے کہا تین نہیں ڈھائی گلاس لسّی۔۔"اچار کی کٹوری جو غالباً وہ بھول گیا تھا اٹھاتا وہ حظ اٹھاتے انداز میں بولا تو نغمہ کی حالت شرم سے ڈوب مرنے کی ہو گئی۔۔

"دراصل تھانیدار کی سلطنت میں ایک بار بستر کو خیر آباد کہ دینے کے بعد دوبارہ نیند کی جھپکی لینے کا خیال بھی جرم ہے سو پورا راستہ مجھے بک بک کرتے ہوئے جانا ہے سو آنکھوں کا کھلا رہنا ضروری ہے۔۔۔۔"خجالت سے سرخ چہرہ جھکی پلکیں مشک ستم لب۔۔

ایک گہری پر شوق نگاہ اس کے سراپے پر ڈال کر وہ تو نکل گیا پیچھے نغمہ خود کو ایک ہی شخص کے سامنے تسلسل سے حماقتوں پر حماقت کرنے پر کوستی چائے کی طرف متوجہ ہوئی جو اسی کی طرح جل رہی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

شام کے قریب امروز ڈاکٹر صاحب کو پٹی بدلوانے لیکر آیا تو ہمراہ ایک بڑا سا ٹوکرا بھی تھا جسے دیکھ کر سبھی کی خوشی دیدنی تھی۔

جیسے تیسے ڈاکٹر صاحب کی موجودگی کالحاظ کر سب نے خود پر جبر کیااور ابھی معائنہ کر کے چند ایک ضروری ہدایات کے بعد ڈاکٹر صاحب نے شہروز کے ہمراہ صحیح سے دہلیز بھی عبور نہیں کیا کی سب اس پر اسرار ٹوکرے پر ٹوٹ پڑے۔۔

رنگ برنگی کانچ کی ڈھیروں ڈھیر چوڑیاں جسے دیکھ نجمہ اور زینیہ کا چہرہ چار سو چالیس وولٹ کے بلب کی طرح روشن ہو گیا تھا۔

دو تین اقسام کی میٹھائیاں جس پر شہروز امروز اور ٹیپو ٹوٹ پڑے تھے۔

سبز، زرد، گلابی اور سرخ رنگ کے آئینوں کے کام والے چندری کے دوپٹہ جس کی نفاست بتا رہی تھی وہ کسی ماہر دستکار کی انتھک محنت کا نتیجہ ہے۔۔۔

پراسرار ٹوکرے کے اندر سے برآمد ہوئی یہ بالکل انوکھی اور قطعی غیر متوقع چیزیں اور ان سب کا ردعمل دیکھ شدید استعجاب کا شکار آبرو کے لب نیم وا ں ہی رہ گئے تھے۔

اتنی معمولی چیزوں پر وہ لوگ پرجوش یوں ہو رہے تھے گویا ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔ عجیب ہی لوگ تھے اتنی معمولی چیزوں میں خوشیاں ڈھونڈ کر مسرور ہو جاتے تھے۔۔

"آبرو جی! آپ بتائیں آپ کو کونسی رنگ کی چوڑیاں چاہیئے۔۔؟"

"ویسے آپ کی کلائی میں تو ہر رنگ ہی غضب ڈھائے گا۔۔"

"ویسے آپ کا سائز کیا ہے۔۔؟"

"تمہارا ہی سائز ہو گا اتنی نازک سی تو ہیں یہ بقول رقیہ دادی کے دھان پان سی۔۔ہاہاہا۔۔۔"

"اچھا یہ پہن کر دیکھیں ذرا۔۔۔"

"ہولڈ آن گرلز! پلیز ہولڈ آن!۔۔۔"

ان سب کی اکسائیٹمنٹ پر وہ بحر حیرت میں غوطہ ذہن تھی جب زینیہ اور نجمہ اس کی قریب آتی نان اسٹاپ شروع ہوئی تو آخر میں اسے ہاتھ اٹھا کر انھیں روکنا پڑا۔۔

"ریلیکس گرلز! ای ڈونٹ تھینک یہ اتنی اسپیشل چیزیں ہے کی آپ لوگ کنٹرول ہی لوز کر دیں اپنا۔۔"

"کیا بات کر رہی ہیں آبرو جی؟ یہ لڑکیاں ان چیزوں کیلئے دنیا چھوڑ سکتی ہیں کنٹرول لوز کرنا کونسی بڑی بات ہے۔۔" بڑا سا مٹھائی کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے امروز نے حصہ ڈالا۔

"رئیلی۔۔۔؟" تصدیق آمیز نظروں سے آبرو نے ان دونوں کو دیکھا۔

"اب بھی آپ کو شک ہے۔۔؟" امروز نے جتاتی نظر دونوں پر ڈالی۔۔

"تم اپنا منہ بند کرو اور ساری مٹھائیاں ٹھونسنے کی ضرورت نہیں ہے اور بھی لوگ ہیں گھر میں۔۔" نجمہ چمک کر جواب دیتی آبرو کے پہلو میں بیٹھی۔۔

"آپ بتائیں آبرو جی! آپ کو کونسا رنگ پسند آرہا ہے۔۔ بلکہ میں ایسا کرتی ہوں آپ کو سارے رنگ ملا کر ایک خوبصورت جوڑا بنا دیتی ہوں قسم کمال لگے گا آپ کے شہروں میں فیشن بھی تو ایسا ہی ہوتا ہے۔۔۔" ٹوکرا گود میں رکھ کر تمتماتے نقوش سنگ نجمہ تجویز کم پیش کش کر رہی تھی۔۔

"نو تھینکس!! میں یہ سب نہیں پہنتی۔۔۔" وہ پہلو تہی کرتی اٹھنے لگی۔۔

"ارے! نہیں پہنتی تو پہننے کی عادت ڈال لیں تھانیدارنی صاحبہ! آخر آپ کے تھانیدار نے اپنے قیمتی وقت میں سے وقت نکال کر سوغات بھیجا ہے۔۔" نجمہ کندھا مار کر ذومعنویت سے آنکھیں نچا کر بولی۔۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" آبرو کی دھڑکنیں عجیب انداز میں بے ترتیب ہوئی۔۔

ہائے! کون نہ مر جائے اس ادا بے نیازی پر۔۔۔" آبرو کے چونکنے کو اداکاری سے ماخوز کرتی نجمہ کچھ اور شریر ہوئی۔۔

"نجمہ! لٹرلی مجھے نہیں پتا سوغات اینڈ آل دیز تھینگز۔۔"

"ہائے یہ تو وہی بات ہو گئی جانے تو جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے۔۔ چچ! چچ!۔۔" ٹوکرا آبرو کی گود میں رکھ کر وہ مصنوعی تاسف سے تالی بجاتی کھڑی ہوئی۔

"ہائے! بڑے ہی افسوس کی بات ہے آبرو جی!! ادھر ہمارے ڈی ایس پی صاحب نے اپنے بزی شیڈول سے وقت نکال کر اپنی کل کی گستاخی کی ازالہ کے طور پر رنگ برنگی کانچ کی چوڑیاں اور مشہور دستکاروں کی عمدہ شاہکار دوپٹے بھیجتے ہیں اور ادھر زوجہ ڈی ایس پی فرماتی ہیں کی انھیں خبر ہی نہیں

سوغات کیا ہوتی ہے۔۔۔صدقے جائیں ہم اس ظالماناں ناراضگی پر۔۔۔"ماتھے پر الٹا ہاتھ رکھ کر وہ فل آن مینا کماری کے کردار میں گھسی تھی۔۔

"خیر! یہ آپ کا اور آپ کے سر تاج کا نہایت ہی ذاتی معاملہ ہے۔ہم تو بس پرسنلی آپ کا شکریہ ادا کریں گے آپ کے صدقے طفیل یہ نایاب تحائف ہمارا نصیب بنے۔۔"ہونق آبرو کو سمجھنے کا موقع دئے بغیر عاجزانہ وہ آبرو کہے مقابل چینی انداز میں جھکی۔۔

"باخدا اتنی واہیات ایکٹنگ سکلز کے ساتھ تم ڈیلی سوپ میں ماسی کے کردار کی آڈیشن راؤنڈ کیلئے بھی کوالیفائیڈ نہیں ہو گی۔۔۔"امروز نے حسب عادت کمنٹ پاس کیا۔۔

"اپنا منہ بند رکھو جیسے تمہیں تو شہزادِ گلفام کے کردار کیلئے گھر پر آ کر سائن کریں گے لوگ آسکر کے ساتھ۔۔ہونہ!!"بھڑک کر جواب دیتی وہ واپس دھپ سے آبرو کے پہلو میں گری۔۔

"تو اب بتائیں آپ کونسے رنگ کا دوپٹہ لیں گی تاکہ باقی سب پر ہم ٹوٹ پڑیں۔۔۔"

"کوئی بھی نہیں۔۔۔"ٹوکرا اس کی گود میں منتقل کرتی وہ ہاتھ جھاڑ گئی۔۔

"ارے!اب ایسی بھی ظالم نندیں نہیں ہم جو بھابی کا حق دبا جائیں وہ بھی اکلوتی بھابی کا۔۔"وہ چاروں دوپٹہ اچک کر واپس آبرو کی گود میں رکھ گئی۔۔

"نجمہ!مجھے واقعی ان سب چیزوں میں انٹرسٹ نہیں ہے سو پلیز۔۔"اس کا لہجہ تھوڑا جھلا سا گیا۔

طلحہ کے نام کی چھیڑ چھاڑ اندر عجیب انتشار برپا کر رہی تھی۔۔

"اوکے ! آپ چونکہ دلہن ہیں آپ سرخ والا لے لیں، زینیہ گلابی لے لے گی میں سبز اور نغمہ زرد رکھ لے گی۔۔ واہ ! میں ذرا اوڑھ کر دیکھ لوں اپنا والا۔۔۔" وہ اپنی ہی کہتی ایک ایک دوپٹہ دونوں کی گود میں ڈال کر اپنا والا اٹھا کر نجمہ کی روم کی طرف بڑھی۔۔

"آبرو جی۔۔۔!"

"ہمم!!"

گود میں دھرے سرخ دوپٹہ کو عجیب نظروں دیکھ رہی آبرو نرم پکار پر چونک کر زینیہ کی طرف متوجہ ہوئی جس کے چہرے پر ہمیشہ کی طرح معصومیت و لجاجت کا امتزاج تھا۔۔

"آپ پلیز نجمہ اپیا کی چھیڑ چھاڑ کا برا نہیں منائیں۔۔ دراصل وہ آپ کے اور بھائی جان کے رشتہ کی حقائق سے واقف نہیں اسی لیۓ بول جاتی ہیں

۔۔دراصل یہاں نند بھابی کے درمیان ہنسی مذاق عام سی بات ہے۔آپ کو پسند نہیں آیا ہو تو میں ان کی جانب سے معذرت چاہتی ہوں۔۔۔" وہ معذرت خواہاں انداز میں بولی۔۔

"فار گیٹ ایٹ ! اچھا یہ بتاؤ ان چوڑیوں اور دوپٹہ میں کیا خاص بات ہے۔۔؟" بات ٹالنے کیلئے وہ خواہ مخواہ ہی پوچھ بیٹھی۔

اور اس کی خواہ مخواہ دلچسپی ظاہر کرنے پر بھی زینیہ مسرور ہو گئی تھی۔۔

"دراصل یہ میلا سال میں ایک ہی مرتبہ سجتا ہے۔اس کی خاصیت یہ ہے کی اس میں دور دور سے بالخصوص دستکار لوگ شرکت کرتے ہیں، ہر شہر کی خاص چیز اس میلے میں ملے گی آپ کو۔۔اور اس میلے کی شان ہے یہ تین چیزیں ہیں چوڑیاں، ہاتھ سے رنگے چندری کے دوپٹہ اور یہ مٹھائیاں۔۔کانچ

کی چوڑیوں کی خاصیت یہ ہے کی یہ بہت باریک اور کھنکدار ہوتی ہیں جو ہر جگہ نہیں ملتی۔۔

دوپٹے کی خوبی یہ کی یہ کپڑا پھٹ سکتا ہے لیکن اس کا رنگ اور ورک خراب نہیں ہوں گے۔۔اور رہی مٹھائی وہ آپ چکھ کر سمجھ جائیں گی۔۔مجھے تو حیرت ہے میلے کے آخری دن بھائی جان کو یہ ساری چیزیں ملی کیسے۔۔؟کل ہم لوگ جتنا گھومے جس جس سے پوچھا سب نے کہا کی دستکار لوگ روانہ ہو چکے ہیں۔۔ لیکن میرے بھائی جان تو گریٹ ہیں وہ کچھ بھی ممکن کر سکتے ہیں۔"آخر میں اس کے لہجے میں بیک وقت حیرت و تبسم کے ساتھ اپنے بھائی کیلئے فخر نمایاں تھا۔۔

"میں مانتی ہوں بھائی جان تھوڑا غصہ کر جاتے ہیں جو کے ہمارے بھلے کیلئے ہی ہوتا ہے لیکن ہم سے پیار بھی بہت کرتے ہیں ہماری کوئی خواہش کو ادھوری نہیں رہنے دیتے وہ۔۔ کل وہ جانتے تھے کی ہم میلے میں یہی سب

لینے گئے تھے اس لیئے کل ڈانٹ پلائی اور آج ہمیں جو چاہیئے وہ بھیج بھی دیا۔۔"آبرو کی خاموشی محسوس کر وہ رسانیت سے بولی۔۔

"وہ خود بھی تولا کر دے سکتا تھا بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔"زینیہ کا یوں اپنے بھائی جان کی شان میں رطب اللسان ہونا آبرو کو کچھ خاص نہ بھایا۔۔

"میرے بھائی جان ایسے ہی ہیں محبت ہو یا فکر وہ دکھاتے نہیں ہیں، بلکہ اپنے عمل سے جتاتے ہیں بس جس نے محسوس کیا کیا جس نے نہیں کیا ان کیلیئے وہ کھڑوس جلاد بن جاتے ہیں۔۔۔"آخر میں وہ شرارت سے آنکھ دبا کر بولی تو آبرو نے جھٹکے سے سر اٹھایا زینیہ فوراً نظر چراتی چوڑیوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔

ادھر آبرو سرخ دوپٹہ میں لگے آئینوں میں اپنا چہرہ دیکھتی عجیب کیفیات سے نبرد آزما زینیہ کے ادا کردہ الفاظوں کی بازگشت میں الجھتی گئی۔۔

اب اس کے پیر کا درد کافی بہتر تھا۔البتہ ایک جگہ ٹک کر بیٹھے بیٹھے وہ اکتا گئی تھی اٹھ کر باہر آئی تو پورا گھر سائیں سائیں کر رہا تھا بس کچن سے مدھم آواز بلند ہو رہی تھی وہ اسی طرف چلی آئی تھی۔

"زینیہ! کیا کر رہی ہو۔۔؟"

"ارے! آبرو جی آپ یہاں کیوں آپ کا پیر تو۔۔۔"

"بالکل! ٹھیک ہے میرا پیر تھوڑی سی کیا بولتے ہو۔۔مچ۔۔موچ آئی تھی بٹ اٹس کمپلیٹلی فائن ناؤ۔۔بتاؤ کیا بنا رہی ہو۔۔؟" سیکنڈ میں پریشان ہو اٹھی زینیہ کو تسلی بخش جواب دیتی وہ چولہے کے قریب چلی آئی تھی۔

"چائے بنا رہی ہوں آپ ادھر ہی رہیں پلیز یہاں گرمی ہے۔۔"

"کم آن! میں کوئی کینڈل نہیں جو میلٹ ہو جاؤں گی۔۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولی۔

جس پر زینیہ مدھم سا مسکائی۔

"ویسے اسے بناتے کیسے ہیں تم مجھے سکھادو گی۔۔؟" اُبلتے پانی کو تجسس سے دیکھتے اس نے زینیہ کو دیکھا۔

"آپ کو پینی ہے تو میں بنادوں گی اس کیلئے آپ کو۔۔۔"

"میں بہت بور ہو رہی ہوں مجھے کچھ نیو ٹرائی کرنا ہے تم سکھادو مجھے۔۔" اس کے لجاجت بھرے انداز پر ٹوک کر بولی تو زینیہ کھسیانی ہنسی ہنستی سر ہلا گئی۔

پھر زینیہ کی ہدایت پر کبھی کچن کو درشن نہ دینے والی ملک زادی نے بڑے ہی چاؤ سے چائے بنائی اور

'کچی ڈوری سے بندھے سرکار چلے آئے'

کے مصداق تھانیدار کی تبھی سرپرائز انٹری ہوئی اور عین موقع پر نجانے کہاں سے آن وارد ہوئے یاجوج ماجوج کی جوڑی کی حسِ ظرات موقع کی

مناسب سے پھڑک گئی پھر باوجود آبرو کے نہ نہ کے دونوں چائے کپ میں نکال کر سلیقہ سے ٹرے میں سجاتے نکل گئے۔۔

"تو تم لوگ چاہتے ہو محض 'ان' محترمہ کو شدید قسم کی خوش فہمی میں مبتلا کرنے کیلئے میں اس عجیب سے مشروب کو اشرف المشروبات یعنی 'چائے' تسلیم کر لوں؟؟" پیالی پر اُچٹتی سی نظر ڈال کر اس نے بھنویں اچکائی۔

"بھائی جان پلیز۔۔" متوقع صفاچٹ جواب پر تینوں نے ملتجی انداز میں ہاتھ جوڑے۔

لیکن تھانیدار کو کون روک سکتا تھا۔۔

"نہ بھئی!! مجھ سے یہ گناہِ کبیرہ نہیں ہو گا۔ میں محنت مشقت کرنے والا تھکا ماندہ بندہ 'چائے' کی قدر و قیمت جانتا ہوں، عقیدت ہے مجھے اس مشروب

سے میں فاسد العقیدہ نہیں ہو سکتا۔۔" لہجے میں مصنوعی تڑپ لیئے ہاتھ کھڑا کرتا وہ یوں کھڑا ہوا۔

گویا چائے نوش فرما کر تعریف کے دو بول ادا کرنے کیلئے نہیں بلکہ قتل کرنے کیلئے کہہ دیا ہو۔

"نہ کریں یار!" امروز نے فی الفور ملتجانہ انداز میں بازو سے تھام کر کرسی پر واپس بٹھایا۔

"کیا تھانیدار! بھئی نہیں ہو گا مجھ سے، اور ایک عاشق کو زیب نہیں دیتا اپنے معشوق کو کسی بھی 'ایسی ویسی' چیز سے تشبیہ دینا۔ بلکہ اس وقت تو ایک شائق اور تھانیدار کی حیثیت سے مجھ پر فرض ہے کی میں اس اِس عظیم مشروب کی شان میں کی گئی 'اِس' (اشارہ چائے کی پیالی کی جانب تھا)۔ اس ناقابل معافی

گستاخی پر اس گستاخ کے خلاف پبلک پراپرٹی ڈیمیج ایکٹ کے تحت مقدمہ دائر کروادوں۔"

شدید جذباتی انداز میں تھانیدار نے بیک وقت کئی لفاظی میزائل اپنے ہدف کی جانب روانہ کرتے ہوئے ترچھی محتاط نظر کچن دہلیز پر ڈالی جہاں سے کسی بھی لمحے طوفان ایکسپریس کی آمد متوقع تھی۔۔۔

"تھانیدار!!!!۔۔"تینوں کا من حقیقتاً سر پیٹ لینے کو کیا تھا۔

وہ لوگ تھانیدار کی چال خوب سمجھ رہے تھے جو بظاہر ان تینوں سے مخاطب تھا، لیکن قصداً بلند آواز میں اپنے زریں خیالات کا اظہار کرتا ہوا وہ آبرو کی منتظر سماعت تک لفظ بہ لفظ پہنچانے کا عظیم فریضہ انجام دے رہا تھا۔

اب تو وہ لوگ اپنی شرارت میں اس بے مروت، کٹھور دل تھانیدار کو شامل کر کے صحیح پچھتا رہے تھے۔ لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اور وہ تھانیدار ہی کیا جو دل نہ جلائے۔۔

"تینوں مجھے ایسے کیوں گھور رہے ہو بھئی؟ کہیں تم تینوں نے یہ مشروب تو نہیں پی لیا؟"

ناامید نظریں دہلیز سے ہٹا کر تینوں خونخوار مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا وہ انجان ہوا۔۔

"غالباً مروت نام کی بھی ایک چڑیا ہوتی ہے تھانیدار صاحب۔" امروز نے اس درجہ اداکاری پر پیچ و تاب کھا کر دانت پیسے۔

"جسے جبراً آپ لوگ سچائی نامی درخت پر بیٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں طرفدار صاحب!!" جواب ترکی بہ ترکی آیا۔

لمحے کو تینوں لاجواب ہوئے۔۔

"حد کرتے ہو تھانیدار! بندہ دل ہی رکھ لیتا ہے۔۔" امروز اب کے منت بھرے انداز میں گویا ہوا۔

تھانیدار سے جرح میں ویسے بھی کون جیت سکتا تھا بھلا۔۔۔

"دل بھی حیثیت دیکھ کر رکھنا ہوتا ہے وکیل صاحب! بات یہاں 'سونے کی گڑیا' کی دل کی ہو رہی ہے، بہتر ہو گا اگر آپ اسے کسی ہائی الرٹ سیکیورٹی سیف میں جا کر رکھیں۔" مجال ہے جو تھانیدار اپنی صاف گو طرز سخن سے باز آ جائیں۔

"تھانیدار کے دل سے زیادہ ہائی الرٹ سیکیورٹی اور کہاں ہو گی بھلا؟" برجستہ ذو معنٰی جملہ طلحہ سمیت کچن سے تن فن کرتی برآمد ہوئی آبرو کو بھی لاجواب کر گیا تھا۔۔

"میں باز آیا۔۔" وہ اسے مقابل دیکھ فوراً نظر چراتا ہوا نشست چھوڑ کر ایک جانب بڑھا۔

دفعتاً وہ سیاہ قاتل آنکھوں میں ڈھیروں شکوے لیۓ راہ میں حائل ہوئی۔

"تمہیں اندازہ ہے تم کتنے 'مین' ہو؟" وہ آئی تو سخت سست سنانے تھی۔

لیکن نازک لبوں پر پُر شکوہ سوال، نین کٹوروں میں اس کی سنگدلی پر سمندر خود بخود اتر آیا تھا۔

آخر کو اس کی پہلی کوشش تھی۔

"جی!! اور دعا کریں کی میں آپ کیلیۓ 'مین' ہی رہوں، اگر میں 'مہرباں' ہو گیا تو آپ کیلیۓ ہی 'مسئلہ' ہو گا، سو 'مصلحت' کو مصلحت ہی رہنے دیں، اسے اپنے لیۓ 'مصیبت' میں مت بنالیں، ورنہ ہم دونوں کیلیۓ مشکلیں بڑھ جائے

گی۔۔" وہ اس کی شکایت کرتی نگاہوں سے صاف نظر چراتا ازلی بے تاثر لہجے میں کہتا سائیڈ سے گزر گیا تھا۔

تجھے یہ صاف گوئی اے صفی بدنام کر دے گی،

لگائی جائیں رائیں تیرے اشعار پر کیا کیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

گزشتہ ہفتہ سے طلحہ نے اپنی الگ ہی روٹین بنالی تھی۔ رات نجانے کس پہر واپسی کرتا اور صبح منہ اندھیرے روانہ ہو جاتا۔

آبرو کو اس کے اس نئے روٹین کی خبر بھی دو تین دن بعد زینیہ سے ہوئی تھی ورنہ اسے لگ رہا تھا وہ فلیٹ میں ہی رہ رہا ہے۔۔

بظاہر اپنی مغروریت ولا تعلقی سمیت وہ خاموش تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ اس ماحول اور لوگ سے اس کی ذہنی مطابقت ہوتی جا رہی تھی۔ بجائے ہمہ وقت روم میں مقفل رہ کر لیپ ٹاپ وغیرہ سے من بہلائی کرنے کے اب وہ زینیہ کے اصرار پر سب کے ساتھ بیٹھنے لگی تھی ان کی گفتگو سے زیادہ نہیں تو پہلے کی طرح بالکل لا تعلق بھی نہیں رہتی تھی۔

اور زینیہ وہ پہلی ہستی تھی جس سے اپنی اکیس بائیس سالہ زندگی میں وہ پہلی بار اتنے کم عرصہ میں اتنے قریب ہو گئی تھی۔

اسے یہ پر خلوص سی معصوم لڑکی اس کا پر حلاوت لہجہ بہت اچھا لگتا تھا۔۔

لیکن کل دیر رات گئے جب اس نے ابرار حمید کو دالان میں ادھر سے ادھر اضطرابی انداز میں چکر کاٹتے ہوئے نیچی آواز میں گیلانیوں کی بھری پنچائیٹ

میں دی گئی دھمکیوں کے متعلق کسی کو سناتے سنا تو وہ بالکل گم صم سی ہو کر رہ گئی تھی۔

کہیں سینے میں نئے طرز پر دھڑکتا دل طلحہ کی فکر میں مچل اٹھا تھا۔

کہیں اس کی اس نئی روٹین کی وجہ گیلانیوں کی دھمکیاں تو نہیں۔۔۔؟

لیکن گھر والوں نے تو کہا تھا جب سے اس نے سروس جوائن کیا تھا ایسا کئی بار وہ کر چکا تھا۔

لیکن ابرار حمید کی فکر و تشوش سے لبریز گفتگو سن کر اسے ایک پل چین کا میسر نہیں آ رہا تھا۔ایک بے کلی بے چینی نے اس کی ذات کا احاطہ کر رکھا تھا جس وجہ سے گزشتہ پوری رات اس نے آنکھوں میں کاٹی تھی ایک خوف تھا جو کنڈلی مار کر بیٹھ گیا تھا۔۔

طلحہ کا اسے صحن میں جانے سے اس درشت انداز میں روکنا، اسے میلے سے یوں گھسیٹتے ہوئے لیکر آنا، سب پر اتنا برہم ہونا کڑی سے کڑی جڑ کر اس کے دل میں خوف کی جڑیں مضبوط کرتی جا رہی تھی۔۔

ایک ہی نہج پر سوچ سوچ کر سر درد سے پھٹنے لگا تھا وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر تکیہ میں منہ ڈالتی سب جھٹکنے کی ناکام کوشش کرتی تھکنے لگی۔۔

لیکن سوچوں کا ریلا تھا جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"آبرو جی!۔۔؟"

صبح کے گیارہ بج جانے کے باوجود آبرو باہر نہیں آئی تو زینیہ متفکر سی اس کے کمرے میں آواز دیتی چلی آئی۔۔اور اسے یوں اوندھا تکیہ میں منہ دئے لیٹا دیکھ پریشان سے بیڈ کے قریب چلی آئی تھی۔

آبرو جی! کیا آپ جاگ رہی ہیں۔۔؟"ہولے سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہلایا۔

اس کے نرم پر خلوص لمس وانداز پر آبرو نے شب خوابی کی وجہ سے جلتی گلال آنکھیں اس کی سمت اٹھائی۔۔

"آ۔۔آب آبرو جی آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔۔۔؟"اس کا سستایا چہرہ دیکھ زینیہ کی رنگت متغیر ہوئی۔۔

جواباً وہ بنا اک لفظ کہے واپس نڈھال انداز میں سر تکیہ پر گراتی آنکھیں موند گئی۔۔

"آبرو جی! مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔میں۔۔میں۔۔میں ابا کو بلواتی ہوں۔۔نہیں ابا تو چلے گئے میں اموشیر و بھیو کو بلواتی ہوں وہ ڈاکٹر کو کال کریں گے۔۔اور ندرت خالہ یا رقیہ دادی کو

بھی کال کرتی ہوں۔۔"اس کی پژمردہ حالت دیکھ تو زینیہ کے ہاتھ پیر ہی پھول گئے تھے وہ فوراً حواس باختہ سی تیز تیز بولتی اس کے پہلو سے اٹھی۔

آبرو سرعت سے اس کی کلائی تھام گئی۔۔

"ریلیکس!!"نرمی سے کھینچ کر اسے واپس اس کی جگہ بٹھایا۔۔

"لیکن آبرو جی۔۔۔"اس کا نرم ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھامتی وہ روہانسی ہوئی۔۔

جس پر تکلیف کے باوجود اس کے یاقوتی لبوں پر بے ریا سی مسکان پھیل گئی تھی۔پ

"جسٹ ریلیکس!ایم فائن۔۔۔ایم کمپلیٹلی فائن۔۔بس رات نیند صحیح نہیں ہوئی تو تھوڑا ہیڈ ڈیک ہے ڈل فیل کر رہی ہوں۔۔ تھوڑا آرام کر لوں تو بالکل

ٹھیک ہو جاؤں گی۔۔" درد کی وجہ سے اک لفظ ادا کرنے کو اس کا من نہیں کر رہا تھا لیکن اپنی فکر میں ہلکان اس چھوٹی سی لڑکی کیلئے وہ تحمل سے بولی۔

جس پر وہ خود حیران تھی۔

وہ تو خود سر نخوت پرست آبرو وقاص ملک تھی جو اپنی مرضی و مزاج کے خلاف اک لفظ تو بہت دور نگاہ کو جنبش دینے کی قائل نہیں تھی۔

کیونکہ مروت اس کی سرشت میں نہ تھا لیکن ان مخلص لوگوں کے خلوص نے اسے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ وہ باوجود کوشش کے حمید منزل اور اس سے جڑے لوگوں کے ساتھ اپنا سابقہ اکھڑ بدلحاظ رویہ روا نہیں رکھ پا رہی تھی۔۔

سوائے طلحہ ابرار حمید عرف تھانیدار کے جس نے اسے بدتمیزی کی برانڈ ایمبیسڈر کا نام دیا تھا سو وہ بھی ڈنکے کی چوٹ پر اس سے بدتمیزی کرتی تھی۔۔۔

"تو آبرو جی میں بھیو سے کہ کر ڈاکٹر بلوا دیتی ہوں ناں۔۔وہ آپ کو دوائی دے دیں گے تو جلد آرام آجائے گا۔۔اور آپ فکر نہیں کریں یہ بڑے ڈاکٹر ہیں شہر سے آتے ہیں لوکل ڈاکٹر نہیں ہے۔۔"ہولے ہولے اس کے ہاتھ کا پشت سہلاتی وہ یقین دہانی کراتی بولی۔

اسے یہی لگا تھا شائد آبرو یہاں کے لوکل ڈاکٹر سے علاج کروانا پسند نہیں کر رہی آخر کو اتنے بڑے باپ کی امریکہ پلٹ بیٹی تھی۔۔

"ایم فائن۔۔تم بس مجھے سائیڈ ڈرار سے پین کلر نکال کر دے دو میں ٹھیک ہو جاؤں گی ہاف اینڈ آور میں۔۔"وہ زور دیکر بولی۔

درد کی شدت سے اس کے خوبصورت خدوخال سے سجا چہرہ سرخ انگار ہو رہا تھا۔۔

"جی ٹھیک۔۔۔"

زینیہ مزید کسی بحث میں پڑے بغیر اٹھی اور کچن سے ایک گلاس دودھ گرم کر کے لے آئی۔

جس سے آبرو نے چاہت نہ ہونے کے باوجود زہر مار چند گھونٹ لی ئے پھر زینیہ کے ہاتھ سے دوائی لیکر واپس دراز ہونے لگی کی زینیہ تکیہ گود میں لیکر اس کے سرہانے بیٹھ گئی۔

آبرو نے استفامیہ نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔اب سکت نہیں تھی زبان کو حرکت دینے کی۔

"ٹیبلیٹ سے درد میں ضرور افاقہ ہو گا۔ لیکن رقیہ دادی کہتی ہیں کی سر درد کی ایک وجہ بالوں کی خشکی بھی ہوتی ہے میں تھوڑا تیل لگادوں تو آرام آجائے گا ابا بھائی جان لوگوں کو میں اکثر لگاتی ہوں۔آپ پھر سو کر اٹھ کر نہائیں گی ہی نہ تو۔" لجاجت بھرے انداز میں بات ادھوری چھوڑ کر اسے

اجازت طلب نظروں سے دیکھنے لگی تو آبرو چند سیکنڈ اس کا چہرہ دیکھتے رہنے کے بعد تکیہ پر سر رکھ گئی۔۔

پھر بالوں کی جڑوں میں اس کی سرد نرماہٹ کا احساس لیئے انگلیوں کی حرکت نے کب اس کے اعصاب کو بوجھل کیا تھا کب وہ پر سکون نیند کی وادی میں اُتری پھر اسے خبر نہیں ہوئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

چلچلاتی جسم کو جھلساتی دھوپ میں کلہاڑی کی مدد سے لکڑیوں کے ٹکڑوں کو مناسب سائز میں کاٹنے تک اس کا پورا جسم پسینہ سے شرابور ہو چکا تھا۔ کنپٹی اور کسرتی بازوں کی اُبھری ہری ہری رگیں، غیر ہموار تنفسی نظام شدید گرمی اور اس مشقت کش کام کا منہ بولتا ثبوت تھی۔۔

لکڑیوں کو رسّی کی مدد سے مضبوطی کے ساتھ گاڑی سے باندھ کر کنپٹی کی جڑوں سے ٹپ ٹپ ٹپکتے پسینہ کو کندھے پر موجود بدرنگ سے رومال کی مدد سے پوچھتا وہ درخت کے تنے سے کمر ٹکا کر بیٹھتا سائیڈ پر پڑے میلے کچیلے کپڑے کی تھیلی سے پانی کا بوتل نکال کر لبوں سے لگا گیا۔

دھوپ کی تمازت و مشقت کے باعث لال بھبھوکا ہوئے چہرے کا رخ عین مقابل کھڑی ویران فیکٹری کی امارت کی سمت تھا جس کی وحشت ناک سناٹے میں اس کی پر سوچ نگاہیں ہنوز کسی غیر معمولی ہل چل تلاش کر رہی تھی لیکن وہاں وہی خوف ناک خاموشی کا راج تھا ہل چل مچانے کیلئے ذی روح کے نام پر وہاں پرندہ تک نظر نہیں آ رہا تھا۔۔

گزشتہ کئی دنوں سے وہ لکڑہارے کا بھیس لیکر یہاں شہر سے خاصے فاصلہ پر موجود سالوں سے بند پڑی رائس میل کے آس پاس آ رہا تھا۔ جو اسی بلڈر کی ملکیت میں شمار ہوتی تھی جس کی کنسٹرکشن سائیڈ پر وہ دو مزدور کام کرتے

تھے جن کی لاش چند ماہ قبل کچرے کی ڈھیر سے برآمد ہوئی تھی۔ جن کے کئی اندرونی اعضاء غائب تھے۔

اور وائے اتفاق اس کی زیاد گیلانی سے کچھ زیادہ ہی گہری دوستی تھی۔

دوسری پراسرار خبر جو نہایت خفیہ ذرائع سے موصول ہوئی تھی جو زیاد گیلانی کے گرد شک کا دائرہ مزید تنگ کر رہی تھی وہ ان لاشوں کی غیر موجود اعضاء کو جانوروں کی درندگی کا نام دیکر لواحقین کے حوالے کرنے پر زیاد گیلانی کا دباؤ ڈالنا تھا۔

جبکہ راست طور پر اس معاملے سے زیاد گیلانی کا کوئی واسطہ ہی نہیں تھا، نہ ان مزدوروں کا دور دور تک تعلق اس کے گاؤں سے تھا نہ ہی وہ ہم مذہب تھے۔

اس صورت زیاد گیلانی جیسے سفاک مطلب پرست انسان کی اس کرم نوازی کا کوئی ٹھوس تو کیا کمزور جواز بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ سوائے اس کے کی وہ کیس کو کلوز کرنا چاہتا تھا۔

اور اپنے مقصد میں وہ سو فیصد کامیاب بھی رہا تھا، کیونکہ ہلاک ہوئے دونوں مزدوروں کا تعلق ہن * دو مذہب سے تھا، سو ان کے مذہبی احکام کے مطابق آخری رسومات ادا کر دئے گئے تھے، یعنی ڈیڈ باڈیز نذر آتش کر دیا گیا تھا۔

اس سب میں سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کی طلحہ کے حتیٰ المکان اس کیس پر خفیہ تحقیقات کرنے کے باوجود سینئر آفیسرز تک نجانے کیسے من و عن خبر پہنچ گئی تھی، اور بے بنیاد کیس پر وقت ضائع کرنے پر ٹھیک ٹھاک سنانے کے بعد سینئر نے دو تین نئے کیس تھما دئے تھے۔

اتنے دنوں کی انتھک محنت کے بعد نتیجہ کے نام پر راکھ ہاتھ آنے پر اس کے اچھا خاصا بے قابو ہونے پر فارس نے اسے اس رائس میل کا بتایا تھا۔ جہاں اس کے مطابق کچھ گڑ بڑ تھی لیکن اتنے دنوں سے یہاں آتے جاتے ہوئے کچھ گڑ بڑ تو دور کسی ذی روح کا نام و نشان بھی اسے ڈھونڈنے پر نہیں ملا تھا۔ سوائے زنگ آلود گیٹ کے قریب لکڑی کی کرسی ڈالے اونگھ رہے مریل سے چوکیدار کے۔

جس سے اس نے کل ہی اندر جانے کی عاجزانہ خواہش ظاہر کی تو جواباً اس نے یہ کہ کر رد کر دیا کی امارت بوسیدہ ہے کبھی بھی ڈھے سکتی ہے اسی لیئے اسے یہاں تعینات کیا گیا ہے۔

چوکیدار کا جواز سو فیصد درست تھا کیونکہ دیکھنے میں ہی امارت بوسیدہ نظر آرہی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ ایک بار اپنی تسلی کیلیئے اندر جانا چاہتا تھا۔ لیکن

چوکیدار کے تنبیہ کے باوجود اصرار کر کے خود کو مشکوک کرنے کے حق میں نہ تھا۔۔

کیونکہ اگر واقعی یہاں کچھ گڑبڑ تھی تو اس کے اصرار کے نتیجہ میں چوکیدار فوراً حرکت میں آئے گا آخر کو ایک معمولی سے مشقت پسند لکڑہارے کی بوسیدہ فیکٹری میں اس درجہ دلچسپی کسی کو بھی مشکوک کر سکتی ہے خاص کر تب جب مقابل کے دل میں چور ہو۔۔

وہ اندر ہی اندر فارس کا حشر نشر بگاڑنے کا ارادہ کرتا ایک آخری طیش بھری نظر ویران رائس میل پر ڈال کر پیچ وتاب کھاتا سر پر بندھی رومال سے چہرے کا پسینہ صاف کرتا واپسی کیلئے چل پڑا۔

آج کا ایک دن پھر لاحاصل سفر کی نذر ہوا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دو گھنٹہ کی گہری پر سکون نیند سے بیدار ہو کر شاور لینے کے بعد وہ بالکل ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی اعصاب پر چھائی پژمردگی سر درد دونوں پوری طرح غائب تھا جو بلاشبہ زینیہ کی تیمارداری کی مرہون منت تھی۔ لیکن شکریہ جیسے عاجزانہ الفاظ کا استعمال دل سے ممنون ہونے کے باوجود نک چڑھی ملک زادی کیلئے ادا کرنا فل حال تک مشکل امر تھا۔۔

وہ جینز پر وائٹ کرتا پہنے گلے میں قرینے سے اسٹالر لپیٹے آستین فولڈ کرتی اپنے روم سے باہر نکلی جہاں پورے گھر میں نجمہ کی آواز گونج رہی تھی۔

ایک نظر خالی دالان اور کھلے بیرونی دروازے پر ڈال کر آواز کی تعاقب میں وہ کچن کی سمت چلی آئی۔۔

جہاں آئے دن کی طرح پنچائیت لگی ہوئی تھی۔ حسب عادت نجمہ لال پیلی ہوتی ہاتھ نچانچا کر بھرپور لڑاکا انداز میں تینوں کو لتاڑ رہی تھی جن پر حسب

سابق و معمول اثر نہیں پر رہا تھا بلکہ اطمینان سے تینوں آئس کریم بکیٹ صاف کر رہے تھے۔۔

زینیہ اک کونے میں ناچار کھڑی تاسف زدہ سی کبھی بھائیوں کو تو کبھی نجمہ کو دیکھ رہی تھی۔

نجانے آج کونسا مدعا اٹھ آیا تھا جو وہ اس قدر مشتعل تھی ویسے نجمہ کو آگ لگانے کیلئے فقط امروز شہروز کی موجودگی ہی کافی تھی۔

آبرو وہیں دہلیز پر ماتھے پر نا سمجھی کے بل لیئے کھڑی ہو گئی۔۔

"شرم حیا غیرت تو بالکل ہی مر گئی ہے تم لوگوں کی۔۔!"

"مرحوم کی فاتحہ خوانی میں آپ کی شرکت باعث سعادت مانی جائے گی لہٰذا تشریف لازمی لایئے گا۔۔" ٹیپور کے ہاتھ سے بکیٹ اچکتا امروز آرام سے بولا۔۔

"اپنی فاتحہ خوانی کرواؤ دیغیں بٹواؤں گی۔۔۔" وہ تنک کر بولی۔۔

"میری فاتحہ پڑھانے کی نہیں نکاح پڑھنے کی عمر ہے اس سلسلہ میں اگر کوئی رہنمائی کر سکتی ہو تو موسٹ ویل کم۔۔" امروز دوسرا چمچہ منہ میں ڈالنا اسی اطمینان سے بولا۔۔

"ویسے بھائی آپ نے پوچھا ہی نہیں آپا دیغیں کہاں بٹوائیں گی اماں پاکٹ منی تو بری کفایت شعاری کا مظاہرہ کرتی ہوئی دیتی ہیں۔۔۔؟" ٹیپو واپس بکیٹ پر تسلط جماتا دور کی کوڑی لایا۔۔

"وہ جو تمہارے استادوں کے پاس قارون کا کھویا خزانہ پڑا ہے ناں اس پر ڈاکا ڈالوں گی۔۔۔" اس نے ترنت ٹیپو کی کمر سیک دی تو بیچارہ منہ بسور کر رہ گیا۔۔

"ویسے یار دیغیں نہ صحیح کم از کم پورے محلے میں بتاشے بانٹنے کا تو یہ موقع ہے آخر کو ایک عقل کے اندھے نے لڑاکو طیارہ کو 'پارک' کرنے کی جرات مندانہ سوچ ذہن میں لائی ہے۔۔۔؟" شہروز آنکھیں میچ کر شرارت سے بھرپور انداز میں بولا۔۔

جس پر دوسرے ہی پل تینوں کا فلک شگاف قہقہہ پورے کچن میں گونج اٹھا زینیہ کے بھی لب مسکرا دئے لیکن وہ فوراً سنجیدہ ہو گئی۔

جبکہ ان کہ قہقہہ پر بھر بھر اندر باہر جل اٹھی نجمہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور قہقہہ لگانے میں مست شہروز کے ہاتھ سے آئس کریم کا بکیٹ جھپٹتی انھیں سمجھنے کا موقع دئے بغیر پھرتی سے سنک میں ڈال کر نل کھول کر پیچھے ہٹ گئی۔۔

"سٹیا گئی ہو کیا گلی ماسٹرنی۔۔۔" جب تک وہ تینوں ہوش میں آتے چیخے آئس کریم سنک میں بہ رہی تھی۔

یہ غیر متوقع کارروائی نجمہ سے اس قلیل وقت میں سرانجام ہوئی تھی کی زینیہ اور آبرو کا پورا دھیان اس پر ہونے کے باجود دونوں ہونق پن کا شکار ہو کر رہ گئی۔۔

"خس کم جہاں پاک۔۔"تینوں کی صدمہ زدہ کیفیت پر حظ اٹھاتی نگاہ جمائے اس نے دونوں ہاتھ صاف کئے۔۔

"اب شوق سے اپنے آئس کریم کا سوگ مناؤ اور تبصرہ و تجزیہ سے زبان کا ذائقہ بڑھاؤ میں تو چلی۔۔۔"وہ نخوت سے ناک چڑھا کر تینوں کو پیچ و تاب کھانے کیلئے چھوڑ ہاتھ جھلاتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔۔

پیچھے تینوں ان کے منہ کا ذائقہ دار نوالہ اپنے تخریب کاری کے نظر کر گئی لڑاکو بلی کو حسب توفیق زور و شور سے کوسنے میں مصروف تھے۔

چونکہ آبرو کی انٹری کلیمیکس کے ٹائم ہوئی تھی سو نہ آج کی پنچائیت کی وجہ اس کی سمجھ آئی نہ مدع بحث اس کے پلے پڑا سو وہیں سے نکل گئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

شبِ انتظار کی کشمکش میں

نہ پوچھ کیسے سحر ہوئی۔۔؟

کبھی ایک چراغ بجھا دیا

کبھی ایک چراغ جلا دیا۔۔۔۔

بے چینی سے کروٹ پر کروٹ بدلتے ایک بار اس کی نگاہ سائیڈ ٹیبل پر ٹخ ٹخ خاموش میں لپٹی فضا میں ارتعاش کا واحد زریعہ گھڑی پر پڑی جو بارہ کا ہندسہ

تیزی سے عبور کرتی اب ایک کاہندسہ نگلنے کیلئے پوری رفتار سے دوڑ رہی تھی۔

اس کے ماتھے پر ناگواریت کے ان گنت بلوں کا جال بچھ گیا۔۔بے چین آنکھوں میں غصہ و جھنجھلاہٹ واضح ہلکورے لینی لگی۔۔

دن میں بھرپور نیند لیکر اٹھنے کے باعث آج اسے نیند نہیں آرہی تھی۔

بجائے سینے کہ آنکھوں میں دل دھڑکتا ہے

یہ انتظار کہ لمحے عجیب ہوتے ہیں

لیکن یہ بے چینی یہ جھنجھلاہٹ یہ کوفت وبیزاری کا عالم جو شدتِ انتظار کی علامت تھی یہ نیند کا انتظار تو نہیں تھا۔۔

لاشعوری میں وہ جانتی تھی اسے کس کا انتظار تھا کس کی آہٹ سننے کیلئے رواں رواں عضو سماعت بنا کوفت و جھنجھلاہٹ سے چور ہے۔ لیکن شعور طور پر وہ یہ قبول کرنے کو قطعی تیار نہیں تھی۔۔

"ربش!!"

کروٹ پر کروٹ بدلتے جب کسی کروٹ قرار نہ آیا تو ساری جھنجھلاہٹ بلینکٹ پر اتارتے اسے لات مار کا نیچے پھیکتی وہ سیدھا لیٹ کر تیکھے چتونوں سے سلینگ کو گھورنے لگی۔

اس طرح بھی کوئی خاص فرق نہ پڑا خنکی محسوس ہوئی تو اٹھ کر پھیکا ہوا بلینکٹ اٹھا کر منہ تک لیتی گھڑی بن کر لیٹ گئی۔۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا

آگے آگے دیکھ ہوتا ہے کیا۔۔۔

ادھ کھلی کھڑکی سے جھانک رہا چاند جو کب سے بڑے بڑے کے دل کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھنے والی مغرور حسینہ کی بے قراریوں سے محظوظ ہو رہا تھا اس کے نروٹھے انداز پر مسکر دیا۔

اس آفاقی جذبہ نے تو بڑے بڑے سورماؤں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

بادشاہوں کو اِن عشق کی سیڑھیوں نے انداز گدائی سیکھا دی تھی۔۔

بڑے بڑے انا پرست اس جذبہ کیلئے ذلیل و خوار ہوئے تھے پھر یہ تو ایک نازک اندام سی دوشیزہ تھی جو لذتِ انتظار سے ہی بے دم ہو گئی تھی۔

ابھی تو فقط کٹھن مراحل کا سلسلہ شروع ہی ہوا تھا۔ابھی تو اس مرضِ لاعلاج کے شکار کو اس خاردار راہ پر لمحہ لمحہ خودی کی قربانی دینی تھی۔

اپنی خواہشیں، اپنی عادتیں، اپنی آرزوئیں، اپنی انا، زعمِ ہستی، اور ضرورت پڑنے پر اپنی عزت نفس بھی اس 'آتشِ عشق' کا ایندھن بنا کر اپنی ذات کو بھسم کرنا تھا۔

جس کیلئے کسی شاعر نہ کیا خوب لکھا ہے۔

دل سے آغاز کیا جاں کے زیاں تک کھیلے

بازیِ عشق کو ہم دیکھو کہاں تک کھیلے

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"نجمہ کہیں گئی ہے کیا۔۔۔؟" دن میں کم از کم دو بار لازمی چکر لگانے والی نجمہ جب شام تک نہ آئی تو شام نغمہ کی آمد پر آبرو سرسری سے انداز میں مستفسر ہوئی۔۔

"پاگل خانہ گئی ہے تو پورے محلے والوں کو میری طرف سے دل کی گہرائیوں سے مبارک باد۔۔"اُپر تک ٹراؤزے کے پائینچے فولڈ کئے سیڑھیوں کے نیچے سے دھلے کپڑوں کی بالٹی لیئے برآمد ہوا امروز باآواز بلند بولا۔۔

"بری بات امروز!! پہلے ہی وہ بہت بھری بیٹھی ہے کل سے۔۔"مٹر چھلتے ہوئے نغمہ ٹوک گئی۔۔

"ایمان سے بتاؤ نغمہ آپی؟ کب وہ لڑاکو طیارہ بھری ہوئی نہیں رہتی۔۔۔؟"سنجیدہ سوال اسی حلیہ میں وہیں سے برآمد ہوئے شہروز کا تھا۔

زینیہ کے مطابق تھانیدار نے صبح دونوں بھائیوں کو کپڑے دھونے کا ذمہ سونپا تھا جسے پورا دن گزار کر وہ لوگ اب دھونے گئے تھے۔۔

"لیکن اس بار غلطی اس کی نہیں ہے۔اس کے مزاج کا اندازہ ہونے کے باوجود مزمل نے حرکت بھی تو نہایت ہی فضول کی۔۔اسے کیا ضرورت تھی

نجمہ کے ساتھ بکواس کرنے کی جیسی وہ سنکی ہے لگا دیتی کان کے نیچے تو لگ پتا جاتا۔۔"نغمہ سنجیدگی و ناپسندیدگی سے بولی تو آبرو نے ناسمجھی سے زینیہ کو دیکھا۔

"کل نجمہ اپیا ایڈمیشن کیلئے یونیورسٹی گئی تھیں۔اور امو بھائی کے جن دوست کی گاڑی پر ہم میلا گئے تھے وہ بھی شائد وہاں ایڈمیشن کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔

ان کے یونیورسٹی میں ہی لفٹ آفر کرنے پر اپیا نے سہولت سے منع کر دیا تھا۔لیکن انھیں کیا سوجھی وہ ان کے پیچھے پوائنٹ تک چلے آئے اور اپیا کے کسی فرینڈ کے بھائی نے انھیں دیکھ لیا اور ان کی فرینڈ کے گھر ٹھیک ٹھاک ہنگامہ ہوا اس بات پر۔۔اب اس بیچاری کو یونیورسٹی بھیجا جائے گا بھی یا نہیں۔۔اسی لئے نجمہ اپیا تپی ہوئی ہیں۔۔۔"

اپنی مخصوص دھیمی فکر و علم میں ڈوبی آواز میں بتایا تو زینیہ نے آبرو کو ہی تھا لیکن امروز شہروز بھی چونکہ نزدیک ہی تھے تو پوری تفصیل جان کی ان کی پیشانیوں پر بھی واضح بل نمودار ہوئے جو شاز و نادر ہی ہوتے تھے۔۔

"بٹ اس میں اس گرل کی کیا غلطی ہے فالو تو اس لڑکے نے کیا ناں۔۔اگر اس لڑکی کے برادر کو یہ چیز بری لگی بھی تو وہ اسے کچھ کہتے۔۔۔؟" آبرو کو منطق سمجھ نہیں آئی تھی تبھی اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔۔

"پہلی بات تو اس لڑکی کی غلطی یہی ہے کی وہ لڑکی ہے۔

دوسرا وہ اس تنگ ذہن کم ظرف لوگوں سے بھرے معاشرے کا حصہ ہے۔جہاں لوگ برائی کو برا تو سمجھتے ہیں لیکن اسے ختم کرنے کیلئے کوئی اقدام نہیں کرتے۔بلکہ ایک قدم پیچھے لیکر جیسے تیسے اپنا دامن بچا لیتے ہیں۔۔ان

کی خود غرضی یہی کہتی ہے بستی جلتی ہے تو جل کر راکھ ہو جائے انھیں اپنے گھر کی سلامتی مقصود ہے۔۔۔۔۔"

سلگتے نقوش سنگ پہلی بار اپنے مسخرے پن سے ہٹ کر تلخ و تند انداز میں گویا ہوئے امروز میں آبرو کو لحظے بھر کیلئے تھانیدار کی شبیہ نظر آئی تھی۔۔

"یہی تو مسئلہ ہے۔اگر اس لڑکی کے بھائی نے وہیں مزمل سے باز پرس کی ہوتی تنبیہ کیا ہوتا تو اسے کچھ سبق بھی ملتا۔لیکن نام نہاد غیرت کے مارے وہ اپنی ہی ماجائی سے باز پرس کر اسی کا مستقبل داؤ پر لگانے کیلئے بضد ہیں۔۔۔"نغمہ ملول ورنجو انداز میں بولی۔۔

کل نجمہ کی سہیلی کی فون کال کے دوران وہ بھی قریب ہی تھی۔

اس لڑکی کا رونا ناامیدی کی باتیں اس کا دل گداز کر گیا تھا۔

"علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔"

چودہ سو سال پہلے رسول ﷺ فرما گئے۔ بلا تفریق جنس زن و مرد کیلئے علم و عمل کی اہمیت و ضرورت سمجھا گئے۔ لیکن چودہ سو سال بعد بھی ہمارے یہاں تعلیم کا وہ رجحان نہیں پنپ پایا جس کی ہماری قوم کو اشد ضرورت ہے۔ خاص کر عورت کی تعلیم جو نسلوں کی امین ہے جس کے دم سے نسلیں تربیت پاتی ہے اب بھی وہ اہمیت حاصل نہیں ہے۔ آج بھی لڑکیوں کی تعلیم میں ہمارا تنگ ذہن معاشرہ ہزار اقسام کی رکاوٹیں ڈالتا رہتا ہے۔ اصل افسوس تو یہ ہے کی گھر سے ہی وہ اعتماد و اعتبار لڑکیوں کو نہیں سونپا جاتا کی بنتِ حوا اس زیور کو پورے فخر سے زیب تن کرے۔۔

"ایکچولی مجھے نہیں لگتا تھا ٹوئنٹی ون سینکچری میں یہ سب ہوتا ہو گا۔۔۔؟" توقف سے آبرو کی آواز سب کو سوچوں کی گہر سے کھینچ لائی۔۔

"صدی بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا ہے آبرو جی سوچ بدلنے سے معاشرا بدلتا ہے۔اور ہمارے معاشرے کی زنگ آلود سوچ بدلنے کیلئے شائد صدیاں کم پڑیں۔۔۔" تلخی سے کہتے ہنکار بھر کر بالٹی اٹھاتا شہروز زینے چڑھنے لگا تو ایک خاموش نظر تینوں پر ڈال کر امروز بھی اس کی تقلید میں زینے چڑھ گیا۔۔

"ای کانٹ ایون ایمیجن ! یہ دونوں اتنی سیریس کانورسیشن کر سکتے ہیں۔۔"دونوں کے سیڑھیوں سے غائب ہوتے ہی آبرو حیرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکی۔

زینیہ خاموشی سے مٹر کے دانے الگ کر رہی نغمہ کو دیکھ رہی تھی۔

"دراصل کل نجمہ آپی غصہ سے بھری ہوئی آئی تھیں۔انھوں نے غصہ میں کیا کہا ہماری کچھ خاص سمجھ آیا نہیں بھیو لوگوں نے بھی اسی لیئے بات کو

مذاق میں اڑا دیا انھیں سچویشن کی گمبھیرتا کا اندازہ نہیں تھا۔۔"نغمہ کی خاموشی کو ناراضگی سے ماخوز کرتی زینیہ نے توجہی پیش کی۔۔

"مجھے اسی کی امید تھی اس لڑکی سے۔۔"نغمہ چنگیر لیکر کھڑی ہوتی نفی میں سر ہلا گئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"پرندوں کو جب نئے پر ملتے ہیں نہ ڈی ایس پی!

وہ پروں کو بار بار پھڑ پھڑاتا رہتا ہے اسے یقین کرنا ہوتا ہے آیا یہ نئ چیز اس کے پاس موجود بھی ہے یا فقط اس کا وہم ہے سب۔۔اور پھر تصدیق کیلئے اُتاولا ہو کر وہ جوش و تجسس میں سمت کا تعین کئے بغیر نکل پڑتا ہے۔۔اور اکثر یہ جلد بازی اور ناکافی تجربہ بھیانک نتائج کی صورت سامنے آتی

ہے۔۔ کیونکہ وہ بھول جاتا ہے وہ ایک معمولی سا پرندہ ہے اور باہر کی دنیا میں ہزاروں اس سے طاقتور جانور گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ اور جو ایسے میں اس نے حماقت اژدھے کی غار کی سمت کر لی تو پھر پچھتانے کی مہلت سے بھی گیا۔۔۔۔"

"مجموعی طور پر تم نے جنگلی زندگی پر روشنی ڈالنے کیلئے زحمت کی ہے لیکن میں بتادوں یہ فاریسٹ آفسر کا نمبر نہیں ہے۔۔"

اسپیکر سے اُبھرتی بھاری پھنکارتی ہوئی تمسخرانہ آواز میں سنائی جانے والی کہانی اختتام پذیر ہوئی تو وہ نہایت اطمینان سے متانت بھرے انداز میں گویا ہوا۔۔

"بہت اونچا اُڑ رہے ہو تم ڈی ایس پی۔۔۔" اس کے اطمینان پر دوسری طرف بیٹھا شخص سیخ پا ہوتا غرایا۔

جواباً طلحہ نے ناگواریت سے سائیڈ پر اسپیکر پر رکھے فون کو گھورا پھر واپس فائل پر نگاہ گھماتا گویا ہوا۔

"مجھ جیسے شاہین اونچا ہی اُڑتے ہیں تاکہ تم جیسے کونے کھدروں میں چھپ کر بے ضر کمزوروں پر پیٹھ پیچھے حملہ آور ہونے والے بزدل اژدھوں کو دبوچ کر انھیں ان کی کیفر کردار تک پہنچا سکیں۔۔" وہ بھی بھینچی آواز میں بے خوفی سے غرایا۔

"مجھے تم جیسے شاہین کے پر کترنے آتے ہیں۔۔۔" مقابل اس پر دھمکی کا اثر نہ ہوتا دیکھ تلملا کر چیخ پڑا۔

"پر کترنے والوں کے لچھن اور ہوتے ہیں۔ایسے پرائیوٹ نمبر سے گیدر بھبھکیاں دیکر اپنا ڈر و خوف ظاہر کرنے والوں کو بزدل ڈرپوک کہتے ہیں۔۔۔" اپنی مصروفیت ترک کئے بغیر وہ تمسخرانہ بولا۔۔

"تول کر بولو ڈی ایس پی ! بول سامنے آ گئے تو زبان گنگ رہ جائے گی۔۔۔۔" مقابل چنگھاڑا تھا۔

طلحہ نے کوفت سے ایک بار پھر فون کو دیکھا۔

"تم جیسے شیر کی دہاڑ کاپی کرنے والے میں نے بہت دیکھے ہیں۔۔۔" استہزائیہ انداز میں کہتے طلحہ نے خود ہی کال ڈسکنکٹ دیا تھا۔

پھر فون ٹیبل پر اُلٹ کر رکھتے پیچھے کرسی سے پشت ٹکاتا ماتھے پر تفکرات کا جال بچھائے قوی انگلیوں میں مقید بال پین گھماتے اس کی سنجیدہ نظریں گہری سوچ کا غماز تھی۔۔

کچھ دنوں سے ایسے دھمکی بھرے کال اسے وقتاً فوقتاً موصول ہو رہے تھے جو کے آنی تو نہیں چاہیئے تھی آخر اس کیس کی فائل ظاہری طور پر بند ہو چکی تھی۔

لیکن شائد ان لوگوں کو بھی اندازہ تھا طلحہ ابرار حمید کیا چیز ہے۔

تبھی آفیشلی اس کیس کی فائل کلوز کروانے کے باوجود بھی اس قسم کی دھمکی بھرے فون کالز کر کے وہ پس پردہ اسے جتانا چاہ رہے تھے

'ہماری نظر تم پر اب بھی ہے۔'

ان دھمکی بھرے کالز کا سلسلہ دو دن سے زیادہ بڑھ گیا تھا اس لیۓ احتیاطاً وہ بھیس بدل کر فیکٹری کی طرف بھی نہیں گیا تھا۔۔

کیونکہ عین ممکن تھا کوئی اسے فالو کر رہا ہو۔

کسی بھی طرح انھیں بھنک پڑنے کی صورت ایک بار پھر سب تہس نہس ہو جانا تھا سو اس مرتبہ وہ از حد احتیاط سے کام لیتا پھوک پھوک کر قدم رکھ رہا تھا۔ جس میں فارس کے علاوہ کچھ فرض شناس اور قابل اعتبار لوگ اس کے رازداں تھے۔۔

وہ فون کالز اور کیس کے متعلق ہی سوچ رہا تھا کی فون دوبارہ وائیبریٹ ہوا۔ نمبر دیکھے بغیر اس نے ویسے ہی فون اٹھا کر کان سے لگایا۔۔

"اب کونسا اژدھا کس شاہین کے شکار کا منصوبہ لیئے نکلا ہے۔۔۔؟"

"تھانیدار تم ٹھیک ہو۔۔۔؟" دوسری طرف سے ابرار حمید کی متحیر آواز سماعت میں پڑی۔۔

"منشی جی! آپ اس وقت خیریت تھی۔۔؟" ریسٹ واچ پر نظر ڈالتے اس نے بھی تعجب کا اظہار کیا۔

عموماً ابرار حمید آفس کے اوقات میں کچھ نہایت ہی ضروری کام آن پڑنے پر ہی کال کرتے تھے۔

"کیوں میں تھانیدار کو ایسے ہی کال نہیں کر سکتا۔۔؟"

"کر تو آپ کچھ بھی سکتے ہیں منشی جی! لیکن بلا جواز صرف میری خیریت معلوم کرنے کیلئے تو آپ یہ زحمت اٹھانے سے رہے۔۔۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔

دوسری طرف سے ابرار حمید کا مبہم قہقہہ پڑا۔

"باپ کو شرمندہ کر رہے ہو تھانیدار۔۔۔؟" انھوں نے شرم دلانی چاہی۔

"شرمندہ تو نہیں کر رہا بس سچائی بیان کر رہا ہوں۔۔" تھانیدار سے مکالمہ میں کس کی مجال تھی بازی لے جانے کی۔

"ٹھیک ہے تھانیدار صاحب آپ جیتے ہم ہارے۔۔" منشی جی نے گویا ہتھیار پھینکے۔

"مطلب میں پھر سے صحیح ہوں کوئی اہم بات ہے۔۔اور وہ اہم بات بھی بلاشبہ اہم لوگوں کے متعلق ہی ہو گی۔۔" کرسی کے بیک سے پشت ٹکا کر

جھولتے وہ پر یقین انداز میں بولا جس میں خفگی و طنز کا ہلکا سا امتزاج نمایاں تھا۔۔

"وہ بے ضرر سے مخلص لوگ ہیں تھانیدار! کیوں کینہ پالے بیٹھے ہو دل میں۔۔ گھر میں اس بچی سے بھی تمہارا رویہ نہیں درست۔۔۔" انھوں نے حسب عادت ملک خاندان کی حمایت کی۔۔

طلحہ کا حلق تک کڑوا ہوا۔۔

"ہاں! جو صرف اوروں سے اخلاص کے متقاضی ہوتے ہیں۔ خود ان سے خلوص کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا۔۔" وہ کوفت سے بڑبڑایا۔

"خیر بتائیں اب کیا بات ہوئی ہے۔۔۔؟" شکوہ گلہ کا ورق الٹ کر وہ خود ہی سنجیدہ ہوا۔

"بتایا تھا ناں! جو اس دن پنچائیت میں زیاد گیلانی نے طوفانی بد تمیزی مچائی تھی۔ اور ملک صاحب کے ساتھ مجھے بھی ٹھیک ٹھاک دھمکی دی ہے۔۔ تمہارے متعلق بھی کی اس کا یہ کروادوں گا وہ کروادوں گا۔۔۔" وہ تمہید باندھ رہے تھے۔

"اس کے بس کی بس یہ دھمکیاں ہی ہے ابا۔۔۔" وہ قطع کلام کرتا کوفت سے بولا۔

آلبتہ کشادہ پیشانی پر ان گنت بل اور آنکھوں میں شعلوں کی لپک سخت ناگواریت واشتعال کی غماز تھے۔

"ہاں! جانتا ہوں۔ لیکن میں کسی قسم کی بے احتیاطی نہیں برتنا چاہتا۔۔۔ ملک صاحب نے اپنے عالی شان محل اور سیکورٹی گارڈز کی ایک فوج کے مقابل تم پر اور ہمارے گھر پر بھروسہ کیا ہے۔۔ اس لیئے رات جلدی

گھر آنے کی کوشش کیا کرو۔۔ تم رات کا اتنا لمبا سفر تنہا طے کرتے ہو وہ بھی مجھے نہیں پسند کم از کم جب تک حالات ٹھیک نہیں ہو جاتے۔۔۔" ٹھہرے تحمل آمیز انداز میں بات سمیٹ کر اب وہ جواب کے منتظر تھے۔

انھیں صد فیصد توقع تھی جواباً وہ بھڑک کے گا جس طرح عموماً وہ ملک خاندان کے ذکر پر بھڑکتا ہے۔

لیکن دوسری طرف خاموشی محسوس کر پھر انھوں نے ہی لب کشائی کی۔

"میں صبح ہی تم سے یہ بات کرنے والا تھا لیکن تب تم جلدی میں تھے۔۔ میں یہ بھی جانتا ہوں تمہیں اس جھنجھٹ میں بالکل نہیں پڑنا تھا۔ لیکن میری وجہ سے تم مجبوراً پڑ گئے۔۔ تم اس رشتہ کو بھی نہیں مانتے لیکن تم نے اسے ذمہ داری تو مانا ہے تو بس اسی احساس ذمہ داری کی خاطر۔۔۔۔" لجاجت سے کہتے

وہ دوبارہ توقف لینے رکے وہ لب بھینچے فون کان سے لگائے ہنوز سامنے لگی گھڑی کی دوڑتے ہوئے کانٹے کو دیکھ رہا تھا۔۔

"اس دن پنچائیت میں زیاد گیلانی کی شکست یقینی تھی اس کا اسے بھی خوب اندازہ تھا تبھی اس نے پہلے ہی ہنگامہ ڈال دیا۔۔ لیکن پنچ کے اراکین نے انھیں آخری وارننگ دی ہے اور ہمیں یقین ہے بڑے گیلانی صاحب حماقت نہیں کریں گے اور معاملہ امن وامان سے کنارے لگ جائے گا۔۔۔" وہ واقعی پر یقین تھے یا اسے پچکار رہے تھے انگوٹھے کی مدد سے کنپٹی سہلاتا وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"آپ کے ملک صاحب اس پنچائیت کی دقیانوسی روایت سے کیوں نہیں نکل آتے کیا زمین جائیداد انھیں اپنی اولاد سے زیادہ عزیز ہے۔۔۔؟ حد ہے مطلب مادہ پرستی کو بھی۔۔۔" جب وہ بولا تو اس کے تند لہجے میں کوفت و بیزارگی نمایاں تھی۔

"اولاد سے بڑھ کر انسان کیلئے کچھ نہیں ہوتا لیکن حالات بھی حق میں ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔۔۔"انھوں نے حمایت کی۔

"اس طرح کے معاملات میں پوری طرح حالات کا دوش بھی نہیں ہوتا ہے۔نہ ہی مجبوری کا مکمل عمل دخل ہوتا ہے۔انسان کے خود کے بنائے نام نہاد اصول روایت جو کے سراسر اپنے مفاد کیلئے ہوتے ہیں ذمہ دار ہوتے ہیں۔۔"وہ تلخی سے ہنکار بھر کر بولا۔

"تو تم آجایا کروگے نہ رات جلد۔۔؟"انھوں نے بجائے بحث کو طول دینے کے پوچھا۔

"جی! کوشش کروں گا۔۔۔"اس نے بیزار انداز میں غیر واضح جواب دیا۔

ملک خاندان، پنچائیت، زیاد گیلانی یہ سارے ہی ایسے نام تھے جو اس کے اچھے خاصے موڈ کا غارت کرنے کیلئے خلفشار خون بڑھانے کیلئے کافی تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

عجب رنگ بدلتا ہے عصر کا سورج

یہ شام خفا ہے اور رات بھی نہیں ہوتی

میں اس کی ذات کا حصہ بھی بن نہیں سکتا

اور جدا اس سے میری ذات بھی نہیں ہوتی!

مغربی رخ پر موجود گلاس وال سے چھن کر آتی سورج کی نحیف نارنجی کرنیں رفتہ رفتہ گہری ہوتی سبک روی سے اپنا احاطہ چھوٹا کرتی ہوئی مغرب کی گود میں سمٹ رہی تھی۔

دوسری طرف نامحسوس انداز میں لہراتا شام کا سرمئی آنچل ہر شئے پر اپنا تسلط قائم کرتا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

وہ اہم فائلز کا پلندا اپیوٴن کے حوالہ کرتا سر پر کیپ لگا کر والیٹ اسٹک اٹھاتا بعجلت قدموں آفس سے نکلا تھا۔ اس کے باہر نکلتے ہی وہاں کھڑے ماتحت عملہ نے اسے الرٹ انداز میں سیلیوٹ کیا جس کا جواب سر ہلا کر دیتا وہ ڈرائیونگ سیٹ کا ڈور کھول کر بیٹھا اور تیزی سے گاڑی ریورس گیر پر ڈالتا ڈی ایس پی آفس کے احاطہ سے نکال لے گیا۔

ٹرافک کے آژدھام سے بچنے کیلئے اس نے شہر کے پیچھے والا قدرے لمبے راستے کا انتخاب کیا تھا اور اب اس کی گاڑی اپنے قصبے کی سنگل روڈ پر فراٹے بھر رہی تھی۔ سڑک کی دونوں جانب سرسوں کے کھیت لہلہاتے ہوئے پر کیف شام کا پر مسرت استقبال کرتے یوں معلوم ہو رہے تھے جیسے پیا کے نام پر گلال ہوئی مایوں کی دلہن کا سلونا روپ۔۔

وہ سلونی شام کی شادابیوں سے محظوظ ہوتا ہوا مہارت سے ڈرائیونگ کرتا ہوا لاشعور میں خواہ مخواہ ہی اس مغرور حسینہ کی تصور سے الجھ رہا تھا۔

کتنے دن ہو گئے تھے اسے دیکھے ہوئے اس سے لایعنی بحث کئے ہوئے۔

"پاپا کی پری!!"

چشم تصور میں اس کی نخوت زدہ شبیہ لہرائی تو عنابی لبوں کا دلکش مسکراہٹ نے احاطہ کر لیا۔

ابھی وہ مزید تصورِ یار میں کھو یا رہتا کی فون کی چنگھاڑتی آواز اس حسین سلسلے میں بے وقت مخل ہو کر منقطع کرنے کی وجہ بنی۔۔

مسکراہٹ سمٹی اور نقوش تن گئے اب یہ خیالوں کے ریلے میں مداخلت پر ناگواری کا اظہار تھا یا بے خیالی میں اس کے خیالوں کے بن بلائی برسات کی طرح حملہ آور ہونے پر ناپسندیدگی کا اظہار۔۔

یہ طے کرنا خاصہ مشکل امر تھا۔

"مجال ہے جو تم ایک انسان کو چند پل سکون کے جی لینے دو" بلوٹوتھ کان میں سیٹ کرتے اس نے اخلاقیات کو زحمت دئے بغیر مقابل کو لتاڑا۔

"اتنا ہی مزاج آتشِ خواف پر گراں گزر رہا تھا تو اٹھایا کیوں؟ کونسا میں تیری محبوبہ خاص ہوں جس سے تجھے دھواں دھار قسم کا عشق ہے جو لپک کر اٹھا لیا۔۔" یوں بلا تمہید عزت افزائی پر فارس تڑپ اٹھا۔

"ہاں! تو ایسا انا پرست جو ایک بار تیری کال اگنور کر دی جائے تو دوبارہ مقابل کو زحمت ہی نہیں دے گا۔" وہی لٹھ مار انداز مطلب مروت حقیقتاً تھانیدار کی سرشت میں نہ تھی۔

"بس یہی قدر رہ گئی ہے میری تیری زندگی میں۔۔" دوسری طرف فارس بلبلا اٹھا۔

"قبل اس کے کی میں تجھے تفصیلاً تیری قدر و قیمت جتاؤں کال کا مقصد بتا۔۔؟"اس کی دہائیوں پر وہ خاصی بیزاریت سے گویا ہوا۔

"کہاں ہے تو۔۔۔؟"

"راستہ میں۔۔!"

"عشق کی۔۔۔؟"چھیڑتا ہوا سوال برجستہ تھا۔

"ہاں!!"بے خیالی میں زبان سے ہاں پھسلا اور دوسری طرف سے اٹھے قہقہے کے طوفان نے گویا کانوں پر دے ہلا دئے۔

"یہی فضول قسم کی بکواس کرتا ہے تو جو تیری کال دیکھ کر میرا میٹر گھوم جاتا ہے۔۔"سپیڈ بڑھاتے ہوئے خفت مٹانے کیلئے اس نے درشتگی سے اسے گھرکا۔

"ہاں! اور جیسے تیرے میٹر گھومنے سے تو مجھے فرق پڑ ہی جاتا ہے۔۔" ڈھٹائی سے کہتے گویا فارس نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"ڈھیٹ ہے تو۔۔۔" ناچاہتے ہوئے بھی وہ ہنس پڑا۔

"ایسا ویسا۔۔۔" دوسری فارس نے عزاز سمجھ کر لطف لیا۔

"گھر جا رہا ہوں یار۔۔۔" وہ توقف سے بولا۔

"دربار یار میں شرف دیدار کی سعادت حاصل کرنے۔۔؟" فارس کا موڈ پھر بدلہ۔

"پھر تیری بکواس شروع ہو گئی۔۔" مصنوعی سنجیدگی سے وارن کرنے پر دوسری طرف سے پھر اٹھے محظوظ کن قہقہے نے ٹھیک ٹھاک اس کا ضبط آزمایا تھا۔

"ایک تیرے کام کی خبر ہاتھ آئی تھی سوچا تو آفس ہوا تو آکر ڈسکس کر لیتا ہوں۔۔ لیکن خیر۔۔" جی بھر کے قہقہہ لگانے کے بعد آخر وہ لائن پر آیا۔

"پکا والا جرنلسٹ ہے تو بحر منجمد شمالی سے لیکر بحر منجمد جنوبی تک گھما کر اصل مدعا پر آتا ہے۔۔" کام کی بات آخر میں کہنے پر اسے سخت قسم کی تپ چڑھی تھی۔

"خیر کیا بہت ضروری ہے۔۔۔؟"

"ضروری تو ہے لیکن اتنا نہیں کی تو شرف دیدار پر اسے فوقیت دے۔۔ دید کی طلب مٹا لے کام انتظار کر سکتا ہے۔۔" مجال ہے جو فارس محمود چند سیکنڈ سے زیادہ سنجیدہ گفتگو کر لے۔۔

طلحہ نے چشم تصور میں اسے خطرناک گھوری سے نوازا تاہم بولا کچھ نہیں۔۔

تھانیدار کی پر جلال تنبیہی آواز کی چند سیکنڈ انتظار کرتے واپس فارس کا پر تجسس سوال شوخی و شرارت سمیٹے سماعت سے ٹکرائی۔

"سچ سچ بتانا کٹھن ضبط کا باندھ ٹوٹ گیا تبھی سب چھوڑ چھاڑ کر گھر کی جانب۔۔۔۔"ابھی فارس کی بات درمیان ہی تھی جب طلحہ ہاتھ بڑھا کر کال ڈسکنکٹ کرتا بلوٹوتھ ڈیش بورڈ پر اچھال کر اسٹیرنگ پر دونوں ہاتھ جما گیا۔

اس کے بعد فون بیچارہ فارس کی کالز کا وبال جھیل جھیل کر نڈھال ہو گیا لیکن تھانیدار نے اس مظلوم پر رحم کرنا ضروری نہ گردانا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

جس وقت وہ گلی کی نکڑ پر موجود میدان میں اپنی مخصوص جگہ پر گاڑی پارک کر کے فائلز اور کچھ ضروری اشیاء سے بھرا بیگ لیکر نکلا رات کا راج ذرہ ذرہ پر قائم ہو چکا تھا۔۔

گیٹ پر کھڑی رقیہ دادی سے دو منٹ بات کرتا گلی سے حمید منزل تک کے بمشکل ڈھائی منٹ کے پیدل سفر میں ملنے ملانے والوں سے سلام دعا کرنے کے دوران اس کے نہ نہ کے باوجود سوائے فائل کے تمام چیزیں بچے لیکر گھر دینے کیلئے بھاگ گئے تھے۔

یہی ان کے محلے میں اپنے پرائے کے محبت کا انداز تھا۔۔

حمید منزل کے پھاٹک پر پہنچتے ہی اس کی غیر ارادی نظر عین اپنے بیڈ روم کی کھڑکی کی جانب اٹھی جہاں کچھ عرصہ سے ملک زادی کا قیام تھا لیکن کھڑکی بند تھی وہ اپنی بے اختیاری پر خجل ہو کر ارد گرد دیکھتا اندر داخل ہو گیا۔

ابرار حمید سمیت سبھی اس کے آج یوں گھر جلدی آنے پر بے حد خوش تھے۔ کتنے دنوں بعد ان بھائی بہنوں کی اچھی خاصی محفل جمی تھی۔

اس دوران طلحہ کی کئی بار نظر گھوم پھر کر اس دروازے پر ٹھہری تھی جو اندر سے مقفل تھا۔

اپنی اس غیر ارادی حرکت پر اس نے ٹھیک ٹھاک خود کو لتاڑا تھا اس کی بلا سے محترمہ روم میں مقفل رہے یا پورے محلے میں مٹر گشت کرے اسے کیا۔

بجائے سینے کہ آنکھوں میں دل دھڑکتا ہے

یہ انتظار کہ لمحے عجیب ہوتے ہیں!

پھر وہ ڈنر ٹیبل پر بھی نظر نہیں آئی۔اور حیرت انگیز طور پر ابرار حمید بنا اس کی ذکر و فکر کئے رغبت سے کھانے میں مصروف تھے زینیہ بھی پلیٹ پر جھکی تھی اور یاجوج ماجوج کی جوڑی بھی۔

ملک زادی سے متعلق غیر ضروری سے غیر ضروری بات کو رائی کا پہاڑ بنا دینے والے اس کے ڈنر نہ کرنے پر اس قدر پر سکون تھے یہ طلحہ سے قطعی ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

مجھے کیا؟ کہ کر خود کو سرزنش کرتے لاتعلقی کا چولا اوڑھتے اس نے سر جھٹکنا چاہا لیکن جھٹک نہ سکا۔

"آپ لوگوں کی چہیتی ملک زادی نے تناول فرمالیا۔۔۔؟" سرسری سے انداز میں بلا آخر وہ پوچھ بیٹھا۔

"نہیں وہ کہ رہی ہیں بھوک نہیں ہے۔۔" زینیہ بولی۔

"کیوں؟ محترمہ پھر کسی ہڑتال پر بیٹھ گئی ہیں۔۔؟"لہجہ استہزائیہ رکھتے قصداً وہ خود کو لاتعلق ظاہر کرنا چاہ رہا تھا۔

"پیچھے نہ پڑ جایا کرو اس بے ضرر سی بچی کے یار"ابرار حمید نے ہاتھ روک کر اسے گھورا۔

"میں نے کیا کیا بس پوچھا ہے۔۔"اس نے شانے اچکائے۔

"دراصل بھائی جان آج ابا ان کیلئے ان کا پسندیدہ پیزا لیکر آئے تھے۔ مغرب سے پہلے ہی ہم سب نے کھایا اسی لیئے کہ رہی تھیں گنجائش نہیں ڈنر کی۔۔"زینیہ مسکرا کر بولی تو طلحہ بے نیازی سے سر ہلاتا اپنی پلیٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔

ڈنر کے بعد آج بہت دنوں بعد چائے کا دور چلا پھر ابرار حمید اٹھ کر چلے گئے پھر زینیہ نے ترک محفل کیا حتیٰ کے یاجوج ماجوج کی جوڑی بھی جمائیاں روکتی ہوئی شب خیر کہتی چلی گئی۔

لیکن وہ دروازہ نہ کھلا۔

البتہ اندر لائٹ آن تھی مطلب محترمہ قصداً احتراز برت رہی ہے۔

"میری بلا سے۔۔میں کونسا محترمہ کی درشن کیلئے مرا جا رہا ہوں۔۔"

اپنی ناقابل فہم کیفیت پر جھنجھلاتے ہوئے وہ دالان میں اپنی مخصوص جگہ پر گدا بچھا کر تکیہ لگاتا فائل کھول کر خود کو کام میں منہمک کرنے کی سعی کرنے لگا جس میں وہ جلد ہی کامیاب ہو گیا تھا۔۔۔

جسے نہ آنے کی قسمیں میں دیکر آیا ہوں

اسی کی قدموں کی آہٹ کا انتظار بھی ہے!

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

خوف و دہشت کی آغوش میں تھرا رہی گھور سیاہ رات، اس رات کی ہیبتناکی میں اضافہ کر رہا ستاروں کی چادر سے مبرا آسمان اور خوف کے تسلط کو تقویت بخش رہی گھنے بھیانک جنگل کے بیچ و بیچ سے گزرتی یہ لمبی سنسنان سڑک جس پر کسی زی روح کا نام و نشان تک نہ تھا۔

ہر شئے پر خوف و دہشت کا غلبہ تھا۔ اور ایسے میں سڑک کی دونوں جانب موجود جنگل سے وقفہ وقفہ سے بلند ہوتی مختلف جانوروں کی وحشتناک آوازیں۔

دفعتاً اس لرزا خیز فضا کو کتوں کی بھوکنے کی آواز نے مرتعش کیا ساتھ ہی سڑک کے ایک کنارے پر سایہ لہرایا اور پھر ایک بکھرے بالوں سنگ ننگے

پیر وحشت زدہ سی بھاگتی لڑکی نظر آئی جو بار بار پیچھے پلٹ کر دیکھتی اندھا دھند بھاگ رہی تھی۔

پیر سے اس کے خون رس رہا تھا پورا بدن پسینہ میں شرابور تھا، سانس بری طرح پھول رہی تھی، پیر مزید جسم کا بوجھ اٹھانے سے انکاری تھے۔

اسی اثنا میں وہ تمام ہمت مجتمع کرنے کی جدوجہد کرتی بھیانک سی چیخ مار کر اوندھے منہ سڑک پر گری۔ اور اگلے ہی پل متحوش حالت میں دونوں ہتھیلی سڑک پر جما کر ابھی وہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہی تھی کے ہوا کی ایک تیز روح پر لرزاں طاری کرتی لہر کے ساتھ ایک بھیانک مخلوق نے اسے دبوچا۔۔

"گاڈ! نو! نو! نو!"

وہ وحشت زدہ سی چیخ مارتی ہوئی جھٹکا کھا کر سوئے سے اٹھ بیٹھی۔

خوف سے بے ترتیب سانسوں سنگ چاروں جانب سراسیمہ نگاہیں گھمائی روم کی ہر شئے ٹیوب لائٹ کی اجلی روشنی میں نہائی ہوئی تھی۔۔

دونوں ہاتھوں کی مخروطی انگلیوں کو باہم پیوست کرتے اس کی کچی نیند سے جاگی آنکھیں نم ہو گئی تھی جن میں خوف ہلکورے لے رہا تھا۔

پسینہ سے تربتر پورا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

دھڑکنیں معلوم سے کئی گنا تیز تھی۔۔

تنفسی نظام کو اعتدال پر لانے کی سعی کرتے اس نے سائیڈ ٹیبل سے پانی کی بوتل اٹھاتے ہوئے ایک بار بھی درزیدہ نظر پورے روم پر دوڑائی۔

اور خشک لبوں پر زبان پھیرتی حلق تر کرتی بوتل لبوں سے لگا گئی۔

سہمی نگاہیں ہنوز غیر محسوس انداز میں پورے روم میں گھوم رہی تھی۔ باتھ روم کا دروازہ ادھ کھلا تھا لائٹ اندر کی آف تھی ادھر دیکھتے ہی خوف کا غلبہ

پھر بھرنے لگا وہ اضطرابی کیفیت میں ادھر دیکھنے سے اجتناب کرتی بوتل کو ناخون سے کھرچتے اپنا خوف کم کرنے کی سعی کرنے لگی۔

ساتھ ہی ساتھ وہ خود کو جی بھر کے لتاڑ بھی رہی تھی۔ آخر اسے ضرورت کیا تھی ہالی وڈ ٹاپ ٹین ہارر موویز میں سے ایک کا انتخاب کر کے اپنی ہمت و جرات ثابت کرنے کی۔۔؟

دراصل ہوا کچھ یوں تھا عصر کے قریب زینیہ نے اسے بتایا کی آج طلحہ جلدی گھر آ رہا تھا۔۔

یہ فرحت بخش خبر سماعتوں سے کیا ٹکرائی کچھ دنوں سے پوری طرح بغاوت پر آمادہ دل سے یکایک ہی رقص و سرور کی لہر اٹھتی پورے وجود کو اپنے احاطہ میں لے گئی۔۔

اپنی ناگفتہ حالت سے پہلے ہی ہراساں آبرویوں عالی العلان دل کی بغابت پر بوکھلاتی ہوئی اٹھ کر کمرے میں مقفل ہوتی عہد کر بیٹھی چاہیئے جو ہو جائے نہ وہ طلحہ کے سامنے جائے گی نہ اس باغی خود سر دل کو شہ ملے گی۔۔

اور پھر اس نے ایسا ہی کر لیا لیکن دل باہر سے اُبھرتی اس کی بھاری آواز پر مستقبل مچل رہا تھا احتجاج کر رہا تھا۔

بکس، سوشل میڈیا سائیڈز، لیپ ٹاپ میں محفوظ یونیورسٹی کی دنوں کے یاد گار پکچرز سب ٹرائی کر لی ئے لیکن کمبخت بہل ہی نہیں رہا تھا۔

آخر میں جھنجھلا کر وہ ہالی وڈ کا ہائی لی ریٹیڈ ہارر مووی لگا کر بیٹھ گئی۔

تب تو خیر غصہ و جھنجھلاہٹ سوا نیزے پر تھا سو کھولتے ذہن کے ساتھ دیکھتے جلتے کڑھتے محسوس نہیں ہوا کچھ۔

لیکن جیسے ہی باہر خاموشی چھائی ذہن پر سکون ہوا پھر ہر طرف بھیانک ہیولے نظر آنا شروع ہو گئے۔

لائٹ آن چھوڑ کر بیڈ پر دراز ہوتے اللہ اللہ کر کے مشکل سے آنکھ لگی تو یہ بھیانک خواب۔۔

اب وہ گھٹنوں کے گرد دونوں ہاتھ باندھے اس پر ٹھوڑی ٹکائے چاروں جانب ہراساں نگاہیں دوڑا رہی تھی جہاں ہر جانب اس فلم کا ایک ایک سین ایک ایک بھیانک چہرہ ہوا میں بن اور تحلیل ہو رہا تھا جس پر وہ بار بار سر جھٹکتی حلق تر کر رہی تھی۔۔

دفعتاً باتھ روم کے نیم وا دروازے کے پاس کھٹ کی ہلکی سی آواز اُبھری اور پھر آبرو کی دم توڑتی ہمت نے یہی اسے الوداع کہا اور وہ بیڈ سے لمبی چھلانگ لگا کر کودتی سرپٹ دروازے کی سمت بھاگی۔۔

"آاا!!!"

"شش! چپ! کیوں چیخ رہی ہیں آپ۔۔؟"

بوکھلاہٹ کے عالم میں اس کے منہ پر چوری ہتھیلی ثبت کرتے اسے آہنی گرفت میں لیکر دیوار سے لگاتے وہ غرایا۔

دوسری جانب خوف و وحشت سے اس کی بڑی بڑی گھور سیاہ پُرنم آنکھیں حجم سے پھٹ پڑی۔

چہرہ لٹھے کی مانند سپید دل و دھڑکن گویا جہاں کی تہاں منجمد۔

اس کی نافہم کیفیت پر ایک نظر ڈالتے وہ محتاط انداز میں روم کے اندر جھانکنے کے بعد ارد گرد دیکھنے لگا کہیں کوئی اور نہ اٹھ آیا ہو۔

کیونکہ ان کی موجود پوزیشن کسی کی بھی نظر میں آنے کا مطلب ٹھیک ٹھاک خفت کا سامنا تھا۔

"کیوں چیخ پر چیخ مارے جا رہی ہیں۔۔۔؟" تسلی کر کے وہ دم سادھے اپنے سہارے دیوار سے لگی جنابہ کی طرف متوجہ ہوا۔

اچھا خاصا وہ فائل میں منہمک تھا پہلی چیخ پر تو واہم جان کر وہ سر جھٹک گیا لیکن دوسری چیخ پر سرپٹ اس کے کمرے کی سمت بھاگا تو محترمہ دھڑ سے دروازہ کھول کر الٹا ہی جان پر سوار ہو گئی۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں آپ سے۔۔" اسے ہنوز آنکھیں پھاڑے خود کو تکتا دیکھ منہ سے ہاتھ ہٹا کر طلحہ نے ذرا سا اس کے کندھے کو جھٹکا دیا۔

اور اگلا لمحہ اس کیلئے کسی جھٹکے سے کم نہ تھا۔

خوف کے حصار سے نکلتے شناسائی کے دیار میں قدم رکھتے ہی وہ بے اختیار اس سے لپٹ کر سختی سے دونوں بازو اس کی پشت پر باندھتی اس کا چوڑا سینہ اپنی گرم تیز سانسوں سے جھلسانے لگی تھی۔۔

غیر متوقع افتاد پر دونوں بازو کٹی شہتیر کی طرح بے جان ہو کر پہلو میں گرے، دل سکڑ کر پھیلنا بھول گیا۔

نجانے کتنے ساعت بیت گئے وہ اگلی سانس تک نہ سکا جیسے رات کی اس گنگناتی تنہائی میں اس نازک وجود نے نہیں بلکہ کسی ان دیکھی قوت نے اسے جکڑ لیا ہو وہ اپنے وجود کو جنبش دینے سے قاصر دم سادھے کھڑا تھا۔

"ایم! ایم! سوری۔ میں میں۔۔۔"

نجانے اور کتنی دیر تک وہ پتھر کی مورت بنا رہتا جب اسے خود اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا اور خفت و حیا سے گلال چہرہ لیے اس سے الگ ہوئی طلحہ بنا کچھ کہے دالان میں لگے اپنے بستر کی سمت تیز قدموں بڑھ گیا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐ

وہ سر جھٹک کر اس لمحاتی کیفیت سے باہر نکلتا واپس فائل میں دماغ الجھانے کی سعی کرنے لگا جبکہ آبرو وہیں کھڑی انگلیاں مڑوڑتی لب کچل رہی تھی۔۔

روم میں جانے کا تو خیر وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی اور اپنی غیر دانستہ حرکت کے بعد شرمندگی کا جو عالم تھا وہ دالان کی جانب پیش قدمی کرنے نہیں دے رہا تھا۔۔

قبل اس کے کی ایک ہی جگہ کھڑے کھڑے اس کے ٹانگ شل ہو جاتے

روم کے اندر سے واپس کھڑ پٹر کی آواز بلند ہوئی اور اگلے سیکنڈ محترمہ دالان

کے بیچ و بیچ تھی۔

فائل میں الجھے طلحہ نے لحظے بھر کیلئے عجیب نظر اٹھائی پھر فائل پر نظر جھکا گیا۔

جبکہ آبرو اس کی عدم توجہی سے اپنا اعتماد بحال کرتی ہولے ہولے وہیں ادھر

سے ادھر اضطرابی کیفیت میں ہاتھ مسلتی چکر کاٹنے لگی۔

ماؤف ذہن کو سوجھ ہی نہیں رہا تھا کی آخر اب کیا کرے نہ روم میں جا سکتی

تھی نہ اتنی ہمت تھی کی چند قدم کی اندھیری راہداری عبور کر زینیہ کے روم کا

دروازہ کھٹکھٹاتی۔۔

"آپ کا مارچ پاسٹ ہو گیا ہو تو، اب بتا بھی دیں مس سونے کی گڑیا! آخر رات کے بارہ بجے آپ خواب خرگوش کے مزے لوٹنے کے بجائے 'گشت شبانہ' کس سلسلہ میں کر رہی ہے۔۔۔؟"

اس کی مسلسل چکر کاٹنے سے جھنجھلا کر فائل تکیہ پر پٹختا وہ اس کی طرف متوجہ ہوا لیکن محترمہ نجانے کن خیالوں میں کھوئی تھی۔

"میں آپ سے مخاطب ہوں آنسہ!!" وہ ذرا اونچی آواز بولا۔

"ہوں۔۔ہاں!!۔" وہ بری طرح چونکی تھی۔

"آپ ٹھیک تو ہیں؟" اس کی روہانسی شکل دیکھ طلحہ کو تشویش نے گھیرا۔

وہ شرٹ ٹھیک کرتا ہوا اس کے مقابل چلا آیا جس کی پیشانی پر شبنمی بوندیں چمک رہی تھی۔۔

"آپ ٹھیک ہیں؟ مطلب آپ میری آواز سے ڈر گئی یا اپنے خیالوں میں اتنی محو تھیں کی ارد گرد کا ہوش نہیں آپ کو۔۔؟" مقابل کی دگرگو حالت کے پیش نظر اس نے اپنا لہجہ نرم رکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"مم۔۔ میں کچھ۔۔ کچھ نہیں۔۔" وہ انگلیاں مڑوڑتی اپنی کم ہمتی کا راز کھول رہا چہرہ موڑ گئی۔

"مسئلہ کیا ہے۔۔۔؟" وہ سامنے چلا آیا۔

"کوئی نہیں ہے۔۔ بائی داوے تمہیں کیا پرابلم ہے؟ میں نے کہا تھا ناں میری پرسنل سپیس میں گھسنے کی کوشش مت کرنا۔۔" وہ خواہ مخواہ اپنا ڈر چھپانے کیلئے چڑھ دوڑی۔

"دماغ درست ہے آپ کا؟ مجھے آپ کی پرسنل کیا کسی بھی سپیس میں قدم رنجہ فرمانے کی منشا نہیں ہے! لیکن آپ اگر غور کریں تو احساس ہو کی آپ بار

بار گھس رہی ہیں میرے پرسنل سپیس میں۔روم تو ہڑپ ہی بیٹھی ہیں،اب یہاں میں نے ڈیرہ ڈالا ہے تو آپ یہاں بھی مارچ پاسٹ کرنے چلی آئیں۔اس پر سے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والا بامروت حساب کا تو کیا ہی کہنا۔۔۔"فطری ہمدردی کے جواب میں بدتمیزی پر طلحہ کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا پھر اس نے بھی بنالحاظ لتاڑ ڈالا یوں تو پھر یوں ہی سہی۔۔۔

"ایم سوری!"وہ خلاف طبیعت بھڑکنے کے بجائے سر جھکا گئی۔۔

"جی!!!"حیرت سے اس کی آنکھیں پھیلی۔

"ای سیڈ ای ڈِڈنٹ مین دیٹ۔۔"انگلیوں پر ستم ڈھاتی وہ بے ربطگی سے بولی۔

"یقیناً میرے کان بج رہے ہیں۔۔"اس کو سو فیصد اپنی قوت سامع پر شک ہوا۔

ابھی معذرتی جملے پر ہی وہ شک و یقین کے بیچ جھول رہا تھا کی سماعت کی صداقت کو چیلنج کرتا ایک اور جملہ آیا۔۔

"وہ۔وہ۔۔ تم میرے ساتھ روم میں سو سکتے ہو۔۔۔؟"

"دماغ درست ہے آپ کا۔۔؟ جھٹکا کھا کر متحیر نگاہوں سے اسے دیکھتے اسے اس کی دماغی حالت پر صد فیصد شبہ گزرا۔

---

"وہ۔وہ۔۔ تم میرے ساتھ روم میں سو سکتے ہو۔۔۔؟"

"دماغ درست ہے آپ کا۔۔؟"

بھونچکا کر طلحہ نے تشکیک آمیز نگاہوں سے مقابل کا متحوش سراپا دیکھا۔

"ا۔۔ای سیڈ۔یو۔۔یو کین۔۔"

گلابی انگلیوں کو مڑوڑتے اس کی پنکھڑی لب حیا، خجالت، بے بسی، خوف جیسے بہت سے بوجھ کے زیر اثر مزید الفاظ کا زیاں کرنے سے انکاری ہوئے۔

تضاد مقابل کی مشکوک نظر اس کا من کیا کاش کوئی جادو کی چھڑی ہو اس کے پاس جس سے عمر بھر کیلئے وہ اس شخص کی نگاہوں سے روپوش ہو جائے۔۔

لیکن وائے! یہ حسرتیں۔۔

"آپ کا دماغ واقعی پوری طرح کھسک چکا ہے اس آب وہوا میں محترمہ! جا کر آرام کریں شائد ہی کوئی افاقہ ہو۔۔" کرخت لہجے میں ناگواری کو فت کی آمیزیش لیئے کہتا مڑا۔ جب وہ تنک کر مقابل آئی۔

"ہولڈ آن! زیادہ اوورری ایکٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اوور تھنک کرنے کی تو بالکل بھی نہیں ہے۔ وہ اس کی عجیب نظروں کا مفہوم سمجھ کر سرخ ہوئی۔۔ میرا کوئی ایسا ویسا یونو ویئر ڈ میننگ نہیں تھا، سو اپنے سینگل ٹریک مائنڈ کو ریلیکس رکھو، ایم جسٹ سئینگ کی تم اتنا ہارڈ ورک کر رہے ہو

اپنے کیس پر سو یہاں کمفرٹیبل نہیں ہو گے سو یو کین۔۔یو نو وہاٹ ای مین۔۔"

اپنی کم ہمتی کو لعنت ملامت کرتی جو منہ میں آیا وہ کہتی چلی گئی تھی۔

تاہم چہرے کی ہنوز ہوائیاں اُڑ رہے تھے۔

دوسری طرف وہ آنکھیں سکیڑے جھانسی کی رانی بنی ہمہ وقت حملہ آور ہونے کو تیار محترمہ کے اس نیک رحم دل شہزادی کی روپ کی وجہ جاننے کی سعی میں سر گردان دماغ کے گھوڑے دوڑا رہا تھا۔

"وہاٹ۔۔۔؟ایسی ویئر ڈلک کیوں دے رہے ہو، کلیئر تو کر دیا ہے۔۔" وہ اس کی کھوجتی نظروں سے جز بز ہوئی۔

چہرے کے خوبصورت خدوخال میں خواہ مخواہ گلال گھلنے لگے تھے، پیشانی اور ہتھیلیاں تو پہلے ہی پسینہ سے تربتر تھی۔۔

"نہیں! میں یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، وہ معجزاتی لمحہ کب وارد ہوا تھا جب محترمہ ملک زادی میری فکر میں ہلکان ہونے لگی۔؟" تیکھا لہجہ خاصہ جتاتا ہوا تھا۔ آبرو خشک لبوں پر زبان پھیرتی پہلو بدل گئی۔

"سچ بتائیں اچانک سے اس دریادلی کے پیچھے کونسا مقصد کارفرما ہے۔۔؟"

وہ رازدارانہ انداز میں یوں سوال گو تھا جیسے ان کے درمیان کے تعلقات مثالی ہوں۔

"وہاٹ ڈو یو مین۔ مم۔۔ میں تمہاری طرح ہارٹ لیس نہیں ہوں۔ ایم ویری کائینڈ ہارٹڈ پرسن۔ اب زیادہ وہ امروز کیا کہتا ہے۔۔ ہاں بھاؤ۔۔ بھاؤ مت ایٹ کرو۔ اور چل کر اپنی کیس فائل ریڈ کرو اندر۔۔" وہ بمشکل اپنا سابقہ لہجہ اپناتی ہوئی گردن میں بل ڈال کر بولی۔

جواباً اس نے متاثر کن انداز میں سر کو جنبش دیا۔۔

"کوئی شک نہیں آپ کی دریادلی کی ایک دنیا معترف ہے، لیکن اس دنیا سے میں تعلق نہیں رکھتا۔ سو سیدھے سیدھے اس کرم نوازی کی وجہ بتائیں، ورنہ اندر جا کر خود بھی سکون سے سوئیں اور مجھے بھی اپنا کام سکون سے کرنے دیں، عین مہربانی ہو گی۔۔" وہ اپنی ازلی اکھڑ پن سے دوٹوک انداز میں بولا۔ جس پر آبرو واپس روہانسی ہو گئی۔

پھر خشک لبوں پر زبان پھیرتی ہوئی مرتاکیانہ کرتا کے مصداق تھوڑا خود کو گھسیٹتی قریب آئی۔

"وہ۔۔ وہ ایکچولی آج آفٹر ٹائم امروز لوگ گھر نہیں تھے، نجمہ بھی نہیں آئی تھی۔ سو میں اور زونی بور ہو رہے تھے، سو۔۔" فراخ جبیں پر آئی شبنمی بوندوں کو صاف کرتی وہ مبالغہ آرائی کیلئے الفاظ ترتیب دینے ٹھہری۔

"سو۔۔۔؟" ماتھے کے بل قریب لاتے اس نے گویا سلسلہ کلام جوڑے رکھنے کا اشارہ دیا۔

"سو۔۔ سو ہم نے موووی دیکھنے کا پلان بنایا۔ اور۔۔ اور زونی کو ہارر موووی دیکھنی تھی تو۔۔۔"

"اچھا!!۔"

قطع کلام کر دونوں بازو سینے پر باندھتے اثبات میں سر کو جنبش دیا گیا۔۔

اب آگے کی کہانی اخذ کرنا اور اس کرم نوازی میں پوشیدہ مقصد کو جاننا ایسا بھی مشکل نہ تھا۔

آبرو اس کے 'اچھا' کی طوالت پر تذبذب کا شکار ہوئی۔

"میں منتظر ہوں، بتائیں آگے کیا ہوا۔ مطلب پلان کو عملی جامہ پہنایا یا مائنڈ چینج ہو گیا۔۔۔؟"

اب اتنی آسانی سے مغرور حسینہ کی ہاتھ آئی کمزوری پر گرفت کرنے کا سنہرا موقع وہ رائیگاں جانے نہیں دے سکتا تھا بہت سے حساب نکلتے تھے محترمہ کی جانب تبھی انجان بنا۔

"ایڈیٹ! سٹوپڈ! ڈسگسٹنگ ڈی ایس پی!!"

تھانیدار کی بھونڈی اداکاری کا مقصد سمجھ کر کلس اٹھی آبرو کا شدت سے من کیا کاش! غائبانہ اس کے ہاتھ میں ایک بندوق آجائے جس سے یا تو اپنی بزدلی پر وہ خود کو شوٹ کر لے یا مقابل کی مکاری پر اسے۔

لیکن حسرتوں کے پلندے میں ایک اور کا اضافہ ہونے کے سوا کچھ نہ ہوا۔

وہ زہر کا گھونٹ بھرتی لجاجت سے گویا ہوئی۔

"ن۔۔ نہیں۔۔ہہہ۔۔ ہم نے بہت انجوئے کیا مووی۔اور تب ہم ساتھ تھے تو ریلائز نہیں کیا ایکچولی مووی کتنی ڈراؤنی تھی، بٹ ناؤ۔۔۔"وہ کبھی

گردن، کبھی پیشانی تو کبھی چہرے پر اضطرابی انداز میں ہاتھ پھیرتی بار بار تھوک نگلتی ہوئی واپس لب کچلنے لگی۔۔

"بٹ ناؤ۔۔۔؟"

مشکل سے اپنا قہقہہ ضبط کرتے سوالیہ نشان لگایا۔

ورنہ بھوکی شیرنی کو بھیگی بلی بنا دیکھ بڑا لطف آرہا تھا۔۔

"دد۔دیکھو۔اٹس ٹو مچ ناؤ۔۔تت۔تم۔۔۔آل ریڈی میری سچویشن کو بہت زیادہ انجوئے کر چکے ہو۔۔سو پلیز اب زیادہ ایگزیجوریٹ مت کرو سیچویشن کو۔۔اس میں تمہارا اپنا بھی فائدہ ہے۔میرے روم میں اتنی ساری فیسیلٹیز ہیں،ایئر کنڈیشنر ہے،رائیٹنگ ٹیبل ہے اینڈ آلسو میں تمہیں لائٹ آن رکھنے کی پرمیشن دے رہی ہوں۔۔۔" وہ اس کی خود پر گڑی نظروں سے خائف ہوتی اب کے قدرے پر اعتماد لہجے میں بولی۔

جواباً اُس نے بھویں اُپر کو اٹھا کر 'اچھا' کہا۔۔

"بولو۔۔۔۔؟" اس کی خاموشی سے وہ چڑی۔

اگر روم میں چاروں جانب وہ ڈراؤنے ہیولے اسے نظر نہ آ رہے ہوتے یا زینیہ کے روم کی لائٹ آف نہ ہو چکی ہوتی تو وہ قطعی اپنی کمزوری اس بے مروت تھانیدار پر آشکار کر کے اسے اپنی کیفیت سے محظوظ ہونے کا موقع نہ فراہم کرتی۔

لیکن پھر وہی غرض نامی کڑے وقت کی دام میں آئی مجبور چڑیا کی بے بسی وہ خود کو ملامت کر کے رہ گئی۔۔

"کیا بولوں۔؟ آپ نے میری اوقات سے اتنی زیادہ سہولیات آفر کر دی ہے مجھے کی میں بحر مسرت میں غوطہ زن قوت گویائی سے محروم ہونے لگا

ہوں، لیکن ساتھ ایک مسئلہ ہے۔۔" وہ مصنوعی لہجہ اپناتا آخر میں فراق پیشانی پر تفکرات کے بل نمودار کر اس کا منی سی کنفیوژ لڑکی کی جانب جھکا۔۔

"کک۔۔ کیا۔۔۔؟" سانس روک کر اسی جگہ چپکی کھڑی اس کی گرم سانسوں کے تھپڑ برداشت کرتی منمنائی۔

"لوگ کیا کہیں گے۔۔۔؟"

گمبھیر ذو معنٰی سرگوشی اُبھری۔

جس میں نمایاں شرارت وہ اپنی کنفیوژن میں قطعی نظر انداز کر گئی تھی۔

"کک۔۔ کیا کہیں گے۔ کک۔۔ کچھ بھی نہیں کہیں گے۔۔ آفٹر آل ٹیمپرری ہی سہی تم میرے۔۔ہ۔ہہ۔۔ ہسبنڈ ہو۔۔" بدقت ٹھوس حوالہ کیلئے ذہن میں آئے لفظ ہسبینڈ کو اس نے کس مشکل سے آنکھیں میچ کر ادا کیا تھا یہ وہی جانتی تھی۔۔

"اچھا! پھر کیا خیال ہے اسی بات پر اس ٹیمپریری ہسبینڈ کی خدمت کے عوض ثواب کمانے کا موقع نہ فراہم کیا جائے آپ کو۔۔۔؟"

ضرورت کے وقت گدھے کو باپ بنانے والی سچویشن کو خوب سمجھتا وہ فاصلہ پر ہوا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

پٹ سے اس کی گھور سیاہ آنکھیں پورے حجم سے کھلی۔

"مجھے آپ کی ذات سے کچھ مطلوب نہیں محترمہ! آپ ڈریں نہیں جا کر لائٹ آن چھوڑ کر سو جائیں، اور دروازہ لاک مت کریں میں یہیں دالان میں جاگ رہا ہوں اور آج رات میرا سونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔۔" اب کے وہ سنجیدہ ہوا۔

"جائیں بھی اب۔۔۔" اسے ہنوز کھڑا دیکھ وہ بولا۔

"ہاں۔۔ہاں۔۔۔"

وہ جو اتنی خواری کے بعد ٹھنڈا ٹھار بے مروتی میں لپٹا ٹکا سا جواب پا کر واپس مومی انگلیوں اور نازک لبوں کو مشک ستم بنائے ہوئے تھی اس کی آواز پر بے طرح بدکی۔

طلحہ ایک متاسف نظر اس کے متحوش نقوش پر ڈال کر واپس اپنے زمینی بستر کی طرف بڑھ گیا۔

"مم۔۔مجھے ابھی نیند نہیں آ رہی ہے تم اپنا کام کرو میں ادھر سائیڈ پر بیٹھ جاتی ہوں۔۔" منمناتی ہوئی وہ وہیں صوفے پر سکڑ کر بیٹھی۔

طلحہ بنا کچھ کہے فائل اٹھا کر اس میں غرق ہونے کی سعی کرنے لگا۔ لیکن صوفے پر سکڑ سمٹ کر بیٹھی ارد گرد خوف زدہ نگاہ دوڑا رہی ملک زادی کا وجود اسے ایسا کرنے نہیں دے رہا تھا۔۔

"پریشان مت ہوں میں یہیں ہوں، کوئی بھوت آپ کو یہاں آکر حراست میں لینے کی جرات نہیں کرے گا۔۔"اس کی حرکت سے طلحہ جیسے زچ ہوا تھا۔

وہ خجل سی ہو کر چہرہ جھکا گئی۔

گھور سیاہ نین کٹورے لبالب آپ ہی آپ سیر اب ہو گئے، وہ ایسی بزدل تو کبھی نہیں تھی یا شائد تھی جس کا اسے ادراک نہیں تھا۔اور یہ انکشاف ہوا بھی تو کس شخص کی رحم و کرم پر وہ آن گری۔

پہلی ملاقات سے اس کے ساتھ یہی ہو رہا تھا ہر آک وورڈ ایمبیرسنگ سچویشن میں یہی واحد شخص اس کے آس پاس نجات دہندا کی صورت موجود ہوتا تھا۔

جو اس کا تمسخر اڑانے کا ایک موقع زائل جانے نہیں دیتا جو شائد اسے شدید ناپسند کرتا تھا یا شائد نفرت کرتا تھا۔

اپنی بے بسی و کم ہمتی اور مقابل کی شقی القلبی پر گھنیری مژگان سے بغاوت کر ایک آنسو کی لڑی ٹوٹ کر اس کے پیر پر گری طلحہ جو بغور اسے ہی دیکھ رہا تھا نازک پیر کی گلابی جلد پر ٹھہرے موتی کو دیکھ ٹھٹھکا۔

پھر کچھ سوچ کر فائل کے اندر پینسل پھسا تا اپنا فون اٹھا کر کھڑا ہوا۔

عام حالات میں قطعی وہ ایسا نہ کرتا لیکن ایک مغرور لڑکی اپنی انا و زعم کو پس پشت ڈال کر خوف و ہراس کی کیفیت میں اس کے پاس آئی تھی جو اباً سنگدلی کا مظاہرہ کرنا کوئی اخلاقی حرکت نہ تھی۔

دوسرا جزو قتی ہی صحیح ان کے درمیان رشتہ تو واقعی ایسا تھا کی اس کا یہ انسانیت کے ناطے اٹھایا قدم کم از کم معیوب نہیں مانا جاتا۔اور یہ ایسی کوئی انوکھی بات بھی نہ تھی وہ دونوں ایک فلیٹ میں ایسی کئی تنہا شب و روز گزار چکے تھے۔

نزدیکیاں دل میں ہونی چاہئے ورنہ ایک کمرہ کیا پہلو میں بیٹھا شخص بھی اکثر اجنبی ہوتا ہے۔۔وہ خود کو تاویلیں دیتا اس کے قریب آیا۔

"آجائیں روم میں چل کر سوئیں۔۔" سنجیدگی سے کہتا وہ اگے بڑھ گیا تو آبرو بھی بنا چوں چراں اس کے پیچھے ہولی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

مغرور ہی سہی مجھے اچھا بہت لگا

وہ اجنبی تو تھا مگر اپنا بہت لگا

ریشم پہن کر بھی میری قیمت نہ بڑھ سکی

کھدّر بھی اس کے جسم پر مہنگا بہت لگا

وہ دروازے کے قریب کرسی ڈال کر بیٹھا اپنی تمام تر بے نیازی کے ساتھ فائل میں منہمک ہو چکا تھا اور آبرو ایک ہاتھ گال کے نیچے رکھے اسی کی سمت کروٹ لیئے نیم وا آنکھوں سے بے خیالی میں اسے سوچے جا رہی تھی۔

اس شخص سے عداوتیں تھی تغافل بھی تھا لیکن درمیاں ایک بے نام سا تعلق بھی حائل تھا۔

اس کی موجودگی سے تحفظ کا جو بے پایاں احساس رگ وپے میں سکون بن کر سرائیت کرتا تھا وہ ناقابل بیان تھا۔

اپنے باپ کے محل جیسے گھر گارڈز کی پوری فوج کی موجودگی میں بھی وہ سہمی ہوئی ہر آہٹ پر چونک جایا کرتی تھی اور اس کے معمولی سے گھر میں وہ خود کو تحفظ کے مضبوط حصار میں محسوس کر رہی تھی۔۔

ابھی کچھ دیر پہلے تک اس کمرے میں قدم رکھنے کا تصور بھی اس کیلئے سوہان روح تھا اور اب بس اس ایک شخص کی موجودگی کے احساس سے سارے ڈر و خوف کوسوں دور کسی وادی میں جا سوئے تھے۔

غالب تھا تو اس بے نیاز شخص کی مرہوں منت تحفظ کا سکون آور احساس۔۔

کیا تھا اس شخص میں ایسا خاص۔؟

وہ رات کے دوسرے پہر ذہن میں کلبلائے اس سوال کی کھوج میں سرگرداں تھی۔

اور اسی سوال کے جواب کیلئے بے خیالی میں وہ اس کا تفصیلی جائزہ لینے لگی۔۔

اس نے محسوس کیا تھا ابرار حمید سمیت گھر میں سبھی گورے چٹے ہیں بس ایک طلحہ کا رنگ ہی گندمی ہے۔

لیکن اس کی عام سی گندمی رنگت میں ایک کشش تھی ایک امتیازی پن جو اسے اوروں سے جدا کرتی تھی۔

کیا اس نمایاں انفرادیت کی وجہ یہ مغرور کھڑی ناک ہے؟ یا ذہانت سے پُر کشادہ آنکھیں جہاں ہمہ وقت سرد مہری و بیگانگی ہی اپنے لیئے اسے نظر آتی تھی؟

یا بھینچے عنابی بالائی لب پر آویزاں گھور سیاہ مونچھوں کا دبدبہ؟

یا پھر کشادہ پیشانی پر ہمہ وقتی بچھی مقابل کا خون خشک کرتے یہ تین بل؟ یا پھر اس کی بھاری بارعب گرجدار آواز جس کا فر فر جواب تو وہ دے دیتی تھی لیکن دل کو سکڑ کر سمٹنے اور سمٹ کر واپس سکڑنے میں قابل ذکر وقفہ درکار ہوتا تھا۔

"پر سکون ہو کر سو جائیں یہاں میرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔نہ کوئی ہوائی مخلوق اور نہ ہی کوئی بحری یا بری مخلوق۔۔آپ کی تسلی کیلئے میں نے واش روم کی لائٹ بھی آن چھوڑ دی ہے۔۔۔"اس کی نظروں کا ارتکاز خود پر محسوس کر طلحہ بنا فائل سے نظر ہٹائے بولا تو وہ اپنی محویت پر بے طرح جھینپ کر سختی سے آنکھیں میچ گئی۔

"مجھے کینہ توز نگاہوں سے گھورنے سے عین ممکن ہے آپ کو مجھ میں کوئی ایسی ویسی مخلوق نظر آنا شروع ہو جائے لہٰذا سونے کی کوشش کریں۔۔۔"

توقف سے آنکھیں کھولتے ہی جو واپس بے اختیار نگاہ اس پر ٹھہری تھی اس کے واپس صاف لفظوں میں جتلانے پر گھروں پانی گرا تھا۔

"اب ایسا بھی کوئی وہ پرنس چارلس نہیں ہے جو اتنا اترا رہا ہے۔۔"مزید خجالت سے بچنے کیلئے کروٹ بدلتی وہ زیر لب بڑبڑائی۔

کہنے کو باآواز بلند بھی اپنے فرمودات اس کی سماعت تک باآسانی ترسیل کر سکتی تھی۔

لیکن یہ جرات فل حال خاصی مہنگی پر سکتی تھی۔ سو دل ہی دل خود کو ملامت کرتی سونے کی کوشش کرنے لگی۔

"آج حقیقتاً اس قول کی تصدیق ہو گئی بے شک غرض انسان کو گونگا کر دیتی ہے۔ ہونہ! جو ملک زادی بنا لحاظ پھاڑ کھانے کو دوڑتی تھی آج ایسا سناٹا۔۔ اللہ تیری شان" ذرا گردن ترچھی کر کے اس کی پشت دیکھتا طلحہ سوچ کر رہ گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دور کسی مسجد سے آتی آذان کی مقدس آواز اس کے انتہائی مشغولیت میں مخل ہوئی تھی۔ فائل کو بند کر کے قوی انگلی میں مقید پینسل کو اس پر رکھتے حسب

عادت دونوں ہاتھ کی مضبوط انگلیوں کو باہم پیوست کرانگڑائی لیتا ہوا وہ کرسی سے کھڑا ہوا تھا۔

اکڑی گردن کو دائیں بائیں جھٹکا دیتے نگاہ بیڈ پر محو خواب وجود پر پڑی تو فوراً ہڑبڑا کر سیدھا ہوتا شرٹ ٹھیک کرنے لگا۔

اس کی گہری نیند کی تصدیق کر کے وہ جو کمرے سے جانے کا ارادہ رکھتا تھا فائل میں گم ہو کر گویا یہ خیال ہی ذہن سے محو ہو گیا۔اب یاد آیا تو سوائے خود کو لتاڑنے کے کچھ بس میں نہیں تھا۔

جلدی جلدی فائل اور پینسل دبوچتا عجلتاً دروازے سے باہر نکلا پلٹ کر دروازہ بھیڑتے نگاہ بے ارادہ ہی بیڈ کی سمت اٹھی تو لمحہ تھم سا گیا۔

وہ اسی جانب کروٹ لیئے ہوئے تھی سیاہ زلفوں نے اس کے خوابدیدہ حسین نقوش کو آدھے سے زیادہ چھپا دئے تھے۔بس! گھنیری خمدار پلکوں کے سایہ

تلے بائیں چشمِ ستم گر، نیم واں گلابی لب اور ٹھوڑی کا خم ہی ان بدلیوں کے حجاب سے محفوظ قتل ساماں بنے ہوئے تھے۔

ارے غَضب، ارے ستم، وہ اک نِگاہِ سِحرِ فَن
جُھکے اگر تو بُت کدہ، اُٹھے اگر تو بُت شِکَن

نگاہ جھالڑی مژگان کی دام سے الجھتی نیم واں گلابی پنکھڑی سے خارج ہوتی دھیمی سانسوں کی زیر و بم سے دامن بچاتی ٹھوڑی کے خم پر ٹھہر کر دم توڑ گئی۔۔

"کیا بیہودگی ہے طلحہ ابرار حمید!! تم پر کب سے حسن کے پیچ و خم اثر انداز ہونے لگے۔۔؟" خود کو بدقت لتاڑتا وہ جھٹکے سے دروازہ بند کر کے نکلا تھا۔

اب قریب کی مسجدوں سے بھی اذان کی آوازیں باآسانی سنائی دینے لگی تھی۔

آرام سے اس طلسماتی لمحہ سے دامن جھٹکتا وہ سفید شلوار قمیض اٹھا کر واش روم میں بند ہوا اس کی عادت تھی مجبوری نہ ہو تو قطعی وہ جینز شرٹ جیسے ملبوسات میں نماز کی ادائیگی کیلئے نہیں جاتا۔

خشوع و خضوع سے وضو کر کے وہ دالان میں نکلا تو ابرار حمید کو اپنا منتظر پایا۔۔

نماز کی ادائیگی کے بعد کچھ دیر تعلیم میں بیٹھ کر مسجد سے نکلتے دونوں باپ بیٹے آج ایک عرصہ بعد ساتھ چہل قدمی پر چوک تک نکل گئے تھے جاننے پہچاننے والوں سے سلام دعا کرتے اچھا وقت گزار کر صبح کی تازہ ہوا اور خوبصورت مناظر سے محظوظ ہوتے وہ جب حمید منزل کے پھاٹک تک پہنچے شفق کی گہری لالی کو پیچھے چھوڑتے ہوئے بادشاہِ فلک بلندیوں کے سفر پر رواں دواں ہو چکے تھے۔۔

"کیا بات ہے بھئی؟ آج ہمارے تھانیدار کے پاس بڑا فارغ وقت ہے۔۔" اسے بجائے اندر جانے کے ایک عرصہ بعد صحن کی کیاریوں میں دلچسپی لیتا دیکھ ابرار حمید حیرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے۔

"کچھ ایسا ہی سمجھ لیں منشی جی۔۔" اس نے اطمینان سے شانے اچکائے۔

"اچھا بتائیں آج ناشتہ میں کیا لیں گے آپ؟ آج آپ کو بدپرہیزی کی پوری چھوٹ ہے۔۔" وہ اپنے مخصوص دلکش انداز میں مسکرایا۔

"نوازش تھانیدار صاحب! باقی آپ جو مناسب سمجھیں بنا دیں۔۔" ابرار حمید اس کے انداز پر ہنس دئے۔

"ٹھیک ہے پھر میں شروع ہو جاتا ہوں۔۔" سر کو خم دیکر کمانڈ قبول کرتا وہ آستین چڑھا کر کیاری کے قریب دوزانوں بیٹھا اور وہاں سے ٹھیک ٹھاک

مقدار میں تازہ دھنیا اور پودینہ کے ساتھ ہری مرچ توڑ کر ان کی جانب مبہم تبسم اچھالتا اندر کی سمت بڑھ گیا۔

ابرار حمید خوشگوار حیرت میں گھرے کچھ دیر وہیں کھڑے رہ گئے آج ایک عرصہ بعد ان کا گبھرو جوان سپوت اپنے پرانے روپ میں نظر آیا تھا ورنہ گزشتہ چند مہینوں سے گھر بمشکل ہی دستیاب ہوتا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ٹراؤزر اور بلیک بنین پر ایپرن پہنے ایک عرصہ بعد اپنی پرانی گھریلو سی روٹین کو پوری طرح انجوئے کرتا وہ سب کا مشترکہ پسندیدہ ناشتہ آلو کے پراٹھے دو مختلف قسم کی چٹنیوں کے ساتھ فرنی تیار کرنے میں جتا ہوا تھا۔

یاجوج ماجوج کی جوڑی کیلئے پودینہ کی چٹنی اپنے اور ابرار حمید کیلئے دھنیا کی چٹنی زینیہ آلو کے پراٹھے خالی ہی کھانے کی عادی تھی۔

"اللہ جی!! کہیں میں صبح ہی صبح خواب تو نہیں دیکھ رہا؟ اور اگر دیکھ رہا ہوں تو جیسا کے بڑے بزرگ فرما گئے ہیں صبح صادق کا خواب سچا ہوتا ہے اس خواب کو بھی سراپا حقیقت سے تعبیر کر دیجئے گا۔ ایک مظلوم سے بندے کے ایک عرصہ سے سرکاری ہاتھوں کے سواد کو ترسے پیٹ کا سوال ہے۔۔۔" وہ دوسرا پراٹھا اُتار رہا تھا جب ڈرامہ کمپنی نمبر ٹو یعنی شہروز کی دکھی دہائی سماعت سے ٹکرائی۔

"صبح صادق کو گزرے دو گھنٹے ہو چکے ہیں برخوردار! صبح کے آٹھ بج رہے ہیں۔" اخبار کی سرخیوں پر نظر گھمارہے ابرار حمید نے بنا نگاہ اٹھائے اپنے لیٹ لطیف شہزادے کی تصحیح کرنا ضروری سمجھا۔

"اور بھیو!! ایسا تو نہیں کہیں روزانہ ہی ندرت خالہ کچھ نہ کچھ بنا کر بھیجتی رہتی ہے۔۔" زینیہ کو بھی اس کی ناشکری نہ بھائی تھی۔

"ہائے!! یہ پراٹھوں کی اشتہار انگیز خوشبو!! چھوٹے ذرا پتا کرو یار کہیں میں رات ٹائم مشین میں بیٹھ کر ڈیڑھ دو سال پیچھے تو نہیں چلا گیا۔۔؟" نتھنوسے لمبی لمبی سانس کھینچتا کچی ڈور سے کھینچا امروز بھی وہیں چلا آیا تھا۔

دونوں کی بونگی اداکاریوں پر طلحہ تیوڑی چڑھائے ہارٹ پاٹ ٹیبل پر رکھنے مڑا تو نظر دونوں چوکھٹ سے لگے ندیدوں کی طرح کچن کا جائزہ لے رہے یا جوج ماجوج کی جوڑی پر گئی جو رات کے اول جلول حلیہ میں ہی تھے حد تو یہ کی شکن آلود شرٹ ٹخنوں سے اٹھ کر گھٹنے پر چڑھ چکے ٹراؤزر کو تک دونوں نے نیچے کرنے کی زحمت نہیں اٹھائی تھی۔۔

"جاؤ جا کر منہ ہاتھ دھو کر حلیہ درست کر کے آو۔۔" ٹیبل پر ہارٹ پاٹ رکھتے طلحہ نے ناگواریت سے ان کے حلیہ کی سمت توجہ دلائی۔

"حلیہ کو گولی ماریں تھانیدار یار! کونسا ہم ورلڈ برانڈ کی تشہیر کیلئے جا رہے ہیں۔ فلحال تو پراٹھے ٹھنڈے ہو رہے ہیں ہمیں بس اس کی فکر کرنی چاہیئے۔۔۔"

طلحہ کے حکم کو ہوا میں اڑاتے دونوں اندر گھسے تھے اور سنک میں دونوں ہاتھ دھو کر وہاں پڑے گلاس میں پانی بھر کر کھڑکی کی سمت بڑھے جو گھر کے پچھلے حصے میں کھلتی تھی۔

دو تین بار کلی کر کے دونوں ہاتھ آپس میں مسلتے طلحہ یا باقی دونوں نفوس کو کچھ سمجھنے کا موقع دیئے بغیر ہارٹ پاٹ سے پراٹھا نکالتے ٹوٹ پڑے۔۔

"امروز شہروز کیا بدتمیزی ہے یہ۔۔؟" ان کے ندیدے پن پر طلحہ نے درشت انداز میں ٹوکا۔

"بد تمیزی تو نہیں ہے یہ تھانیدار! یہ تو من وسلویٰ ہے۔ابا مینا آجائیں یار آپ دونوں بھی۔۔ورنہ خوشبو پر اکتفا کرنا پڑا تو شکوہ نہ کیجئے گا کیونکہ پیٹ بھر بھی گیا تو ہم نیت بھرنے تک ہاتھ روکنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔۔" بھرے منہ کے ساتھ امروز نے دونوں باپ بیٹی کو خبردار کیا تھا۔

"چھی!! بھیو آپ لوگوں نے تو منہ تک نہیں دھویا۔۔"زینیہ نے خراب منہ بنایا۔

"چھی کی بچی کبھی جنگل کے شیر کو تم نے ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار دیتے دیکھا ہے؟ پھر ہم نے تو کلی کی ہے تین مرتبہ۔۔" بڑے زعم سے زینیہ کے اعتراض کو خارج کرتے امروز نے قطعی خشمگیں نظروں سے خود کو گھور رہے تھانیدار کو دیکھنے کی غلطی نہ کی تھی۔۔

"ابا! آجائیں آپ لوگ بھی۔۔" طلحہ اپنی گھوریوں کا اثر نہ ہوتا دیکھ ابرار حمید کو مخاطب کرتا واپس پراٹھوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پھر ابرار حمید اور زینیہ ناشتہ ختم کر کے ذائقہ دار فرنی سے لطف اندوز ہو کر کچن سے نکل گئے شہروز بھی سیر ہو کر کھانے کے بعد طلحہ کو زور سے جادو کی جھپی دیکر شکریہ ادا کرتا دانت لبوں میں دبائے باہر نکل گیا۔

لیکن امروز ہنوز جما بیٹھا شائد واقعی نیت بھرنے تک ٹیبل چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

لیکن اس کی بار بار کی گنگناہٹ لنچ کیلئے ضروری چیزیں اکٹھا کر رہے طلحہ کو کھٹک رہی تھی۔

اس کی نظروں میں چھپی شوخ سی معنیٰ خیزی اسے تذبذب شکار کر رہی تھی لیکن جب اسے گھورنے وہ نگاہ اٹھاتا وہ پراٹھے کی طرف متوجہ ہو جاتا۔۔

کل چودھویں کی رات تھی!

شب بھر رہا چرچہ تیرا!

ایک بار پھر گیت کے انھیں دو لائن کو دہاؤ ڈال کر واضح آواز میں گنگنانے پر طلحہ نے ٹھٹھکتے ہوئے گردن ترچھی کر کے اسے دیکھا۔

لیکن وہ زبان لبوں پر پھیر تافرنی سے باؤل بھرنے میں مصروف تھا۔

"تمہارے دل میں چور ہے اس لیئے تمہیں اس کا انداز معنٰی خیز لگ رہا ہے۔۔"اندر کہیں سے جتلاتی ہوئی آواز اُبھری۔

"مم۔۔میرے دل میں کیوں چور ہوا بھلا۔؟میں کوئی شوقیہ دلی آمادگی سے محترمہ کے ساتھ روم میں نہیں تھا۔۔اور نہ ہی وہاں کچھ ایسا ویسا ہوا جو میں

آک وورڈ فیل کروں۔۔ "خود ہی خود کو اپنے دلائل سے جھڑکتا وہ واپس فرائی پین کی طرف متوجہ ہونے لگا کے مصرع بدلنے پر تھم گیا۔

کچھ نے کہا یہ چاند ہے

کچھ نے کہا چہرہ تیرا!

ہم چپ رہے ہم ہنس دئے

منظور تھا 'پردہ' تیرا!!

"پردہ تیرا" پر خصوصی دباؤ ڈال کر امروز شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ جیسے ہی طلحہ کو دیکھنے مڑا اسے اپنی طرف ہی متوجہ دیکھ بری طرح سٹپٹایا۔

"ارے! تھانیدار ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔۔؟" اعتماد بحال کرتے اس کے لبوں پر بڑی سی معنیٰ خیز مسکراہٹ اور آنکھوں میں شوخی و شرارت کا جہاں آباد تھا۔

"یہ تمہیں صبح ہی صبح جگ جیت سنگھ بننے کا دوڑا کیوں پڑ رہا ہے۔۔۔؟" اس کی پیشانی شکن آلود ہوئی۔

لہجہ قصداً تیز رکھا۔

"پتا نہیں! کل رات سے یہ گیت میرے دماغ سے چپک کر رہ گیا ہے۔ شائد میں نے اس سے ملتا جھلتا کچھ دیکھ لیا تھا کل رات۔۔" مصنوعی لاعلمی کا اظہار شانے اچکا کر کرتے آخر میں وہ ذو معنویت سے مسکرایا تو طلحہ لب دبا گیا۔

مطلب گڑبڑ لازمی تھی۔

"ویسے شکر ہے مجھے شاہ رخ خان بننے دوڑا نہیں ورنہ۔۔"

"بکواس نہیں کرو اور کام کرو جلدی سے۔۔"اس کے پھیلنے پر طلحہ نے مخصوص درشت انداز میں جھڑکا لیکن امروز تو امروز تھا۔

"لے! میں کہاں بکواس کر رہا ہوں تھانیدار؟ میں تو کام کی بات بھی نہیں کر رہا۔۔اس نے منہ بسورا۔آپ ہی بتائیں ابھی تک گھر میں نے کسی کو بتایا کی کل رات راہداری میں بقائمی ہوش و حواس میں میری اِن گنہگار آنکھوں نے کیسا ناقابل یقین منظر دیکھا۔اس ناقابل یقین منظر کے پس منظر میں جانے کے بعد دالان میں اپنی ناقدری کو رو رہے تھانیدار کے خالی گدے کا نظارہ کیا۔۔اتنا ہی نہیں بلکہ ملک زادی کے نام سے بدک جانے والے تھانیدار کو صبح سویرے منہ اندھیرے ملک زادی کے روم۔۔۔۔"

ابھی جذباتی امروز صاحب باآواز مزید گل افشانی کرتے کی بو کھلاتے ہوئے طلحہ نے ایک جست میں اس کے منہ پر اپنا بھاری ہاتھ جما کر بقیہ انکشافات کا گلا گھونٹا۔

"چپ! یکدم چپ! کیا بکے جا رہے ہو ایسا کچھ نہیں ہے۔۔" سختی سے منہ پر ہاتھ جمائے وہ دبی آواز میں غرایا۔امروز مستقل نفی میں سر ہلاتا شکنجہ سے نکل کر مزید گوہر افشانی کیلئے مچلنے لگا۔

"خبر دار! جو تمہارے منہ سے بھاپ بھی نکلی اب۔۔"اس کے منہ سے ہاتھ ہٹاتے طلحہ نے سخت لہجے میں وارن کیا۔

"واہ! آپ عداوتوں کی وادی میں اُلفتوں کا گلستاں آباد کرنے نکل جائیں اور چھوٹے سے معصوم سے مظلوم سے بھائی کو اظہارِ مسرت کی پاداش میں سنگین دھمکیوں سے خوف زدہ کریں۔۔"ہونٹ لٹکا کر وہ شاکی ہوا تھا۔

"امروز! اگر مزید ایک لفظ بھی فضول بکا نہ میں نے تمہارا منہ توڑنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگانا ہے۔۔"اس کے کھلے ڈھلے انداز پر طلحہ کا حقیقتاً من اس کے جبڑے ہلا دینے کا کر رہا تھا۔

"اور ناشتہ تو کر چکے ہو، شہروز کے ساتھ مل کر کیاریوں اور صحن میں جو غیر ضروری پودے نکل آئیں ہیں ان کی صفائی کر دو سارا دن فضول کی چیزوں میں دماغ چلتا رہتا ہے تم دونوں کا۔"

"تھانیدار!!" رعبدار لہجے میں ملے حکم پر امروز صاحب کی ساری شوقیہ احتجاج میں بدلی۔

"کیا تھانیدار؟ اس کے بعد آ کر لنچ بھی ریڈی کرو گیارہ بجے تک مجھے نہایت ضرروری کام سے نکلنا ہے واپس آ کر میں ایک ایک چیز کا تفصیلی جائزہ لوں گا ڈنڈی مارنے کی قطعی کوشش مت کرنا۔" یکے بعد دیگرے احکامات سے چرب زبانی کا انعام متحوش امروز صاحب کے سپرد کرتے تھانیدار اپنا ایپرن اُتار کر اس کا بوجھ بھی رحم طلب نظروں سے خود کو دیکھ رہے مظلوم کے کندھے پر ڈالتا یہ جا وہ جا ہو گیا۔

"واہ! اسے کہتے ہیں آ بیل مجھے مار! خود تو مرے ساتھ مجھے بھی گھسیٹ لیا لعنت بھیجتا ہوں میں اس وقت پر جب میں تمہارے ساتھ اس دنیا میں آیا تھا۔۔۔" تھانیدار کی فرمودات سے فیض یاب ہوا شہروز اب زور و شور سے اپنی قسمت کو کوسنے دیتا امروز کو کچا چبا جانے کے در پر تھا جس کے تخریب کارانہ پنگے اکثر اسے بھاری پڑتے تھے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"میں پورے یقین سے کچھ نہیں کہ سکتا، بس! میرے ایک کلیگ نے سرسری ذکر کیا تھا جب دو دن قبل وہ لوگ اس بوسیدہ رائس میل کے پاس والے جنگل میں شکار کیلئے آئے تھے تو وہاں اس نے کچھ غیر معمولی پن محسوس کیا تھا۔ عین ممکن ہے کی یہ صرف اس کا وہم ہو کیونکہ پولیس اور جرنلزم جیسی پروفیشن سے تعلق رکھنے والوں کو ہر دوسری چیز مشکوک لگنا

عام سی بات ہے۔۔" ارد گرد پھیلے جنگلاتی علاقہ پر نظر گھماتے فارس نے غیر واضح انداز اپنایا۔

"شک کی تحقیق کر کے تصدیق یا تردید میں ثبوت اکھٹا کرنا ہی ہمارا کام ہے۔۔" ٹھوس لہجے میں کہتے کاندھے سے جھول رہی تھیلی سے تیز دھار خنجر نما ہتھیار نکال کر گھنی جھاڑیوں کو تیزی دائیں بائیں کاٹتے راستہ بناتا ہوا وہ بے خوفی سے آگے بڑھنے لگا تو فارس بھی سنجیدگی سے اس کی تقلید کرنے لگا۔

وہ دونوں اس وقت ایک عام سے لکڑہارے کے بھیس میں تھے بدن پر کھدّر کا بغیر آستینوں والا شرٹ نیچے گھٹنے سے نیچے تک پینٹ اور وہاں سے لانگ لیدر کا گھسا ہوا بوٹ جو عموماً اس خطرناک جنگلاتی علاقہ میں لکڑہارے سانپ بچھو اور دیگر موذی حشرات اور زہریلی جھاڑیوں سے بچنے کیلئے پہنتے تھے۔

ماتھے پر میلا سا انگوچھا بندھا تھا کاندھے سے میلا سا کپڑے کا جھولا لٹک رہا تھا جس میں عام لکڑہارے تو کھانا پانی وغیرہ رکھتے تھے لیکن ان دونوں نے گن کے علاوہ ضروری گیجیٹز رکھے ہوئے تھے۔

اس کے علاوہ احتیاطاً شکاری رائفل بھی ساتھ رکھا ہوا تھا جو فارس کے کاندھے سے لٹک رہا تھا۔

اور ان دونوں کا ہدف اس پرانی رائس میل کے عقبی حصے تک پہنچا تھا۔

کیونکہ سامنے سے بنا اپنے آپ کو شک کے دائرے میں لائے رائس میل کے اندر داخل ہونے کا ایک ہی رضاکارانہ راستہ تھا جو کے مین گیٹ تھا جہاں کے چوکیدار نے صفا چٹ انداز میں داخلہ دینے سے منع کر دیا تھا۔

اس کے علاوہ جو چار دیواری تھی وہ خاصی اونچی اور کمزور تھی جس پر چڑھ کر اندر داخل ہونے کی کوشش سراسر حماقت تھی کیونکہ وہ کسی بھی وقت ڈھے سکتی تھی۔

اس کے علاوہ رائس میل کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کیلئے طلحہ نے جو خفیہ کیمرا زلگائے تھے اس میں کوئی قابل گرفت چیز آج کی تاریخ تک نظر نہیں آئی تھی۔

اس لیئے اگر اس جگہ واقعی گڑبڑ تھی تو رائس میل کا عقبی حصہ ہی زیر استعمال تھا۔

فارس کے شک ظاہر کرنے پر آج ہی وہ اپنے شک کی تصدیق کیلئے نکل پڑا تھا۔

جنگل کا یہ علاقہ بے حد خطرناک اور گھنا تھا اونچے اونچے قدیم درخت، گھنی کھونچ دار کانٹوں اور عجیب رنگ برنگی جنگلی پھولوں سے لیس جھاڑیاں جن

تک اؤنچے درختوں کی پتوں کو چیرتی ہوئی بمشکل ہی سورج کی روشنی رسائی کر پا رہی تھی۔

اور یہی سورج کی روشنی کی آنکھ مچولی اور مختلف حشرات کی مخلوط آواز اس گھنے اور تاحد نظر خوف وخدشات کا دبدبہ قائم کر رہے ماحول کو مزید وحشتناک بنانے میں پیش پیش تھی۔۔

ان دونوں کو سمت دکھانے والی گھڑی اور میپ کی مدد سے اندازے پر رائس میل کے عقبی حصے تک پہنچنے کیلئے جھاڑیوں کو چیر کر راستہ بناتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ سے اُپر ہو گیا تھا لیکن کوئی قابل گرفت بات نظر سے نہ گزری تھی۔۔

"لالے ! تو نے خواہ مخواہ ہی ڈی ایس پی بن کر انسانوں کی انسان نما جانوروں سے حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہوا ہے، تجھے تو فاریسٹ آفیسر ہونا چاہئے

تھا۔۔"اسے یوں بناچوں چران بے خوفی سے آگے بڑھتا دیکھ فارس کی زبان کھجلائی۔

"منہ بند رکھ اپنا۔۔"وہ بنا مڑے نیچی آواز میں غرایا۔

"زبان اکڑ گئی ہے میری۔۔"

اس کے سرزنش پر فارس نے احتجاج کیا۔

بھلا اسے کہاں عادت تھی اتنی دیر تک لب سیئے رکھنے کی۔۔بے انتہا کھانا بے تکان بولنا تو اس کا محبوب مشغولہ تھا۔۔

"ٹوٹ کر گرنے تک کی فرصت ہے۔۔۔"وہ بے نیاز انداز میں ازلی بے مروتی سموئے بولا۔

"مجھ سے نہیں رہا جاتا یہ چپ شاہ کا روزہ میں تو۔۔۔"

"چپ!!"احتجاجاً فارس کی آواز جو بلند ہوئی تھی جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی طلحہ نے اس کے منہ پر ہاتھ جما کر اسے دبایا۔

اور ارد گرد نہایت پھرتی سے عقابی نگاہ گھمانے لگا۔

"کیا ہوا کوئی آدم خور نظر آ گیا۔۔؟"فارس نے غیر سنجیدگی سے نیچی آواز میں پوچھا۔

جواباً طلحہ نے محض ایک خونخوار قسم کی گھوری سے نوازتے اسے یہیں رکنے کا اشارہ کرتا بنا آواز پیدا کئے آگے بڑھا۔

"کیا ہے چیتا شیر یا ببر۔۔؟"تجسس کے ہاتھوں مجبور وہ اس کے پشت پر آ کر کھڑا ہوا۔

"یا تو منہ بند رکھ اپنا یا یہیں سے اُلٹے قدموں لوٹ جا۔" اس کے غیر سنجیدہ انداز پر طلحہ نے سرد مگر نپی آواز میں گھرکا تو وہ انسان کا بچہ بنتا لب دبا کر طلحہ کی تیزی سے ارد گرد کا جائزہ لے رہی عقابی نظروں کی تعاقب میں دیکھنے لگا۔

سامنے کا نظارہ واقعی حیرت انگیز تھا۔

گھنی جھاڑیوں کا سلسلہ یہیں ختم ہو رہا تھا آگے ایک مخصوص حصہ جھاڑیوں سے مبرا تھا البتہ اُونچے درختوں کا سلسلہ جاری تھا جن کے درمیان سے نہایت ہی تنگ اور غیر واضح راستہ بنا ہوا تھا جو عام لوگوں کی سادہ آنکھوں کو تو نہیں لیکن پولیس اور صحافت جیسی بال کی کھال نکالنے والے شبہ سے تعلق رکھنے والوں کی نگاہوں میں فوراً کھٹک جانا کوئی تعجب خیز بات نہ تھی۔

اور سب سے عجیب مختلف حشرات کی مخلوط آواز آنا بھی اچانک بند ہو گئی تھی۔۔

"یقیناً تم بھی وہی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔؟" طلحہ کی سرگوشی نما آواز اُبھری۔

"ہمم!! یہ غیر واضح بلکہ دانستہ چھپایا گیا راستہ، ذی روح کی نام و نشان سے بھی ناپید پُراسراریت میں لپٹی فضا، اور ہمارے میپ کا یہاں ختم ہوتا سلسلہ۔۔۔اتفاق قطعی نہیں ہے۔۔" فارس کی پُرسوچ آواز بھی بے حد نیچی تھی۔

"اتفاق یوں پے در پے نہیں ہوتے، آگے بے حد محتاط قدم اٹھانے ہوں گے ہمیں، یہ پُراسرار خاموشی سراسر ہمیں آگے آنے والے خطروں اور ناقابل یقین مناظر کیلئے پیشگی خبردار کر رہی ہے۔۔۔"

"ہاں! جہاں چرند پرند یہاں تک کے عام حشرات تک کا داخلہ ممنوع ہے وہاں کیمرہ اور دیگر مہلک ڈیوائس کا ہونا کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔۔۔" فارس نے اس کے اندازے کی تصدیق کی۔۔

پھر دونوں ایک دوسرے کی سمت دیکھ کر معنیٰ خیزی سے مسکراتے ہوئے پیچھے ہو کر واپس درخت کی اوٹ میں آئے۔

طلحہ نے اپنی تھیلی سے ایک چھوٹا سا ڈیوائس نکال کر فارس کو تھمایا جسے ایکٹو کر کے فارس نے فضا میں بلند کیا۔۔

"تمہارا شک بالکل درست ہے باس! رائس میل یہاں سے بمشکل ہاف کیلو میٹر اور سڑک ڈیڑھ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ہم ادھر سے گھوم کر بنا نظر میں آئے میل کے عقبی حصے تک باآسانی پہنچ کر سکتے ہیں۔۔" آنکھوں میں فتح یابی کی چمک لیئے فارس نے بتایا تو طلحہ کی آنکھیں بھی چمک اٹھی۔

دونوں کے محتاط قدم سبک روی سے مخصوص سمت بڑھنے لگے۔ مطلوبہ جگہ پہنچ کر دوربین کی مدد سے میل کے پیچھلے حصہ کو فوکس کیا تو شک کو مزید تقویت ملتی گئی۔۔

میل کا داخلی حصہ جس قدر بوسیدہ اور کھنڈر لگ رہا تھا یہ حصہ اتنا ہی متحرک اور پراسرار منظر پیش کر رہا تھا۔ مزید وضاحت کیلئے کچھ قریب جا کر کیمرہ کی آنکھ میں کچھ ثبوت اکٹھا کرتے مخصوص جگہ پر چند ایک ڈیوائیس لگا کر وہ لوگ جس طرح آئے اسی طرح روانہ ہو گئے۔۔

فرق اتنا تھا آتے ہوئے شک و گمان کی کشمکش سے ذہن نبرد آزما تھا اور واپسی پر شک کی تصدیق اور منزل کی قربت سے قدم سرشار اور آنکھیں روشن تھی۔۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"اتنے سارے مسڈ کالز۔۔۔؟"جنگل کے مخصوص احاطہ سے نکل کر جیسے ہی سگنلز ایئریا ایکٹو ہوا امروز اور شہروز کی جانب سے موصول ہوئے ان گنت کالز دیکھ وہ حیران ہوا۔

"کیا ہوا۔۔؟"اس کی پیشانی پر شکنوں کا جال دیکھ اسٹیرنگ ویل گھماتے فارس نے پوچھا۔

"پتا نہیں امروز لوگوں کی کالز آئی ہوئی ہیں۔۔"فون کان سے لگا کر وہ سرسری مگر متفکر آواز میں بولا۔

"کیا ہوا ہے؟کیوں اتنی ساری کالز کی تھی۔۔؟"تیسری بیل پر کال رسیو ہوتے ہی طلحہ نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"آپ کہاں ہے یار تھانیدار کب سے آپ کو کال کر رہے ہیں کورنج ایریا سے باہر ہی بتا رہا ہے۔۔؟"

"تم بتاؤ ہوا کیا ہے۔۔؟"

"ایک ایمرجنسی ہو گئی ہے آپ جہاں کہیں بھی ہیں فوراً سے گھر پہنچیں۔۔"

"ایمرجنسی کیسی ایمرجنسی۔۔۔؟"طلحہ کی حساسیت یک بیک الرٹ ہوئی۔

"ہو گئی ہے ایک ایمرجنسی دراصل ملک زادی نے۔۔"

"ملک زادی۔۔؟انھیں کیا ہوا ام۔۔امروز۔۔شٹ!!"ٹونٹ ٹونٹ کی آواز پر اس نے غصہ و پریشانی سے فون کان سے ہٹایا سگنلز واپس ویک ہو گئے تھے۔

"کیا ہوا سب خیریت۔۔"اسے بار بار فون کو ہتھیلی پر مارتا دیکھ فارس کو تشویش نے گھیرا۔

"پتا نہیں۔۔"

اضطرابی انداز میں پیشانی مسلتے کئی بار کال لگانے کی کوشش کی لیکن سگنلز کی عدم رسائی کے باعث ممکن نہ ہو سکا۔

"کوئی پریشانی ہو گئی ہے؟ ملک زادی ٹھیک تو ہے۔۔؟"

گاڑی کی سپیڈ کم کرتے فارس اس کی بے چینی کے پیش نظر تشویش زدہ ہوا۔

"ڈونٹ نو یار!! بات ہی نہیں ہو سکی۔۔" وہ بے حد پریشان نظر آ رہا تھا۔

"تو فکر نہیں کر سب ٹھیک ہو گا۔۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو تو گاڑی کی سپیڈ بڑھا۔۔۔" امروز کی ادھوری بات سے ابھی پر سکون ہوا ذہن آن کی آن میں مختلف پراگندہ سوچوں کا آماجگہ بن گیا تھا۔

پنچائیت میں دی گئی زیاد گیلانی کی دھمکی بار بار ذہن میں گونج رہی تھی۔

صبح جب وہ گھر سے نکلا تھا آبرو نہیں جاگی تھی تب تک۔اور اب نجانے کیا ہوا ہے وہاں؟

بار بار اس کا چہرہ ذہن کے دریچہ میں اُبھر رہا تھا۔دھڑکنیں ڈھیروں واہم و خدشات کے بوجھ سے مدھم پڑ رہی تھی ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا تھا پریشانی سے پیشانی مسلتا وہ مستقل امروز شہروز کا نمبر ٹرائی کرتا جھنجھلاہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔۔

میں تمہیں چاہتا نہیں لیکن!

پھر بھی جب تم پاس نہیں ہوتی،

خود کو کتنا اداس پاتا ہوں،

جانے کیا دھن سمائی رہتی ہے،

خود پر ایک اداسی سی چھائی رہتی ہے،

دل سے بھی گفتگو نہیں ہوتی۔۔

میں تجھے چاہتا نہیں لیکن۔۔۔۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"نتھلی!!"

فارس نے اچنبھے سے یاجوج ماجوج کی جوڑی کو دیکھا جو معصومیت کے سابقہ حالیہ ریکارڈ اکٹھے توڑتے ہوئے اثبات میں سر ہلا رہے تھے۔

جبکہ ان کی رام کتھا سن کر طلحہ کے بھینچے جبڑے تنے اعصاب کچھ اور کھینچ گئے تھے۔

پچھلا آدھا گھنٹہ اس پر کسی قیامت سے کم نہیں گزرا تھا فارس کو اس نے ہائی وے پر لفٹ لینے کیلئے اُتارنا چاہا تھا لیکن طلحہ کو مضطرب و منتشر اعصابی دباؤ کا

شکار دیکھ وہ نہیں مانا اور دونوں گاڑی کو ہواؤں سے باتیں کرواتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے نُکڑ کے کھلے میدان میں گاڑی روکتے ہوئے گلی سنسان دیکھ اس کے اعصاب کچھ اور جھنجھنا اٹھے تھے۔

وہ لمبے لمبے ڈگ اٹھاتا ہوا گھر تک پہنچا تو مین گیٹ اور گھر کے داخلی دروازے کو کھلا دیکھ رہے سہے اوسان بھی خطاء ہو گئے۔

لیکن سامنے دالان میں ہی دونوں افلاطون ارسطو کی جوڑی کو صوفے پر نیم دراز ویڈیو گیم کے ساتھ آئس کریم سے لطف اندوز ہوتا دیکھ وہ بری طرح ٹھٹھکا۔

"ملک زادی کہاں ہے؟" اس نے چھوٹتے ہی تیزی سے ادھر ادھر پریشان متلاشی نگاہ دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

"تھ۔۔ تھا۔ تھانیدار آپ۔۔"

دونوں کو شائد اس کے اتنی جلدی نازل ہونے کی توقع نہیں تھی تبھی بوکھلا کر اٹھے تھے اس اثنا میں منہ کی طرف جارہا آئس کریم سے بھرا چمچہ گلے پر ہی گر گیا لیکن دونوں الرٹ کھڑے ہو گئے۔

"میں نے پوچھا ملک زادی کہاں ہے؟"

"بھ۔۔بھائی جان وہ اپنے روم میں بند ہیں۔۔"کچن سے برآمد ہوئی آبرو نے روہانسی نظروں سے روم کی طرف اشارہ کیا۔

"شکر بھائی جان!!آپ آگئے۔۔۔وہ انھوں نے ناں ناک میں نتھلی پہنی ہے صبح آپ کے جانے کے بعد تب سے وہ روم میں بند ہیں۔۔"پانی کا گلاس لیکر قریب آتے زینیہ نے بڑے مغموم انداز میں بتایا تھا۔

"وہاٹ!!!"

اس آدھے گھنٹہ کے قلیل وقت میں جتنے اندیشوں نے اس کے دل ودماغ کو جکڑا تھا زینیہ کی اطلاع پر وہ پوری طرح ہل کر رہ گیا۔

"ہاں! تھانیدار یہی بتانے کیلئے تو ہم نے آپ کو کال کی تھی، نجانے آپ کس جنگل میں ٹارزن بنے گھوم رہے تھے جو مسلسل کوریج ایریا سے باہر ہی بتا رہا تھا" امروز نے بڑی معصوم شکل بنا کر اس کے ضبط اشتعال اور ذہنی ہیجان کی وجہ سے دگنا ہوئے خلفشار خون کی باعث دہکتے نقوش کو دیکھا۔

"تم طلحہ کو یہ بتانے والے تھے؟" خود خرافاتی دماغ رکھنے والے فارس کا دماغ بھی چکرا کر رہ گیا تھا۔

"ہاں! آپ لوگوں کو کیا لگا؟" طلحہ کے تیوروں سے خائف ہوتے امروز نے حلق تر کر کے دقت سے اداکاری جاری رکھا۔

"ہمم" طلحہ تیوریاں چڑھائے خطرناک عزائم سنگ دو قدم آگے ہوا دونوں بے اختیار پڑے کھسے۔

"میں جان سکتا ہوں اگر ان محترمہ نے 'نتھلی' پہنی ہے تو اس میں کونسا آسمان ٹوٹ پڑا تھا جو مجھے تھانے سے یوں ایمرجنسی میں اناًفاناً طلب کیا گیا؟" کڑی نظروں کی گرفت لیئے وہ نہایت کرخت انداز میں مستفسر تھا ورنہ تو اس کھودا پہاڑ نکلا چوہا کی مثل پر طلحہ کا بس نہیں چل رہا تھا دونوں کو شوٹ کر دے۔

"خفا کیوں ہو رہے ہیں تھانیدار۔۔؟ ایمرجنسی ہوئی نہ یہ۔ آپ کو نہیں یاد آپ نے ہی تو کہا تھا 'تھانیدارنی'۔۔ مم۔۔ مطلب کی ملک زادی کے متعلق ہر بات ایمرجنسی ہے پھر یہاں تو انھوں نے ناک چھیدوائی ہے وہ بھی گولڈ کی نتھلی سے۔۔۔" آنکھیں پٹپٹا کر وضاحت کرتے امروز معصومیت کی عملی تفسیر بنا ہوا تھا۔

"اچھا۔۔۔" سینے پر بازو باندھتے مخصوص انداز میں اس کی دونوں بھویں قریب آئی۔

جو کے صاف خطرے کا الارم تھی۔۔

"ہ۔۔ہاں۔۔خ۔۔خون بھی نکلا تھا تو مجھے لگا کی۔۔۔" بتیسی کی نمائش کرتے وہ حفظ ماتقدم کے تحت سرعت سے زینیہ کی اوٹ میں ہوا۔

"ہاں! بھائی جان! خون تو واقعی نکلا تھا ان کی ناک بھی لال ہو چکی ہے چہرہ بھی سرخ انگار ہو رہا تھا۔انھوں نے تو دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ صبح بھی برائے نام ایک بریڈ کھایا تھا۔۔دوائی بھی نہیں لی۔۔روم بھی نہیں کھول رہیں۔۔۔" صدا کی نرم دل زینیہ بھائیوں کی مسخری سے پڑے آبرو کی فکر میں ہلکان تھی۔

زینیہ کی روہانسی آواز پر امروز کو تیکھے چتونوں سنگ گھور رہے اس کی پر جلال آنکھوں میں تفکر کے رنگ بلا ارادہ ہی ٹھہرے تھے۔

"ہاں! وہی میں کہ رہا ہوں۔۔" امروز نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔۔

جبکہ اس کی نگاہ بند دروازے سے الجھ گئی تھی۔

کچھ بھی تھا وہ محلوں کی شہزادی تھی پھولوں سی نازک اندام ذرا کھروچ پر آسمان سر پر اٹھا لینے والی پھر یہاں تو۔۔۔۔ نچلا لب دانتوں تلے دباتے اس کے بھاری قدم خود بخود دروازے کی سمت اٹھے۔

"لیکن یہ نئی منطق محترمہ کو سوجھی کیسے؟"

دستک دینے اٹھے ہاتھ روکتے پلٹ کر اس نے سوالیہ نظروں سے تینوں کو دیکھا۔

فارس سائیڈ پر پینٹ کے جیبوں میں ہاتھ ڈالے بالکل خاموش کھڑا۔انو یسٹیگیشن کی مراحل سے خود کو قطعی مستثنیٰ رکھے ہوئے۔

"وہ۔۔وہ بھائی جان دراصل تبسم باجی (پڑوسن) ہے ناں! ان کی دو تین مہینے میں شادی ہونے والی ہے۔تو وہ ناک میں سراخ کروانے کیلئے راضی نہیں ہو رہی تھیں اسی لیئے آج سنار کو گھر لیکر آئے تھے ارقم بھائی (تبسم کا بھائی)" تھانیدار کے سپاٹ تیوروں سے خائف زینیہ تھوک نگل کر بولی۔

"سنار وہاں تبسم کیلئے آیا تھا ان محترمہ کی ناک میں کیسے نتھلی آگئی پھر۔۔؟" طلحہ کا کرخت لہجہ خاصہ مشکوک تھا۔

"وہ چھپنے کیلئے چھت پھلانگ کر ہمارے گھر آگئی تھیں،اور بدقسمتی سے رقیہ دادی کے ہتھے چڑھ گئی،اور پھر جو دادی نے اپنے دبنگ دھانسو انداز میں بیچاری کی مٹی پلید کی بس نہیں پوچھیئے سہاگنوں کے سولہ سنگھاڑ پر ان کے

مدلل بیان سے انسپائر بلکہ خائف ہو کر دبنگ تھانیدار کی دبنگ تھانیدارنی بیچاری بھی زد میں آگئی۔۔۔"امروز نے مصنوعی تاسف سے سارا نقشہ کھینچ کر چمکتی شرارتی نظروں سے تھانیدار کو دیکھا جس کی شکل دیکھ کر لگ رہا تھا کسی بھی وقت وہ پاگلوں کی طرح دیوار میں سر مارنے لگے گا۔

"اللہ جانے یہ لڑکی ہے یا مصیبتوں کو اپنی طرف کھینچنے والی مقناطیس، کبھی یہ مصیبت میں کود جاتی ہیں کبھی مصیبت چھت پھلانگ کر چلی آتی ہے۔۔"وہ کوفت سے بڑبڑایا۔

"کچھ کہا؟"

"نہیں! یہ بتاؤ جب محترمہ نے راضی خوشی مصیبت کو گلے لگایا ہے تو یہ احتجاج کس کے خلاف چل رہا ہے۔۔؟"

"ایسے تو نہیں کہیں بھائی جان!"زینیہ شاکی ہوئی۔

"ہاں! وہ محترمہ چاہے اپنی فضول حرکتوں سے لوگوں کی جان نکال دے ہم زبان سے ان کی شان میں بھاپ تک نہ نکالیں۔" وہ دروازے کو گھورتا ہوا بڑبڑایا۔

"جان نکالنے کی جرات تو وہی کرتے ہیں جو 'جان' ہوتے ہیں۔۔" فارس گنگنایا۔۔

"تم چپ ہی برداشت کے قابل لگتے ہو۔۔" کرخت انداز میں گھرکنے پر امروز شہروز کی باہر آئی بتیسی فوراً اندر گئی۔۔

"خیر کوئی دوائی ٹیوب وغیرہ کچھ ہے؟"

"ہاں! پین کلرّ تو گھر میں تھا باقی اموّ بھیو میڈیکل سے ٹیوب لے آئے ہیں، اور کوثر خالہ نے تبسم باجی کیلئے بنایا پیسٹ بھی بھیجا ہے کہا ہے جلد افاقہ

ہو گا لیکن وہ دروازہ ہی نہیں کھول رہیں۔۔"زینیہ تفصیلاً بتاتی ہونٹ کاٹتی تاسف زدہ سی کچن کی طرف بڑھی۔

جبکہ طلحہ کچھ سوچ کر گھر سے باہر نکلا کیونکہ آتے ہوئے روم کی کھلی کھڑکی پر اس کی نظر پڑ چکی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ایک حقیقت سہی،

فردوس میں حوروں کا وجود

حسن انسان سے نمٹ لوں تو

وہاں تک پہنچوں!

اس کا گلابی مصنوعی آرائش سے پاک تیکھے نقوش سے سجا کتابی چہرہ شدتِ تکلیف سے سرخ اناڑی ہو رہا تھا۔

گلابی عارض درد کی تمازت سے دہک رہے تھے، غزالی آنکھوں پر غلافی پر نم پلکیں سایہ فگن تھی، ساری فساد کی جڑ وہ باریک سونے کی بالی سرخ ستواں تیکھی ناک میں خوب بچ رہی تھی۔

لیکن طلحہ کو اس کے آنسو سے دھلے چہرے پر بہار دکھاتی یہ نتھلی کچھ خاص نہیں بھائی تھی جس نے اس کی اچھی خاصی دوڑ لگادی تھی۔

نجانے اتنی سی تکلیف پر محترمہ کتنی دیر تک رونے کا شغل فرماتی رہی ہیں۔؟ سنجیدگی سے سوچتے اس نے گھور کر نتھلی کو دیکھا پھر دروازے پر ہو رہی مدھم دستک پر دروازہ کھولنے بڑھا کیونکہ وہ تو بندروں کی طرح کھڑکی پھلانگ کر اندر آیا تھا۔

"یہ آپ انھیں لگادیں بھائی جان!" وہ ٹیوب اور مرہم والی کٹوری طلحہ کو پکڑاتی بیڈ کی طرف بڑھی۔

"میں کیوں تم لگاؤ۔۔" طلحہ نے بھونچکاتے ہوئے کٹوری اسے تھمائی۔

"میں نہیں لگاسکتی بھائی جان! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ دیکھیں تو اتنی سی دیر میں کیسے زرد ہو رہی ہیں، اتنی نازک سی تو ان کی جان ہے رو رو کر بالکل ہلکان ہو گئی ہیں۔۔" زینیہ کا گلا رندھ گیا تھا آبرو کا مٹے مٹے آنسوں کے نشان والا زرد چہرہ دیکھ۔

"انھیں کسی نے اس حماقت کا مشورہ نہیں دیا تھا ان کی اپنی دماغ اختراع تھی یہ سو بھگتیں!!۔۔" اس کے چہرے سے نگاہ چراتا وہ کٹھور ہوا۔

"ایسے تو نہیں کہیں بھائی جان! آخر یہ تکلیف تو انھوں نے آپ کیلئے ہی برداشت کی ہے ناں!!" زینیہ نے بھیگے لہجے میں احساس دلانا چاہا اور قبل اس کے کی طلحہ کچھ کہتا اس کی گھنیری پلکیں ذرا لرز کر واں ہوئی۔

"تت۔۔ تتم۔ تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟" دونوں کو دیکھ کر وہ فوراً خوف زدہ سی ہو کر اٹھ بیٹھی۔

"ہم آپ کیلئے یہ مرہم لیکر آئے ہیں آبرو جی! آپ لگا لیں جلد آرام آجائے گا۔۔" زینیہ اپنائیت سے بولی۔

"بب۔ بالکل بھی نہیں۔ مجھے کچھ نہیں لگانا اینڈ ایم وارننگ یو کوئی میرے قریب نہیں آئے گا۔۔" وہ بیڈ پر پیچھے کی جانب کھسکتی انگلی اٹھا کر متحوش سی چیخی۔

طلحہ نے آنکھیں سکیڑ کر اس کی بھیگتی آنکھیں، کانپتی مخروطی انگلی اور خالی خولی کا دھمکی آمیز لہجہ نوٹ کیا۔

"مینا! تم باہر جاؤ اور جاتے ہوئے دروازے بن کرتے ہوئے جانا۔۔" کٹوری سائیڈ ٹیبل پر رکھتے وہ نیچی آواز میں زینیہ سے بولا۔

ملک زادی کے تیور دیکھ کر وہ سمجھ گیا محترمہ ہمیشہ کی طرف زبردستی کی زبان ہی سمجھیں گی۔

"جی!" زینیہ اثبات میں سر ہلاتی دروازے کی سمت بڑھی۔

"تت۔۔ تم۔۔ تم کہا جا رہی ہو۔۔" آبرو تیزی سے دروازے کی سمت لپکی لیکن طلحہ کے ایک جست میں مقابل آجانے پر خوف زدہ سی کئی قدم پیچھے ہو گئی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"آخر اللہ نے کیوں مجھے تجھ جیسے خرافاتی تخریب کاروں کے استاد کے ساتھ پیدا کیا دو سال بعد یا پہلے بھی تو میں آسکتا تھا۔۔" روم سے بلند ہوئی چیخ کی آواز پر دالان میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہے روہانسے شہروز کا بس نہیں چل رہا تھا ساری فساد کی جڑ امروز کا گلا دبا ے۔

عشق ہے و آتش ہے غالب !

جو لگائے نہ لگے بجھائے نہ بجھے !

جواباً امروز نے غضب بے نیازی سے ہاتھ اٹھا کر شعر پڑھا تھا۔

"نہایت ہی ذلیل انسان ہو تم" شہروز نے فوراً جھک کر چپل اٹھاتے نشانہ لیا۔

"گستاخ ! زبان سنبھال کر پورے دو منٹ بڑا ہوں۔۔" بروقت سائیڈ ہو کر بچت کرتا وہ لہجے میں مصنوعی گرج لی ئے بولا۔

"قسمت کی اسی منحوس گھڑی کو تو میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے کوس رہا ہوں۔" دوسرا جوتا بھی اسی بے تکلفی سے سلامی دینے میزائل کی رفتار سے آیا امروز چونکنا تھا سو ایک بار پھر بچت ہو گئی۔

"یار! اتنا کیوں ہائپر ہو رہا ہے ریلیکس کر کچھ نہیں ہو گا۔" دونوں چپل دور اچھالتا پچکارنے کے انداز میں بولا۔

"ہائپر نہ ہوں تو پھول نچھاور کروں تمہارے تاریخی کارنامہ پر؟ وہ بدک کر امروز کی پہنچ سے دور ہوا۔

"تمہاری چرب زبانی کی پاداش میں ملی سزا کی وجہ سے پہلے ہی چلچلاتی دوپہر میں کیاریوں کی گوڈی کرنی پڑی ہے، لیکن تمہارا پیٹ پھر بھی نہیں بھرا تم نے ایک اور پھلجھڑی چھوڑ دی۔۔اب نجانے تھانیدار کیا سزا تجویز کریں گے؟ کہیں ان ننھے پودوں سے پھل اور پھول نا نکالنے کیلئے کہ

دیں۔۔۔" خشمگیں نظروں سے بتیسی کی نمائش کر رہے امروز کو دیکھتے شہروز نے دانت کچکچائے۔

"کچھ نہیں ہو گا یار! اگر اپنی ہوائیاں اڑی شکل درست کر لو تم، ورنہ تو تمہاری اس مجرمانہ بھوتی کو دیکھ کر تو کردہ ناکردہ سارے ہی گناہ ہمارے متھے چڑھ جانے ہیں۔۔" امروز نے اب کے سختی سے اسے گھرکا۔

"مطلب تم دونوں کا ہاتھ ہے اس میں؟" تولیہ سے چہرہ صاف کرتے وہاں آئے فارس نے مشکوک نظروں سے دونوں کو دیکھا۔

"میرا ایک پرسنیٹ پر بھی نہیں ہے فارس بھائی! سارا کارنامہ اسی خبیث کا ہے۔۔" شہروز فوراً بدک کر پہلو جھٹک گیا۔

"اچھا؟" فارس کی بھیویں قریب کو سمٹی

"جی !اسی نے تبسم باجی کی گھر والوں کے سامنے منجری کر کے بیچاری کو پھسوایا، یہی موقع واردات پر رقیہ دادی کو کھینچ کر لایا، اسی نے ان کا دھیان آبرو جی کی سونی ناک کی طرف کروایا اور اتنا ہی نہیں اسی منحوس انسان نے آبرو جی کو رقیہ دادی کی دہشت سے خوف زدہ بھی کیا، وہ بیچاری تو ویسے ہی رقیہ دادی سے خائف رہتی ہیں شروع سے، اس لیئے خاموشی سے ہتھے چڑھ گئی۔ لیکن اس شخص کو پھر بھی سکون نہیں ملا اس نے میرے اور اپنے فون سے دھر ادھر تھانیدار کو فون کھر کا دیا۔۔۔"شہر وز پول کھولنے پر آیا تو بریک فیل ٹرین کی طرح بولتا چلا گیا۔

"اسے کہتے ہیں گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔"امر وز نے ملامتی نظروں سے اپنے ہم نوالا ہم پیالہ کو دیکھا جو یوں شانے جھاڑ گیا جیسے کہ رہا ہوں میری بلا سے۔

"کیوں میاں؟اتنی ساری تخریب کاریاں ایک ہی دن میں کرنے کا کوئی کانٹریکٹ سائن کیا تھا تم نے؟"فارس کا رخ اب امروز کی طرف تھا۔

"نہیں!بس آپ کے کٹھور دل دوست کے جذبات کی شدت معلوم کرنے کی ناکام سی کوشش کر رہا تھا۔۔"امروز نے منہ بسورا۔

"اتنے دردناک انداز سے میں؟"

"یار فارس بھائی!!آپ لوگ صرف عمل کیوں دیکھ رہے ہیں رد عمل بھی تو دیکھیں۔۔"وہ جھنجھلایا

"کونسا رد عمل میاں؟"

"چچ!اسے کہتے ہیں جس پر تکیہ تھا وہی پتہ ہوا دینے لگے۔"

"پہیلیاں مت بجھاؤ بات بتاؤ۔"

"یار! آپ نے دیکھا نہیں تھا نیدار کیسے پاگلوں کی طرح بھاگتے ہوئے آئے ملک زادی کیلئے۔۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوا آپ کے کٹھور دل سڑیل دوست محترمہ ملک زادی کیلئے دل میں کچھ پوشیدہ نرم گرم جذبات رکھتے ہیں۔۔ لیکن اظہار پر پہرا لگا رکھا ہے۔۔" امروز نے باضابطہ ماتھا پیٹ کر ان کی عقل و سمجھ پر ماتم کیا جس پر دونوں ہی چونک گئے۔

"ہمم!! بھلے تمہاری نیت غلط نہیں تھی لیکن طریقہ بہت غلط تھا یہ۔۔ اگر میں طلحہ کے ساتھ نہیں ہوتا تو جس قدر وہ پریشان ہوا تھا تمہاری ادھوری سنسنی خیز خبر سے کوئی حادثہ پیش آسکتا تھا اس کے ساتھ۔ تم جانتے تو ہو ان دنوں زیاد گیلانی کی سرگرمیاں بھی تیز ہو گئی ہے۔" فارس نے سنجیدہ انداز میں سمجھانا ضروری سمجھا تاکہ آئندہ امروز صاحب ہاتھ ہولا رکھیں۔

"ہاں! اس کا تو مجھے احساس ہو رہا ہے، بیچاری آبرو جی کتنی تکلیف میں ہے۔۔" سر کھجاتے ہوئے اندر سے بلند ہو رہی آبرو کی چیخوں پر وہ نادم ہوا۔

"ای۔ای۔۔سوئیر۔اگ۔۔اگر تم نے میری نتھلی کو چھوا بھی تو میں تمہاری ہی سروس گن سے تمہیں ہی شوٹ کر دوں گی۔۔دد۔۔دیکھو مم۔۔۔میں۔۔مذاق نہیں کر۔۔رہی میں۔۔مم۔۔کر دوں گی۔۔۔"

وہ طلحہ کی پیش قدمی پر سرخ اناڑی چہرے کو دونوں گلابی ہتھیلیوں سے چھپاتی چیخی۔

"قق۔۔قریب مت۔۔آہ!!۔"وہ بھاگنے کی فراق میں تھی لیکن تھانیدار نے پھرتی سے ایک جست میں اسے حراست میں لیا۔۔

"چپ!یکدم چپ!۔۔"اس کے زور و شور سے چیخنے پر وہ دھاڑا آبرو فوراً سہم کر کسی چابی والی گڑیا کی طرح چپ ہوتی لبالب پانیوں سے بھری آنکھیں میچ گئی۔

"اب اگر ذرا سی آہ بھی آپ کے لبوں سے نکلی تو اس فساد کی جڑ نتھلی کو میں اپنے ہاتھوں سے کھینچ دوں گا، چونکہ پولیس والا ہوں آپ مجھ سے کسی بھی بے رحمی کی امید رکھیں۔۔" وہ اسے دبوچے بھینچی آواز میں غرایا تھا۔

"دد۔۔درد ہو رہا ہے۔ تمہیں ہو تو معلوم ہو!۔"

مقابل کی سفاکیت اور اپنی بے بسی پر آبرو کے آنسوں نرم رخساروں پر تواتر سے بہنے لگے تھے۔

بے بسی ہی بے بسی تھی اس کی توانا بازوں کی سخت گرفت میں سانس تک لینا محال تھا مزاحمت کس طرح کرتی۔۔

"سروس جوائن کرنے کے محض دو ہفتہ بعد ہی ایک مشن کے دوران مجھے دو گولیاں لگی تھی مجھے، ایک بازو کو چھو کر گزر گئی، جبکہ دوسری ٹانگ پر

پیوست ہو گئی تھی، اور یقین کریں میں نے آپ کا ایک پرسینٹ بھی ہنگامہ نہیں مچایا تھا۔۔" وہ اسے احتیاط سے پیچھے بیڈ پر بٹھاتا ہوا جتاتے انداز میں بولا۔

وہ سوں سوں کرتی گال پھلا گئی۔ مطلب تکلیف سے اس کی جان جا رہی تھی محترم کو اپنی جان بازی کی داستاں کی پڑی ہوئی تھی۔

"نہیں! آپ کو مشورہ کس دانشور نے دیا تھا یہ کھڑاگ پالنے کا جب برداشت کا مادہ سرے ناپید ہی ہے۔۔" سرخ دہکتے نقوش، گھور سیاہ آنکھوں میں برپا تلاطم، مشق ستم بنے گلابی لب بجائے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے بھڑکا رہے تھے۔

"دد۔۔ دادی۔۔ رقیہ دادی نے۔۔" بجائے نرم لہجے میں تسلیاں دینے کے حسب عادت کٹھور پن سے طنز کے نشتر چلانے پر وہ نم پلکیں میچ کر بولی۔

نتیجہ کے طور پر اس کی گھنیری خمدار پلکوں پر ٹھہرا موتی ٹوٹ کر نرم عارض پر پھسلا جسے طلحہ نے بے مول ہونے سے قبل بے اختیاری میں اپنی انگشت شہادت کی پور پر چن لیا تھا۔۔

"نتھلی پہننے کیلئے؟" نظر اس بیش قیمت موتی پر ٹکائے اس کے استفامیہ لہجے میں عجب سا تاثر سمٹ آیا تھا۔جو سوں سوں کر رہی آبرو کو ٹھٹھکا گیا۔۔

"نن۔۔ نہیں۔۔وہ۔۔وہ تبسم سس کو بتا رہی تھی میرڈ لڑکیوں کو نوز پن پہننا چاہیئے، کچھ سنگھار ٹائپ کہا تھا۔۔" وہ اپنا درد بھلائے اس کی نظروں سے بری طرح نروس ہوتی ہوئی ہکلائی۔

"آپ شادی شدہ ہیں؟۔" لہجہ کچھ اور بھاری ہوا

آبرو کی دھڑکن بری طرح منتشر ہوئی۔

"بتائیں۔۔" وہ اس کے تمتمارہے نقوش کو بہت قریب سے نہارتا ہوا ذرا سا اس کے چہرے پر جھکا۔۔

"ہہ۔۔ہاں۔۔ننن۔۔نہیں۔۔۔" بدحواسی کے عالم اس کا سر بیک وقت اثبات وانکار میں ہلا تھا۔

محبت دُھند کی وادی میں لپٹا سرد موسم ہے

نِکھر جائے تو سورج ہے برس جائے تو رِم جِھم ہے

"جادو گرنی!۔"

وہ جو اسے اپنے الفظ و انداز کے فریب میں الجھا کر اس کی ناک کے زخم پر مرہم رکھنے کے ارادے سے قریب آیا تھا، خود دامِ حسن کے فریب میں بری طرح نگاہوں کو الجھا بیٹھا۔

یہ لڑکی حقیقت میں ایک جادو گرنی تھی، ایک ساحرہ جس کے سحر میں گرفتار ہونے سے خود کو بچانے کیلئے ان دنوں آزمایا گیا اس کا ہر حربہ بری طرح ناکام ہو رہا تھا۔ اور وہ دن بدن تھانیدار کے حواسوں پر بری طرح حاوی ہوتی جا رہی تھی۔

جس کی تازہ مثال کچھ دیر پہلے کی اس کی حالت تھی۔

"دد۔۔ دیکھو۔۔ مم۔۔ میرا ویسا مطلب نہیں تھا۔۔ میں یہ تمہارے لیئے نہیں کر رہی تھی۔۔ میرا دل کیا اس لیئے کر لیا۔ اور پھر مجھے آئیڈیا نہیں تھا

اتنا زیادہ پین ہو گا۔۔" دوسری جانب مکمل خاموشی محسوس کر وہ صفائی دینے کے انداز میں بھیگی آواز میں بولی۔۔

"میں آپ سے اپنے لی ئے ایسی کسی تکلیف دہ زحمت کی امید رکھتا بھی نہیں "بس ایک سیکنڈ لگا تھا اسے اس ساحرہ کی سحر سے آزاد ہو کر اپنے خول میں سمٹنے میں۔

"تم چاہتے ہو میں تمہارے لی ئے ایسا کچھ کروں؟" اس نے پٹ سے آنکھیں کھول کر نجانے کس احساس کے زیر اثر بلا کی معصومیت سے استفسار کیا تھا۔ جیسے ہر چیز کا انحصار طلحہ کی منشا پر ہو

"کس ناتے؟" وہ ہولے سے مرہم زخم پر رکھ کر سپاٹ چہرہ لی ئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"فریش ہو کر باہر آجائیں اور کچھ کھا کر پین کلرّ لے لیں روم میں بند رہ کر درد کے خلاف احتجاج کرنے سے درد کی صحت پر تو نہیں آپ کی نازک مزاجی پر خاصہ اثر پر سکتا ہے۔" ٹیوب سائیڈ پر رکھ کر ازلی اجنبیت و بیگانگی کا لبادہ اوڑھتا سرد و سپاٹ لہجے میں کہتا وہ تیزی سے روم سے نکل گیا۔

پیچھے وہ دم سادھے کئی ساعت اس جگہ کو دیکھتی رہ گئی عجیب دھوپ چھاؤں سا مزاج تھا اس شخص کا سمجھ نہیں آتا مہربان کب ہوا بدگمان کب ہوا۔

چند لمحوں کی لطافت کے صلے میں کچھ لوگ

عمر بھر کے لئے تنہائی عطاء کرتے ہیں

دور جائے گا تو پھر اور بھی یاد آئے گا

فاصلہ قرب کی بنیاد ہوا کرتے ہیں!

"کیا بات ہے یار جب بھی گھر آرہا ہوں تم دونوں گھر بڑی فرصت سے مل رہے ہو آگے پڑھائی وڑھائی کا ارادہ نہیں؟ خیر آباد کہ چکے کیا؟" کینو کا پھاک منہ میں ڈالتے فارس نے قصداً موضوع چھیڑا۔

وہ لوگ گوڈی کی ہوئی صاف ستھری کیاریوں کا جائزہ لینے کیلئے ایک ایک کینو اٹھا کر صحن میں نکلے ہوئے تھے۔

"کچھ ایسا ہی ہے۔" امروز نے بے نیازی سے شانے اچکائے

"اچھا! پھر آگے کیا ارادے ہیں؟" فارس نے دلچسپی سے پوچھا۔

اسے طلحہ کہ یہ دو مست ملنگ عجوبے اور ان کی انٹ شنٹ باتیں بہت مزہ دیتی تھی۔

"ارادے تو بڑے ہی نیک ہیں لیکن صرف ارادوں کے نیک ہونے سے کیا ہوتا ہے تقدیر و تدبیر والے بھی تو ذرا ہاتھ پیر ماریں۔۔"امروز نے مصنوعی سرد آہ بھری۔۔

"بھائی کہیں چاند پر قدم رکھنے کے عزائم تو نہیں رکھتے؟"فارس اس کے آہ خارج کرنے پر ہنس پڑا

"نہیں! اب اتنے بلند عزائم بھی نہیں۔۔بس ایک چاند سی دلہن لانے کا معصوم سا ارادہ ہے جو خیر سے شوہر کی خدمت کو اپنی زندگی کا واحد مقصد مانے۔۔لیکن آپ کے دوست محترم ہیں کی اپنی اُپر آئی فائل کو اٹکائے ہم مظلوموں کا حق دبائے جا رہے ہیں۔۔"آخری پھاک منہ میں ڈالتے امروز کا لہجہ مصنوعی درد و تڑپ سے پست ہو گیا تھا فارس نے مشکل سے اپنا بے ساختہ قہقہہ ضبط کرتے اس کے دکھ میں شریک ہوا۔

"ارادے تو واقعی تمہارے نیک ہے بھئی ! اور تھانیدار اس معاملے میں واقعی ظالم سماج بن رہا ہے۔۔"

"ناصرف تھانیدار فارس بھائی بلکہ پورا سماج ہی ہم لڑکوں کا دشمن بنا ہوا ہے۔۔۔"اس کی تو جیسے دکھتی رگ پر ہاتھ پر گئی تھی۔

"لڑکیاں میٹرک میں لڑھکتی ہیں گھر والے فوراً اچھے رشتہ کی تلاش میں جت جاتے ہیں۔

وہیں ہم لڑکوں کا پرچہ اٹک جائے فوراً ہماری چھترول کیلئے گھسی ہوئی چپل تلاش کی جاتی ہے۔

لڑکیاں انٹر میں لڑھک جائیں ایک آدھ منگنی تو کرواہی دیتے ہیں اور ہم لڑھک جائیں تو پاکٹ منی کے ساتھ دوبارہ پرچہ نکالنے تک بائیک پر جبری قبضہ ہو جاتا ہے اور جو عزت ہوتی ہے وہ الگ۔

اور گریجویشن کے بعد تو خیر ہماری مخالف صنف پاس ہو یا فیل ہاتھ پیلے ہونے ہی ہونے ہے۔۔ جبکہ ہماری مظلوم صنف رو دھو کر پاس ہو جائے تو اچھی نوکری کیلئے مزید کتابوں سے مغزماری کرنی ہے اور فیل ہو جائیں تو گھر والے گیراج یا پنچر کی دکان وغیرہ پر ہاتھ کالے کرنے بھیج دیتے ہیں۔۔

اور جو کوئی بیچارہ واقعی پڑھاکوٹڈا ہو تو پھر یا تو فائل لیکر جوتیاں چٹخاتا گھوم رہا ہوتا ہے یا تھانیدار جیسا جینیس ہو تو سرویسیز کیلئے دن رات پڑھ پڑھ کر اپنے بال جھڑا رہا ہوتا۔۔اب آپ ہی بتائیں کیا یہ ہماری صنف کے ساتھ ظلم نہیں۔۔ مطلب شادی کا آسان ترین آپشن ہماری صنف کیلئے ہمالیہ کی بلند چوٹی ہے اور مخالف صنف کیلئے ایک موقع کی مار۔۔ قسم سے بڑا دل جلتا ہے ہمارے سماج کی اس دوغلی پالیسی پر۔۔۔"

شدید جذبات کی روش میں بہتا ہاتھ نچانچا کر امروز صاحب نے دھواں دھار تقریر ہی کر ڈالی تھی۔۔

اور ادھر قہقہہ ضبط کرنے کے چکر میں فارس کا چہرہ بری طرح سرخ پر گیا تھا۔

"ہاہاہاہاہا۔۔۔" آخر کار اس کا قہقہہ بے قابو ہو کر ابل ہی پڑا۔

"آپ ہنس رہے ہیں؟" وہ خائف ہوا۔

"نہیں برخوردار!! یہ داد دے رہے ہیں آپ کو اتنا اہم مدعا جو آپ نے اٹھایا ہے۔۔۔"

"تھ۔۔ تھا۔۔ تھانیدار۔۔۔"

عقب سے اُبھرے غضبناک آواز پر امروز بچھو کے ڈنک مارے شخص کی طرح اچھلا اور پیچھے ماتھے پر ناگواریت کی سلوٹیں نمودار کئے استاد تھانیدار کو دیکھ اُپر کی سانس اُپر نیچے کی نیچے رہ گئی۔

"چاند پر جانا ہے برخوردار کو؟"

"کوئی اخیر حسِ لطاف سے عاری بدذوق بندے ہو یار۔۔بچے نے چاند سی دلہن کی فرمائش کی ہے۔ایسے گھورو تو نہیں مظلوم کو۔۔"فارس نے مسکراہٹ دباتے تصحیح کیا جبکہ امروز کی شکل رونے والی ہو گئی تھی۔۔

"اہ!!چاند سی دلہن چاہیئے؟"طلحہ کی تیوریاں کچھ اور بگڑے۔

"ن۔ن۔۔نہیں تھانیدار میں تو بس۔۔یاررر!!۔۔۔"امروز نے مدد طلب نظروں سے آس پاس موجود نفوس کو دیکھا لیکن سارے ہی غدار وہاں اس کی حالت سے محظوظ ہو رہے تھے۔

"میں نوٹس کر رہا ہوں آج کل تمہاری گفتگو میں غیر ضروری موضوعات کا سٹاک کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا ہے۔سدھر جاؤ ورنہ علاج کرنا میں خوب جانتا ہوں۔۔"کالر سے تھام کر طلحہ نے ڈرانے کیلئے ایک دو جھٹکا دیا۔

"مم۔۔میں تو ایسے ہی مذاق کر رہا تھا۔۔" کچھ دیر پہلے کا دبنگ امروز بالکل بھیگا بلا بن گیا تھا۔

"ہائے!! چس آ گیا۔۔" دفعتاً گیٹ کی طرف سے چٹخارہ لیتی بلند آواز گونجی سب کی گردن بلا ارادہ اس سمت گھومی۔

---

"ہائے!! چس آ گیا۔۔"

دفعتاً گیٹ کی طرف سے چٹخارہ لیتی آواز بلند ہونے پر سب ہی کی گردن بلا ارادہ اس سمت گھومی۔

نتیجتاً نجمہ کے کھلے نقوش پلک جھپکتے بوکھلاہٹ میں تبدیل ہوئے۔

"بھ۔۔بھائی۔بھائی جان! مم۔میں۔۔میں کہ رہی تھی۔۔چ۔چ۔چار تاریخ کو ایڈمیشن فارم جمع کرنے کی آخری تاریخ ہے آج ہی میری دوست نے بتایا ہے۔۔مم۔۔وہی بتانے آئی تھی۔" پورے محلے میں دندناتی گھومنے

والی دبنگ نجمہ بی بی چونکہ فقط تھانیدار سے ہی خائف رہتی تھی سو تھانیدار کے سپاٹ تاثرات اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑانے کیلئے کافی تھے۔

"ہمم!! تم دونوں فارم لے آئے۔۔؟" بوکھلائی نجمہ سے نگاہ ہٹا کر وہ واپس زیر لب شہروز کو کوس رہے امروز کی طرف مڑا۔

"ہ۔۔ہاں۔۔ہاں لے آئے تھے ناں۔۔ پچھلے ہی ہفتے لے آئے تھے۔۔کیوں بڑے تم نے فل کر دئے نہ دونوں؟" بدقت چھوٹ کا سہارا لیتے اس نے امروز کی طرف دیکھا۔

جواباً امروز کی گردن میکانکی انداز میں زور و شور سے اثبات میں ہلی تھی۔

"تو پھر جمع کروانے کیلئے کسی پیر فقیر سے تعویز لینا ہے یا استخارہ کروانا ہے۔۔؟" دونوں کو کڑی نظروں کی گرفت میں لیئے تھانیدار نے صاف ان کے سفید جھوٹ پر چوٹ کیا تھا۔

"وہ۔۔وہ بھائی جان! ابا نے بھیولو گو کو گھر رہنے کیلئے کہا تھا اس لیئے وہ دونوں فارم جمع کروانے نہیں گئے۔۔کل چلے جائیں گے۔۔"آخر زینیہ کو ہی بھائیوں کی مسمسی شکل پر ترس آیا تو وہ بمشکل منمنائی۔

جس پر طلحہ ہنکار بھرتا کیاریوں کی طرف متوجہ ہوا۔ پیچھے چاروں جان بچی سو لاکھوں پائیں کے مصداق گدھے کے سر سے سنگ کی طرح غائب ہوئے بس نغمہ بیچاری ہاتھ میں ڈونگالیئے گومگو کی کیفیت میں جہاں کی تہاں کھڑی تھی۔

کیونکہ بجری کی مختصر روش کے بالکل درمیان میں بظاہر کیاریوں کی طرف متوجہ فارس استادہ تھا جس کی درزیدہ اُٹھتی پر شوق نگاہوں کی تپش نے اس کے ہاتھ پیر پھلادیئے تھے۔

تضاد نجمہ بھی لمحوں میں بہن کا خیال کئے بغیر اپنی جان خلاصی کرتی کافور ہو گئی تھی۔

بلکہ سارے ہی ہوا ہو گئے تھے بس وہ پھس گئی تھی آخر کس طرح اس شخص کے قریب سے ہو کر اندر جائے۔جو مسکراہٹ دباتا بلاشبہ اس کی حالت سے حظ اٹھا رہا تھا۔

"تم کیوں کھڑی ہو؟"

"جج۔۔جی بھائی جان؟" یکایک طلحہ کی بھاری آواز پر بری طرح چونکنے سے اس کی کمزور گرفت سے ڈونگا چھوٹا تھا اور لمحہ میں گلاب جامن زمین پر رینگ رہے تھے۔۔

"ٹھیک ہو تم کیا ہوا ہے؟" اس کی تاسف زدہ آنکھوں میں لبالب پانی دیکھ طلحہ کو فکر لاحق ہوئی جو کبھی گلاب جامن تو کبھی اپنے خالی ہاتھ دیکھتی ہونق سی کھڑی تھی۔

"وہ۔۔وہ بھائی جان۔۔۔" اس کے آنسو بے اختیار رخسار پر ڈھلک گئے۔

"کچھ نہیں ہوا تم اندر جاؤ۔۔میں چوک کی طرف نکلنے لگا ہوں واپسی پر لے آؤں گا۔۔" طلحہ کے نرم انداز میں کہنے پر وہ اثبات میں سر ہلاتی دونوں گال رگڑتی اندر کی سمت بھاگی۔۔

فارس تاسف سے لب بھینچتا سر کھجاتا ہوا کیاریوں کی طرف پہلے ہی گھوم چکا تھا اس کی بے اختیار نگاہوں کی تاثیر نے اس کامنی سی لڑکی کو لمحے میں حال سے بے حال کر دیا تھا لیکن وہ بھی بے اختیاری پر اختیار کرتا تو کیسے؟

گستاخی کے مرتکب تو فقط نگاہیں ہی نہیں تھیں اس بوکھلائی دوشیزہ کو دیکھنے کی دعا تو دل بنجارہ کی پاگل دھڑکنوں نے شدت سے مانگی تھی۔

جس کا سلونا عکس پہلی ملاقات کے بعد سے آئینہ دل میں گویا ہمیشہ کیلئے اُتر گیا تھا تنہائیوں میں اس کی ہوائیاں اُڑے نقوش اسے بے وجہ بے سبب مسکرانے پر مجبور کرنے لگے تھے۔

اور اپنی ان پُر لطف کیفیات کا مطلب وہ خوب جانتا تھا۔

تمہارے حسن سے رہتی ہے ہم کنار نظر

تمہاری یاد سے دل ہم کلام رہتا ہے

رہی فراغتِ ہجراں تو ہو رہے گا طے

تمہاری چاہ کا جو جو مقام رہتا ہے

"ویسے آبرو جی درد کا تو کوئی مداوا نہیں لیکن آپ پر نتھلی سوٹ بہت کر رہی ہے۔۔"

نجمہ کی پر شوق ستائشی نگاہوں کی جواب میں آبرو کی نگاہ بے ساختہ بیڈ کی دائیں جانب ایستادہ قد آور آئینہ میں اپنے عکس پر ٹھہری تھی۔

واقعی اس کے خوبصورت نقوش سے سجے چہرے پر یہ تبدیلی زیب تو بہت دے رہی تھی لیکن اس زیبائش نے جو اس کا حشر کیا تھا وہ بھی نا قابل فراموش تھا اور جو بے درد بے مروت تھا نیدار نے کیا تھا وہ بھی۔۔

اس کے گال خمار آلود بے اختیاریوں سے گندھے اس پر فسوں لمحے کے نگاہوں میں اترنے پر بری طرح دہک اٹھے تھے۔۔۔

"آئے ہائے آبرو جی! آپ تو بلش ولش کر رہی ہیں سچ سچ بتائیں بھائی جان نے بہت تعریف کی ناں۔۔۔؟" اس کے گلال عارض نجمہ کی شرارت دوچند کرنے کیلئے کافی تھے۔

کچھ ایسا نہ ہونے کے باوجود وہ بری طرح جھنپی۔

"نجمہ! بہت بدتمیز ہو گئی ہو تم!" نغمہ نے آنکھیں دکھا کر اسے باز رکھنا چاہا جو اب ناممکن تھا۔

"لے! اس میں بدتمیز ہونے والی کیا بات ہے۔ ہمارے بھائی جان بھی انسان ہیں آہنی سینے میں ایک عدد دل نامی گوشت کا لوتھڑا متحرک ہے، ایسے میں اگر دھڑکنیں ایک حسین و جمیل نازک اندام دوشیزہ کی حسن لازوال کی شان میں رطب اللسان ہو جائیں تو برا کیا ہے؟ اور اس صورت تو عین ثواب ہے جب وہ ماہ جبین ماہ سیمہ ان کی شرعی قانونی ملکیت ہو۔۔ بلکہ فرض ہے

تھانیدار پر اپنی تھانیدارنی کی تعریف۔۔"ہاتھ ہوا میں لہرا لہرا کا نجمہ کی شاعرانہ چھیڑ خانی عروج پر تھی۔

"نجمہ! حد ہے بے شرمی کی؟" آبرو کو خفت سے سرخ ادھر ادھر دیکھتے لب کچلتا دیکھ نغمہ نے اس کی کمر پر مکا جڑا۔

وہ طلحہ اور آبرو کے بیچ کا کھنچاؤ آبرو کو لیکر گھر والوں کا از حد محتاط انداز ایک عرصہ پہلے نوٹس کر چکی تھی۔ تبھی وہ بھی محتاط ہی رہتی تھی۔۔

لیکن نجمہ بی بی کہاں ان باریکیوں پر دھیان دینے کی قائل تھی ان کی زبان تو بریک فیل ٹرین کی طرح لال ہری جھنڈی کی تفریق کئے بغیر بس پٹری پر چڑھی تو رکنے کے نام ہی نہیں لیتی تھی۔

"ہیں! اس میں بے شرمی کا لاحقہ کہاں سے آگیا؟ مانا آبرو جی رشتہ میں ہم سے بڑی ہیں لیکن ہیں تو ہم ہم عمر اور دوست بھی ہیں پھر دوست سے کیسی

پردہ داری کیوں آبرو جی؟" بازنہ آتے شرارت سے آنکھ دبا کر اس نے آبرو کے کندھے سے کندھا مارا۔

"پلیز! نجمہ مجھے فریش ہونا ہے۔۔" وہ فوراً سے پیشتر بیڈ سے نیچے اُتری۔

اب وہ لکڑی کی الماری کھول کر ہنگیر زادھر سے ادھر کرتی دوسرے ہاتھ کی ٹھنڈی ہتھیلی سے تپتے گال تھپتھپا رہی تھی جو دھڑکنوں میں رونما ہوئی غیر معمولی تغیر کے باعث تندور کی مانند دہک رہے تھے۔

"وہ پرفسوں لمحہ ری کال کر رہی ہیں؟" اس کی اتھل پتھل دھڑکن سنبھلی بھی نہیں تھی جب نجمہ کی شریر سرگوشی کان کے پاس اُبھری۔

"نن۔۔ نغمہ کہاں ہے؟"

"انھیں آپ کے سر تاج نے طلب کیا ہے جب آپ ان کے خیالوں میں محو تھیں؟" الماری کے دروازے سے پشت ٹکاتے نجمہ نے شرارت سے آنکھیں مٹکائی۔

"نجمہ پلیز انف! مجھے فریش ہونا ہے۔۔" الماری سے ہاتھ آیا ہینگر نکال کر وہ فوراً اس کی نظروں سے اوجھل ہونا چاہ رہی تھی۔

"جی! آپ کو تیار تو واقعی ہونا ہے، وہ بھی بہت خاص انداز میں اور یہ عظیم ذمہ داری مابدولت نے خود اپنے آپ کو سونپی ہے۔۔" اس کے ہاتھ سے ہینگر لیکر واپس ہینگ کرتے سینے پر ہاتھ رکھ کر وہ خیر مقدم کرنے کے انداز میں جھکی۔

"کیوں؟"

"کیوں؟ بڑا دلچسپ سوال ہے۔ جس کا جواب یہ ہے کے آج پورا حمید منزل ہماری طرف ڈنر پر انوائیٹڈ ہے اور آپ اس دعوت خصوصی کی مہمان خصوصی ہیں۔۔" کپڑوں سے چھیڑ خانی کرتے اپنی طرف سے اس نے آبرو کی معلومات میں بہت بڑا اضافہ کیا تھا۔

"بٹ!"

"نو بٹ وٹ نو اگر مگر لیکن ویکن۔۔ اماں ماموں کو کال کر چکی ہیں بھائی جان کو اب تک اطلاع مل چکی ہو گی۔ سو آپ جائیں جھٹ پٹ فریش ہاتھ لیکر آئیں اپنی حسین نتھلی بچا کر۔۔ میں ذرا تب تک باہر کار اؤنڈ لگا کر آتی ہوں پھر آپ کے حسن دو آتشہ کو دو دھاری تلوار بنانے کے مشن پر ہلا بولیں گے۔۔" اپنی مرضی کا ہینگر اسے تھما کر آبرو کو لب وا کرنے کا موقع دئے بغیر وہ چھپاک سے دہلیز عبور کر گئی تھی۔۔

"نجمہ! بٹ میرے پاس آوٹ فٹ۔۔۔" کھٹ کی آواز پر وہ اپنا مسئلہ بتانے مڑی لیکن طلحہ کا چہرہ نمودار ہونے پر بقیہ الفاظ حذف کر گئی۔

جبکہ طلحہ دونوں ہاتھ میں دو چھوٹے چھوٹے گملے لیۓ خاموشی سے کھڑکی کی طرف بڑھا احتیاط سے انھیں کھڑکی پر رکھ کر نافہم تاثرات لیۓ کھڑی آبرو کی طرف مڑا۔

"صبح یاد سے جلدی جاگ کر ان پتوں پر ٹھہرے شبنم کی بوند کو اپنی ناک پر لگایئے گا زخم پر جلد افاقہ ہو گا۔۔"

"وہاٹ؟" غیر متوقع بات پر آبرو نے عجیب نظروں سے پہلے اسے پھر ننھے پودوں سے سجے گملوں کا دیکھا۔

"جی!! سننے میں عجیب لگ سکتا ہے لیکن دیسی آزمودہ ٹوٹکا ہے جس کے فوائد اپنی جگہ مسلم ہیں۔" اس کے عجیب تاثرات کے جواب میں وہ اسی سنجیدگی سے کہتا دروازے کی سمت بڑھا۔

"اور ہاں!" حسب عادت دہلیز پر اس کے قدم رکے۔

"آئندہ ایسی کوئی زحمت آپ مت اٹھایئے گا، میں جانتا ہوں مجھ سے منسوب وجود کو لیکر مجھ سے وابستہ لوگوں کے بہت سے ارمان ہیں، جسے پورا کرنا وہ لوگ حق سمجھتے ہیں، لیکن اس رشتے کی حقیقت سے ہم دونوں بخوبی واقف ہیں۔ لہٰذا آپ مروت کے چکر میں دوبارہ مت پڑیئے گا مجھ سے جڑا 'حقیقی وجود' جب آجائے گا سب خود ٹھیک ہو جائے گا۔" سپاٹ سے انداز میں حقیقی وجود پر قصداً دباؤ ڈالتے اس کی نگاہوں کا مرکز وہ قطعی نہیں تھی۔

"وہاٹ ڈو یو مین تم سیکنڈ میرج کرو گے؟" لمحہ لگا تھا اس کو اس خصوصی لفظ کا مفہوم سمجھنے میں۔

"میں نے پہلی کب کی تھی؟" شانے جھاڑ کر آبرو کو حق دق چھوڑ وہ یہ جا وہ جا ہو چکا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"بھائی جان!"

ٹرے میں دو کپ چائے کے سجا کر کچن سے برآمد ہوتے ہی اس نے طلحہ کی تلاش میں نگاہ گھمائی۔

سائیں سائیں کرتے دالان میں زی روح کا نام و نشان بھی ناپید تھا۔ وہ نفی میں سر ہلاتی امروز شہروز کے روم کی طرف بڑھی۔

"ان دونوں کا بھی جواب نہیں ابھی کچھ دیر پہلے بھائی جان سے مرمت ہوئی ہے اور واپس غائب ہیں۔۔" خالی روم دیکھ نغمہ نفی میں سر ہلاتی مرنے لگی تھی کہ۔

"امروز! ذرا یہ بھائی جان اور ان کے دوست کو۔۔آپ!!"

دفعتاً واش روم کا دروازہ کھلنے کی آواز پر کہتی ہوئی وہ مڑی لیکن مقابل امروز یا شہروز کے بجائے فارس کو دیکھ اس کے لب پیوست ہوئے۔

"امروز شہروز تو نہیں ہیں میں بنفس نفیس موجود ہوں۔۔" اسٹینڈ سے تولیہ اٹھا کر قدم در قدم وہ اسی کی سمت آرہا تھا۔

"وہ۔۔وہ بھائی جان۔۔نے کہا تھا۔۔چائے!!" ایک بار پھر اسی شخص کے مقابل ہونے پر نغمہ کا دماغ سے بھک سے اڑا تھا۔

"پیشہ کے اعتبار سے جرنلسٹ ہوں، لوگ کہتے ہیں شکل صورت بھی لاکھوں میں نہ سہی ہزاروں میں ایک تو ہے ہی مابدولت کی۔۔۔ لیکن جتنی بھی مرتبہ آپ سے ٹاکرا ہوا ہے شدت سے مجھے لوگو کی عمومی رائے پر شبہ ہونے لگتا ہے۔۔ کیا واقعی میں شکلاً ہیبت کا دوسرا نام ہوں؟"

"جج۔۔جی۔۔" آنکھیں پٹپٹا کر یکایک چہرہ قریب لانے پر پہلے سے ہراساں کھڑی نغمہ بدک کر دور ہوئی تھی۔

"جی؟"

اس کی بوکھلاہٹ سے حظ اٹھاتے فارس نے آنکھیں سکیڑی۔ ساتھ اس کے ہاتھ سے ٹرے لیکر سائیڈ تپائی پر رکھتے ایک کپ بھی اٹھا چکا تھا۔

"مم۔۔ مطلب جی نہیں۔۔ مطلب مجھے نہیں معلوم آپ۔۔ میں نے۔۔ ویسا افففف!!!" اس کی شرارتی چمک لیئے محظوظ کن نگاہوں نے نغمہ کو بیک وقت جھنجھلاہٹ و بوکھلاہٹ کا شکار کر دیا تھا۔

"ہمم!! مطلب آپ کو لوگوں کی عمومی رائے پر اعتراض ہے۔" وہ قصداً بات کو طول دینے کیلیئے چائے کے سپ لیتا راستہ میں پھیل کر ایستادہ ہوا۔

"اب میں نے ایسا تو نہیں کہا۔۔" نغمہ روہانسی ہو گئی عجیب بلا گلے پر گئی تھی۔

"تو پھر آپ نے کیسا کہا اس کی وضاحت ہی کر دیں خاصہ کند ذہن نا سمجھ سا بشر ہوں۔۔" لہجے میں شرارتی کھنک لیئے چہرے پر مسکینیت طاری کرتے وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

"دیکھیں!! مجھے کوئی وضاحت کوئی تشریح نہیں کرنی آپ پلیز راستہ دیں۔۔" نغمہ تذبذب کا شکار ہوئی اس خواہ مخواہ کے سلسلہ سے۔

"ارے!! ایسے کیسے آپ ایک ہینڈسم بندے کو ہیبتناک ثابت کر کے بنا وضاحت کئے جا سکتی ہیں قطعی نہیں۔۔"

"ہیں!! میں نے یہ کب کہا؟" وہ حقیقتاً اس شخص کی جلیبی جیسی باتوں اور الزامات سے ہونق سی رہ گئی تھی۔

"ہمم!" فارس دل ہی دل اس کے ہونق تاثرات سے محظوظ ہوتا ایک قدم قریب ہوا۔

"ہر بات زبان سے کہی جائے ضروری تو نہیں محترمہ! کچھ باتیں ہمارے انداز و اطوار ہمارے عمل رد عمل بھی چیخ چیخ کر کہہ دیتے ہیں، بس! مقابل کی سمجھنے کی چاہ اور سمجھداری شرط ہے۔۔۔" مقابل کی نگاہوں کی ذو معنویت لہجے کی گمبھیر پن سے نغمہ کی ہتھیلیاں بھیگنے لگی تھی۔

وہ آپس میں دونوں ہتھیلیاں رگڑتی بے بس سی خشک لبوں پر بار بار زبان پھیر رہی تھی۔

"خیر! میرا قطعی مقصد آپ کو خوف زدہ کرنا نہیں تھا، اگر پھر بھی میرے کسی عمل نے آپ کو خوف میں مبتلا کیا ہو تو میں معذرت خواں ہوں۔۔ باقی میں ایک اسٹریٹ فارورڈ سا بندہ ہوں اپنے جذبات اور فیصلوں کو لیکر میں کبھی کنفیوژن کا شکار نہیں رہا۔ اور آپ کے معاملے میں بھی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔ چائے کیلئے بہت شکریہ!"

شوق لہجے کے بالکل برعکس سنجیدگی سے کہتا وہ چائے کا سپ لیتا ہوا اس کی راہ سے کیا روم سے ہی نکل گیا تھا۔

پیچھے نغمہ ہونق پن کا شکار نغمہ اس کے الفاظ کا درست معنٰی و مفہوم سمجھنے کی کوشش میں کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔۔

کسی چشم وعدہ کی لہر ہے،

بڑا دل گرفتہ یہ شہر ہے

سو ہوائے محرم دوستاں،

تیرے سلسلوں کا پتار ہے

یہ سرائے صبح کے ساتھ ہی

مجھے چھوڑنی ہے غزل شب

تیری چشم رمز و کنایہ میں

کوئی خواب ہے تو سجا رہے

وہی راستے وہی مناظر وہی آوارہ بنجارہ ہوائیں وہی سورج کی نارنجی کرنیں!

وہی اپنی نشست پر لب بستہ لاتعلق نشستہ وجود!

بظاہر سب کچھ ویسا ہی تھا لیکن حقیقتاً سب برعکس تھا۔

وہ نارجی کرنیں موج شفق کی لالی سے پھوٹتی ہر شئے پر اپنا تسلط قائم کرتی

زوال سے عروج کے نئے سفر کیلئے شاداں و فرحاں رواں دواں تھی

جبکہ یہ ہر شئے سے اپنے پڑاؤ اٹھاتی عروج سے زوال کے گہرے تاسف سے

نڈھال نارجی کرنیں تھی۔

اُس لاتعلقی میں بے نیازی عیاں تھی!

اِس لاتعلقی میں احتراز و اجتناب پنہاں تھا!

اُس سفر میں سوچ و نظریہ کا تضاد تھا!

اُس سفر میں جذبات و احساسات کی یکسانیت تھی!

اُس سفر میں وہ فاصلوں کے متمنی تھے اور کاتب تقدیر نے 'قربت' ان کی منزل لکھ دی تھی

اِس سفر میں کاتب تقدیر کی رضا 'فاصلہ و جدائی' تھی اور وہ برعکس 'منزل' کے تمنائی تھے۔

اُس سفر میں بیزاریت کا اظہار بے حد آسان تھا۔

اس سفر میں 'دلی وابستگی' جتانا از حد مشکل !

اس سفر میں لب مقفل تھے !

کیونکہ ! یہاں ضبط کمال آزمانا تھا

قلب محرور میں برپا ان کہے ان چھوے سلگتے جذبات کے تلاطم جھیلنے کیلئے،

مقابل کی سرد مہری سے مدھم پڑتی دھڑکنوں کو سنبھالنے کیلئے،

اندر برپا قیامت سے نبرد آزما ہوتی بے طرح ریشم کی دھاگوں کی طرح الجھتی سانسوں کی ڈوریوں کو سلجھانے کیلئے،

رگ وپے میں لہو کی جگہ دوڑتے اضطراب کو چھپا کر بظاہر ٹھہرے دریا کی مانند پر سکون تاثر دینے کیلئے،

وہ دونوں ضبطِ کمال آزما رہے تھے اور بظاہر سیاہ تار کول کی سڑک پر کرب زدہ جلتی نظریں گاڑھے خودی کا پرچم بلند کئے اندر خون خون ہو رہے دل کی دوا کرنے کے بجائے زخم لگائے رستے خون کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔

گاڑی کی رفتار مزید بڑھ گئی تھی،

اب آس پاس کے دوڑتے مناظر واضح ہونے سے پہلے پیچھے چھوٹتے جا رہے تھے!

اسٹیرنگ پر اس کی مضبوط قوی انگلیاں جیسے پیوست ہو گئی تھی،

وہ فل یونی فارم میں ڈرائیونگ سیٹ پر سیدھا بیٹھا سامنے روڈ پر نظر گاڑھے سپاٹ تاثرات سنگ ہمیشہ کی طرح بہت مختلف اور پر کشش لگ رہا تھا۔

سپیڈ کچھ اور تیز ہوئی اس کے فگار لبوں کا تلخ مسکراہٹ نے نہایت بے دردی سے احاطہ کیا۔

کتنی جلدی تھی اسے اس سفر کو ختم کرنے کی،

اس سے جان چھڑانے کی،

سرشار بھی بہت ہو گا وہ آج! آخر آج اس کی جان وبالِ جان 'ملک زادی' سے چھوٹ رہی تھی۔

یقیناً وہ آج جشن منائے گا!

ہم تو فلک کے لوگ تھے ساکنانِ قریۂ مہتاب تھے

تمہارے ہاتھ کیسے آ گئے ہم تو بڑے نایاب تھے!

یک ٹک گردن موڑ کر اسے دیکھتے اس کی آنکھوں میں مرچیں بھرنے لگی تھی، ایسی کتنی ہی زہریلی سوچیں تھی جس کے تلخ زہر سے گویا دماغ کی نسیں کھینچی جا رہی تھی۔

"سس!!" یکایک سر کے پیچھلے حصے سے درد کی تیز لہر اٹھی تھی بے ساختہ سر کا پچھلا حصہ تھامتے وہ سسک پڑی۔

"کک۔۔ کیا ہوا؟" اپنی ہی تلخ خیالوں میں گم وہ بے اختیارانہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ گیا۔

"اٹس ناٹ یور کنسرن!" اجنبیت سے کہتے آہستگی سے اس کا ہاتھ جھٹک کر وہ ڈور کی جانب کھسک گئی۔

"پانی پی لیں!" ڈیش بورڈ سے بوتل اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔

جواباً وہ حلق میں اُگتے کانٹوں کی پرواہ کئے بغیر بنا ایک نظر غلط اس پر ڈالے گلے میں موجود ہیڈ فون کان پر چڑھاتی جلتی آنکھیں موند گئی۔

وہ لب بھینچ کر بوتل جگہ پر رکھتا ایک نظر اس کے پُر ملال مرجھائے چہرے پر دوسرا اپنی کلائی پر تازہ اس کے لمس پر ڈالتا واپس نظریں سڑک پر گاڑھ گیا

کنپٹی کی پھڑپھڑاتی رگیں، ہاتھ کی اُبھری ہری ہری نسیں اس کے ذہنی ہیجان و اضطراب کا غماز تھی۔

رہی سہی کسر اس کے ہیڈ فون سے گونجتی پر فسوں نغمہ کی بولوں نے پورے کر دئے۔

If you love someone

Make it till the end

Darling, will you hold my hand!

I wish there's a way

To make understand

Darling, can you read the sign?

I'll there for you

I'll give my life to proved

Slowly, slowly let me close to

be my angel

Be my star and moon

I'll there for you

don't want to leave you alone

Slowly, slowly let me close to

Finally i found myself

'cuz'  the moment that

i fell in love with you

As long as you believe

I'll give you my everything!

Darling, have little faith in me

'Cuz, the way you make me feel

As long as i see

It telling me we're

Meant to be

Slowly, slowly let me close to

Finally i found myself

'cuz'  the moment that

i fell in love with you!!!

گاڑی کی خاموش فضا میں گانے کے بول تیسری بار اسی جاذبیت کے ساتھ گونج رہے تھے

پوری شدت سے ایک ایک لفظ کو محسوس کرنے کے باوجود نہ 'اس' نے جلتی آنکھوں کو واں کر کے پہلو میں بیٹھے شخص سے لبوں پر مچل رہے ہزاروں شکوں کو زبان دینے کی کوشش کی تھی نہ ہی باوجود خواہش کہ بہت سی ان کہی زیادتیوں کیلئے 'اس' کے عنابی لبوں نے جنبش کی تھی۔

اسی طرح سرد مہری کے خول میں مقید دونوں ان دیکھی مصلحت کی زنجیر میں جکڑے پھڑ پھڑا رہے تھے۔تاہم اس موہوم سی مزاحمت میں آزادی کی خواہش کہیں انا و عزت نفس کے احساس نے دبادی تھی۔۔

حسرت پہ اس مسافر بے کس کے روئیے

جو تھک گیا ہو بیٹھ کر منزل کے سامنے

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ عمر بھر کی پرستش بھی رائیگاں ہی گئی

کے وہ جو بت تھے میرے عشق کے خدا ہی نہ تھے

انھیں سنائی نہ دیتی تھی دھڑکنوں کی تڑپ

وہ دل کدے میں تھے، دل آشنا ہی نہ تھے

گاڑی کو معمولی سا جھٹکا لگا تھا جس پر پراگندہ سوچوں کی الجھتی ڈوریوں سے نبرد آزما 'اس' کی دھڑکنیں کسی خوش گماں احساس کے زیر اثر بے طرح منتشر ہو کر یکجا ہوئی تھی۔

غیر ہموار سانسوں کے ہمراہ لبوں پر زبان پھیرتے اس نے خوابدیدہ آنکھوں کو واں کیا۔

'ملک مینشن'

اور دوسرے ہی پل خواب سراب اور تلخ حقیقت کا ارض و سماں سا فرق واضح کرتا آئینہ اس کا منہ چڑھا تھا۔

وہ ملک مینشن کے قوی ہیکل گیٹ کے مقابل تھی جہاں باوردی گارڈ اس کی جیپ پہچان کر برق روی سے گیٹ کھولنے دوڑے تھے۔

ایک تلخ سی مسکراہٹ نے نہایت مضحکہ خیزی سے اس کے بھینچے یاقوتی لبوں کا احاطہ کیا تھا۔

"اسٹاپ دیر!"

وہ جھٹکے سے گاڑی سے نکلتی ہاتھ اٹھا کر حکمیہ لہجے میں کچھ ایسی سختی لی ئے غرائی کے جہاں کے گارڈ وہیں تھم گئے۔

ساتھ پشت سیٹ کے بیک سے ٹکا کر تیز تیز سانس لیتے ہوئے اسٹیر نگ پر اضطرابی انداز میں گرفت سخت و کمزور کر رہا' وہ' بھی الرٹ ہوا جب وہ ضبطِ کمل سے انگارے کی مانند دہکتے نقوش لئے اس کی طرف مڑی۔۔

" تھنکس فار دی لیفٹ مسٹر یونی فارم! ایزای نو آپ ایک بزی پرنس ہیں سو میں ڈفینیٹلی مزید آپ کو پریشان نہیں کروں گی سو یو مے گو ناؤ!"

سختی سے دونوں مٹھیاں بھینچ کر وہ کس دقت سے مسکرائی تھی اس کی کنپٹی کی اُبھرتی ہری ہری رنگیں آنکھوں میں تیزی سے اُترتے سرخ ڈوروں سے انداز لگایا جا سکتا تھا۔

مقابل اس کی ہمت کی تاب نہ لاتا زاویہ نظر بدل گیا

نتیجتاً اُس کے رگ وپے میں شرارے بھر گئے۔

"جائیں! آپ نے 'پارسل' صحیح سلامت ڈیلیور کر دیا ہے لک ایٹ می ایم کمپلیٹلی فائن! کہیں کوئی توڑ پھوڑ۔۔۔

"پلیز!!"

اس کے خود کو پارسل کہ کر اپنا تمسخر اڑانے پر مقابل نے اذیت سے مٹھیاں بھینچتے درشتگی سے ٹوکا

"کیا ہوا؟ غلط کہ دیا میں نے؟" استہزائیہ ہنستے اپنی سرخ آنکھیں اس کی گلال آنکھوں میں گاڑھی

"پارسل ہی تھی ناں میں تمہارے لیئے؟ تمہارے ملک صاحب کی 'امانت' جسے تم نے سیفلی انھیں واپس ڈلیور کر دیا ہے، کہیں کوئی ڈیمیج نہیں کوئی کھروچ نہیں، وِچ مینز تم واقعی 'سپر کوپ' ہو!

مطلب ملک صاحب نے بالکل رائٹ پرسن کو اپائنٹ کیا تھا تم نے اپنی ڈیوٹی پوری ہونیسٹی اینڈ رسپونسبلٹی کے ساتھ نبھائی ہے، بٹ اب تم فری ہو تمہیں اب انھیں رپورٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔۔ سو جسٹ گو اینڈ فائنلی انجوئے یور فریڈم وِتھ آوٹ اینی ڈسٹر بینس سچ ایز 'آبرو وقاص ملک' ہیو فن اینڈ گُڈ بائے!" ضبط کی طنابیں ٹوٹنے سے پہلے وہ کرب سے جملہ مکمل کر آنکھوں میں تیزی سے اتری نمی کو چھپانے کیلئے رخ موڑ گئی تھی۔۔

جبکہ وہ سختی سے جبڑے بھینچے ضبط کی انتہا پر تھا لب کئی بار واں ہوئے پر متزلزل ذہن میں برپا طوفان اعصاب کو بے طرح چٹخا رہا تھا۔

"مم۔۔ میں آپ کا سامان بھجوا دوں گا!"

بڑی دقت سے اس کے عنابی لبوں نے حرکت کی بھی تو نمک پاشی کیلئے مقابل کی رگ وپے میں گویا زہر ہلاہل پھیل گیا تاہم وہ اپنا ضبط آزمانا نہ بھولی

"میری لائف میں ان وانٹڈ چیزوں کیلئے جسٹ 'ڈیلیٹ' کا آپشن ہے 'ری سٹور' کا نہیں سوانسان ہو یا چیز جو چھوٹ جائے میں چھوڑ دیتی ہوں، سو ایک لاسٹ فیور کرنا اور ان چیزوں کو جلا دینا، تاکہ پوری طرح مجھ سے جان چھوٹ جائے!" پشت موڑے وہ زہر خند لہجے میں گہری معنٰی خیزی لیئے بولی۔ جس میں نمی نمایاں تھی

جواباً نچلا لب سختی سے دانتوں تلے دباتے اس نے اس کی پشت کو کرب و حسرت سے دیکھا

اپنی پشت پر گرم نگاہوں کی تپش محسوس کر بمشکل سسکیاں دبا رہی اس کے گرد واپس خوش گمانیاں گھیرا تنگ کرنے لگی تھی۔۔پر

توقف سے جیپ سٹارٹ ہوتے ہی امید کا پھڑ پھڑاتا دیا بھی آندھیوں کے زد میں چند سسکتے لمحوں کا محتاج ہو گیا

"آپ۔۔آپ۔۔اپنا خیال۔۔۔"

"دیٹس نن آف یور بزنس! جسٹ گو ڈیم ایٹ!!"

اس کے بھاری بے ربط جملے کے مکمل ہونے سے قبل ہی وہ پوری قوت سے چیخی تھی۔

جواباً وہ آندھی طوفان بنا گاڑی اڑا لے گیا تھا

اور پیچھے وہ ضدی، ہٹ دھرم، تند خود، سرکش لڑکی جو اپنے مقابل کسی کی ایک چلنے نہیں دیتی تھی، جس نے ہزاروں دلوں کو جوتی کو نوک پر اپنی جنبش کا محتاج رکھا تھا آج اس شخص کے آخری یک طرفہ فیصلہ کی تاب نہ لاتی ٹوٹے شہتیر کی طرح گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی۔۔

جیپ لمحہ بہ لمحہ اس کی دھندلی بہتی آنکھوں سے دور جا رہی تھا احتجاجاً اس کی دھڑکنوں کا پرسوز ساز بھی بتدریج تھمتا جا رہا تھا

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس 'سونے کی گڑیا' کا ہم مزاج 'ماٹی کا گڈا' جو دنیا کی شور میں اس سے ایسے ہی سرے راہ ٹکرا گیا تھا ویسے ہی سرے راہ اسے 'تنہا' چھوڑ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا

لیکن اس سونے کی گڑیا کی اندر اب کچھ بھی ویسا نہ رہا تھا۔

اب یہ دو یکسر مختلف دنیا سے تعلق رکھنے والے اس 'سونے کی گڑیا' اور 'ماٹی کے گڈے' کی بے جوڑ کہانی کا ایک موڑ تھا یا اختتام اس سے وہ دونوں ہی نابلد تھے

اور دور کہیں خاموش تماشائی بنا تقدیر ہمیشہ کی طرح ملن و جدائی کے دل سوز سنگم پر بے حسی سے مسکراتا محظوظ ہو رہا تھا

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آبادی سے بہت دور بالکل سنسنان سڑک پر جیپ روک کر وہ شکستہ قدموں باہر نکلا تھا۔ اسٹریٹ لائٹ کی پیلی روشنی میں سڑک کی دونوں جانب کا منظر بے حد واضح تھا

جہاں سڑک کے ایک طرف تاحد نگاہ بنجر زمین تھی جبکہ دوسری جانب لہلہاتے فصل سے جھومتے ہوئے کھیت تھے۔

خدا کی یہ بھی انوکھی کاری گری تھی ایک ہی جگہ دو متضاد موسم ٹھہرا ہوا تھا

ایک حصہ سرسبز و شاداب شاداں و فرحاں تھا تو دوسرے حصے کیلئے ہریالی گویا چاند کی مترادف تھی پہنچ سے بہت دور حسرتوں کے صحرا میں ایک ناممکن خواب سا!

ترحم بھری نگاہوں سے بنجر زمین کو دیکھتے وہ تمسخرانہ مسکرایا خود پر یا اس زمین کی بدقسمتی پر یہ وہ خود نہیں جانتا تھا

پھر ہارے ہوئے جواری کی طرح بے ترتیب حلیہ سنگ بناوردی کی پرواہ کئے

بغیر اس بنجر زمین کی سمت رخ کئے سڑک کنارے بیٹھ گیا

پھر کتنی ہی دیر ساکت نظریں سے دڑاڑپڑی زمین پر ٹکائے اپنے اندر برپا

تلاطم سے نبرد آزما ہوتا وہ اس کے الوداعی الفاظ یاد کرتا پھیکا سا ہنسا

'جلالی ملک زادی!'

زیر لب اسے لقب دیتے وہ سائیڈ سے کنکر اٹھا کر ان دڑاڑوں پر مارتا زیر لب

اس سے مخاطب تھا

میں نے سب راستوں کو ماپا ہے

تم سے بس چاند تک کی دوری ہے

"محل کی شہزادی کیلئے مٹی کے گھروندے میں زندگی گزارنا بہت مشکل ہوتا ہے 'ملک زادی 'آج وقتی لگاؤ کی وجہ سے آپ کی آنکھیں پُرنم اور لبوں پر گلِہ ہے، لیکن میں آپ کو کن الفاظ میں سمجھاؤں یہ تھا نیدار مستقبل میں ان آنکھوں میں 'پچھتاؤں 'کا سمندر موجزن نہیں دیکھنا چاہتا۔۔۔

ان لبوں پر آج کی جذباتیت کیلئے ایک بچکانی سی مسکان دیکھنا چاہتا ہے، اور اس کیلئے وہ اپنے نوزاد جذبات کا خود قتل کر سزا کے طور پر تاحیات کیلئے خود کو کرب واذیت کی بحر بیکراں کے نذر کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا، خوش رہئے گا اور اس 'دو کوڑی کے وردی والے 'کو ایک حادثہ کا غیر اہم کردار سمجھ کر 'بھلا 'دیجئے گا۔۔۔"

وہ کرب سے آنکھیں میچ بمشکل مسکرایا اور اس مسکان کی بوجھ سے نبرد آزمانہ ہوتا کندھے جھکاتا چلا گیا۔۔

عجیب حوصلہ دیکھا ہے عشق والوں میں

سبھی شکست سے آگے کی بات کرتے ہیں

کسی فقیر کی باتوں پہ تم ہنسا نہ کروں!!

یہ لوگ بخت سے آگے کی بات کرتے ہیں۔۔۔

ماتم کناں فگار لبوں کی لغزش، مرد ہونے کا بھرم رکھتے ضبط کی انتہا سے لہو جھلکاتی آنکھیں، اور دیو ہیکل وجود سے عیاں 'اثاثہ حیات' گنوا چکے تاجر سی شکستگی! کوئی دیکھتا اس اپنی ہی انوکھی کہانی کے سنگدل کردار کو تو تڑپ جاتا، لیکن اسے ضبط کمال حاصل تھا، آخر وہ تھا نیدار جو تھا۔

آفاقی طلسماتی جزبوں کی حقیقت سے صاف منکر، محبت و دل کی لگی کو فارغ اوقات کی مصروفیت کہنے والا۔۔

منکر تھا تیری ذات اے عشق ستمگراں

اتنی ذرا سی بات کی اتنی بڑی سزا؟

"سسس!!"

مستقل بنجر زمین پر پتھر پھینکتے اس نے یوں ہی اپنی پاکٹ میں ہاتھ ڈالا تو کسی نوکیلی چیز کی چبھن محسوس کر لبوں سے سسکی آزاد ہوئی لیکن جب اس چیز کو باہر نکال کر دیکھا تو شکستہ دل بھی از سر نو سسک پڑا

کیونکہ وہ نوکیلی چیز کچھ اور نہیں 'گلابی نیلی اور ہری' چوڑی کے باریک ٹکڑے تھے جو اس نے اس کی مرمری کلائی سے جدا ہو کر فرش پر ماتم کناں بکھرے ٹکڑوں میں سے نجانے کیا سوچ کر اپنی جیب میں اٹھا لیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کیا حال سنائیں دُنیا کا

کیا بات بتائیں لوگوں کی

دنیا کے ہزاروں موسم ہیں

لاکھوں ہیں ادائیں لوگوں کی

کچھ لوگ کہانی ہوتے ہیں

دنیا کو سنانے کے قابل

کچھ لوگ نشانی ہوتے ہیں

بس دل میں چھپانے کے قابل

کچھ لوگ گزرتے لمحے ہیں

اک بار گئے تو آتے نہیں

ہم لاکھ بلانا بھی چاہیں،

پر چھائیں بھی انکی پاتے نہیں

کچھ لوگ خیالوں کے اندر

جذبوں کی روانی ہوتے ہیں

کچھ لوگ کٹھن لمحوں کی طرح

پلکوں پہ گراں ہوتے ہیں

کچھ لوگ سمندر گہرے ہیں

کچھ لوگ کنارا ہوتے ہیں

کچھ ڈوبنے والی جانوں کو

تنکوں کا سہارا ہوتے ہیں

کچھ لوگ چٹانوں کا سینہ

کچھ ریت گھروندہ چھوٹا سا

کچھ لوگ مثال ابر رواں

کچھ اونچے درختوں کا سایہ

کچھ لوگ چراغوں کی صورت

راہوں میں اجالا کرتے ہیں

کچھ لوگ اندھیروں کی کالک

چہرے پر اچھالا کرتے ہیں

کچھ لوگ سفر میں ملتے ہیں

دو گام چلے اور رستے الگ

کچھ لوگ نبھاتے ہیں ایسا

ہوتے ہی نہیں دھڑکن سے الگ

کیا حال سنائیں اپنا تمہیں

کیا بات بتائیں جیون کی

اک آنکھ ہماری ہستی ہے

اک آنکھ میں رت ہے ساون کی

ہم کس کی کہانی کا حصہ

ہم کس کی دعا میں شامل ہیں

ہے کون جو رستہ تکتا ہے

ہم کس کی وفا کا حاصل ہیں

کس کس کا پکڑ کر دامن ہم

اپنی ہی نشانی کو پوچھیں

ہم کھوئے گئے کن راہوں میں

اس بات کو صاحب جانے دیں

کچھ درد سنبھالے سینے میں

کچھ خواب لٹائے ہیں ہم نے

اک عمر گنوائی ہے اپنی

کچھ لوگ کمائے ہیں ہم نے

دل خرچ کیا ہے لوگوں پر

جان کھوئی ہے غم پایا ہے

اپنا تو یہی سرمایہ ہے

اپنا تو یہی سرمایہ ہے

پھر وہی تنہائی وہی یاسیت میں ڈوبے شب و روز وہی تشنہ لبی کا شدت آور احساس وہی اپنائیت کے احساس کو ترستے روح و دل وہی بے کلی و بے بسی کی کیفیت!

وقت کا پہیا گھوم کر پھر وہیں جا رکا تھا لوگ فضول ہی دعویٰ کرتے ہیں وقت کے لوٹ کر نہ آنے کی!

شکستہ حال بیٹھی اس لڑکی کا یہ وقت تو بار بار لوٹ کر اس کا منہ چرانے چلا آتا تھا۔۔

خالی خالی نگاہوں سے دونوں ہتھیلیوں کی بے ترتیب آڑی ترچھی لکیروں پر کب سے جمی نگاہیں ہٹاتے اس کی نگاہ ہر قسم کی عیش و عشرت کے ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ وسیع و عریض کمرے کی ایک ایک شئے سے ہوتی ہوئی واپس ان بے ترتیب لکیروں پر آن ٹھہری جسے لوگ قسمت کی لکیر کہتے ہیں۔

شائد اس کی ہاتھوں کی بے ترتیب لکیروں میں خوشی و آسودگی کی لکیر تھی ہی نہیں یا شائد دکھ وجدائی کی لکیر اس قدر گہری تھی کے مسکراہٹوں کے موسم اس کے مقابل ٹک ہی نہیں سکتے تھے۔

ہاں! یقیناً اس کی پھیکی قسمت کی لکیروں میں یہی اسرار پوشیدہ تھا تبھی تو آسودگی کے موسم کو چھو کر محسوس کرنے سے قبل ہی سب یکایک سے ناآسودگی کے حبس زدہ دھواں میں بدل جاتا تھا اور وہ کرب واذیت کی بحر بیکراں سے نبرد آزما اپنی خطاء ڈھونڈتی ہلکان رہ جاتی تھی۔

لیکن کوئی اس قفسِ تنہائی کی ناگریز سزا کا جرم بتانے تک کیلئے اس کے پاس نہ ہوتا تھا۔

وہ اب بھی سمجھنے سے قاصر تھی آخر ماضی کے دل سوز حادثوں میں اس کا کیا کردار تھا کیوں سزا کی وہ مستحق ٹھہری تھی؟

آخر کیا خطاء تھی اس کی جو آٹھ سال کی چھوٹی سی عمر جب بچے باپ کی انگلی تھام کر ماں کے مہربان آنچل سے کھیلتے ہوئے ایک بے فکر و بھرپور بچپن کا

لطف لیتے ہیں اسے دیارِ غیر میں اپنوں کے احساس سے بھی محروم اجنبی لوگوں کے درمیان چھوڑ دیا گیا؟

جہاں وہ زندگی کے قیمتی تیرہ سال تک تمام تر مصنوعی آشائشات مہیہ ہونے کے باوجود محبت و شفقت سے محروم ماہ و سال سسکتی ہوئی اس آس میں ہر آہٹ پر چونکتی ہوئی گزارتی گئی تھی کے شائد یہ آہٹ جلاوطنی کی سزا کی نجات کی آہٹ ہے لیکن ہر آس اس کی نراش میں بدلتی رہی کوئی اس کی خبر گیری کو نہ آیا؟

نہ کرہ ارض پر محبت کی مورت ماں نہ واحد سایہ دار شجر کی مثل باپ!

جہاں تک اسے جنم دینے والے دونوں معتبر ہستی کٹھور بنے مادی اشیاء سے اس کی ضروریات پوری کرتے اسے ٹالتے رہے بہلاتے رہے اور وہ رفتہ رفتہ لفاظی خالی خولی تسلیوں سے اوب کر خود پر سرد مہری، تند خوہی، ضد و خود

سری کا خول چڑھاتی خود کو بھی ان ہی کی طرح بے حس ثابت کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوتی رہی۔۔

لیکن وہ بے حس نہیں تھی اس کے اندر ہر لمحہ ماں کی مہربان آنچل میں بے فکر بچپن گزارنے کی حسرت لیئے ایک آبرو ملک سسکتی رہتی تھی،

اس کے اندر ہر پل باپ کے شانے پر چڑھ کر کسی شہزادی کی طرح اٹھکھیلیاں کرنے کیلیئے ایک آبرو ملک تڑپتی رہتی تھی۔

دونوں بھائی جسے اس نے صرف تصویر میں دیکھا تھا ان کے ساتھ شرارتیں کرنے کیلیئے ہر ساعت ایک آبرو ملک بے تاب رہتی۔

غرض حسرتوں کی گرداب میں پھسی ایک آبرو ملک بھیڑ و تنہائی ہر جگہ اس کے ہمراہ رہتی تھی۔

جسے وہ زچ ہو کر کبھی کٹھور پن سے جھڑک دیتی، کبھی تند خوہی سے ڈپٹ دیتی لیکن سب بے سود جاتا۔

بے حسی کا خول تنہائیوں میں اتر کر اس کی کمزوری اس کی کم مائیگی کا مضحکہ اڑاتا۔۔

کون تھی وہ ایک ایسی لڑکی جس کے ماں باپ نے سوائے پیسوں کے بچپن کی انمول یادوں کے نام پر اسے ایک پل نہ دیا تھا۔

اور اتنے سال بعد جب وہ ان یادوں کو سنجو نے اپنا ضبط کھو کر ضد پر اپنوں کے درمیان آئی تب بھی اس کی سیاہ بختی نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور یوں پھر سے ملن سے پہلے دل سوز انکشافات کی کثافت میں جدائی کی دڑاڑ بے رحمی سے درمیان حائل ہو گئی۔

اور ظالم وقت کی من مانیوں نے قسمت کی لکیروں کو اس شخص سے جا الجھایا

لحاظ و مروت جس کی سرشت میں نہ تھا سرد لہجہ دوٹوک انداز جس کی شخصیت کا خاصہ تھا۔۔

جس کا طنز و تمسخر کی آمیزش سے پُر لہجہ بے مروت حکمیہ انداز سے وہ روز اول سے نالاں رہی تھی۔

بلکہ ان کی ٹھیک ٹھاک ٹھن جاتی تھی لیکن اسے اپنا حکم زبردستی منوانا بخوبی آتا تھا۔

البتہ اس کی فیملی اس کی شخصیت کے بالکل برعکس تھی بامروت ملنسار محبت کرنے والے لوگ ! جن کے ساتھ رہ کر اس نے فیملی کا مطلب جانا تھا۔

اپنائیت کے جس احساس کیلئے وہ برسوں سے ترستی رہی تھی کچھ ہی دنوں میں ان ملنسار لوگوں نے اپنی خلوص و محبت سے اس کی ہر تشنگی کو آسودگی میں بدل دیا تھا۔

ان کے بے پایاں اپنائیت سے مغلوب ہو کر وہ اپنے خول سے باہر نکلنے لگی تھی۔

ساتھ رفتہ رفتہ وہ کٹھور دل حاکمانہ مزاج کا حامل شخص جو آنکھوں کو ذرا نا بھاتا تھا وہ درِ دل پر دستک دینے لگا تھا۔

دھڑکنیں اس کے ذکر سے خوبصورت انداز میں منتشر ہونے لگی تھی۔

سانسوں کے زیر و بم اس کی موجودگی کے احساس سے انوکھے انداز میں متاثر ہونے لگا تھا۔۔

رخسار دہک اٹھتے،

نظر بے تابانہ بھٹک جاتی۔

دل اس کی بے اعتنائی پر مچل جاتا۔۔

اور پھر نجانے کب کس طلسماتی لمحے میں وہ سنگریزوں جیسی طرز تکلم کا مالک تھا نیدار اس ضدی خود سر 'سونے کی گڑیا' کی دل کی ایوانوں پر پورے طمطراق سے براجمان ہوتے پہلا اور شائد آخری شخص بن بیٹھا۔۔

ابھی وہ ادراک کے خوش کن مراحل سے گزر ہی رہی تھے کے۔۔۔

قسمت اس کی یہاں بھی اسے دغا دے گئی۔۔

ابھی ان چھوئے کومل جذبات کی گدازپن کو پوری طرح محسوس کر سرشار ہونا باقی تھا،

دل کی سرزمین پر پھوٹی کونپلیاں کی آبیاری باقی تھی،

دھڑکنوں کی بدلی لے ابھی سمجھنا باقی تھا،

سانسوں کی سرگم کو ابھی گنگنانا باقی تھا کہ سب دھواں ہو گیا تھا۔

اور واپس وہ قفسِ تنہائی میں آج اپنی قسم کی ستم ظریفی پر یا اس کٹھور دل شخص کی سنگدلی پر شکستہ حال سی ماتم کناں تھی۔۔

"کرسڈ پرنسیز!"

یہ لفظ ہمیشہ تمسخر اڑاتا اس کے فگار لبوں پر ٹھہر کر اس کے کرب سے دوبھر دل کو زخم زخم کر دیتا تھا۔

تلخ سہی لیکن یہی حقیقت تھی سیاہ بخت شہزادی ہی تھی وہ جو رشتوں کے معاملے میں محبت و خلوص کے معاملے میں اپنوں کی اپنائیت کے معاملے میں مفلس سے بھی مفلس تھی۔

ورنہ اس کی زندگی کسی سلطنت کی شہزادی سے کم شاہانہ تو نہ تھا۔

مثال ابھی اس کی خواب گاہ کی ہی لے لی جائے تو کسی مغلیہ دور شہزادی کی پر تعش خواب گاہ سے کم عالی شان تو نہ تھا۔

کشادہ کھلا کمرہ، قد آور کھڑکیاں جہاں آسمان کا نظارہ یوں نظر آتا تھا گویا چاند تارے کھڑکی میں آرائش کیلئے ٹانگ دئے گئے ہوں، نرم ملائم پھول کی پنکھڑیوں سا کومل بستر، روم کے بیچ و بیچ نرم سی روشنی بکھیر یا ہیروں کی چمک کو خیراں کرتا فانوس، جگہ جگہ سجے قیمتی ڈیکوریشن پیسز اور پینٹنگز، غرض کمرے کی ہر ہر شئے اپنی قیمت کی خود مدح سرائی کر رہی تھی۔

بظاہر دیکھنے والی نظر اس شہزادی کی قسمت پر ناز کرتی نہ تھکتی۔۔

لیکن وہ ان سب سے قطع نظر۔۔

ڈریسنگ کے مقابل بیٹھی سوجی آنکھوں سے اپنی اجڑی حالت ترحم کم تمسخر بھری نظروں سے دیکھتی ٹوٹی چوڑیوں سے زخمی ہوئی کلائی دیکھتی حسرت

سے بچی چند چوڑیوں کو احتیاط سے بار بار چھو رہی تھی جیسے اس کے چھونے سے ہی وہ ٹوٹ کر اس کی طرح بکھر جائیں گی!

حال یہ ہے کی تیری یاد میں گم ہوں

سب کو میری مجھے تیری پڑی ہوئی ہے

ان چوڑیوں کو کلائی میں سجاتے ہوئے کتنے ان چھوئے جذبوں نے اس کے یاقوتی لبوں پر شرم مگیں مسکراہٹ نہیں بکھیری تھی۔

جانتے ہوئے بھی کے کبھی سورج سے بھی کوسوں دور رہ کر اپنی بے مروتی و لاتعلق نظر سے اسے جھلساتا شخص جواب رگ جان سے قریب تر ہو گیا تھا

متوجہ نہیں ہو گا پھر بھی وہ اہتمام سے پہلی بار اس کیلئے اس کی لائی چوڑیاں اور گلابی دوپٹہ لیکر تیار ہوئی تھی۔

لیکن اس نے۔۔

"ہارٹ لیس ایڈیٹ!"

کھوئے انداز میں چوڑیوں کو متاع زیست کی طرح چھوتے اس کی بے حسی یاد آتے ہی اس نے بے دردی سے چوڑیوں کو کھینچ کر کلائی سے جدا کیا تھا جس وجہ سے اس کی کلائی ٹھیک ٹھاک زخمی ہو گئی تھی۔۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟ تم اپنے ربش اٹیٹیوڈ کے ساتھ مجھے چھوڑ جاؤ گے اور میں سٹوپڈ لڑکیوں کی طرح تمہارا غم مناؤں گی، ریڈیکیولیس!" زور سے چوڑیوں کو دراز میں پھیک کر وہ سلگتے نقوش سنگ پھنکارتی ہوئی اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔۔

"میں۔۔میں وہاٹ نان سینس ! میں تم جیسے سٹوپڈ ایڈیٹ دو کوڑی کے وردی والے کیلئے کبھی بھی نہیں روں گی۔۔ کبھی بھی۔۔ نہیں ہوں۔۔ تم۔۔ تم۔۔۔۔" دونوں سے ہاتھوں بتدریج پھسلتے آنسوں کو بے دردی سے رگڑتی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

دل کا درد عزت نفس وانا کی سرخروئی کے داؤ پیچ کہاں جانتا ہے وہ تو بس آنسوں کے ذریعہ اپنا درد بہانہ جانتا ہے۔

"وائے ؟ کیوں۔۔؟ کس نے حق دیا تمہیں میرے لی ئے ڈژیجن لینے کا؟ ہمیشہ میرے لی ئے فیصلے لوگ ہی کیوں لیتے ہیں کیوں میں اپنی لائف ڈیسائیڈ نہیں کر سکتی وائے ؟"

وہ اپنی بکھری ذات انا و عزت نفس کی دہائی دیکر جتنا جوڑنے کی کوشش کر رہی تھی اتنا ہی آنسوں ابل ابل کر اس کی کوششوں کو بہالے جا رہے تھے۔۔

جو بھی تھا اس کی طرف سے تھا مقابل نے تو کوئی عہد و پیمان نہ باندھے تھے پھر کیوں یہ دل اس قدر بین کر رہا تھا؟

وہ اپنی کمزور حالت سے خود ہی نالاں بار بار چہرہ رگڑ رگڑ کر چہرہ لال کر چکی تھی لیکن آنسوں کی برسات پر کوئی افاقہ نہیں پڑا تھا۔۔

ابھی تازہ تازہ زخم لگا تھا برداشت کی عادت سہتے سہتے آجانی تھی۔

وہ بار بار آنسوں کو رگڑنے سے جل رہے عارض ہولے سے سہلاتی نقاہت زدہ قدم اٹھاتی واش روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

جہاں ملازمہ اس کیلئے ڈریس ریڈی رکھ کر جا چکی تھی۔اب آنسوں کو پانی میں دھو کر آخری بار اپنی سیاہ بختی پر وہ بنا کسی رکاوٹ کے رونے کیلئے شاور کے نیچے ویسے ہی کھڑی ہو گئی تھی۔۔

"میں بس ایک برڈن تھی اس کیلئے۔۔۔؟"

جبین بیگم کی زبانی پنچائیت میں اپنی سوجھ بوجھ سے مچائے کہرام پس پردہ اس سے جان چھڑانے کیلیئے کئے گئے اقدام یاد کرتے ذہن کے پنے کچھ اور زہر آلود ہونے لگے تھے۔

کتنی تگ وپے کر کے اس نے جان چھڑائی تھی اس سے۔۔کیا وہ اس قدر ناقابل برداشت تھی جو وہ دامن سے اٹے دھول کی طرح اسے جھٹک کر چل دیا تھا۔۔؟

"سٹوپڈ ہو تم آبرو ملک سٹوپڈ!!"دونوں مٹھیوں میں بالوں کو جکڑتی وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"آ گئے؟اپنی عظمت و قول کی پاسداری کا ثبوت دیکر!کتنے نفلوں کا ثواب ملا ہے؟"

قصداً فارس سے سامنا سے اجتناب کیلئے وہ اپنی شکستہ حالی چھپانے کیلئے رات کے قریب ڈیڑھ بجے بے آواز قدموں فلیٹ میں داخل ہوا تھا۔

اور دروازہ مخفل کر پلٹتے ہی فارس کی پاٹدار آواز طنز و تمسخر کی آمیزش لی ئے اس کی سماعت میں اترتی اس سختی سے لب بھینچنے میں مجبور کر گئی تھی۔۔

"اتنی رات ہو گئی ہے ابھی تک جاگ رہے ہو تم؟"اس کی ملا ملتی نظروں کو نظر انداز کرتا وہ اوپن کچن کی طرف بڑھا۔

"بہت پچھتاؤ گے تم طلحہ ابرار حمید!"وہ پیچھے ہی آیا تھا۔

"ایسا کیا کر دیا ہے میں نے جو تم رات کے ڈیڑھ بجے پیشن گوئی کیلئے جاگ رہے ہو؟"گلاس لبوں سے لگاتے وہ قطعی اپنی سرخ نظریں ملانے سے احتراز برتتا انجان ہوا۔

"شرم آنی چاہیئے تمہیں!! مجھ سے یہ سوال کرتے ہوئے!" فارس نے اس کی ڈھٹائی پر تنفر سے سر جھٹکا۔

مطلب اپنے اور اس معصوم لڑکی کے جذبات کو اس درجہ بے حسی سے روندنے کے باوجود وہ پشیمان نہ تھا۔ فارس کو یکایک اس پر اجنبی کا گمان ہوا تھا جس سے وہ پہلی بار مل رہا تھا

"شرم! گلاس ٹیبل رکھتے یہ سپاٹ تاثرات سنگ اس کی طرف مڑا۔۔ لیکن کیوں؟ ایسا کیا غیر اخلاقی فعل انجام دے آیا ہوں میں؟ مرد وہی جو اپنے قول کو نبھانے کیلیئے اپنی ہستی کو مٹانے سے بھی دریغ نہ کرے، اور میں نے وہی کیا ہے!" اندر برپا تلاطم کے برعکس ضبط کمال سے کام لیتا وہ بلا کے متوازن انداز میں گویا تھا گویا روزمرہ کی بات کر رہا ہو۔

"ہونہ! لعنت ہے ایسے مرد اور اس کے قول پر! جس میں اپنے ہی دل میں قبر کھود کر اپنے ہی جذبات کو دفنانا پڑے!" فارس نے مشتعل ہوتے زور سے کرسی کو لات ماراتھا۔

"تم بے وجہ سینٹی ہو رہے ہو!"

اپنی کرب کی لالی سے جلتی آنکھوں سے عیاں ہوتی شکستگی چھپانے کیلئے وہ پشت موڑتے بولا۔

"مم۔۔میں۔۔میں سینٹی ہو رہا ہوں۔۔تم۔۔تم سفاک ہو رہے ہو طلحہ ابرار حمید تم۔۔دیکھو اپنی شکل اس آئینہ میں۔۔" بے طرح مشتعل ہوتے فارس اس کا بازو کھینچتا لا کر اسے واش بیسن کے مقابل بے دردی سے دھکا دیتا چیخا۔

جس سے بروقت دیوار کا سہارا لیکر وہ سنبھلا تھا۔

"سب طے تھا"

اس کی ہمت نہیں ہوئی تھی آئینہ میں اپنا شکست خوردہ چہرہ دیکھنے کی لیکن پست لہجے پر اختیار نہ تھا۔

جواباً اس کے ہنوز منکر ہونے پر فارس پھٹ پڑا تھا۔

"کچھ طے نہیں تھا! سن رہے ہو تم کچھ بھی طے نہیں تھا۔۔ ہم عام بشر کی کیا اوقات کچھ طے کرنے کی۔۔ لیکن تم تو تھانیدار ہو تمہیں تو ہر چیز کو کنٹرول کرنا ہے، تو یہاں کیسے تم اپنی بڑائی اپنی معتبری ثابت کرنے سے چوک جاتے۔۔ اسی لیئے یہ سب کر آئے ہو اور کچھ نہیں جذبات کی قربانی دیکر تم نے اپنی برتری کو فوقیت دی ہے بس!"

حلق کے بل چیختے فارس کا چہرہ سرخ حلق میں خراش پر گئی تھی۔

جبکہ طلحہ اس کے الفاظ پر ششدر تھا

"تم ایسا سوچتے ہو؟"

دکھ و تاسف سے مشتعل فارس کے غصہ کی تمازت سے تپتے نقوش کو دیکھتے توقف سے اس کا سر گوشیانہ سوال اُبھرا تھا۔

"ہاں!"

دل کڑا کر کے اثبات میں سر ہلاتے وہ طلحہ سے نگاہ نہیں ملا سکا تھا۔

جس پر طلحہ کے لبوں پر پھیکی سی استہزائیہ مسکراہٹ آن ٹھہری تھی۔۔

"محل کی شہزادی تھی وہ اور شہزادیاں محلوں میں ہی اچھی لگتی ہیں۔۔۔میں بس انھیں ان کے اصل مقام پر چھوڑ آیا ہوں۔یہ اصل زندگی ہے میرے یار 'الف لیلوی داستان' نہیں جہاں ایک شاہ زادی بھٹک کر ایک 'خاک زادے' کو مل جاتی ہے اور کچھ آزمائشات کے بعد ان کی کہانی کی ہیپی اینڈنگ ہو جاتی ہے۔۔لیکن تم یہ نہیں سمجھو گے۔۔"تاسف و استہزاء کی آمیزش لیے

تھکن سے چور لہجے میں کہتے فارس کاشانہ تھپتھپا کر وہ شکستہ قدموں اپنے روم کی سمت بڑھ گیا تھا۔

فارس نے دکھ سے اس کی چوڑی پشت کو دیکھا تھا۔ایسے بھی کیا انسان کے اصول کی وہ خود کو ہی کرب واذیت کے بحر بیکراں میں جھونک دے!

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بات کو موڑ دیا ہے میں نے

خواب سے جوڑ دیا ہے میں نے

اب تعلق نہیں تجھ سے کوئی

آئینہ توڑ دیا ہے میں نے!

اشکوں میں درد کو بہاتے رات کے نجانے کس پہر وہ نیند کی وادی میں اتری تھی جہاں کسی تکلیف و غم کا نام و نشاں نہ تھا۔

دوبارہ ایک نامانوس سے بالوں میں سرسراتے لمس سے اس کے تھکن زدہ اعصاب نیم بیدار ہوئے تھے تاہم بھاری دکھتے پپوٹوں کو وا کرنے کیلئے اسے توقف لگا تھا۔

"جاگ گئی آپ؟" اس کی پلکوں میں جنبش دیکھ جبین بیگم تیزی سے اس پر جھکی تھی۔

اپنی ماں کا چہرہ اس قدر قریب دیکھ لمحے میں اس کی حساسیت بیدار ہوئی تھی اور دوسرے ہی پل لب بھینچتے وہ اٹھنے کی کوشش کرنے۔

"آہ!!" نتیجتاً رواں رواں سے اٹھے درد کی باعث لبوں سے سسکی برآمد ہوئی تھی۔

"ریلیکس! لیٹی رہیں آپ کو تیز بخار ہے ڈاکٹر نے سختی سے آپ کو آرام کرنے کی ہدایت دی ہے۔۔" نرمی سے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے وہ فکر مندی سی بولیں۔

اپنی تپتی پیشانی پر ان کے ٹھنڈے ہاتھوں کا لمس اسے بجائے راحت پہنچانے کے تکلیف پہنچا رہا تھا وہ بنا کچھ کہے گردن موڑتی ان کا ہاتھ سرعت سے ہٹا گئی۔

جس پر ایک پل کیلئے جبین بیگم کا چہرہ پھیکا پڑا تھا لیکن دوسرے ہی پل انھوں نے خود کو کمپوز کر لیا تھا۔

"کل رات اگر آپ ہمیں اپنے کمرے میں آنے دیتی تو شائد بخار اتنا زور نہیں پکڑتا، اپر سے آپ نے شاور لے لیا رات، دیکھیں چہرہ کس قدر زرد پڑ رہا

ہے۔۔"اس کے سپاٹ تاثرات کو نظر انداز کرتے انھوں نے اس کے چہرے کو چھونا چاہا۔

"ایم فائن! پلیز اوائیڈ دیز فارملٹیز!" دونوں کہنی ٹیک کر وہ مشکل سے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتی ہوئی بیٹھی۔ جس میں اس کی مزاحمت کی پرواہ کئے بغیر جبین بیگم نے اس کی پشت پر تکیہ وغیرہ سیٹ کئے تھے۔

"پلیز! اٹس اوکے فارملیٹیز کی ضرورت نہیں ہے!!"ان کے کسی چھوٹے بچے کی طرح کمفرٹر برابر کرنے پر وہ تذبذب کا شکار ہوئی۔۔

"آبرو! یہ فارمالٹی نہیں ممتا ہے ہماری!"اس کے اجنبی رویہ پر وہ ممتا کی ماری تڑپی تھی۔

"ایم سوری اگر آپ نے مائنڈ کیا تو لیکن مجھے ان فارمالٹیز۔۔اہ! سوری ممتا کی عادت نہیں ہے۔۔۔" کشن گود میں لیتی وہ صاف ان کی آنکھوں میں اترتی نمی سے نگاہ چرا کر کٹھور پن سے بولیں۔

وہ جانتی تھی اس کی نصیب کی سازشوں میں ان کا کوئی ہاتھ نہیں ہے پھر بھی اپنی قسمت کی ستم ظریفیوں سے شاکی وہ ان کے جذبات کی پذیرائی کرنے سے قاصر تھی۔

"کوئی بات نہیں! اب ہماری بیٹی ہمارے ساتھ رہیں گی تو عادت خود بخود ہو جائے گی ہر چیز کی۔۔۔" ملک وقاص ہشاش بشاش سے اندر داخل ہوئے اور ان کے پیچھے ہی داخل ہوئے وجود کو دیکھ آبرو کے سپاٹ تاثرات تیزی سے بدلے۔

"کیسی طبیعت ہے بیٹا اب آپ کی؟" اس کے کملائے چہرے سے نگاہ چراتے ابرار حمید کا لہجہ خود بخود ہچکچاہٹ کا شکار ہو گیا تھا۔

"ٹھیک!!"

ان کے لہجے میں وہ حلاوت و اپنائیت کی جگہ جھجھک و اجنبیت محسوس کر اس کے رگ و پے میں تلخ سی کڑواہٹ اتری تھی جسے ضبط کر لا تعلقی ظاہر کرتے ہولے سے سر کو جنبش دیکر ایک لفظی جواب دیتے سائیڈ سے میگزین اٹھا کر اس نے منہ کے آگیا کیا تھا۔۔

اس کے سرد انداز پر لحظے بھر کیلئے روم کی فضا میں محسوس کن خاموشی حائل ہوئی تھی۔

بیٹی کی جذبات میں رونما ہوئے تغیرات سے انجان جبین بیگم اور ملک وقاص نے اس کی سپاٹ انداز کو بد تمیزی سے ماخوذ کرتے متاسف نگاہوں کا تبادلہ کیا

جبکہ ابرار حمید اس معصوم سی لڑکی کی حالت پر ترحم بھری نظر ڈالتے لب بھینچ گئے تھے۔۔

بھلے ان کے بیٹے نے اچھی نیت سے فیصلہ لیا تھا لیکن اس کے کٹھور فیصلے نے اس معصوم و بے ریا چاند کو شرماتے چہرے کو مانند کر دیا تھا۔

"ابرار بھائی! طلحہ کہاں ہے آپ اسے بھی ساتھ لے آتے کل بھی وہ آبرو کو گیٹ سے ڈراپ کر کے چلے گئے تھے، آج کم از کم ساتھ لنچ ہی کر لیتے ہم سب۔۔اتنے اذیت ناک سالوں کے بعد ان کی بدولت ہی ملک مینشن میں آج خوشیاں اتری ہے۔۔" جبین بیگم نے قصداً ماحول کی کثافت کم کرنے کیلئے ہشاش لہجہ اپناتے روئے سخن بدلنا چاہا۔

نتیجتاً اس کج ادا کے ذکر پر خواہ مخواہ اوراق الٹ رہی آبرو کی حرکت لحظے بھر کو تھمی پھر سختی سے لب بھینچتی تیزی سے اپنی کھولن ان اوراق پر نکالنے لگی

رات ہی وہ طے کر کے سوئی تھی کے اب اس ستم گر کے ستم ظریفیوں پر دل گرفتہ نہیں ہو گی لیکن دل پر اختیار کس کا چلا ہے جو اس کا چلتا۔

"وہ۔۔وہ۔دراصل کیس کے سلسلے میں ان دنوں بے حد مصروف ہیں، شائد اسی لیئے آپ سے نہیں مل سکا، گھر بھی نہیں آیا ہے وہ گزشتہ ایک ہفتہ سے، مصروفیت کم ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں اسے۔۔"ابرار حمید ازلی عجز پسندی سے بولے۔

"قابل لوگوں کی مصروفیت تو لگی رہتی ہے بھئی !اور طلحہ کی قابلیت کے تو روز اول سے ہم قائل ہیں، لیکن پنچائیت میں اس کے پُر وثوق و مدلل کھڑے انداز نے تو گویا ہمیں خرید ہی لیا، اپنی سوجھ بوجھ سے کیا خوب گیلانیوں کا دماغ درست کیا ہے انھوں نے، ہیرا ہے ہیرا تمہارا بیٹا ابرار!!"اپنے باپ کے متاثر کن انداز میں اس کی شان میں رطب اللسان ہونے پر آبرو کی مٹھیاں بھینچی تھی۔

"بس اللہ کا کرم ہے ملک صاحب! اور اس نے جو بھی کیا وہ اس کا فرض تھا آپ نے اسے بھروسہ کے قابل جانا یہ بڑی بات ہے ہمارے لیئے" ابرار حمید انکساری سے بولے۔

"ارے! بھئی تم تو حد سے زیادہ ہمبل ہو رہے ہو، باقی کہو کبھی ہمیں میزبانی کا موقع دے تاکہ ہم اچھے سے ان کا شکریہ ادا کر سکیں۔ کیوں بیگم؟" ان کی عجز پسند طبیعت پر مبہم سا مسکراتے انھوں نے جبین بیگم کی تائید چاہی۔

"جی! بالکل۔ میں خود ان سے مل کر شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں، برسوں سے ہمارے سروں پر لٹکتی تلوار کو اس بچے نے۔۔۔" دل سے طلحہ کی ممنون جبین بیگم کی بات درمیان میں ہی تھی کے آبرو کا ضبط کا پیمانہ جھلک پڑا

"مام! فار گاڈ سیک ایگزیجوریٹ نہیں کریں ایک چیز کو۔۔ کوئی احسان نہیں کیا ہے اس نے ہم پر۔۔۔ ایز آ سول سرویس آفیسر اس کی ڈیوٹی تھی اس

طرح کی ایل لیگل ایکٹ کے آگینز ایکشن لینا۔۔آپ لوگ بھی اپنے سو کالڈ ریزنز کو امپورٹینس دینے کے بجائے بہت پہلے ہی آفیشلی ایکشن لے سکتے تھے بجائے اپنے ساتھ مجھے بھی سفر کروانے کے۔" میگزین کو توڑ موڑ کر سائیڈ پر اچھالتی وہ نخوت سے گویا ہوئی جس پر ابرار حمید کا چہرہ پھیکا پڑا تھا۔

"آبرو!!" ملک وقاص نے نیچی آواز میں اسے سرزنش کیا۔

"وہاٹ ڈیڈ!" اس نے اثر لیئے بغیر بے تاثر نگاہ ان کی سرزنش کرتی نگاہوں میں گاڑھی۔

"اگر وہ آپ کو پرسنلی فیور کر رہا ہوتا تو بجائے مجھے گیٹ کے باہر اتار کر اسٹرینجرز کی طرح چلے جانے کے وہ اندر آتا اور آپ لوگوں کو تھینکیو کرنے کا موقع دیتا، ایگزیمپل آپ منشی انکل کا ہی لے لیں وہ واقعی آپ کی دل سے ہیلپ کرنا چاہ رہے ہیں تو ہمبل ہو رہے ہیں۔۔۔جبکہ وہ۔۔۔۔" اس نے

تنفر سے ہنکار بھرا۔اس نے صرف اپنی ڈیوٹی نبھائی ہے،پنچائیت میں بھی آپ کا وکیل آپ کا ویل وشر بن کر نہیں بلکہ گورنمنٹ آفیشل بن کر آیا تھا وہ یونیفارم میں۔۔اور اس کی ٹون بھی ایک ڈی ایس پی کی ہی تھی،آپ لوگ فیکٹز کو اگنور کرنا چاہتے ہیں تو یہ آپ کا پرنسل کال ہے۔۔"استہزائیہ جتاتی وہ شانے جھاڑ کر بیڈ کا سہارا لیتی نیچے اتری تھی اور کمزوری سے گھومتے سر کو ایک ہاتھ سے تھامے جا کر واش روم میں بند ہو گئی تھی۔

"ابرار بھائی!آبرو کی طبیعت خراب ہے کل سے ایک دانہ اس کے پیٹ میں نہیں ہے شائد اسی لیے۔۔اس کی طرف سے میں آپ سے معذرت۔۔۔"جبین بیگم نے وقاص ملک کی سلگتی کنپٹیوں پر ایک نظر ڈال کر معذرت کرنے کی کوشش کی لیکن درمیان میں ہی ابرار حمید نے سبھاؤ سے ٹوک گئے۔

"ارے! نہیں بھابی بیگم! میں سمجھ سکتا ہوں بچی کے جذبات، طلحہ نے واقعی یہ حرکت انتہائی غیر اخلاقی کی ہے، اپنی بچی تھی کوئی اجنبی تو تھی نہیں جو غیروں کی طرح گیٹ پر اتار کر چلا گیا۔۔" وہ اپنائیت سے بولے تو دونوں میاں بیوی شرمندہ سے سر ہلا گئے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"میں تو خواہ مخواہ ہی آپ کو ہلکے میں لے لیا تھا ڈی ایس پی صاحب آپ تو کافی پہنچی ہوئی چیز ہیں۔۔۔" خشمگیں نظروں کی گرفت میں طلحہ کو رکھتے زیاد گیلانی مٹھیاں بھینچ کر زہر خند لہجے میں غرایا۔

جس پر مقابل نہایت ریلیکس انداز میں بیٹھے طلحہ نے پیچھے چہرہ گرا کر ہلکا قہقہہ لگاتے مزید اسے پتنگے لگائے۔

"نوازش! گیلانی صاحب آپ کی ذرہ نوازی ہے، ورنہ آج بھی میں ایک معمولی ساڈی ایس پی ہی ہوں اور آپ اُپر سے بھی اُپر تک پہنچ رکھنے والے بااثر شخصیت!!"

مقابل کی پیچ وتاب کھاتی حالت سے بھرپور حظ اٹھاتے وہ بظاہر نہایت انکساری سے سر خم دیکر گویا ہوا تھا۔

"تمہیں واقعی لگتا ہے میں نے تمہاری دھمکی سے ڈر کر پنچائیت میں اپنا دعویٰ واپس لیا ہے۔۔؟" زیاد گیلانی نے خشونیت سے گھورتے پوچھا۔

"جی! ایک سوایک فیصد۔ ورنہ ہمارے مراثم اتنے بھی گہرے نہیں کہ میں آپ سے فرماں برداری کی توقع رکھوں۔" پیپر ویٹ کو دو انگلی میں روک کر اس نے مضحکہ خیزی دائیں آنکھ کو خفیف جنبش دیکر جتایا۔

"ڈی ایس پی تم۔۔۔۔" جواباً زیاد گیلانی دم پر پیر پڑے ناگ کی طرح پھنکارتا ہوا کرسی ڈھکیل کر کھڑا ہوا تھا۔

"آواز نیچی رکھیں گیلانی صاحب!" ہاتھ اٹھا کر کسی بدکے ہوئے جانور کو شانت کرنے کے انداز میں ٹھنڈا رہنے کا اشارہ کیا۔۔ یہ معزز ڈی ایس پی کا آفس ہے تھرڈ ڈگری ٹارچر سیل نہیں ہے۔۔ یہاں ہم صرف شرفاء سے بات چیت کرتے ہیں مکالات کیلئے مخصوص جگہ ہے ہمارے پاس یہاں سے دل سوز چیخیں نکلیں تو باہر یہی لگے کے کوئی اقبال جرم کیلئے چل کر آیا ہے۔۔۔" اس کی پھنکار کا ذرا اثر لیئے بغیر طنز و استہزائیہ کی آمیزش سے پُر لہجے سے مقابل کو سرتاپا سلگاتا وہ پیچھے کرسی پر جھولا تھا۔

"ڈی ایس پی! اگر میں قدم واپس لے سکتا ہوں تو میں قدم آگے بھی لے سکتا ہوں۔۔" دونوں پنجے ٹیبل کی سطح پر جما کر سرخ آنکھوں میں چیلنج لیئے وہ جھکا تھا۔

"اس حماقت کی قیمت چکانے کی آپ میں سکت ہے تو سو بسمہ اللہ!" طلحہ نے شانِ بے نیازی سے شانے جھاڑے۔

"تم۔۔۔"

"گیلانی صاحب میں نے آپ کو 'وِن_وِن' گیم کا ایک موقع دیا تھا۔۔۔۔آپ نے ذہانت کا ثبوت دیتے بروقت موقع کا فائدہ اٹھالیا کیونکہ اس میں خالصتاً آپ کا فائدہ مخفی تھا۔۔ہے ناں۔۔؟" وہ سنجیدگی سے اپنی نشست چھوڑ کر کھڑا ہوا

"ہونہ!" اس کے یاددہانی کے جتاتے انداز پر زیاد گیلانی نے تنفر سے ہنکار بھرتے پہلو بدلہ۔

"ورنہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں ملکوں سے اس انا کی بے وجہ جنگ میں اس دن آپ مکمل شکست کھا گئے تھے جب ملک وقاص کی بیٹی میرے نکاح میں

آئی تھی، لیکن آپ پھر بھی اوچھے ہتھکنڈے اپنا کر ہاتھ پیر مارتے رہے چلو خیر۔۔رات گئی بات گئی۔۔ لیکن اب اگر آپ نے ایسی کوئی حماقت کی۔۔۔"رگوں میں دوڑتے خون کو منجمد کر دینے والی سرخی مائل سرد آنکھوں کو زیاد گیلانی کی خائف آنکھوں میں گاڑھتے اس کی رگ وپے میں خود کی لہر دوڑاتے ٹیبل پر پنجے گاڑھ کر جھکا۔۔

"تو آپ کی سوچ بھی وہاں تک نہیں جاسکتی جس قدر بھیانک آپ کا انجام ہو گا۔۔۔"پیچھے ہو کر نیلی کیس فائل سامنے لہراتے وہ نیچی آواز میں استہزائیہ ہنسا۔

"تم۔۔تم۔۔تم جانتے ہو اس سب میں میں انوالو نہیں تھا۔۔"کیس فائل دیکھتے ہی زیاد گیلانی کے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہوئے تھے۔

"لیکن بلڈ رسے گاڑھی تو چھنتی تھی ناں آپ کی۔۔؟"

"دد۔۔دوستی ایک الگ چیز ہے۔"

"بالکل الگ چیز ہے۔اور دوستی میں دوسرے دوست کی جرائم میں مدد کرنا بھی الگ چیز ہے۔۔۔ہے ناں؟"

"مم۔۔میں۔۔میں نے کبھی اس کی مدد نہیں کی۔۔۔ مم۔۔میں تو جانتا ہی نہیں تھا اس سب کے بارے میں۔۔"اس کے تفتیشی انداز پر زیاد گیلانی کی رہی سہی تیز طراری بھی کافور ہوئی تھی۔

"یہ بات میں جانتا ہوں کے 'تم نہیں جانتے تھے'، 'تم جانتے ہو کے تم نہیں جانتے تھے'، لیکن ووٹ ڈالنے والی سیاست دانوں کی مکاریوں سے باخبر ہونے کے باوجود بظاہر انھیں 'شریف صوفی' دیکھنے کی خواہش مند عوام تھوڑی نہ جانتی ہے ان گھناؤنے جرائم میں 'تم 'ملوث نہیں تھے۔۔؟ وہ تو بھئی رائی جتنی خبر دیکھے گی اور ووٹوں کا پہاڑ گیا مخالف پارٹی کے نام۔۔"

فائل ٹیبل پر رکھ کر ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر پسینہ میں تربتر زیاد گیلانی کی سمت بڑھاتا وہ نہایت دوستانہ انداز میں بات کر رہا تھا جیسے روزمرہ کی بات ہو رہی ہو۔۔

"تت۔۔ تم۔۔ تم مجھے فریم نہیں کر سکتے۔۔ تم تم ایک گورنمنٹ آفیسر ہو کر مجھے فریم نہیں کر سکتے۔۔۔" ٹشو تھام کر کپکپاتے ہاتھوں سے گردن پیشانی صاف کرتے وہ لہجہ مستحکم رکھنے کی کوشش کے باوجود بے طرح ناکام رہا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔ گیلانی صاحب! میں ایک سول سرونٹ ہوں کوئی ساس بہو سیریل کا عجیب سا کردار نہیں جن کے پاس سوائے فریم فریم کھیلنے کے کوئی کام نہیں ہوتا، میرے پاس ہزاروں کام ہوتے ہیں آپ کے ساتھ چھپن چھپائی کھیلنے کا بالکل وقت نہیں ہے۔۔ یہ لیں پیئں۔۔۔" بار بار اسے خشک لبوں پر زبان پھیرتا دیکھ ٹیبل سے گلاس اٹھا کر بڑھایا جسے وہ لمحے میں تھام کر لبوں سے لگا گیا تھا۔

"آپ کے سابقہ ریکارڈ کی پیش نظر میں چاہتا تو بہت آسانی سے سارے حساب سود سمیت وصول کر سکتا تھا، لیکن میں نے یہ ورد ی ذاتی دشمنیاں نکالنے کیلئے نہیں پہنی ہے اس لی ئے آپ کو قبل از وقت آگاہ کر دیا۔۔" وہ جا کر واپس سنجید گی سے اپنی کر سی پر براجمان ہوا۔

"لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور آپ آزاد ہو گئے ہیں۔۔ اور اب آپ بجائے مشکور ہونے کے مجھے ہی میری ہی آفس میں آکر دھمکیاں دے سکتے ہیں۔" اس نے سپاٹ سی نظریں اٹھائی زیاد گیلانی پہلو بدل گیا۔

"سو آج کے بعد آپ نے اپنی پوری زند گی میں کبھی بھی ملک خاندان یا آبرو کو نقصان پہنچانے کا سوچا بھی تو مجھے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، فقط میڈیا کو ایک کلو دے دوں گا۔۔ باقی آپ جیسے نام والوں کو بدنام کر کے گمنام کیسے کرنا ہے یہ ہمارا صحافی طبقہ اچھی طرح جانتا

ہے۔۔ سو۔۔۔۔ "سنگین انداز میں آئندہ کل بلکہ ہمیشہ کیلئے خبر دار کرتے طلحہ نے فائل اٹھائی زیاد گیلانی اثبات میں سر ہلاتا دروازے کی سمت بڑھا۔

"میں آپ کی طرح خالی خولی دھمکی نہیں دیتا گیلانی صاحب! باقی ہمارے ملک کی صحافیوں کی صلاحیت اور عوام کے اندھے اعتماد کو آزمانا ہو تو حماقت لازمی کیجئے گا۔۔۔ "عقب سے اُبھری تمسخرانہ آواز پر زور سے ڈور کھول کر دھر کی آواز سے لگاتا زیاد گیلانی نکل گیا تھا۔

"نام کے بھوکے نام نہاد لوگ!!"

تنفر سے ہنکار بھرتے اس کی فراخ پیشانی پر ناگواریت کے ان گنت بل گرے تھے معاً ڈورناک ہوا تھا اور اجازت ملنے پر ماتحت آفیسر ہاتھ میں فائل لیئے مودب سا اندر داخل ہوا تھا۔

"سر جی! یہ کیس فائل ہے آپ کی سائن چاہیئے!" فائل اور پین آگے بڑھاتے وہ بولا تو طلحہ نے اثبات میں سر ہلاتے پین کی جانب ہاتھ بڑھا۔

"سسس!!" انگوٹھے اور انگشت شہادت کی درمیان پین لیتے ہی اس کے لبوں سے معمولی سی سسکی نکلی تھی پھر لب بھینچ کر مطلوبہ پیپر زپر وہ سائن کرتا پیچھے ہوا تھا۔

"تھنکس سر جی!" سر خم دیکر آفیسر شکریہ ادا کرتا واپسی کیلیئے مڑا۔

اور طلحہ کی سپاٹ نظریں انگشت شہادت کی پور پر لگے گہرے کٹ پر ٹھہر گئی۔

محبت ہاتھ میں پہنی ہوئی چوڑی کی مانند ہے

سنورتی ہے کھنکتی ہے کھنک کر ٹوٹ جاتی ہے

ایک چھوٹے سے زخم سے کئی تازہ سلے زخم کھلتے گئے تھے، وہ جبڑے بھینچ کر ضبطِ کمال آزماتا پشت پیچھے بیک سے ٹکاتا آنکھیں میچ گیا۔ ساتھ منتشر ذہن میں آتے جاتے مناظر کی آندھیاں ایک ہفتہ پیچھے کی تصویر پر جا ٹھہری۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

(ایک ہفتہ قبل)

"نجمہ! میں یہ سب نہیں پہونگی پلیز!!" وہ واش روم میں تھا جب اس کی خفگی بھری آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"غالباً محترمہ دوسری شادی والی بات دل پر لے گئی۔۔" وہ اندازہ لگاتا محظوظ ہوا۔

باہر سے نجمہ کی پچکارتی آواز ابھری۔

"بھابی جی! ایسے تو نہیں کریں، اتنی پیاری چوڑیاں اتنا خوبصورت دوپٹہ کا رنگ ہے۔ اور سب سے اہم اتنے پیار سے تھانیدار اپنی تھانیدارنی کیلئے لائے ہیں اور آپ ہیں کے ناک بھوں چڑھا رہی ہیں۔۔"

"کوئی نہیں ہوں میں اس کی تھانیدارنی۔۔ اور کوئی پیار وار سے نہیں لایا وہ تم لوگوں کیلئے تھا تم لوگوں نے ایسے ہی مجھے دے دیا۔۔" اس کی خفا خفا لہجے میں اب کے جھنجھلاہٹ نمایاں تھی۔۔

"لے! یہ کیا بات ہوئی۔ ناراضگی کا مطلب یہ تھوڑی ہوتا ہے کے بندہ اپنی نشست و برخواست سے ہی منکر ہو جائے۔۔" نجمہ اس کی منطق پر شاکی ہوئی۔

"پر نجمہ۔۔۔"

"میں کچھ نہیں جانتی بس آپ پہنیں سب کچھ۔۔"

پھر اس کی کمزور احتجاج اور نجمہ کی زور زبردستی کی آواز سے وہ نہاتے ہوئے محظوظ ہوتا رہا تھا اور جب وہ نم بالوں کو ٹاول سے رگڑتا ہوا کرتا شلوار میں ملبوس باتھ روم سے برآمد ہوا۔

ایک سے دوسری اٹھی نگاہ کے بعد ڈریسنگ کے مقابل کھڑے وجود کی تجلیاتِ حسنِ سے ساعتوں کی سازش میں جہاں کا تہاں مجسمہ بن گیا۔۔

سنہرے رنگ کی نفیس سی کام والی شلوار قمیض اس کے نازک سے سراپے پر غضب ڈھا رہی تھی۔۔ ستم مرمری کلائیوں میں بھر بھر کر سج رہی رنگ برنگی کانچ کی باریک چوڑیاں، ستواں سرخ ناک میں سنہرے چاند سی نتھلی۔۔ کانوں میں جھوم کر گلابی عارضوں کا بوسہ لے رہے
آویزے، گلاب لبوں پر ہم رنگ لیپ اسٹک کی نفیس سی کوٹ، آنکھوں میں گہرا کاجل، شانے پر وہی اس کا لایا ہوا آئینہ کے کام والا لال دوپٹہ۔۔ جس کے

آئینوں سے منعکس ہو کر اس کے ارد گرد پھیلی روشنی یوں معلوم ہو رہی تھی جیسے اس کے وجود سے ستارے لپٹے ہوں۔۔

اس کے انوکھے روپ کی چاندنیوں کے آگے اپنے ہر عضو پر بلا کا اختیار رکھنے کا دعویدار تھا نیدار کی آنکھیں چندھیا سی گئی تھی۔۔

"ایسے گھور گھور کر کیا دیکھ رہے؟" گہری نظروں کی تپش پر متوجہ ہوتی وہ بگڑی۔۔

جو آنکھ ملانے کی اجازت نہیں دیتا

دل اس کو نظروں میں بسانے پر تلا ہے!

"کچھ نہیں۔۔۔" گردن کو زور سے جھٹکا دیتا وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

جبکہ اس کی تقریر جاری تھی۔۔

"جانتی ہوں بہت ویئر ڈلگ رہی ہوں، بٹ میں نے یہ اپنی چوائس سے نہیں پہنا ہے، نجمہ فورس فلّی پہنا کر گئی ہے، اکاڈنگ تو ہر یہ ڈریس رقیہ دادی نے سلیکٹ کی ہے میرے لی ئے میں نہ پہنوں تو وہ مائنڈ کر جائیں گی، ویسے تو مجھے فرق نہیں پڑتا، اور تمہارے سو کالڈ رئیلٹی چیک دینے کے بعد تو بالکل فرق نہیں پڑتا، بٹ میں تمہاری طرح ایروگینٹ نہیں ہوں سو گفٹ کو ریجکٹ نہیں کر سکتی۔" چوڑیوں کو چھیڑ کر روم کی مہکی فضا میں جلترنگ چھیڑتی اس کی نادان کوشش حتیٰ المکان لاپرواہی ظاہر کرنے کی تھی۔

جس پر گھنی مونچھوں تلے مچل اٹھی مسکراہٹ چھپانے کیلئے کبرڈ کھول کر کھڑا ہوتا مصنوعی سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"اتنا لمبا چوڑا ایکسپلینیشن دینے کے بجائے لیکر رکھ دیتیں جب میری رئیل وائف آتی وہ پہن کر دادی کو خوش کر دیتی یا جب پہن ہی لیا ہے تو خواہ مخواہ فوٹیج کیوں کھانا۔۔"آنکھوں میں شرارتی چمک لیئے بظاہر غضب بے نیاز لہجے سے وہ اسے سر تا پا گیلی لکڑی کی طرح سلگا گیا تھا۔۔

"تم۔۔تم۔۔۔۔"

"ماشاءاللہ! آبرو جی آپ تو۔۔آپ تو۔۔۔بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔۔۔"کلس اٹھی آبرو کی جوابی کارروائی کرنے سے قبل ہی دروازہ کھول کر زینیہ اندر داخل ہوتی اس کی تیاری دیکھ مسمرائز ہوئی تھی۔

"میں آڈ لگ تو نہیں لگ رہی ہوں۔؟"زینیہ کی ستائشی انداز پر طلحہ کو نظر انداز کرتی وہ آئینہ کی طرف مڑتی خود کلام ہوئی۔

"بالکل بھی نہیں! آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔۔ میں نے آپ سے پیارا آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔۔" زینیہ اس کا دوپٹہ ٹھیک کرتی اس کے سلونے روپ پر فدا ہوئی تو وہ جھینپ سی گئی۔

"مینا! بچے کسی کا دل رکھنے کیلئے بھی بولا گیا جھوٹ جھوٹ ہی ہوتا ہے، اور جھوٹ بولنا بری بات ہوتی ہے۔۔" چوڑی کلائی پر گھڑی باندھتے تھانیدار بلا تکلف ملک زادی کی خوشی کی گھڑی میں مخل ہوئے تھے۔

"بھائی جان! ایسے تو نہیں کہیں۔۔ آبرو جی آپ واقعی بے حد پیاری لگ رہی ہیں دیکھنا آج جو آپ کو دیکھے گا دیکھتا ہی رہ جائے گا۔۔ چلیں! جلدی سے جا کر دادی سے آپ کی نظر اتروا دیتی ہوں قبل اس کے کی نظر لگ جائے آپ کو۔۔" بھائی کو شاکی نظروں سے گھورتی آبرو کا ہاتھ تھامے تیز قدموں دروازے کی طرف بڑھی۔۔

پیچھے پورے روم میں اس کی شریر چوڑیوں کی چھڑی شوخ جلترنگ تھانیدار کے لبوں پر جاندار مسکراہٹ کی وجہ بنی۔۔

سب کلائی کی بات ہوتی ہے

ورنہ! چوڑیاں کب حسین ہوتی ہیں!

---

ندرت خالہ کے گھر کے قریب پہنچ کر وہاں فضا میں رچی بسی مختلف پکوان کی اشتہار انگیز خوشبو سب کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھیرنے کی وجہ بنی تھی۔۔ جبکہ امروز شہروز ندیدوں کی طرح ہونٹوں پر بان پھیرتے دوڑ کر گیٹ کھولتے اندر داخل ہوئے تھے۔۔

"جئیں ہزاروں سال خالہ! آپ کے ہاتھوں کی چولہے پر بنے لذیز پکوان کا کوئی مقابلہ نہیں۔۔" باآواز بلند نعرا لگاتے دونوں نے جھپٹ کر شاہی ٹکڑا منہ میں ڈالا تھا۔

جس پر جہاں

"تم لوگ جیو میرے بچوں۔۔۔" شفقت سے مسکراتے خالہ نہال ہوئی تھیں۔

وہیں

"بھوکے ندیدے ایسا لگتا ہے صدیوں سے اچھے کھانے کی شکل نہیں دیکھی۔۔۔" خالہ کی صاحبزادی ناک چڑھائی بڑبڑائی تھی۔۔

جو سن کر بھی انجان بنتے دونوں بھائی چارپائی پر ٹیپو کے ساتھ بیٹھتے مزے سے گھی میں بھنے ہوئے کاجو بادام کھانے لگے تھے۔۔

"تم لوگوں نے میرے۔۔۔"

"نجمہ ! زیادہ تلے ہیں میں نے۔۔ چلو بھابی آگئی ہیں۔۔" نجمہ کے جنگلی بلی بننے سے پہلے نغمہ اس کا بازو جکڑتی گیٹ کی طرف بڑھی جہاں ندرت خالہ آبرو کی بلائیں لے رہی تھی۔۔

"ویلکم بھابی ! !"

نجمہ شرارتاً جا کر چینی انداز میں آبرو کے مقابل آداب بجالانے جھکی تو خالہ کے والہانہ انداز اور ان کپڑوں کی وجہ سے پہلے ہی نروس آبرو بے طرح جھینپ گئی تھی۔

"نجمہ ! کیا وہیں باتیں بگھاڑنے لگ گئی ہو بھابی کو اندر لیکر آؤ۔۔"

اس کو سرگوشی میں آبرو کو چھیڑتا دیکھ ندرت خالہ نے آنکھیں دکھائی تو وہ آبرو کا بازو تھام کر آگے بڑھی۔

جو بیک وقت استعجاب و اشتیاق سے ان کے کشادہ آنگن کا منظر دیکھ رہی تھی۔

جو ابرار حمید کی خارجی صحن ہی کی طرح کشادہ تھا۔ لیکن فرق یہ تھا کے ابرار حمید کے صحن میں بس پھول بتیوں کے پودے اور جھولا تھا جبکہ یہاں۔۔

صحن کے ایک حصے میں ہری بھری کیاریاں تھی جس کے آس پاس دو تین قسم کے بیل کھونچ دار لکڑی سے لپٹتی ہوئی چھت پر چڑھ رہی تھی۔

ساتھ ایک آم کا چھاؤں دار مضبوط مگر قد میں چھوٹا سا درخت تھا جس پر جھولا ٹنگا ہوا تھا۔

جبکہ صحن کے دوسرے کھلے حصے میں آدھے پر پانی کا چھڑکاؤ کر کے چارپائی اور لکڑی کی کرسیاں رکھی گئی تھی جس پر ابرار حمید طلحہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

لیکن آبرو کی دلچسپ نگاہ کا مرکز تو بقیہ انوکھا حصہ تھا جو مٹی سے لیپا گیا تھا اور مٹی سے ہی بنے دو لکڑی کے چولہے جل رہے تھے جس پر چڑھی مٹی کی ہانڈیوں سے اٹھتی پکوان کی بے حد لذیز خوشبو پورے ماحول پر چھا رہی تھی۔

قریب ہی خالہ موڑھے پر بیٹھی برابر ہانڈی میں لکڑی کا چمچ چلاتی بے حد منفرد و دلچسپ منظر پیش کر رہی تھی۔

"بیٹا! ندرت بہن کی عادت ہے جب ہم لوگ ساتھ کھانے والے ہوتے ہیں یہ اپنے ہاتھوں سے مٹی کے چولہے پر کھانا بناتی ہے۔۔" اس کے اشتاق کو دیکھتے ابرار حمید مبہم انداز میں مسکراتے بولے۔

"کیونکہ خالہ کے چہیتے تھانیدار کو مٹی کے چولہے اور برتن میں بنے دیسی پکوان بے حد پسند ہیں۔۔" امروز نے ٹکڑا لگایا۔

"جو آپ کو بھی سیکھ لینی چاہیئے۔۔" شہروز نے حسب روایت ملتا جھلتا ٹکڑا لگایا۔

جس پر آبرو کی نگاہ اس بے نیاز کی طرف اٹھی جو اس سے قطعی لاتعلق دوسرے چولہے کے قریب رکھے موڑھے پر جا کر بیٹھا تھا۔

ماتھے کے بے مروت بل ناک پر ہمہ وقت بیٹھا نخوت یکسر غائب تھا۔۔

"اسے اتنی ٹف چیزیں ہی کیوں پسند ہے آخر۔۔؟"

طلحہ کو لکڑی کے چولہے میں بھونسا ڈالتا دیکھ وہ کلسی۔

اسے تو ابھی ٹھیک سے پانی اُبالنا تک نہیں آتا تھا اور ان موصوف کو مٹی کے چولہے اور برتن میں بنے کھانے پسند تھے کیا یہ کھلا تضاد نہیں تھا اس کے ساتھ۔۔

سختی سے مٹھیاں بھینچتے اسے اس لمحے اس مشکل ترین شخص پر بے حد غصہ آیا تھا جس کی ہر پسند ہی اس کے پسینہ چھڑا دینے والی تھی۔

"بیٹا ادھر دیکھیں۔۔"

"جی!"

وہ طلحہ کو کوسنے میں مصروف تھی کی خالہ کی نرم آواز پر ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ناک پر کوئی کپڑا رکھ لو۔ میں ذرا تمہاری نظر اتار دوں ماشاءاللہ سے آج چشم بدور لگ رہی ہو۔ کہیں میری ہی نہ نظر لگ جائے۔۔۔۔"

ان کے ہاتھ اٹھا کر بلائیں لینے پر وہ جھنیپ سی گئی تھی۔

"مطلب خالہ آج تک یہ آپ کو اچھی نہیں لگ رہی تھی۔۔؟" امروز نے حسب عادت فسادی فقرہ چھوڑا۔

"اے لڑکے! فضول نہ بولا کرو۔۔ بھئی میرے طلحہ کی دلہن تو ہے ہی چند آفتاب چند ماہتاب آج میرے گھر رونق آئی ہے تو میں نظر بھی نہ اتاروں۔" مصنوعی خفگی سے امروز کو گھورتے خالہ نے نغمہ کی ہاتھ سے سرخ مرچیاں لی جس پر فوراً آبرو نے دوپٹہ منہ پر رکھا تھا۔

"ویسے پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہوں مرچی پر سے مرچی کو وارتے ہوئے۔ دلچسپ!" چولہے میں لکڑی کے ٹکڑے ڈالتے طلحہ کی زبان کھلجلائی۔

"تھانیدار۔۔۔۔"

ابرار حمید نے تنبیہی نظروں سے اسے گھورا نہ صرف وہ بلکہ سبھی کی سرزنشی نظر اس کی سمت گھومی بشمول ملک زادی کی تیکھی کٹار سی نظر۔۔

"ارے! میرا مطلب ہے نظر اب اتنی سستی بھی نہیں جو انسان کو چلتے پھرتے لگ جائے۔۔البتہ ثابت سرخ مرچیاں بہت مہنگی ہو گئی ہیں تو ذرا خیال کر لیں۔۔اور خالہ اور دادی کی ڈیمانڈ والی خاص تیکھی مرچ بہت ہی مشکل سے ملتی ہے۔۔اس تناظر میں کہہ رہا ہوں۔۔"

جاندار مسکراہٹ دبائے وضاحت کرنے کے بہانے بھی وہ طنز کرنے سے باز نہ آیا تھا جس پر فقط سب کی خلوص و اپنائیت کے خیال سے کھڑی یہ سب عجیب و غریب چیزیں کروا رہی آبرو تلملا اٹھی تھی۔۔

"تم بات نہ بناؤ زیادہ تھانیدار! بہو آج واقعی بہت پیاری لگ رہی ہے لڑکیوں والے کپڑوں میں۔۔۔ورنہ ان آدھے تیتر آدھے بٹیر جیسے والا یتی کپڑوں میں تو مجھے نہایت ہی عجیب مخلوق لگتی تھی۔۔نہ سہاگنوں والا روپ نہ کوئی بناؤ سنگھار بتاؤ شادی شدہ لڑکیاں ویسی تھوڑی رہتی ہیں۔اب ماشاءاللہ سے بال بھی کچھ بڑھ گئے ہیں تو چہرے پر رونق بھی آئی ہے ورنہ تو پر کٹی کبوتری

لگتی تھی مجھے۔۔۔میں بتا رہی ہوں بہو دوبارہ بال مت کٹوانا کمر تک ناگن سی لہراتی چوٹی تو عورت کا حسن ہے۔۔۔"

سرپرائز انٹری لیتے حسب سابق دادی جو نان اسٹاپ شروع ہوئی تو اپنے کھڑے دوٹوک انداز میں بولتی چلی گئی۔

جس پر نافہم نگاہوں کا تبادلہ کرتے حاضرین محفل کو طے کرنے میں خاصی دقت پیش آئی کے آیا دادی نے تھانیدار کو جھاڑ پلایا ہے یا آبرو کی مدح سراہی کی ہے۔

"ماشاءاللہ سے خالہ ہماری بچی تو ہر روپ میں ہی بے حد پیاری لگتی ہے۔۔"ان کے کھڑے لفظوں کا اثر زائل کرنے کیلئے خالہ نے قصداً مسکراتے اس کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

"بھئی! میرے تھانیدار کی دلہن ہے کوئی مذاق تھوڑی ہے لاکھوں میں ایک تو ہونا ہی چاہیئے۔۔" دادی تفاخر سے کہتی جا کر ابرار حمید کے برابر رکھی کرسی پر بیٹھی۔

"ویسے دادی کوئی شرط لازم تو نہیں ہے آپ کروڑوں میں ایک کوئی دوسری بھی تلاش کر سکتی ہیں۔۔" بھرپور نظر موضوع گفتگو بننے پر نروس سی کلائی کی چوڑیوں کو چھیڑ رہی ملک زادی پر ڈالتے وہ واپس زبان کے تیر چلانے سے باز نہیں آیا تھا۔

جس پر اس کے حوالہ کے باعث لاج سے گلابی ہو رہے عارض یکایک ہی غصہ سے سرخ ہوئے تھے بے انتہا خفگی سے اپنی سمت نگاہ اٹھنے پر وہ چولہے کی سمت متوجہ ہو گیا تو اس کی اس کٹھور تا پر آبرو کا دل گداز ہوا تھا۔

"نہایت ہی بری بات ہے طلحہ ! کیوں بچی کو پریشان کر رہے ہو۔۔" خالہ نے طلحہ کو سرزنش کیا۔

جبکہ آبرو فوراً ہی نجمہ کی طرف مڑی۔

"نجمہ ! مجھے یہ ایڈجسٹ کرنا ہے تم اندر لے جاؤ گی مجھے۔۔"

"جی !"

اس کے سپاٹ سے انداز پر نجمہ فوراً ہی اسے لیکر اندر بڑھی۔

اس کے پیچھے ہی امروز شہروز لوگ سمیت نغمہ زینیہ بھی لپکے تھے۔

"نہایت غلط بات ہے تھانیدار ! بہو نے ہمارے لحاظ میں کچھ کہا نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کے تم دوبارہ اسے اس طرح پریشان کرو۔۔" آبرو لوگوں کے گھر کے اندر غائب ہوتے ہی دادی نے طلحہ کو تنبیہ کیا۔

جس پر اثبات میں سر ہلاتا چشم تصور میں اس کا غصہ سے گلال چہرہ لاتا وہ چولہے سے اٹھتی آگ کی لپٹوں کو دیکھنے لگا کچھ ایسی ہی لپک اس کی غزالی آنکھوں میں بھی تھی جس سے وہ طلحہ کو بھسم کر دینا چاہتی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

قید ہے آج بھی اسی صفحے میں زندگی

تیرا دیا گلاب جس کتاب میں رکھا تھا

"تو آپ کو کیا لگا تھا ہمارے ہینڈسم پلس خرانٹ (خشک بھی کہنا تھا) قسم کہ تھانیدار آپ کی کلائی میں بچ رہی چوڑیوں کی تعریف کسی شدت پلس جدت پسند ڈرامہ سیریل کے خوفناک ہیرو کے انداز میں دس بارہ چوڑیوں کے ٹوکرے آپ کی نذر کر کے کرتے۔۔۔؟" کینو کے پھانک در پھانک تسلسل

سے منہ میں ڈالنے کی وجہ سے ہونٹوں کے کناروں سے دھار کی صورت نکلے جوس کو الٹے ہاتھ سے پوچھتے تجزیہ کے اختتام پر اس نے نگاہ اٹھائی تو تمام سرزنش کرتی متاسف نظروں میں بس گلی ماسٹرنی کی نگاہوں میں کراہیت تھی وہ لاپرواہی سے سر جھٹک کر ایک اور کینو اٹھانے کیلئے جھکا۔۔

"پھٹ جاؤ گے جو سر مشین۔۔۔" نجمہ بدقت پلیٹ اچک کر ناپسندیدگی سے بولی۔۔

"تمہیں مسئلہ ہے۔۔۔؟"

"بالکل مسئلہ ہے۔۔مجھے تو تمہارے دنیا میں آنے سے ہی مسئلہ نہیں مسائل ہیں۔۔ لیکن ابھی کیلئے تم نے آبرو جی سے یہ کیا بکواس۔۔۔؟" لڑاکا عورتوں کی طرح کمر پر ہاتھ جما کر وہ جھپٹنے کو تیار تھی۔۔

"غلط کہا کیا آبرو جی۔۔۔؟" کچھوے کی طرح سائیڈ سے منہ نکال کر اس نے جل کڑھ رہی آبرو کو دیکھا۔۔

"ہاں!! کیونکہ خوفناک ہیروز نہیں ویلنز ہوتے ہیں اور تمہارا وہ سٹوپڈ بھائی بہت بڑا ولن ہے۔اسے تو ہالی وڈ موویز میں ویمپائر کا رول کرنا چاہیئے۔۔ایروگینٹ، ایڈیٹ، دو کوڑی کا وردی والا۔۔۔" بھڑاس نکالنے کہ انداز میں جھٹکے سے اٹھ کر وہ جیسے ہی مڑی۔۔

"آہ!!!!!" حلق سے دلسوز چیخ برآمد ہوئی۔۔

وجہ چٹانی وجود سے جان لیوا قسم کا تصادم تھا۔۔قدم لڑکھڑائے ساتھ آنکھوں کہ آگے نظام شمسی گھوما۔۔۔۔مطلب متصادم وجود کوئی اور نہیں سٹوپڈ ایڈیٹ ویمپائر کے کردار کیلئے صد فیصد موزوں ولن صفت تھانیدار تھا۔۔

"ہم۔۔ ہم لوگ کچھ نہیں کر رہے تھے۔۔ آپ کے خلاف تو کچھ بھی بول نہیں رہے تھے۔۔ ہم صرف کینو لینے آئے تھے اور واپس آنگن میں جا ہی رہے تھے کی۔۔ لڑکیاں آپ اپنی چغل خوریاں کنٹنیو کریں ہم تو چلے۔۔۔" طلحہ کے تیور دیکھ نجمہ کے ہاتھ سے کینو کی پلیٹ لیتے جلدی وہ تینوں یہ جا وہ جا ہوئے نجمہ کو بھی نغمہ کھینچ کر ساتھ ہی نکلی تھی۔

اب وہاں سنجیدہ تاثرات لیے تھا نیدار شدید ناراضگی کے باعث آنکھیں چار کرنے سے محترز ملک زادی ایک دوسرے کے مقابل تھے۔

وہ اس کی سمت دیکھنے سے گریزاں تھی تو اس کی پر تپش نظروں کا واحد مرکز اس کا ملیحہ چہرہ ہی تھا۔

وہ ہنستی آنکھیں حسیں تبسم،

دمکتا چہرہ کتاب جیسا

دراز قامت، سرو آسا،

رنگ کھلتے گلاب جیسا

وہ دھیمے لہجے کے زیر و بم میں،

پھوار جیسی حسین رم جھم

ہے گفتگو میں بہم تسلسل،

رواں رواں سا چناب جیسا

کچھ اس کے عارض کی دل فریبی،

کچھ اس کے ہونٹوں کا رنگ دلکش

وہ سر سے پا ہے غزل کا لہجہ،

نیا نیا سا شباب جیسا

کبھی وہ تصویر بن کے دیکھے،

کبھی وہ تحریر بن کے بولے

وہ پل میں گم صم وہ پل میں حیراں،

کسی مصور کے خواب جیسا

وہ میرے جذبوں کی خوش نصیبی

یا اس کی چاہت کی انتہا ہے

کہ اس کی آنکھوں میں عکس میرا،

نہاں عیاں سا حجاب جیسا

فرشتہ صورت، دعا کا سایہ،

وہ روپ انساں کا دھار آیا

ہے اس سے دوری عذاب مجھ کو،

ہے اس کا ملنا ثواب جیسا

پلٹ کے دیکھے تو وقت ٹھہرے،

وہ چل پڑے تو زمانہ حیراں

وہ رشک امبر، وہ ماہ-کامل،

وہ کہکشاں، وہ شہاب جیسا

چمکتی آئینہ جبین، لامبی گھنیری خمدار خفگی سے اٹھتی

گرتی پلکیں، ستواں غصہ سو سرخ ناک میں سج رہی سونے کی نتھلی، گلابی مائل ناراضگی سے کچھ پھولے پھولے سیبی رخسار پر اُفق سی لالی، بار بار بھینچتے کٹاؤدار پنکھڑی سے لب کی باعث ٹھوڑی پر اُبھرتا ڈوبتا بھنور میں وہ خود بری طرح الجھ گیا تھا۔۔

قاتل جان لیوا اداؤں کے ساتھ حسن کی فرمانی سونپی گئی تھی مقابل کو بندہ بشر کی بھٹکتی نگاہ اگر اس کے چہرے سے گرز جائے تو گویا بنجارہ نظر کو مستقل ٹھکانہ ہی مل جاتا تھا۔ جیسے اس وقت اس کی نگاہ اس کے ایک ایک تراشیدہ نقش سے بار بار پھسلتی ایک ہی عمل دہرا رہی تھی۔۔

"میں امروز شہروز نہیں جو تمہارے اس لک سے ڈر جاؤں گی۔۔ سو مجھے ایسے لکس مت دو جا کر گھورنا ہی ہے تو اپنی کڑوڑوں میں ایک وائف کو گھورنا۔۔۔" اس کی پرتپش نظروں کی حدت سے سلگتی وہ آخر چیخ پڑی تھی۔

"غصہ کیوں آرہا ہے آپ کو اتنا۔۔؟"اس کی جلبلاہٹ کے یکسر برعکس وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"کیونکہ میں۔۔میرا دماغ خراب ہے۔۔ہیپی!!"دبے انداز میں دانت کچکچا کر کہتی وہ تن فن کرتی بیرونی دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

پیچھے وہ دم سادھے احتجاج میں کھنک اٹھی چوڑیوں کی جلترنگ کو مدھم پڑنے تک سنتا ویسے ہی تحمل سے کھڑا رہا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

گو کے وہ کھولتے ذہن کے ساتھ جلتی کڑھتی ہوئی اندر سے باہر آئی تھی۔

لیکن باہر سجی خوشگوار محفل نے جلد ہی اس کے چٹختے اعصاب پر اپنا خوشگوار جادو چلا دیا تھا۔

خالہ لوگ چولہے کے پاس سے فارغ ہو چکے تھے سو وہ بھی آکر نجمہ کے برابر چارپائی پر بیٹھ گئی تھی۔

ایک طرف امروز شہروز کے ساتھ نجمہ کی دوبدو بحث چل رہی تو دوسری طرف رقیہ دادی بی بی سی کی جانشین بنی پورے محلے کی خبر ترسیل کر رہی تھی۔

جس میں بلا تفریق اچھی بری تشویشناک سنسنی خیز ہر قسم کی خبر شامل تھی۔

مثلاً کسی کی جاب لگ گئی تھی تو کس کا بچہ بگڑ چکا تھا،

کسی کی شادی ہونے والی تھی تو کس کے رشتے کی بات چل رہی تھی،

کسی کا جگڑا بڑھ چکا تھا تو کسی کی بلا آخر صلح ہو چکی تھی۔

بیک وقت دادی کی مسالے دار خبریں امروز لوگوں کی چٹ پٹی باتوں سے محظوظ ہو رہی آبرو طلحہ کا غصہ بھلائے نہایت دلچسپی سے سب کی باتیں سنتی انجوئے کر رہی تھی۔۔

عشاء کے قریب چارپائی کرسی وغیرہ ہٹا کر اسی جگہ بڑی سی چٹائی بچھاتے اس پر موٹی سی چادر ڈال کر دستر خوان چنا گیا تھا۔

لال اور کالی مٹی کے چھوٹے چھوٹے برتنوں میں مختلف دیسی سالن جن کے نام بھی آبرو نہیں جانتی تھی دستر خوان پر ایک ترتیب سے رکھے بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔۔

کھانے کے دوران خالہ ایک ایک سالن اٹھا اٹھا کر محبت سے اس کی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ اسے ان کے نام اور ان میں ڈالے جانے والے اجزاء و ترکیب بھی بتا رہی تھیں۔

جس میں خالہ نے بلخصوص یہ بھی بتایا تھا کے ان دیسی سالنوں میں پڑنے والے زیادہ تر مسالہ جات انھوں نے خود اپنے ہاتھوں سے پتھر پر پیسے ہیں بقول ان کے ایسا کرنے سے سالن مزید ذائقہ دار ہوتا ہے اس مشکل ترین اضافہ کے بعد تو بیچاری ملک زادی کا ڈانواں ڈول اعتماد بھی جاتا رہا تھا۔

بظاہر مسکرا کر ان کے خلوص و اپنائیت کا خیر مقدم کرتی دل ہی دل وہ اپنی نااہلی کے ساتھ اپنے عین مقابل نشستہ رغبت سے ایک ایک چیز کو کھا رہے اس مشکل ترین شخص کو کوس بھی رہی تھی۔

عشاء کی اذان ہونے پر طلحہ اور ابرار حمید کے ہمراہ طوعاً و کرہاً امروز شہروز اور ٹیپو کو بھی مسجد کا رخ کرنا پڑا تھا واپسی پر میٹھا کھا کر کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد وہ لوگ واپسی کیلئے تیار ہو گئے تھے۔

چلتے ہوئے خالہ نے آبرو اور طلحہ کو کپڑے دئے تھے ساتھ ان کے اس کی ہتھیلی پر کچھ نقدی رکھنے پر وہ گڑبڑائی تھی۔۔

جس پر نغمہ نے اسے بتایا تھا یہ ان کے یہاں کا رواج ہے نئے جوڑے کے پہلی بار گھر آنے پر نئے کپڑے اور نقدی دینا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رات بستر پر جاتے ہی نیند آنے تک اس بے اعتنا کی بے اعتنائیوں کو یاد کرتی ہوئی وہ کتنی ہی دیر تک کروٹ پر کروٹ بدلتی رہی تھی۔ ساتھ اس بے مروت پر غم و غصہ کا گراف بھی بتدریج بڑھتا اونچائی پر جا ٹھہرا تھا۔۔

نہ نیند آتی ہے نہ جان جاتی ہے۔

ہمیں تو بس اے اجنبی تیری یاد ستاتی ہے

قربتوں سے کہ دوا سے مانگ لائیں

اس کے بنا رہتے ہوئے اب جان جاتی ہے۔۔

چونکہ رات دیر تلک بے التافیوں وسفاکیوں کا حساب کرتے ہوئے نیند دیر سے آئی تھی جس وجہ سے صبح اس کی آنکھ ذرا دیر سے ہی کھلی تھی فریش ہو کر وہ باہر نکلی تو پورا گھر سائیں سائیں کر رہا تھا۔۔

بس کچن سے کچھ کھٹ پٹ کی آواز بلند ہو رہی تھی وہ کلائی کی چوڑیوں کو غیر محسوس انداز میں چھیڑتی ہوئی وہیں چلا آئی۔ جہاں وہ فل یونی فارم میں ملبوس ناشتہ ختم کر چائے کی چسکیاں لیتا فون میں کچھ دیکھ رہا تھا۔

غالباً چوڑیوں کی جلترنگ سی کھنک اس کی محویت میں مخل ہوئی تھی جس پر لمحے کیلئے نگاہ اٹھی پھر ازلی بے نیازی کے ساتھ واپس سابقہ مرکز پر مرکوز ہو گئی۔

"سب کہاں ہیں۔۔؟" مقابل نشست سنبھالتے اسے مقابل کی سنگدلی ازبر ہونے کے باوجود پہل کرنی پڑی۔

"اپنے اپنے کام پر۔۔" نہایت مختصر جواب بنا کسی خاص توجہ کے آیا تھا۔

"اپنے اپنے کام پر؟" اس نے ناسمجھی سے جوں کے توں لفظ دہرائے۔

"مینا کسی کام سے خالہ کی طرف گئی ہے، امروز شہروز یونورسٹی اور منشی جی اپنے کام پر۔ البتہ آپ کا ناشتہ یاد سے وہ رکھ گئے ہیں۔۔" فون سائیڈ پر رکھ کر اب کے قدرے تفصیلی جواب دیتے ساتھ ہاتھ بڑھا کر فریج کے اُپر سے براون بریڈ بھی اس کی طرف کھسکایا۔

جس پر بنا شکریہ تھینکیو جیسی فارمالٹی کے چکر میں پڑے وہ بے نیازی کا چولا اوڑھتی بریڈ پر جیم لگا کر کھانے لگی تھی۔

لیکن اب وہ لاتعلقی کے خول میں سمٹے سے قاصر تھا۔۔ سر جھٹک کر واپس سے کپ اٹھاتے اس کی بلا ارادہ نگاہ اس پر ٹھہری۔

حسب عادت وہ جینز اور کرتے میں ملبوس تھی سراہی دار گردن میں اسٹالر جھول رہا تھا۔ بال ہلکے نم ہونے کے باعث کسی بھی قسم کی مصنوعی آرائش و زیبائش سے مبرا چہرے پر چپک رہے تھے جنھیں وہ بار بار چوڑیوں سے بھری کلائی اٹھا کر سنوارتی ماحول میں شریر ارتعاش کا باعث بن رہی تھی۔

انکی کلائیوں کی عنایت ہے

کانچ سونے سے قیمتی ٹھہرا

سماعتوں میں رس گھولتی کھنک دھڑکنوں میں عجب سا ساز چھیڑ رہی تھی جس وجہ سے اس کی نگاہیں از سر نو مرمری کلائیوں سے الجھنے لگی تھی۔۔

وہ اپنے تئیں حتی الامکان کوشش کر رہا تھا سرکش نگاہوں کو قابو کرنے کی پر بار بار کلائیوں کو حرکت دینے سے ایسا ممکن نہیں ہو پا رہا تھا۔

کبھی جیم لگانے کیلئے، کبھی بائیٹ لینے کیلئے بریڈ منہ تک لیجانے کبھی پانی کا گلاس اٹھانے تو کبھی آوارہ لٹوں کو سنوارنے کے بہانہ مستقل کچن کی فضا شریر چوڑیوں کی شرارت سے محظوظ ہو رہی تھی۔۔

اور باغی دل و نگاہ کے ہاتھوں بے بس تھا۔

"اٹس ٹو مچ ناؤ!!۔"

پر تپش نظروں کا ارتکاز مستقل نظر انداز کر رہی وہ آخر بریڈ پلیٹ میں پٹختی چیخ پڑی تھی۔۔

"میں ایسا کرتی ہوں، یہ چوڑیاں اتار کر تمہیں دے دیتی ہوں تم اسے اپنے آفس کے انٹرنس پر لگا لینا اور ٹوئنٹی فور سیون گھورتے رہنا۔۔"کلائیوں کو نچا کر مزید ستم ڈھاتی وہ بے طرح بگڑی تھی۔

جواباً بجائے کچھ کرنے کے وہ وارفتہ نگاہوں سے اس کے بگڑے زاویوں سے محظوظ ہوتا کپ نیچے رکھ کر پورا کا پورا متوجہ ہو گیا تھا۔

"غلطی میری ہے مجھے اسے اتار کر اب تک پھیک دینا چاہئے۔۔۔"وہ بھنا کر اپنی جگہ کھڑی ہوتی مڑنے کو تھی کی سرعت سے اسکی مرمری کلائی آہنی گرفت میں مقید ہوئی۔

"مم۔۔میں۔۔"بس لمحہ لگا تھا لمس کی تاثیر سے مشتعل قدم کے ساتھ سانس و دھڑکن کی حرکت کو جہاں کے تہاں تھمنے میں۔

"اتنی پیاری چوڑیاں ہے اتار کر بے قدری کیوں کریں گی۔ایسا کریں سنبھال کر رکھ دیں جب میری 'پرمننٹ وائف' آئے گی وہ مجھے پہن کر لبھائے گی۔۔"دل کے 'تجویز' کردہ شوخ جملوں کے برعکس اس نے دماغ کی تدبیر پر مقابل کا دل مزید جلانے کیلئے انتہائی بھڑکیلے الفاظ کا انتخاب کیا تھا۔

"وہاٹ!"رد عمل متوقع تھا۔

لاشعوری طور پر کسی شوخ جملے کی توقع کئے دم سادھے کھڑی وہ حد درجہ بیہودہ اور تلخ الفاظ پر گنگ سی غزالی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔۔جس میں شکوہ و بے یقینی نمی کی صورت اتر آئی تھی۔

"بھلا ہو تمہارا تھانیدار۔۔"

دل نے فی الفور لعنت ملامت کیا۔

کس قدر سج رہی تھی اس کی مرمری کلائیوں میں یہ چوڑیاں۔اس پر حشر سامانیاں اس کا اناڑی پن۔

بار بار مٹھی میں کلائی کو قید کر ملن کا ساز چھیڑنے سے باز رکھنے کی اس کی اپنی سی معصوم کوشش۔

اب اس مغرور حسینہ کو کون بتائے کی وہ یہاں چوڑیوں کی کھنک پر پابندی عائد کرنے کی سعی کر رہی ہے۔وہاں کسی کے مضبوط آہنی دیواروں میں مقید دل کے تار اس بری طرح سے چھڑے ہیں کی باغی دھڑکن اور گستاخ نظروں نے اپنی من مانیوں پر اترتے ہوئے سمجھدار عقل کی نشست پوری طرح برخاست کر دی ہے۔

"چھوڑو میرا ہاتھ۔۔۔ تمہیں چوڑیاں ہی چاہیئے نہ میں ابھی نکال کر دیتی ہوں سنبھال کر رکھنا اور اپنی فرسٹ نائٹ پر اپنی 'پرمنٹ وائف' کو ویڈنگ گفٹ دینا۔ سسی!!۔"

جھٹکے سے الگ ہو کر غم و غصہ سے کلائی مروڑتی ہوئی وہ بے دردی سے کلائیوں سے چوڑیوں کو جدا کرنے کی کوشش میں کلائی زخمی کر بیٹھی تھی۔

"سسسس۔۔ کیا کر لیا۔۔"اس کی جنون خیزی پر تیزی سے خون کی بوند پر انگوٹھا رکھتے طلحہ نے اسے گھورا جو ذرا سے مذاق پر غصہ سے پاگل ہوتی حسب عادت اپنا ہی نقصان کر رہی تھی۔

"چھ۔ چھوڑو میری کلائی میں۔ میں تمہیں یہ دے دیتی ہوں جس کا ان پر رائٹ ہے اسے ہی دینا غلطی ہو گئی مجھ سے جو نجمہ کی بات مان۔۔"بغاوت پر آمادہ آنسوں کے ہمراہ وہ احتجاجی تھی۔

جب جذبات میں تغیرات رونما ہو جاتے ہیں پھر اس 'فردِ خاص' کی ذرا سی بے اعتنائی بھی سوہان روح ہو جاتی ہے۔۔یہی حال اس لمحے اس 'سونے کی گڑیا' کا تھا۔۔

"ششش!! آواز نہ آئے اب۔۔"

ہنوز زخم پر انگوٹھا رکھے وہ اس کی احتجاج کا چنداں اثر لیئے بغیر اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھا تھا۔

"نہیں چاہیئے مجھے۔۔"

اس کے ہاتھ میں بینڈیڈ دیکھ وہ کچھ اور مشتعل ہوئی۔ عجب زبردستی تھی پہلے زخم دینا پھر زور زبردیستی مرہم رکھنا مطلب 'بے درد' بھی آپ 'ہمدرد،' بھی آپ۔

"لگالیں بھی اب۔یوں بھی میری پر منٹ بیوی کو میں کسی کی اترن تھوڑی نہ گفٹ کروں گا۔خاص کر اپنی 'جز وقتی منکوحہ 'کی استعمال شدہ چیز۔"اس کی مزاحمت کی پروا کئے بغیر بینڈیڈ لگاتا وہ زبان سے دل پر وار کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔

"بہت برے ہو تم دو کوڑی کے وردی والے۔۔"

جھٹکے سے کلائی آزاد کرتی وہ شکوہ کناں بھرائی آواز میں بولی۔

احتجاج میں خوبصورت آنکھوں نے بھی شمولیت اختیار کرتے ہوئے کئی قیمتی موتیوں کو عارض پر آزاد کر دئے تھے۔

"مجھے برا ہی رہنے دیں آبرو وقاص ملک !اگر طلحہ ابرار حمید آپ کے حق میں اچھا ہو گیا تو پھر آپ کے حق میں اچھا نہیں ہو گا۔'سرائے 'کو 'مستقل ٹھکانہ' سمجھنے کی حماقت کرنے والے اکثر 'گھاٹے 'میں رہتے ہیں۔آپ اب بھی وہی

'سونے کی گڑیا' ہیں اور میں آج بھی وہی 'ماٹی کا گڈا' ہوں۔۔" وہ سپاٹ سے انداز میں بہت کچھ باور کراتا ہوا بول رہا تھا۔

کچھ دیر پہلے کی شوخی اب لہجے سے قطعی مفقود تھی۔ آبرو کے آنسوں مزید بے اختیار ہو گئے تھے۔

اس کے تسلسل سے بے مول ہوتے موتیوں کی لڑیوں کو دل نے شدت سے چننے کی گزارش کی تھی۔ لیکن وہ دل کی من مانیوں پر سر تسلیم خم کرتا تو عمر بھر کا خسارہ مقدر ہوتا۔

وہ کٹھور بنا مڑنے لگا کر سرعت سے آبرو اس کی چوڑی کلائی تھامتی بھیگا چہرہ لیے مقابل آ گئی۔

"کیوں؟"

"کیا کیوں؟" وہ نگاہ نہیں چار کر رہا تھا۔

"جو تم میرے ساتھ کر رہے ہو وہ کیوں۔۔؟" وہ دیدہ دلیری سے مزید ایک قدم اٹھاتی آڑ یا پار کرنا چاہ رہی تھی۔

"میں کیا کر رہا ہوں آپ کے ساتھ۔۔؟" وہ ہنوز آنکھیں چار کرنے سے معترض تھا۔

"میری انسلٹ کر رہے ہو تم۔۔" اس کے انجان بننے پر مشتعل ہو کر اس کا کالر مٹھی میں جکڑتی وہ چیخی۔

"آپ۔۔۔" اس کی درجے جرات پر طلحہ کی نسیں ابھری تھی۔

"میں۔۔ میں آپ کی کوئی انسلٹ نہیں کر رہا۔۔" مشکل سے خود پر قابو رکھتے اس کا لہجہ و عمل ہنوز ہموار تھا۔

"رئیلی؟ پھر میرے ساتھ ہی ایسا بہیویئر کیوں۔۔؟" بھیگی آنکھوں میں آنسو کے ساتھ شکوہ و اذیت بھی تیر رہی تھی۔

"آپ کو فرق نہیں پڑنا چاہیئے۔۔" براہ راست سوال پر اس کی کنپٹی سلگ اٹھی تھی۔

جواباً وہ بھی جیسے آتش فشاں کی مانند پھٹ پڑی تھی۔۔

"فرق پڑتا ہے ڈین ایٹ! جب تم مجھ انٹینشلی اگنور کرتے ہو مجھے فرق پڑتا ہے، جب مجھ ہرٹ کرنے کیلئے تم روڈ ہوتے ہو میں ہرٹ ہوتی ہوں، جب تم پر پسلی مجھے اپنے اور میرے بیچ کا ڈفرینس یاد دلاتے میں انسلٹ فیل کرتی ہوں۔۔ فرق پڑتا ہے مجھے تمہارے ایک ایک ورڈ سے ایک ایک ایکشن سے۔۔ میں جانتی نہیں کیوں؟ بٹ مجھے فرق پڑتا ہے۔۔ پہلے نہیں پڑتا تھا بٹ۔۔ بٹ ناؤ۔۔ ناؤ ای ڈونٹ نو وائے بٹ ایٹ ہرٹس!!" کالر کو دونوں مٹھیوں میں جکڑے دل پر گزرے سانحہ کا اعتراف کرتے اس کے گلے میں خراش پڑ گئی تھی۔

چہرہ شدتِ جذبات سے سرخ لہو ہو رہا تھا، لہو رنگ آنکھوں سے تکلیف آنسوں کی صورت تسلسل سے بہ رہے تھے۔۔

اور اس کی دیوانگی آنکھوں سے جھلکتے باغی جذبات دیکھ وہ ششدر سا پتھر ہو گیا تھا۔

ان کی کہانی نے یہ موڑ آخر کب لیا تھا؟

پسینہ کا چشمہ اس کی فراخ پیشانی سے پھوٹ کر بہتا ہوا پلکوں پر گرا تو جیسے اس کی ساکت پتلیوں میں حرکت ہوئی۔۔۔

"میرا مقصد کبھی آپ کی انسلٹ کرنا نہیں رہا۔۔آپ غلط فہمی کا شکار ہو رہی ہے۔آرام سے سوچیں۔۔" باغی آنکھوں سے جھلکتے سرکش جذبات سے نگاہ چراتا نرمی سے اس کی گرفت سے کالر آزاد کرتا وہ کسی عفریت سے پیچھا چھڑانے کے انداز میں تیزی سے نکلا تھا۔

آفس پہنچ کر بھی وہ ہنوز شاک کی کیفیت میں مبتلا تھا ان کی کہانی کے اس موڑ کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

جس وجہ سے روز اول سے اس نے درمیان ایسی خلیج حائل کر رکھا تھا جو ہمیشہ انھیں ان کے عارضی رشتے اور ان کے درمیاں موجود ارض و سماں سا فرق بتاتا رہتا تھا۔

پھر احساسات نے کب دلوں کی دوریوں کو سمیٹ لیا؟

کب ایسے نا قابل یقین حادثات وقوع پذیر ہو گئے ؟

کب مقابل سمیت اس کا اپنا دل بھی بغاوت پر آمادہ

ہو گیا؟

"آخر کب ؟"

دونوں مٹھیوں میں سختی سے بالوں کو جکڑتے وہ ضبط کی انتہا پر تھا۔

اس کی ضبط و اشتعال سے سرخ آنکھوں میں جو سرکشی تھی اس کے ایک ایک انداز میں جو چیختا ہوا اعتراف تھا وہ اس مضبوط تواناں مرد کی پوری ہستی ہلانے کیلئے کافی تھی۔۔

روزاول سے وہ محتاط رہا تھا اس کا ذہن روزاول سے کلئیر تھا پھر کہانی نے یہ موڑ کیسے لے لیا اور اس موڑ پر آکر خود اس کا دل کیسے بے اختیار ہو گیا سوچ سوچ کر اس کی شریانیں پھٹنے کی قریب تھی۔

شدید ذہنی ہیجان اندر ابھرتا آتش فشاں سا اشتعال ہزار ہا کوشش کے باوجود وہ منتشر حواس کو یکجا کرنے سے قاصر تھا۔

لیکن ان ہزاروں اذیت ناک سوالوں کے بحر بیکراں سے نبرد آزما ہونے کے باوجود ایک تلخ سوچ تھی جو ہر سوچ پر حاوی تھی جسے وہ عملی صورت دینے کا

مصمم ارادہ کر چکا تھا جذبات کے ریلے میں دل کی کمزور تاویلوں سے وہ قطعی ہتھیار نہیں ڈال سکتا جب وہ واقف تھا ان کی کہانی کا یہ رخ انتہائی غیر موذوں ہیں حقیقت کی نظریہ سے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

اس کی مستقل ایک ہی سوچ پر منجمد ذہن میں ارتعاش جنگل میں لگے کیمروں میں دیکھی گئی ہل چل سے ہوئی تھی۔۔

آفیسر کی اطلاع پر وہ فوراً ہی اپنے ٹیم ممبرز کے ساتھ مطلوبہ آفس میں جمع ہوا تھا۔

رائس میل کے عقبی حصے میں لگے کیمروں سے نظر آتا منظر اور ساؤنڈ کیپچر ڈیوائز سے ریکارڈ ہوئی آوازیں سنتے معاملہ کی سنگینی کا اندازہ لگاتے وہ سب الرٹ ہو گئے تھے۔

کیمرے اور ساؤنڈ سسٹم سے فراہم ہوئی معلومات اتنی تو تھی کے ایک بہترین کچا خاکہ بنا کر شر پسندوں کی منصوبہ بندی کو پوری کامیابی کے ساتھ ناکام بنایا جاسکے۔۔

مزید وضاحت کیلئے اپنے دو انتہائی چست و چالاک آدمیوں کو انھوں نے انتہائی ہوشیاری کے ساتھ میل میں پارسلز کی شفٹنگ کے کام کیلئے منتخب کردہ آدمیوں میں شامل کر دیا تھا۔

ساتھ ایک آفیسر مستقل مونیٹر کے مقابل بیٹھا کیمروں میں ہو رہی ہل چل کی لمحہ بہ لمحہ خبر انھیں فراہم کر رہا تھا۔

شام تک ان میں ملوث انڈر کور پولیس عہدیداروں کی جانب سے انھیں مزید تفصیلات معلوم ہو گئی تھی۔

جس پر بے حد احتیاط سے کام کرتے انھوں نے منصوبہ بندی کی تھی اور دوسرے ہی دن جیسے ہی رات کے بارہ بجے جنگل کے راستہ سے تین ٹرکنیں شہر کی حدود پھلانگنے کیلئے نکلی عین شہر کے نیشنل ہائی وے پر پلان کے مطابق پیٹرولینگ کے بہانہ پہلے سے تیار طلحہ اور اس کی مختصر ٹیم نے تینوں ٹرکوں کو تحویل میں لے لیا۔

جس سوار ڈرائیور کے ہمراہ بقیہ چھ افراد میں دو کو ان لوگوں نے خود پلان کے مطابق فرار ہونے کا موقع فراہم کر دیا تھا۔۔

یوں تو اگر وہ چاہتے تو اتنا کھراگ پالے بغیر سیدھا رائس میل پر ریڈ مار کام تمام کر سکتے تھے۔ لیکن ایسا نہ کرنے کی ان کے پاس دو وجہ تھی۔

ایک تو اس میں بڑے بڑے نامی گرامی لوگ ملوث تھے جن کے پھیکے ٹکڑوں پر نام نہاد بڑی بڑی کرسیوں پر بیٹھے آفیسرز پلتے تھے اور ان کی حکم پر

کتوں کی طرح دم ہلاتے تھے جنھوں نے پہلے ہی طلحہ اور اس کے ساتھیوں کو اس کیس فائل کو ردی میں ڈال کر کچھ ڈھنگ کا کام کرنے کی پس پردہ اس کیس سے دور رہنے کیلئے تنبیہ کر دیا تھا۔

دوسری وجہ یہ تھی کے رائس میل بطور گوڈاؤن استعمال ہو رہا تھا اصل مال کہاں سے آرہا تھا کہاں جا رہا تھا یہ معلوم کرنا ضروری تھا۔

اور ویسے بھی جرم کے جتنے بڑے بڑے مگرمچھ اس جرائم کی سمندر میں بادشاہت کر رہے تھے اس کیلئے ضروری تھا کے مضبوط جال بنا جائے۔۔

اسی کی ایک کھلی کڑی چھوڑنے کیلئے ان لوگوں نے قصداً دو آدمیوں کو فرار ہونے دیا تھا اور بقیہ چار کو انٹروگیشن کیلئے انڈر گراؤنڈ کر ڈرائیورز کو پبلک کے سامنے پیش کرتے اس کیس پر کسی بھی قسم کا خاص شک وشبہ ظاہر کئے بغیر انویسٹیگیشن چل رہی ہے کہ کر میڈیا کو مطمئن کر دیا تھا۔۔

کیس کی یکے بعد دیگرے کھلتی کڑیوں میں الجھ کر اس کا ذہن بظاہر اس دن کی جھڑپ میں ہوئے انکشاف سے ہٹ گیا تھا لیکن اندر کہیں پھیلا اضطراب ہر لمحہ اسے بے کل کئے ہوئے تھا لیکن اس کے پاس ان دنوں فرصت ہی نہیں تھی اس کے متعلق اطمینان سے سوچنے اور فوری طور پر کوئی ہل تلاش کرنے کی۔۔

اس کے پاس تو ان دنوں گھر جانا تو دور گھر فون کرنے تک کا وقت نہیں تھا انڈر گراؤنڈ کئے ہوئے بلڈر کے خاص آدمیوں سے معلومات نکلوانے کیلئے وہ لوگ مستقل انھیں ٹارچر کر رہے تھے لیکن وہ موٹی چمڑی منہ کھولنے کو تیار نہیں تھے۔۔

البتہ اپنے انڈر کور آفیسرز کی طرف سے انھیں کافی خفیہ اور کارآمد اطلاعات وقتاً فوقتاً مل رہی تھی جو کیس کی کاروائی میں کافی مفید ثابت ہو رہی تھی۔۔

اس دن بھی وہ غصہ میں انڈر گراؤنڈ قیدیوں کی چمڑی ادھیڑ کر لیدر بیلٹ کو ہاتھ میں لپیٹے سروس پینٹ پر وائیٹ بنیان پہنے سیل سے باہر نکلا تھا جب باہر ٹیبل پر سروز گن اور والٹ کے ساتھ رکھا فون وابریٹ ہوتا دیکھ سکرین پر اچٹی سی نگاہ ڈالی۔

"اب انھیں مجھ سے کونسا کام آن پڑا ہے۔۔؟" سکرین پر ملک وقاص کا نام روشن دیکھ اس کے ماتھے کی سپاٹ سلوٹیں کوفت سے قریب آئی تھی۔۔

"سس۔۔" ہاتھ سے لپٹے بیلٹ کو نکالتے اس کے بھینچے لبوں سے بے اختیار سسکی نکلی بیلٹ کو سائیڈ پر رکھتے گندمی ہاتھ کے پشت کو دیکھا جس پر بیلٹ کو کس کر پکڑنے کی وجہ سے خون جم کر پھٹنے کے قریب آگیا تھا۔

لاپرواہ نظر اپنے ہاتھ کی خراب حالت پر ڈالتے اس نے فون ٹیبل سے اٹھا کر کال رسیو کرتے کان سے لگایا۔

"فرمائیں ملک صاحب!!" لہجہ ازلی سنجیدگی لیئے ملائمت سے مبرا تھا جو دوسری طرف وقاص ملک کو صاف محسوس ہوا تھا وہ اس کے کھڑے انداز پر پریشانی کے باوجود مبہم سا مسکرادئے۔۔

"اس جمعہ بعد نماز جمعہ پنچائیت بیٹھنے والی ہے۔۔" نہایت مختصر سے اطلاعی جملہ ادا کر وہ خاموش ہوئے دوسری طرف طلحہ ان کا موقف سمجھتا لب باہم پیوست کئے انگوٹھے کی مدد سے داڑھی کھجلانے لگا۔ آنکھوں میں سوچ کی گہری پرچھائیاں تھی اور بھینچے نقوش بالکل سپاٹ۔۔

لمحاتی توقف سے پھر وقاص ملک کی ہی بھاری پروثوق آواز سپیکر سے گونجی تھی۔

"گیلانیوں کی نظر ایک عرصہ سے ہماری سرمئی پہاڑ والی زمین پر ہے، جو میں نے خود انھیں آج سے پندرہ سولہ سال پہلے ان اذیتوں کی آندھیوں سے بچنے

کیلئے آفر کی تھی لیکن تب چونکہ انھیں غیرت کا علم بلند کر کے ہمیں اذیت دینی تھی سو وہ نہیں مانے۔۔اور اب جب انھیں یقین ہو گیا بازی ان کے ہاتھ سے نکل چکی ہے تو وہ اب ہاری ہوئی بازی پلٹنے کے فراغ میں ہیں۔۔

لیکن اب میں ایسا نہیں چاہتا۔۔جب نے میری پوری فیملی نے ان اذیتوں کے زرد موسم کو جھیل لیا ہے تو میں قطعی ان کی مراد بر آنے نہیں دے سکتا۔۔

میرا لاڈلا بھائی خواب شرمندہ تعبیر ہونے کی خوشی محسوس کئے بغیر حسرتوں کو دل میں دبائے دائمی جدائی کا روگ دے کر جا چکا ہے،

میری معصوم بیٹی بنا کسی جرم کے برسوں کا بن باس کاٹ چکی ہے ہم نے اتنے اذیت بھرے ماہ و سال گزار لی ئے ہیں۔

اب میں وہ کسی قیمت پر گیلانیوں کے حوالہ نہیں کرنا چاہوں گا۔۔کیونکہ اس زمین سے آنے والی آمدنی برسوں سے میرے بھائی کے نام کی بنی یتیم خانے

میں جارہی ہے۔۔ لیکن میں اپنی بچی پر ان کا کالا سایہ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔۔اس کے بدلہ اگر وہ کچھ مانگیں تو۔۔۔۔"

"اس کی نوبت نہیں آئے گی ملک صاحب۔۔" دھیان سے ان کی بات سن رہے طلحہ نے قطع کلام کیا۔

"میں اس کا پرمننٹ انتظام کر چکا ہوں۔پنچائیت جمعہ کے دن ہے ناں؟آپ لوگ پہنچ جایئے گا۔۔ باقی مجھ پر چھوڑ دیں۔۔" والیٹ کے قریب رکھی ہری فائل کو دائیں ہاتھ سے کھولتے اس کا قدرے ٹھوس لہجہ بے حد پراسراریت لئے تھا۔

"لیکن پنچ نے آبرو کو لانے کیلئے ہے،اور میں نہیں چاہتا وہ ایسی فساد والی جگہ پر۔۔"

"میں نے بتایا ناں اس کی نوبت نہیں آئے گی ملک صاحب! اور نہ انھیں اس پنچائیت کے متعلق کچھ بتانے کی ضرورت ہے۔۔" وہ قطعیت سے بولا تھا۔۔

جس پر بجائے سوال وجواب کرنے کے الوداعی کلمات ادا کرتے وقاص ملک نے کال رکھ دیا تھا۔

"ایس کے وہ نیلی فائل ذرا پکڑانا مجھے۔۔۔" ایک پیر وہاں رکھی لکڑی کی کرسی پر جما کر سامنے کی جانب جھکتے فائل کی سطروں پر شہادت کی انگلی سبک روی سے گھماتے اس نے پاس مودب کھڑے آفیسر کو حکم دیا۔

"سر جی! وہ مشکوک لوگوں کے نام والی فائل۔۔۔۔؟"

"ہمم!!" بنا کاروائی ترک کئے اس کے ہمم کرنے پر آفیسر سر کو خم دیتا تیزی سے وہاں سے غائب ہوا تھا اور ٹھیک دو منٹ بعد مطلوبہ فائل طلحہ کے مقابل تھی۔

"سر جی! اس بات کا تو خلاصہ ہو چکا ہے ناں اس کیس میں زیاد گیلانی کسی بھی طرح ملوث نہیں ہے اس کی بس دوستی ہے بلڈر سے اور۔۔۔" زیاد گیلانی والے پرچے پر ٹھہری طلحہ کی پراسرار نظریں دیکھ آفیسر نے الجھ کر پوچھا۔

"گیلانی صاحب اس میں ملوث نہیں یہ ایک اچھا پہلو ہے لیکن شرط لازم تو نہیں کے گیلانی صاحب مزید اچھائی نہیں کر سکتے۔۔ آخر اس بار موصوف کو ممبر آف اسمبلی کی کرسی پر بیٹھنا ہے کچھ تو اچھے کام کرنے چاہئے۔۔" اچک کر ٹیبل پر بیٹھتے فائل کو دائیں سے بائیں ہاتھ میں منتقل کرتے مجرن اسرار سی چمک اس کی سپاٹ آنکھوں میں اتری تھی۔

"سر جی! میں سمجھا نہیں۔۔" آفیسر بیچارے کو حسب سابق اپنے ٹیڑھے سر جی کی منطق پلے نہیں پڑی تھی۔

"تمہارا سمجھنا اتنا ضروری نہیں۔۔ جاؤ جا کر ان لوگوں کے منہ کھلواؤ ہمیں ان کے الرٹ ہونے سے پہلے پہلے معلومات چاہیئے۔۔" واپس سنجیدہ ہوتے وہ حکمیہ بولا تو آفیسر سر ہلاتا اندر بڑھ گیا۔

"ہمیشہ سے آپ رابطہ کی زحمت اٹھاتے ہیں گیلانی صاحب! اس مرتبہ میں یہ زحمت اٹھالیتا ہوں۔۔۔" فائل کو سائیڈ پر رکھ کر شرٹ پہنتا وہ چشم تصور میں زیاد گیلانی سے مخاطب تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بعد نماز جمعہ حتمنی فیصلہ کیلئے بیٹھی پنچائیت میں کسی قسم کی کاروائی شروع ہونے سے قبل ہی گاؤں کی حدود میں داخل ہوئے یکے بعد دوسری پولیس کی جیپ سے پورے گاؤں میں ہل چل سی مچ گئی تھی اور جب سائیرنگ دیتی ہوئی جیپیں جا کر پنچائیت میں رکی تو فضا مزید سنسنی خیز ہو گئی اور جب جیپ سے برآمد ہوئے اپنے انداز و اطوار سے ہی اعلیٰ عہدے پر فائز نظر آرہا آفیسر

شاہانہ چال چلتا ہوا جا کر سرپنچ صاحب کے مقابل بیٹھا تشویش و تجسس سے حاضرین محفل نے انگلی دانتوں تلے دبالی۔۔

ایسا پنچائیت کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا تھا آج پہلی ایسا پر اسرار انتہائی غیر متوقع منظر دیکھ لوگوں میں چہ میگوئیوں قیاس آرائیوں کا طوفان امڈ آیا جو بھی آج پنچائیت میں شرکت نہیں کرنے والے تھے وہ بھی سارے کام دھندے چھوڑ چھاڑ کر آئے تھے۔

الغرض ہر فرد وہاں اتنے باوردی اہلکاروں کو دیکھ حیران پریشان تھا بس ابرار حمید اور وقاص ملک سکون سے بیٹھے تھے۔

"آپ کی یہاں بغیر وارنٹ آمد کی وجہ جان سکتے ہیں آفیسر۔۔۔؟"

"وارنٹ کس لیئے گیلانی صاحب؟ جرم ابھی ہوا تھوڑی ہے جرم تو ہونا ہے۔۔"اظہر گیلانی کی پاٹدار آواز پر وہ سرعت سے ان کی جانب مڑتا آرام سے بولا تھا۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا۔۔؟"ان کا نخوت زدہ چہرہ مقابل کے اطمنان پر مزید بگڑا۔

"کیا یہ بہتر نہیں کی میں سارے مطلب و مطالب پنچائیت کے سربراہ کو بنفس نفیس سمجھاؤں۔۔؟"

انھیں ٹکا سا جواب دیتا وہ سرعت سے سرپنچ صاحب کی طرف مڑا جس پر اظہر گیلانی تلملا کر رہ گئے تھے۔

اُس کے صفاچٹ جواب پر لحظے بھر کیلئے ماحول پر بھی خوف و بے یقینی کا سکتہ طاری ہوا تھا کیونکہ آج تک رعونت پرور اظہر گیلانی سے اس لہجے میں کلام کرنے کی کسی کی جرات نہیں ہوئی تھی۔۔

"آپ کو معلوم ہونا چاہیئے آفیسر! پنچائیت ہمارا نجی معاملہ ہے جس میں قانون کبھی مداخلت نہیں کرتی۔ پھر آپ کی یہاں بغیر اطلاع اس مداخلت کو ہم کس زمرے میں لائیں۔۔۔؟" سرپنچ صاحب نے کرخت انداز میں باور کراتے دریافت کیا۔

"مداخلت نہیں کرتی اس سے مراد آپ کا یہ تو نہیں ہے سرپنچ صاحب کے کر بھی نہیں سکتی۔۔؟" انھیں کے الفاظ کو توڑ کر جوڑتے اس نے اسی انداز میں سوال برائے سوال کیا جس پر وہ پل کیلئے گڑبڑائے۔

"اپنی حد میں رہو آفیسر ! ! ورنہ میں ابھی۔۔۔"اظہر گیلانی گرجتے ہوئے اپنی نشست سے کھڑے ہوئے پر وہ جملہ تیزی سے اچک گیا۔

"ورنہ آپ ابھی اپنی اُپر تک کی پہنچ کا استعمال کرتے ہوئے کسی بڑے آفیسر یا پھر منسٹر وغیرہ سے رابطہ کریں گے۔ہے ناں ؟"اس کی بھویں استہزائیہ قریب آئی۔

جس پر اظہر گیلانی نے مٹھیاں بھینچی۔۔

"بضد شوق کریں ! پر ذرا ان سے کہئے گا ساتھ اڈوانس ملٹی میڈیا کو بھی زحمت دے دیں۔۔میرے ساتھ بھی صحافت سے وابستہ لوگ آئیں ہیں لیکن منسٹر صاحب کے زریعہ سے جو آئیں گے ان کی بات اور ہو گی یہاں جو ہو گا وہ زیادہ اچھے سے کور ہو پائے گا۔۔۔"اپنی جیپ کے قریب کھڑے فارس اور اس

کے ماتحت کی سمت اشارہ کرتا وہ خشونیت سے خود کو گھور رہے اظہر گیلانی کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا۔

"آفیسر! آپ اپنی آمد کا مقصد واضح کریں۔۔" اظہر گیلانی کو خفیف اشارہ کرتے سرپنچ صاحب تحمل سے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"پہلے تو میں یہاں موجود ہر شخص کی سب سے بڑی غلط فہمی دور کرنا چاہوں گا۔۔" اثبات میں سر ہلاتے اس نے سنجیدہ نظر پورے مجمعے پر گھماتے واپس سرپنچ صاحب پر ٹکائی۔۔

"قانون آپ کے پنچائتی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتی ہے تو اس کا قطعی یہ مطلب نہیں ہے کے قانون کے اختیار محدود ہیں یا گاؤں کے معاملات جنھیں آپ گاؤں کے نجی معاملات کہتے ہیں وہ قانون کی اختیارات

سے مستثنیٰ ہے۔۔۔" وہ اپنی عادت کے مطابق بنا لگی پٹی کے بے حد مستحکم انداز میں بول کر قصداً رکا۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" اس کے کھڑے انداز پر سرپنچ صاحب کے ماتھے پر موجود ان گنت ناگواریت کے بل قریب آئے۔

"میں کہ نہیں رہا باور کروا رہا ہوں سرپنچ صاحب!" اس نے بدقت تصحیح کیا۔

اظہر گیلانی نے تیزی سے پہلو بدلہ۔

"ملک کے قانون ملک کے ہر خطے ہر قصبے ہر گاؤں دیہات ہر شخص پر برابر لاگو ہوتے ہیں، اس بات کا ثبوت ہر جگہ سرکار کی جانب سے بنائی گئی پولیس چوکیاں عدالتی ادارے اور وہاں تعینات افسران ہیں۔۔ پھر بھی آپ لوگ گاؤں دیہات میں خود ساختہ عدالت چلاتے ہیں۔ جس میں سرکار قصداً مداخلت نہیں کرتی کیونکہ آپ کی زبان میں آپ لوگ اپنے پورے گاؤں کو

اپنا گھر مانتے ہیں اور اپنے گھریلو معاملات گھر کی چار دیواری میں ہی صلاح و مشورہ سے ہل کرنا چاہتے ہیں۔۔ لیکن بات صلح تک رہے تو بہتر ہے جب صلح کے نام پر 'سودا' ہو تو قانون نہ صرف مداخلت کر سکتی ہے بلکہ ملوثین کو کڑی سے کڑی سزا بھی دلوا سکتی ہے۔۔۔" اس نے متانت سے کہتے دونوں بازو سینے پر باندھے۔

"ملک وقاص! کیا آپ انھیں ہماری پنچائیت کی توہین کرنے لیکر آئیں ہیں۔۔؟" سرپنچ صاحب کے ساتھ دیگر اراکین بھی اس درجہ صاف گوئی پر آگ بگولہ ہوتے کھڑے ہوئے تھے۔۔

"میں یہاں کسی کا وکیل دفاع بن کر نہیں آیا ہوں سرپنچ صاحب!! اور نہ ہی ان کے بلاوے پر آیا ہوں۔۔" وقاص ملک کے لب وا کرنے سے قبل ہی اس نے خلاصہ کیا تھا۔۔

"پھر؟"

"پھر میں یہاں قانون کا محافظ بن کر آیا ہوں آپ میری وردی تو دیکھ ہی سکتے ہیں۔۔۔؟" وردی پر لگے بیج کی طرف اشارہ کرتے وہ چلتا ہوا سرپنچ صاحب کے مقابل آن کھڑا ہوا۔

"میں عموماً تمہد نہیں باندھتا سرپنچ صاحب! دوٹوک بات کرنے کا قائل ہوں میں۔ لیکن موقع کی مناسبت سے یہاں ضرورت سے زیادہ تمہید باندھ چکا ہوں سو اب پتے کی بات کرتا ہوں۔۔۔" کیپ نکال کر بغل میں دباتے ناک کو شہادت کی انگلی کی پشت سے کھجلاتے ایک نظر اس نے حاضرین پر گھمائی۔۔

"پندرہ سال یا بیس سال سے آپ لوگوں کے درمیان کیسا سلسلہ کونسا معاہدہ چلتا آرہا ہے اس میرا ذاتی طور پر کوئی سروکار نہیں ہے۔۔ آج ہماری چوکی میں

رپورٹ کیا گیا تھا کے یہاں پر اس علاقہ کی مشہور رسم 'تاوان' کی رسم ہونے والی ہے۔۔ جس میں ملک وقاص اپنی دختر کو بطور تاوان گیلانی خاندان کو سونپیں گے۔۔اور اگر ایسا انھوں نے نہیں کیا تو انھیں پنچائیت کی جانب سے عائد کیا جرمانہ جو کے در حقیقت گیلانی خاندان والے ڈیمانڈ کریں گے دینا ہو گا۔۔۔اور یہ معاملہ صاف صاف ملک کے قانون کے خلاف ورزی کر رہی ہے سو۔۔۔۔"

"سو۔۔۔؟" اظہر گیلانی جبڑے بھینچے کھڑے ہوئے تھے۔

"سو قانونی کارروائی ہو گی گیلانی صاحب۔۔" وہ اطمینان سے گردن کو خم دیکر بولا۔۔

"ملک وقاص۔۔تم۔۔تم یہ ٹھیک نہیں کر رہے ہو ملک وقاص۔۔"طلحہ کے تیوروں سے سرتاپا سلگتے وہ خاموش تماشائی بنے ملک وقاص پر مشتعل ہوئے۔

"میں کچھ نہیں کر رہا۔۔میں نہیں جانتا پولیس کو اطلاع کہاں سے ملی۔۔"ملک وقاص کا لہجہ بے حد ہموار و مضبوط تھا۔۔

"جھوٹ مت بولو ملک وقاص! تمہارا داماد بھری پنچائیت میں کھڑا ہو کر پوری پنچ کے اراکین کو قانون سکھا رہا ہے ان کی توہین کر رہا ہے۔۔اور تم کہ رہے ہو تم نہیں جانتے۔۔۔؟"اظہر گیلانی ان کے اطمینان پر حلق کے بل چیخے۔۔

"ہاں! میں نہیں جانتا۔۔۔"

"تو پھر کون جانتا ہے۔۔؟ تمہارے علاوہ کس کا فائدہ ہے اس میں کون کرے گا یہ کام۔۔؟" ان کے ہنوز منکر ہونے پر اظہر گیلانی غصہ سے پاگل ہونے لگے تھے۔

"میں نے کیا ہے یہ کام۔۔۔" دفعتاً عقب سے جانی پہچانی کرخت آواز گونجنے پر سب کی گردن پیچھے کی سمت گھومی تھی۔۔

اور پھر نووارد کو دیکھتے ہی جیسے پوری محفل پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ بس ایک طلحہ تھا جو سینے پر بازو باندھے مزے سے ایک ایک کی اڑی رنگت دیکھتا محظوظ ہو رہا تھا۔۔

"میں نے انفارم کیا ہے ڈی ایس پی صاحب کو کیونکہ میں اس رسم کو اس گاؤں سے بلکہ آس پاس کے تمام گاؤں سے ہمیشہ کیلئے ختم کر دینا چاہتا

ہوں۔۔"زیاد گیلانی مستحکم قدم اٹھاتا ایک تیز نظر طلحہ پر ڈالتا سرپنچ صاحب کے مقابل آیا تھا۔۔

"زیاد تم۔۔۔"ابھی تک آگ اگل رہے اظہر گیلانی کی آواز جیسے صدمہ سے حلق میں اٹکی تھی۔۔

"میں اس مرتبہ الیکشن میں ٹھہرنے والا ہوں میں اپنی اپنے آس پاس کے گاؤں کی ترقی چاہتا ہوں۔اور کسی بھی جگہ کی ترقی کیلئے ضروری ہے وہاں کی بوسیدہ رسومات کا خاتمہ اور یہ شروعات میں اپنی طرف سے برسوں کی دشمنی بھلا کر کرنا چاہتا ہوں۔۔"طلحہ کی محظوظ کن نظروں سے اندر ہی اندر رسلگتا ہوا بظاہر وہ بے حد پُراثر انداز میں بول رہا تھا۔۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے زیاد؟ رات کی پی ہوئی اتری نہیں ہے تمہاری۔۔" اس کا بازو پکڑ کے جھنجھوڑتے ہوئے اظہر گیلانی نے اس انقلابی زیاد گیلانی کو ہوش میں لانا چاہا تھا۔۔

"میں پورے ہوش و حواس میں ہوں تایا سرکار!" ان کا بازو آزاد کرتے وہ سرپنچ صاحب کی طرف مڑا۔

"میری آپ سے گزارش ہے سرپنچ صاحب! جس طرح ہم حویلی والوں نے اس رسم کو اب تک زندہ رکھا ہوا ہے آج ہمیں اسے ہمیشہ کیلئے ختم کرنے کی اجازت بھی دے دیں۔۔ میں ملک وقاص کو تاوان معاف کرتا ہوں۔۔ اور گیلانی حویلی کا اگلا گدی نشین ہونے کے ناتے اس رسم کو ہمیشہ کیلئے منسوخ کرتا ہوں۔۔ آپ کیا کہتے ہیں ملک صاحب۔۔۔؟" اپنی طرف سے انقلابی رہنما کی مثال قائم کرتے اس نے ملک وقاص کو دیکھا۔۔

"میں کبھی بھی اس قسم کی فرسودہ رسموں کے حق میں نہیں تھا۔۔" ملک وقاص اس انقلاب پر بے حد مسرور ہوتے استحکام بھرے انداز میں بولے۔

"اس کیلئے پنچائیت میں اتنا بڑا تماشا لگانے کی ضرورت نہیں تھی گیلانی صاحب! ہم آرام سے بھی اس پر بات کر سکتے تھے۔۔" طلحہ پر ایک نظر ڈالتے سرپنچ صاحب نخوت سے دامن جھاڑتے اپنی مسند سے کھڑے ہوئے۔

"میں معذرت چاہتا ہوں تکلیف کیلئے یہاں موجود ایک ایک فرد سے۔۔" گردن میں سریا ڈال کر غرور کا دیوتا بنے گھومنے والے زیاد گیلانی نے خون کا گھونٹ بھرتے یہ لفظ ادا کئے تھے۔۔

"زحمت کیلئے آپ سے بھی معذرت تعاون کیلئے شکریہ۔۔"زہر کا گھونٹ بھرتا وہ زبردستی کی مسکراہٹ لیئے طلحہ کی طرف مڑا جو اس کی اندرونی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"زحمت کیسی گیلانی صاحب! یہ تو ہمارا فرض تھا البتہ ہم نے آپ کو کافی زحمت دے دی۔۔ خیر اس عظیم قدم کیلئے بہت بہت مبارک باد۔۔"مزید تپانے کیلئے طلحہ نے قصداً کھینچ کر زیاد گیلانی کو گلے لگایا تھا جس پر وہ تلملاتا جبڑے بھینچ گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"اوے! سنکی تھانیدار تو نے اس زیاد گیلانی نامی شیطان کو انسان بھی نہیں سیدھا سادھو سنت ماہتماں کیسے بنا دیا۔۔۔؟"جیپ گاؤں کی حدود سے نکلتے ہی پنچائیت میں آئے غیر متوقع انقلابات سے انگشت بدندان فارس نے بے چینی سے پوچھا۔

طلحہ کی جانب سے ساتھ چلنے کا حکم ملتے ہی وہ عادتاً بنا کچھ پوچھے جانے چل دیا تھا لیکن یہاں پہنچ کر ہوئے ڈرامے نے تو اپنی صحافی صلاحیت سے اچھے اچھوں کے پسینہ چھڑا دینے والے صحافی صاحب کے ہی چھکے چھڑا دئے تھے۔۔

"تھانیدار! میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں کیسے نکیل ڈالی تم نے اس اتھرے ہوئے گھورے کو۔۔؟" اس کے فقط مسکرانے پر اکتفا کرنے پر فارس نے زور سے اس کے بازو پر مکا جڑا جو اس کا ضبط آزما رہا تھا۔

"اتھرے ہوئے گھورے کو قابو کرنے کا ایک ہی آزمودہ طریقہ ہے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے باور کراؤ تم اس سے زیادہ سنکی ہو وہ خود بخود دبک جائے گا۔۔۔" گردن گھما کر تجسس کے مارے پاگل ہو رہے فارس کو دیکھتے اس نے قصداً آنکھ کا کونہ دبایا۔

"اگر میں تمہاری طرح ذہین فطین ہوتا تو میں یہاں سول ڈریس میں بیٹھا احمقوں کی طرح تمہارے ماسٹر پلان میں لوپ ہول ڈھونڈنے کیلئے ماتھا پچی نہ کر رہا ہوتا۔۔ بلکہ تمہاری جیسی ایک وردی میں ملبوس اپنے دانت دکھا رہا ہوتا۔۔" اس کے تجسس کو طوالت دینے پر وہ سر تا پا سلگ اٹھا تھا جس پر طلحہ کا ناچاہتے ہوئے بھی بلند قہقہہ گونجا تھا۔

"تھانیدار میں نے تمہارے دانت توڑ دینے۔۔" اس کے دل جلاتے قہقہے سے وہ مزید سلگا تھا۔

"چونکہ تم خود اپنی کند ذہنی کو قبول کر چکے ہو تو بتا ہی دیتا ہوں۔۔" اس کے جلے بھنے تاثرات سے لطف اٹھاتے ڈیش بورڈ سے پانی کا بوتل اٹھا کر کھولنے کیلئے اس کی طرف اچھالا جسے کیچ کرتے فارس دانت کچکچا کر رہ گیا تھا کیونکہ اس کا مطلب تھانیدار صاحب اسے بتا کر اس پر احسان عظیم کر رہے ہیں۔۔

"زیاد گیلانی ایک بہت بڑا کمینہ ہے کمینگی کی اس میں خیر سے کوئی کمی نہیں۔۔ لیکن بیچارے کی بد قسمتی یہ ہوئی کی اس کی کمزور نبض میرے انگوٹھے تلے آگئی۔۔" فارس کے ہاتھ سے بوتل لیکر لبوں سے لگاتے اس نے نقطہ سکتہ لگایا تھا یا وقفہ فارس سمجھ نہیں پایا۔۔

"اؤ! بھائی سیدھے صاف الفاظ کا استعمال کروں نا اب کیا اپنے چینل پر چلا دوں کے جرنلسٹ فارس محدود احمق و کم فہم ہے تب تم خلاصہ کرو گے۔۔" اس کے سکون سے گھوٹ گھوٹ پانی پینے پر فارس تجسس کے مارے بن آب ماہی کی طرح بے چین ہوا تھا۔

"سچ میں بہت بڑے احمق ہو یار!" طلحہ نے تاسف سے سر ہلاتے بوتل اسے تھما کر گاڑی کو سائیڈ پر روکا تاکے تسلی سے جرنلسٹ صاحب کی پیٹ میں اٹھ رہے مڑوڑ کا علاج کر سکے۔۔

"دیکھ!! تو بھی جانتا ہے زیاد گیلانی کی بلڈر سے خاصی گاڑھی چھنتی تھی جس بناپر ہم نے اس پر شک کیا تھا۔اور تحقیقات کے بعد یہ بات ثابت ہو گئی ہے کے زیاد گیلانی کی بلڈر سے دوستی اور التفات صرف اور صرف ووٹز کے چکر میں تھی۔۔ کیونکہ بلڈر کا خاص دوست اس علاقہ کا اثر وثوق والا بندہ ہے جہاں پر زیاد گیلانی کو الیکشن میں ٹف ٹائم ملنے والا ہے۔۔ بیسکلی اپنے سورسیز بڑھانے کے چکر میں گیلانی نے بلڈر سے دوستی کی تھی اس کے کالے دھندھوں سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔۔

اس سب کی تصدیق سے پہلے جن شکوک وشبہات کی بناپر ہم نے گیلانی کا سارا کچا چھٹہ جمع کیا تھا تین دن پہلے میں نے بنفس نفیس اس سے شرفِ ملاقات حاصل کر اسے پیش کر دیا۔۔۔"

"پھر۔۔۔؟" طلحہ کے رکتے ہی پورے وجود کو حسِ سماعت بنائے دھیان سے سن رہے فارس نے بے چینی سے پوچھا۔یوں بھی کلیمیکس پر وقفہ کسے پسند آتا ہے۔

"پھر کیا بھئی !الیکشن سر پر ہے ایسے میں اپنے متعلق ایسے نایاب انکشافات دیکھ کر وہ بھنگڑے توڈالنے سے رہا۔۔۔"

"تو۔۔تو کیا گیلانی بھیگا بلاّ بن گیا تھا۔۔؟" فارس پر جوش ہوا۔

"لعنت ہے!!" طلحہ نے مصنوعی تاسف سے گھورا۔

"سب قبول ہے آگے بتا۔۔" سر خم دیکر لعنت اعزاز کی طرح قبول کرتے مزید تفصیلات کیلئے بے تاب وہ ایک سچا پکا جرنلسٹ لگ رہا تھا۔

"پسینے تو چھوٹیں گے ہی۔۔آخر کو پہلی بار الیکشن میں کھڑا ہو رہا ہے۔۔۔پھر میں نے ایک سچے خیر خواہ کی طرح بتایا بھی کے اگر ان میں

سے ایک ثبوت بھی اوٹ ہو گئی اپوزیشن کے سامنے تو ووٹ تو کیا سیٹ سے بھی ہاتھ دھو دبیٹھے گا اس کے بعد بیچارہ صرف ممبر آف اسمبلی بننے کے سپنے دیکھ سکتا ہے عمر بھر گھر بیٹھ کر۔۔اس صورت تو ملک خاندان سے بوسیدہ انتقام کے چکر میں خود سے ہی انتقام لینا پر جائے۔۔پھر میرا کیا ہے۔۔میں اگر اپوزیشن کو ثبوت دوں گا تو ظاہر سی بات ہے وہ مجھے نا صرف بیک سپورٹ دیں گے بلکہ فرش سے عرش پر بھی پہنچا دیں گے۔۔۔"جیپ واپس سٹارٹ کرتے طلحہ نے شانے اچکا کر بات سمیٹا۔

"اور اگر جو اس نے بلڈر کی کان میں پھوک دیا تو۔۔؟"فارس نے کچھ سوچ کر خدشہ ظاہر کیا۔

"احمق نہیں وہ تمہاری طرح۔۔"

"میری طرح؟"

"جی! آپ کی طرح۔۔بلڈر کے تمام کالے دھندھوں کے بارے میں معلوم ہونے کے بعد اس کرسی کے بھوکے انسان کو پاگل کتے نے نہیں کاٹا ہے جو وہ کرسی پر ہی نہیں اپنی زندگی پر بی رسک لے گا۔۔اور پھر میں نے اسے سمجھایا بھی ہے حماقت کرنے کی صورت بلڈر اسے منجر سمجھ کر اس کا پتا بھی کاٹ سکتا ہے۔۔"تاحد نظر بچھے تارکول کی سڑک پر نگاہیں جمائے اپنے مضبوط حفاظتی اقدام کی طرف توجہ کرواتا وہ بے حد مطمئن تھا۔

"تم بھی کم کمینے نہیں۔۔۔"اس کے شانے پر ہاتھ مارتے فارس اس کی ذہانت سے ازسے نو متاثر ہوا تھا۔۔

---

"ہاہاہاہا۔۔انقلابی رہنما۔۔۔ہاہاہاہا۔۔۔۔"کچھ توقف لیکر پنچائیت کا کلیمیکس سین ذہن میں دہراتے اب وہ سیٹ پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔

"گدھے ہو پورے سب ہو جانے کے بعد ہنستے ہو۔۔" طلحہ نے ملامتی نظروں سے پاگلوں کی طرح ہنس رہے فارس کو گھورا۔۔

"ہاہاہا۔۔۔یار لیکن مجھے اس کے الفاظ و تاثرات کا تضاد دیکھ بڑی ہنسی آ رہی ہے اب۔۔ہاہاہاہا۔۔۔" وہ سب واپس سے یاد کرتے فارس کا قہقہہ نہیں رک رہا تھا خاص کر زیاد گیلانی کے الفاظ اور اس کا ضبط سے سرخ چہرہ جو الفاظ کا قطعی ساتھ نہیں دے رہے تھے۔۔

"ویسے اچھا ہی ہے۔اب پولیٹکس میں آ رہا ہے دھیرے دھیرے صفائی سے ایسی لمبی لمبی پھیکنے کی عادت ہو جائے گی نیچرل ایکسپریشن کے ساتھ۔۔۔" پانی کا بوتل منہ سے لگاتے وہ خود ہی بولا پھر انہماک سے ڈرائینگ کر رہے طلحہ کو دیکھ اس کی شرارتی رگ پھڑکی۔

"ایک بات سمجھ نہیں آئی اگر تمہیں یہی سب کرنا تھا تو پہلے کر لیتے نکاح رخصتی اس سب کے کھراگ میں کیوں پڑے۔۔بتاؤ؟ بتاؤ؟"اس کا شریر انداز ذو معنٰی تھا۔

"کیونکہ احمق انسان!! پہلے زیاد گیلانی شک کے دائرے میں تھا ایک ملک زادی کیلئے میں اتنے بڑے کیس پر رسک نہیں لے سکتا تھا۔۔"اس کی معنٰی خیزی پر طلحہ نے تپ کر گھورا۔

"سیدھے سیدھے بولو ملک زادی پہلی ہی ملاقات میں دل کی ملکہ بن گئی تھی اسی لیئے ورنہ پنچائیت میں آکر تم آج کی طرح وردی کا رعب ڈال سکتے تھے۔۔۔"دونوں پیر اٹھا کر سیٹ پر رکھتے وہ مکمل طلحہ کے مزے لینے کے موڈ میں تھا۔

"بکواس مت کیا کرو۔۔"اس کے تاثرات تیزی سے بدلے۔۔

"تم بھی اچھی طرح جانتے ہو اظہر گیلانی جیسے اثر و سوخ والے لوگوں کے سامنے ہم جیسے وردی والوں کی اوقات کچھ بھی نہیں ہے۔۔ وردی کا رعب کیا خاک چلتا۔۔ وہ تو زیادہ گیلانی کی کمزور ہاتھ آگئی تو میں نے اس کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلا لیا ورنہ ہم جیسوں کو ایسی جرات پر کامیابی نہیں ٹرانسفر لیٹر ملتا ہے کسی گھسے پٹے گاؤں دیہات میں۔۔" وہ تلخی سے ہنکار بھر کر بولا۔

جس سے فارس صد فیصد متفق تھا۔

کرپٹ سسٹم میں ایک ایماندار آفیسر کو ایمانداری سے ڈیوٹی کرنے کا انعام عام طور پر ٹرانسفر آرڈر ہی کی صورت دیا جاتا ہے۔۔

"تو آگے کیا ارادے ہیں ولیمہ کھلاؤ گے اب۔۔؟" ماحول کی کثافت کم کرنے فارس نے قصداً اسے چھیڑا۔

جواباً جبڑے بھینچتا وہ اسٹیرنگ پر گرفت سخت کرتا اپنے ارادوں پر عمل آوری تک اٹھتے طوفان کو اپنے اندر ہی تباہی مچانے کیلئے چھوڑ لب پیوست کر گیا تھا۔

اپنے ارادوں کو آشکار کر وہ قطعی انھیں متزلزل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس نے جو طے کیا تھا وہی سب کے حق میں بہتر تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"تم لوگ یہاں؟"

فلیٹ کے ہال میں پوری پلٹن کو تشریف فرما دیکھ دونوں کی آنکھیں حجم سے باہر اُبلی تھی۔

"سرپرائز!!" جواباً سب کی کورس میں بلند ہوئی آواز قریب بلڈنگ کی تمام فلورز تک گونجی تھی۔

"السلام علیکم بھائی جان!!" ان لوگوں کے برعکس اوپن کچن سے نغمہ دھیمے سروں میں سلامتی بھیجتی سامنے آئی اور اس کے ساتھ کھڑی اس دشمنِ جاں کو دیکھتے ہی طلحہ کے ڈھیلے پڑے عضلات لمحے میں بھنچے۔

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟" اس جانب سے نگاہ پھیرتا وہ بے حد سپاٹ آواز میں مستفسر ہوا تھا۔

"پہلے یہ بتائیں کیسا لگا ہمارا سرپرائز؟" بتیسی کی نمائش کرتے امروز نے اس کے تیوروں کا قطعی نوٹس نہیں لیا تھا۔

"چھوٹے میاں! اسے سرپرائز نہیں شاک کہتے ہیں اور ہمیں چار سو چالیس وولٹ کا کرنٹ پوری شدت سے لگا ہے۔۔" طلحہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی فارس نے خوشگواریت سے کہتے کن آنکھیوں سے کچن کو رونق بخش رہی اس کامنی سی لڑکی کو بھی دیکھا تھا۔

"ویسے اچانک یہ شاک نما سرپرائز دینے کی سوجھی کیسے۔۔۔؟" پانی لیکر آئی زینیہ کے ہاتھ سے گلاس لیتے وہ وہیں ٹیپو کے قریب صوفے پر ٹک گیا تھا۔

"وہ ایسے کے۔۔دیکھ لو مینا تمہارے چہیتے بھیا لوگوں کو تمہارا اتنا بڑا دن نہیں یاد۔۔۔" بات بتاتے ہوئے امروز نے شرارت سے رک کر تیلی لگائی۔

جس پر پانی کا گھونٹ بھر رہے طلحہ کے دماغ میں جھماکا ہوا تھا۔

"آج۔۔آج رزلٹ تھا ناں تمہارا مینا اس کا کیا بنا۔۔۔؟"

"میں نے اسٹیٹ ٹاپ کیا ہے بھائی جان!!" زینیہ خوشی سے سرخ ہوتی طلحہ کے قریب آئی۔

"بہت مبارک ہو۔۔" اسے اپنے ساتھ لگاتے وہ دل سے مسکرایا تھا۔

"رزلٹ آگیا۔۔۔آپ کی مینا نے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑ دئے اسکول کالجیز کے ٹیچر فرینڈز ایرے غیرے نتھو خیرے سب نے مبارک باد دے دی۔۔اور

ادھر آپ کا اور ابا کا کوئی اتا پتا ہی نہیں تو ایسے میں آپ اندازہ لگا سکتے ہیں اس پڑھاکو مینا کی شکل کیسی ہوئی ہو گی۔۔۔"شہروز نے طلحہ کے ساتھ لگی مسکراتی زینیہ کو زبان چڑھایا۔

"اور اس کی رونی شکل دیکھ کر ہمیں اناًفاناً پلان بنانا پڑا آپ کے فلیٹ پر آنے کا لیکن کیا فائدہ آپ یہاں بھی نہیں ملے۔۔"

"سوری مینا! کچھ ضروری کام میں الجھا تھا اس لیۓ ذہن میں نہیں رہی آج کی تاریخ۔۔ویسے مجھے تم سے اسی کی امید تھی۔ہمیشہ ایسے ہی کامیاب رہو۔۔"

نرمی سے زینیہ کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر معذرت کرتے اس کی پیشانی کا نرمی سے بوسہ لیتا وہ اکھڑ تلخ گو تھانیدار کے بالکل برعکس لگ رہا تھا

کچن سے اس کا یہ حلاوت سے پُر دلکش روپ دیکھتی آبرو کے دل میں کئی حسرتوں نے انگڑائی لی تھی۔

جب دل کا روگ لگ جائے اور مقابل بے التافی میں باکمال ہو پھر حسرتیں ہی ہر لمحہ کروٹ لیتی ہے۔۔

"تم لوگ انجوئے کرو میں ذرا فریش ہو کر آتا ہوں۔" نظروں کی تپش محسوس کر بھی نظر انداز کرتا سب سے کہہ کر وہ تیزی سے اپنے روم کی طرف بڑھا تھا۔

وہ خود سے محو جنگ کل اپنے مشکل فیصلہ کو عملی شکل دینے کا طے کر فلیٹ پر پہنچا تھا لیکن قسمت کو شائد آج ہی اسے اس مشکل ترین امتحان سے گزارنا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

خوشگوار ماحول میں لنچ کرنے کے بعد وہ لوگ مال تک گھومنے نکلے تھے۔

جہاں سبھی نے زینیہ کیلئے کوئی نہ کوئی تحفہ خریدا تھا فارس نے اپنی پسند سے ڈیزائنر سوٹ دلوایا تھا،

نغمہ نے سوٹ کے ہم رنگ پرس،

اس کے دیکھا دیکھی نجمہ نے بھی زینیہ کے نہ نہ کرنے کے باوجود سلور سینڈل دلوادی تھی۔

غرض سب کچھ نہ کچھ بطور تحفہ دے رہے تھے۔

بس ایک آبروشش ونیچ کا شکار تھی وہاں۔۔

تحفے تو زندگی میں اس نے بہت سے لوگوں کو بے حساب دئے تھے پر محض دکھاوے کیلئے ان پر اپنا رعب رکھنے کیلئے۔۔

سو خلوص دل سے تحفہ خریدنے کا یہ اس کا پہلا تجربہ تھا۔ڈریس سینڈل پرس چھوٹی بڑی ہر چیز مکمل ہو چکی تھی وہ لیتی بھی تو کیا۔

وہ اسی گومگو میں چیزیں دیکھ دیکھ کر رکھ رہی تھی جب زینیہ اس کے قریب آئی۔

"آبرو جی! بھائی جان مجھے جیولری دلوا رہے ہیں آپ آئیں نہ ساتھ۔۔"آبرو کا ہاتھ تھامتی وہ طلحہ کی تقلید میں پرجوش سی جیولری شاپ میں داخل ہوئی تھی۔۔

جہاں طلحہ نے بغیر کسی قسم کی ردو کد کا شکار ہوئے زینیہ کو گولڈ کی نازک سی چین لیکر دیا تھا۔

جسے پہن کر دو تین زاویہ سے آئینہ میں دیکھتے اس کے من موہنے مکھڑے کی خوشی دیدنی تھی۔

معاً آبرو کی نظر شوکیس میں رکھے چھوٹے سے روز شیپ پنڈنگ پر پڑی جس میں جڑے باریک ہیرے دیکھنے میں کھلتے گلاب کی پتیاں معلوم ہو رہی تھی۔

ایک نظر چین کو دیکھتے اس کی الجھن پل میں رفو چکر ہوئی تھی اس نے فوراً سیلز مین کو کہہ کر پینڈنٹ باہر نکلوایا تھا۔

"زینیہ ذرا اپنا چین دو۔۔"

"لیں!!" زینیہ نے نا سمجھی سے چین اس کی طرف بڑھایا۔ جس پر پیمنٹ کر رہا طلحہ بھی ان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ اسے چین میں پینڈنٹ ڈالتا دیکھ وہ تیزی سے ان کے قریب آیا۔

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔۔؟" اتنی دیر میں وہ پہلی بار مخاطب بھی ہوا تو حد درجہ بے رخی سے۔

"زینیہ! کیلئے گفٹ لے رہی ہوں۔۔" وہ بھی رکھائی سے ہی اطلاعاً بولی۔

"اس پینڈنٹ کی قیمت کا اندازہ بھی ہے آپ؟" جھک کر نیچی مگر ترش لہجے میں وہ پوچھ نہیں سرزنش کر رہا تھا۔

"گفٹ پرائز ٹیگ دیکھ کر نہیں خریدے جاتے۔۔" لفظ 'قیمت' پر انتہائی ناگواریت کا اظہار کرتے وہ چبا کر بولی۔

"تحفہ پرائز لیس ہوتا ہے لیکن تحفہ کی قیمت لازمی دیکھنا چاہئے۔۔" وہ اپنے موقف پر قائم تھا۔

"یہ گفٹ میں اپنی طرف سے دے رہی ہوں اس کی پیمنٹ بھی میں کروں گی تم پریشان مت ہو۔۔" وہ زینیہ کو پریشان ہوتا دیکھ تحمل سے بولی۔

"جانتا ہوں۔۔ ویسے بھی میرے بجٹ میں اس وقت ڈائمنڈ ایڈجسٹ ہو بھی نہیں سکتا۔۔ اور نہ ہی زینیہ آپ کا یہ بیش قیمتی تحفہ قبول کرے گی۔۔" وہ قطعیت سے بولا۔

"ڈ۔۔ڈائمنڈ۔۔آبرو جی آپ۔۔۔"

"زینیہ پلیز!!"ڈائمنڈ کے نام پر بوکھلائی زینیہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اس نے کوفت سے ٹوکا۔

"اب تم اپنے بھائی کی زبان نہ بولنے لگ جانا۔۔میں دل سے تمہیں گفٹ دینا چاہتی ہوں جس طرح باقی سب نے دیا ہے۔۔جس طرح نجمہ نغمہ لوگوں نے ایک پیئر بنا کر گفٹ کیا اسی طرح مجھے لگتا ہے اس چین کے ساتھ یہ پینڈنٹ پرفیکٹ ہے سو پلیز تم ایسے ایکسپریشنز دیکر مجھے ہرٹ مت کرو۔۔آج تک تم لوگوں نے جو دیا ہے میں نے بھی بنا ایکسکیوزیز بنائے لی ئے ہیں سو۔۔۔"پینڈنٹ لگی چین کو خود اس کے گلے میں پہناتی وہ اپنائیت بھرے دھونس سے سارے اعتراضات حذف کر گئی تھی زینیہ نے کن آنکھیوں سے بھائی کو دیکھا جو ترش نگاہوں سے آبرو کو گھور رہا تھا جو اسے نظر انداز کرتی کاؤنٹر کی طرف بڑھی تھی۔

"آپ کو میری بات سمجھ نہیں آ رہی کیا۔۔"اسے کارڈ سوائپ کرتا دیکھ طلحہ نے درشت انداز میں اس کا بازو جکڑا۔

"نہیں آتی۔۔تمہاری بات، تمہارے ایکشنز، تمہارے ری ایکشنز، تمہاری ایکٹو ٹیز تمہاری مجھ سے نفرت مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی۔۔ہیپی۔؟ناؤ لیو می۔۔"دانت کچکچا کر تلخی سے کہتے جھٹک کر بازو آزاد کراتی کارڈ سوائپ کر کے وہ زینیہ کا ہاتھ تھامے نکل گئی تھی۔۔

ان کے پیچھے پیشانی مسلتے جیولر سے چین کی تین گنا قیمت کی پینڈنٹ کی رسید لیتے ہوئے طلحہ نے ابھی اسی وقت اپنے فیصلہ کو عملی شکل دینے کا حتمنی فیصلہ لے لیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"یہ تم لوگوں کے ساتھ واپس نہیں جا رہی ہے۔۔؟" جیسے ہی وہ لوگ روانگی کیلئے گاڑی میں بیٹھنے لگے طلحہ کی سپاٹ آواز گونجی۔۔

"کیا مطلب؟ ہم اپنی سواری چھوڑ کر جانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔۔" حسب عادت موقع کی سنجیدگی کا اثر لئے بغیر امروز نے مسخری سے تان کھینچا۔

"ہر وقت کا مذاق اچھا نہیں لگتا کتنی بار کہا ہے۔۔" جواباً اس کے دھاڑنے پر سب کے تاثرات تیزی سے سراسیمہ ہوئے تھے جبکہ آبرو نے سینے پر بازو باندھے تھے۔

"بھئی! سمجھا کرو اتنے دنوں کی جدائی کے بد ملن کے دن۔۔۔"

"فارس پلیز!!" ماحول کا اثر زائل کرنے منہ کھولے فارس کو بھی اسی درشتگی سے ٹوکا گیا تھا۔

"یہ تم لوگوں کے ساتھ گھر نہیں جا رہی ہے۔۔ کیونکہ یہ 'اپنے گھر ملک مینشن' جا رہی ہے۔۔ اب تم لوگ نکلو فوراً سے۔۔" سب کی سماعتوں پر دھماکہ کرتے اس نے خود آگے بڑھ کر ڈور بند کیا تھا۔

پھر ہونق آبرو حق دق فارس اور دیگر کا احساس کئے دیکھے بغیر وہ جا کر جیپ میں بیٹھ کر ہارن دینے لگا تھا بہت کچھ کہنے کیلئے لبوں تک آنے کے باوجود الجھے امروز نے گاڑی کو آگے بڑھایا تھا۔

پیچھے ایک سوال پر سو سوال کھڑا کر دینے والی وہ بھی نہایت خاموشی سے آ کر اس کے پہلو میں نشستہ ہو گئی تھی۔۔

جب فرد مخالف پتھر ہے ثابت ہو جائے تو سر ٹکرا کر آبلہ پا روح پس مردہ دل کو مزید امتحان میں ڈالنے کی حماقت کیوں کرنا۔۔۔؟

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ ایک لڑکی جانتے ہو تم؟

وہ جسے نیند بہت پیاری تھی

وہ جو ایک خواب کے اثر میں تھی

وہ جو لاعلم رہی منزل سے

وہ ہی جو عمر بھر سفر میں تھی

وہ ایک لڑکی جانتے ہو تم؟

جس نے خوشبو کی تمنا کی تھی

اور روندھے گلاب پائے تھے

جس نے اپنی ہی نیکیوں کے سبب

رفتہ رفتہ عذاب پائے تھے!

کہتے ہیں کائنات کی ہر شئے کی حسن کا تعلق دل کے موسم سے منسوب ہوتا ہے۔

اگر دل کا موسم خوشگوار ہو تو بے آب و سایہ بیاباں بھی دلچسپ نظر آتا ہے،

آگ برساتے سورج بھی من کو لبھاتا ہے،

چاند ستاروں سے مبرا بے نور آسمان میں بھی دل آویز تجسس و اسرار نظر آتے ہیں۔

وہیں اگر دل کی بستی میں خزاں کا زرد موسم ٹھہرا ہو تو ہر شئے ہر منظر ہر جذبہ بے کیف بے رنگ بے معنیٰ ہو جاتا ہے۔

نہ خوش رنگ پھولوں کی دلکشی محسوس ہوتی ہے،

نہ بن موسم برسات اعصاب پر خوشگوار اثرات مرتب کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں،

نہ ستاروں کی جھلمل چادر اوڑھے چاند کو تکتی رات کی فسوں خیزی لبوں پر تبسم کا باعث بنتی ہے،

نہ صبح کی الڑھ پاگل ہوائیں جسم کو چھو کر روح کو گدگداتی ہے۔۔

غرض رومانویت، افسانوی کیفیت، لبوں کی جان لیوا تبسم، آنکھوں کی دلوں کو فتح کرتی چمک ہر جذبہ ہر ہر احساس کا تعلق سینے کے دائیں جانب تسلسل سے دھڑک رہے اس گوشت کے لوتھرے سے منسلک ہوتی ہے جو خود تو انسان کی مٹھی کے برابر ہوتا ہے لیکن ایک پورے انسان کو اپنی مٹھی میں رکھنے کا ہنر جانتا ہے۔۔

مٹیالے سے شکن آلود کرتے کے ساتھ سیاہ جینز پہنے اپنی بالکنی میں لگے خوبصورت گھونسلے کی شکل میں بنے بیت کے جھولے میں بیٹھی کانوں میں ہینڈ فریز لگائے ہولے ہولے جھولا لیتے وہاں ارد گرد لگے رنگ برنگے خوش رنگ خوش بو پھول پتیوں کو بے تاثر نگاہوں سے گھور رہی آبرو وقاص ملک پر وہی بیزاریت کی کیفیت طاری تھی۔۔

ذہن جیسے کوڑے کاغذ کی طرح بالکل خالی تھا اور دل۔۔۔۔

دل! دل ہر احساس سے عاری سرد پر چکا تھا۔

یہ کشادہ بالکنی جو اس کی ماں نے بلخصوص اس کی پسند کو ملحوظ خاطر رکھتے بیس سے زائد رنگ کے پھولوں سے سجائی تھی۔

جہاں ریکنگ سے لپٹا موگرے کے پھولوں سے لدا بیل معطر فضاء میں گھلی بہت سے پھولوں کی خوشبو پر حاوی تھا۔

کھلے بالکنی کے بالکل درمیان میں جھولا جس کی دائیں جانب لکڑی کا خوبصورت سا ٹیبل تھا جس پر مشہور انگریزی ادب کی تصانیف کی پہلی اور مشکل سے دستیاب ہونے والی ایڈیشنز رکھی ہوئی تھی۔

نہ صرف بالکنی بلکہ اس کے کمرے کو بھی بالکل اس کی پسند کو دھیان میں رکھتے ہوئے اعلیٰ معیار پر اس کی ماں نے اپنے ہاتھوں سے سجایا تھا۔۔۔

یہ بات اسے ملازمہ سے معلوم ہوئی تھی جس پر وہ چاہ کر بھی اپنی ماں کا شکریہ ادا نہیں کر سکی تھی جو ہمہ وقت اس کے گرد گھومتی ممتا لٹانے کیلئے بے تاب رہتی تھی۔

لیکن اس کے جذبات نجانے کیسے سرد برف کی سیل ہو گئے تھے جو وہ کچھ بھی نہیں محسوس کر پا رہی تھی۔

صبح بھی بلخصوص ملک وقاص اور بیگم جبین نے آکر اسے بھائیوں کو بورڈنگ سے لینے کیلئے ساتھ چلنے کا کہا تھا جس پر اس کا وہی بے تاثر جواب انکار میں پا کر وہ لوگ مایوس لوٹ گئے تھے۔

وہ ان کی پشت کو دروازہ بند ہونے تک گھورتی رہی تھی پھر خاموش سے منہ سر لپیٹ کر سو گئی تھی۔

اس کے خطرناک تیوروں کے پیش نظر کسی ملازم نے اسے زحمت دینے کی جرات نہیں کی تھی لہٰذا وہ بھوکی پیاسی پڑی دن ڈھلنے تک سوتی رہی تھی اور اب ملگجے سے حلیہ میں گرین ٹی لیکر آکر جھولے پر بیٹھے بھی اسے گھنٹے سے اپر ہو گیا تھا۔

مزید کچھ دیر یونہی سرمئی بوجھل شام کی تنتی چادر کا بیزاریت سے نظارہ کرتی وہ کپ وہیں پر رکھ کر اپر والی بک اٹھانے جھکی کی اس پر گرے موگرے کے

پھول دیکھ کر ہاتھ ہوا میں معلق رہ گئے اور ذہن کہیں پیچھے کے اوراق اُلٹنے لگا۔

میری ہاتھوں کی لکیروں میں،

یہ عیب چھپا ہے محسن،

میں جس شخص کو چھولوں،

وہ پھر میرا نہیں ہوتا!

"سنیں!! میں ایک نہایت ہی سنگی قسم کا تھانیدار ہوں۔۔میری حراست میں آئے مجرم کی رہائی ناممکن حد تک مشکل ہوتی ہے۔۔پھر آپ کیوں چاہتی ہیں ساری حدود و قیود کی دیواریں گرا کر یہ تھانیدار آپ کو اپنی حراست میں

لے۔۔؟کیونکہ اگر ایک بار ان حفاظتی دیواروں کو میں نے ڈھا دیا تو پھر معاملہ آپ کی اور میری تصور سے کئی گنا زیادہ سنگین ہو جائے گا۔۔جسے میں بھی کنٹرول نہیں کر پاؤنگا۔۔اور بلاشبہ مسائل آپ کیلئے ہی کھڑے ہوں گے۔۔"وہ اس کے گرد مضبوط بازوں کا حصار تنگ سے تنگ تر کرتا اپنی مخصوص کلون کی خوشبوں سے اس کی دھڑکنوں میں تلاطم برپا کرتا اپنی گمبھیر لہجے و پر حدت سانسوں سے اسے سرتاپا دہکا گیا تھا۔۔

"اس گھر میں آپ منشی جی کی مہمان خصوصی 'ملک زادی' بن کر رہیں یہی آپ کے حق میں بہتر ہے۔اگر اس تھانیدار کی تھانیدارنی بن گئی تو۔۔۔۔۔"وہ ذو معنٰی انداز میں جملہ ادھورا چھوڑ اس کی کلائیاں تازہ گجروں سے سجا چکا تھا۔۔

"خصوصی طور پر آپ کیلئے نہیں خریدا لیکن انھیں دیکھ کر خیال آپ ہی کا کوندا تھا۔۔"وہ ہنوز اسے اپنی تنگ حصار میں لیئے گنگنایا۔

وہ سانسیں روکے اس کہ سپاٹ مردانہ جاذب نقوش دیکھے گئی۔۔

تھانیدار کی عجیب یا بری کہنا بہتر ہوگا عادت تھی جو لوگوں کو خوش فہمی پالنے تک کا حق نہیں دیتا تھا نہ مروت نبھانا دل رکھنا اس کی سرشت میں تھا۔۔

بے اختیاری میں اپنی کلائی چھوتی جیسے وہ اس پر حدت لمس کو محسوس کرنا چاہ رہی تھی۔

ناکام ہونے پر نچلا خشک لب دانتوں تلے دبا کر اس دن کی آئینہ داری کی وجہ سوچنے لگی جو کے ایسی خاص نہیں تھا۔

اس دن غالباً شہر سے وہ عادت کے مطابق سب کیلئے چھوٹے موٹے تحفے لایا تھا اور زینیہ کے اس کی طرف توجہ دلوانے پر یہ کہ کر ٹال گیا کے یہ گھر کے مکینوں کیلئے ہے مہمانوں کیلئے نہیں۔۔اور لفظ مہمان پر وہ غصہ سے اس کے پیچھے گئی تھی۔۔

جواباً اُس نے لفظوں کے تیر تو چلائے ہی ساتھ اس کی سونی کلائی بھی مہکا گیا تھا۔

آسیب کی طرح چمٹی سوچوں کو جھٹکتی وہ اندر آئی تھی اور قریب پانچ دن سے بند پڑے فون کو چارج پر لگا کر کپڑے لیتی واش روم میں بند ہو گئی تھی۔

تمہارے پاس ہوں لیکن، جو دوری ہے سمجھتی ہوں

تمہارے بن میری ہستی، ادھوری ہے سمجھتی ہوں

تمہیں میں بھول پاؤں گی، یہ ممکن تو نہیں لیکن

تمہیں ہی بھولنا سب سے ضروری ہے سمجھتی ہوں

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

پانچ دنوں سے مستقل خود کو کلہو کے بیل کی طرح کیس پر تھکاتے رہنے کے باعث سر بھی آج درد سے بے انتہا پھٹ رہا تھا ساتھ حرارت بھی محسوس ہو رہی تھی۔

اچھی خبر یہ تھی کے ان انڈر گراؤنڈ مجرموں سے دو نے آج بلا آخر منہ کھول ہی دیا تھا باقی دونوں کے منہ کا قفل توڑنے کے کام پر اپنے ماتحت کو لگا کر جسمانی تھکن سے زیادہ اعصابی تھکن سے نڈھال وہ آج آٹھ بجے سے پہلے ہی آفس سے اٹھ آیا تھا۔

دکھتی کنپٹیوں کو سہلاتا وہ ڈھیلے سے انداز میں فلیٹ کے اندر داخل ہوا۔

"السلام علیکم!" سامنے ہی فارس کو گود میں باؤل رکھے ٹی وی دیکھنے میں مصروف دیکھ قصداً لہجہ ہشاش بشاش رکھتے سلام کیا۔

جواباً نا صرف مسکراتے ہوئے سکرین کو دیکھ رہے فارس کا چہرہ بے تاثر ہوا تھا بلکہ ریموورٹ اٹھا کر ٹی وی آف کرتا وہ بنا اس پر نظر غلط ڈالے اوپن کچن کی طرف بڑھا تھا اور فریج سے کولڈ رنگ نکال کر اسی تیزی سے واپس آ کر باؤل اٹھاتے اسے اپنے کمرے کی سمت بڑھتا دیکھ وہ تیزی سے اس کی راہ میں حائل ہوا تھا۔

"جرنلسٹ پلیز! یار کب تک ناراض رہو گے مجھ سے۔۔؟" اس کا بازو تھامتے وہ بیچارگی سے پوچھ رہا تھا۔

ہمہ وقت اپنی بک بک سے اس کا دماغ کھانے والے فارس محمود نے پورے پانچ دن سے اسے افف تک نہ کہا تھا اسے بکواس سے اجتناب کی تلقین کرنے والے طلحہ کیلئے یہ انتہائی تکلیف دہ مقام تھا۔

"آپ جیسے مہان انسان سے ناراض ہونے کیلئے کوالیفائیڈ کہاں ہوتے ہیں ہم۔۔۔"سرعت سے بازو آزاد کراتے اس کا طنزیہ لہجہ کاٹ دار تھا۔۔

"پلیز یار!!"اس کے اجنبی لہجے پر طلحہ کا چہرہ پھیکا پڑا تھا۔

"کھانا میں نے ابھی گرم کیا ہے تمہاری مرضی ہو تو کھا لینا اور وہیں نیچے ڈرار میں ٹیبلیٹس بھی رکھی ہیں'مرضی'ہو تو وہ بھی لے لینا۔۔آخر کو تم تھانیدار ہو اپنی مرضی کے مالک سو ہم اپنی مرضی تھوپنے کی جرات نہیں کر سکتے جو جو کرنا ہو خود کر لینا۔۔"اس کے نقاہت زدہ آواز نڈھال تاثرات پر ایک سپاٹ سی نظر ڈالتے وہ تیزی سے اپنے روم میں بند ہو گیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"تو آپ ہماری آپا ہو؟"

نرم معصوم سی آواز پر مطالعہ میں مصروف وہ انتہائی تعجب سے اس سمت متوجہ ہوئی۔

جہاں نیکر اور ہاف وائٹ سلیو لیس ٹی شرٹ میں ملبوس دو ایک دوسرے سے حد درجہ مماثلت رکھتے وہ بچے کوئی اور نہیں اس کے دونوں بھائی تھے جن کو آج تک اس نے تصویروں میں ہی دیکھا تھا۔

"ہم اندر آ جائیں۔۔" پہلے ہی اندر آ چکے دونوں نے یک زبان ہو کر پوچھا۔

"ناک کرنے کیلئے دروازہ آپ پیچھے بھول چکے ہیں۔۔" کتاب سائیڈ پر رکھتے اس نے پیچھے کی سمت اشارہ کیا۔

"اہ! یس!! ہم آلریڈی اندر ہیں۔۔ بٹ ہم آپ سے ملنے کیلئے ایکسائیٹڈ تھے۔۔" اس کے جتانے پر بغیر شرمندہ ہوئے دونوں پرجوش سے بے تکلفی سے آ کر اس کے مقابل ٹکے۔

"ویسے آپ ہمیں لینے کیلئے کیوں نہیں آئیں مام ڈیڈ کے ساتھ؟" دائیں جانب والے نے خفگی سے بھویں سکیڑ کر استفسار کیا۔

"آپ کو معلوم ہے۔۔ ہم نے اپنے سارے فرینڈز کو بتایا ہوا تھا آپ کے متعلق۔۔" بائیں جانب والے بلیک ٹی شرٹ کی ٹون بھی کم و بیش ویسی ہی تھی۔

"کیا؟" ان کے بے تکلف شکوے پر حیرانگی چھپاتے اس نے دونوں کو دیکھا۔

"یہی کے ہماری آپا یونائیٹڈ اسٹیٹ سے اپنی اسٹڈیز کمپلیٹ کر کے واپس آئی ہیں اور اب وہ پرسنلی ہمیں پک اپ کرنے آ رہی ہیں۔ لیکن آپ آئیں نہیں ہماری سارے فرینڈ کے سامنے چوپ ہو گئی۔۔" ہاف وائٹ ٹی شرٹ والے بچے نے نہایت ہی تاسف سے کہتے بٹن جیسی شریر آنکھوں کو گھمایا۔

"ہمم!!" ہلکے نم بالوں کو کاندھے سے جھٹک کر رول کرتے اس نے اُپر کی جانب کلپ لگا کر دونوں کو دیکھتے ہمم کیا کے آگے کیا ہوا۔

"اوشٹ!! ہم تو آپ کو اپنا انٹرو دینا ہی بھول گئے۔۔" شکوے شکایت کر لینے کے بعد ماتھے پر ہاتھ مارتے آخر بلیک ٹی شرٹ والے کو یاد آیا۔

"یپ! بٹ آپ تو ہماری آپا ہیں۔۔ آپ کو انٹروڈکشن کی کیا ضرورت؟ چونکہ یہ ہماری آفیشیلی فرسٹ میٹنگ ہے تو لیٹ میں انٹرڈیو مائی سیلف!!" بلیک ٹی شرٹ کے مقابل زیادہ باتونی وائٹ ٹی شرٹ نے اپنا چھوٹا سا ہاتھ آگے کیا۔

"ایم عمر ملک۔۔ بٹ آپ مجھے 'سونو' بلا سکتی ہیں اٹس مائی نک نیم۔۔" آبرو کے ہاتھ تھامتے ہی وہ ایک سٹائل میں دایاں آنکھ دبا کر بولا تو لحظے کیلئے اس حرکت سے کسی کی شبیہ آنکھوں میں لہراتے اس کے تاثرات سپاٹ ہوئے۔

"اینڈ ایم عمیر ملک۔۔آپ مجھے 'ہنی' بلا سکتی ہیں۔۔" عمیر کے ہاتھ بڑھانے پر وہ فوراً ہی اس کیفیت سے باہر نکلی تھی۔

"ویسے آپا! آپ امریکہ سے ہمارے لیئے کیا گفٹ لائیں ہیں۔۔؟" کھسک کر قریب آتے عمیر کے سوال پر آبرو ٹھٹھکی۔

"لیٹ می گیس۔۔" ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر پھر دونوں خود ہی سوچنے لگے۔

غالباً بلکہ مصلحتاً اس کے بھائیوں کو بتایا نہیں گیا تھا کے وہ چار مہینے قبل ہی یہاں آچکی ہے تبھی وہ لوگ اس قسم کے سوال کر رہے ہیں۔۔یا علم میں تھا لیکن بعد کے حالات کی وجہ سے بات بنائی گئی تھی۔۔

کھڑے نین و نقش میں خود سے کافی حد تک مماثلت رکھتے دونوں کا چہرہ دیکھتی وہ ان کے سوال و قیاس آرائیوں پر شش و پنج میں پڑی تھی۔

"یہ دیکھو بھئی!! تم لوگ یہاں اپنی آپا سے آکر مل بھی چکے ہم نیچے تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔۔" جبین بیگم کھلے دروازے سے مصنوعی خفگی کا اظہار کرتی اندر آئیں۔

"مام! ہمیں آپا سے شکایت کرنے کی بہت جلدی تھی سو ہم جلدی سے چلے آئے۔۔" عمر لگاوٹ سے کہتا آبرو کے بازو سے چپکا جس پر عجب کیفیت سے دوچار ہوتی وہ بلا ارادہ ہی اس کے سر پر ہاتھ رکھ گئی تھی۔

"اور اب ہم جائیں گے بھی نہیں۔۔ آپا اب آپ آگئیں ہیں ناں اب کہیں مام ڈیڈ سے ہمیں واپس بوڈنگ نا بھیجیں۔۔" ٹھنکتے ہوئے عمیر بھی آکر اس کے دائیں جانب چپکا تھا۔

ان کے مان بھرے معصوم انداز پر اتنے دنوں میں پہلی بار سادہ سی مسکراہٹ نے شنگرفی لبوں کا احاطہ کیا تھا۔

اپنے ساتھ کھینچی کھینچی رہنے والی بیٹی کا بھائیوں کے ساتھ نرم رویے پر آسودگی سے مسکراتی جبین بیگم کی آنکھیں جھلملا گئی تھی۔

برسوں سے اس منظر کو چشم تصور میں انھوں نے حسرت سے ہزاروں بار دیکھا تھا آج آنکھوں کے سامنے دیکھ دل نثار ہونے لگا تھا وہ دل ہی دل ان کی بلائیں لیتی انھیں ایک دوسرے سے باتوں میں مصروف چھوڑ خاموش سے اٹھ گئی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

چونکہ فارس کو آج کام پر دیر سے جانا تھا سو صبح اٹھ کر حسب عادت ناشتہ باہر سے منگوا کر کھا لینے کے بعد طلحہ کا حصہ اؤن میں رکھ کر ٹی وی لاؤنج میں بیٹھا وہ اس کے باہر نکلنے کا منتظر گاہے بگاہے گھڑی اور پھر طلحہ کے روم کے بند دروازے کو دیکھ رہا تھا۔

اس کی عادت صبح خیزی کی تھی اس کا صبح کے دس بجے تک نہ اٹھنا حیران کن نہیں بلکہ انتہائی تشویشناک تھی۔

شدید ناراضگی اپنی جگہ لیکن وہ مزید ضبط آزمانے کا ارادہ ترک کر ریموٹ رکھتا بعجلت اس کے کمرے کی بڑھا تھا۔

"یااللہ خیر!!" بیڈ پر سرخ چہرے کے ساتھ اوندھے منہ پڑے طلحہ کو دیکھ پریشانی سے قریباً دوڑتا ہوا بیڈ تک پہنچا۔

"افففف!!" اس کی پیشانی چھوتے ہی تیز حرارت سے فارس کو اپنی ہتھیلی جلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

غرض اس کی اتنے دنوں کی ذہنی ہیجان اعصابی دباؤ اور بے آرامی تضاد جسمانی ودماغی مشقت شدید بخار کی صورت سامنے آئی تھی۔۔

"مانا بہت طاقتور ہو لیکن ایرن مین نہیں ہو تم تھانیدار۔۔" واش روم سے ٹاول لا کر اس کی ٹھنڈی پٹیاں کرتے فارس کو اس پر ترس سے زیادہ تپ چڑھ رہی تھی جسے اپنا ضبطِ کمال آزمانے کی انتہائی بری عادت تھی۔

"تو تو ناراض تھا ناں مجھے سے۔۔۔" ٹھنڈی پٹیوں کا افاقہ ہوا تھا اس نے سرخ ڈوروں سے مزین آنکھیں نہایت آہستگی سے کھول کر اپنے سرہانے بیٹھے فارس کو دیکھا۔

"انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے اس دنیا میں۔" اس کی مسکراتی نقاہت زدہ آواز پر فارس چیخ پڑا تھا۔

جواباً اس کے خشک عنابی لبوں کا محظوظ کن مسکراہٹ نے احاطہ کرتے مزید فارس کا دل جلایا تھا۔

"یہاں پٹیاں رکھی ہے۔ہٹے کٹے ہو خود اپنی پٹیاں کرو بلکہ جا کر ٹھنڈے پانی کا شاور لے لو جب تک میں کچھ لاتا ہوں تمہارے لیے۔۔"اس کے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہی نروٹھے انداز میں حکم دیتا وہ روم سے نکل گیا تھا۔

"پاگل!!"سر پر سے ٹاول ہٹاتا وہ اس کی بچکانہ حرکت پر ہولے سے مسکرا دیا۔

پھر فارس کے ناشتہ کی ٹرے کے ساتھ ٹیبلیٹ لیکر واپس آنے تک وہ اس کے حکم کے مطابق شاور لیکر تیار بیٹھا تھا۔

خاموشی سے ٹرے اس کے مقابل رکھتے وہ منہ پھلائے سائیڈ سٹول پر فون ان لاک کر کے غالباً نگرانی کرنے بیٹھا تھا اس کی ناراضگی میں بھی خیال رکھنے کے پیارے انداز پر مبہم سا مسکراتا وہ اچھے بچوں کی طرح ناشتہ کرنے لگا تھا۔

آدھا ناشتہ جیسے تیسے کر کے ٹیبلیٹ لیتے ہی فارس تسلی کر تا ٹرے اٹھا کر جانے لگا تھا کے طلحہ نے اس کا بازو اپنی گرفت میں لیا۔

"تجھے میرا فیصلہ اتنا غلط کیوں لگ رہا ہے۔۔؟"

"اب اس فضول بحث کا کیا حاصل؟ تم نے جو کرنا تھا تم کر چکے ہو۔۔ تمہارے انتہائی ذاتی معاملے میں دخل اندازی کا ویسے ہی میں کوئی حق نہیں رکھتا۔۔" ٹرے چھوڑ کر بازو چھڑاتا وہ پیچھے ہو گیا تھا۔

"ایسا میں نے کب کہا یا اپنے کس عمل سے جتایا۔۔؟" پیروں پر سے بلینکٹ پڑے ہٹا کر ماتھے پر بل نمودار کئے وہ عین اس کے مقابل کھڑا ہوا تھا۔

"جواب دو فارس محمود!!" اس کی سپاٹ سی خاموشی پر طلحہ کی آواز تیز ہوئی تھی۔

"میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینا نہیں چاہتا جس طرح تم بہت سے سوالوں سے قصداً نگاہ چرا رہے ہو۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا طنزاً جتاتے انداز میں بولا۔

"میں کسی بھی قسم کے فضول سوال کیلئے حقیقت سے نگاہ نہیں چرانا چاہتا فارس محمود! میں تلخ حقیقت سے نگاہیں چار کر رہا ہوں لیکن میری سمجھ نہیں آ رہی کوئی مجھے سمجھ کیوں نہیں رہا۔۔۔؟" اس کا چہرہ ضبط کی شدت سے سرخ ہو گیا تھا۔

"کونسی حقیقت؟ اپنے دل کی حقائق کی تو خبر گیری کر نہیں سکے کس حقیقت کی بات کر رہے ہو تم۔۔۔؟" طیش کے عالم میں فارس نے اسے بازو سے جکڑ کر جھنجھوڑ دیا تھا۔

"وہ حقیقت جو ازل سے تھی ہے اور رہے گی۔ جس سے تم افسانوی دنیا کے باسی نگاہ ہی نہیں ملانا چاہتے۔۔" وہ شانے سے فارس کے پنجے ہٹاتا استہزائیہ جتاتا جا کر کھڑکی کے قریب کھڑا ہوا تھا۔۔

"وہ اپنے حسب و نسب اؤنچے شملے کی زعم میں گردن میں بل ڈال کر فرش مخمل کو تحقیر سے اپنے قدموں تلے روند کر چلنے والی نازوں میں پلی 'سونے کی گڑیا' ہے اور میں دھول مٹی اٹے سڑک پر ایک ایک قدم پھوک پھوک کر رکھنے والا 'ماٹی کا گڈا' سننے میں ہی کس قدر مضحکہ خیز لگ رہا ہے۔۔" وہ مضحکہ خیزی سے ہنسا۔

"اس کی ایک آواز پر نوکروں کی قطار لگ جاتی ہے ایک اشارے پر جیتے جاگتے انسان کٹھ پتلیوں کی طرح رقص کرنے لگتے ہیں۔ اور میں ٹھہرا ایک معمولی سا سرکاری ملازم ہمارا کیسا ملن کیسا جوڑ۔ قسمت نے ایک کارڈ کھیلا ہے

ہمارے ساتھ اس کا مطلب یہ نہیں کی کھیل کھیل میں سونے کو مٹی تلے دبا دیا جائے تو سونے کی اوقات مٹی ہو گئی یا مٹی سونے کی طرح قیمتی ہو گئی۔

جس کی جو حیثیت ہے وہی رہے گی میں احساس کمتری کا شکار ہر گز نہیں ہوں اللہ نے بہت کچھ سے نوازا ہے۔۔ سب سے بڑھ کو تو اس نے خود مختار اور مکمل انسان بنایا ہے۔ لیکن میں حقیقت پسند ہوں اور حقیقت کا آئینہ یہی کہتا ہے کی ایک مرد اپنے سے نیچے گھر سے آئی شریک سفر کو قبول کر لیتا ہے کیونکہ وہ اس کے حوالہ سے متعارف ہوتی ہے لیکن عورت کے خمیر میں جتنی چاہئے گنجائش ہو وہ ایڈجیسٹ نہیں کر پاتی عرش سے فرش کی حیثیت والا تضاد کو۔۔۔ ہمارے بیچ ازل سے خلیج ہے جو ہم چاہ کر بھی نہیں پاٹ سکتے۔۔"

وہ آنکھوں میں تلخی و استہزاء کی آمیزش لئے فارس کی جانب مڑا۔

فارس اس کے تلخ تجزیہ پر لب پیوست کر چکا تھا۔ وہ واپس پشت موڑ گیا۔

"گو کے جو ہے ہمارے بیچ۔۔ میں اسے جذباتی وابستگی نہیں مانتا لیکن۔۔۔" نگاہ چرا کر اٹک اٹک کر بھی منکر ہونے پر لحظے بھر کیلئے الفاظ ذہن سے محو ہوئے تھے وہ سختی سے لب دانتوں تلے دبا گیا۔

"لیکن۔۔؟" فارس کا کھینچ کر ادا کیا گیا 'لیکن' طنز کی آمیزش سے پُر تھی۔

جس پر زور سے آنکھیں میچ کر کھولتے سلسلہ کلام جوڑے رکھنے کیلئے اسے تگ و پے کرنی پڑی۔۔

"لیکن مشہور ہے۔۔ محبت مرد کو کمزور عورت کو مضبوط بنا دیتی ہے، بل فرض اگر میرے اندر دڑاڑیں پر بھی چکی ہیں، تب بھی یہ حادثہ اگر میں اُن پر آشکار کر دیتا تو ان کی طاقت میری جذباتی کمزوری پر غالب آ کر مجھے ڈھا دیتی، جو ہم دونوں کی زندگی سے جڑے ہر فرد کی زندگی پر بری طرح اثر انداز ہوتا،

کیونکہ ہماری کہانی کوئی الف لیلوی داستان نہیں ہے جہاں الہ الدین کو شہزادی جاسمین ملے گی اور تھوڑی آزمائش کے بعد دونوں خوابوں کے محل میں خوشحال زندگی گزاریں گے، اس لیئے بہتر ہے کہ میں اپنی بے حسی پر نادم مڑ کر نا دیکھوں وہ میری نفرت میں آگے بڑھتی چلی جائے!" وہ سفاکیت کی حد تک حقیقت پسند تھا اس کا احساس اس لمحے فارس کو شدت سے ہوا تھا۔

"سنا تھا حد سے زیادہ حقیقت پسندی انسان کو 'بے حس' بنا دیتی ہے آج دیکھ 'بھی 'لیا۔۔۔ لیکن یاد رکھنا تھا نیدار 'محبت' وہ شئے نہیں جو مڑ کر دیکھ تو 'لاسٹ اینڈ 'کاؤنٹر پر تمہیں منتظر ملے!" اس نے برملا اظہار کیا تھا۔

"ویسے ابھی تم نے کہا جو تم دونوں کے درمیاں ہے وہ محبت نہیں پھر کیا ہے۔۔۔؟" فارس عین اس کے مقابل آن کھڑا ہوا تھا۔

"انسیت۔۔!" وہ نگاہ چرا کر بولا۔

"انسیت۔۔۔؟"

"ہاں! انسیت ہم دو تین مہینے سے ساتھ ہیں ساتھ رہتے تو انسان کو انسیت ہو ہی جاتی ہے یہ ایک فطری عمل ہے۔۔یونو۔۔" دقت سے لنگڑے لولے دلیل دیتا وہ تذبذب کا شکار ہوا۔

"اس تناظر میں ہماری دوستی بھی محض انسیت ہے ساتھ رہنے کی وجہ سے۔۔؟"

"بکواس مت کر جرنلسٹ! میں بیمار ہوں مجھے سونے دو۔۔۔" اس کے بات پکڑ لینے پر جھلا کر ٹالتا وہ جا کر بلینکٹ اوڑھ کر دبک گیا تھا۔

"تمہاری طرف سے بھلے یہ سو کالڈ 'انسیت' تھی تھا نیدار مگر اس نازک جذبات کی مالک شیشے سی لڑکی کی طرف سے ایسا نہیں تھا یہ تم بھی جانتے ہو۔۔"آزردگی سے کہتے وہ ٹرے اٹھا کر نکل گیا تھا۔

"دسترس سے دور چیزوں کیلئے نادان دل ویسے ہی مچلتا ہے اب بچہ چاند کیلئے ضد کرے تو اسے چاند اتار کر تو نہیں دیا جا سکتا ناں۔۔کچھ دن شائد مشکل ہوں گے پھر اپنے اصل رنگ و بو کو پہچان کر بہل جائیں گی۔۔"دل سے اٹھی ٹیس کو اس نے تاویل دی تھی جس سے دل تو دور زبان تک نہ مطمئن تھا۔

تو میرا حوصلہ تو دیکھ

داد تو دے مجھے کہ اب

شوقِ کمال بھی نہیں

میں بھی بہت عجیب

اتنا عجیب ہوں کہ بس!

خود کو تبا کر دیا اور ملال بھی نہیں!

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

گزشتہ ایک ہفتہ سے ان دونوں نے اسے اپنے ساتھ گھن چکر بنایا ہوا تھا بنا اس کے انکار اس کے ناک بھوں چڑھانے یا گھوریوں کی پرواہ کئے انھیں جب دل کرتا تھا وہ اسے اپنے ساتھ کھینچ لیتے تھے۔ان کی اپنائیت بھرے دھونس پر اس کی کمزور مزاحمت خود بخود دم توڑ جاتی تھی۔

آج بھی دونوں اسے اپنے ساتھ کرکٹ کھیلنے کیلئے زبردستی گارڈن میں لے آئے تھے۔اس کی انکھیں دکھانے پر کسی پانچ سالہ بچے کو پچکارنے کے انداز میں بولے۔

"آپا! آپ صرف بیٹنگ کرنا ہم دونوں آپ سے بالنگ نہیں کروائیں گے۔۔"

عمیر کے معصومانہ انداز میں رشوت دینے پر وہ نفی میں سر ہلا کر ان کے بال بگاڑتی باہر آگئی تھی۔

اور وعدہ کے مطابق دونوں اس سے بالنگ نہیں کروا رہے تھے۔

"آپ کیلئے فون آیا ہے۔۔"

"میرا فون؟" ملازمہ کی اطلاع پر اس نے مڑ کر کین کی کرسی پر رکھے فون کو دیکھا جس میں سے سم اس نے نکال دی تھی۔

"جی! بیگم صاحبہ کی فون پر آیا ہے۔ کہہ رہے ہیں آپ سے ضروری بات کرنی ہے بیگم صاحبہ بات کر رہی ہیں آپ کو بلوایا ہے۔"

"اچھا! تم چلو میں آتی ہوں۔۔" ملازمہ کی لمبی چوڑی وضاحت پر کوفت سے سر جھٹکتی وہ ان دونوں کی طرف مڑی۔

"تم لوگ آپس میں جب تک کھیلو میں ذرا دیکھ کر آتی ہوں اندر۔۔"

بیٹ عمیر کی طرف بڑھاتی وہ گلے میں جھول رہے اسٹالر کو درست کرتی اندر کی جانب بڑھی تھی۔

اس کا نمبر یہاں سوائے طلحہ ابرار حمید سے وابستہ لوگوں کے کسی کے پاس موجود نہیں تھا اور وہ اس بے مہر سے ہر جڑنے والے سلسلہ کو منقطع کر دینا چاہتی جس نے اسے سنگدلی سے چھوڑ کر جاتے ہوئے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ اسی لیئے اس نے اپنے فون سے سم ہی نکال دی تھی۔

"پھر اب یہ کال کس کی ہے۔۔؟"

خود کلامی کرتی وہ کشادہ ہال میں پہنچی جہاں جبین بیگم انتہائی خوشگوار انداز میں اپنی مخصوص پر حلاوت تبسم کے سنگ محو گفتگو تھی وہ بھی ویڈیو کال پر حیرانگی سے اس کے ماتھے پر کئی بل نمودار ہوئے۔

"لیں آگئی آبرو۔۔آبرو بیٹا یہ لیں آپ کی خاص کال۔۔"اس پر نظر پڑتے ہی مخاطب کو بتاتی اس کے قریب آئی تھی۔

اور قبل اس کے وہ اس درجہ بے تکلفی پر مد مقابل کا نام پتا پوچھتی انھوں نے فون اس تھما دیا تھا۔

"مام!"

"آپ بات کریں میں کچن میں آپ تینوں کی کھیر جلنے چھوڑ آئی ہوں۔۔"وہ اس کا بازو تھپتھپاتی بعجلت کچن کی طرف لپکی۔۔

"ہمیں بھی کھیر چاہیئے۔۔"

"آپ۔۔آپ لوگ۔۔"اسپیکرز سے کورس میں اُبھری آواز پر اس کے ہاتھ سے فون چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا پر سکرین پر نظر پڑتے ہی نظر آئے شناسا چہروں کو دیکھ تیزی سے بدلے تاثرات اسی تیزی سے اسے نارمل بھی کرنے پڑے تھے۔

"پہچانا ہمیں یا ہمارے ساتھ ہمارے چہرے بھی بھلا دئے ظالم نے۔۔۔؟"برجستہ نروٹھا شکوہ نجمہ کی طرف سے تھا۔

"ا۔۔اا۔۔ایسا نہیں ہے۔۔"وہ گڑبڑائی۔

"پھر کیسا ہے۔۔؟وہ فون امروز کے ہاتھ سے اچک چکی تھی۔دو ہفتہ سے زیادہ ہو چکا ہے آپ کے اتا پتا کا کوئی پتا ہی نہیں ہے۔کال ملا ملا کر ہم سب ہلکان ہو رہے ہیں لیکن سامنے سے سوئچ آف ہی بتا رہا ہے۔۔بتاؤ ذرا بندہ خبر

خیریت ہی بتانے کال کر لیتا ہے لیکن آپ تو میکے جا کر ہمیں بھول ہی گئی ہیں بتائیں ذرا کونسا ہم پھاپھا کٹنی ٹائپ کی تیز طرار نندیں ہیں جو میکے جا کر آپ سکھ کی سانس لینے ہی بیٹھ گئی ہیں۔۔"لڑاکا طیارہ نجمہ کی جو بریک فیل زبان شروع ہوئی تھی تو پھر امروز کے زچ ہو کر فون جھپٹنے پر ہی رکی تھی۔

"ارے! میں بات کر رہی ہوں ناں۔۔"وہ بگڑ کر فون واپس جھپٹنے دوڑی۔

"اسے بات کرنا نہیں عام زبان میں جھگڑنا کہتے ہیں وہ بھی یک طرفہ جھگڑا مد مقابل کو تو تم موقع دیتی ہی نہیں جوابی کارروائی کا۔۔۔"آنکھیں دکھاتا وہ فون لیکر صحن میں نکل گیا تھا۔

اتنے دنوں بعد ان پُر خلوص لوگوں کے چہرے اور ان دونوں کی وہی تو تو میں میں سنتی وہ ہال سے نکل کر باہر گارڈن میں چلی آئی تھی۔

"ہاں! تو تمہیں کیوں پیٹ میں مڑوڑ اٹھ رہے ہیں جھگڑ رہی ہوں یا بات کر رہی ہوں میں آبرو جی سے کر رہی ہوں ناں۔۔" نجمہ بھی نتھنے پھلاتی پیچھے ہی لپکی تھی۔

"مجھے مڑوڑ اس لیئے اٹھ رہے ہیں کیونکہ فون میرا ہے۔۔"

"فون تمہارا ہے لیکن آبرو جی کی اماں کو کال کرنے کا آئیڈیا میرا تھا۔۔" فون نجمہ کی تحویل میں تھا۔

"آئیڈیا تمہارا تھا لیکن ابا سے نمبر مانگنے کا آئیڈیا میرا تھا ورنہ تو تم نے حسب عادت چور راستہ ہی نکالا تھا فون سے نمبر اڑانے کا۔۔" فون واپس امروز کی گرفت میں تھا۔

"ہاں! لیکن ماموں سے اجازت میں نے لی تھی۔۔" نجمہ کی کوشش جاری تھی۔

"ساتھ فون بھی اپنا دے دیتی۔۔" امروز مشکل سے جنگلی بلی سے سبقت لے جا رہا تھا۔

"امو بھیو! نجمہ اپیا! پلیز آپ دونوں کی چھینا چھپٹی میں آپ ہم لوگوں کو بھی بات کرنے نہیں دے رہے ہیں۔" زینیہ اس چوہے بلی کی تکرار سے روہانسی ہوئی تھی۔

"آپ دونوں اطمینان سے اپنی جرح جاری رکھیں ہم آبرو جی سے بات کر لیتے ہیں۔۔" امروز کے ہاتھ سے فون لیکر نغمہ ایک سائیڈ پر ہو گئی تھی۔

"کیسی ہیں آبرو جی؟" وہ لوگ کیاریوں کے پاس رکھے پتھروں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

"ٹھیک۔۔ وہاں پر سب کیسے ہیں۔۔؟"

"سب یہاں پر بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں آپ کو بہت مس کر رہے ہیں۔۔دیکھیں آپ کی فراق میں دھنیہ کے پودے بھی بڑے ہو گئے ہیں۔۔"زینیہ اور نجمہ کے بیچ سے شہروز نے منہ نکالا تھا۔

جس کے جواب میں وہ کچھ نہیں کہہ پائی تھی کہنے کیلئے کچھ تھا ہی نہیں۔۔

"سچ !آبرو جی ہم تو ہم رقیہ دادی تک آپ دونوں کو شدت وجدت کے ساتھ مس کر رہی ہیں ہمہ وقت ذکر کرتی رہتی ہیں۔۔"

"ہم دونوں کا؟"

"جی آپ کا اور بھائی جان کا۔۔وہ بھی اب تک گھر نہیں آئے ہیں۔۔"نغمہ کی وضاحت پر آنکھیں بند کر کے کھولتے اسے اپنے سوال پر غصہ آیا تھا۔

"زینیہ آپ کیا کر رہی ہیں ہالی ڈیز میں۔۔؟"اس نے قصداً روئے سخن بدلنے کیلئے خاموشی سے خود کو دیکھ رہی زینیہ کو مخاطب کیا۔

"میڈیل کیلئے اپلیکیشن دی ہے اسی کی انٹرن ٹیسٹ کیلئے پری پریشن کر رہی ہوں۔۔" وہ ازلی نرم لہجے میں بولی تھی۔

"تم کر لو گی۔۔"

"وہ تو کر لے گی ہمیں بھی پتا ہے آپ بتائیں آپ کب واپس آ رہی ہیں قسم سے آپ کے بغیر حمید منزل کی طرف رخ کرنے کا تک من نہیں کر رہا۔۔" نجمہ واپس مشکل ترین سوال لیئے نمودار ہوئی تھی۔

"پھر بھی تم دن بھر چکر پر چکر لگا کر ہماری دہلیز گھساتی ہو۔۔" امروز بھی ساتھ تھا۔

لیکن آبرو نے شکر ادا کیا کے وہ سوال ٹل گیا۔

"آپا یہ لوگ کون ہیں۔۔؟" عمر عمیر بیٹ بال اٹھائے اس کی پشت پر کھڑے ہوئے تھے۔

"آپ کی آپا ہماری بھابی ہے اور ہم آپ کی آپا کی نندیں آپ بتائیں آپ کون ہیں۔۔؟" جواب بمعہ سوال بلاشبہ پٹاخہ نجمہ کی طرف سے تھا۔

"صرف یہ محترمائیں ہم لوگ نہیں۔۔" امروز نے بروقت اپنی صنف کا دفاع کیا۔

"بٹ ہماری آپا کی شادی کب ہوئی؟ اور شادی میں ہم لوگ کیوں نہیں تھے آپا۔۔؟" سکرین پر گھورتے چہروں کے ساتھ دونوں نے صدمے سے گردن گھما کر آبرو کو دیکھا۔

جو اچانک ہوئے سوال پر بری طرح بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی تھی۔ جس پر بر وقت مداخلت کرتے امروز نے اسے مزید مشکل میں پڑنے سے بچایا تھا۔

پھر کافی دیر تک عمر عمیر سے ان لوگوں کی باتیں چلتی رہی تھی۔الوداعی کلمات ادا کرنے سے پہلے آبرو نے قصداً انھیں بتایا تھا کے اس کا فون گم ہو گیا ہے۔ نئی سم لینے پر رابطہ کرے گی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"ابرار بھائی کی فیملی ان ہی کی طرح انتہائی وضع دار ملنسار اور پر خلوص ہے۔۔۔"وہ عمر عمیر کے کمرے میں بیٹھی انھیں ویڈیو گیم کھیلتا دیکھ رہی تھی جب پہلو میں بیٹھی جبین بیگم کی بیان پر گردن موڑ کر انھیں دیکھا۔

جس پر وہ نرمی سے مسکرائی تھی وہ واپس زاویہ نظر بدل کر ایل ای ڈی سکرین کو دیکھنے لگی۔

"کل فون کے دوران آپ کی ان لوگوں سے بے تکفی دیکھ کر ہمیں اندازہ ہوا آپ کی بانڈنگ بہت اچھی ہو گئی تھی سب کے ساتھ۔۔" توقف سے وہ مزید بولیں۔

"پھر ہو بھی کیوں نہ جب اتنے پر خلوص لوگ ہوں تو ساتھ رہتے انسیت تو ہو ہی جاتی ہے۔۔" انھوں نے مزید اضافی ٹکڑا لگایا جس پر لحظے بھر کیلئے اس نے گردن موڑ کر سنجیدہ نظروں سے اپنی ماں کا چہرہ دیکھا کی آخر وہ تمہید باندھ کس لی ئے رہی ہیں۔۔

"بچے! دراصل میں اور آپ کے پاپا جاننا چاہتے ہیں طلحہ کیلئے آپ کے محسوسات کیا ہیں کیا آپ۔۔۔" تیزی سے سپاٹ ہوا چہرہ دیکھ وہ ادھورا جملہ چھوڑ لب دبا گئی تھی۔

جبکہ آبرو لب کچلتی ایک نظر عمر اور عمیر پر ڈال کر تیزی سے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔

"آبرو! بچے ہم آپ کی ماں ہیں بھلے سے ہمارے بیچ برسوں کا فاصلہ حائل رہا ہے لیکن یہ فاصلے ایک ماں کی حس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔۔" جبین بیگم اس کے پیچھے ہی روم سے نکلی تھی۔

"اوکے! وہ رک کر طنطنا اٹھے نقوش سنگ مڑی۔ پھر آپ کی سینس کیا کہتی ہے مام؟" سینے پر بازو باندھتے رگ وپے میں بہتی تکلیف سے سرخ آنکھیں اس نے ماں کی چہرے پر گاڑھی۔

"بچے! آپ کی تکلیف آپ کی بے کلی آپ کی بے کیفی ہم سے مخفی نہیں ہے، آپ کے محسوسات آپ کے جذبات پر خواہ آپ لاکھ پہرے لگالیں ہم

سے نہیں چھپا سکتی۔۔"انھوں نے نرمی سے اس کے دونوں ہاتھ تھامے تھے۔

اس نے مزاحمت نہیں کی۔۔

وہ اس کا ہاتھ اسی طرح اپنی پر حدت گرفت میں لیے بالائی منزل پر بالکل درمیان میں بنے کھلی بالکنی میں لے آئی تھیں۔ وہاں رکھے کین کی کرسی پر ان کے بٹھانے پر وہ کسی روبوٹ کی مانند ٹک گئی تھی۔

"لیکن ہمارے اور ان کے بیچ کافی فاصلہ ہے۔۔"ان کے جھجھک کر ادا کئے جملے پر اس کی نگاہ بڑی ان کی سمت اٹھی تھی۔

"آپ ہمیں غلط مت سمجھیں۔۔ہم دولت شہرت اؤنچے شملے یا نام ورتبہ سے انسان کی حیثیت کا تعین کرنے والے کم ظرفوں میں سے قطعی نہیں ہیں۔ پھر طلحہ اور ابرار بھائی نے ہمارے لیے جو کیا ہے اس کے بعد ایسی

سوچ بھی ذہن میں لانا ہم عبث سمجھتے ہیں۔۔اور پھر ہمارے لی ئے جو ایک چیز معنیٰ رکھتی ہے وہ آپ کی خوشی وسلامتی ہے لیکن۔۔۔"

"لیکن۔۔۔؟"ان کے ایک ایک لفظ کو طول رہی وہ ان کے بلاضرورت توقف لینے پر بے چین ہوئی تھی۔

"لیکن وہ لوگ بے حد خوددار ہیں۔۔خاص کر طلحہ کھڑا اپنے اصولوں کا پکا اور انتہائی صاف گو۔۔جس کیلئے اپنی خودداری اپنی وضع داری ہر شئے سے بالاتر ہے۔۔"اس ستم گر کے متعلق بالکل درست تجزیہ پر وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں الجھاتی کھڑی ہوگئی تھی۔۔

"جب تک سول ایگزام انھوں نے کلئیر نہیں کیا تھا محلے میں ٹیوشنز دیکر اور دیگر چھوٹے موٹے کام کر کے ابرار حمید کو سپورٹ کرتے رہے تھے لیکن آپ کے پاپا کہ لاکھ اسرار کے باوجود بھی وہ ہمارے فارم میں جاب کرنے

کیلئے تیار نہیں ہوئے تھے۔ جبکہ یہ کوئی فیور نہیں تھا ان کی ذہانت و سمجھداری کو دیکھ آپ کے پاپا واقعی چاہتے تھے وہ ہمارے لیئے کام کریں لیکن ان کی نظر میں یہ ابرار حمید کی ہم سے گہرے مراثم کی وجہ سے ایک فیور تھا جو وہ قبول نہیں کر سکتے تھے۔۔۔"

"یہ اس نے خود کہا آپ سے۔۔۔؟"

"ہاں! اسی بنا پر تو کہہ رہے ہیں وہ ایک انتہائی خوددار اور مشکل پسند انسان ہے۔۔" وہ مبہم سا مسکرائی۔

"آپ مجھے یہ سب کیوں بتا رہی ہیں۔۔؟" وہ بالکنی کی ریلنگ پر ہاتھ رکھ کر اضطرابی انداز میں ٹھنڈے ریلنگ پر ہولے ہولے سے ہتھیلی کی ضربیں لگا رہی تھی۔

"کیونکہ ہم چاہتے آپ ٹھنڈے دماغ سے اپنے احساسات کے متعلق سوچیں اس کے بعد ہی ہم اور آپ کے پاپا کوئی پیش رفت کریں گے۔۔"ان کی نرم آواز اسے بے حد فاصلہ سے سنائی دی تھی۔۔

باہر رات کی سیاہی ہر سوں رنگی ہوئی تھی۔چاند اپنی مسند سے غائب تھا ستاروں کی روشنی بھی مانند تھی،الڑھ ہواؤں نے بھی آج نجانے کس سمت کا رخ کیا ہوا تھا جو ماحول پر ایک عجب سی گھٹن زدہ وحشت کی چادر تنی ہوئی تھی۔یکایک ہی اسے اس فضا سے گھٹن سی محسوس ہونے لگی تھی۔دل انجانے خدشہ سے جیسے سکڑ کے بے حد سستی روی سے سمٹا تھا ساتھ اس کج ادا کا نخوت زدہ چہرہ چھم سے نگاہوں کے سامنے آیا تھا۔۔

"آبرو کیا ہوا۔۔؟"اس کے مضطرب انداز میں گلے کو سہلاتے ہوئے تیزی سے مڑنے پر جبین بیگم نے تشویش سے پوچھا۔

"کک۔۔کچھ نہیں۔۔ مم۔۔مجھے شائد پیاس لگی ہے۔۔" وہ تیزی سے کہتی کسی عفریت سے جان چھڑانے کے انداز میں وہاں سے نیچے کی جانب بھاگی تھی۔

"آبرو آپ ٹھیک ہو۔۔" وہ پریشان سی تیزی سے سیڑھیاں طے کرتی نیچے کی جانب جارہی آبرو کے پیچھے لپکی۔

لیکن آخری سیڑھی پر اس کے ٹھٹھک کر رک جانے پر ان کے قدم بھی جہاں کے تہاں تھمے۔۔

پریشان نظر سامنے لارج سائز ایل ای ڈی پر ساکت ہوئی۔

جہاں بیک وقت کئی سنسنی خیز مناظر دوڑ بھاگ رہے تھے لیکن ان دونوں ماں بیٹی کی نگاہ سکرین پر بار بار دکھائی جانے والی تصویر اور اینکر کے ہر دوسرے جملے میں انتہائی جوش سے لی ئے جانے والے

'ڈی ایس پی طلحہ ابرار حمید' پر ساکت ہو گئی تھی۔

"طلحہ کی ٹیم آج دوپہر تین بجے سے یہ آپریشن کر رہی تھی پانچ گھنٹے کی مستقل جدوجہد کے بعد وہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب تو ہو گئے ہیں لیکن شر پسندوں کے ساتھ ان کے اپنے آدمی بھی کافی متاثر ہوئے ہیں۔۔ طلحہ کو بھی گولیاں لگی ہے۔۔۔"ان دونوں ماں بیٹی کو ساکت و سامت دیکھ پریشان ملک وقاص آزردگی سے بولے۔

"گگ۔۔ گو۔۔ گولی۔۔ اسے گ۔ گولی لگی ہے۔۔"؟

گولی کے نام پر پتھر کی مورت آبرو کی لب پھڑ پھڑائے تھے آنکھوں سے تسلسل سے ایک دریا سا رواں ہوا تھا۔

"بیٹا! پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے انھیں سٹی ہسپتال پہنچا۔۔۔"اس کے سپید پڑتے چہرے کو دیکھ وقاص ملک اس کی طرف بڑھنے ہی لگے تھے کی وہ اندھا دھند بیرونی دروازے کی طرف دوڑی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

سٹی ہسپتال کے باہر انسانوں کا سمندر ٹھاٹھے مار رہا تھا۔ صحافیوں کی بھات بھات کی بولیاں گاڑیاں کیمرے ایمبولیس کے ہارن کی دل دہلاتی آواز جو ہنوز زخمیوں کو لیکر قطار در قطار آرہی تھی۔

عام عوام کا ہجوم ہسپتال کے ورکرز اور پولیس اہلکاروں کی اس اُمڈ آئے ہجوم کو قابو کرنے کی سر توڑ کوشش جو کسی طور ان کی قابو میں نہیں آرہے تھے۔

وہ اپنی ذات میں شہزادی لڑکی جو واقعی کسی سونے کی گڑیا کی شایان شان ایسے دھکے مکے والی جگہوں سے بہت دور ایک آرام دہ سلیقہ اور نفاست والی زندگی

گزارتی رہی تھی آج اس 'ماٹی کے گڈے' کیلئے بنا سوچے سمجھے دیوانہ وار کملی جھلی سی ہو کر اس بھیڑ میں گھس آئی تھی۔

"میڈم! آپ کو نظر نہیں آرہا کیا؟ یہاں سبھی کو اندر جانے سے روکا جارہا ہے۔۔؟" پولیس اہلکار نے اس کے سامنے ڈنڈا اٹکاتے انتہائی بد تمیزی سے روکا۔

"لیکن مجھے اندر جانا ہے۔۔" وہ حلق کے بل چیخی۔۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے آپ کا جائیں بی بی۔۔۔" اس کے ڈنڈا ہٹانے کی دیوانہ وار کوشش کرنے پر اسی عہدیدار نے زور سے پیچھے کی جانب دھکا دیا تھا جس پر وہ بری طرح لڑکھڑاتی سنبھلی۔

"ہاں! ہو گیا ہے میرا دماغ خراب۔ مجھے اس سے ابھی ملنا ہے ابھی اسی وقت رائٹ ناؤ!! ہٹو میرے راستے سے۔۔" سنبھل کر واپس کوشش کرتے اس پر جیسے جنونی کیفیت طاری تھی۔

"کس سے ملنا ہے آپ کو؟ کون ہے آپ کا اندر۔۔۔؟" اس کے ہار نہ ماننے پر عہدیدار نے چڑ کر پوچھا تھا۔

"کون ہے میرا اندر۔۔۔؟" خود سے سوال کرتے یکایک ہی اس کے مزاحمت کرتے وجود میں سناٹے اترے تھے۔

ہاں! کون تھا اس کا اندر؟

کیوں وہ پاگلوں کی طرح سدھ بدھ گنوائے مرتی مارتی ہوئی گاڑی بھگاتی ہوئی یہاں آئی تھی؟

کیا رشتہ تھا اس کا اس 'زخمی شخص' سے جس کی واہ واہی چاروں طرف گونج رہی تھی؟

فقط ایک 'جزوقتی محافظ' اور ایک 'پناہ گزین' کا۔

جسے اس سنگدل ستم گر نے صحیح سے الوداع تک کہنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

کسی غلطی کی طرح ایک شام اپنے ہمراہ لیجا کرنا کردہ گناہ کی طرح ڈھلتی شام اسے وہیں پٹخ کر چل دیا تھا کبھی پلٹ کر نا دیکھنے کیلئے۔۔

پھر وہ یہاں کملی جھلی بنی کیوں آئی تھی؟

پیچھے کی جانب قدم اٹھاتے خود سے سوال کرتے جواب میں اس کے پاس سوائے گہرے سناٹوں اور بہتے آنسوں کے کچھ نہیں تھا۔۔

ہسپتال کی پر شکوہ عمارت جس کے اندر وہ نجانے کس حال میں تھا ایک حسرت بھری بہتی نظر ڈال کر زخم خوردہ دل کے ہمراہ شکست خوردہ ننگے قدم واپسی کیلئے اٹھتے من من بھر کے ہو رہے تھے۔

کہاں مرزا، رانجھا، قیس گئے

کیوں عشق کا پڑ گیا کال سائیں

کبھی عالم ہوش میں دید کرا

نہ دل میں رہ کر ٹال سائیں

اس مرض محبت میں کام آئیں

نہ دم، تعویذ، نافال سائیں۔۔!!

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ دونوں بازو گھٹنوں کے گرد باندھے بے تاثر نگاہوں سے سکرین کو گھور رہی تھی جہاں سفید پٹی بندھے بازو کے ساتھ زرد پڑتے چہرے پر ازلی کرختگی واعتمادلیئے وہ میڈیا کے نمائیندوں کو آپریشن کی تفصیل مہیہ کر رہا تھا۔

آپریشن میں دستیاب ہوئے سونے کی بسکٹوں سے بھری پیٹیاں اسلحہ سے بھرے صندوق، اور دیگر اسمگلنگ کا سامان ان کے سامنے رکھا ہوا تھا۔

پیچھے وہ کچھ افسران کے ساتھ کرسیوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ان گنت مائک اسی بے مہر کے منہ کے آگے رکھے تھے جو کسی کے سوال پر بتا رہا تھا۔

"اس سارے کالے دھندے کا سرغنہ بلڈر فرار ہے لیکن جلد وہ ہماری گرفت میں ہو گا ہمارے آدمی اس کام پر لگے ہوئے ہیں۔۔اس سب کے علاوہ اس آپریشن میں بازیاب ہوئے بچے اور انسانی اعضاء دونوں کو ہسپتال

میں انڈر آبزرویشن رکھا گیا ہے۔ ہمارا وعدہ ہے ہیومن ٹرافکنگ، اسمگلنگ اور دیگر اسی طرح کے گھناؤنے جرائم میں ملوث کسی بھی شخص کو چھوڑا نہیں جائے گا۔۔ پرانی رائس میل کے علاوہ بھی ہم دیگر کئی ان کے اڈوں پر چھاپہ مار چکے ہیں تفصیلات آپ کو ملتی رہیں گی۔۔۔"

وہ اپنے پر اثر انداز میں مزید بول رہا تھا جب اس نے ریموٹ اٹھا کر سکرین تاریک کر دیا۔

اور پھر کچھ دیر تک اسی طرح سکرین کو گھورتے رہنے کے بعد اٹھ کر باہر نکل آئی۔

"میں امریکہ واپس جانا چاہتی ہوں۔۔" ہال میں بیٹھے اسی نیوز کو دیکھ رہے ماں باپ کو اس نے سیدھا فیصلہ سنایا تھا۔

"بیٹا آپ۔۔۔" جبین بیگم ہراساں سی اس کی طرف بڑھی تھی۔

"ہمیشہ کیلئے نہیں مام ! ابھی کیلئے میں جانا چاہتی ہوں۔۔"ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ مڑ گئی تھی۔۔

چھپا لیا جسے پت جھڑ کے زرد پتوں نے

ابھی تلک ہے بہاروں پر حکمراں وہ شخص !

قنیل ! کیسے بھلائیں گے اہل درد انھیں

دلوں میں چھوڑ گیا اپنی داستاں وہ شخص !

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

چار مہینے بعد !

"مبارک ہو شیر! سروس کے دوسرے سال ہی پر موشن!!" اس کے کانفرنس ہال سے باہر نکلتے ہی پھولوں کا ہار گلے میں ڈالتے فارس نے زور سے اسے اپنے اندر بھینچا تھا۔

"اپنا یہ بے وقت رومانس گھر تک محدود رکھا کر جرنلسٹ!!" ارد گرد سے نکلتے باوردی ساتھی افسران پر نظر ڈالتے طلحہ نے اسے سرزنشی نظروں سے گھورا تھا جو موقع محل کا کبھی خیال نہیں کرتا تھا۔

"ہاں! بھئی اب آپ بنگلہ گاڑی نوکر چاکر والے شہر کے ایس پی لگ ہیں۔۔پر موشن ہو گئی ہے آپ کی اب تو ہم جیسے چھوٹے موٹے جرنلسٹ چبھیں گے ہی آپ کی نظروں میں۔۔" ہاتھ اٹھا کر نادیدہ آنسوں صاف کرتا وہ مسکن شکل بنا کر پیچھے ہوا تھا۔

"اپنی اداکاریاں اپنے پاس رکھ۔۔" ذرا متاثر نہ ہوتے چابی اس کی طرف اچھال کر وہ گھوم کر دوسری سمت بیٹھا تھا۔

"ہاں! بھئی اب آپ کو ہماری محبت اداکاری ہی لگے گی ستارہ جو کاندھے پر سج گیا ہے۔۔" ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے فارس کا مسکین موڈ آن تھا۔

"باز آیا میں تمہاری محبت سے۔۔"

"آپ تو ہر محبت سے ہی باز آجاتے ہیں تھانیدار صاحب!" فارس کے برجستہ جملے پر اس کے کھلتے لب تیزی سے سکڑ کر آپس میں پیوست ہوئے تھے۔

"بلڈر کے کیس میں اوٹ آف دی وے جا کر شروع سے اب تک کی تمہاری تمام کوششوں کیلئے بے حد شکریہ فارس! تمہارے ساتھ تمہاری حوصلہ افزائی کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔" توقف لیکر بڑی خوبصورتی سے وہ حسب سابق پہلو بدلتا موضوع بدل گیا تھا۔

"شادی والے معاملے میں جھوٹے منہ مجھ پر احسان کرنے کیلئے بھی آپ کا بے حد شکریہ تھانیدار صاحب!" جیپ سٹارٹ کرتا وہ بھی اسی کی نقالی کرتے بولا تھا۔

"ہمم!!" جواباً ہمم کرتے وہ کئی دنوں کی شب خوابی کی باعث جلتی سرخ ڈوروں سے مزین آنکھیں موند تا سر سیٹ کی پشت سے ٹکا گیا تھا۔

فارس توقف سے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالتے دوسرے ہاتھ سے اپنے فون میں اس کی دو تین فوٹوز کلک کر کے کچھ ٹائپ کرتے فون ڈیش بورڈ پر رکھ کر سیٹی پر مخصوص دھن بجاتا ڈرائیونگ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

زیر لب محظوظ کن مسکراہٹ مچل رہی تھی آنکھوں میں معنیٰ خیز چمک بے انتہا پراسراریت لیئے ہوئے تھی۔

---

_چار مہینے_

کہنے کو کوئی اتنی بڑی مدت نہیں ہے پلک جھپکتے گزر جاتی ہے انسان محسوس بھی نہیں کر پاتا۔ لیکن اگر کٹھن محسوس ہو تو ایک پل بھی صدیوں پر محیط معلوم ہوتا ہے۔۔

بظاہر ان گزشتہ چار مہینے میں بہت کچھ اچھا ہوا تھا۔

سب سے اچھی بات زینیہ کو میڈیکل کالج میں داخلہ مل گیا تھا وہ بھی اسی شہر کے میڈیکل کالج میں جس کی بس روزانہ ان کے قصبے کی چوک پر آتی تھی۔

اس کے ہمراز غمگسار اس کے جگری یار کی دلی مراد بنا کسی رکاوٹ کے بر آگئی تھی اور اس مہینے کی آخر میں اس کی 'محبت کا نغمہ' پہلی ہی نظر میں اسے اسیر کر چکی اس کا منی سی احساس سے گندھی لڑکی 'نغمہ' کی ہمراہی میں مکمل ہونے والا تھا۔

جس کی تیاریاں عروج پر تھی خالہ بے حد خوش تھی اور اس سمیت باقی سب بے حد مطمئن تھے فارس جیسے زندہ دل شخص کو نغمہ جیسی دھیمے مزاج ملنسار لڑکی کا بطور ہمسفر دیکھ کر۔

امروز شہروز بھی جیسے تیسے رو دھو کر ماسٹرز کا پہلا سیمسٹر نکال چکے تھے۔

اور حسب سابق انھیں اپنے پاس ہونے سے زیادہ نجمہ کے ٹاپ کرنے پر اعتراض تھا۔۔

اس کی بھی ان چار مہینے کی بلکہ گزشتہ ڈیڑھ سال کی انتھک محنت رنگ لائی تھی اور بہت سارے نشیب و فراز امید و ناامیدی کی کشمکش سے نبرد آزما ہونے کے بعد گزشتہ ہفتہ آخر کار انڈر گراؤنڈ ہوا بلڈ ران کے ہتھے چڑھ ہی گیا تھا اور کل اس کے اپنے تمام گھناؤنے جرم عدالت میں قبول کرنے کے

بعد آج خاص پریس کانفرنس میں اتنے مشکل کیس اپنی ذہانت و سوجھ بوجھ کے ساتھ ٹیکل کرنے پر ستارے کے ساتھ پرموشن کا بھی اعلان کیا گیا تھا۔

سروس کے دوسرے سال ہی ترقی اور اتنے خطرناک کیس میں کامیابی کوئی معمولی بات نہیں تھے ہر طرف اس کے چرچہ اس کی واہ واہی گونج رہی تھی۔

وہ بھی اپنی کامیابی پر بے حد خوش تھا۔

لیکن نجانے کیوں عنابی لب اور خفا آنکھیں اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔دل کا ایک گوشہ بھی بے حد ویران پڑا تھا۔

یوں ہی کوئی مل گیا تھا سر راہ چلتے چلتے

وہیں تھم کے رہ گئی ہے مری رات ڈھلتے ڈھلتے

جو کہی گئی ہے مجھ سے وہ زمانہ کہہ رہا ہے

کہ فسانہ بن گئی ہے مری بات ٹلتے ٹلتے

شب انتظار آخر کبھی ہو گی مختصر بھی

یہ چراغ بجھ رہے ہیں مرے ساتھ جلتے جلتے

ایک شبیہ جو ہمہ وقت آنکھوں میں ٹھہری رہتی تھی۔

ایک اداس عکس جو راتوں میں بند پپوٹوں کے پار اتر کر بے دردی سے نیندیں نوچ لے جاتی تھی۔

ایک کسک جو سینے سے اٹھ کر رگ وپے میں زہر ہلاہل سی سرائیت کر جاتی تھی۔

ایک اضطراب جو ہر پل سانسوں میں بہتا تھا۔

ایک کمی جو ہر لمحہ لاشعور میں کھلتی رہتی تھی۔

ایک بے سکونی جس سے ہمہ وقت دھڑکنیں ہمکنار رہتی تھی۔

ایک دلسوز لمحہ جو ہر ساعت ذہن کے دریچہ پر دستک دیتا رہتا تھا۔

الغرض ہر نظارہ ہر شئے مکمل تھی لیکن پھر بھی ایک ادھورے پن کا احساس غالب تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"میں بارات میں شہ بالا بن کر آؤں، ولیمہ میں کیٹرنگ والا بن کر آؤں یا مکلاوے میں دولہے کا سالہ بن کر آؤں تمہیں کیا تکلیف ہے گلی ماسٹرنی؟ تم کیوں کٹ کھنی بلی بنی ہوئی ہو۔۔۔؟" کمر پر ہاتھ جماتے اس نے آنکھوں کو سکیڑ کر لال پیلی ہو رہی اس 'بلا' کو دیکھا جو بنا بات تو ہمیشہ ہی سر پھاڑنے کو تیار رہتی تھی لیکن آج کل کچھ زیادہ ہی تیکھی کٹار بنی ہوئی تھی۔

"مجھے ہے تکلیف تم سے مطلب؟" دوپٹہ شانے پر درست کرتے اس نے غیظ بھری آنکھوں کو مزید حلقہ سے باہر لایا۔

"اگر دولہے والے ہو تو سیدھا نکاح والے دن وہ بھی فنکشن ہال تشریف لانا۔۔اور دو پلیٹ بریانی ٹھونس کر شرافت سے چلتے بننا۔۔ بار بار گھر پر پکے پھل کی طرح ٹپکنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔چار اؤنگے بونگے کام میں ہاتھ بٹا کر ہم پر احسان جتانے کی تو بالکل بھی ضرورت نہیں ہے ہم پر۔۔میں خود کر سکتی ہوں تیاریاں۔۔ہاتھ پیر ٹوٹے ہوئے نہیں ہیں لوگوں کے احسانات لینے کیلئے۔۔۔۔" انتہائی بد تمیزی کے ساتھ جھاڑ کر وہ کپڑوں کی گٹھری اٹھائے تن فن کرتی نکل گئی تھی۔

نغمہ نے انتہائی دکھ و تاسف سے اس کی پشت کو دیکھا جو سارا بوجھ اٹھا کر دھپ دھپ کرتی چھت کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔

امروز کے ساتھ باقی سب حق دق اس کے شدید رد عمل پر جہاں کے تہاں تھے بیٹھے تھے۔

امروز نے مذاق میں بس اتنا ہی تو کہا تھے کے

"تم لڑکیوں کی باون طرح کی چیزوں کیلئے بازار کے چکر لگا لگا کر میرے چپل گھس گئے ہیں، کم از کم یہ احساس ہی کر لو کے میں دولہے والا ہوں۔۔"

یہ کہتے ہوئے اس کے لبوں پر شریر مسکراہٹ رقصاں تھی اور سبھی جانتے تھے وہ چھیڑ رہا۔اس پر نجمہ کا اس قدر ترش رد عمل ہر کسی کیلئے حیران کن تھا۔

"میں۔۔میں دیکھتی ہوں انھیں۔۔"بقیہ دوپٹہ اٹھاتی زینیہ بھی سیڑھیوں کی طرف لپکی تھی۔

"یہ تو پورا محلہ جانتا ہے اس گلی ماسٹرنی کے سارے پیچ ڈھیلے ہیں۔۔ لیکن یہ ڈھیلے پیچ گرے کب جو مجھے خبر نہیں۔۔؟" بحر حیرت سے نکلتے امروز نے تشویش زدہ تاثرات لیئے چیزیں سمیٹ رہی نغمہ کو دیکھا۔

"اس کی بد تمیزی کیلیئے میں معذرت کرتی ہوں امو! پریشان ہے وہ کچھ اس لیئے زیادہ بول گئی۔۔" نغمہ حقیقتاً شرمندہ تھی۔

"ارے! آپ اللہ میاں کی گائے کیوں اس کٹ کھنی بلی کیلیئے معذرت کر رہی ہیں۔ وہ تو ہے ہی پیدائشی خونخوار لیکن میں بھی کچھ کم تھوڑی ہوں۔۔" امروز نے فوراً نغمہ کو ٹوکا تھا۔

"ویسے جانتی ہیں مجھے کیا لگ رہا ہے۔۔؟" وہ کھسک کر رازدارانہ انداز میں نغمہ کے قریب ہوا۔

"کیا؟"

"آپ کی شادی ہو رہی ہے ناں۔ تو اسے اب احساس ہو رہا ہے اب سارے کام اس نے ہی کرنے ہوں گے ہمہ وقت مٹر گشت کرنے کیلئے وقت نہیں ملے گا اسی لیئے بولائی بولائی گھوم رہی ہے۔۔"لب دانتوں تلے دبا کر انتہائی سنجیدگی سے کہنے پر نغمہ اس کی شریر آنکھوں کی چمک پر تاسف سے سر ہلاتی نکل گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"آپا! میں بتا رہا ہوں آپ نہیں آئیں تو میں کیک کٹ نہیں کروں گا۔۔اس مرتبہ میں نے اپنے سارے فرینڈز کو انوائٹ کرنے کا سوچا تھا میں وہ بھی نہیں کروں گا۔ میں نے گرینڈ ایونٹ مینشن میں رکھنے کا ڈیسائیڈ کیا تھا میں وہ بھی نہیں کروں گا۔۔اور۔۔اور۔۔۔شٹ"ایک سانس میں نہایت خفگی سے کہتے اگلی دھمکی یاد نہ آنے پر عمر نے خود کو ہی چپت رسید کیا تھا۔

جس پر سات سمندر پار امریکہ میں اپنے پینٹ ہاوز کے پر تعش کمرے میں نائٹ سوٹ میں ملبوس شانے سے کافی نیچے آرہے نم بالوں کو کھلا چھوڑے دائیں ہاتھ کی مٹھی پر ٹھوڑی ٹکائے نہایت دلچسپی سے سنگین قسم کی دھمکیاں سن رہی اس کے لب تبسم میں ڈھلے تھے۔

"اور۔۔۔؟"توقف سے مترنم سوال گونجا۔

"اور میں نئے کپڑے بھی نہیں پہنوں گا بورڈنگ سے گھر بھی نہیں آؤں گا۔۔"بجائے اموشنل ہونے کے الٹا اکسانے پر احتجاجاًوہ چڑا تھا۔

"اور۔۔۔؟" یاقوتی لبوں کو پھیلنے سے بمشکل باز رکھے اس نے پھر وہی لفظ دہرایا۔۔

"آپا۔۔!!"احتجاجاًوہ مشتعل ہو گیا۔

"یس! میں جاننا چاہ رہی ہوں آپ اپنی آپا کے بغیر اور کیا کیا نہیں کریں گے۔۔" وہ باز نہ آئی تھی۔

"مم۔۔ میں۔۔ میں آپ سے بات ہی نہیں کروں گا۔۔" غصہ سے سرخ ہوتے عمر صاحب سکرین سے واک آؤٹ کر چکے تھے۔

"آپا! اب تو اتنے سارے مہینے ہو گئے اب تو آ جائیں ناں آپ! ہم لوگ اتنا زیادہ مس کرتے ہیں آپ کو آپ ہمیں مس نہیں کرتی کیا۔۔؟" سکرین پر عمیر کی بسورتی شکل نمودار ہونے کے ساتھ برجستہ شکوہ بھی آیا تھا۔

جس پر اس کے متبسم لب بے رونق ہوئے تھے۔

"میں بھی آپ لوگوں کو بہت مس کر رہی ہوں۔۔" وہ ہولے سے بولی۔

"پھر آ جائیں ناں واپس!!" وہ بدقت بولا۔

وہ چپ سی ہو گئی۔

"تو پھر میں سونو کو بتانے جارہا ہوں آپ اس کی برتھ ڈے پر آرہی ہیں۔ ورنہ وہ سارا دن منہ سوجائے گھومے گا اور میرا بھی ٹائم خراب ہو جائے گا۔۔" اس کی خاموشی کو رضامندی تسلیم کرتا وہ پرجوش سا اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی سکرین سے غائب ہوا تھا۔۔

وہ لب نیم وا ں کئے ہی رہ گئی تھی۔

"آجاؤ بیٹا اب واپس! کسی بھی موضوع پر سوچنے کیلئے اتنا وقت بہت ہوتا ہے۔۔۔" وہی ملائم دل موہ لینے والا لہجہ وہی ممتا کی تڑپ لی ئے ملول چہرہ۔ خاموش نگاہوں سے سکرین کو دیکھتی وہ لبوں کو جنبش ہی نہیں دے پائی تھی۔

دفعتاً سرہانے رکھا فون بپ ہوا تھا بے ارادہ نظر آواز کی تعاقب میں سکرین پر پہنچی تو وہاں چمکتے نام کو دیکھ وہ سرعت سے زاویہ نظر لیپ ٹاپ سکرین کی

طرف کر گئی تھی جہاں اس کی ماں آس بھری نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

وہ بنا لبوں کو دقت دئے ہولے سے سر کو جنبش دے گئی جس پر مقابل کا چہرہ یکایک ہے پایاں خوشی سے روشن ہوا اٹھا تھا جو دیکھتے اس کے مغموم دل کا ایک گوشہ جھوم اٹھا تھا۔۔

"اللہ حافظ !!" ہاتھ ہلا کر زیر لب الوداعی کلمات ادا کرتے کال ڈراپ کر کے لیپ ٹاپ بند کرتی وہ پھر ایک نظر ہنوز روشن فون سکرین پر ڈالتی آنکھیں موند گئی تھی۔

گزشتہ چار مہینوں سے یہ نمبر وقتاً فوقتاً اس کی سکرین پر چمکتا رہتا تھا جس کا اس کے من میں ہوتا تو جواب دیتی ورنہ اکثر دیکھ کر نظر انداز کر دیتی تھی۔

اک فقط تجھ سے تغافل نہیں برتا میں نے

ورنہ ہر ذات سے مفرور ہوئے پھرتے ہیں...!!

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آج اپنی پرموشن کی خوشی میں مٹھائیاں لیکر وہ کئی ہفتوں بعد باوجود بے انتہا مصروفیات کے بطور خاص گھر لوٹا تھا۔۔

لیکن صد افسوس گھر ایس پی صاحب کا استقبال کرنے کیلئے کوئی بھی موجود نہیں تھا پورا گھر بھائیں بھائیں کر رہا تھا وہ مختصر سا سفری بیگ وہیں دالان میں رکھ کر تھکن زدہ سا صوفے پر گر کر دم بھرنے لگا تھا۔

جب یکایک سانسوں میں اتری مانوس سی مہک سے دھڑکنوں کی لے بدلنے پر اس کی حساسیت برق روی سے بیدار ہوئی تھی۔پٹ سے آنکھیں کھولتے اس نے ارد گرد بے یقین نگاہیں گھمائی لیکن وہاں تو کوئی نہیں تھا۔

"خواہ مخواہ کی چیزوں کو ذہن پر سوار رکھو گے تو ایسے ہی واہم ستائیں گے۔۔۔" ذہن میں کوندے ناممکن خیال پر خود کو ملامت کرتا وہ بیگ لیکر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

قدم خود بخود اپنے کمرے کی طرف اٹھنے لگے تھے جہاں اس کے چلے جانے کے باوجود بھی وہ دوبارہ قیام نہیں کر پایا تھا ایک تو ان گزشتہ چار مہینوں میں وہ گھر ٹھہرا ہی کم تھا اور ٹھہرتا بھی تو ابرار حمید کا کمرہ یا پھر دالان میں ہی ٹھکانہ ہوتا۔۔

اس کمرے کی ایک ایک چیز سے آتی اس کی مہک، ہر جگہ اسی سلیقہ سے رکھی اس کے استعمال کی چیزوں کی حکمرانی، ہر شئے سے اُبھرتا اس کا عکس اسے بے کل و بے چین کئے دیتا تھا۔

کمرے کہ احاطہ میں قدم رکھتے ہی نتھنوں سے ٹکڑاتی وہ مخصوص سی خوشبو تیز ہو گئی تھی جیسے ابھی اس فضا نے اس وجود کو چھوا ہو۔۔

ڈریسنگ پر سلیقہ سے رکھی اس کی چیزوں کی ترتیب بھی بگڑی ہوئی تھی ساتھ وہاں کچھ استعمال شدہ ٹشوز کا اضافہ ہوا تھا۔ نم ٹاول بیڈ کی پائینتی پر رکھا تھا وہ سر جھٹکتا نیم واں واش روم کے دروازے کی سمت بڑھا جس کے ٹائیلز بھیگے ہوئے تھے۔

"اس روم کو کسی نے تو استعمال کیا ہے۔۔" ماتھے پر بل نمودار کرتے وہ زیر لب بڑبڑایا۔

"شائد خالہ کے کسی مہمان نے۔۔" ذہن میں اُبھرتے نام کو تیزی سے جھٹکتا وہ بڑبڑایا پھر مزید وہاں لمحہ ضائع کئے بغیر تیزی سے مڑتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

تمہارے حسن سے رہتی ہے ہم کنار نظر

تمہاری یاد سے دل ہم کلام رہتا ہے

رہی فراغتِ ہجراں تو ہو رہے گا طے

تمہاری چاہ کا جو جو مقام رہتا ہے

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وائٹ کلف لگے شلوار قمیض میں ملبوس وہ نم بالوں کو سنوار کر چوڑی مضبوط کلائی میں گھڑی باندھتا ابرار حمید کے روم سے برآمد ہوا۔

ایک مرتبہ پھر حاوی آئے اس شدت آور فریبی احساس پر پورے گھر میں نگاہ دوڑاتا اپنے بے سر و پا وہم پر سر جھٹکتا مٹھائیوں کا ٹوکری اٹھا کر گھر سے نکل گیا تھا۔

خالہ کے گھر کے باہر حسب توقف خوب گہما گہمی تھی۔

چھوٹے بڑے ہر سائز کے کچھ محلے کے کچھ نئے بچے جو غالباً مہمان خواتین کے ہوں گے باہر خوب اودھم مچا رہے تھے وہ ایک محلے کے بچے کو آواز دیکر مٹھائی کی ٹوکری تھماتا ہوا اگلا کھنکارتا باہر آتے جاتے لوگوں کو سلام دعا کرتا اندر داخل ہوا تھا۔

اندر آنگن میں چھوٹے موٹے کام میں مشغول خواتین و لڑکیوں کی الگ الگ ٹولیاں بیٹھی ہوئی تھی جو کام کم ہنسی ٹھٹھے چھیڑ خانی پر زیادہ دھیان دے رہی تھیں۔

اچانک سب کے اپنی طرف متوجہ ہونے پر ایک پل کو اس کا من کیا یہیں سے قدم موڑ لے لیکن خالہ اور دیگر کچھ جان پہچان والی بزرگ خواتین کو دالان میں بیٹھا دیکھ بچتے بچاتے اسے ادھر جانا ہی پڑا تھا۔

ان لوگوں سے کھڑے کھڑے سلام دعا کر مناسب عذر تراشتا ابھی وہ واپسی کیلئے قدم موڑنے ہی لگا تھا کے

دفعتاً کمرے سے اٹھی جلترنگ سی ہنسی پر ایک مرتبہ پھر وہ بری طرح چونکا تھا۔

لیکن وہاں عورتوں لڑکیوں کا ایسا ہجوم تھا کے اندر جھانک کر تصدیق کرنے کا سوچنا بھی عبث تھا۔۔

وہ دل ہی دل خود کو اچھی طرح لتاڑ کر تیزی سے باہر نکلا تھا۔

عین پھاٹک کے قریب باہر سے آرہے شہروز کے ہمراہ وائٹ کرتا شلوار میں ملبوس چلے آرہے بچوں کو دیکھ وہ ایک مرتبہ پھر بری طرح ٹھٹھکا تھا۔

"یہ۔۔یہ لوگ کون ہیں۔۔؟"ان کے قریب آتے ہی کافی حد تک ایک دوسرے سے ملتے جھلتے نقوش والے بچوں کو دیکھ اس نے حیرانگی سے پوچھا۔۔

"یہ۔۔یہ ہمارے خاص مہمان ہیں۔۔"پل کیلئے گڑبڑا کر پھر شہروز اعتماد بحال کرتا قصداً مسکرا کر بولا۔

"کس کے بچے ہیں؟"آنکھیں مشکوک انداز میں سکڑی اس حد تک نین و نقش میں مماثلت اتفاق تو قطعی نہیں ہو سکتا۔

"یہ وہ۔۔۔"

"دیکھیں مسٹر! ہم بچے نہیں ہیں ہم ففتھ اسٹینڈرڈ میں ہوتے ہیں اور ففتھ اسٹینڈرڈ میں بچے نہیں ہوتے ہیں۔۔"شہروز سے پہلے ہی بائیں جانب والا بچہ انتہائی تیکھے انداز میں بچہ کہے جانے پر معترض ہوا تھا۔۔

"بائے دا ایم ٹویل ایئر اولڈ!!" ساتھ دائیں جانب والے نے بھی گردن اکڑا کر ٹکڑا لگایا۔

جس پر طلحہ کی بھویں سکڑی تھی وہی نین نقش وہی تیکھا نہ دبنے والا طرز تکلم۔۔

"اچھا! نام کیا ہے آپ کا۔۔۔؟"

"سوری! بٹ ہم اسٹرینجرز کو نام نہیں بتاتے۔۔؟" ٹکا سا جواب کمال برجستگی سے دائیں جانب سے آیا تھا۔

"اسٹرینجر!" طلحہ نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔۔ یہ جو آپ کے ساتھ کھڑے ہیں ناں۔۔ یہ اسٹرینجر ان کے بڑے بھائی لگتے ہیں وہ بھی سگے۔۔" پدیوں کی تیکھے تیوروں کو بھویں قریب کر کے جانچتا وہ اطلاعاً بولا تھا۔

"اہ!!!تو آپ ہیں مسٹر ڈی ایس پی۔۔؟"ردعملاً ہونٹ گول کر کے دونوں نے نگاہوں کا تبادلہ کرتے مخصوص اشارہ کیا۔

"ڈی ایس پی نہیں۔۔ایس پی!!"

"وہاٹ ایور!!"شانے اچکاتے دونوں نے آنکھیں گھمائی۔

"ایک۔۔ایک سیکنڈ۔۔کیا کہا پھر سے کہیں۔۔"ان کے انداز پر وہ چونک کر سیدھا ہوا تھا۔

"ہم نے کہا آپ ایس پی ہوں ڈی ایس پی ہوں ہم کیوں ڈریں ہم نے کوئی کرائم تھوڑی کیا ہے۔۔"دونوں نے ہی بے نیازی سے واپس شانے جھاڑے۔۔

"نو۔۔نو۔۔اس سے پہلے کیا کہا۔۔؟"وہ لہجہ سننا چاہ رہا تھا۔

"ہم نے کہا ہم اسٹرینجرز کو اپنا نام نہیں بتاتے۔۔"

"نہیں اس کے بعد۔۔۔"

"لسن! مسٹر ڈی ایس پی 'آر' ایس پی وہاٹ ایور۔۔ یہ ٹو سائیڈیڈ کنورسیشن تھی اس کے بعد آپ نے کچھ کہا تھا۔۔" دائیں جانب والا قدرے تیز بچہ یاد دہانی کرانے کے انداز میں بولا۔

"شیر و بھائی! ہمیں اندر لے چلیں پلیز۔۔" طلحہ کو شٹ اپ کال دیکر دونوں شہروز کی طرف مڑے۔

"ایک سیکنڈ آپ لوگوں نے اپنا نام نہیں بتایا۔۔" وہ جلدی سے ان کی راہ میں حائل ہوا۔

"ہم نے کہاں نہ ہم اسٹرینجرز کو اپنا نام نہیں بتاتے۔۔"

"بٹ میں نے بتایا نہ میں ان کا بھائی ہوں۔۔"

"آپ ان کے بھائی ہیں ہمارے نہیں۔۔اور ہم انھیں جانتے ہیں آپ کو نہیں۔۔ سو آپ اب بھی اسٹرینجر ہی ہیں۔" صفا چٹ جواب لٹھ مار انداز میں نئے نئے ایس پی صاحب کے منہ پر کر دونوں شہروز کا ہاتھ تھام کر آگے نکل گئے تھے۔۔

"بے بنیاد سایوں کا تعاقب کرو گے تو پھر ایسی ہی عزت افزائی ہو گی تھانیدار! حد ہے مطلب اتنے سے پدیوں نے دماغ کا خلل ٹھیک کر دیا۔" تیزی سے پھاٹک عبور کرتے اسے اپنے آپ پر ٹھیک ٹھاک تپ چڑھی ہوئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آج اس کا بطور ایس پی پہلا دن تھا۔ سابقہ ایس پی نے تمام فائل اسے ہینڈ اوور کر دئے تھے وہ آج انھیں پر سرسری سی نگاہ دوڑا رہا تھا۔

ماتھے پر ہمیشہ کی طرح سلیقہ سے بال سیٹ تھے اور کشادہ پیشانی پر بل نمودار۔۔ گھنی سیاہ مونچھوں تلے عنابی لب باہم پیوست تھے فائل پر مرکوز پتلیوں پر ازلی سرد سی سنجیدگی ٹھہری ہوئی تھی۔

دائیں ہاتھ میں پیپر ویٹ عادت کی مطابق ایک تسلسل سے گھوم رہا تھا بائیں ہاتھ پر رکھا گرین ٹی کا مگ وقفہ وقفہ سے بھینچے لبوں تک رسائی کرتا اپنی کڑواہٹ سے اس کے سپاٹ تاثرات پر کسی بھی قسم کا تغیر نمایاں کرنے میں ناکام تھا۔

دفعتاً خاموش فضا اس کے پرسنل فون کی مخصوص رنگ سے مرتعش ہوئی تھی جس سے اس کی محویت میں خلل پڑا تھا۔ پیپر ویٹ کی حرکت رکی تھی ساتھ بائیں ہاتھ سے کال رسیو کرتے فون کان سے لگایا گیا تھا۔

"وہاٹ!!!!"دوسری طرف سے ملی اطلاع پر وہ جھٹکے سے کھڑا ہوا تھا ساتھ ہی کیپ اور والیٹ اٹھاتا سیکنڈ ضائع کئے بغیر وہ آفس سے باہر نکل چکا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

اور اب چار مہینے ستائیس دن بعد آج وہ اس کے روبرو کھڑی تھی۔

وہی مغرور غزالی آنکھیں، وہی تیکھے نخوت زدہ نقوش وہی انداز کی باکمال بے نیازی وہی خم دار لبوں پر ٹھہری سرکشی و خودسری۔۔

البتہ باب کٹ بال اب پونی ٹیل میں قید ہونے کے لائق ہو گئے تھے۔ جس کی آوارہ لٹیں وارفتگی سے اس کے ملائم رخساروں کی ہوا کی دوش پر بوسہ لے رہی تھی۔۔

سیاہ کرتے پر وائٹ جینز گلے میں آئینہ کے کام والا اسٹالر سلیقہ سے مفلر کے انداز میں لیئے اور چمچماتی گاڑی کی بونٹ سے ٹیک لگائے سینے پر دونوں بازو

باندھے یوں لاتعلق کھڑی تھی گویا وہ اس ہنگامہ کی وجہ نہیں بلکہ تماشائی ہو۔۔

شہر کا معزز ایس پی ہو کر ایک کال پر اس کیلئے اپنا رتبہ اپنا مقام پس پشت ڈالے بھاگم بھاگ کر کے آئے طلحہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی آیا وہ دید کو ترسی نگاہوں کو سیراب کرے یا موقع کی نزاکت اور اس کی ڈھٹائی پر سر پیٹے۔۔

"ایک معذرت کر لینے سے آپ کی زبان نہیں گھس جائے گی۔۔" وہ بڑے ضبط سے بھینچے زچ لہجے میں بولا تھا۔

"بٹ میں سوری کروں کیوں؟ ان کا جو نقصان ہوا ہے میں دینے کیلئے تیار ہوں ناں۔ وہ کہیں گے تو دگنا تین گنا چار گنا بھی دے دوں گی بٹ سوری۔۔ نو چانس۔۔ آفٹر آل میں نے جان بوجھ کر گاڑی نہیں ماری تھی۔۔" نخوت سے ناک چڑھاتی وہ اپنے موقف پر اسی طرح قائم تھی۔

"غلطی جان کر کی جائے یا انجانے میں یہ آپ کا مسئلہ ہے۔آپ نے غلطی کی ہے اگر مقابل معذرت کی ڈیمانڈ کر رہا ہے تو آپ کو کرنا ہو گا۔۔"

"ان یور ڈریمز!!"

"ہر چیز پیسے سے نہیں خریدی جا سکتی ہے محترمہ!"

"میں انھیں خرید رہی بھی نہیں مائنڈ یور ورڈز!!" وہ سکونیت سے بولی۔

جس پر جبڑے بھینچ کر پیشانی مسلتے طلحہ نے گردن موڑ کر ٹرافک پولیس اور اپنے ماتحت کے ساتھ کھڑے موٹر بائیک والے کو دیکھا جس کی نقصان سے زیادہ ہی وہ بھرپائی کر چکا تھا تاہم وہ بھی ٹیڑھی کھیر بنا معذرت کی ڈیمانڈ لیئے کھڑا تھا پبلک پلیس ہونے کے باعث وہ اسے کچھ کہنے سے بھی قاصر تھا ورنہ بات کا بتنگر بن جاتا۔

"دیکھیں! جس طرح آپ کی ایگو ہے اسی طرح سب کی ہوتی ہے۔۔آپ نے نا صرف ٹرافک رول توڑا ہے بلکہ ایکسیڈنٹ بھی کیا خوش قسمتی سے جانی نقصان نہیں ہوا لیکن وہ آپ کے خلاف کمپلین کر سکتا ہے۔۔سو پلیز تعاون کریں۔۔۔"چٹختے اعصاب کو یکجا کر وہ تحمل سے بولا تھا۔

"تو کر دے۔۔"

"جیل دیکھا ہے کبھی آپ نے؟"

"جاؤں گی تو دیکھ بھی لوں گی!"آنکھیں گھما کر شانے اچکاتی اس کی شان بے نیازی کا کیا ہی کہنا تھا۔

"آپ کے خیال میں جیل آپ کے پپا جی کا پیلیس ہے جو جائیں گی تو دیکھ لیں گی؟" باوجود خود کو سرزنش کرنے کے اس کے انداز پر اس کا لہجہ تیز ہوا تھا۔

"پپاجی تک مت جاؤ!" بدقت انگلی اٹھاتے وارن کرتے اس کے نتھنے پھولے تھے۔

"آپ بھلے اپنے پپاجی کا نام روشن کرنے کیلئے جیل تک چلی جائیں؟"

"تمہیں اس سے کیا؟ میں جیل جاؤں، جیوپٹر پر جاؤں، یا کہیں اور ایکس وائی زی پلیس پر جاؤں میں میرا ایشو ہوں میرے ڈیڈی کا ایشو ہوں تمہارا کنسرن نہیں ہوں۔۔" اس کے تیکھے طنز پر وہ ٹھیک ٹھاک بھڑک گئی تھی۔

"میں آپ کیلئے نہیں عوام الناس کیلئے فکر مند ہوں جن کی موت کا ویزا لیکر نکلی ہیں آپ! اس گاڑی کی صورت، لہٰذا مزید بحث میں وقت ضائع کرنے کے بجائے جو کہ رہا ہوں وہ کریں۔۔ ورنہ یہ لوگ آپ کی خواب نگری خود آپ کو لیکر جائیں گے۔۔" وہ بھی مروت کو زحمت دئے بغیر اس کی ڈھٹائی پر زچ ہوتا جتا کر بولا۔

جواباً اُس کے اتنے مہینے بعد بھی اسی بے مروتی پر وہ گیلی لکڑی کی طرح سلگ اٹھی تھی۔ باوجود خود سے عہد کرنے کے وہ اپنا ضبط نہیں کھوئے گی وہ مشتعل ہو گئی تھی۔

"تم۔۔ تم۔۔ تم ہوتے کون ہو مجھے آرڈر دینے والے؟" سختی سے دونوں مٹھیاں بھینچتے بڑھتے خلفشار خون کی وجہ سے اس کا چہرہ لہو رنگ ہو گیا تھا۔

"اس شہر کا ذمہ دار ایس پی! جو آپ کی وجہ سے اس وقت سڑک پر کھڑا بریکنگ نیوز بننے کا منتظر ہے۔۔" چبا کر اس نے موقع کی سنگینی کا اسے احساس دلوانا چاہا تھا۔

"آپ۔۔ آپ ایس۔۔ ایس۔۔ ایس پی سر ہیں۔۔" اس کے تعارف پر موٹر بائیک والا حواس باختہ سا اس کے قریب آیا تھا۔

چونکہ طلحہ قصداً اپنی کیپ گاڑی میں رکھ کر آیا تھا اور بائیک والا بھی کوئی خاص پڑھا لکھا نہیں تھا سو اس کی وردی سے اسے عام پولیس والا سمجھ کر اس کے اس امیر زادی کی حمایت کرنے پر ٹھیک ٹھاک دھمکی دے چکا تھا اب جب عقدہ کھلا تو اوسان خطاء ہوئے تھے۔

"سس۔۔ سر۔۔ سر جی۔ مجھے تو ایسی۔۔ کوئی چوٹ ووٹ نہیں آئی ہے۔ آپ۔ آپ یہ پیسے بھی۔۔" پسینہ سے تربتر وہ جیب میں موڑ سوڑ کر گھسائے پیسے نکالنے لگا کہ طلحہ نے سرعت سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"آپ حق بجانب ہیں۔ اور یہ پیسے آپ کے واجب ہیں۔۔" وہ نرمی سے بولا تھا۔

اپنے عہدے کا اس بے ضرر شخص کی آنکھوں میں خوف اسے بالکل بھی اچھا نہیں تھا۔

"شک۔۔شکریہ سر جی۔۔"اس کے نرم انداز پر سر ہلاتا وہ مڑا۔

"سنو!!"خاموشی سے ساری کاروائی دیکھ رہی آبرو کی آواز پر جان بچی سو لاکھوں پائیں کے مصداق بعجلت جارہا شخص خائف سا مڑا۔

"ایم سوری! مجھ سے واقعی غلطی ہو گئی تھی۔ان کا مجھ سے یا میری غلطی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔۔تم یہ سارے پیسے رکھ لو۔۔لیکن انھوں نے جو دئے ہیں وہ لوٹا دو۔۔"والیٹ سے بنا گنے کئی بڑے بڑے نوٹ نکال کر اس شخص کی طرف بڑھاتی وہ بولی تو وہ شخص ایک ہاتھ سے اتنے سارے پیسے لیتا سر ہلاتا دوسرے سے طلحہ والے پیسے نکالنے لگا۔

"آپ۔۔آپ۔۔جائیں ان کی بات سننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"اس شخص کے بڑھائے پیسے اسی کی مٹھی میں دبا کر اس کا بازو جکڑتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔۔

"کک۔۔ کیا کر رہے ہو۔۔ چھوڑو مجھے۔۔ میری گاڑی وہاں ہے۔۔"اس کے فرنٹ ڈور کھول کر اندر بٹھانے پر وہ احتجاجی ہوئی تھی۔

"جی! وہ مجھے بھی نظر آ رہی ہے غالباً اس کے دونوں پنکچر ٹائر آپ کو نظر نہیں آ رہے۔ سو چپ کر کے چلیں جہاں جانا ہے میں آپ کو چھوڑ دوں گا۔۔"

"چھوڑنے میں تو نو ڈاؤٹ ایکسپرٹ ہو!!"اس کے فگار لبوں سے برجستہ پھسلا طنز ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ رہے طلحہ کو لحظے بھر کیلئے فریز کر گیا تھا۔

"آپ تو امریکہ چلی گئی تھی ناں واپس کیسے آ گئیں؟" سنبھل کر ڈرائینگ سیٹ سنبھالتے وہ قصداً بات بدلنے کیلئے پوچھ رہا تھا۔

"امریکہ گئی تھی مر نہیں گئی تھی جو واپس بھی نہیں آ سکتی۔۔"اس کے تلخ جواب پر اس نے بس ایک خاموش نظر اس پر ڈالنے پر اکتفا کیا تھا۔

"مجھے مال تک جانا ہے وہاں اتار دینا باقی میں مینج کر لوں گی۔۔"توقف سے مختصر جملہ گونجا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"واو! وہاٹ آ پلیزنٹ سرپرائز آبرو تم کب واپس آئی؟"مال کے باہر وہ فرنٹ ڈور کھول کر باہر نکلی ہی تھی کے بے تکلفی سے مخاطب کئے جانے پر چونک کر متوجہ ہوئی۔

دوسری گاڑی سے بڑی سی مسکراہٹ کے ساتھ نمودار ہوئے سلیمان کو دیکھ اس کا حلق تک کڑوا ہوا تھا۔

لیکن ڈرائیونگ سیٹ سے بعجلت برآمد ہوئے ایس پی صاحب کو دیکھ لبوں تک آئے زہریلے الفاظ کا گلا گھونٹتے وہ قصداً مسکرائی۔

"اسی ویک آئی ہوں۔۔"

"رئیلی؟"اس کی جبری مسکراہٹ سے وہ یوں پر جوش ہو کر قریب آیا گویا ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔

آبرو تو زہر کا گھونٹ بھر گئی البتہ طلحہ نے مٹھیاں بھینچی۔

"یپ!! عمر کی برتھ ڈے آنے والی ہے تو آنا پڑا۔ ویسے تم کب واپس آئے۔۔؟"امریکہ میں دو تین ملاقات پر جسے اس نے جھوٹے منہ لفٹ نہیں کروائی تھی ابھی یوں تفصیل میں جا رہی تھی گویا کتنے اچھے مراثم ہو۔

ویسے دل تو اس کا اب بھی اس کے خوش قسمتی سے نہ بنے بھگوڑے چھچھوڑے دولہے کے منہ پر لعنت بھیجنے کا تھا لیکن تھانیدار کی موجودگی و تجسس دیکھ جھیل رہی تھی۔۔

"میں بھی لاسٹ ویک ہی آیا ہوں۔۔اور اتفاق دیکھو میں بھی یہاں گفٹ لینے کیلئے ہی آیا ہوں چلو یہ اچھا ہو گیا ساتھ شاپنگ کرتے ہیں کچھ باتیں بھی ہو جائے گی اور

قسمت سے نصیب ہوئی اس خوبصورت کمپنی کے بدولت گفٹ لینے میں ہیلپ بھی مل جائے گی۔ایکچولی مجھے آئیڈیا نہیں ان چیزوں کا۔"انگلی تھمانے پر ہاتھ پکڑنے کے مصداق وہ تو اوقات سے زیادہ ہی پھیل گیا تھا آبرو نے دانت کچکچائے طلحہ کی بھی بس ہوئی۔

"یہ وہی موصوف ہیں ناں جو نکاح سے بمعہ فیملی گیلانیوں کی دہشت سے خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔۔؟"استحاق سے آبرو کو مخاطب کرتے اس کے حوالے پر تیزی سے سلیمان کا کھلتا چہرہ سبکی کے احساس سے تاریک ہوا تھا۔

"یس ایکچولی!! یہ عمران تایا ابو کے بیٹے ہیں۔ ہم گھر کے علاوہ ایک دو بار امریکہ میں بھی مل چکے ہیں۔۔"اثبات میں سر ہلاتی وہ مسکرائی تو بیچارہ سلیمان مسکرا بھی نہ سکا۔

جبکہ طلحہ نے یوں ترش نظروں سے اسے دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو واقعی اس بھگوڑے پر آپ جیسی ٹیڑھی لڑکی نے عنایت کی۔۔۔؟

"لفٹ کیلئے تھینکیو اب تم واپس جاؤ میں بھی جا رہی ہوں۔۔"اس کی نظروں میں مخفی سوال کو قطعی نظر انداز کرتی وہ اندر کی جانب اعتماد سے قدم اٹھاتی بڑھ گئی تھی۔

وہ آئینہ بھی نہیں تھا کے ٹوٹتا مجھ میں

وہ سانحہ بھی نہیں تھا کے گزر جاتا

شکستہ ہو گیا آئینہ پندار ورنہ

یقین کر میں تیرے عشق سے مکر جاتا۔۔۔

گردن موڑ کر اس نے لاکھ خود کو سرزنش کرنے کے باوجود ضبط سے گلال آنکھوں سے دور جاتے مسافر کو دیکھا چار مہینہ کوئی اتنا چھوٹا عرصہ بھی نہیں ہوتا خاص کر ہجر کی صحرا میں آبلہ پا تشنہ حسرتوں کا بوجھ اٹھائے بھٹکتے رہے انسان کیلئے۔۔

لیکن اس شخص کی بے نیاز شخصیت میں ذرا فرق نہ آیا تھا آج بھی وہ کس آسانی سے پشت موڑ کر چل دیا تھا اور ایک وہ تھی جس نے اپنے چار ماہ ہر لمحہ ہر پل اس کی یادوں سنگ سسک سسک کر گزارے تھے۔۔

"تم ایک سٹوپڈ لڑکی ہو آبرو!" گلابی پنکھڑی کو سختی سے دانتوں تلے دباتی وہ جلتی آنکھیں آہستگی سے موند کر پل کیلئے دھڑکنے روک گئی پلکوں کے اس پار اس کا ہشاش بشاش چہرہ پوری آب وتاب کے ساتھ روشن تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

شادی کے دن قریب آرہے تھے گلی محلے کے لوگ قریبی رشتہ داروں کا ندرت خالہ کے یہاں تانتا بندھا ہوا تھا۔

یوں بھی چھوٹے قصبوں میں شادی بیاہ کا خوش رنگ سماں بڑا ہی دل آویز ہوتا ہے۔

جہیز کی تیاری میں مدد کروانے آنے والی محلے کی عورتیں۔۔دیگر چھوٹے بڑے کام میں ہاتھ بٹارہی لڑکیوں کے نقرئی قہقہوں سے فضا ہمہ وقت مرتعش و متحرک ہی رہتی تھی۔

چونکہ خالہ نے شادی نبٹنے تک ان لوگوں کو اپنی ہی طرف رہنے کھانے کا حکم دے دیا تھا خود طلحہ اور ابرار حمید کی سخت ہدایت تھی کے وہ لوگ ادھر ہی رہیں تا کے چھوٹے بڑے کام کیلئے خالہ کو مشکل نہ پیش آئے۔

بطور ایس پی ابھی ابھی تقرر ہونے پر طلحہ چاہ کر بھی نہیں آپا رہا تھا البتہ اپنے سورسیز کا استعمال کر کے بڑے بڑے کام اس نے کروا دئے تھے۔۔

طلحہ کی عدم موجودگی کا پلس پوائنٹ یہ رہا تھا کہ عورتوں میں گھس کر ہلا گلا کرنے بے وجہ کی چٹکلے چھوڑ کر لڑکیوں سے داد و تحسین وصول کرنے کی انھیں چھوٹ ملی ہوئی تھی۔

رقیہ دادی وقتاً فوقتاً غراتی تھیں لیکن تھا نیدار سی بات کہاں تھی جو وہ باز آجاتے۔۔

چونکہ آج اتوار تھا اور حسب دستور چوک پر ان کے یہاں کی مشہور کچوری اور جلیبی کا اسٹال لگا تھا جو نجمہ کے فیوریٹ تھے۔۔

لڑکیوں کی فرمائش پر لبیک کہتے وہ گرم گرم کچوڑی اور جلیبی لیکر آیا تھا اور انھیں کے درمیان بیٹھ کر ڈھولک پھوٹنے کے ڈر سے نہ دئے جانے پر پلیٹ اٹھا کر بجاتا خواہ مخواہ مسخری کرتا حسیناؤں کی دلکش قہقہوں سے سماعت سیراب کر رہا تھا جب نظر خاموشی سے ٹوکرا لیکر اپر جاتی ہوئی نجمہ پر پڑی۔۔

کچوریوں کی خوشبو کو دس کیلو میٹر دور سے سونگھ کر بلی کی طرح جھپٹ پڑنے والی آرام سے گزر گئی تھی یہ بات انتہائی حیران کن تھی نہ صرف یہ بلکہ گزشتہ ہفتہ سے اس کا برتاؤ عجیب ہی ہو گیا تھا خاموش مگر بے حد سپاٹ چھیڑنے والے کی بنا لحاظ ایسی کی تیسی کر دینا والا۔

جبکہ وہ ہی کہا کرتی تھی

"نغمہ کی شادی پر میں ایک مہینے پہلے سے ڈھولکی رکھوں گی اور دلہن کی اکلوتی بہن ہونے کے ناطے کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی کوئی مجھے مجبور نہ کرے بس!"

اور اب وہی بے حد خاموشی سے ہر کام کرتی اصل شادی کی رونق سے دور دور رہ رہی تھی۔۔ نغمہ اور ندرت خالہ اسے لیکر بے حد پریشان تھیں لیکن اس کے پل پل بدلتے موڈ کو دیکھتے امروز نے پوچھا نہیں تھا۔

لیکن ابھی کی بات اس سے قطعی ہضم نہیں ہوئی تھی تبھی ہاتھ میں موجود پلیٹ میں دو کچوری کے ساتھ املی کی چٹنی کی چھوٹی سی کٹوری رکھتا سب کی طرف اک مسکراتی نگاہ اچھال کر سیڑھیوں کی طرف لپکا تھا۔

"اے! گلی ماسٹرنی تم رو رہی ہو؟" اسے دوپٹہ سے آنکھیں رگڑتا دیکھ وہ حیرانگی سے قریب آیا تھا۔

"کک۔۔کون رو رہا ہے بکواس مت کیا کرو۔۔اور تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔۔؟"زور سے دونوں گال رگڑتی وہ جلدی سے ٹوکری لیکر نیچے بچھے تیز مسالے جمع کرنے لگی تھی۔۔

"میں تو کچوری کے ساتھ ہوا کھانے آیا تھا لیکن تمہیں روتا دیکھ کر ترس کھاتے اب یہ تمہیں دے رہا ہوں کھالو رو مت۔۔"اس کے قریب ٹکتے امروز نے پلیٹ اس کی طرف کھسکائی۔

"بہت عنایت! لیکن ٹھوس لو۔۔مجھے کسی کا احسان نہیں چاہیئے۔۔"کسی مکروہ شئے کی طرح پلیٹ پڑے ہٹاتی وہ روئی روئی آنکھوں سے غرائی تھی۔

"نہیں چاہیئے تو نہ لو اس میں اتنا بھڑکنے کی کیا ضرورت ہے۔۔"نروٹھے پن سے کہتے وہ خود کچوری کھانے لگا تھا البتہ کھوجتی نگاہیں اس پر تھی جو جھنجھلائے انداز میں تیز تیز ہاتھ چلاتی ٹوکری بھر رہی تھی۔

"ویسے دنیا میں ایک تمہاری ہی بہن کی شادی نہیں ہو رہی جو اتنا رونا دھونا مچایا ہوا ہے۔۔اس کے جھٹکے سے اٹھنے پر وہ ہڑبڑایا۔۔مم۔۔میرا مطلب ہے تمہاری بھی ہو جائے پہلے نغمہ کی ہو جانے دو پھر ڈھونڈ لیں گے کوئی۔۔"اس کے خونخوار تیور دیکھ امروز کے دونوں ہاتھ کھڑے ہوئے۔

"تم مرے جا رہے ہو تو جا کر خود کرو کسی اندھی بھینگی سے شادی۔۔میں تمہاری طرح ترسی ہوئی نہیں ہوں۔۔دنیا میں ہزاروں غم ہے اس فضولیت کے علاوہ۔۔جسے دیکھو شادی۔شادی۔شادی لگا رکھی ہے شادی نہ ہوئی سزا ہو گئی۔۔۔"بھڑک کر ساری بھڑاس نکالتی وہ آنکھوں میں تیزی سے تیرتی نمی کو چھپاتی دھپ دھپ کرتی سیڑھیاں اتر گئی تھی۔۔

"اس کے ساتھ مسئلہ کیا ہوا ہے آخر؟کیوں خودکش بم بنی گھوم رہی ہے۔۔؟"سر کھجھاتے امروز نے پرسوچ نظروں سے خالی سیڑھیوں کو دیکھا۔

"ویسے معلوم ہے تجھے کل میں نے کسے دیکھا؟" بریانی سے بھرا چمچ منہ کے قریب لیجاتے فارس نے تجسس پھیلانے کے انداز میں پوچھا۔

"کسے؟"

"ملک زادی کو۔۔۔اینڈ گیس وہاٹ؟" چمچ پلیٹ میں رکھتے آپس میں ہاتھ رگڑتے اس نے پرجوش نظریں طلحہ پر گاڑھی جو بھرپور لاتعلقی کا اظہار کرنے میں ناکام تھا۔

"ان کے ساتھ ایک ہینڈسم سا بندہ بھی تھا۔۔"

"ہینڈسم؟اور وہ چلغوزہ۔۔؟دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔۔اپنی آنکھیں چیک کرواؤ پہلی فرصت میں۔۔۔" چمچ پلیٹ میں پٹختے وہ شدید معترض تھا۔

"کون چلغوزہ بھائی۔۔؟" فارس نے مصنوعی اچنبھے سے پوچھا۔

"مجھے کیا معلوم تم جرنلسٹ ہو ہر خبر پر تمہاری نظر رہتی ہے۔۔" وہ اپنی بے اختیاری پر ملامت کرتا فوراً سنبھلا تھا۔

"خیر بندہ اچھا خاصا ہینڈسم تھا ہائیٹ پرسنالٹی بھی قریب قریب تمہاری جیسی ہی۔۔۔۔"

"میری جیسی پانچ فٹ پانچ انچ کے قریب تو ہائیٹ ہو گی اس کی۔۔" پھر چیخ کر وہ مداخلت کر بیٹھا تھا۔

"کس کی؟"

"کسی کی بھی نہیں۔۔" چمچ میں بریانی بھر کر منہ میں ڈالتا وہ واپس لاتعلق ہو گیا۔

"خیر تو میں بتا رہا تھا بندہ ٹھیک ٹھاک تھا۔۔ لیکن حیرت انگیز بات جو تھی وہ آبرو جی جیسی چوزی لڑکی کا اسے گھاس ڈالنا تھا۔ میری تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی انھیں ایک ساتھ مسکراتے ہوئے گفٹز چوز کرتا دیکھ۔۔۔۔"

"مسکراتے ہوئے۔۔؟" منہ میں کھانا ہونے کی وجہ سے اس کی جلی کٹی آواز مشکل سے نکلی تھی۔

"ہاں! وہی تو۔۔ شائد کسی کیلئے ساتھ گفٹ خرید رہے تھے وہ لوگ۔۔" فارس نے قیاس ظاہر کرتے اپنا چمچ اٹھایا۔

"اچھے اچھوں سے سیدھے منہ بات نہ کرنے والی نک چڑھی ملک زادی اس بھگوڑے چلغوزے کو لفٹ کروا رہی ہے سہی ہے۔۔" ٹھنڈا ٹھار کولڈ رنک لبوں سے لگا کر جیسے تیسے حلق میں اٹکی بریانی اتارتے اس نے کھولتے دماغ کو بھی ٹھنڈا کرنا چاہا جو کے ممکن نہ تھا۔

جس کی وجہ سے اس کا خوبرو چہرہ تندور کی مانند تپ رہا تھا۔ جو کن آنکھیوں سے اسے دیکھ رہے فارس کو مزہ دے رہا تھا۔

"ویسے اچھا ہی ہے۔۔"

"کیا اچھا ہے۔۔؟" فارس کے پر سکون سانس خارج کر کے کہنے پر طلحہ نے چیخ کر پوچھا۔

"یہی!! جو ہو رہا ہے۔۔" وہ قصداً مختصر جملہ ادا کر رہا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے۔۔؟" اور بری طرح جلبلا رہا تھا۔

"تم نے کہا تھا ناں تمہارے اور ان کے بیچ بہت 'فاصلہ' ہے جسے تم دونوں نہیں پاٹ سکتے۔ تم نے جس 'فاصلہ' کی سمت اشارہ کیا تھا وہ ان دونوں میں نہیں ہے سوا گر کچھ ہوتا ہے تو اچھ۔۔۔"

"اگلے ہفتے تمہاری شادی ہے۔ تسلی سے تب بریانی ٹھونس لینا ابھی فوراً اٹھو مجھے وزٹ پر نکلنا ہے۔۔" وہ نجانے کس جذبہ سے مغلوب ہو کر بری طرح چڑتا نیپکن اٹھا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"وزٹ پر تمہیں نکلنا ہے مجھے تو نہیں۔۔ میں نے تو شادی کی چھٹیاں لی ہوئی ہے۔۔" اطمینان سے بریانی کے ساتھ انصاف کرتے وہ محظوظ ہو رہا تھا۔

"اتنا کھا کھا کر پھٹ جاؤ گے پھر شیروانی نہیں آئے گی۔۔"

"وہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ بنانے والے نے ہر طرح کے حالات کو دیکھ کر شیروانی بنوائی ہے۔۔" فارس کا اطمینان قابل دید تھا۔

"ایک تو میرے یہ تمہارا خفیہ ڈزائنر ہاتھ آجائے جس کی زعم پر تم اتنا اچھل رہے تو میں اس کی۔۔۔"

"دانت گھس جائیں گے زیادہ مت پیسوں اور میرے ڈزائینز کا تم بال بھی باکا نہیں کر سکتے وہ تمہاری ایس پی گیری سے باہر کی چیز ہے۔۔" نیپکن سے منہ صاف کرتے پہلے سے چڑے تھانیدار کو مزید چڑاتا وہ پراسراریت سے مسکرایا تھا۔

"ویسے تو چاہے تو ایک شیروانی تیرے لیئے بھی بنوا سکتا ہوں بشرطیکہ تو مایوں میں میری انٹری کروادے دھانسو وال۔۔۔"

"باز آیا میں تیری مہربانیوں سے۔۔" قطع کلام کرتے وہ فوراً صفا چٹ انکار چپکا کرسن گلاسیز چڑھا چکا تھا۔

"بندے کو ایک ہی دوست دے تو اللہ اتنا بھی بدذوق نہ دے۔ لوگوں کے دوست ایسے مواقعوں پر کیا کیا جتن نہیں کرتے ایک میرا حسِ لطافت سے

عاری ان رومانٹک ترین یار ہے۔۔۔۔" پیچھے فارس کی حسب عادت دہائیاں عروج پر تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آج نغمہ کی مایوں تھی رقیہ دادی کہ فون کر کے اچھی طرح جھاڑ پلانے پر وہ سعادت مند بچے کی طرح مغرب سے پہلے پہلے ہی محلے کی حدود میں قدم رکھ چکا تھا ورنہ بعید نہ تھا دادی انٹری بین کروا دیتیں۔

مردانہ اہتمام گلی میں ٹینٹ ڈال کر کیا گیا تھا چونکہ یہ تقریب خالصتاً خواتین کی تھی سو مرد حضرات کا کام فقط کھانا اور ٹینٹ میں بیٹھ کر گپیں لگانا تھا۔

اور عین رسم کے وقت بہت قریبی ہونے پر اندر طلب کیا جانا تھا۔۔

گو کہ گھر کا مرد ہونے کے ناتے اس پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں ہوتی تھی لیکن اس نے قصداً باہر کے کاموں کا ہی چارج سنبھالا تھا۔

بلند نقرئی قہقہے رنگ برنگی آنچل ہنسی ٹھٹھولیاں اسے اپنی بدذوق مزاج کے باعث کوفت میں مبتلا کرتی تھی بقول فارس کے۔۔

اور ایسے میں فارس صاحب تھے کہ مستقل مزاجی سے اس کی جان کھا رہے تھا جھڑکی دھمکی عزت و بے عزت ہر انداز میں سمجھانے کے باوجود وہ بھرپور انداز میں اپنے ڈھیٹ ابن ڈھیٹ ہونے کا ثبوت دینے پر بضد تھے۔

"فارس! میں تمہارا سر پھاڑ دوں گا اگر دوبارہ تم نے مجھے کال کی تو۔۔۔" وہ محفل سے پڑے ہٹتا گرجا تھا۔

"حدِ ادب! آپ شائد بھول رہے ہیں میں آپ کا ہونے والا بہنوئی ہوں۔۔۔" جواباً وہ اکڑ کر بولا تھا۔

"مجھے اب لگ رہا ہے تم جیسے چھچھورے جمع فضول جمع کھانے کی مشین جمع اور انتہائی درجے کے ڈھیٹ بندے سے نغمہ جیسی سلجھی ہوئی معصوم لڑکی کا

نصیب پھوڑ کر میں نے غلطی کی ہے۔۔"سکرین کو خشمگیں نظروں سے گھورتے اس کا بس نہیں چل رہا تھا اس شخص کو ہاتھ ڈال کر باہر نکال کر دھو ڈالے۔۔

"دوست ہو اور کمینہ نہ ہو تو زندگی میں مزہ نہیں ہوتا۔۔ چلو اسی بات پر اچھے بچوں کی طرح اندر جاؤ اور ایک بچھرن قیدی کی دعائیں لو۔۔۔"فارس کی تان گھوم پھر کر پھر وہیں ٹوٹی تھی۔۔

"اگر ایسی ہی موت پر رہی ہے تو ساڑھی باندھ کر بڑا سا گھونگھٹ نکال کر خود آ کیوں نہیں گئے۔۔"طلحہ کا ضبط جواب دے گیا تھا تبھی اؤنگے بونگے مشورے نکل رہے تھے۔

"تجھے کیا لگتا ہے یہ آزمودہ آئیڈیا میرے ذہن میں نہیں آیا ہو گا۔۔؟"جواباً فارس نے نروٹھے پن سے پوچھا تو وہ سانس کھینچ کر رہ گیا۔

"سب سے پہلے یہی آئیڈیا آیا تھا میرے ذہن میں۔۔ لیکن پھر سوچا پہلی بار اپنے سسرال زنانیوں والے گیٹ اپ میں انٹری مارتا کوئی ایسا بھی بھلا نہیں لگوں گا تبھی تیری منتیں ترلیں کر رہا ہوں۔۔۔" ہونٹ بھینچ کر اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائی۔

"بہت خوب! جب تھوڑا بہت اب بھی دماغ کام کر رہا ہے تو اپنے چیلوں سے اس سلسلے میں رابطہ کیوں نہیں کیا پھر؟" اپنی جان خلاصی کیلئے طلحہ نے تپ کر توجہ دلوائی۔

"ارے! بچے ہیں بیچارے اچھا تھوڑی لگے گا ایسے معاملوں میں ان کو ملوث کرتے ہوئے۔۔ اب پلیز یار بس ایک چکر اندر لگا صرف ماحول دکھا دے کا۔۔ قسم سے گھر نظر بند ہو کر انتہائی کوفت محسوس ہو رہی ہے کچھ دل ہی بہل جائے گا معصوم سے بچے کا آخر کو ہونے والا دولہا ہوں۔۔۔ ایک دوست ہونے کے ناتے۔۔۔"

"بس ! بس ! تمہاری مظلومیت کی داستان سننے کیلئے میرے پاس قطعی فالتو انرجی نہیں ہے۔۔" ہاتھ اٹھا کر آخر ہتھیار ڈالتے وہ اندر کی سمت بڑھا۔

"ویسے ہی کچھ دیر میں تو غش کھا کر گرنے والا ہے۔۔" فارس پراسراریت سے بڑبڑایا۔

جس پر دھیان دئے بغیر وہ تیز قدموں پھاٹک کی طرف بڑھا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ایک شام کی آنچل میں چھپا کر تمہیں جاناں

خواہش ہے کی دیکھوں تنہا تیری صورت !

زردونار جی امتزاج کے کامدار گنگا چولی میں ملبوس گھور سیاہ گیسوں کو تازہ گجروں سے مہکائے دونوں کلائیوں میں خالص تازہ گلاب کے گجرے کانوں

میں بڑے بڑے سراہی دار گردن کو چھوتے ہوئے جھمکے ڈالے تیکھی ناک میں باریک سی نگینہ جڑی نتھلی پہنے، قاتل نقوش کو مہارت سے کئے گئے میک اپ سے مزید دو آتشہ بنائے سر پر برائے نام دوپٹے کو پن کئے وہ نغمہ کی پہلو میں بیٹھی محفل کی جان بنی چاند زادی کوئی اور نہیں وہی تھی جس کی شبیہ گزشتہ دنوں سے کچھ زیادہ ہی اس کے ارد گھومتی اس کا چین و قرار متزلزل کئے ہوئے تھی۔

"اے تھانیدار! باؤلے ہو گئے ہو جو لاج شرم بھلائے تکے جا رہے ہو۔۔ ارے تمہاری اپنی بیوی ہے جم تو ایسے گئے ہو جیسے تیسری دنیا کی مخلوق دیکھ لی۔۔۔" وہ نجانے اور کتنی دیر تک یقین و بے یقینی کی گرداب میں پھنسا سُدھ بدھ گنوائے بُت بنا مضحکہ خیزی سے کھڑا رہتا جب رقیہ دادی کی آواز پر بری طرح ہڑبڑتا زاویہ نظر بدلتے خفت کے مارے سرخ ہوا تھا۔

چونکہ پوری محفل اسی کی طرف متوجہ تھی سو اس کی بے خودی پر سب کا زبردست قہقہہ مزید اسے چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کو مجبور کر گیا تھا۔

"ارے دادی! آپ کے تھانیدار کی دلہن ہے بھی تو تیسری دنیا یعنی پرستان کی حسین پری سی ایسے میں اگر نگاہیں بے اختیار ہو گئی تو کوئی ایسی غلط بات بھی نہیں۔۔" ہاتھ آیا سنہرا موقع بھلا امروز جانے دینے والا تھا۔

"اور پھر دونوں مل بھی چار سے پانچ مہینے کی طویل جدائی کی شب و روز کی تنہائی کاٹ کر ہیں ایسے میں اتنا تو چلتا ہے۔۔" امروز ہی کے چٹے پٹھوں میں سے کسی نے چٹکلا چھوڑا تو معنی خیز 'ہمم' کو ینگسٹرز نے قصداً ربر کی طرح کھینچا تھا۔

جبکہ خواتین نے پلو دانتوں تلے دبا کر حظ اٹھایا تھا۔

"تم لوگوں کو میں بعد میں دیکھتا ہوں۔۔" وہ سرے عام ہدف بننے پر انھیں گھورتا واپسی کیلئے مڑا۔

"ابھی کیلئے نظریں کسے دیکھنے پر معمور ہے۔۔؟" لڑکوں نے فوراً اس کا راستہ گھیرا۔

"اے لڑکوں! زیادہ شوخا ہونے کی ضرورت نہیں ہے بڑا بھائی ہے تم لوگوں کا۔ ذرا جو شرم لحاظ ہو ان میں۔۔" آخر رقیہ دادی ہی کو شریر ٹولے کی نرغے میں پھسے لاڈلے کو رسکیو کرنے آنا پڑا۔

"دادی!!" جواباً لڑکوں کا ٹھیک ٹھاک احتجاج بلند ہوا تھا لیکن دادی کی چنگیزی گھوری پر دل مسوس کر رہ گئے۔

جس پر طلحہ کے ساتھ ہی ساتھ نگاہیں چرا رہی آبرو نے بھی شکر کا کلمہ پڑھا تھا جو اگلے فرمان پر بوکھلاہٹ میں بدل گئی۔

"تھانیدار تم کدھر چلے میاں؟ چلو جلدی سے آکر دلہن کے ساتھ رسم کرو میں تمہیں ابھی بلوانے ہی والی تھی۔۔" طلحہ کو بعجلت یہ جاوہ جاہونے کیلئے پر تولتے دیکھ دادی نے ٹوکا۔

"پر دادی میں۔۔۔" وہ بھونچکایا۔

"کوئی پر ور نہیں بڑے بھائی ہو خیر سے جوڑے کے ساتھ آکر رسم کرو بہن کا۔اچھا شگن ہوتا ہے۔۔" وہ ڈپٹ کر بولیں جس پر وہاں موجود سبھی بزرگ خواتین نے ہاں میں ہاں ملائی تھی۔۔

"اللہ بھلا کرے تمہارا فارس محمود!!" تذبذب کا شکار طلحہ کو اس لمحے فارس پر بے انتہا اشتعال آرہا تھا۔

"جائیں بھابی جی! رسم کریں جوڑے کے ساتھ اچھا شگن ہوتا ہے۔۔" آبرو کوشش و پنج کا شکار دیکھ نجمہ نے توڑ توڑ کر شریر انداز میں ایک ایک لفظ پر زور دیا تو وہ یوں بھری محفل میں پھنس جانے پر بے بس سی لب بھینچ کر رہ گئی۔۔

یہاں ان کے رشتے کی نوعیت جانتا ہی کون تھا؟ جب سے وہ آئی تھی سبھی اس کے حوالہ سے اسے چھیڑ پس پردہ اس کے زخموں پر نمک چھڑک رہے تھے جواباً وہ مسکراتی ضبط آزما رہی تھی۔۔

اور اب تھانیدار کی سرپرائز انٹری نے رہی سہی کسر ہی پوری کر دی تھی۔ سب کو لگ رہا تھا یہ وارفتہ نگاہیں ہیں جبکہ وہ جانتی ان بے یقین نگاہوں میں پوشیدہ چبھن۔

"اٹھ بھی جائیں اب بھابی جی! محفل میں اگر بزرگان نہیں ہوتے تو ہم بے شک رومانٹک سا کوئی سیٹ اپ کرتے لیکن ابھی تو ظالم لحاظ آڑے آرہا

ہے۔۔"اسے سوچوں میں غلطاں دیکھ کسی نے پیچھے سے چٹکلا چھوڑا تھا جس پر وہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق لہنگا سنبھال کر کھڑی ہوتی بنا اس پر نظر غلط ڈالے ضبط کے پہرے بٹھاتی اس کے پہلو میں کھڑی ہوئی تھی۔۔

پھر دونوں نے ہدایت کاروں کی ہدایت پر عمل کرتے نہایت خاموشی سے اپنے اندر برپا متضاد جذبات کا طوفان جھیلتے بظاہر تاثرات درست رکھے اپنا بھرم قائم رکھتے رسم کیا تھا اور بنا ایک دوسرے کی جانب دیکھے پیچھے ہوئے تھے۔۔

"دلہن! تمہیں اچھا لگے یا برا میں تو کہے دیتی ہوں اب دوبارہ کہیں گھر شوہر چھوڑ کر مہینوں کیلئے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔اچھا تھوڑی لگتا ہے۔۔گھر کی رونق تو عورت کے وجود سے ہے۔۔تم نہیں تھی تو یہ بھی ہفتوں میں سرسری سا نام لکھائی کیلئے چکر لگاتا تھا۔۔"

دونوں کہ اپنی اپنی راہ لینے سے پہلے ہی دادی دونوں پر سے پیسے وارتی ہوئی اپنے مخصوص دھونس بھرے انداز میں بولی جس پر دونوں کی بے اختیار نگاہ ایک دوجے کی سمت اٹھی نگاہوں میں بجلی سی کوندی تھی دوسرے ہی لمحے دونوں نے سر جھکا کر اپنی اپنی راہ لی تھی۔

"کوئی بہت بڑی پڑھائی پڑھنے کیلئے سات سمندر پار گئی ہوئی تو دلہن۔۔سات سلائی کڑھائی بھی سیکھ کر آئی ہے نغمہ کی شادی کا جوڑا اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے دیکھنے والا دیکھے تو بس دیکھتا رہ جائے شادی پر دیکھنا تم۔۔۔۔" تیزی سے پھاٹک عبور کرنے تک داری کے تعریفی جملے اس کی سماعت میں اترے تھے۔

لیکن فیشن ڈیزائینگ کو سلائی کڑھائی کہہ کر دادی نے تو گویا ستیاناس ہی مار دیا تھا۔اتنے سارے شاک پر شاک سے نبرد آزما ہونے کے باوجود اس کے عنابی لبوں کے کناروں سے شفق کی لالی پھوٹی تھی۔

"بیٹا! رات بہت ہو گئی ہے مجھے مناسب نہیں لگ رہا آپ کا جانا۔۔ ٹھہر جائیں صبح میرے ساتھ چلی جایئے گا۔۔۔"پریشان ابرار حمید نے ایک اور کوشش کی۔۔

"کوئی مسئلہ نہیں انکل! گارڈز ہیں ساتھ میں پھر سونو اور ہنی بھی تو ہیں ہم آرام سے پہنچ جائیں گے۔۔"دیوار گیر گھڑی پر نو کا ہندسہ عبور کر چکی سوئی کو دیکھتی وہ سبھاؤ سے بولی۔

آج جس قدر غیر متوقع ڈرامے نے اعصاب پر دباؤ بڑھایا تھا اس کے بعد ایک لمحہ یہاں ٹھہرنا محال تھا لیکن دنیا دکھاوے کیلئے نہ صرف اسے وہ سب کرنا پڑا تھا بلکہ ابھی وہ ابرار حمید کے گھر کے دالان میں کھڑی تھی جہاں اس بے مہر نے اسے ایک الوداعی نظر ڈالنے کی بھی اجازت نہیں دی تھی۔۔

وہ انہی سراب سے دامن چھڑانے امریکہ کی وحشت زدہ تنہائیوں میں چلی گئی تھی لیکن چاہ کر بھی ان مخلص لوگوں سے ناتا نہیں توڑ پائی تھی۔

دوسرا اس سنگدل کی طرف سے سب ختم ہو جانے کا عندیہ سنا دینے کہ باوجود ابرار حمید نے یہاں کسی کو ان کے رشتے کی حقیقت سے آگاہ نہیں کیا تھا موہوم سی امید باقی تھی یا کیا وجہ تھی وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

چونکہ اس نے گریجویشن وہاں کے مشہور کالج سے فیشن ڈیزائینگ میں کیا تھا تو دوبارہ وہاں جانے پر اس نے دل بہلائی کیلئے ایکسٹرا کورس بھی جوائن کر لیا تھا اور جب فارس اور نغمہ کی شادی کی خبر ملی تو بطور تحفہ اس نے اپنے ہاتھوں سے نہایت خلوص سے ان کیلئے شادی کا جوڑا تیار کیا تھا جسے وہ کارگو کی مدد سے بھیجنے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن عمر کی ضد ماں کے آنسوں دیکھ کر وہ خود چلی آئی تھی اور سب کے اسرار پر اسے تقریب میں بھی شامل ہونا پڑا۔

وہ پھر بھی معترض ہی تھی لیکن امروز نے اس کی تسلی کروائی کہ تھانیدار ایسے تقریبات سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔۔ سو وہ بے بس ہو گئی۔۔

اس دل کے روگ نے اس ضدی، خود سر، سرکش اپنی مرضی کے خلاف افف نہ کرنے والی سونے کی گڑیا کو مروت نبھانا دل رکھنا سکھا دیا تھا۔۔

"بچے! لیکن میں مطمئن نہیں ہوں آپ۔۔۔"

"انکل! مجھے آپ سے ایک بہت امپورٹنٹ بات کرنی تھی۔۔"ان کے اسرار کے جواب میں بار بار انکار کرتے وہ حقیقتاً برا محسوس کر رہی تھی تبھی قصداً قطع کلام کرتی بولی۔

"جی! کہیں۔۔۔"اسے سنجیدہ دیکھ وہ ہمہ تن گوش ہوئے۔

"ایکچولی! آج میں نے ایکسیڈنٹلی خالہ کی ان کی بھابی کے ساتھ کنورسیشن سن لی تھی۔۔ وہ لیڈی بہت فاسٹ بات کر رہی تھیں سب کلئیر تو میں سمجھ نہیں

پائی بٹ خالہ مجھے بہت اپ سیٹ لگی ان سے بات کرنے کے بعد۔ سو مجھے لگتا ہے آپ کو ایک بار خالہ سے بات کرنی چاہئے نجمہ نغمہ لوگ بھی ٹینس ہی تھے اس لیڈی سے مل کر۔۔۔"

"کس لیڈی سے مل کر؟" آبرو کو از حد سنجیدہ دیکھ امروز نے پوچھا۔۔

وہ بھی ایسا کئی دن سے نوٹس کر رہا تھا۔

"مجھے کنفرم تو نہیں معلوم بٹ خالہ انھیں پرجا۔۔پرجا سمتھنگ بول رہی تھی۔۔۔"

"پرجائی۔۔۔؟" اس کے ادھورے لفظ کو ابرار حمید نے مکمل کیا جس پر وہ سر ہلا گئی۔۔

پھر باہر سے ہارن کی آواز بلند ہونے پر وہ بعجلت اپنا پرس اٹھا کر کھڑی ہوئی تھی۔۔

"آبرو جی! آپ۔۔۔" خاموش کھڑی حسرت سے اسے دیکھ رہی زینیہ اس کے کھڑے ہوتے ہی ملتجی سی اس کے قریب آئی۔۔

"ٹیک کیئر آف یور سیلف!!" اس کی التجا کو خوبصورتی سے نظرانداز کرتی اس سے بغل گیر ہوتی وہ حمید منزل کی دہلیز عبور کر چکی تھی۔۔

وہ لوگ بھی آزردہ سے اس کے ساتھ ہی نکلے تھے۔اس کا منی سی لڑکی کو یوں پشت موڑ کر جاتے ہوئے دیکھنا تکلیف دہ تھا لیکن اسے روکنے کا ان کے پاس کوئی حق بھی تو نہیں تھا۔ جس کے پاس تھا وہ تو خود دامن چھڑا چکا تھا۔ پھر بھی آج اس لڑکی نے اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتے یہاں آکر محلے میں ان کا بھرم رکھ لیا تھا۔

"بچے! نہیں تو میں ایسا کرتا ہوں میں آپ کے ساتھ آجاتا ہوں۔۔" اسے رات کے پہر یوں تنہا بھیجنے کیلئے ابرار حمید کا دل ذرا رضامند نہیں تھا گو کہ

گارڈز بھروسہ مند تھے سونواور ہنی بھی تھے لیکن پھر بھی وہ مطمئن نہیں تھے۔

"انکل !اٹس اوکے۔۔آپ ٹینشن نہیں لیں۔۔آپ کے گھٹنوں میں پہلے ہی درد ہے ہم لوگ ابھی پہنچ جائیں گے آپ ریلیکس رہیں۔۔"ان کی فکر پر وہ تسلی بخش انداز میں بولی۔

"بیٹا! پھر امروز شہروز۔۔۔"

"انکل پلیز!! یہ لوگ بھی کافی تھکے ہوئے ہیں۔۔"

"کوئی مسئلہ نہیں ہے آبروجی! ہم تھکتے وکتے کوئی نہیں اسی بہانے لانگ ڈرائیو شرائیو ہو جائے گی۔۔"دونوں بھائی فوراً ہشاش بشاش سے تیار ہو گئے تھے۔۔

"ای نو آپ لوگ بہت زیادہ انرجٹک ہیں بٹ ضرورت نہیں ہے۔۔۔"

دونوں کی خلوص کا متبسم نگاہوں سے خیر مقدم کر رہی اس کی نگاہیں وہاں آستین فولڈ کئے وارد ہوئے طلحہ کو دیکھ سپاٹ ہوئی تھی نقوش خود بخود تن گئے تھے۔

"انکل !اب چلتی ہوں میرا فون آن رہے گا آپ بالکل بھی ٹینشن نہیں لیں ہم جلد پہنچ جائیں گے۔۔"گاڑی کا ڈور کھولتی وہ تسلی کرواتی بنا طلحہ پر نظر ڈالے اندر بیٹھی تھی۔۔

"سونوا ور ہنی کہاں ہے۔۔۔؟"دوسرے ہی پل اسے تیزی سے باہر نکلنا پڑا تھا۔

"ہم یہاں ہیں آپا۔۔۔"دونوں بوتل کے جن کی طرح نمودار ہوئے تھے۔۔

"یہ آپ لوگوں کے ہاتھ میں کیا ہے۔۔؟" دونوں کے ہاتھوں میں پولیتھین میں لپٹے پودے دیکھ سبھی کو حیرانگی ہوئی تھی۔

"شہتوت کا پلانٹ ہے آپا! یہاں بنے ہمارے ایک نیوٗ فرینڈ نے بتایا ہے اس کے فروٹز بہت سوئیٹ ہوتے ہیں۔ آپ کو گارڈنگ پسند ہے ناں یہ ہم آپ کی بالکنی میں اسپیشلی لگائیں گے۔۔" دونوں پر جوش اس کے قریب آتے بتا رہے تھے جس پر سبھی کے لب ان کی بہن سے محبت پر مسکرائے تھے۔

بس طلحہ تھا جو شک کی تصدیق پر آنکھیں سکیڑ کر اپنے دونوں پدی سالوں کو دیکھ رہا تھا جس نے بہن ہی کی طرح پہلی ملاقات میں اسے ناکوں چنے چبوا دئے تھے۔

"اور آپا آپ کو معلوم ہے اس میں ایئرلی نہیں بلکہ ایوری فورمنتھ پر فروٹز لگتے ہیں اب آپ کبھی ہمیں چھوڑ کر واپس امریکہ نہیں جانا ورنہ آپ کے

پلانٹ کے فروٹز ویسٹ ہو جائیں گے۔۔آپ اسے اندر رکھ دیں۔۔"معصومیت سے اسے رکنے کا بہانہ دیتے عمر نے پودا گارڈ کی طرف بڑھایا تھا جس پر سب کے ہونٹ سکڑے تھے۔۔

"اینڈ یو مسٹر ڈی ایس پی!"اچانک ہی عمر سینے پر بازو باندھے کھڑے طلحہ کی طرف مڑا۔

"آپ ہماری آپا کو دوبارہ اپ سیٹ نہیں کریں گے ورنہ ہم رسلینگ دیکھتے ہیں ہمارے مسلز بھی ہیں ہم فائٹ کریں گے آپ سے۔۔۔"

"سونو!!"عمر کی یکدم غیر متوقع بھڑک پر آبرو بری طرح بوکھلائی تھی۔۔

"مسلز ہیں آپ کے لیکن کدھر۔۔۔؟"جبکہ وہ قدم در قدم چلتا عین مقابل آن کھڑا ہوا تھا۔

"بڑے ہونے کے بعد ہم آپ جیسے مسلز بنا کر آپ سے فائٹ کریں گے۔۔"عمیر نے بدقت اپنی خلال جیسے بازو کا مقابل کی کسرتی بازو سے موازنہ کر بات سنبھالی۔۔

جس پر امروز شہروز کی کھی کھی نکل گئی تھی جو ابرار حمید اور زینیہ کی گھوری سے فوراً سنبھلی۔۔

"سونو! ہنی! جلدی سے گاڑی میں بیٹھو ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔۔"اپنے بھائیوں کو دوبدو مقابلہ کیلئے تیار دیکھ وہ تذبذب ہوئی۔

"آپا! ہم نے مام اور ڈیڈ کی کنورسیشن سنی تھی لاسٹ ٹائم مسٹر ڈی ایس پی نے آپ کو اپ سیٹ کیا تھا اس لیئے آپ ہمیں چھوڑ کر امریکہ چلی گئی تھی لیکن اب آپ کو ان کی وجہ سے۔۔۔"

"عمر عمیر انف!! گاڑی میں بیٹھو۔۔"ان کے گل افشانی پر سرخ ہوتی وہ سختی سے بولی تو دونوں طلحہ کو گھورتے ڈور کی طرف بڑھے۔

"بائے داوے مسٹر اسٹرینجرز! اٹس ایس پی ناٹ ڈی ایس میں پرموٹ ہو چکا ہوں۔۔۔"اس کے تیزی سے سوار ہو کر ڈور بند کرنے پر طلحہ نے قصداً خشمگیں نگاہوں سے خود کو گھور رہے سالوں بتایا تھا۔۔

جو واقعی 'سالہ سوا لاکھ کا' پر کھڑے اترتے تھے۔۔

لیکن گاڑی سٹارٹ ہوتے ہی سائیڈ مرر میں گھنیری پلکوں کی جھالڑ گرائے سیٹ سے پشت ٹکائے ملیح چہرے پر رقم اذیت کی سرخ پرچھائیاں دیکھ اس کے لب پیوست ہوئے تھے۔

سامنے منزل تھی اور پیچھے اس کی آواز

رکتا تو سفر جاتا چلتا تو بچھڑ جاتا

مدت کا سفر بھی تھا برسوں کی شناسائی

رکتا تو بکھر جاتا چلتا تو میں مر جاتا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دل کو ہر لمحہ بچاتے رہے جذبات سے ہم

اتنے مجبور رہے ہیں کبھی حالات سے ہم!

نشہ مے سے کہیں پیاس بجھی ہے دل کی

تشنگی اور بڑھالائے خراجات سے ہم

آج تو مل کر بھی جیسے نہ ملے ہوں تجھ سے

چونک اٹھتے تھے کبھی تیری خیالات سے ہم

عشق میں آج بھی ہے ہم نگاہی کا چلن !

پیار کرتے ہیں اسی حسن روایات سے ہم !

وہ دالان میں اپنے زمینی بستر پر چت لیٹا کتنی ہی دیر تک چھت پر کسی غیر مرعی نقطہ کو گھور رہا تھا پھر کسملندی سے اٹھ کر چائے کا ایک کپ بناتا کنپٹیاں سہلاتا ہوا سب کے بند کمروں پر ایک نظر ڈال کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا چھت پر آ گیا تھا۔

چاند کی آخری تاریک چل رہی تھی چاند کی جدائی میں آسمان ملگجے سے حلیہ میں بالکل اداس و ملول نظر آ رہا تھا۔ یکا دکا ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ البتہ ہوائیں پر کیف چل رہی تھی۔

ایک ہاتھ ٹراؤزر کی جیب میں پھسا کر گلی اور چھتوں پر تاحد نگاہ پھیلے خموشی میں لپٹے اندھیرے کو دیکھتا چائے کا کپ ابھی لبوں سے لگایا ہی تھا کے فون جیب میں وائبریٹ ہونے لگا۔

"فرمائیں دنیا کے فضول ترین دولہے صاحب!"

"ہائے! یہ چاند کس طرف سے نکلا تھا پہلی رنگ پر کال رسیو کرلی جناب عالی نے۔۔"اس کے طنز سے دوسری طرف فارس لطف اندوز ہوا تھا۔

"چاند آج نکلا ہی نہیں ہے۔۔"

"پھر جناب مابدولت کو شدت سے مس کر رہے ہوں گے؟"چٹخارے لیتی آواز پر طلحہ نے فون کان سے ہٹا کر کوفت سے دیکھا۔رات کے دوسرے پہر بھی یہ شخص فضول گوئی سے باز نہیں آتا تھا۔

"میرے اتنے برے دن نہیں آئے ابھی۔البتہ میرے ہاتھ تمہیں داد و تحسین پیش کرنے کیلئے بے حد بے تاب ہیں۔۔"منڈیر پر کہنی ٹکاتے اس نے دانت پیسے۔

"ہاہاہاہاہا۔۔مطلب میری پراسرار ڈیزائنر کا راز افشاں ہو گیا۔۔؟"فارس کا بھرپور قہقہہ کان کے پردوں پر سخت گراں گزرا تھا۔

"اور تمہارے جاہ و جلال کہ عالم کے حساب سے میں شرطیہ کہہ سکتا ہوں ظالم سماج نے کوئی موقع ہاتھ نہ آنے دیا ہو گا۔۔"محظوظ کن انداز میں تبصرہ کم قیاس ظاہر کرنے پر اس نے جبڑے بھینچے تھے۔

اور جب توقف سے بولا تو لہجے میں بے بسی و التجا کے امتزاج کے ساتھ جھنجھلاہٹ پنہاں تھی۔۔

"یار! کیوں تم لوگ انھیں ڈسٹرب کر رہے ہو۔۔۔؟"

"تم دونوں ایک دوسرے کو ڈسٹرب کرنا شروع کردو قسم خدا کی ہم تم دونوں میں سے کسی کو ڈسٹرب نہیں کریں گے۔۔"جواباً مقابل قطعی سنجیدہ نہیں تھا۔

"فارس پلیز!! وہ موآن کرچی ہے تم لوگ۔۔"

"جی نہیں! انھیں موآن کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔بلکہ آپ کو موآن کرنے کی ضرورت ہے اپنی اس بے بنیاد سوچ سے کم آن تھانیدار!!"اس کی اسی تان پر فارس بری طرح چڑا تھا۔

جس پر طویل سانس خارج کرتے کچھ پل دونوں جانب خاموشی کی چادر تنی رہی تھی۔۔

"فارس! میری بات۔۔"

"وہ محل کی شہزادی ہے سونے کی گڑیا ہے ان کے باپ کے پاس بیش بہا دولت کی ریل پیل ہے ان کا شملہ ان کا رتبہ وغیرہ وغیرہ۔۔۔اگر ایک حقیقت ہے تو اس حقیقت کو بھی کوئی چیلینج نہیں کر سکتا کہ وہ تمہاری شرعی و قانونی بیوی ہیں۔۔ تم دونوں کا باقاعدہ مذہبی امور پر نکاح ہوا ہے جو مذاق قطعی بھی نہیں ہے۔۔ سنجوگ تم لوگوں کا کیسے ہوا کیا محرکات کارفرما تھے یہ ساری ثانوی چیزیں ہیں ان حقائق کے سامنے۔۔اور تم مجھ سے زیادہ مذہبی معلومات رکھتے ہو تمہیں معلوم ہی ہو گا بناوجہ اپنی بیوی کو چھوڑنے والے کو شریعت کیا کہتی ہے۔۔؟" قطع کلام کر فارس کہ درشت انداز میں آئینہ داری پر وہ لب بھینچ گیا تھا۔

"اور کیا کہتا ہے تو؟ تو انھیں ان کی شایان شان زندگی نہیں دے سکتا جس وجہ سے تم دونوں ایک آسودہ ازدواجی زندگی نہیں گزار سکتے۔اگر میں تیری بات مان کر چلوں تو پھر ملک خاندان گزشتہ پندرہ سولہ سال سے اذیتوں کے

بحر بیکراں سے نبرد آزما کیوں ہے۔؟ کیوں آبرو جی نے اتنے ماہ و سال سسک سسک کر گزارے ہیں۔؟ آسائشات کی تو وہاں انھیں کوئی کمی نہیں تھی بلکہ امریکہ جیسے الٹرا مارڈرن زندگی کی تو لوگ خواب دیکھتے ہیں؟ پھر وہ خوش کیوں نہیں تھی؟

میں یہ نہیں کہ رہا دولت نام رتبہ بیکار کی چیزیں ہیں۔۔

لیکن دنیا کہتی ہیں عیش و عشرت دائمی خوشیوں کی ضامن نہیں ہوتی۔ جذبات و احساسات کی پیمانے میں غم و خوشی کی پیمائش ہوتی ہے۔

اور ایک پل کو تمہارا الاجک مان بھی لوں تو کیا تم گارنٹی دے سکتی ہو کہ آبرو جی اپنے شایان شان خاندان میں بیاہی گئی تو خوش بھی رہیں گی۔۔

یا دولت عیش و عشرت کا وہی عالم رہے گا۔۔

ارے! لوگ تو راتوں رات کنگال ہو جاتے ہیں۔

قارون کا بے مثال خزانہ پل میں مٹی ہو گیا تھا یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔

جو ہے وہ 'نصیب' ہے۔۔ قسمت سے زیادہ کسی کو کچھ نہیں ملتا۔ وہ تمہاری قسمت میں تھی تو ہزار بہانے بن گئے نہ ہوتیں تو کونسا تمہاری واقفیت تھی۔۔

اور اگر قسمت میں ہو گا تو آگے بھی سب مل جائے گا۔

ان کی زندگی میں آنے کے فوراً بعد ہی تمہاری پرموشن ہو گئی ترقی کی راہیں ہموار ہونا تو ابھی شروع ہوئے ہیں۔ ابھی تو لمبا سفر طے کرنا ہے۔۔

جذبات کو نظر انداز نہیں کرو۔۔ یہی کہنا تھا مجھے زحمت کر کے ایک مرتبہ سوچنا ضرور۔۔۔۔ "نان اسٹاپ اپنی بات کہہ کر آخر میں ملائمت سے بات سمیٹتا وہ رابطہ منقطع کر چکا تھا۔

ادھر طلحہ کئی ساعت کان سے فون لگائے ویسے ہی کتنی ہی دیر تک بے حس و حرکت کھڑا رہا تھا۔

---

"کیا کہہ سکتے ہیں ابرار بھائی! اس زمانہ میں تو سگا خون ہی سفید ہو گیا ہے۔۔ بھائی نے مجھے اپنے وہ وہ احسانات یاد دلوائے کے میری زبان ہی گنگ رہ گئی۔

میرا سگا بھتیجا ہے مبین میں تو خود چاہتی میری بیٹی میرے بھائی کے گھر جائے۔ مبین کے بیروزگار ہونے پر بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ لیکن جیسی صحبت میں وہ اٹھتا بیٹھتا ہے جیسی عادتیں اس نے اختیار کر رکھی ہے اس کے بعد میں کس طرح اپنی بیٹی انھیں دے دوں لیکن بھائی صاحب نے تو کھایا پیا سب اٹھا دیا ہے جیسے میری بیٹی کا رشتہ نہیں قرض مانگ رہے

ہوں۔۔۔"ابرار حمید کے بے حد اسرار پر اپنے سگے بھائی کی بے حسی بیان کرتے ندرت بیگم کی آواز رندھ گئی تھی۔۔

"مجھے امین سے ایسی کم ظرفی کی امید نہیں تھی۔۔"پوری روداد سن کر ابرار حمید کو سخت تاسف نے گھیرا تھا۔

جبکہ طلحہ کے اندر زبردست اشتعال انگیز مادہ کا طوفان اٹھا تھا۔

ندرت بیگم کے اکلوتے بڑے بھائی کے بڑے بیٹے کی شہرت سے تقریباً سبھی واقف تھے جس وجہ سے اس کا آج تک رشتہ نہیں ہو پایا تھا جبکہ اس سے چھوٹے دونوں بھائی بیاہے جا چکے تھے۔

ایسے میں اپنی بیوہ بہن کو اپنے احسانات گنوا کر اپنے نکمے نٹھلے ایک نمبر کے آوارہ بیٹے کیلئے یتیم بھانجی کا ہاتھ مانگنے کا سوچتے ہوئے بھی انھیں شرم آنی چاہئے تھی۔ لیکن واقعی اس نفسا نفسی کے دور میں سگا خون سفید ہو چکا ہے۔

"خالہ! آپ کو ہمیں یہ پہلے بتانا چاہئے تھا آپ نے ہم سے یہ سب چھپا کر قطعی اچھا نہیں کیا۔۔" طلحہ نے شکوہ کیا تھا۔

"بتا کر بھی اپنی ہی جگ ہنسائی ہوتی نہ بیٹا!" وہ آزردگی سے بولیں۔

"اور نجمہ بھی۔۔"

"وہ تو ہے ہی پاگل!" نغمہ کو بہن کی فضول ضد پر پہلے ہی غصہ تھا۔

جو حسب عادت جوش میں ہوش گنواتی احسان اتارنے کے نام پر یہ زہر پینے کو تیار ہو گئی تھی۔۔

"اس صورت حال میں مجھے ایک ہی حل نظر آرہا ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو سو بسم اللہ۔۔" کچھ توقف سے ابرار حمید نے ندرت بیگم کو پر سوچ نگاہوں سے دیکھا۔

"گو کہ میرے دونوں نالائق بھی ابھی انتہا کے نالائق ہیں۔ لیکن میری خوش قسمتی ہو گی اگر آپ نجمہ کو میرے آنگن کی رونق بنا دیں اور میرے ایک نالائق کو اپنی فرزندگی میں لینا چاہیں تو۔۔ کوئی زبردستی نہیں بس ایک سجھاؤ ہے۔۔۔" ابرار حمید نے نہایت سبھاؤ سے اپنا مدعا رکھا۔

جواباً دونوں ماں بیٹی کئی ساعت تک گنگ سی انھیں دیکھے گئی جیسے انھیں اپنی سماعت پر شبہ ہو۔۔

"خالہ! کوئی اور موقع ہوتا تو قطعی میں ابا کی بات سے سہمت نہیں ہوتا لیکن ابھی موقع کی نزاکت کو دیکھتے مجھے بھی یہی مناسب لگ رہا ہے۔ آپ کے بھائی کا پریشر بڑھے گا تو خواہ مخواہ نجمہ کی حماقتیں بھی زور پکڑے گی اور آپ چاہتی بھی نہیں کہ ہم اس میں مداخلت کریں۔۔۔" بے شک وہ دوسرے حالات میں قطعی اپنے غیر سنجیدہ بھائیوں میں سے کسی پر بھی اتنی بڑی ذمہ

داری ڈالنا پسند نہ کرتا لیکن اس صورت حال میں کوئی اور مناسب ہل بھی نہیں تھا۔

اور بقول خالہ کے بھائی کا اسرار بلکہ زبردستی زوروں پر تھی بنا لحاظ مروت وہ انھیں بے آسرا سمجھ کر ان پر دباؤ بڑھا رہے تھے۔۔

"کیا کہتی ہیں آپ پھر ندرت بہن؟ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو نغمہ کے ساتھ ہی ہم۔۔۔۔" انھوں قصداً جملہ ادھورا چھوڑا تھا۔

جس پر ندرت بیگم کے آنسوں میں روانی آگئی تھی۔۔

اتنے دنوں سے اپنی چہکتی چڑیا سی بیٹی کو یوں الگ تھلگ خاموشی سے خود کو کاموں میں الجھائے تھکاتا دیکھ ان کا دل خون کے آنسوں رو رہا تھا۔ لیکن وہ اپنی آنکھوں سے اپنے ماموممانی کی بے حسی دیکھ چکی تھی اور جذبات میں

فیصلہ سنا کر اپنی طرف سے بات ختم کر چکی تھی اور ندرت بیگم کے پاس کوئی مناسب ہل تھا نہیں۔

اکلوتا سہارا بھائی ہی مقابل آن کھڑا ہوا تھا تو وہ چھاؤں ڈھونڈنے جاتی بھی تو کہاں۔۔

"خالہ! بے شک وہ لوگ پڑھ رہے ہیں لیکن میں جلد ہی انھیں کسی کام پر لگانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور جب تک وہ سٹل نہیں ہو جاتے رخصتی نہیں ہو گی۔۔" انھیں بے آواز آنسوں بہاتا دیکھ دونوں باپ بیٹے کا دل پسیجا تھا۔

"میں تو دیکھ کر حیران ہوں بیٹا! اللہ کس کس طرح سے اپنے بندوں کی مشکلیں دور کرنے کے وسائل بناتا ہے۔۔" انھوں نے تشکر آمیز نگاہوں سے دونوں کو دیکھتے اپنا جواب دیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"خدا کو مانیں ابا! میں آپ کی سگی اولاد ہوں کون اپنی سگی اولاد کو یوں بقائمی ہوش و حواس میں قربان گاہ بھیجتا ہے۔۔۔" دھماکہ امروز صاحب کی سماعت پر ہوتے ہیں اچھے اچھوں کے چودہ طبق روشن کر دینے والے محترم کے چودہ ہزار طبق روشن ہوئے تھے۔

"امروز فضول کی اداکاریاں مت کرو۔۔" طلحہ نے سخت نظروں سے گھورا۔

"کونسی اداکاری بھائی؟ میری تو مت ہی ماری جا چکی ہے آپ لوگوں کے جاری فرمان کو سن کر۔۔" وہ شاکی ہوا۔

"نہیں! مانا میں شادی کی دہائیاں دیتا رہتا ہوں لیکن اس کے پیچھے کا محرک بھی میرا واضح ہوتا ہے زنانے کاموں سے نجات۔۔ لیکن میری مخلص دعاؤں کا جیسا ثمر آپ لوگ میرے متھے منڈنا چاہتے ہیں۔۔ جانتے بھی ہیں کیسی

خرانٹ عورت ہے وہ۔۔۔"اس نے حلقے سے آنکھیں باہر نکال کر ایک ایک کو دیکھا جہاں کوئی بھی اس کے واویلے میں انٹرسٹڈ نہیں تھا۔

"یار آپ لوگ جانتے نہیں کیسی خطرناک روح اس گلی ماسٹرنی کے اندر حلول کرتی ہے۔وہ تو الٹا مجھ سے جھاڑو، برتن، پونچھا، تین وقت کے کھانے کے ساتھ کپڑے اور تین وقت کی چائے بھی بنوائے گی اور اس سے بھی تشفی نہیں ہوئی تو ہاضمہ کیلئے مجھے بھی نوچ کھائے گی۔۔۔"وہ مستقبل کا نقشہ کھینچتا ہوا روہانسا ہو گیا تھا۔

"پڑھائی میں زیرو انٹرسٹڈ ہو گا اور اوٹ پٹانگ کاموں میں ایکس سو ایک فیصد تو پھر یہی ہل رہتا ہے۔۔تم لوگ ہو ہی ایسی ٹیڑھی کھیر کہ تیر کی طرح سیدھا رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔۔۔"مجال ہے تھانیدار پر اتنی لمبی چوڑی تقریر کا ایک فیصد بھی اثر ہوا ہو۔۔

"مم۔۔میں اگر کوئی جھنڈے نہیں گاڑ رہا تعلیمی میدان میں تو چھوٹا بھی کوئی آکسورڈ کا اسکالرشپ ہولڈر نہیں ہے۔۔پھر میری ہی گردن پر تلوار کیوں سزا تو اس پر بھی لاگو ہوتی ہے۔۔۔"

"ارے! ارے! میری کیوں۔۔؟" مزے سے اس کا واویلا ملاحظہ کر رہا شہروز اپنی طرف انگلی ہونے پر بدکا۔

"اسی لیئے جس لیئے میری۔۔" امروز نے دانت پیسے۔

"ایسے کیسے آخر کو تم مجھ سے ڈیڑھ دو منٹ بڑے ہو ہر کام اصولاً تمہارا پہلے ہونا چاہیئے۔۔" شہروز نے پہلی مرتبہ اپنے چھوٹے ہونے پر شکر ادا کرتے پھندا واپس امروز کے گلے میں منتقل کیا۔

"چھوٹے! تم میرے ہاتھوں آج۔۔۔"

"بس! بہت ہو گئی بکواس!!" درشت انداز میں تھانیدار کا ہاتھ کھڑا ہوا جس پر دونوں فوراً اپنی اپنی جگہ دبکے تھے۔

امروز نے مسمسی شکل ڈال کر آخری امید کے تحت باپ کو دیکھا۔

"میں تمہیں ندرت بہن کی ساری سچویشن بتا چکا ہوں اور نجمہ کی ضد بھی۔۔"

"ہاں! تو اس کٹ کھنی بلی کی احمقانہ ضد کی بلی میں کیوں چڑھوں۔۔؟" وہ ایک بار پھر بدک کر احتجاج میں کھڑا ہوا۔

"امروز!!!" ناگواریت سے بار بار مینڈک کی طرح بدک رہے امروز کو اس نے تنبیہی نظروں سے گھورا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر میری بھی شرط ہے۔۔" ہتھیار ڈالتے اس نے پینترا بدلہ۔

"شرط؟" طلحہ کی بھویں قریب آئی۔

"جی! آپ آبرو جی کو واپس لیکر آئیں گے۔۔" امروز کے غیر متوقع مطالبہ پر طلحہ سمیت سبھی چونکے تھے۔

"فضول کی باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پرسوں نغمہ کے ساتھ تم دونوں کا بھی نکاح ہے تیار رہنا اور ذرا سمجھداری کو بھی حاضر رکھنا ذمہ داری مذاق نہیں ہوتی۔۔۔" سپاٹ انداز میں امروز کو حکم دیتا وہ کھڑا ہوا تھا۔

"ابا!!" امروز نے احتجاجاً ابرار حمید کو دیکھا۔

"ہاں! بھئی امروز کی یہاں پکڑ تو نہیں کی جا سکتی۔۔ کوئی بے جا مطالبہ تو نہیں کیا ہے اس نے۔۔ آخر کو بڑی بہو ہے آبرو بیٹی ان کے بغیر نکاح کس طرح ممکن ہے۔۔۔" ابرار حمید نے بھرپور انداز میں حمایت کی۔۔

"منشی جی!!!!" ان کے عام سے انداز پر وہ شاکی ہوا۔

"کیا منشی جی بھئی!! خیر سے ایس پی لگ گئے ہو سرکار کی طرف سے گاڑی بنگلہ نوکر چاکر ساری سہولیات ملنے والی ہیں جس وجہ سے تم رخصتی نہیں کروانا چاہتے تھے۔اب جب سب ہے تو آنا کانی کیوں۔۔؟" منشی جی غالباً موقعہ ہی کی تلاش میں تھے۔

طلحہ نفی میں سر ہلاتا آگے بڑھا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"طلحہ!" وہ آج اس موضوع کو آڑ یا پار کرنے کے ارادے سے اس کے پیچھے ہی اندر آئے تھے۔

"ماضی میں اگر ملک خاندان کی مسائل میں الجھ کر میں گھر اور تم لوگوں پر اتنی توجہ نہیں دے سکا تو یہ میری نااہلی ہے اس میں ملک خاندان کا کوئی دوش نہیں۔دنیا میں سبھی کام کرتے ہیں انسان کو اپنے کام اور گھر کی ذمہ داریوں کو

بیلینس کرنا آنا چاہیئے جس طرح تم کرتے ہو۔۔ لیکن میں نہیں کر پایا۔۔اور تمہاری ماں کی آخری وقت میں میں اس کے ساتھ نہیں تھا یہ احساس تو ہر وقت مجھے کچوکے لگاتا رہتا ہے۔۔" بنا لگی لپٹی کہ پشیمانی سے کہتے ان کا لہجہ گلوگیر ہو گیا تھا۔

جواباً طلحہ نے زور سے آنکھیں میچی تھی اسے وہ دل میں پھانس کی طرح اٹکی بارش کی طوفانی رات یاد آگئی جب اس کی ماں درد سے تڑپ رہی تھی اور اس کا باپ حسب دوستور 'ملک خاندان' کیلئے نجانے کہاں خوار ہو رہا تھا۔

اپنی تڑپتی ماں بلکتے دونوں بھائیوں کو دیکھ وہ نو عمر لڑکا طوفانی بارش کی پرواہ کئے بغیر کتنی ہی بار چوک تک دوڑتا ہوا باپ کو رابطہ کرنے کیلئے گیا تھا لیکن بے سود۔

محلے داروں کا جم عفیران کے گھر اکٹھا تھا لیکن جسے ہونا تھا وہ سرے سے غائب تھا۔۔اور جب اس کی ماں زندگی و موت کی تکرار سے ہار کر زینیہ کو جنم دیکر ہمیشہ کیلئے الوداع کہہ گئی تھی وہ لوٹ آئے تھے۔۔

اس وقت اس کا زخمی دل چاہ رہا تھا اس شخص کو عمر بھر معاف نہ کرے لیکن وہ اپنی ماں کے آخری وعدے کا پاس رکھتا ایسا کر نہیں سکا تھا۔

اس کی ماں کو ہائی بلڈ پریشر کا مسئلہ تھا اگر اس دن اس کا باپ گھر ہوتا تو شائد نتیجہ ایسا دردناک نہ ہوتا۔

از سر نو زخم ادھیڑے جانے پر کرب و اذیت سے اس کا چہرہ انگارے کی مانند دہک اٹھا تھا۔۔

"میں تاحیات اس ناقابل تلافی نقصان کا ازالہ نہیں کر پاؤں گا لیکن اسے جواز بنا کر تم اپنی خوشیوں کو جج نہیں کرو۔۔"اس کے چہرے پر اذیت رقم دیکھ ان کی آواز پست ہوئی تھی۔۔

"ایسا کچھ نہیں ہے ابا!!"دل میں آج بھی وہ ناقابل دواز خم ہر اہونے کے باوجود اپنے باپ کا ندامت سے جھکا سر وہ دیکھ نہیں پایا تھا۔

"تو پھر کیسا ہے؟ کیوں اپنی خوشیوں سے گریز پا ہو؟"

"ابا! میں۔۔۔۔"ان کے گھما کر وہی سوال دہرانے پر تذبذب کا شکار ہوا تھا۔

"دیکھو طلحہ!"انھوں نے اس کے مضبوط شانے پر ہاتھ رکھا۔

"یقیناً ملک خاندان کی وفاداری میں میں اکثر تم لوگوں سے زیادتی کر جاتا ہوں۔اس رشتہ کو جوڑتے ہوئے بھی میں نے کچھ ایسا ہی کیا تھا۔۔لیکن اب میں خالصتاً تمہاری خوشی چاہتا ہوں۔۔اگر واقعی تم اس رشتے کو کوئی مستقبل

نہیں دینا چاہتے تو میں خود تمہارا باپ ہونے کی حیثیت سے کل طلاق کے کاغذات ملک مینشن بھجوادوں گا۔۔۔"

"طلا۔۔۔ق۔۔۔"ان کے مستحکم انداز پر اس کے لب بے آواز ہلے۔یہ خفیف سی حرکت اور تیزی سے بدلے رنگ ابرار حمید سے مخفی نہیں رہ پائے تھے تبھی انھوں نے توقف لیا۔

"اور اگر تمہاری دلی آمادگی ہے اور محض ثانوی وجوہات کی بنا پر تم اپنی خوشیوں سے دستبردار ہونا چاہتے ہو تو میں قطعی تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔مادی اشیا کا کیا ہے خریدی جاسکتی ہے لیکن سچی خوشی انمول ہوتی ہے۔۔۔"وہ ٹھوس انداز میں کہتے ہوئے اپنی الماری کی طرف بڑھے طلحہ لب بامہر ویسے ہی کھڑا تھا۔

"اب۔ابا۔۔یہ۔۔یہ کیا ہے۔۔؟"لاکر سے پراپرٹی کی مخصوص پرانی فائل لیکر انھیں اپنی طرف آتا دیکھ وہ بھونچکایا۔

"یہ میری عمر بھر کی جمع پونجی ہے۔۔اتنی تو ہے کہ اس سے ایک شاندار بنگلا گاڑی نوکر چاکر کا بہترین انتظام ہو سکے۔۔ملک وقاص کے برابر نہ سہی لیکن آبرو بیٹی کے شایان شان ضرور ہو جائے گا۔۔"اس کی ہتھیلی پر فائل رکھتے وہ ازحد سنجیدہ تھے۔

"ابا!آپ۔۔آپ۔۔کو ہو کیا گیا ہے۔۔۔؟"وہ بچھو کے ڈنک مارے شخص کی طرح اچھل کر دور ہوتا پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان کا سنجیدہ چہرے دیکھنے لگا۔

"میں جانتا ہوں تمہیں بھی اندازہ ہو گا آبرو بیٹی مادہ پرور نہیں ہے وہ تو فقط محبت واپنائیت کی ماری ہے اور نہ ہی ملک وقاص ایسی سطحی سوچ رکھتے

ہیں۔وہ صرف اپنی لختِ جگر کی خوشی وسلامتی چاہئے ہیں۔۔لیکن اگر تمہیں لگ رہاہے کہ تمہاری خوشیوں کے بیچ یہ رکاوٹ ہے تواس سے یہ دوری ختم ہوسکتی ہے۔۔"انھوں نے واپس اس کے ہاتھ پر فائل رکھا۔

"ابا! پلیز وہ ملک زادی۔۔۔"

"وہ ملک زادی ہے تومیرا بیٹا بھی کسی شہزادے سے کم نہیں ہے۔۔"انھوں نے قطع کلام کیا۔

"اچھے سے سوچ لوا گرواقعی اس رشتے میں تمہاری خوشی ہے تواس کی رکاوٹوں کودور کرنے کاسامان یہاں رکھاہے۔اورا گر نہیں تومیں سامان کردوں گاسب ختم کرنے کا۔۔۔"فائل بیڈپر رکھ کراس کاشانہ تھتھپاتے اسے سوچوں کے گرداب سے نبرد آزماہونے کیلئے چھوڑوہ کمرے سے نکل گئے تھے۔۔

"افففف!!!" پیچھے وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامتا بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔

چار مہینے پہلے اپنے عمل سے اسے لگا تھا سب نے اس حادثاتی کہانی کا نامکمل انجام قبول کر لیا ہے۔ لیکن اب اسے محسوس ہو رہا تھا سب محض اسے وقت دے رہے تھے۔۔

کیونکہ لوگ تو بہت دور اس کا خود کا دل و دماغ اس اختتام کو قبول نہیں کر پایا تھا۔

بھلے پانچ مہینے قبل دماغ کی دلیل پر دل نے دب کر جبر کر لیا تھا لیکن دوبارہ سے اسے مقابل دیکھ وہ واپس اپنے موقف لیکر ڈٹ گیا تھا۔ غرض وہ جسے اختتام سمجھ رہا تھا در حقیقت وہ صرف ایک موڑ تھا۔ دل و دماغ کی جنگ تو آج بھی اسی شد و مد سے جاری تھی۔ آج بھی دونوں نے ایک دوسرے سے سمجھوتہ نہیں کیا تھا۔۔۔

تضاد اس کے عزیزوں کا بڑھتا دباؤ۔۔

پہلو میں رکھی فائل کو دیکھ اس کا الجھا ذہن مزید اضطراب کا شکار ہوا تھا۔

"تم تو نگاہوں سے دور ہو جاؤ یار!!" جھلا کر کہتے اس نے غصہ سے فائل پر تکیہ رکھا تھا۔

شب ہجراں کی تنہائی مجھے سونے نہیں دیتی

کرلوں لاکھ کوششیں کسی کا ہونے نہیں دیتی

دل بھرتا ہے یوں تیرے درد فراق میں سے

کمبخت انا ہے کے جی بھر کے رونے نہیں دیتی

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"بچے! آپ کے کپڑے آ گئے ہیں آپ کو فنکشن میں پہننے ہیں اور آپ نے ابھی تک انھیں کھول کر دیکھا تک نہیں۔۔۔" صوفے پر پڑے ہینگرز پر ایک نظر ڈالتی وہ بالکنی میں جھولے پر بیٹھی مطالعہ میں مصروف بیٹی کے پاس آئی۔

جس کے چہرے پر وہی گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی فقط دونوں بھائیوں کی موجودگی میں وہ مسکراتی تھی وہ بھی اس لیئے کے وہ دونوں اپنی باتونی عادت کی وجہ سے اس کا دھیان خود سے ہٹنے ہی نہیں دیتے تھے۔

"میرا فنکشن میں جانے کا موڈ نہیں ہے مام!" کتاب ہاتھ میں لیئے ہی وہ اندر چلی آئی تھی۔۔

مایوں میں ہوئے ٹاکرے اور غیر متوقع سینز کے بعد اس کا قطعی مروت نبھانے کے نام پر اپنے زخم ادھیرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ کس قدر مشکل ہو جاتا

ہے ایسے حالات میں اپنا بھرم قائم رکھنا دل سے اٹھتی ٹیسوں کو لبوں پر خوبصورت تبسم کی شکل دینا۔

"غلط بات ہے بچے! اتنے خلوص سے ان لوگوں نے آپ کو بلوایا ہے اتنا پیار کرتے ہیں وہ لوگ آپ سے آپ نہیں جائیں گی تو انھیں برا لگے گا۔۔" سرزنشی انداز میں کہتے وہ بک شیلف میں بکس ادھر ادھر کر رہی آبرو کے قریب چلی آئیں تھی۔

"مام! وہ چیپٹر آل ریڈی کلوز ہو چکا ہے۔۔اور رہی بات ان کی خلوص کی تو میں اس کی ریسپیکٹ کرتی ہوں۔اسی لیئے میں نے اپنے ہاتھوں سے ان کا ویڈنگ ڈریس ڈیزائن کیا ہے۔۔آپ نے کہا مجھے پرسنلی انھیں وزٹ کرنا چاہیئے میں نے وہ بھی کیا۔۔بٹ مام! وہاں سب مجھے۔۔۔" تعارف کا حوالہ دیتے وہ لب دبا کر دو کتاب لیکر جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔

"کیا آپ نے واقعی اس چیپٹر کو کلوز کر دیا ہے۔۔؟" جبین بیگم دوٹوک سوال لیئے مقابل بیٹھیں۔

"میری لائف چینجر ڈژیجن میں کبھی میری اپرووول کو امپورٹنٹ نہیں سمجھا گیا ہے آپ بھی جانتی ہیں۔۔" اس کے لہجے میں ٹوٹے کانچ سی چبھن تھی۔

جبین بیگم لاجواب ہوئی۔۔

دفعتاً دروازے کے باہر سے دونوں ماں بیٹی کی بات سن رہے وقاص ملک اندر داخل ہوئے۔

"ابرار نے جب آپ کیلیئے طلحہ کا پرپوزل پیش کیا تھا بے شک وقت کی ضرورت کے موافق اس پر اناً فاناً عمل آوری ہوئی تھی لیکن وہ کانٹریکٹ میریج قطعی بھی نہیں تھا۔ ہم خاندانی لوگ ہیں شادی بیاہ جیسے سنجیدہ معاملات میں ہم اوچھے مذاق نہیں کرتے نہ ہی ایک وضع دار گھرانے کو ایسی

دو نمبر حرکتیں زیب دیتی ہے۔ یہ بات ابرار خود بھی جانتے ہیں پھر بھی میں نے صاف الفاظ میں یہ سب واضح کر دیا تھا۔ اور رخصتی کے وقت طلحہ کو بھی بنا لگی لپٹی کے باور کروایا تھا۔

لیکن وہ جوشیلا خودداری کا مارا جوان اپنی خودداری کا بھرم رکھنے کیلئے بات گول مول کر گیا۔ اور چند مہینے پہلے بھی انھوں نے جو کیا وہ اسی کی ایک کڑی تھی۔ پھر آپ نے امریکہ جانے کی ضد کی تو ہمیں بھی لگا آپ دونوں کو بریک کی ضرورت ہے۔۔ اس ٹینشن زدہ ماحول سے نکل کر سوچنے کی ضرورت ہے۔۔ لیکن اس کا قطعی یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ چیپٹر کلوز ہو گیا ہے۔۔

گو کہ آپ لوگ بالغ ہیں اپنا فیصلہ بہتر لے سکتے ہیں لیکن بہتر فیصلہ ٹھوس وجوہات کی بنا پر ہوتے ہیں۔ خودداری اور انا کی نام پر کئے گئے احمقانہ فیصلوں

کو ہر گز ایز آپیرینٹ ہم اپرول نہیں دیں گے۔۔۔"قطعیت بھرے انداز میں کہتے وقاص ملک آکر آبرو کے پہلو میں بیٹھے تھے۔

جواباً بہت کچھ لبوں پر ہونے کے باوجود اس نے فقط ایک خاموش نظر ماں باپ پر ڈالنے پر اکتفا کیا تھا۔

نہ رشتہ جڑتے وقت اس سے مرضی معلوم کی گئی تھی، نہ رخصتی پر اس کے احتجاج پر توجہ دیا گیا تھا۔

اور نہ ہی اس بے اعتنانے کچی ڈور کو توڑتے ہوئے اس کا احساس کیا تھا،

کرنے بیٹھتی تو کتنے شکوے نہیں تھے اس کے پاس کتنا احتجاج نہیں کر سکتی تھی وہ۔ لیکن لبوں پر مہر ثبت تھی۔۔

محبت کے ڈسے لوگوں کہ لبوں پر ایسے ہی قفل خود بخود لگ جاتے ہیں رگوں میں خون سے زیادہ متحرک محبت کا زہر احتجاج کی اجازت کہاں دیتا ہے الٹا دل بغاوت پر اتر آتا ہے۔

"ویسے پہلے تو ہمارا ارادہ نہیں تھا شادی میں شرکت کا لیکن اب ہمیں بھی لازماً شامل ہونا پڑے گا۔۔" سوچوں کے یلغار میں وقاص ملک کی پر سوچ آواز مخل ہوئی تھی۔

"خیریت؟"

"ہاں! سب خیریت ہی ہے۔۔ بلکہ خوش خبری ہے۔ ابرار نے امروز کا نکاح دلہن کی چھوٹی بہن سے طے کر دیا ہے اسی دن۔۔" وہ مسکرائے۔

"نجمہ سے؟" آبرو حیران ہوئی۔

"ہاں! یہی نام بتا رہا تھا۔۔"

"لیکن ان دونوں کی تو۔۔۔"جملہ ادھورا چھوڑ کر اس نے سائیڈ ڈرار سے بعجلت فون نکالا جو حسب عادت لوگوں سے فرار کیلئے اس نے بند کر کے مایوں کے فنکشن سے آتے ہی رکھ دیا تھا۔۔

فون آن ہوتے ہیں زینیہ نغمہ شہروز کے ڈھیروں مسیجز کے ساتھ امروز کی دہائیاں اور واویلوں کی فہرست پڑھتے وہ کچھ دیر پہلے کی کیفیت سے بالکل ہی نکل آئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"نکاح کا نام سن کر تو ایسا واویلا مچایا تھا مجھے لگا راتوں رات بریا بستر سمیٹ کر نکل جاؤ گے اور قربانی کا بکرا مجھے بننا پڑے گا۔۔ لیکن دو بول پڑھ کر تو چینل ہی بدل گیا ہے بھائی! دانت ہی اندر نہیں جا رہے تضاد یہ لش پش والی شیروانی۔۔ ویسے اطلاعاً عرض ہے فارس بھائی اور نغمہ آپی کیلئے ہی اسٹیج کا انتظام ہے۔۔۔"بلیک شیروانی میں سیناتان کر راجہ اندر کی طرح ٹشن میں

گھوم رہے امروز کو شہروز نے موقع ملتے ہی ٹھیک ٹھاک لتاڑا تھا جو رات بھی اس کا دماغ کھاتا رہا تھا اپنی دہائیوں سے۔۔

اور ظہر میں جیسے ہی نکاح ہوا موصوف کے مزاج ہی نہیں مل رہے تھے۔۔

"چھوٹے! سمجھا کر۔۔۔ کرنا پڑتا ہے یہ لوگوں کی نظر ہے مجھ پر۔۔" کالر ٹھیک کرتا وہ فخریہ یوں بولا جیسے نکاح نہیں بلکہ چاند پر قدم رکھ کر آئے ہوں موصوف۔۔

"لوگوں کی نظر آج فارس بھائی پر ہونے والی ہے کیونکہ وہ اصل دولہے ہیں آج کے۔۔" شہروز نے غلط فہمی کا گراف ذرا نیچے لانا چاہا۔

"وہ اصل دولہے ہیں تو کیا میرا نکاح نقلی نقلی میں ہوا ہے۔۔" امروز نے برا منایا۔

"ایسا ہی کچھ سمجھ لو۔۔ تمہاری تازہ ترین منکوحہ کی شکل مبارک دیکھ کر تو ایسا ہی لگ رہا ہے۔۔" شہروز نے سوجے منہ کے ساتھ نغمہ کو تھامے پارلر سے باہر نکلی نجمہ کی طرف اشارہ کیا۔

پستہ کلر کے دیدہ زیب لہنگے میں ماہرانہ ہاتھوں سے کئے گئے میک اپ اور جیولری کے ساتھ لگ تو وہ واقعی قیامت رہی تھی بس ذرا چہرے کے زاویہ درست ہوتے تو بات کچھ اور ہوتی۔

البتہ آبروکہ ڈیزائن کئے گئے گولڈن اینڈ بلڈ ریڈ رنگ کے امتزاج والا لہنگے اور شارٹ شرٹ میں بھاری میک اپ و جیولری کے ساتھ سہج سہج کر قدم اٹھاتی نغمہ آج آنکھوں کو خیراں کر رہی تھی۔۔

دونوں کے قریب آتے ہی شہروز نے فوراً بڑھ کر دروازہ کھولا تھا جبکہ امروز صاحب یوں سینے پر بازو باندھ کر کھڑے ہو گئے تھے جیسے دلہن کو پک کرنے نہیں بلکہ شیروانی کا ایڈ دینے بضد اصرار آئیں ہوں۔

نجمہ نے ایک نظر غلط بھی اس پر نہ ڈالا تھا سنبھال کر نغمہ کو اندر بٹھاتی وہ لہنگا سنبھال کر اندر بیٹھنے ہی لگی تھی کے شہروز کی زبان کھجلائی۔

"آپ اگلی سیٹ کو شرف بخشنا پسند کریں گی۔۔؟"

"میں تم دونوں کی بھو۔۔۔" وہ بل کھا کر کچھ سخت کہنے ہی والی تھی کہ نغمہ نے بدقت اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا جس پر وہ اسے گھورتی ہوئی اندر بیٹھ گئی تھی۔

"اوُ بھائی! بہت ہو چکا فیشن شواب چلو بھی فنکشن ہال میں سب منتظر ہیں دلہن کے۔۔ مہمان سارے آ چکے ہیں بشمول دولہا۔۔" شہروز نے نشت

سنبھالتے اسے ہلا کر ہوش میں لایا تو وہ اسے گھورتا ہوا آ کر ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان ہوا۔

"یہ گاڑی ہے یا بیل گاڑی ہمیں آج ہی کی تاریخ میں فنکشن ہال پہنچنا ہے ولیمہ میں نہیں جانا۔۔"گاڑی کو روڈ پر رینگتے ہوئے چند سیکنڈ ہی گزرے ہوں گے جب عقبی سیٹ سے تیکھا اعتراض موصول ہوا۔۔

"یہ گاڑی ہے بریک فیل زبان نہیں اپنی رفتار سے ہی چلے گی۔۔"بیک ویو مرر سے اس کا نخوت زدہ چہرہ دیکھتے اس نے بھی ادھار نہیں رکھا تھا۔

"تم۔۔"

"تم نہیں آپ ہوتا ہے۔۔"اس نے فوراً جملہ اچک کر ٹھیک کیا۔

"تمہاری آپ کی تو ایسی کی۔۔۔"

نجمہ !بد تمیزی نہیں کرو۔۔"اسے مار دھاڑ کیلئے تیار دیکھ نغمہ نے ایک بار پھر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے دباؤ بڑھایا۔

جس پر وہ خشمگیں نظروں سے نغمہ کو گھورتی پشت سیٹ سے ٹکا کر بیٹھ گئی تھی۔

اس کی تلملاہٹ دیکھ امروز نے زیر لب مسکراتے سپیڈ تیز کیا۔

جبکہ نغمہ نے شہروز کو فنکشن ہال پہنچنے تک سامنے والے فریق کو قابو میں رکھنے کا اشارہ کیا تھا۔

نجمہ کو نکاح کیلئے انھوں نے جس دقت سے راضی کیا تھا وہی جانتے تھے ورنہ وہ احمق تو امروز کے نام پر ہی بدک گئی تھی کہ ایک اور احسان کی پوٹلی نہیں اٹھانی میں نے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رات کے قریب آٹھ بج رہے تھے دولہا دلہن سبھی آچکے تھے البتہ مہمانوں کی آمدورفت جاری تھی۔۔

شادی کی مخصوص گہما گہمی رنگ برنگی آنچل بچوں کا شور نقری قہقہے گروپ بنا کر باجماعت انتہائی نزاکت کے ساتھ چغلی کھانے والی عورتوں کی ٹولیاں۔

ان سب کے بیچ میک سے دمکتے چہرے کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ سے بڑے سائز کا فون لیکر نزاکت سے لہنگے کو اور زلفوں کو لہرا کر چلتی ہوئی لڑکیوں کا الگ ہی شو چل رہا تھا۔

ستر اقسام کے منہ بنا کر خوبصورت انداز میں ڈیکوریٹ کئے ہوئے اسٹیج پر مختلف انداز میں سیلفی سیشن۔

جن میں اصل مضحکہ خیز وہ دوشیزائیں لگ رہی تھی جو خواہ مخواہ کی فوٹیج کھانے کیلئے نہیں نہیں کرتی ہوئی پوز دے رہی تھی۔

نیچے جبین بیگم کے ساتھ بیٹھی آبروزندگی میں پہلی بار شادی کی تقریب اور وہاں کی عجیب وغریب مناظر اچنبھے سے دیکھ رہی تھی۔۔۔

جبکہ جبین بیگم رقیہ دادی اور دیگر خواتین کی دلچسپ باتوں سے خوب لطف اندوز ہو رہی تھی۔

اسے بہت بار نجمہ اور زینیہ نے اسٹیج پر چلنے کیلئے اصرار کیا تھا لیکن وہ خوبصورتی سے ٹال گئی تھی۔

وہ آج حد درجہ مرکز نگاہ بننے سے اجتناب برتنا چاہتی تھی۔

جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ٹھہری تھی کیونکہ طلحہ اس جانب ایک مرتبہ بھی نہیں آیا تھا سو بھرم رکھنے کیلئے خواہ مخواہ کی اداکاری سے بچت ہوئی تھی۔۔

لیکن جب تقریب کے اختتامی مراحل میں گولڈن شیروانی میں اپنی نرالی چھپ لیئے جرنلسٹ صاحب نے اسٹیج کو رونق بخشی تو پھر اس کا کوئی عذر ہلا کام نہ آیا اور وہ اب بمشکل مسکراتی ہوئی اسٹیج پر کھڑی دودھ پلائی کی بحث ملاحظہ کر رہی تھی۔۔

"دیکھیں بھئی!! جوتے چھپائی اور دودھ پلائی لینا دولہے کی سالیوں کا بنیادی حق ہے جسے ہم چیلنج قطعی نہیں کر رہے۔ لیکن ہمارے پاس اس کے علاوہ بھی آپ کیلئے ایک سنہرا آفر ہے آپ لوگ اگر انٹرسٹڈ ہوں تو۔۔۔؟" مسکراہٹ چھپاتے تجسس پھیلانے کیلئے قصداً اس نے سوالیہ نظریں لڑکیوں کی جانب اٹھائی۔

"کیسی آفر؟"

"آفر یہ ہے کہ دولہے کی حسین و جمیل سالیوں کو قطار در قطار واش بیسن تک جانا ہے اور اپنا حسین چہرہ رگڑ رگڑ کر دھود کر آنا ہے۔۔ پھر آپ کو نہ صرف جوتے چھپائی اور دودھ پلائی ملے گی بلکہ منہ دکھائی بھی ملے گی۔۔ کیا کہتے ہو بھائیوں؟" نہایت ہی مودبانہ انداز میں آفر کی تشریح کرتے اس نے لڑکوں کی تائید چاہی تو جواباً قہقہوں کا طوفان امڈ آیا۔

جس میں لڑکیاں کا پر جوش احتجاج شامل تھا۔

"بھئی! میں تو خالصتاً آپ لوگوں کہ فائدہ کی بات کر رہا ہوں مطلب شادی میں اتنا تو کلیکشن ہونا چاہئے نہ کہ اگلی شادی کیلئے پارلر بک ہو سکے۔۔ ورنہ تو پردہ فاش ہو جائے گا۔۔۔" آنکھیں پٹپٹا کر اس نے لال پیلی ہو رہی لڑکیوں کو مزید آگ بگولہ کیا۔۔

"ہمارے فائدہ کا سوچنے کیلئے ہم یہاں موجود ہیں آپ خود کو زحمت نہیں دیں اس سلسلہ میں۔۔"کب سے اس کی بکواس سن رہی نجمہ کہ صبر کا پیمانہ جھلک ہی پڑا تھا۔

"جو بات ہے بھئی!!"کرارے جواب پر لڑکیوں کی باجھیں کھلی۔

"اور ویسے بھی آپ کی باری جب آئے گی آپ تب بارگنگ کر لینا ابھی تو جرنلسٹ صاحب کہ گرفتاری کا وارنٹ نکلا ہے۔۔کیوں نجمہ۔۔۔؟"کسی منچلی کزن نے معنیٰ خیزی سے دونوں کو چھیڑا۔

"بالکل!لوٹے کی طرح کبھی ادھر تو کبھی ادھر لڑھکنے والے صاحبان کو اس بحث سے اجتناب ہی کرنا چاہئے۔۔ورنہ ککڈ آوٹ کئے جانے پر واویلے مچے گا۔"چونکہ دلہن بنی نغمہ ابھی گھورنے سے قاصر تھی سو نجمہ بی بی بھی لحاظ نہیں کر رہی تھی۔

"تمہاری۔۔۔"

"بھائی! تو نے ہی کہا تھا لوگوں کے سامنے بھرم رکھنا ہوتا ہے سو یہاں اپنی کیٹ فائٹ نہ شروع کرو۔۔۔" امروز کے کلس کر جوابی کارروائی کرنے سے قبل ہی شہروز نے اس کا بازو تھاما۔

جس پر ہنکار بھرتے اس نے خشمگیں نظروں سے گلی ماسٹرنی کو دیکھا جس کے مزاج ہی نہیں مل رہے تھے جیسے اس نے کوئی محترمہ کے عشق میں گوٹے گوٹے ڈوب کا نکاح کیا ہے۔۔

"ویسے گرلز مائنڈ تو آپ لوگ میری حق بات کر گئی لیکن آن سیریس نوٹ کہنا چاہوں گا۔۔۔" وہ گلا کھنکارتا پھر درمیان میں کودا جس پر فارس کے ہاتھ سے منہ مانگی رقم لے رہی نجمہ نے کوفت سے آنکھیں گھمائی۔

"آپ لڑکیاں یہ ڈینٹنگ پینٹنگ ذرا ہاتھ ہولا رکھ کر کیا کریں یار! قسم سے ایک ایک کو دیکھو تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے چہرہ 'امریکہ' سے اور ہاتھ پیر 'افریقہ' سے امپورٹ کروایا گیا ہے۔ جسے دیکھ کر ہماری مظلوم صنف کی دھڑکنیں تھمتی نہیں تھم جاتی ہے۔ جو عام زبان میں 'ہارٹ اٹیک' کے نام سے جانا جاتا ہے۔۔" سنجیدہ چہرہ بنا کر جس ٹھہراؤ سے وہ بولا تھا جواباً قہقہہ کا طوفان ویسا ہی بلند ہوا تھا اور قبل اس کے کہ خوبصورت سینڈلز تک بات پہنچتی وہ تیزی سے وہاں سے رفو چکر ہوا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رخصتی ہوئے ایک ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ ہو چکا تھا مہمان سمیت گھر والے بھی سارے رخصت ہو چکے تھے وہ فنکشن ہال سے سب سمیٹ کر چوڑی کلائی پر بندھی گھڑی میں ایک کا ہندسہ عبور کرنے کیلئے تیزی سے دوڑ رہی گھڑی پر

ایک تھکن زدہ نظر ڈال کر جیب سے چابی نکالتا ہوا بائیک کی طرف بڑھا تھا کیونکہ گاڑی آج امروز صاحب کی سروس میں تھی۔۔

دفعتاً فون رنگ ہوا چابی ہینڈل پر لگا کر اس نے جیب سے فون نکال کر سکرین پر اچٹتی سی نظر ڈالی جہاں ان نون نمبر کالنگ بتا رہا تھا۔

"ہیلو!" ماتھے پر بل نمودار کئے اس نے فون کان سے لگایا۔

"کیسے ہیں ایس پی صاحب!" دوسری طرف سے ترنگ میں آواز گونجی تھی۔

"کون؟" ماتھے کے بل قریب آئے۔

"تعارف کی اتنی جلدی کیا ہے جناب؟ اصولاً تو اتنی رات کو زحمت دینے کی وجہ دریافت کرنی چاہئے۔۔۔؟" مقابل کی اپنی ہی تان تھی اور آخر میں بے ڈھنگا قہقہہ۔

"میں نے پوچھا کون؟" خواہ مخواہ کی کسوٹی کھیلنے پر اس کی آواز میں کرختگی در آئی تھی۔

"کون سے زیادہ ضروری ہے آپ کی بلبل کہاں ہے۔۔؟"

"کیا بکواس ہے۔۔۔؟" اس کا ناگوار لہجہ خاصا ترش تھا۔

"بکواس نہیں آپ کی امریکی بلبل کی بات کر رہا ہوں جو آپ کے میچنگ سیاہ کپڑوں میں قیامت برپا کرتی ہوئی آپ کے عزیز دوست کی شادی میں شریک ہوئی تھی۔۔" کمینگی سے مدمقابل ذرا تفصیل میں گیا۔۔

"زبان سنبھال کر بات کرو۔۔۔" اس کے خباثت بھرے انداز پر وہ یکایک مشتعل ہوتا زخمی شیر کی طرح دہاڑا تھا۔

"دھاڑنے میں وقت ضائع نہیں کریں اگر اپنی بلبل کی جان پیاری ہے تو فنکشن ہال سے بیس کلو میٹر دور آئس کریم فیکٹری میں چلیں آئیں جتنی

جلدی ممکن ہو ورنہ۔"سنگین جملے کو قصداً ادھورا چھوڑ بیہودہ قہقہہ پوری خباثت سے گونجا تھا۔

"بکواس بند کرو۔۔۔اگر اسے کھروچ بھی آئی تو میں تمہیں۔۔۔۔شٹ!!"

وہ بھپڑے شیر کی مانند مقابل کو دردناک انجام سے خبردار کرنے ہی لگا تھا کے کال ڈراپ ہو گئی۔

اور دوبارہ کال ملانے پر حسب توقع نمبر آف بتا رہا تھا۔۔

"اگر اسے ایک کھروچ بھی آئی تو۔۔۔"دانت پیس کر کہتے وہ ایک جھٹکے سے بائیک پر سوار ہوتا طوفان میل کی طرح مطلوبہ سمت گاڑی چلا نہیں اڑا رہا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"کہاں ہو تم۔۔میں پوچھتا ہوں کہاں ہو تم۔۔۔؟"آئس کریم فیکٹری کے باہر گھپ اندھیرے کا راج دیکھ وہ حلق کے بل چیخا تھا لیکن دوسری طرف جواب ندارد تھا۔

"میں بتا رہا ہوں اگر اسے ایک کھروچ بھی آئی تو تمہاری سات نسلوں کی بوٹیاں چیل کوے کھائیں گی۔۔۔"بند فیکٹری کے گیٹ پر زور زور سے لات مارتا وہ اس کی حالت کا سوچ کر ہی پاگل ہو رہا تھا۔

پچھلی مرتبہ گیلانیوں کہ یرغمال بنانے پر ہوئی اس کی نیم جان حالت اسے اچھی طرح یاد تھی۔دوبارہ اسی صورت حال سے دوچار ہو کر تو شائد وہ۔۔۔

وہ آگے سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔۔

مزید طیش کے عالم میں بھاڑی گیٹ پر پے در پے لات مارتا وہ تیزی سے کسی بندر کی طرح چھلانگ لگا کر گیٹ پر چڑھا تھا اور اگلے ایک منٹ کے اندر وہ پسینے میں تربتر اندر کودا تھا۔

اندر بھی ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا وہ دیوانہ وار کبھی اس دروازے پر تو کبھی اس دروازے پر لات مارتا بالکل مجنون کیفیت میں گرفتار تھا جیسے سارے سدھ بدھ گنواں بیٹھا ہو۔۔

دل و دماغ میں اس کی حالت کا سوچ کر آگ کی لپٹیں اٹھ رہی تھی رگوں میں خون کی جگہ شرارے اُبل رہے تھے جس سے وہ اس ان نون کالر کو بھسم کر دینا چاہتا تھا۔

اس لمحے رگِ جاں کو کھونے کا روح فرسا احساس تھا جو اس ذہین فطین تھانیدار کے سارے حواس سلب کر گیا تھا۔ وہ بھی کچھ اس طرح کہ وہ یہ بھی بھول چکا تھا کہ آبرو اپنے ماں باپ کے ساتھ گارڈز کے ہمراہ فنکشن میں آئی تھی۔

یہ بھی کہ یہ ایک گھناؤنی سازش بھی ہو سکتی ہے آخر کو وہ اس شعبہ سے منسلک تھا جہاں دشمنوں کا حساب لگانا بھی تصور سے پڑے ہوتا ہے۔

یاد تھا تو بس اتنا کہ وہ لڑکی دوبارہ اس فیز سے گزرنے والی ہے جس سے پچھلی دفع وہ مرتے مرتے بچی تھی۔۔

"ایک ذرا سی منکوحہ کیلئے پوری فیکٹری کو منہدم کرو گے کیا ایس پی؟" عقب سے وہی محظوظ کن آواز گونجی تھی۔

"تم۔۔۔؟" وہ برق رفتار سے دھاڑتا ہوا مڑا تھا۔۔

دفعتاً ساری لائٹز آن ہوئی تھی جس پر بجائے طلحہ کی آنکھیں چندھیانے کے حجم سے باہر کو اُبلی تھی۔۔

مقابل وقاص ملک، جبین بیگم، ابرار حمید، امروز، شہروز، زینیہ کے ساتھ درمیان میں وہ کمینہ کیڈ نیپر بھی گولڈن شیروانی میں بتیسی کی نمائش کرتا ہوا ایستادہ تھا۔۔

"تو حاضرین مل گیا آپ لوگوں کو ہمارے تھانیدار کہ قول و فعل کے تضاد کا ثبوت۔۔اُلپس! میرا مطلب سچے و کھرے جذبات کا ثبوت!!" پسینہ میں تربتر حیران پریشان طلحہ پر پر شوق نظریں گاڑے وہ اپنے ہم صفوف سے سوال کناں تھا۔

جواباً سب کا مشترکہ محظوظ کن 'ہمممم' خاصا معنیٰ خیز تھا۔۔

"کیا بیہودہ مذاق ہے یہ فارس محمود!!" یقین و بے یقینی کی بھنور سے نکلتے وہ گر جا تھا۔۔

"بیہودہ مذاق نہیں تھا نیدار صاحب! یہ آپ کے جذبات کا ایک لائیو ایگز مپل تھا جو ان حضرات کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرنا تھا۔ جس وجہ سے میں اپنی شادی کی رات بجائے اپنی دلہن کے پاس ہونے کہ آپ کی اپنی منکوحہ کی تلاش میں دوڑیں لگوا رہا ہوں۔۔۔ دیکھیں!" اپنی شیر وانی کا کالر درست کرتا وہ طلحہ کی بھسم کرتی نگاہوں کا اثر لیئے بغیر متانت سے بولا۔

"تمہاری تو میں۔۔۔۔" وہ غیظ سے مٹھیاں بھینچتا ہوا اس کی طرف لپکا جس پر فارس پھرتی سے وقاص ملک کی اوٹ میں ہوا تھا۔

"دیکھ لیں انکل! آپ کے گبھرو جوان داماد کے تیور۔۔میں نے موصوف کے ساتھ بھلائی کی اور یہ مجھی پر غرا رہے ہیں۔۔"فارس کے برجستہ انداز پر قدم روکتا وہ خفیف سا ہوا تھا۔

"اب بھی تمہارے خود ساختہ مفروضوں کی بنیاد اتنی ہی مضبوط ہے اب بھی منکر ہو اپنی حقیقت سے۔۔؟"اس کے زیر ہونے پر فارس شیر ہوا تھا۔

"مم۔۔مجھے لگا۔۔میں بس۔میں۔وہ۔۔۔"پہلی باریوں پوری طرح شکنجہ میں آنے پر وہ بری طرح گڑبڑایا تھا۔

"کڈنیپر کی کال سننے کے بعد دماغ کے گھوڑے دوڑانے کے بجائے عقل کا دریچہ بند کر کے تم دل کی لگام تھامے کچی ڈور سے بندھے چلے آئے ہو۔جس سے سب دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو گیا ہے۔۔اب چاہو بھی تو مکر

نہیں سکتے۔" بڑوں کا لحاظ یا چھوٹو کا خیال کئے بغیر بے باق جرنلسٹ نے بے باقی سے خلاصہ کیا تھا۔

"میں چلتا ہوں۔۔" ایک ترش نظر اس پر ڈال کر وہ تیزی سے یہ جا وہ جا ہونے کو تھا کے امروز شہروز زینیہ عین مقابل آن ایستادہ ہوئے۔

"کیا ہے یہ سائیڈ ہٹو۔۔۔" اس نے رعب ڈالنا چاہا۔

"سارے راز تو سرے آئس کریم فیکٹری افشاں ہو چکے ہیں اپ گریز پا ہونے کا کیا حاصل۔۔۔؟" امروز مزید تن کر کھڑا ہوتا شوق ہوا۔

ابرار حمید اور دیگر جو پشت پناہی کیلئے موجود تھے۔

"آئس مین بنے گھوم رہے تھانیدار کا سارا آئس میلٹ ہوتے ہم نے دیکھ لیا ہے بھائی اب نہیں کریں۔۔" شہروز کہ میں منہ بھی گویا امروز کی زبان تھی۔

"تم لوگ!!" طلحہ نے خشمگیں نظروں سے دونوں کو گھورا۔

"بھائی جان! پلیز اب یہ ضد چھوڑ بھی دیں ناں۔۔" زینیہ نرمی سے اس کا بازو تھامتی ملتجی ہوئی۔۔

"ہاں! بھائی جان چھوڑ دیں ناں۔۔" فارس بھی دوسرا بازو تھامتا ہوا لڑکا۔

"تمہیں تو میں وہاں چھوڑ کر آؤں گا کے۔۔۔" بقیہ الفاظ اس نے دانتوں تلے پیستے ہاتھ جھٹکے تھے۔۔

"سہی ہی تو کہ رہے ہیں میں نے فیصلہ کا حق تمہیں دیا تھا اور تمہارا فیصلہ ہم دیکھ چکے ہیں۔۔۔" ابرار حمید نے جتایا۔

"ابا!" وہ جز بز ہوا تھا۔

کھل کر وہ سب کے سامنے ہی کچھ اس طرح آیا تھا کے اب ٹھوس احتجاج کا کوئی پہلو ہی نہیں نکلتا تھا۔ اسے خود پر تاؤ آیا آخر کیوں وہ ایک فون کال پر

حواس باختہ ہو گیا تھا۔ روزانہ اس طرح کے کئی کالز کو وہ بہتر انداز میں شٹ اپ کال دیتا تھا پھر اس کال پر ہی کیوں وہ مفلوج الحواس ہو گیا۔۔۔؟

"کیونکہ اس میں اس کا ذکر تھا۔۔؟" اندر کہیں سے جواب آیا تھا۔۔

وہ ایک طویل سانس اندر کھینچتا سب کے جوش و التجا کا امتزاج لیئے چمک رہے چہرے پر نظر ڈالتا وقاص ملک اور جبین بیگم کی طرف مڑا۔

"اگر آپ چاہیں تو۔۔۔" گلا کھنکار کر ترتیب شدہ الفاظ کے زیاں سے قبل اس نے قصداً توقف لیا۔

"یار جلدی بولو کیا اگر وہ چاہیں تو۔۔۔" فارس سمیت باقی سب ہی پر یہ توقف سخت گراں گزرا تھا۔

"تم لوگ بولنے دو گے۔۔" وہ چڑ گیا۔

"جی سرکار!!" سب نے فوراً سر خم دیا۔

"اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں آپ کی بیٹی کو آپ ہی کی طرح رکھنے کی پوری کوشش کروں گا۔۔۔"مضبوط لہجے میں چنندہ الفاظ کا زیاں کرتے بلا آخر اس نے دل کی ضد کے آگے گھٹنے ٹیک ہی دئے تھے۔۔

"واہ! واہ! بھئی! ہمارے تھانیدار کا ہر انداز ہی نرالا ہے ذرا غور کریں اماوس کی گھور سیاہ رات میں آئس کریم کی بند فیکٹری کے احاطہ میں انتہائی رومانوی انداز میں انھوں نے اپنے سسر جی کو پرپوز کیا ہے بھئی واہ کیا انفرادیت ہیں صاحب کی۔۔۔"فارس آج تھانیدار کا ریکارڈ لگانے کا کوئی موقع ضائع نہیں دینا چاہتا تھا۔

"تم اپنی زبان بند نہیں رکھ سکتے کچھ دیر۔۔۔؟"طلحہ نے خونخوار نگاہوں سے اسے گھورا۔

جواباً فارس نے فوراً منہ پر انگلی رکھا تھا۔

"مجھے اعتراض ہے۔۔۔" وقاص ملک کی گمبھیر آواز گونجی۔۔

"جی!!!" سب کا جی توقع کے مطابق خاصا بلند تھا۔

"جی! میرا اعتراض یہ ہے کہ آپ میری بیٹی کو وہ زندگی نہیں دیں جو میں نے دی تھی۔۔۔ بلکہ آپ میری بیٹی کو وہ زندگی دیں جو آپ نے اُن ڈیڑھ دو ماہ میں اسے دی تھی۔ جس کے بعد ہماری بیٹی ہماری نہیں رہی۔۔ میری بیٹی کو سونے کا پنجرا نہیں مٹی کا گھروندا چاہیئے جو محبت و اپنائیت سے گندھا ہو۔۔ کیونکہ دنیا جانے یا نہ جانے ہمارے فیملی جانتی ہے خوشیوں کی قیمت دولت سے ادا نہیں ہوتی۔۔" جبین بیگم کو اپنے حصار میں لیتے وقاص ملک ٹھوس انداز میں بولے تھے۔

"قبول ہے۔۔۔" جواباً سب کی پرجوش چیخ سے ویران فیکٹری گونج اٹھی تھی۔

"لیکن ! لیکن ! لیکن مجھے ایک اعتراض وتھ ریکویسٹ ہے۔۔۔" فارس ایک مرتبہ پھر پھدک کر بیچ میں آیا تھا۔

جواباً سب نے اس کو ایسی نگاہوں سے دیکھا جیسے پوچھ رہے ہوں اب کیا باقی رہ گیا ہے۔۔

"دیکھیں انکل ! بات دراصل یہ ہے کہ میں نے اور لالے نے اپنی زندگی میں ہر کام ساتھ کیا ہے یہاں تک کی جرنلزم میں آجانے کے باوجود میں نے اسے کمپنی دینے کیلئے تین بار سول سرویسیز کا امتحان تک لکھا۔۔ برسر روزگار ہونے کے باوجود صرف اس بدذوق آدم بیزار انسان کے انتظار میں اپنی زندگی کے اتنے حسین ماہ وسال ضائع کئے۔ اور میری اتنی قربانیوں ریاضتوں کے بعد ایک دن اچانک صاحب بہادر نے ایمرجنسی نکاح کا اعلان کر دیا اور۔۔۔"

"برخوردار! آپ لب لباب بتائیں اس تقریر کا۔رات کافی ہو گئی ہمارا یہاں یوں ٹھہرنا مناسب نہیں لگ رہا۔۔۔" وقاص ملک نے مسکراتے ہوئے ٹوکا۔

"جی انکل!" فارس کھسیا سا گیا۔

"تو لب لباب یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں اس کی رخصتی بھی آج میرے ساتھ ہی ہو۔۔پلیز انکار نہیں کیجئے گا۔۔" فارس نے لگے ہاتھوں منت بھرے انداز میں ہاتھ جوڑے۔

"پر بیٹا فنکشن تو۔۔" جبین بیگم معترض ہوئیں۔

"فنکشن وغیرہ بعد میں ہو جائیں گے ناں آنٹی! ابھی تو ہاں کر دیں پلیز۔۔پلیز۔۔پلیز۔۔۔" اس کے اصرار کو دیکھتے وقاص ملک نے اثبات میں سر ہلایا۔

جبکہ طلحہ بوکھلا گیا تھا آج کے آج رانی صاحبہ سے دو دو ہاتھ کرنے کا سوچ کر جس نے اتنے دنوں میں اتنی مرتبہ ٹاکرا ہونے کے باوجود اس کی جانب دیکھا تک نہ تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"تجھ سے زیادہ ذلیل بیہودہ اور آخری درجہ کا فضول دولہا دنیا نے آج تک نہیں دیکھا ہو گا۔۔"سب گاڑی میں منہ پھلا کر بیٹھی آبرو کو اناً فاناً رخصتی کیلئے منا رہے تھے اور طلحہ اس ڈھیٹ کو شرمندہ کرنے کی کوشش میں سرگرداں تھا جو اس کی بائیک سے ٹیک لگا کر سامنے ملک وقاص کی گاڑی کے پاس کھڑے ہجوم کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ فساد کی جڑ نہیں عام سا تماشائی ہو۔

"چل دنیا کم از کم اس ملال کے ساتھ نہیں رہے گی آج کے بعد۔۔۔"شیروانی کا کالر اٹھاتے فارس نے زعم سے سر خم کیا۔

"اپنی شادی والے دن ایسی دو نمبر حرکتیں تجھ جیسا مسخرہ ہی کر سکتا ہے۔۔" چکنے گھڑے پر اثر نہ ہونے پر الٹا وہ ہی سلگ گیا تھا۔

"اور اپنے مسیحا کو ایسے بھگو بھگو کر تجھ جیسا ناشکرا ہی مار سکتا ہے۔۔"

"مسیحا۔۔۔؟" اس کی بھویں اعتراض میں سکڑی۔

"اور نہیں تو۔۔۔؟ اپنی شبِ زفاف پر بجائے اپنی منتوں مرادوں سے ملی بیوی کو اپنی ساحرانہ پرسنالٹی کی سحر میں گرفتار کرنے کہ، فسوں خیز جملوں کی جادو بیانی سے ایمپریس کرنے کہ میں یہاں تیری سیٹنگ کروا رہا ہوں اور تو ہے کہ بجائے مجھے جھک کر سلام کرنے کے ٹینٹر مزد کھا رہا ہے۔۔ افسوس کی بات ہے بلکہ انتہائی افسوس کی بات ہے۔۔" فارس نے شاکی نگاہوں سے اس بے مروت کو دیکھا جو ذرا منون نہیں ہو رہا تھا۔

"اور جانتا ہے یہ آئس کریم فیکٹری میں نے اپنے دوست کے دوست سے کس مشکل سے ارینج کی ہے صرف اس لیئے کی کچھ ایل لیگل نہ ہو جائے صاحب بہادر کی سلطنت میں، اور ان لوگوں کو کس طرح منت سماجت کر کے یہاں حاضری دینے کیلیئے راضی کیا ہے وہ تو پوچھ ہی مت۔۔" فارس جذباتی ہوا۔

"میں پوچھ بھی نہیں رہا۔۔" اور مقابل بیزار۔

"بدذوق اور ناشکرے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔۔" وہ کلس اٹھا۔

"الحمدللہ!"

"قسم سے اتنی محنت اتنی پلاننگ پلوٹنگ سیٹنگ اور ارینجمنٹز میں اگر اپنے ویڈنگ گفٹ پر کرتا تو۔۔۔" تاسف سے سر ہلاتے وہ سامنے دیکھنے لگا جہاں شائد محاذ سر ہو گیا تھا۔

سیاہ ڈزائینر جوڑے میں خراب زاویوں کے ساتھ وہ ادھر ہی آرہی تھی۔۔

"ویسے یوں تو دونوں دیوداس بنے گریزاں گھوم رہے ہو اور کپل گولز پر پھر بھی پورا دھیان دیا جارہا ہے۔۔" دونوں کو سیاہ رنگ میں ملبوس دیکھ فارس کی ٹون پل میں بدلی۔

"یہ یہاں کہاں۔۔ میرا مطلب ہے یہ تو گاڑی سے۔۔۔"

"جی نہیں! یہ بائیک پر آپ کے ساتھ آرہی ہے لانگ ڈرائیو یونو بلیک برڈز۔۔" فارس نے کندھے سے کندھا مارا تو پھر وہ صرف اسے گھورنے پر ہی اکتفا کر سکا۔

"بھابی جی! اتنی ساری خواری کروانے کیلئے میں دل سے شرمندہ ہوں ساتھ آپ کو کھلی چھوٹ دیتا ہوں آپ اس پولیس والے سے گن گن کر جتنا چاہیں

میرا انتقام لیں ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔۔۔"آبرو کے تیور دیکھ کر بھی فارس مسخری سے باز نہ آیا تھا۔

اور پھر قریب دو بجے یہ دستہ اپنا انوکھا مشن کامیاب کر کے اپنے اپنے گھروں کی سمت آسودگی سے روانہ ہوا تھا۔

اس سب کے برعکس طلحہ کی بائیک پر احتیاط سے بیٹھی ملک زادی کے تیور قطعی موسم کے فیور میں نہیں تھے ورنہ پر کیف ہوائیں سنسناس سڑک دو جواں دھڑکتے دل اور یہ تنہائیاں۔۔ایک حسین داستان تو لکھی جا سکتی تھی بشرط یہ کہ موسم کے ساتھ موڈ بھی خوشگوار و مناسب ہوتا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

اور توقع کے عین مطابق طوفان سے پہلے کی خاموشی سب کے تھکے قدموں اپنے اپنے خواب گاہ کا رخ کرنے کے بعد کچھ جھجھک کے ساتھ اپنے روم میں داخل ہوئے ایس پی صاحب پر قیامت بن کر ٹوٹی تھی۔

صورت حال اب کچھ یوں تھی کہ رو رو کر سرخ چہرہ گلابی آنکھیں لیئے سیاہ ڈریس میں قیامت ڈھا رہی اس آتش فشاں کے ہاتھ میں اس کا سروس گن تھا اور ہاتھ کھڑا کیئے اس کا مجرم منتیں کر رہا تھا۔

"میری جلالی تھانیدارنی!! ماناہر وردی والے کا خواب ہوتا ہے وردی میں شہید ہونا۔۔۔ لیکن بیوی کے ہاتھوں قطعی نہیں۔۔ سو پلیز گن اور گولی دونوں اصلی ہے۔۔ گن نیچے کر دیں اگر یہ چل گئی تو یہ تھانیدار آخری آرام گاہ کی طرف چل پڑے گا۔۔ کیوں بھری جوانی میں بیوہ ہونا ہے آپ نے۔۔۔؟" دونوں ہاتھ ہوا میں کسی مجرم کی طرح بلند کیئے وہ جبراً مسکرایا۔

"کیونکہ تھانیدار کو بھری جوانی میں قتل ہونے کا شوق ہے۔۔"اس کے سر پر تو جیسے جنون سوار تھا۔۔

اتنے مہینوں سے جو اس کے اندر توڑ پھوڑ مچی ہوئی تھی۔

ہر لمحہ جوانیت کی بحر بیکراں سے وہ نبرد آزما رہی تھی۔

بازیِ دل کو ہار جانے کی جو ٹیس ہمہ وقت دل سے اٹھتی رگ وپے میں سرد لہر دوڑاتی رہتی تھی۔

اس کی بے رخی سے امیدیں جو اپنی موت آپ مر چکی تھی آج اچانک غیر متوقع طور پر سب مل جانے پر اس کے حواس معطل ہو گئے تھے۔

یاد تھا تو بس اتنا کے اس سنگدل نے اسے بہت خوار کیا ہے اپنی فراق میں۔اور اشتعال انگیز مادہ اُبل پڑا تھا۔۔

"اچھا! میرا جرم تو بتا دیں ایک بار پھر بخوشی اپنی منشا پوری کر لیجئے گا۔۔" وہ دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کئے ہی بڑے نامحسوس انداز میں پیش قدمی کر رہا تھا۔

"تت۔۔ تم بہت برے ہو۔۔" گلابی لبوں کے سنگ ہاتھ و لہجے میں بھی واضح لرزش تھی۔

"تو کیا یہ میرا جرم ہے؟" وہ ہنوز فاصلہ سمیٹ رہا تھا۔

"نہیں!! میرا جرم ہے۔۔" وہ ہزیانی انداز میں چیخی۔ شربتی آنکھوں سے بہتے درد میں بھی خطیر اضافہ ہوا۔ البتہ بندوق ہنوز طلحہ کی سمت تھا۔

جو تقریباً درمیانی فاصلہ سمیٹ چکا تھا جو دھندھلائی نظروں سے دیکھتی آبرو محسوس نہیں کر پا رہی تھی۔۔

"وہ کیسے۔۔۔؟ میرے برے ہونے میں آپ کا جرم کیسے ہو گیا؟" فاصلہ فقط دو قدم تھا۔۔

"کیونکہ میں نے۔۔ت۔۔تت۔۔تم جیسے دو کوڑی کے وردی والے سے امیدیں وابستہ کی اور تم کو اب شو۔۔۔۔"

"شششش!!!!۔۔۔۔" قبل اس کے کہ جذبات سے مغلوب آبرو کی انگلی ٹرائیگر پر دباؤ ڈالنے میں کامیاب ہوتی۔۔

طلحہ نے ایک ہی جست میں بقیہ فاصلہ سمیٹ کر پھرتی سے اسے اپنے توانا بازوں کے شکنجہ میں لیکر گن پیچھے بیلٹ سے اٹکا چکا تھا۔۔

"اب تو آپ نے اس دو کوڑی کے وردی والے سے جو وابستہ کرنی تھی کر چکی اب کیا کیا جا سکتا سکتا ہے۔۔؟" بغور اس کا گریہ وزاری سے سرخ کتابی چہرہ دیکھتے اس نے متاسفانہ انداز میں دائیں بائیں سر کو جنبش دیا۔۔

"تت۔۔تم۔۔تم مذاق اڑا رہے ہو میرا۔۔۔؟" وہ بری طرح مچلی تھی۔

دل اس شقی القلب کہ مطمئن تاثرات دیکھ بلبلا اٹھا تھا۔اس پاگل دل نے بھی روگ لگایا تو کس پتھر کا لاکھوں دلوں کو جوتی کی نوک پر رکھ کر تسخیر بھی ہوا تو اس بے مہر کے ہاتھوں۔۔

"اچھا! رونے دھونے کا ارادہ کچھ دیر کیلئے ملتوی کرتے ہوئے ذرا بتائیں آپ کے اندر چنگیزی خون نے جوش کس لیئے مارا ہے مطلب شعلہ جوالا کا روپ دھارے کیوں اس معصوم تھانیدار کو بھسم کرنے کے درپے
ہیں۔ جبکہ۔۔۔۔۔"

"معصوم!۔۔۔"اشکبوں سے بھری شاکی نظروں سے اسے دیکھتی وہ درد سے بھرائی آواز میں احتجاجی ہوئی۔

جواباً وہ اطمینان سے ایک ہاتھ سے اس کی کمر کے گرد بازو کا حصار مضبوط کرتا دوسرے ہاتھ سے اس کہ آنسوں صاف کرتا نفی میں سر ہلاتا ذرا سا جھکا۔

"ہاں! معصوم۔۔۔ تبھی تو اپنی تھانیدارنی کیلئے معصومیت کی انتہا کو چھوتے ہوئے 'ہتھکڑی' اور 'بیڑیاں' لیکر آنا چاہتا ہوں تاکہ انھیں اپنا قیدی بنا سکوں۔" آنکھیں پٹپٹا کر وہ معصومیت کی عملی تفسیر بنا اپنے ارادے بتا رہا تھا۔

منا بھی لوں گا اسے گلے لگا بھی لوں گا میں

ابھی تو دیکھ رہا ہوں اسے خفا کر کے!

دسترس سے بہت دور محسوس ہونے والی اس چاند زادی کو اچانک کسی بن مانگی دعا کی طرح اپنی باہوں کے حصار میں مقید دیکھ خوشی کے بے پایاں احساس سے مغلوب دل و دماغ خوش بختی کا یقین اس سے لطیف شرارتیں کر کے کرنا چاہ رہے تھے۔۔

"ہہ۔۔ہہ۔ ہتھکڑی اور۔۔بب۔۔بب۔بیڑیاں؟" حیرت، دکھ، صدمہ، شکایت کیا کچھ اس کی بھیگی حسین دل کی دنیا کو تہ و بالا کرتی آنکھوں میں نہ سمٹ آیا تھا۔

طلحہ کے شریر تاثرات پل میں ماند پڑے۔تاہم دل ہنوز آمادہ تھا اپنی شرارت کو طوالت دینے پر۔۔

"اور نہیں تو۔۔اب ڈھونڈ کرا بانے لائی ہی ایسی تیکھی کٹار دو دھاری تلوار بہو ہے جو مجھ معصوم سے تھانیدار سے قابو میں ہی نہیں آتی تو ظاہر ہے اب یہی کرنا پڑے گا۔۔" وہ مسمسی شکل ڈال کر اپنے فعل کو جسٹیفائی کر رہا تھا۔۔

---

"چھ۔۔ چھوڑو۔۔ مم۔۔میری ہی غلطی ہے مجھے واپس آنا ہی نہیں چاہئے تھا۔۔" وہ بری طرح مچلی تھی۔۔

"سو تو ہے۔۔" وہ متفق تھا۔۔

"بالکل!! تم تو مجھے میرے باپ کے در پر بھیک آئے تھے میں پاگل واپس۔۔"تکلیف سے حلق میں منجمد ہوا نمکین پانی کا گولہ بقیہ الفاظ حذف کر گیا تھا۔

دوسرے ہی پل وہ بری طرح بکھر کر دھواں دھار روتی ہوئی تھانیدار کی شرارت کا فور کر اس کے چودہ طبق روشن کر چکی تھی۔وہ اسے سنبھالنے میں بے حال ہو رہا تھا اور اس کی ہمدردی پر وہ مزید بکھر رہی تھی۔۔۔

"سچ کہتا ہے فارس محمود مجھ میں رومانس کا کیڑا سڑے سے ہے ہی نہیں مجرموں کے ساتھ رہ رہ کر ویسا ہی ہو گیا ہوں۔۔۔افف!!! یہ تو الٹے آنت گلے پر گئی۔۔"اسے کسی طور چپ نہ ہوتا دیکھ طلحہ خود کو کوستا بری طرح لب کچلنے لگا تھا۔

"پپ۔۔پلیز۔۔پلیز۔۔ایم۔۔ایم سوری۔۔مم۔۔میں مذاق کر رہا تھا۔۔"اسے بیڈ پر بٹھاتے وہ روہانسا سا دوزانوں سامنے بیٹھا تھا۔

"مذاق ہی تو ہوں میں تمہارے لیئے۔۔۔"اس نے دکھ سے غصہ کی چنگاری لیئے بھیگی نظریں اٹھائی۔۔

"آپ کو ایسا لگتا ہے۔۔؟"براہ راست اپنی سنجیدہ نظریں اس کی بھیگی نظروں سے چار کرتے استفسار ہوا۔

"اور نہیں تو۔۔"وہ نگاہ پھیر کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

لیکن ایک قدم بھی اٹھانے سے پہلے وہ خفیف سا جھٹکا کھا کر اس کے مضبوط سینے کا حصہ بنی تھی۔

جیسے دھاگہ ہو کسی تسبیح میں

ایسے سانسوں کے درمیاں ہو تم!

"میرے لی ئے جو جذبات احساسات مذاق تھے وقت گزاری فارغ اوقات کی مصروفیت تھی اسے میری زندگی کا حاصل بنادیا۔اب بھی آپ کو لگتا ہے مذاق ہیں آپ میرے لی ئے۔۔"اس کی خواب دیدہ نقوش کو اپنی جذبات کی لو سے دہکتا وہ کچھ اس طرح بولا تھا کے آبرو کی نظریں بے اختیار ہی جھکتی چلی گئی تھی۔

"یہ سچ ہے میں شروعات میں آپ کو سخت ناپسند کرتا تھا جس کی دو وجہ تھی ایک تو آپ کا گستاخانہ کسی قدر حقارت آمیز لہجہ دوسرا آپ کا خاندان۔۔۔"آہستگی سے اسے بیڈ پر بیٹھا کر سائیڈ جگ سے پانی نکالتا وہ صاف گوئی سے بول رہا تھا۔

"لیکن جب آپ یہاں آئی۔۔ بالکل اپنے تصور کے برعکس ماحول میں ایڈجسٹ کیا سب کے ساتھ گھلنے ملنے لگی۔۔ نامحسوس انداز میں میری نظروں میں بھی آپ کی سابقہ شبیہ خود بخود دھندلی پڑنے لگی تھی۔ لیکن آپ کے اور اپنے بیچ کا فاصلہ میں کبھی نہیں بھولا تھا۔ رفتہ رفتہ میرے ساتھ بھی آپ کے رویہ میں آتی لچک مجھ سے مخفی نہیں تھی لیکن میں نے دھیان دینا ضروری نہیں سمجھا کیونکہ مجھے لگا یہ سب ماحول کی وجہ سے ہے۔ مطلب جس طرح سب یہاں آپ کو میرے حوالہ سے چھیڑتے ہیں باتیں کرتے ہیں اس لیئے ہے۔۔ لیکن اس صبح میری ہستی متزلزل ہو کر رہ گئی جب آپ کی آنکھوں میں میں نے بغاوت کی چنگاڑی دیکھی۔۔ اور پھر۔۔۔۔"

"اور پھر بنا ایک لفظ کہے بغیر ایک لفظ سنے کسی ڈیمیج ایٹم کی طرح لیجا کر ریٹرن کر دیا مجھے۔۔" دم سادھے اس کی بات سن رہی وہ شاکی ہوئی۔

نین کٹوروں میں واپس سے پانی جمع ہونے لگا۔

"تواور کیا کرتا؟ایک احمق شہزادی کواپنا محل بھول کر فقط اٹریکشن کیلئے گھروندے کاانتخاب کرنے دیتا۔۔؟"

پست لہجے میں اس نے اپنادفاع کیا۔

"اٹریکشن؟ تمہیں میری فیلنگز اٹریکشن لگتی ہے۔۔؟"وہ واپس شعلہ جوالا والے روپ میں آئی۔

"لگتی تھی۔۔اس وقت لگی تھی۔۔"طلحہ نے بروقت بازو تھام کر اسے واپس بٹھاتے ٹھنڈا کیا۔

"اوکے !اب کس نے ضمانت دی جو اس احمق شہزادی کی جیین فیلنگز پر یقین آگیا۔۔؟"خفگی سے اس نے مغرور نگاہوں کازاویہ بدلہ۔۔

"اس احمق شہزادی کی خاموشی نے جو مزاج کے خلاف تنکا ہل جانے پر آسمان سر پر اٹھالیتی تھی،

اس احمق شہزادی کی شبِ فراق نے جو کبھی میرے تصور سے محو نہیں ہوئی،

اس احمق شہزادی کی اسی جانب قدم موڑ لینے کی ادا نے جہاں سے واپسی کیلئے اس نے ہزاروں جتن کئے تھے،

اس احمق شہزادی کی گریزاں نگاہوں نے جو مجھے دیکھ کر دانستہ جھک جاتی تھی،

اس احمق شہزادی کی اعلیٰ ظرفی نے جو میری طرف سے اتنی بے اعتنائی برتی جانے کے باوجود مجھ سے جڑے لوگوں سے نالاں نہیں ہوئی،

اور۔۔۔۔۔"جذب کے عالم میں کہتے اس نے لمحاتی توقف لیا۔

"اور۔۔۔"وہ سحر کے زیر اثر تھی۔

"اور۔۔۔۔گھر کے فرش پر تک ننگے پیر نا رکھنے والی اس احمق شہزادی کی اس دیوانگی نے جو میرے زخم کا سن کر ننگے پاؤں اپنا نام ورتبہ سب بھلائے دوڑی چلی آئی تھی۔۔۔۔"

"ت۔ت۔۔تو۔۔ تمہیں کیسے معلوم۔۔۔؟"اس کی جادو بیانی سے سحر زدہ آبرو آخری لائن پر بری طرح بوکھلائی تھی۔

"وہ اسپیشل کلیپ میں نے ہی تو ڈیلیٹ کروائی تھی گولی لگے بازو کی پرواہ کئے بغیر نیوز ایڈیٹر کو کال کر کے۔۔۔"آنکھوں میں پر لطف سی سرکشی لیئے وہ اس کے پہلو میں ٹکا تھا۔

"سب۔۔سب جانتے تھے پھر مجھ سے روڈ کیوں تھے اتنے۔۔؟"غصہ و جلال جھاک کی طرح بیٹھا تو عجب سی جھجھک نے حصار میں لیا تھا۔

"بتایا نہ بلکہ سب ہی وجہ جانتے ہیں۔۔ پھر بھی آپ کی تسلی کیلئے کہ رہا ہوں۔۔ میں واقعی نہیں چاہتا تھا اک 'سونے کی گڑیا' اک 'ماٹی کے گڈے' کیلئے یہ سب کرے۔ اس لی ئے نہیں کی میں احساس کمتری کا شکار ہوں بلکہ اس لی ئے کی میں جس فیلڈ سے ہوں وہاں بہت ٹینشن ہے گھر کی جانب سے میں ایسا کچھ نہ افورڈ کرنا چاہتا ہوں نہ ہینڈل کرنے کا میرے پاس وقت ہے۔ میرا گھر ہمیشہ سے سکون کا مسکن رہا ہے میں اسے ڈیلی سوپ نہیں بنا دیکھ سکتا تھا۔۔" وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔

"تم ایسا اس لی ئے سوچتے تھے کیونکہ تم نے کبھی اس 'سونے کی گڑیا' کی کوشش ہی نہیں کی۔ بس! میری لگژریس لائف سٹائل سے ازیوم کرتے رہے۔۔ اگر کبھی میری لائف سٹائل کے بجائے میری فیلنگز کو سمجھنے کی کوشش ہوتی تو اندازہ ہوتا تیرہ سال ایک لڑکی نے بغیر کسی رشتہ بنا کسی اپنائیت کے احساس کے کس طرح گزاریں ہونگے، جس کے پیرنٹز ہر فون

کال پر یہی کہتے تھے نیکسٹ ایئر ہم تمہیں لینے آرہے ہیں، جس کا ہوش سنبھالتے ہی سب سے پہلا پالا اس احساس سے ہی پڑا تھا کے وہ 'اک انوانٹیڈ چائڈ' ہے۔ جس کے پیرنٹز نے اسے اپنے پاس نہیں رکھنا چاہ۔۔۔" کرب و اذیت سے اپنی تکلیف بیان کرتے اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

طلحہ نے سرعت سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"تمہاری فمیلی سے تمہارے ریلیٹوز سے مجھے وہ ملا جس کیلئے میں تیرہ سال تڑپتی رہی تھی۔۔ پھر میں کیسے ان کے ساتھ مس بہیو کر سکتی تھی۔۔۔۔؟"

"لیکن میں آپ کی شان میں یہ کہ کر گستاخی کر رہا ہوں کہ 'آپ کا میک اپ نمکین پانی سے دھل کر انتہائی بد۔۔۔"

"وہاٹ! میرا چہرہ۔۔" طلحہ کی بات درمیان میں ہی تھی کے وہ رونا دھونا بھول کر آئینہ کی طرف دوڑی پیچھے طلحہ کا زبردست قہقہہ پڑا۔

"تم۔۔تم نے مذاق کیا۔۔؟میں نے واٹر پروف میک اپ کیا تھا وہ بھی ورلڈز بیسٹ برانڈ کے میک اپ پروڈکٹ سے۔۔"ٹشو اٹھا کر تھوڑا سا پھیلے مسکارے کو صاف کرتے اس نے آئینہ سے ہی اسے گھورا۔

"کیا فرق پڑتا ہے خراب بھی ہوتا تو کونسا میرے پاس ایکسچینج کر آپشن ہے۔۔؟"وہ آہ بھرتا پیچھے بیڈ پر گرا۔

"کیا کہا۔۔؟"وہ تیکھے چتون لیئے بیڈ کے قریب آئی۔

"قریب آئیں تفصیل میں روشنی ڈالتا ہوں۔۔"گمبھیر لہجے میں کہتے اچانک ہی اس نے اسے کلائی سے اپنی جانب کھینچا تھا اور اگلے ہی پل وہ اس کا پہلو آباد کر چکی تھی۔

اور قبل اس کے کہ وہ اٹھتی وہ سرعت سے اپنا بھاری بازو ڈال کر اس لمحے کو مقفل کر چکا تھا۔

"کہنے کو تو بہت کچھ ہے لیکن سن سن کر آڈینس بیزار ہو رہی ہے۔۔ سو۔۔۔" کہنی کے بل اٹھتے اس نے پر فسوں نظریں اس کے حیا سے گلابی ہو رہے خواب دیدہ چہرے پر گاڑھی۔

چند ساعت اس کی مرتعش گھنیری پلکوں کا دل آویز رقص کو نگاہوں کی گرفت میں رکھتے، شفق کی لالی چرائے عارض نیم وا ں لب ٹھوڑی کے گہرے بھنور کی نگاہوں سے مداح سراہی کرتے وہ مزید اس کی جان مشکل میں ڈالتا اس کی گردن کے قریب جھکا۔

نتیجتاً اس جان لیوا قربت پر اس کی سانسوں کی تپش اپنی گردن پر محسوس کرتی آبرو سختی سے آنکھیں میچ گئی تھی۔ لیکن جب اس نے خمار آلود آواز میں فسوں پھونکنا شروع کیا تو اس کی منتشر دھڑکنیں، ناہموار سانسیں جیسے ٹھہر سی گئی۔۔

تیری جستجو کے حصار میں سے

تیرے خواب تیرے خیال سے

میں وہ شخص ہوں جو کھڑا رہا

تیری چاہتوں سے ذرا پرے ____!

کبھی دل کی بات کہی نہ تھی

جو کہیں بھی تھی تو دبی دبی

میرے لفظ تو پورے تھے مگر ___!

تیری سماعتوں سے ذرا پرے

تو چلا گیا میرے ہمسفر

ذرا دیکھ مڑ کو تو اک نظر

میری کشتیاں ہے جلی ہوئی ___

تیری ساحلوں سے ذرا پرے ____ !

"فارس کی ڈائیری میں پڑھا تھا جو میری کیفیات بہتر انداز میں بیان کر رہی ہے۔۔"اس کی شفاف جبیں پر اپنی پر حدت لب ثبت کرتا وہ اسے معتبر کر گیا تھا۔

کہیں بدلیوں میں چھپا چاند ہواؤں کی معنیٰ خیز سرگوشیوں پر آب و آتش کی ملن سنگم کو دیکھنے کیلئے مچلا تھا لیکن اس طلسم زدہ منظر سے لطف اندوز ہونا اس کی قسمت میں ہی نہیں تھا۔۔

واسطہ حسن سے کیا، شدت جذبات سے کیا

عشق کو تیرے قبیلے یا میری ذات سے کیا

منہ بسورتا چاند اپنی ناکامیابی پر ہولے سے مسکاتا گنگنایا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"اے! گلی ماسٹر۔۔۔۔۔" وہ جو اپنی ترنگ میں اندر داخل ہوا تھا حاضرین کو دیکھتے ہی تیزی سے بقیہ جملہ حذف کر گیا۔

"آؤ! امروز وہاں کیوں رک گئے۔۔" آزردہ سی بیٹھی خالہ اس کو دیکھتے ہی کھل اٹھی تھی۔۔

جبکہ آنگن میں رکھی چارپائی پر نخوت زدہ تاثرات کے ساتھ بیٹھے نجمہ کے ماموں ممانی اور اس عجیب سی مخلوق کو دیکھ امروز سنجیدہ ہوا تھا۔

"خالہ! میں آپ کو اور نجمہ کو لینے آیا ہوں۔ فارس بھائی لوگ مکلاوے کیلئے ہماری طرف ہی آرہے ہیں سو۔۔"

"لڑکی مکلاوے کیلئے اپنے میکے آتی ہے محلے داروں کے گھر نہیں جاتی۔۔۔" ممانی صاحبہ نے تنک کر اعتراض اٹھایا تھا۔

"معذرت! لیکن آپ کی اطلاع کیلئے بتادوں حمید منزل کسی عام محلے دار کا گھر نہیں ہے۔ وہ گھر خالہ کا اپنا گھر ہے۔۔ اپنے بھائی کا گھر جو کہ اپنا ہی ہوتا ہے اگر بھائی اپنا ہو تو۔۔" ایک ایک لفظ پر خصوصی دباؤ ڈالتے امروز نے ہر گز بھی لحاظ کو حد سے زیادہ دخل اندازی کرنے کی اجازت نہ دی تھی۔

بمشکل ماں کی وجہ سے لب سیئے ان لوگوں کی بکواس سن رہی نجمہ نے سرعت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

ابرار حمید کے تینوں بیٹے ہی چھا جانے والی قد و جسامت کے مالک تھے۔ یہ اور بات تھی کہ سنجیدہ اور سلجھے ہوئے سبھاؤ کے باعث طلحہ بارعب لگتا تھا جبکہ یہ دونوں مسخرانہ فطرت کی وجہ سے نظر میں نہیں آتے۔ لیکن اس وقت گرے کرتا شلوار میں ملبوس اپنے لاابالی انداز سے یکسر مختلف اسے مضبوط لہجے میں مخاطب دیکھ اس کا اندازِ نظر بدلہ تھا۔

جبکہ مہمان تلملا اٹھے تھے۔۔

"ندرت۔۔ تم۔۔ تم نے اس لڑکے کو اپنے سگے بھتیجے پر فوقیت دی اس لڑکے کو جسے بات کرنے کی تک تمیز نہیں ہے۔۔" امین صاحب جھاک اڑاتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ جس پر ندرت بیگم ہراساں ہوئی۔

"اماں!!" نجمہ فوراً ہی ان کے قریب آئی تھی۔

"سگے یا پرائے کا فیصلہ خون نہیں رشتوں کو نبھانے کا انداز کرتا ہے۔۔اور اگر خالہ نے اپنے سگے بھتیجے پر مجھے فوقیت دی ہے تو وجہ ایسی ڈھکی چھپی بھی نہیں ہو گی۔۔"ان کی خواہ مخواہ کی بھڑک پر اب کے امروز نے ذرا سا بھی لحاظ کو زحمت نہ دیا تھا۔

"تم۔۔"

"مجھ سے الجھنے کی نہیں کرو اسی میں عافیت ہے تمہاری۔۔پولیس والے کا بھائی ہوں پولیس گیری اچھی طرح جانتا ہوں۔۔لیکن سسرالیوں پر آزمانا نہیں چاہتا۔۔۔"مبین کے بھڑک مارنے سے پہلے ہی امروز نے ہاتھ اٹھا کر اسے خبردار کیا تھا جس پر ناک پھلاتا وہ جلبلا کر رہ گیا۔

"نجمہ! جاؤ خالہ اور اپنی چادر کے ساتھ قفل بھی لیکر باہر آؤ تاکہ گیٹ بند کرتے ہوئے جائیں۔۔" خالہ کی ملتجی نگاہوں کی پرواہ کئے بغیر وہ بولا تو تینوں ماں بیٹے تن فن کرتے واک آوٹ کر گئے۔۔

"بیٹا! ایسے بات نہیں کرنی چاہئے تھی آپ کو۔۔"

"کیوں نہیں کرنی چاہئے تھی؟ بالکل ٹھیک کیا ہے تم نے ایسے بے حس لوگوں سے اسی طرح بات کرنی چاہئے۔۔" چادر انھیں پکڑاتی وہ بہت دنوں بعد اپنے کھنکدار انداز میں بولی تھی جس پر امروز کی نگاہ اس پر لحظے بھر کو ٹھہری۔۔

سفید پٹیالہ شلوار پر سرخ بڑے بڑے گلاب کے پھولوں والا گھٹنوں تک آتا گھیر دار فراق دائیں شانے پر موٹی سی چٹیا۔ آزاد لٹوں کے ہالہ میں مصنوعی

آرائش سے مبرا مگر غصہ سے سرخیاں جھلکا تا چہرہ۔عام سا ہی ہلیہ تھا لیکن اسے اچھی لگی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دو بجے آنے کا وعدہ کر چار بجے تک بلا آخر جرنلسٹ صاحب کی لیٹ لطیف سواری آ ہی گئی تھی۔

شرمائی لجائی سی بات بات پر گلال ہو رہی نغمہ کو دیکھ کر سب مطمئن ہو گئے تھے۔

خواتین کے باوجود اصرار کے طلحہ نے سارا کھانا باہر سے منگوایا تھا۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تھا اور ساتھ ہی رقیہ دادی کی چٹ پٹی خبروں کے گرداب میں حسب سابق ابرار حمید اور ندرت خالہ پھنس گئیں تھی۔

باقی سب خاموشی سے وہاں سے کھسک کر چھت پر چلے آئے تھے البتہ تھانیدار صاحب کسی آفیشیل کال سننے کیلئے باہر نکل گئے تھے۔

کچھ دیر میں نجمہ سب کی چائے لیکر وہیں چلی آئی تھی۔

سب کو چائے دیکر جیسے ہی وہ امروز کو دینے جھکی شہروز کا کب سے ضبط کیا ہوا قہقہہ نکل گیا۔۔

"کیا ہو گیا بھائی؟ کہیں کوئی بھوت ووت تو نہیں چمٹ گیا۔۔؟" اسے پاگلوں کی طرح بے بات ہی ہنستا دیکھ سب نے اچنبھے سے پوچھا۔۔

"نن۔۔۔ نہیں۔۔ میں ان دونوں کو۔۔ دیکھ۔۔ دیکھ کر ہنس رہا ہوں۔۔" ہنستے ہوئے ہی اس نے نجمہ اور امروز کی طرف اشارہ کیا۔

"کیوں ہم دونوں کے چہروں پر لطیفہ لکھا ہوا ہے۔۔؟" نجمہ بھڑکی۔

جواباً شہروز کا قہقہہ مزید چھت پر ارتعاش پیدا کرنے لگا۔۔

"رقیہ دادی کہتی ہیں مغرب کے وقت ہلکے ستارے والوں کو باہر نہیں نکلنا چاہیئے ورنہ ایسی ویسی مخلوق چمٹ جاتی ہے مجھے لگ رہا ہے تمہارے بھائی کے ساتھ یہی ہوا ہے فوراً اسے مسجد کے امام صاحب کے پاس لے جاؤ۔۔" نجمہ اس کے ہاہاہا سے سخت چڑ کر بولی۔۔

"یار بتا بھی دو اب ہوا کیا ہے؟" فارس بھی زچ ہوا تھا۔

"مم۔۔ میں بتاتا نہیں بلکہ آپ کو فلیش بیک میں آج سے پانچ چھ مہینے پیچھے لیکر چلتا ہوں۔۔۔؟" سنبھل کر بیٹھتے شہروز دونوں کو محظوظ کن نگاہوں کے زاویہ میں لیئے فلیش بیک میں گیا تھا۔۔

("اپنی شادی کے بعد یہ 'زکاٹو جن' پہلا بندہ ہو گا جو اپنی نئی نویلی بیوی کو سرسبز و شاداب ہل سٹیشن نہیں حبس زدہ کچن گھمانے لیکر جائے گا، کیونکہ

اس کیلئے تو بیوی کا مطلب ہی ہے باورچن۔۔ سستا باورچی کہیں کا۔" سلگتے لہجے میں بھڑکتا ہوا جواب دیکر اپنی بھراس نکالتی وہ زینیہ کے پہلو میں دھپ سے بیٹھی۔۔

"اور شادی کے بعد اس پیپل کے پیڑ والی چڑیل کا 'بندہ' ایسا پہلا بندہ ہو گا جو صبح اٹھ کر اپنی نئی نویلی دلہن کے بجائے نرس دی دی کا دیدار کرے گا۔۔۔" امروز نے جوابی کارروائی اسی شدت سے کی تھی۔

"کیوں؟" حسب سابق آبرو کے یہ جوابی پنگے خاک پلے نہیں پڑے تھے۔۔

"کیونکہ رات بھر اس ایکسٹرا تیکھی مرچی کو جھیلنے کے بعد بندے کی حالت ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ والی ہی ہو گی۔۔" امروز نے وضاحت کی۔۔۔)

"ہاہاہا۔۔۔زکاٹو جن کیلئے چڑیل کو چاؤ سے چائے لاتا دیکھ بس۔۔۔"فلیش بیک سے باہر آتے ہی واپس چھت قہقہوں کے طوفان کی زد میں آیا تھا کیونکہ اب سبھی لوت پوٹ ہو رہے تھے۔

جس پر خفت و غصہ سے سرخ دونوں کا بس نہیں چل رہا تھا شہروز کا گلا دبا دے لیکن وہ ایسا کرنے سے قاصر تھے۔۔

"آج کی تاریخ میں تمہارا مرگی کا دوڑا ختم ہو گا یا اٹھا کر نیچے پھیکوں تمہیں۔۔؟"اس کے نہ رکتے قہقہہ پر امروز تپ کر کھڑا ہوا۔

جس پر آنکھوں سے آنسوں صاف کرتے ہوئے شہروز نے منہ پر انگلی رکھا۔۔

"تم کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا مت ہونا آج دی ہے روزانہ میں بالکل خدمتوں کیلئے اویلیبل نہیں رہوں گی۔۔"امروز کے پہلو میں بیٹھتے ہی اس نے تیکھے چتونوں سنگ بروقت جتایا۔۔

"ہاں! جیسے میں تو مرا ہی جارہا ہوں۔۔"وہ بھی ناک چڑھا کر کہتا چائے کی چسکی لینے لگا۔

"مزہ ہی کرکرا کر دیا ہے گلی ماسٹرنی۔۔"اس کے نخوت سے ہونہ کرنے پر حلق تک کڑواہٹ اتری تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"تمہاری چائے!!"وہ چائے کا کپ لیئے روم میں چلی آئی تھی جہاں وہ فائل میں الجھا ہوا تھا۔

"شکریہ!!"ایک نظر اس پر ڈال کر وہ واپس فائل کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

جس پر آبرو کے چہرے کے زاویہ بگڑے تھے۔اتنی منتوں مرادوں کے بعد تو وہ ملے تھے اور یہ موصوف بجائے اسے وقت دینے کے فون فائل چورڈاکو میں الجھے ہوئے تھے۔۔

وہ کچھ ساعت توجبر کئے بیٹھی اسے گھورتی رہی پھر قصداً فون ان لاک کر کے بیڈ کے دوسرے سرے پر ٹکتی گلا کھنکار کر متوجہ ہوئی۔

"رشوت لیتے ہو۔۔؟"

لاتعلق سا سوال۔

"ابھی تک تو نہیں!"

مصروف جواب

"مطلب آگے ارادے ہیں؟"

تیکھا سوال۔

"ڈیپینڈ کرتا دینے والے پر۔۔"

اوراق کے گردان میں سر گرداں سیاسی جواب۔

"کیا مطلب؟"

متعجب سوال۔

"مطلب یہی کہ دینے والے پر انحصار کرتا ہے کہ وہ کون ہے اور کیا دے سکتا ہے!" غیر واضح جواب۔

"تم مجھے گھمارہے ہو ٹو دی پوائنٹ بات کیوں نہیں کرتے۔۔؟" وہ جھنجھلا گئی۔۔

"مطلب یہ کہ امریکہ پلٹ حسین و جمیل دوشیزہ آفر کرے تو منع کرنے کی حماقت نہیں کروں گا بشرط یہ کہ کیا چاہیئے کا فیصلہ میرا ہو۔۔" یکایک متبسم ذو معنٰی جواب کے ساتھ توجہ بھی مبذول ہوئی۔

"اب اس بات کا کیا مطلب؟" فون سائیڈ پر رکھتے نا سمجھی سے اس کی بھویں قریب آئی۔۔

"مطلب آپ رشوت آفر کریں تو کوئی گھامڑ ہی ہو گا جو ایمانداری کا چولا پہنے رکھے۔۔" حسب عادت دائیں آنکھ کا کونہ دبا کر جواب دیتے اس کا لہجہ بدل چکا تھا۔

آبرو فوراً پیچھے کھسکنے کی کرنے لگی لیکن اب تھانیدار صاحب فارغ ہی فارغ تھے۔

"میری بھولی تھانیدارنی! پہلے ایک کام کر رہے بندے کی زبردستی توجہ بھٹکا کریوں میدان چھوڑنے کی کوشش اچھی بات تو نہیں۔۔" اس کے فرار کی کمزور کوشش سے وہ محظوظ ہوا تھا۔

"تم۔۔ تمہاری چاہے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔۔" حلق تر کرتے اس نے توجہ واپس منتقل کرنی چاہی جو فائلز سے جیلسی میں اپنی جانب کروا کر پچھتا رہی تھی۔

"آل ریڈی ہو چکی ہے۔۔" وہ اس کا ہاتھ گرفت میں لیئے ہی فائلز پڑے کھسکاتا آرام سے دراز ہوا تھا۔

"تم۔۔ تم۔۔ تم نے نوٹس کیا ہے تمہاری فیملی ممبز کے کمپیریزن میں تمہارا کلر کمپلیکشن تھوڑا براؤنش ہے۔۔" کلائی پر تسلسل سے حرکت کر رہی انگلی سے کنفیوژ وہ عجیب ہی کچھ بول گئی تھی۔۔

"وہاٹ!!" جواباً وہ جھٹکا کھا کر اٹھ کر بیٹھا تھا۔

"مم۔۔ میں نے بس ایسے ہی کہہ دیا۔۔ مم۔۔ مطلب باقی سب فیئر ہیں تو بس۔۔" کلائی سہلاتے اب اسے اپنے فضول الفاظ کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"محترمہ! دھوپ بارش آندھی طوفان کی پرواہ کئے بغیر دن کے چوبیس گھنٹے ڈیوٹی پر تعینات رہنے میں۔۔اور ہر دو گھنٹے پر بارہ اقسام کی کریمز کو اے سی والے روم میں بیٹھ کر نزاکت سے استعمال کرنے میں یہی فرق ہوتا ہے۔" انتہائی پر نسل اٹیک پر اس نے سود سمیت ادھار چکایا تھا۔

"وہاٹ ڈو یو مین ان کریمز کی وجہ سے میرا کلر فیئر ہے۔۔؟" اسے بھی لگ ہی گئی تھی۔۔

"میرے خیال میں ٹھنڈی چائے شربت سمجھ کر پی جاسکتی ہے۔۔" طلحہ نے فوراً کپ لبوں سے لگایا تھا۔

اس کے یوں بات بدل دینے پر وہ غصہ بھول کر بے ساختہ کھلکھلا اٹھی تھی۔۔

ٹھنڈی چائے جو انتہائی بدمزہ ہوتی ہے اس نشاطِ جاں کی جلترنگ سی ہنسی کہ سماعت میں رس گھولنے سے رگ وپے میں زندگی کا ذائقہ بن کر اتر گئی تھی۔۔

انکار کی مجال نہ اقرار سے گریز

دوچار سے کلام ہے، دوچار سے گریز

تجھ کو کوئی پسند ہے ناں؟ کر اسے پسند

کس نے تجھے کہا کہ تُو کر پیار سے گریز

جب تک جلے نہ شدتِ تشنہ لبی سے ہونٹ

تب تک کیا ہے بوسہءِ رخسار سے گریز

ہجرت زدہ سے اذنِ وصالِ صنم نہ لو
صائم کرے گا کیا کبھی افطار سے گریز؟

ظاہر ہے جب کہ پیار ترے انگ انگ سے
آتا نہیں سمجھ مجھے اظہار سے گریز

انگلی کے اک اشارے سے مجھ کو ہلاک کر
دشمن اگر ہوں میں تو نہ کر وار سے گریز

پوری طرح قمر نہیں کرتا بیانِ حسن

کرتا ہے اک سبب سے وہ شہکار سے گریز

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"خیر منائیں آپ تھانیدار آج اپنی۔۔۔۔"

وہ بعجلت کیپ اسٹک ہاتھ میں تھامے گھر میں داخل ہوا تھا جب ہال میں بیٹھے امروز نے محکمہ موسمیات کے فرائض انجام دئے۔

"سرکاری بندہ ہوں یار! ابا کا امپائر نہیں چلاتا جو جب من کیا منہ اٹھا کر نکل جاؤں۔۔دیر سویر ہو جاتی ہے۔۔" پیشانی سے پسینہ صاف کرتا سیڑھیوں کے نیچے لگے نل کی طرف بڑھا جہاں شہروز واشنگ مشین لگائے بیٹھا تھا۔

"دیر سویر ہو جانا اور شام کا وعدہ کر دوسرے دن دوپہر میں آنے میں فرق ہے۔۔ خیر آپ کی دوسری سرکار جانے آپ جانیں۔۔۔" کپڑے نچوڑتے ہوئے شہروز نے دیر سویر کی اچھے سے تشریح کیا تھا۔

"ہاں! بھائی جان کم از کم ایک کال تو کر دیتے کل آٹھ بجے تک وہ تیار بیٹھی رہیں۔۔" زینیہ نے بھی احساس دلایا۔

"یار! بیٹری ڈیڈ ہو گئی تھی۔ اور میں عنقریب ہونے والے الیکشنز کی امپورٹنٹ میٹنگ میں پھنس گیا تھا۔ پھر میں نے کل کہا ہی تھا انھیں کہ ساتھ چلی چلیں لیکن وہ ہی نہیں مانی۔۔۔" وہ بھی خفا ہوا تھا۔

مطلب کونسا اس نے مرضی سے دیر کیا تھا۔

"اس کا تو کچھ نہیں کیا جا سکتا اگر وہ ہم سے اس شدت سے محبت کرتی ہیں تو۔۔۔" امروز نے شانے اچکائے۔

زینیہ کے ہاتھ سے ٹاول لیتے طلحہ نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا۔

"ویسے اچھا ہی ہے بڑا آپ انھیں ملک زادی شہزادی رانی صاحبہ کہ کر چڑاتے تھے اب آپ کے پاس محل ہے لیکن شہزادی نہیں ہے۔۔" دایاں آنکھ دباتے شہروز کا اشارہ سرکاری بنگلہ اور گاڑی کی طرف تھا جو ملنے کے بعد آبرو بس سب کے ساتھ دیکھنے گئی تھی۔

باوجود سب کے اصرار کہ وہ وہاں رکی نہیں تھی۔اس لیئے بھی تھا نیدار نالاں تھے۔ مطلب مانا وہ چاہتا تھا کے وہ حمید منزل میں بھی رہے لیکن محترمہ تو حمید منزل کی ہی ہو کر رہ گئی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ آل تو جلال تو کا ورد کرتا ہوا روم میں داخل ہوا تو محترمہ راکنگ چیئر پر جھولتی ہوئی کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھی یا ظاہر کر رہی تھی۔۔

"تیار ہو جائیں اب چلتے ہیں جلدی سے ویسے بھی برتھ ڈے رات ہوتی ہے ناں۔۔" گلا کھنکار کر وہ بولا لیکن مقابل کی پوزیشن میں فرق نہیں آیا۔

"یار اب دیر نہیں ہو رہی ہو جائیں تیار لے چلتا ہوں ناں۔۔" اس کے ہنوز ٹکے رہنے پر وہ وہ ذرا سا جھنجھلایا۔

"کل یا پرسوں فائیو فور منتھس بعد بھی بی لیٹیڈ برتھ ڈے بھی وش کیا جا سکتا ہے ایسی کوئی نیسیسری کنڈیشن اپلائے نہیں ہوتی۔۔" ایک تو لیٹ اُپر سے تیور دکھانے پر اس نے تیکھے انداز میں جتایا۔

"ابھی تک تو ایڈوانس ٹائم چل رہا ہے ناں۔۔ ہو جائیں تیار جلدی سے۔۔"

"تم چاہو تو تیار ہو جاؤں، تم چاہو تو ویٹ کرتی رہوں۔ تم چاہو تو نہ آؤ۔۔ بلکہ ایک کال تک نہ کروں۔۔ تم۔۔ تم۔۔ بس تم۔۔۔" غصہ سے کتاب سائیڈ پر پٹختی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"یہ۔تم۔۔تم کیا ہوتا ہے آپ کہاں کریں۔۔۔"اس نے اعتراض بلند کیا۔

بلکہ شروع روز سے صاحب بہادر کو'تم'پر اعتراض تھا آخر کو جناب شوہر نامدار مجازی خدا کی مسند پر براجمان تھے۔۔

"آپ وہ کس لیئے؟"اس نے سینے پر بازو باندھے۔

"کیونکہ بڑا ہوں میں آپ سے!!"

'بڑا'پر بے حد باؤ ڈالتا وہ جتاتے انداز میں بولا۔

"تو بھائی کہاں کروں؟"

برجستہ سوال خاصہ معصومانہ تھا۔۔

"شوہر ہوں میں آپ کا؟"

'لفظ'بھائی'پر اس کی کنپٹی میں خون ٹھوکریں مارنے لگا تھا۔۔

"تو سر پر سجالوں؟"

آنکھیں پٹپٹا کر معصومیت کی مثال قائم ہوئی۔

"احترام نام کی بھی ایک چڑیا ہوتی ہے؟"

اس کی شریانیں پھٹنے کے قریب تھی۔۔

"تو برڈ سینکچری کھول لوں؟"

لحظے بھر کو سوچ کر سوال آیا۔۔

"میں بھول کیسے گیا بد تمیزی کی برانڈ ایمبیسیڈر کو۔۔؟"

اس نے باقاعدہ اپنے بال نوچ ڈالے۔۔

"اندر سے بادام لادوں؟"

اس نے فوراً اپنے خدمات پیش کئے۔۔

"اس سے پہلے کی میں پاگل ہو جاؤں مجھے یہاں سے جانا چاہیئے!!۔"

اس کا تنفس بری طرح سے پھول چکا تھا۔۔

"باہر تک چھوڑ آؤں؟"

وہ باز نہیں آئی۔

"قبرستان چھوڑ آئیں مجھے!!۔"

وہ چیخ پڑا۔

"اڈریس تو بتاتے جاؤ!!"

اس نے پیچھے سے ہانک لگائی۔۔۔

"ہاہاہاہاہا۔۔کل میں بھی تمہارا ویٹ کر کے ایسے ہی اِرّیٹیٹ ہوئی تھی۔۔"قہقہہ لگاتی وہ تیار ہونے چل دی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ تیار ہو کر باہر نکلی تو باہر پورے دالان میں رقیہ دادی کی پاٹ داری آواز گونج رہی تھی اور جس طرح سارے ان کے گرد جمع تھا شرطیہ ان کے خبروں کہ پٹارے سے آج کوئی تڑکتی بھڑکتی ہوئی خبر ترسیل ہوئی تھی۔

"ہاں! دادی وہ کونسی والی لڑکی تھی مجھے کچھ یاد نہیں آرہا صحیح سے۔۔۔؟" آبرو پر نظر پڑتے ہی امروز کی آنکھیں چمکی۔۔

"ارے! بہرے ہو گئے ہو سنائی نہیں دیتا؟ ابھی تو بتایا ہے وہی لڑکی جس کا رشتہ اس کی دادی تھانیدار کیلئے لیکر آئی تھی۔۔" دادی کے جھڑک کر کہنے پر آبرو کی کلائی پر گھڑی باندھتی انگلیوں کی حرکت تھمی۔

"اچھا وہ۔۔اسے کیا ہوا۔۔؟"

چونکہ قریب ہی کوئی ضروری میسج چیک کر رہے طلحہ کی زیرک نگاہوں سے آبرو کی حرکت مخفی نہیں رہی تھی۔ تبھی قصداً شناسائی کی رمق لیئے متوجہ ہوا۔۔

ساتھ آبرو کی پیشانی شکن آلود ہوئی۔۔

"ارے! ہونا کیا ہے میاں!! ایک مہینے پہلے شادی ہوئی تھی اور اب اماں ابا کے گھر آکر دھڑنے پر بیٹھ گئی ہے کہ یا تو شوہر اسے شہر میں ساتھ رکھے یا پھر وہ خلع کا مقدمہ دائر کرے گی کیونکہ مہارانی سے لمبے چوڑے سسرال میں نہیں رہا جاتا۔۔ جیسے اس کے ابا کا تو راج محل ہے۔۔" ناگواریت سے کہتے دادی نے یوں سروتے سے چھالیہ کترا جیسے درمیان وہ لڑکی ہو۔۔

"توبہ! توبہ! دادی آپ ایسی لڑکی کو تھانیدار کے پلے باندھنا چاہتی تھیں۔۔؟" شہروز نے خالصتاً زنانہ انداز میں منہ پر ہاتھ رکھا۔

"ارے جاؤ میاں؟ میں کیا باؤلی ہوئی ہوں۔۔ وہ تو اس کرم جلی کی دادی نے ڈنگیں ہی اتنی ماری تھی کہ بس۔۔ ایسی سلیقہ مند ویسی سلجھی ہوئی سگھڑ سمجھدار ملنسار۔۔ تو میں نے سوچا سوچنے میں کیا حرج ہے۔۔ چھان پھٹک تو میں نے پھر بھی کرنی تھی۔۔" پان لپیٹ کر جبڑے میں دباتے دادی نے نخوت سے ہنکار بھرتے اپنا دفاع کیا۔

"چلیں شکر! ویسے دیکھنے میں ٹھیک ٹھاک ہی تھی۔۔" کن آنکھیوں سے لال پیلی ہو رہی زوجہ کو دیکھتے اس نے سر ہلایا۔

گو کہ اسے یاد بھی نہیں تھا لڑکی کونسی تھی لیکن محترمہ سے بدلہ تو لینا تھا کچھ دیر پہلے کا۔۔

"اللہ پناہ دے! شکل کیا گھول کر پینا ہے۔۔ اور میں تو کہہ آئی ہوں بلکہ جتا آئی ہوں دیکھیں آکر میرے تھانیدار کی دلہن کو من موہنا مکھڑا تو لاکھوں میں

ایک ہے ہی ساتھ طریقہ سلیقہ گھر کو جوڑ کر رکھنے کے گن بھی خوب جانتی ہے۔ شوہر شہر رہتا ہے لیکن مجال ہے جو اس نے وہاں ٹھہرنے کی بات لبوں تک لائی ہو۔۔ اتنے بڑے ملک سے پڑھ کر آئی ہے اتنے بڑے باپ کی بیٹی ہے وہ بولے تو جچے بھی لیکن آفرین ہے دلہن کی سمجھداری پر۔۔ ایک یہ بے شرم بدلحاظ لڑکیاں ہیں۔۔۔" غالباً دادی کی نظر آبرو پر پڑی نہیں تھی تبھی وہ اس کی شان میں رطب اللسان ہو گئیں۔۔

"یہ دیکھیں آپ نے یاد کیا بھابی آ گیں۔۔" شہروز نے فوراً توجہ دلائی۔

"السلام علیکم!" جواباً گھولتے ذہن کو نظر انداز کرتی وہ فوراً دادی کے قریب آئی تھی۔

"خوش رہو سدا سہاگن رہو۔۔ ویسے کہیں جا رہی ہو کیا؟" اس کے سر پر ہاتھ رکھ دعا دیتے اس کی تیاری کی پیش نظر پوچھا۔

"جی! بھائی انھیں میکے لیکر جا رہے ہیں ان کے چھوٹے بھائی کی سالگرہ ہے۔۔" زینیہ جامنی رنگ کے دیدہ زیب سوٹ میں ملبوس آبرو کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"خیر سے جاؤ! اور ذرا جلدی آجانا تمہارے بغیر گھر بے رونق ہو جاتا ہے۔"

"جی!!" اثبات میں سر ہلاتی وہ پیچھے ہوئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

گاڑی محلے کی حدود سے باہر نکل گئی تھی۔ وہ قوی انگلیوں سے اسٹیرنگ تھامے کن آنکھیوں سے گاہے بگاہے پسینجر سیٹ پر نظر ڈال رہا تھا جہاں اس کی تھانیدارنی غصہ سے پیچ وتاب کھا رہی تھی تاہم لب مقفل تھے۔

"کیسے یاد ہے تمہیں وہ لڑکی؟" آخر ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا جلا بھنا سوال سماعت میں اُترا تھا۔

"کونسی لڑکی۔۔؟"زیر لب مسکراہٹ دباتے وہ انجان ہوا۔

"وہی لڑکی جسے اندر دادی کے سامنے ڈفین کر رہے تھے جس کا ٹھیک ٹھاک چہرہ تمہیں ابھی تک یاد ہے۔۔"اس کے معصوم بننے پر وہ سلگ اٹھی تھی۔۔

"اچھا وہ۔۔۔یار اس میں غصہ ہونے والی کیا بات ہے۔۔؟حال فلحال میں تصویر گیلری سے ڈیلیٹ کی ہے تو بس ذہن میں رہ گیا چہرہ۔"سیٹ پر سنبھل کر بیٹھتے وہ محظوظ ہوا۔

"کیا مطلب ابھی تک کیا کر رہی تھی اس لڑکی کی فوٹو تمہاری گیلری میں۔۔"معصومانہ اعتراف پر آتش فشاں پوری کی پوری اس کی طرف گھومی۔

"یار! مجھے معلوم نہیں تھا اس کی شادی ہو گئی ہے۔۔"

"ایکسکیوزمی؟"آبرو کی صدمہ سے آنکھیں اُبل ہی پڑی اس جواز تراشی پر۔

"کیا ہوا میں نے کچھ غلط کہ دیا۔۔؟" ماتھے پر نا سمجھی کے بل نمودار کئے صدمہ زدہ زوجہ کو دیکھنے کا اس کا انداز آسکرو ننگ تھا۔

"نو۔۔ناٹ ایٹ آل۔۔بلکہ تم نے چانس مس کر دیا تمہیں فوراً گانٹیکٹ کرنا چاہیئے تھا اس ٹھیک ٹھاک وہاٹ ایور گرل سے۔۔بٹ ابھی بھی تمہارا چانس بن سکتا ہے۔۔" دانت پیس کر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتی وہ ہٹ کر سیٹ بیٹھ گئی تھی۔۔

چہرہ غصہ و جلن سے تپ رہا تھا۔بس نہیں چل رہا تھا اس تھانیدار کا کچھ کر ہی دے مطلب وہ ادھر شب و روز بے کلی میں کاٹ رہی تھی موصوف دوسری زوجہ کے خواب بن رہے تھے ادھر۔۔

"ویسے۔۔ویسے تمہیں یاد تھا تم بھی میرڈ ہو۔۔؟" کھولتے ہوئے وہ ایک بار پھر اس کی طرف مڑی۔

"ہاں! ساتھ یہ بھی یاد تھا کہ میری بیوی مجھے چھوڑ کر سات سمندر پار جا چکی ہے۔۔۔" معصومیت سے اثبات میں سر ہلاتے وہ باز نہ آیا۔

"ویری گُڈ۔۔ ویری گُڈ۔۔۔" دونوں ہاتھ اٹھا کر تالی بجاتی وہ جل کر راکھ ہوئی تھی۔۔

"اور نہیں تو آپ کیا چاہتی تھیں میں آپ کہ نام کا جوگ لے لیتا۔۔؟"

"نام مت لو تم میرا۔۔۔؟" اس کے محظوظ کن سوال پر وہ بھڑک اٹھی تھی۔۔

"ارے! یہ تو سراسر الزام ہے۔۔ میں نے تو کبھی آپ کا نام لینے کی گستاخی نہیں کی۔۔ میں تو آپ کا بہت احترام کرتا ہوں ہمیشہ آپ کو 'ملک زادی' ہی کہتا ہوں۔۔۔" اس کی بھڑک سے محظوظ ہوتا کندھے اچکا کر اپنی صفائی پیش

کرتے ترچھی نگاہ شعلہ جوالا پر ڈالی اور عنابی لبوں کا جاندار مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔

اور یہی وہ غلط لمحہ ثابت ہوا جب غصہ سے اُبل رہی آبرو نے گردن اس کی سمت موڑی اور قبل اس کہ کی طلحہ گڑبڑا کر کچھ کرتا شرربار نگاہوں کا متبسم محظوظ کن نگاہوں سے زبردست تصادم واقع ہوا

نتیجتاً معاملہ مزید سنگین ہو گیا۔

"تم۔۔ تم ناں مجھ سے بات مت کرو۔۔ بلکہ۔۔ تم۔۔ تم گاڑی روکو نہیں جانا مجھے تم جیسے دو کوڑی کہ وردی والے کہ ساتھ کہیں۔۔۔۔" شدید طیش کہ عالم میں کہتے اس نے بریک پر پیر مارنے کی بھی کوشش کی تھی لیکن بروقت طلحہ نے حرکت میں آتے ایک ہاتھ سے اسے دوسرے سے اسٹیرنگ سنبھال کر گاڑی کو سائیڈ پر روکا۔۔

"کیوں فضول کی ضد کر رہی ہیں اس سنسنان سڑک پر آپ ملک زادی کیلئے پرائیٹ جیٹ نہیں لینڈ کرنے والا۔۔" اسے ہاتھ چھڑانے کیلئے جدوجہد کرتا دیکھ وہ سنجیدگی سے بولا۔۔

"وہ تمہارا کنسرن نہیں ہے۔۔" وہ پھاڑ کھانے کو دوڑی۔۔

"ارے! یہ کیا بات ہوئی کنسرن نہ دکھاؤں تو مجھے میری غیر موجودگی میں ایئروگینٹ،، ہارٹ سٹون، ہارٹ لیس انا پرست، جلاد پتا نہیں اور کتنے القابات سے نوازا جاتا ہے، اور جب دکھاؤں تو اسے کنسڈر ہی نہیں کیا جاتا۔۔ اور میرے عزیز و اقارب ہیں کہ الگ آپ کی حمایت میں ہلکان ہیں۔۔" وہ الٹا شاکی ہوا۔۔

آبرو چند ساعت شرر بار نگاہوں سے اسے دیکھے گئی

کس قدر چالاک تھا یہ شخص پہلے اسے سلگاتا تھا پھر خود کو بری الذمہ ثابت کر سارا ملبہ اس کہ سر آن دھرتا تھا گویا صاحب شرافت کی مورت ہیں۔۔

نتھنے پھلاتی وہ ہینڈ بیگ سے ایئر بڈز نکال کر کان میں ٹھوسنے لگی کے طلحہ سرعت سے اس کا وہی ہاتھ تھام گیا۔

"اب کیا ہے؟"

"کچھ نہیں۔۔۔"ہولے سے شانے جھاڑتا اس کا ہاتھ گرفت میں لیئے ہی وہ اسٹیرنگ تھام چکا تھا جس وجہ سے آبرو کو اس کی جانب کھسکنا پڑا تھا۔۔

ایسا ہی کرتا تھا وہ پہلے اسے سلگا دیتا پھر ایک چھوٹی سی حرکت سے اسے بے بس کر دیتا۔وہ لب بھینچے اس کا سائیڈ فیس دیکھنے لگی۔۔

"اناؤئنگ ہے،ایگوئسٹ ہے،ایروگینٹ ہے،اور اٹیٹیوڈ اینڈ پیور اردو والے ٹاؤنٹس کا تو سٹاک کبھی ختم ہی نہیں ہوتا۔۔ایم ون تھاؤزنٹ پرسینٹ شیور

ادر دین می کوئی ٹولریٹ ہی نہیں کر سکتا اسے۔۔بٹ!۔۔۔۔اتنی ساری خامیوں کے باوجود یہ شخص میری زندگی بن چکا ہے۔اٹ فیلز لائک ایم نتھنگ وتھ آوٹ ہیم!اسے کے بغیر میری دنیا میں کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔"بنامزاحمت کئے خاموشی سے سیٹ کی پشت سے سر ٹکاتی وہ پہلی بار خود سے اعتراف کر رہی تھی۔۔

"ضدی ہے، خود سے ہے، نک چڑی ہے، اکثر بد تمیزی بھی کر جاتی ہے۔ تلخ کلامی اور بدزبانی میں تو کبھی کبھی حد کر دیتی ہے۔۔اتنی ساری خامیوں کے باوجود وہ میری دل کی دنیا میں اپنا مقام منوا چکی ہے۔اب اپنی دنیا میں دیکھوں تو ان کے وجود سے ہی ساری رونقیں ہیں۔" نظروں کی تپش اچھی طرح خود پر محسوس کرتے وہ بھی پہلی بار خود سے اعتراف کر رہا تھا۔۔

"موڈ ٹھیک کر لیں اب! اتنا فارغ وقت نہیں ہوتا ہم سرکاری عہدیداروں کے پاس ان خرافات کیلئے۔۔ تبھی تو اللہ جی نے اناً فاناً انتظام کر دیا ہم دونوں کا۔۔۔" اس کے نرم گداز ہاتھ پر دباؤ بڑھاتا وہ لگاوٹ سے بولا۔

"یقین کر لیں! آپ سے پہلے کوئی تھی نہیں آپ کے بعد سوال کہاں اٹھتا ہے۔۔" وارفتہ نگاہوں کی گرفت میں اسے لیئے وہ یقین سونپ رہا تھا۔

اٹھنا بھی نہیں چاہیئے ورنہ تمہاری سروس گن ہے ہی۔۔"

"جو حکم رانی صاحبہ!" دبنگ دھمکی پر فوراً اس نے سر کو خم دیا تھا۔

جس پر اگلے ہی لمحے اس کی جلترگ سی کھلکھلاہٹ سے گاڑی کی فضا مہک اٹھی تھی جس میں توقف سے طلحہ کا بھاری قہقہہ بھی شامل ہو گیا تھا۔۔

"کس معجزاتی لمحے میں یہ لڑکی میری دھڑکنوں کی امین بن بیٹھی مجھے یاد نہیں۔۔ لیکن اس کی زندگی خطرے میں ہے سن کر مجھ پر جو قیامت ٹوٹی تھی

میں عمر بھر نہیں بھلا سکتا، دعا ہے اس کے لبوں کی مسکان سدا بہار رہے۔۔"اس کے ملیح چہرے کو محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے اس نے چپکے سے گنگناتی فضاوں کو اپنا شریکِ راز بنایا تھا۔

خوشی، غم، آسودگی، آزردگی باب حیات کے اوراق پر سنہرے و سیاہ الفاظ میں لکھے سطور ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے موسم کی طرح آتے جاتے رہیں گے۔ ہمیں بھی بجائے خزاں کا غم منانے کے بہار کو خوش آمدید کہتے بارش میں بھیگ کر گرمی کا لطف لیتے آگے بڑھنا چاہئے۔ کیونکہ زندگی کو مشکل یا آسان ہم بناتے ہیں ورنہ نہ یہ حد سے زیادہ کٹھور ہوتی ہے نہ مہربان!

یہ جو زیست کا سفر ہے

یہ جو راستہ ہے میرا

تم اگر نہ ساتھ دو

تو کس طرح کٹے گا

میری سوچ کی حدود تک

یہ گمان بھی کیسے آئے

کوئی پل بنا تمہارے

بھلا کیسے بیت جائے

---

ختم شد